تاریخ ابن کثیر

البدایہ والنہایہ

حصّہ
سوم چہارم

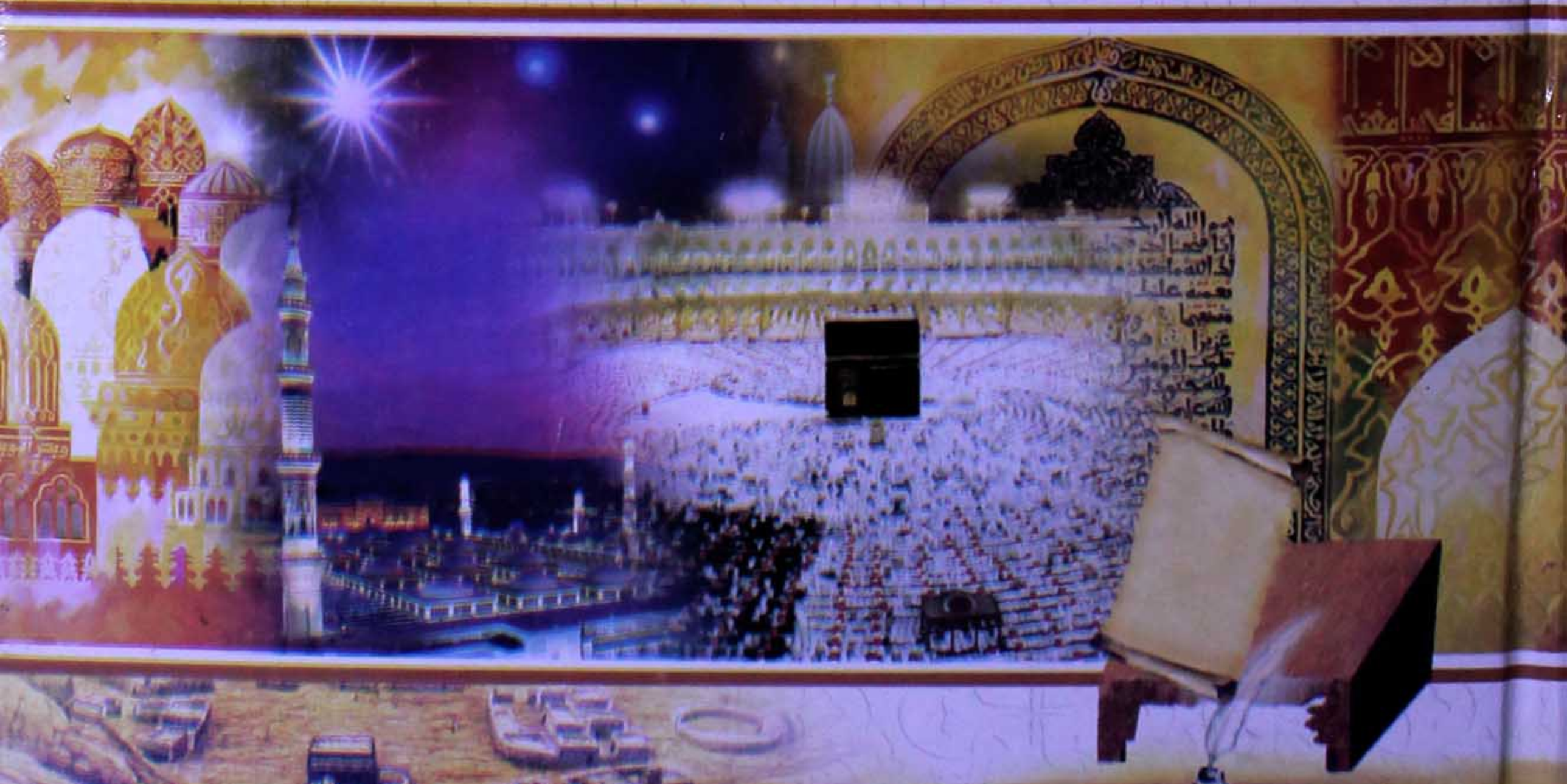

علامہ حافظ ابوالفداء عمادُالدّین ابن کثیر دمشقی

نفیس اکیڈیمی
اُردو بازار کراچی

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

تاریخ ابن کثیر

شہرۂ آفاق عربی کتاب

اَلْبِدَایَۃُ وَالنِّھَایَۃ

کا اردو ترجمہ

جلد سوم

رسول اللہ ﷺ پر نزولِ وحی کے آغاز سے لے کر سال ہشتم ہجری تک کے حالات و واقعات

تصنیف ❁ آٹھویں صدی ہجری کے نامور مورخ، فقیہ، محدث اور مفسرِ قرآن

عَلَّامَہ حَافِظ اَبُوالفِدَا عِمَادُ الدِّیْن اِبْنِ کَثِیْر (۷۰۱ھ۔۷۷۴ھ)

ترجمہ ❁ پروفیسر کوکب شادانی فاضل ادب (عربی)

ایم اے (فارسی) ایم اے (انگریزی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (تاریخ اسلام)

سابق پروفیسر ڈیلی کالج (اندور) فرگوسن کالج (پونا) الفنسٹن کالج (بمبئی)

نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی

Marfat.com

البِدَایۃ والنَھَایۃ

مصنفہ علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر کے حصہ سوم، چہارم کے اردو ترجمے کے جملہ

حقوق اشاعت وطباعت، تصحیح وترتیب وتبویب قانونی بحق

طارق اقبال گاہندری

مالک نفیس اکیڈیمی کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	تاریخ ابنِ کثیر (جلد سوم)
مصنف	.....	علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر
ترجمہ	.....	پروفیسر کوکب شادانی
ناشر	.....	نفیس اکیڈیمی۔ کراچی
طبع اوّل	.....	جون ۱۹۸۷ء
ایڈیشن	.....	آفسٹ
ضخامت	.....	۳۳۶
ٹیلیفون	.....	۰۲۱۔۷۷۲۲۰۸۰

Marfat.com

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
	عرضِ ناشر	۶
	باب ۱	
1	رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز	۹
2	وقت بعثت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے بارے میں مزید روایات	۱۳
3	غار حرا کا محل وقوع	۵۱
4	نزول وحی کے سلسلے میں جنات یا شیاطین کے ملوث ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟	۳۰
5	آنحضرت ﷺ پر نزول وحی کے طریقے اور اس وقت آپ کی جسمانی کیفیت	۳۵
6	متقدمین صحابہ وغیرہ میں اسلام لانے والے پہلے اشخاص	۳۷
7	آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن	
8	عبدالمطلب کا قبول اسلام	۵۳
9	ابی ذر کا قبول اسلام	۵۵
10	حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۵۸
	باب ۲	
11	ابلاغ رسالت کے لیے حکم خداوندی	۶۱
12	ارقم کا قصہ	۷۳
13	قریش کی طرف سے ہر مسلمان کو ایذا رسانی کی انتہا	۷۸
	باب ۳	
14	مشرکین کی رسول اللہ ﷺ سے بحث و تکرار آپ کی حجت کاملہ کی استقامت مشرکین کی طرف سے آپ کی حقانیت کا دل میں اعتراف لیکن اس کے باوجود آپ سے عناد و بغاوت اور آپ کی مسلسل مخالفت	۸۹
	باب ۴	
15	رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت	۹۸
16	رسول اللہ ﷺ کی امداد کے سلسلے میں قبائل قریش کی طرف سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی مخالفت' آپ کا حلیف یا حریف بننے اور آپ کا قریش میں سلسلہ ازدواج جاری رکھنے کے بارے میں ان کا باہمی اختلاف' شعب ابو طالب میں طویل مدت تک بنی ہاشم کے ساتھ پناہ گیری' قریش کے ظالمانہ پیغامات اور آپ کی نبوت و صداقت کا اظہار کامل	۱۰۷
17	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ	۱۱۱
18		
19	قریش کے باہمی عہد نامے کی مخالفت	۱۱۳
20	اعشیٰ بن قیس کا قصہ	۱۱۷
21	رصار عت رکانہ کا قصہ	۱۱۹
22	واقعہ معراج	۱۲۵
23	عہد نبوی میں شق القمر کا واقعہ	۱۳۵
24	حضرت ابوطالب کی وفات	۱۳۸
25	وفات حضرت خدیجہ بنت رضی اللہ عنہا خویلد	۱۴۳

Marfat.com

26	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آنحضرت ﷺ کا رشتہ ازدواج	۱۴۶
27	آنحضرت ﷺ کا اہل طائف کے پاس دعوتِ اسلام کے لیے تشریف لے جانا	۱۵۱
28	آنحضرت ﷺ کا اپنی ذات والا صفات کو احیائے عرب کے لیے وقف کرنا	۱۵۶
29	بیعتِ انصار اور مسلمانوں کی مدینے کو ہجرت	۱۵۸
30	ایاس بن معاذ کا قبول اسلام	۱۶۰
	باب ۵	
31	انصار میں اسلام کی ابتداء	۱۶۲
32	بیعتِ عقبہ ثانیہ	۱۶۴
	باب ۶	
33	آنحضرت ﷺ کی مکے سے مدینے کو ہجرت کے اسباب	۱۶۷
	باب ۷	
34	آنحضرت ﷺ کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینے کو ہجرت	۱۷۸
35	رسول اللہ ﷺ کا مدینے میں داخلہ اور آپ کی منزل کا تقرر	۱۹۰
36	ہجری سال اوّل کے واقعات	۲۰۴
37	عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	۲۰۷
	آنحضرت ﷺ کی قبا سے روانگی اور بنی سالم	
38	میں آپ کا خطبہ	۲۰۹
39	مسجد نبوی کی بنیاد	۲۱۲
40	مسجد نبوی کے فضائل	۲۱۵
41	مدینے میں مہاجرین کے ابتدائی مصائب	۲۱۸
42	آنحضرت ﷺ کی طرف سے مہاجرین و انصار کو باہمی محبت و مواخات کی تلقین الخ	۲۲۰
43	مہاجرین و انصار میں مواخات کے لیے حکم خداوندی	۲۲۳
44	ابی امامہ اسعد بن زرارہ کی وفات	۲۲۸
45	عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت	۲۳۰
46	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی	۲۳۲
47	نماز حضر کی رکعتوں میں اضافہ	۲۳۴
48	اذان اور اس کی مشروطیت	۲۳۵
49	آنحضرت ﷺ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قائد لشکر بنانا	۲۳۷
50	ہجری سال دوم کے واقعات	۲۴۰
51	کتاب المغازی	۲۴۰
52	غزوۂ ابواء یا غزوہ ودان	۲۴۷
53	غزوۂ بواط	۲۵۰
54	غزوۂ عشیرہ	۲۵۱
55	غزوۂ بدر اوّل	۲۵۴
	باب ۸	
56	عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی عسکری مہم پر روانگی	۲۵۶
57	غزوۂ بدر سے قبل تحویل قبلہ	۲۵۹
58	غزوۂ بدر عظمیٰ سے قبل رمضان کے روزوں کی فرضیت	۲۶۱
59	بدر کا غزوۂ عظیم	۲۶۳
60	مقتل ابی البختری بن ہشام	۲۹۲
61	مقتل امیہ بن خلف	۲۹۳
62	مقتل ابوجہل	۲۹۴
63	رسول اللہ ﷺ کی دعا سے قتادہ کی بصارت کا اعادہ	۲۹۸
64	اسی قبیل کا ایک اور واقعہ	۲۹۸
65	بدر میں سرداران کفر کا پڑاؤ	۲۹۹

Marfat.com

66	نبی کریم ﷺ کی بدر سے مدینے کی طرف واپسی	۳۱۱
67	مقتل نضیر بن حارث وعقبہ بن ابی معیط	۳۱۳
68	واقعہ بدر پر حاکم حبشہ نجاشی کا اظہار مسرت	۳۱۵
69	مکے میں مشرکین قریش کی شکست اور ان کے مصائب کی خبر پہنچنا	۳۱۶
70	غزوۂ بدر میں مسلم شہداء کے نام بلحاظ حروف تہجی	۳۱۶
	باب ۹	
71	مسلم شرکائے بدر سے متعلق کچھ باقی مباحث	۳۲۷
72	مسلم شرکائے بدر کی مجموعی تعداد	۳۲۷
73	شہدائے بدر کے فضائل	۳۲۸
74	حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی مکے سے مدینے میں تشریف آوری	۳۳۰
75	غزوۂ بدر کے بارے میں شعرائے عرب کا شعری سرمایہ	۳۳۲
76	غزوۂ بنی سلیم	۳۳۴
77	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مناکحت وازدواج	۳۳۵

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

مسلمانوں نے علم وادب اور تاریخ وسیر کے سلسلے میں جو اہم کارنامے انجام دیئے ہیں ان کا اندازہ ان ہزاروں اور لاکھوں خطی کتابوں سے ہوتا ہے جو دنیا کے مختلف کتابوں خانوں میں نوادر کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ ان کتابوں کی تدوین اور تالیف کا آغاز دوسری صدی لے کر چوتھی صدی تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی کتابوں کی تالیف وتحریر کا کام جاری رہا اور ایسی کتابوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے جو پانچویں صدی میں اور اس کے بعد لکھی جاتی رہی ہیں ان کتابوں میں سے بہت سی کتابوں کے متن اور تراجم شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں' ان کے لکھنے والوں کے علم وفن' غور وفکر اور بصیرت ودانش پر یورپ کا رنگ ہے اور اس بات پر رشک کرتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی بے مائیگی اور وسائل کے کمی کے باوجود تاریخ وسیر کا میدان سر کرلیا ہے اور اس سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ جہاں مسلمانوں نے تاریخ جیسے اہم علمی اور تحقیقی شعبے کو مستقل بنیادوں پر اپنایا اور اپنے فکری اجتہاد سے یورپ کے رہنے والوں کو ایک نئی روشنی دی وہیں علم الرجال کو بھی اپنایا اور ایسی بنیادوں پر اس کی تشکیل کی کہ ہر واقعہ خواہ وہ معمولی ہو یا غیر معمولی ہو' اہم ہو یا غیر اہم' سچ اور صداقت کی کسوٹی اور معیار پر پورا اترے بغیر بار نہیں پا سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی تاریخ سے وہ داستانیں اور کہانیاں سرے سے نکل گئیں جن پر عیسائیوں اور ہندوؤں نے اپنے عقیدوں کی اساس رکھی ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی تاریخ روشن اور آئینہ کی مانند واضح اور غیر مبہم دکھائی دیتی ہے اس سلسلے کی ابتدا تدوین حدیث سے ہوتی ہے۔ سیرت اور سوانح کی طرف یہ مسلمانوں کی پہلی اور کامیاب کوشش تھی۔ انہوں نے راویوں کے حالات اور واقعات کی پوری طرح چھان بین کی' ان کے کردار اور حالات کا تجزیہ کیا' ان کی سیرت کا جائزہ لیا۔ اور پھر کہیں ان کی کسی روایت یا کسی بات کو قبول کیا اور یہ بھی دیکھا کہ ان کی روایت یا بات کی تصدیق دوسرے راویوں کے بیانات سے ہوتی ہے یا نہیں' اس صورت حال نے تاریخ کو ایک کٹھن اور مشکل کام ضرور بنا دیا لیکن اس سے واقعات اور حالات کی تصویریں حقیقی طور پر ابھرنے لگیں' ان میں تصوریت اور افسانہ طرازی کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

مسلمانوں کی تاریخ کی ابتداء سیرت نگاری سے ہوئی' انہوں نے اپنے پیغمبر رسول اللہ ﷺ کے حالات مبارکہ کے سلسلے میں انتہائی تحقیق اور محنت سے کام لیا۔ ایک ایک روایت اور ایک ایک واقعہ کی سو سو طریقے سے تصدیق کی' کئی راویوں کے بیانات کو سامنے رکھا' پھر ان کے کردار' اخلاق اور آداب پر نظر رکھی اور اس کے بعد فیصلہ کیا کہ ان کے بیانات کس حد تک درست اور صحیح

Marfat.com

ہو سکتے ہیں' چنانچہ محمد اسحاق کی سیرت النبیؐ، اس سلسلہ کی پہلی کتاب ہے۔ تمام مؤرخوں کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب انتہائی جامع اور مستند ہے۔ اس کتاب کا زمانہ حال تک سراغ نہیں مل سکا تھا۔ بس اتنا معلوم تھا کہ لکھی گئی ہے۔ بعد میں یعنی آج سے چند سال پہلے' ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کو دریافت کر کے دنیائے اسلام سے روشناس کرایا۔ اس تاریخ کو سامنے رکھ کر ہشام نے رسول گرامی کی سیرت پر کتاب لکھی تھی۔ جو سیرت ہشام کے نام سے عام طور پر مشہور ہے اس کے بعد سے آج تک ہر دور اور ہر زمانے میں سینکڑوں اور ہزاروں کتابیں لکھی گئیں جن کا موضوع سیرت رسول اللہ ﷺ تھا۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمانوں نے سیرت نگاری کے ساتھ ساتھ تاریخ نویسی پر بھی بھرپور توجہ دی' تاریخ نویسی کے اسلوب اور انداز مختلف رہے' کہیں اس نے سفرناموں کی شکل اختیار کی کہیں خودنوشتوں کا انداز اختیار کیا' لیکن مختلف شہروں کے حالات تک محدود رہی' اس طرح اس کا دائرہ اثر ونفوذ بڑھ گیا اور علم وفنون کے کئی شعبوں میں اس کے شدید اثرات نظر آنے لگے۔ اس سلسلہ البلاذری کو سبقت حاصل ہے۔ اس نے فتوح البلدان کے عنوان سے دو جلدوں میں اپنی ضخیم تالیف لکھی۔ اس کتاب میں ان شہروں کا حال اور واقعات درج ہیں جن کو مسلمانوں نے فتح کیا اور اپنی خلافت میں جگہ دی۔ مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سندھ اور ہند تک پھیل گیا تھا' چنانچہ جہاں اس میں متعدد ایشیائی شہروں کے حالات ملتے ہیں وہیں مسلمانوں کی فتوحات کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے نصف کرہ پر ان کی حکمرانی تھی یا ان کے زیر نگیں تھے۔ تاریخ کے سلسلہ میں المدائنی اور ابن سعد کا کام ذرا مختلف ہے۔ بظاہر وہ تذکرہ نویس نظر آتے ہیں لیکن ان کے بیانات میں بیشتر واقعات ایسے موجود ہیں جن کو تاریخ سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی تصانیف علم الرجال کی بہترین نمائندگی کرتی ہیں۔

اس کے نصف صدی بعد' محمد بن جریر الطبری کی تاریخ سامنے آئی۔ انہوں نے اپنے دور تک کے مسلمانوں کی جامع اور مکمل تاریخ لکھی ہے' یہ واقعہ ہے کہ ان سے پہلے اتنی جامع اور اس کے نصف صدی بعد' ابن جریر الطبری کی تاریخ لکھی ہے' یہ واقعہ ہے کہ ان سے پہلے اتنی جامع اور مکمل تاریخ کسی نے نہیں لکھی تھی۔ اس تاریخ میں مسلم دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور حکومتوں کے تغیرات کی تفصیل ہی نہیں ملتی ہے بلکہ پتہ چلتا ہے کہ طبری نے بڑی محکم اور مضبوط روایتوں سے معلومات کے علاوہ معتبر اخباروں اور محقق اسناد پر اپنی تاریخ کی بنیاد رکھی تھی۔

اگر آپ تیسری صدی اور چھٹی صدی کے درمیان مکمل لکھی جانے والی کتابوں کی فہرست شماری کریں گے تو یہ فہرست لاکھوں کتابوں تک پہنچ جائے گی اور اس میں بلاشبہ ہزاروں کتابیں' تاریخ' سوانح' رجال جغرافیہ اور مسلمانوں کی سیاسی کشمکش سے متعلق ہوں۔ ان میں بعض میں جانب دارانہ انداز ملے گا' بعض قطعی جانبدار ہوں گی' بعض پر مذہبی عقائد کا غلبہ ہوگا۔ بعض اپنی پسند اور توجہ کا نمونہ ہوں گی۔ اس سے قطع نظر اس دور ہی نے اور ان کتابوں ہی نے مسلمانوں کی تہذیبی' سیاسی معاشرتی اور مغربی زندگی کو یورپ کے دانش کدوں کے سامنے مثالی طور پر پیش کیا اور اس دعوے کی نفی کر دی کہ یورپ کے دانش ور مسلمانوں سے بہت آگے ہیں۔

Marfat.com

اسی زمانے میں جب کہ مسلمانوں کا دور ترقی اور دور حکمرانی ارتقا کی شاندار منزلوں کو طے کر رہا تھا۔ مسلمان علم وفنون کے بے انتہا بلند مقام پر فائز تھے اور تعمیر وتہذیب ایک تشکیلی دور سے گزر رہی تھی مشہور تاریخ نویس الحافظ ابن کثیر نے جنم لیا۔ اس کا اصل نام اسماعیل' کنیت ابوالفدا اور عرفیت ابن کثیر تھی اس کے آباؤ اجداد منصب خطابت پر مامور تھے۔ ان کی وفات کے بعد اس نے اپنے اہل خاندان کی سرپرستی میں دمشق میں پرورش پائی اور وہاں کے نامور اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی تعلیم پائی اور مختلف حیثیتوں سے اپنی شخصیت کو نکھارا' وہ بیک وقت مفسر بھی تھا' محدث بھی تھا' فقیہ اور عالم بھی' ان کے علاوہ اس کی استادانہ حیثیت بھی مسلم تھی اس کے حلقہ درس اور تدریس میں سینکڑوں افراد شریک ہوتے اور اس سے مختلف علوم سیکھتے تھے۔ اس کی تفسیر بہت شہرت رکھتی ہے۔ لیکن اس کو مغرب کے ملکوں میں جس چیز نے بلند مقام عطا کیا۔ وہ اس کی لکھی ہوئی تاریخ ہے۔ یہ تاریخ جس کی دو جلدیں آپ کے پیش نظر ہیں۔ اکثر تاریخوں میں اس کے حوالے اور مندرجات نظر سے گزرتے رہتے ہیں یہ عربی میں تو چھپ چکی تھی لیکن کسی نے بھی اس کو اردو میں منتقل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کو اردو میں منتقل کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کو اردو میں منتقل کرنے کی کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں تھی۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اس کو کون چھاپے گا تو اس سلسلے میں' میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اس تاریخ کو اردو قارئین کے ہاتھوں تک ضرور پہنچنا چاہیے چنانچہ میں نے کئی لوگوں کی مدد اور مشورے سے اس کو دو تین آدمیوں سے ترجمہ کروایا اور پھر اسے شائع بھی کرایا۔ پہلی' دوسری' تیسری اور چوتھی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی جلدیں بھی جلد ہی شائع ہو جائیں گی۔ یہ تاریخ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ اس کی تالیف کے وقت ابن کثیر نے اپنے دور تک کی لکھی ہوئی تمام تاریخوں کا مطالعہ کیا۔ ان کے محاسن واقعات پر گہری نظر ڈالی' اور قدح سے کام لیا۔ اس کے علاوہ خود اپنی زندگی کے دور کے سیاسی اور سماجی حالات کے سلسلہ میں اس کی حیثیت ایک عینی شاہد کی تھی۔ اس لیے اس کے بیانات کی اہمیت مسلمہ ہے۔

مجھے اس کتاب کے بارے میں کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ ہر شخص کو ہے کیونکہ اس کے بغیر ہماری اسلامی تہذیب وتمدن اور دور حکمرانی کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی ہے اور پتہ نہیں چلتا ہے کہ مسلمان شمال سے مغرب تک اور مشرق سے مغرب تک کس طرح پہنچے تھے اور انہوں نے کس طرح حکمرانی کی تھی۔

امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے والے اس امر سے خوش ہوں گے کہ میں نے اپنے ادارہ کی روایت کے مطابق اسلامی تاریخوں کو نہ صرف شائع کیا ہے بلکہ ان کی ضرورت پوری کی ہے۔

میری درخواست ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے پہلے آپ میرے والد مرحوم چوہدری اقبال سلیم گاہندری کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھیں کیونکہ انہوں نے بھی اپنے ادارے کی طرف سے سب سے پہلے اسلامی تاریخ کی نادر اور اہم کتابیں شائع کی تھیں اور ان ہی کی کوششوں سے ملک میں اسلامی تاریخ پڑھنے کا ذوق پیدا ہوا ہے۔

چوہدری طارق اقبال سلیم گاہندری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول

آغاز نزول وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی لیکن ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سعید بن مسیب کے حوالے سے اسے ۴۳ سال بتایا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ہم سے یحییٰ بن بکیر اور لیث نے بیان کیا کہ ان کے روبرو عقیل نے ابن شہاب اور عروہ بن زبیر کی سلسلہ وار مستند روایات کے مطابق اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جو قول نقل کیا وہ یہ ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آغاز وحی کا سلسلہ جیسا کہ آپ نے مجھ سے بیان فرمایا رویائے صادقہ کی شکل میں ہوا' لیکن اس کی صورت یہ تھی جیسے بحالتِ خواب طلوع سحر کا منظر سامنے آ کر نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ اس کے بعد آپ کی خلوت پسندی کا سلسلہ شروع ہوا تو آپؐ غار حرا میں تنہا رہ کر شب و روز عبادت میں گزارنے لگے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اپنے اہل و عیال کے پاس وہاں سے لوٹ کر کئی کئی دن تک تشریف نہیں لاتے تھے۔ اسی دوران میں ایک روز آپؐ پر ظہور حق ہوا یعنی حضرت جبریل (علیہ السلام) آپ کے روبرو آ کر بولے: ''پڑھیے'' آپؐ نے ان سے فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس پر حضرت جبریل (علیہ السلام) نے آپ کو اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اور اس کے بعد چھوڑ کر بولے: ''پڑھیے'' آپؐ نے پھر فرمایا: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' جب حضرت جبریلؑ نے آپ کو تیسری بار سینے سے لگا کر اور اچھی طرح بھینچ کر چھوڑا اور کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ..... مَالَمْ یَعْلَمْ ﴾ تک

''(اے محمدؐ!) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا' جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا' پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اسے علم نہ تھا''۔ (القرآن ۳۰: ۹۶۔ آیات ۱ تا ۵)

تو آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں لیکن اس حالت میں کہ از اوّل تا آخر آپؐ کے جسم اطہر پر لرزہ طاری رہا' آپ اسی حالت میں گھر واپس آئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھے کمبل اوڑھاؤ' مجھے کمبل اوڑھاؤ' اور جب انہوں نے یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد نے آپ کو کمبل اوڑھایا تو آپؐ کے جسم مبارک کی کپکپاہٹ دور ہوئی۔ اس کے بعد آپؐ نے انہیں غار حرا میں پیش آنے والے واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''مجھے اپنے بارے میں خوف محسوس ہو رہا ہے''۔

اس کے جواب میں وہ بولیں:

''اللہ کی قسم آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی نقصان نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ لوگوں سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں' مہمانوں کو بلا کر انہیں کھانا کھلاتے ہیں' آپ تحمل مزاج ہیں' ناداروں کو لباس فراہم کرتے ہیں اور ہمیشہ حق گوئی وحق پرستی کا ثبوت دیتے ہیں''۔

ابھی حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) آپ سے یہ باتیں کر رہی تھیں کہ ان کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی تھے مگر نوشت وخواند سے بخوبی واقف تھے اور ان دنوں انجیل کو عبرانی سے عربی میں منتقل کر رہے تھے۔ وہ اتفاق سے اسی وقت وہاں آ پہنچے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے بولیں:

''اے میرے ابن عم! ذرا سنیے' یہ کیا فرما رہے ہیں''۔

یہ سن کر ورقہ بن نوفل نے آپؐ سے پوچھا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! آپؐ نے (غار حرا میں) کیا دیکھا ہے؟''۔

جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں وہ واقعہ سنایا جو آپ کو غار حرا میں پیش آیا تھا تو وہ بولے:

''یہ اسی طرح کا خدا کا پاک کلام ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر اترا تھا''۔

پھر وہ روتے ہوئے بولے:

''لیکن جب آپؐ یہ بات جو آپؐ نے مجھے سنائی ہے اپنی قوم کو سنائیں گے تو انہیں اس کا اس طرح یقین نہیں آئے گا جیسے مجھے آ گیا بلکہ وہ (آپ کو ستائے گی اور) آپ کو یہاں سے نکال دے گی' کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا''۔

ورقہ بن نوفل کی زبان سے آپؐ نے یہ باتیں سن کر متحیر ہو کر پوچھا:

''کیا واقعی میری قوم مجھے یہاں سے نکال دے گی؟''۔

ورقہ بن نوفل نے جواب دیا:

''ہاں بالکل ایسا ہی ہوگا اس وقت آپ کو (چند لوگوں کے سوا) اپنی قوم میں مجھ جیسا کوئی شخص نہیں ملے گا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا تو دوسرے اہل نصاریٰ کو اپنے ساتھ ملا کر ضرور آپ کی مدد کرتا''۔

اتنا کہہ کر ورقہ بن نوفل وہاں سے چلے گئے اور کچھ دنوں بعد وفات پا گئے۔ اس لیے نزول وحی کے اگلے واقعات آپ کی زبانی نہ سن سکے حالانکہ اس کے بعد بھی نزول وحی کا سلسلہ باقاعدہ جاری رہا۔ ❶

نزول وحی کے آغاز کے بعد' جیسا کہ ہم تک روایات پہنچی ہیں' رسول اللہ ﷺ جب تک دوسرے دن حضرت جبریل

❶ یہاں تک امام بخاری کی روایت ہے جو موصوف کی کتاب صحیح بخاری سے لے کر پیش کی گئی ہے۔ ممکن ہے اس میں الفاظ کی کچھ تقدیم وتاخیر ہو گئی ہو لیکن معنوی لحاظ سے اس میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔ (مصنف)

Marfat.com

(علیہ السلام) آپؐ کے روبرو نہیں آئے آپؐ رنجیدہ رہے اور ایسا محسوس فرماتے رہے جیسے کوئی پہاڑ کی بلندیوں سے نیچے آ گیا ہو لیکن دوسرے روز حضرت جبریل (علیہ السلام) نے آپؐ کے سامنے ظاہر ہو کر عرض کیا:

''اے محمدؐ! رنج نہ کیجیے' آپؐ سچ مچ اللہ کے رسول ہیں اور وحی الٰہی کا یہ سلسلہ اب جاری رہے گا' اس لیے آپ پریشان نہ ہوں اور اطمینان سے رہیں''۔

اس کے بعد جبریلؑ جس طرح آپ کے پاس اگلے کچھ دن تک آئے اور آپ کو خدائے تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے اس کی مکمل اور کافی طویل تفصیل صحیح بخاری کے باب تعبیر میں موجود ہے۔ اس سلسلے میں امام بخاری کی روایت ابن شہاب سے سلسلہ بہ سلسلہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور جابر بن عبداللہ انصاری تک گئی ہے جس کے مطابق آخر الذکر نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث یوں بیان کی ہے:

''آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے چلتے ہوئے آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی اور پھر نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھا آسمان سے زمین کی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ کرسی زمین پر اتری اور وہ فرشتہ مجھ سے ہم کلام ہوا تو میرے منہ سے اضطراری طور پر پہلے وہی الفاظ نکلے جو گزشتہ روز خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے سامنے نکلے تھے یعنی ''مجھے کمبل اوڑھاؤ' مجھے کمبل اوڑھاؤ''۔ لیکن جب اس فرشتے کی زبانی خداوند تعالیٰ کا یہ پیغام میرے گوش زد ہوا کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ.....فَاهْجُرْ﴾ تک

''اے (محمدؐ!) جو کپڑا لپیٹے ہوئے ہو' اٹھو اور ہدایت کرو' اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو' اور ناپاکی سے دور رہو''۔ (القرآن: ۲۹:۷۴۔ آیات ۱ تا ۵)

تو میں خوش ہو کر پرسکون ہوتا چلا گیا''۔ ❶

آغاز نزول وحی کے سلسلے میں امام بخاریؒ نے جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں بیان کیا کچھ دوسری احادیث بھی صحیح بخاری کے باب تعبیر میں بیان کی ہیں جنہیں عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح یعنی لیث کے حوالوں سے پیش کیا گیا ہے۔ انہیں احادیث کو ہلال بن داؤد نے زہری کے حوالے سے اور یونس و معمر نے اسی حوالے سے علی التواتر بیان کیا ہے۔ ہم نے امام بخاری کی بیان کردہ ان احادیث کو اور ان کے علاوہ محولا بالا جملہ احادیث کو صحیح بخاری کی جلد اوّل کی شرح میں ان کے متعلقہ مقام پر تفصیل سے لکھا ہے اور ان پر حواشی بھی تحریر کیے ہیں جس کی توفیق کے لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح امام مسلمؒ نے بھی اپنے مجموعہ احادیث ''صحیح مسلم'' میں ان احادیث کو ان کے متعلقہ مقام پر لیث کے' اور یونس و معمر کی طرح زہری کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ہم نے شرح بخاری کی طرح ''صحیح مسلم'' کی ان احادیث پر بھی بتوفیق

---

❶ امام بخاری کی مستند حوالوں سے بیان کردہ اس حدیث کا اردو ترجمہ باستثنائی الفاظ قرآن راقم نے حتی الامکان لفظی کے بجائے بامحاورہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاہم اس میں معنوی و مفہومی لحاظ سے کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا گیا۔ (شادانی)

Marfat.com

خداوندی حواشی کا اضافہ کیا ہے اور اس سے اس سلسلے میں توفیق مزید کے طالب ہیں اور اس کا شکر بجالاتے ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے اس قول کی تصدیق کہ رسول اللہ ﷺ پر آغاز نزول وحی کا سلسلہ رویائے صادقہ سے شروع ہوا تھا اور وہ بھی اس طرح جیسے سحر کا منظر سامنے آ کر فوراً نگاہوں سے اوجھل ہو جائے' محمد بن اسحٰق بن یسار کی' عبید بن عمر اللیثی کے حوالے سے بیان کردہ روایات سے بھی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں محمد بن اسحٰق بن یسار نے عبید بن عمر اللیثی کے حوالے سے جو حدیث بیان کی ہے وہ یہ ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے بحالتِ خواب جبریل (علیہ السلام) کو دیکھا جن کے ہاتھ میں ایک نورانی کتاب تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا: ''پڑھو'' میں نے کہا: ''مجھے پڑھنا نہیں آتا''۔ تو انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگا کر اتنا دبایا کہ میں نے محسوس کیا میرا دم نکل جائے گا۔ اس کے بعد انہوں نے دوبارہ پڑھو کہہ کر مجھے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا''۔

حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بیان کردہ یہ حدیث متعدد علی التواتر روایات کے ذریعہ بہت سی دوسری کتابوں میں تحریر کی گئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبریل (علیہ السلام) کو پہلے پہل بحالتِ خواب دیکھا تھا اور اس کے بعد ہی وہ بحالتِ بیداری آپؐ کے روبرو آئے تھے۔ اس کی تفصیل اس سے زیادہ شرح وبسط کے ساتھ ''مغازی موسیٰ بن عقبہ'' میں زہری ہی کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔ اس سے بھی حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی بیان کردہ اس حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں لکھتے ہیں:

''ہم سے محمد بن احمد بن حسن' محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اور جناب بن حارث نیز عبداللہ بن الاجلح نے ابراہیم کی روایت علقمہ بن قیس کے حوالے سے یوں بیان کی کہ (رسول اللہ ﷺ کی طرح) جملہ انبیائے کرام پر نزول وحی کا سلسلہ یوں ہی شروع ہوا تھا اور اس طرح ہدایت کے بعد ہی ان پر باقاعدہ وحی نازل ہونا شروع ہوئی تھی''۔

علقمہ بن قیس کا یہ قول اپنی جگہ بہترین ہے۔

Marfat.com

وقت بعثت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے بارے میں

مزید روایات

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے علی الترتیب حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت نبوت کے وقت عمر چالیس سال تھی لیکن پہلے تین سال تک آپ کو صرف بالصوت و بصارت نظری ہدایات غیبی ملتی رہیں جو بلا واسطہ تھیں جب کہ اس وقت تک نزول قرآن کی ابتداء نہیں ہوئی تھی لیکن اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعہ آپؐ پر باقاعدہ قرآن نازل ہونا شروع ہوا اور نزول وحی کا یہ سلسلہ مکے اور مدینے میں بیس سال تک جاری رہا یعنی دس سال مکے میں اور دس سال مدینے میں آپ کی وفات تک جب کہ وفات کے وقت حضور ﷺ کی عمر شریف ۶۳ سال تھی۔

شیخ شہاب الدین ابوشامہ فرماتے ہیں کہ داؤد بن ابی ہند اور عامر شعبی کے حوالے سے محمد بن ابی عدی کی بیان کردہ حدیث جو امام احمدؒ کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے ماسوا اس کے کہ انہوں نے صوتی و بصری بلا واسطہ ہدایات کو جو انہوں نے آپ کی زبانی سنی ہوں گی بنظر اختصار حذف کر دیا ہے باقی باتیں جو آپ کے روبرو حضرت جبریل علیہ السلام کے آنے اور آپ کو یکے بعد دیگرے تین بار ''اقراء'' پڑھنے کے لیے کہنے نیز وہیں سے نزول وحی کا سلسلہ باقاعدہ شروع ہونے اور آپؐ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جانے تک حرف بحرف وہی ہیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث میں پائی جاتی ہیں۔

امام احمدؒ ہی نے یحییٰ بن ہشام اور عکرمہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ فرمایا کہ وقت بعثت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور آپ پر نزول وحی کی مجموعی مدت مکہ اور مدینہ دونوں جگہ دس دس سال کے حساب سے بیس سال ہوتی ہے اور یہ کہ جب آپ نے وفات پائی تو اس وقت حضورؐ کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔ یہی بات امام احمدؒ نے ایک اور جگہ حماد بن سلمہ، عمار بن ابی عمار اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اقامت مکے میں بعثت کے بعد پندرہ سال رہی جن میں سے سات سال تک آپ صرف روشنی ملاحظہ فرماتے رہے اور باقی آٹھ سال آپ پر وحی نازل ہوتی رہی۔

ابوشامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبل بعثت ایک مدت تک غیبی مظاہر دیکھے اور سنے۔ یہی حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے کہ آپؐ نے فرمایا

''میں نے قبل بعثت اتنے پتھروں کو سلام کرتے سنا کہ میں اب انہیں نہ شمار کر سکتا ہوں نہ پہچان سکتا ہوں''۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی قبل بعثت خلوت پسندی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ اپنی قوم قریش کو بتوں کی پرستش کرتے دیکھتے تھے اور اکثر ان سے علیحدہ رہنے لگے تھے۔ ویسے غار حرا میں آپ کی خلوت گزینی سے قبل بھی کچھ اہل قریش غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے اور وہاں سے فارغ ہو کر زائرین کعبہ کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ آپؐ نے بھی (ایک عرصے تک) غار حرا میں خلوت گزینی کے زمانے میں قریش کی اس روایت پر عمل کیا لیکن آپ زائرین کو اور دوسرے مساکین کو کھانا کھلانے کے بعد طوافِ کعبہ سے پہلے اپنے گھر نہیں جاتے تھے۔ غار حرا میں آپ قربتِ الٰہی سے مشرف ہو کر بہت سی غیبی چیزیں دیکھتے اور آوازیں سنتے تھے۔

محمد بن اسحٰق عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے بعض اہل علم سے سن کر بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سال کے اکثر مہینوں میں اہل قریش کی طرح غارِ حرا تشریف لے جاتے تھے اور وہاں سے واپسی پر زائرین کعبہ کو قریش کی طرح کھانا کھلاتے اور کعبہ کا طواف فرماتے تھے۔ یہی روایت وہب بن کسان کے حوالے سے ملتی ہے جس کا سلسلہ یکے بعد دیگرے عبید بن عمیر اور عبداللہ بن زبیر تک پہنچتا ہے یعنی قریش زمانہ جاہلیت میں بھی غار حرا میں عبادت گزاری کے لیے جاتے تھے۔ اسی طرح آپؐ کے لباس کے بارے میں بھی ابو طالب کی طرح سہیلی' ابو شامہ اور حافظ ابو الحجاج المزی کے حوالے سے بہت سی روایات ملتی ہیں اور غار حرا میں آپ پر نزول نور اور سماعت اصوات پر بھی متعدد روایات پائی جاتی ہیں لیکن وہ رکیک اور ایک دوسرے کی متضاد ہیں۔

Marfat.com

غارِ حرا کا محل وقوع

غار حرا کہیں چھوٹا' کہیں بڑا' کہیں قابل گزر اور کہیں کہیں نا قابل گزر ہے' مکے سے اس کا فاصلہ بلندی پر منیٰ کی جانب دائیں طرف سے تین میل ہے۔ اس کی ایک پتلی چوٹی سکڑ کر خانہ کعبہ پر جھک آئی ہے اور غار حرا اسی میں واقع ہے جیسا کہ روبہ بن حجاج نے کہا ہے۔

''حرا منیٰ سے بلندی کی طرف روئی کی طرح پھیلتا چلا گیا ہے اوپر اس کی چوٹی میں ایک منحنی سا غار ہے' یہی غار حرا ہے''۔

حدیث میں بھی غار حرا کے محل وقوع کا ذکر اسی طرح ہے جیسا روبہ بن حجاج کے مندرجہ بالا شعر میں ہے لیکن حدیث کی رو سے اس میں عبادت گزاری اور سونے کے لیے جگہ بھی ہے' حدیث میں الفاظ تحنث اور تعبد کے معنی صاف ہیں لیکن لغت میں لفظ حنث سے بطور استخراج چھوٹی جگہ میں قیام کے ہیں لیکن بطور تفسیر چھوٹی سی جگہ میں ذرا سے فاصلہ پر کنکریوں سے ہٹ کر عبادت اور سونے کے لیے وقت نکالنے کے ہیں۔ ابوشامہ نے اس کے یہی معنی لیے ہیں۔ ابوشامہ کی اس تفسیر کے بارے میں ابن عربی سے دریافت کیا گیا کہ کیا ''حنث'' کے معنی عبادت ہیں تو اس نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا' ابن ہشام کہتے ہیں کہ دین ابراہیم علیہ السلام میں ''حنث'' درحقیقت ''حنف'' ہے اور عربی لغت میں ''حنف'' اسی لفظ ''حنف'' سے ماخوذ ہے جس میں ''ف'' کو ''ث'' سے بدل دیا گیا ہے جیسا کہ عربی قواعد میں ہوتا ہے۔ ❶

جہاں تک حدیث کے الفاظ کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں لفظ ''حنث'' اور ''حنف'' پر گفتگو کرتے ہوئے ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ اہل عرب ''ثم'' کو عموماً ''فم'' بولتے ہیں' اس لیے مفسرین نے ''فوھا'' سے مراد ''ثوھا'' لی ہے۔

علماء کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی عبادت کے بارے میں اختلاف ہے۔ کوئی اسے حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے مطابق بتاتا ہے کوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق اسی طرح کوئی کہتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت کے مطابق تھی اور کسی نے اس میں حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شریعت کی مطابقت بیان کی ہے' بعض علماء کہتے ہیں کہ ادیان ماسبق کی شریعتوں سے کچھ کچھ باتیں اخذ کر کے آپ نے اپنے لیے ایک نئی شریعت ایجاد اور پسند فرمائی اور عبادات کے سلسلے میں اس کو طریق عمل بنایا' اصول فقہ میں انہی موخر الذکر علماء کے اقوال کی تقلید کی گئی ہے۔ واللہ اعلم

جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت و یوم بعثت کا تعلق ہے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما' عبید بن عمیر اور ابوجعفر الباقر بھی

❶ عربی لغات کے جلبی اور مصری دونوں نسخوں میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

نے یوم دوشنبہ بیان کیا ہے اور یہی ان حضرات نے نزول وحی کا دن بتایا ہے جس میں جملہ علمائے متقدمین ومتاخرین متفق ہیں۔

اس سلسلے میں ماہ ربیع الاوّل کا ذکر بھی آیا ہے جس میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے فرزند حضرت جابرؓ کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ اس میں ماہ ربیع الاوّل کے عشرۂ ثانی اور روز دوشنبہ کی روایت ملتی ہے نیز اسی مہینے کے عشرہ ثانی اور روز دوشنبہ کے بارے میں آپؐ کے معراج کی روایت بھی ہے' تاہم یہ بھی مشہور ہے کہ آپ کی بعثت ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی جس کے بارے میں عبید بن عمیر اور محمد بن اسحٰق وغیرہ نے قرآن شریف کا حوالہ دیا ہے جو آیہ قرآنی:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ ﴾

پر مبنی ہے۔ جہاں تک عشرہ کا تعلق ہے اس کے بارے میں واقدی نے ابی جعفر الباقر کی سند پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کا آغاز روز دوشنبہ کو ہوا جب کہ ماہ رمضان کی ۱۷' راتیں گزر چکی تھیں اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ماہ رمضان کی ۲۴' راتیں گزر چکی تھیں۔

امام احمدؒ بیان فرماتے ہیں:

''ہم سے بنی ہاشم کے غلام ابوسعید اور عمران ابوالعوام نے قتادہ' ابن ملیح اور واثلہ بن اسقع کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا کہ آپؐ پر صحف ابراہیم کی طرح نزول قرآن کا آغاز (بحالتِ خواب) رمضان کی شب اوّل کو ہوا جب کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) نزول توریت کا آغاز رمضان کی دو راتیں گزرنے سے کچھ قبل ہوا اور (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) نزول قرآن رمضان کی ۱۴' راتیں گزرنے کے بعد ہوا''۔

ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں جابر بن عبداللہ کے حوالے سے اپنے مخصوص طریقے پر جو روایت پیش کی ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت نے بھی جس کا اتباع کیا ہے وہ یہ ہے کہ شب قدر رمضان شریف کی چوبیسویں شب ہے لیکن حضرت جبریل علیہ السلام کے ''اقراء'' کہنے پر رسول اللہ ﷺ کے جواب ''ماانا بقاری'' یعنی میں پڑھ نہیں سکتا کا مطلب یہ ہے کہ میں بطریق احسن پڑھ نہیں سکتا اور اس کے بعد جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو دو بار بھینچ کر آپ کی جدوجہد کے بعد چھوڑا تو آپؐ نے وہی جواب دیا اس کا مطلب یہ تھا کہ میرے سامنے کوئی تحریر شدہ چیز نہیں ہے جسے میں پڑھوں' اس کے علاوہ یہ بھی کہ ''میں نے اب تک کسی کتاب میں لکھی ہوئی کوئی چیز پڑھی ہے نہ میں خود کچھ لکھ سکتا ہوں''۔ اس کے بعد جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو تیسری بار سینے سے لگا کر بھینچا اور چھوڑا اور پھر سورہ اقراء کی پوری آیت تلاوت کی تو آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو دہرایا اور یہ بات تیسری بار عمل میں آئی۔

ابوسلیمان خطابی نے بیان کیا کہ نزول وحی کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے متعلق جو صحیح روایات آئی ہیں وہ آپ کی روحانی وجسمانی تربیت کے لیے تھیں تاکہ نزول وحی کے لیے آپ بحیثیت نبی دونوں طرح مکمل ہو جائیں۔ ابوسلیمان خطابی نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قول باری تعالیٰ ﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ کو سند ٹھہرایا ہے اور نزول وحی کے وقت ہمیشہ آپ کے چہرۂ مبارک کے تغیر اور گردن سے لے کر اوپر کے دھڑ تک آپ کے جسم مبارک کی کپکپاہٹ کو اسی قول

Marfat.com

کی سند کے ساتھ آثار نزول وحی سے تعبیر کیا ہے۔

آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ''زملونی زملونی'' فرماتے ہوئے غارِ حرا میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس سے انہیں مطلع فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ ''مجھے اپنے متعلق خوف آ رہا ہے''۔ تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی نقصان نہیں ہونے دے گا اور آپ کے اخلاق حسنہ اور فطری نیکیوں کا اس ضمن میں ذکر کیا تھا اور ان تمام باتوں کی مختلف آیاتِ نبوی سے تصدیق ہوتی ہے۔

ابوالحسن تہامی نے اس سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اسے قاضی عیاض نے شرح مسلم میں نقل کر دیا ہے لیکن اس سلسلے میں قاضی عیاض نے آپ کی وفات کے وقت اور نزول وحی کے اوقات میں آپؐ کے چہرہ مبارک کے تغیر کے بارے میں جو مماثلت ظاہر کی ہے وہ صحیح مسلم کی تفصیلی روایات کے پیش نظر ضعیف ٹھہرتی ہے۔

نزول وحی کے سلسلے میں زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کی روایات بھی قابل قبول ہیں انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کی امداد کی تھی اور پھر شام کی طرف ہجرت کر گئے تھے انہوں نے اور زید بن عمرو اور عثمان بن حویرث نیز عبیداللہ بن جحش نے ان جملہ روایات کی تصدیق کی ہے اور قبل بعثت آپ کے اخلاق حسنہ اور سیرت کاملہ کے بارے میں وہی کچھ کہا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت بھی بیان کی ہے جو آغاز نزول وحی کے بعد آپؐ کے گھر تشریف لانے پر بیان کی جاتی ہے اور یہ بھی کہ انہوں نے اپنے عم زاد ورقہ بن نوفل کو بلا کر جب انہیں آپ پر نزول وحی کا واقعہ سنا کر کہا تھا:

''سنیے آپ کے عم زاد کیا کہتے ہیں''۔

تو انہوں نے جواب دیا تھا:

''یہ وہی ''ناموس'' ہے جس کا نزول پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا تھا''۔

انہوں نے آپ کی بعثت کی بشارت بھی دی تھی۔

ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہا تھا کہ:

''کاش وہ اس وقت تک زندہ رہتے جب ان کی قوم ان پر ظلم کرے گی اور انہیں مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دے گی''۔

انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر وہ اس وقت تک زندہ رہتے تو دوسرے اہل قریش کے خلاف آپ کی امداد و حمایت ضرور کرتے۔

ورقہ بن نوفل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے قبل شام چلے گئے تھے اور اس لیے مکے یا مدینے میں مشرف بہ اسلام نہ ہو سکے بلکہ وہیں آپ کا انتقال ہو گیا تھا۔ تاہم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ ورقہ تو یہودی تھے اور اپنی وفات تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تو آپ فرماتے:

''ورقہ کو برا نہ کہو میں نے ان کے لیے ایک جنت بلکہ دو جنتوں کا مشاہدہ کیا ہے''۔

Marfat.com

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

''انہوں نے (قریش نے) انہیں (ورقہ بن نوفل کو) مکے سے نکالا تھا اور مجھے بھی اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا تھا''۔

سہیلی نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی تہدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فراق وطن اور عالم غربت کی سختیاں ناقل بیان ہوتی ہیں اور جن پر یہ سختیاں گزرتی ہیں انہیں وطن چھوڑنے والے ہی خوب جانتے اور محسوس کر سکتے ہیں۔ سہیلی نے آنحضرت ﷺ کی تہدید کی بنیاد انہیں احساسات کو بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ورقہ بن نوفل کے بارے میں آپؐ نے جنت کو جو بشارت دی وہ اس وجہ سے تھی کہ آپ نے مستقبل میں ان کی نیت کا اندازہ فرمالیا تھا یعنی اگر ورقہ آپؐ کے عہد رسالت تک زندہ رہتے جیسا کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے روبرو اس کی تمنا کرتے ہوئے کہا تھا تو وہ یقیناً نہ صرف قریش کے خلاف آپ کی حمایت و امداد کرتے بلکہ دائرہ اسلام میں ضرور داخل بھی ہو جاتے۔ سہیلی کا مقصد یہ تھا کہ صلاح و خیر کے سلسلے میں مستقبل میں بھی انسان کی نیک نیتی کا خیال رکھا جاتا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں:

''ہم سے حسن نے بالترتیب ابن لہیعہ اور ابوالاسود اور عروہ کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ یہ روایت سنائی کہ ایک دفعہ انہوں نے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''میں نے انہیں (مرنے کے بعد) سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا ہے' اس لیے میں نے یہ سمجھ لیا کہ وہ (ورقہ بن نوفل) اہل نار میں سے نہیں ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مجھے پس مرگ سفید کپڑوں میں ملبوس کبھی نظر نہ آتے''۔

اگرچہ یہ حدیث حسن کی سند سے روایت ہوئی ہے لیکن اسے زہری و ہشام نے عروہ کے حوالے سے بطور ''حدیث مرسل'' لکھا ہے۔

حافظ ابویعلیٰ نے بالترتیب شریح بن یونس' اسماعیل' مجالد' شعبی اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے آخر الذکر نے ورقہ بن نوفل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''میں نے انہیں جنت کے بیچوں بیچ سفید کپڑوں میں ملبوس دیکھا ہے جب کہ اس لباس پر ''سترس'' کا اضافہ بھی تھا''۔

جب اس سلسلے میں یعنی ورقہ بن نوفل کے حشر و نشر کے بارے میں زید بن عمرو بن نفیل سے پوچھا گیا تو وہ بولے:

''ان کا حشر و نشر امت واحدہ کے ساتھ (یعنی توحید پرستوں میں) ہوگا''۔

حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ بولے:

''وہ جہنم سے خارج ہو کر ایک خاص بہتر جگہ جا پہنچے ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ کر پوچھا گیا کہ ان کا بھی تو دینی فرائض کی ادائیگی اور

Marfat.com

احکام قرآنی کی بجا آوری سے قبل ہی انتقال ہو گیا تھا تو آپ نے فرمایا:

''میں نے انہیں جنت کے ایک خاصے اچھے مقام پر دیکھا ہے لیکن وہ جس مکان میں تھیں وہ پھونس سے تعمیر کیا گیا ہے اور اس میں لکڑی وغیرہ استعمال نہیں ہوئی''۔

یہ روایات اسناد حسن پر مبنی ہیں اور ان احادیث و روایات کے شواہد دوسری صحیح روایات و احادیث میں بھی ملتے ہیں۔ واللہ اعلم

حافظ ابوبکر بزار کہتے ہیں:

''ہم سے عبید بن اسماعیل اور ابواسامہ نے علی الترتیب ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہے: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ورقہ کو برا نہ کہو میں نے اسے ایک یا دو جنتوں میں دیکھا ہے''۔

یہی حدیث ابن عساکر نے ابوسعید اشج اور ابی معاویہ و ہشام اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں یہ جملہ اسناد بڑی جید و قوی ہیں۔ اس حدیث کو بعض حضرات نے روایت مرسل بتایا ہے لیکن ان کی یہ آراء شک سے خالی نہیں ہیں۔

حافظ بیہقی اور حافظ ابونعیم نے اپنی کتابوں جن دونوں کا نام ''دلائل النبوت'' ہیں یونس بن بکیر، یونس بن عمرو اور ان کے والد نیز عمرو بن شرجیل کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غار حرا کا واقعہ بیان کر کے فرمایا:

''مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے''۔

تو وہ بولیں:

''آپ کو خائف ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ نے اب تک امانت و دیانت کا ثبوت دیا ہے اور آپ لوگوں پر رحم فرماتے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے ہیں''۔

یہ حدیث مصدقہ ہے۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آخر الذکر نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ بولے:

''اے بزرگ بی بی! آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر ورقہ کے پاس جایئے''۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ جب آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے پوچھا ''یہ بات آپ کو کس نے بتائی؟''۔

وہ بولے: ''خدیجہ رضی اللہ عنہا نے''

Marfat.com

پھر بولے:

''آپ دونوں ورقہ (بن نوفل) کے پاس جایئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیجیے''۔

چنانچہ جب رسول اللہ (ﷺ) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ورقہ کے پاس گئے اور ان سے غار حرا میں پیش آنے والا واقعہ بیان کیا تو وہ خوش ہو کر بولے:

''آپ کو مبارک ہو، بہت بہت مبارک ہو، آپ وہی شخص ہیں جس کی بشارت ابن مریم نے دی ہے۔ آپ یقیناً ناموس موسیٰ کے حامل ہیں۔ اور واقعتہً خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں''۔

یہ کہہ کر ورقہ نے کہا:

''آپ دین اسلام کی اشاعت کے لیے بڑی کوشش فرمائیں گے لیکن اس وقت میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے زندہ نہ ہوں گا''۔

جب ورقہ بن نوفل کے انتقال کے بعد لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے ان کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا:

''میں نے انہیں یعنی ورقہ کو جنت میں سفید لباس میں ملبوس دیکھا ہے''۔

اگرچہ یہ حدیث بیہقی کی بیان کردہ ہے تاہم بعض محدثین کے اقوال کی یہ حدیث مرسل ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ورقہ کے پاس جانے کی تصدیق حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ نے بھی کی ہے جس سے اس بات کا امکان ہے کہ ورقہ نے آپ کو نبوت کی بشارت دی ہو اور اسی بات سے ورقہ کا آپ پر ایمان لانا ثابت ہوتا ہے ویسے بھی آپ کی مدح میں ورقہ کے بے شمار اشعار پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپؐ پر ایمان لا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ لہٰذا بیہقی کی بیان کردہ مندرجہ بالا حدیث کو بعید از قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

جیسا ہم نے ابھی بیان کیا آنحضرت ﷺ کی شان میں ورقہ بن نوفل کے متعدد قصائد پائے جاتے ہیں جنہیں یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ بیہقی کی بیان کردہ اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں اور بھی بہت سے دلائل پیش کیے جا سکتے ہیں تاہم ہمارے نزدیک یہ حدیث ورقہ کی حد تک محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن العلا بن جاریہ ثقفی نے جو اہل علم کے گروہ میں بہت مشہور تھے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ تکریم نبوت سے قبل بھی جب مکے کے بعید تر اطراف یا کسی وادی سے گزر فرماتے تو وہاں کے شجر و حجر سے آواز آتی ''السلام علیک یا رسول اللہ'' آپؐ یہ آوازیں سماعت فرما کر اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھتے لیکن وہاں ان اشجار و احجار کے سوا کوئی آدم زاد موجود نہ ہوتا۔ چنانچہ آپ اسے کرشمہ قدرت سے تعبیر فرماتے تھے پھر غار حرا میں ماہ رمضان میں آپ کو وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر سطور بالا میں آ چکا ہے۔ ویسے آپ اہل عرب کی روایت کے مطابق زائرین مکہ کو نبوت پر فائز ہونے سے قبل کھانا کھلاتے، پانی پلاتے اور حطیم کعبہ میں جا کر حجر اسود کا سات بار طواف فرماتے اور دوسرے اہل مکہ کی طرح کسی پہاڑ کے غار میں جا کر تنہا بسر کرنے کے عادی تھے حتیٰ کہ آپ کو جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا اللہ تعالیٰ کی جانب سے کرامت

Marfat.com

نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے آل زبیر کے غلام وہب بن کیسان نے عبداللہ بن زبیر کی زبانی عبید بن عمیر بن قتادہ لیثی کا بیان کردہ ابتدائے نبوت کے بارے میں جو واقعہ بیان کیا وہ یہ ہے: عبید سے لوگوں نے کہا:

''آپ کو رسول اللہ ﷺ کے آغاز نبوت کے بارے میں جو کچھ معلوم ہو بیان فرمایئے''۔

آل زبیر کا مذکورہ بالا غلام کہتا ہے کہ: لوگوں کے اس سوال کا جواب جب لوگوں کو دیا تو اس وقت بھی موجود تھا۔ عبید کا جواب یہ تھا:

''رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان کے مہینے میں کعبہ کے گرد و پیش جمع ہونے والے مساکین کو کھانا کھلاتے تھے اور جب کوئی باقی نہیں رہتا تھا تو آپؐ حرم شریف کے اندر جا کر یا اس کے چاروں طرف سات بار طواف فرماتے تھے اور اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح جو واقعہ آپ کو غارِ حرا میں پیش آیا وہ بھی رمضان کے مہینے کا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت نبوت سے سرفراز فرما کر آپؐ کے ذریعہ سے اپنے بندوں پر رحم فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق ایک شب کو جبریل غارِ حرا میں آپ کے پاس آئے اور آپؐ سے کہا: ''پڑھ'' آپؐ نے فرمایا: ''میں پڑھ نہیں سکتا''۔ اس جواب پر جبریل علیہ السلام نے آپ کو اتنا بھینچا کہ آپؐ کے بقول آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ جسم و جان کا رشتہ منقطع ہونے والا ہے۔ آپؐ سے جبریل نے دوبارہ کہا ''پڑھ'' آپؐ نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے۔ چنانچہ جبریلؑ نے آپ کو دوبارہ اسی طرح بھینچا اور پھر بولے ''پڑھ'' جبریل علیہ السلام نے یہ عمل تین بار دہرایا اور پھر آپ کو آیہ شریفہ:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ..... الخ﴾

پڑھنے کے لیے کہا۔ چنانچہ آپؐ نے جبریل علیہ السلام کی بتلائی ہوئی آیت آخر تک پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق آپؐ پر اس وقت غنودگی سی طاری تھی۔ جب جبریل غارِ حرا سے باہر چلے گئے تو آپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی پوری کتاب آپؐ کے سینہ مبارک میں اتار دی گئی ہے۔ جب جبریل علیہ السلام پہاڑیوں کے وسط میں پہنچے تو وہ پلٹ کر بولے: ''اے محمدؐ! (مبارک ہو) آپؐ اللہ تعالیٰؑ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ ہوں''۔ اس کے بعد آپؐ نے غار سے باہر نکل کر آسمان پر نظر کی تو وہی آواز پھر آئی: ''اے محمدؐ! (مبارک ہو) آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبریلؑ ہوں''۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کے مطابق آپؐ نے یہ آواز آسمان کی طرف سے تین بار سنی اور پھر جب آخری بار آسمان کی طرف نظر کی تو آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ انسانی شکل کا نورانی ہیولیٰ آسمان کی بلندیوں کی طرف مائل پرواز ہے۔

جب آپ آنحضرت ﷺ غارِ حرا سے نکل کر اپنے گھر واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ سے کہا:

''میں نے آپ کی خیر خیر کے لیے اپنا آدمی آپؐ کے پاس بھیجا تھا' اسے تو آپؐ ملے نہیں۔ آخر آپ کہاں تشریف لے

Marfat.com

گئے تھے؟'' جب آپؐ نے ان سے غارِ حرا کا واقعہ بیان کیا تو وہ آپ کو کمبل اوڑھا کر بولیں۔ گھبرایئے نہیں، آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ آپؐ اللہ کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں'' اتنا کہہ کر انہوں نے اپنا لباس درست کیا اور اپنے غلام کو ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور ان سے کہا: ''اے ابن عم! کل رات میرے شوہر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے سارا واقعہ سن کر ورقہ بولے: ''مبارک ہو محمد کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یہ وہی ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی اور اب محمدؐ اس امت کے نبی ہیں۔ تم دیکھنا کہ میرا یہ قول ثابت ہو کر رہے گا''۔

ورقہ بن نوفل سے یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر واپس آئیں اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا آپ کو سنا دیا۔ اس کے بعد جب آپؐ حسب معمول خانہ کعبہ میں گئے تو آپ کو ورقہ مل گئے جو وہاں کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! کل رات جو واقعہ آپ کو پیش آیا وہ مجھے اپنی زبان سے سنایئے''۔

جب آپؐ نے پورا واقعہ ان سے من وعن بیان کر دیا تو وہ بولے:

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ہے، یہ وہی ناموس اکبر ہے جو خدائے تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔ میں اس کی قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہہ سکتا ہوں کہ آج سے آپؐ اس امت کے نبی ہیں لیکن لوگ آپ کو جھٹلائیں گے اور طرح طرح کی اذیتیں دیں گے حتیٰ کہ آپ کو یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیں گے افسوس اس وقت تک میں آپ کی حمایت کے لیے زندہ نہیں رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے''۔

اتنا کہہ کر ورقہ آپؐ سے رخصت ہو گئے اور پھر آپ بھی خانہ کعبہ سے اپنے گھر تشریف لے آئے۔

یہ وہ ماجرا ہے جو عبید بن عمیر نے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں بیان کیا ہے اور عبید کا یہ بیان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث سے پہلے کا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز نبوت کا یہ واقعہ کوئی خواب کی بات نہیں ہے بلکہ عالم بیداری کا ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ اس سے قبل جیسا کہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے آپ کو بحالت خواب کچھ دنوں تک صدائے غیب سنائی دی ہو اور کچھ حیرت ناک مناظر آپؐ نے اسی حالت میں ملاحظہ فرمائے ہوں۔ واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ زہری اور سعید بن مسیب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جو بات ہمیں معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اوّل اوّل خواب میں آثار نبوت کے مناظر ظاہر ہوئے اور آخر کار غارِ حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس آئے اور وہ واقعہ گزرا جسے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سے جن کا شرح صدر کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ تکذیب سے خالی اور آپ کی تصدیق سے معمور کر دیا تھا بیان کیا اور اسی لیے (تمام واقعہ سن کر) وہ بولیں! آپ کو بشارت ہو، اللہ تعالیٰ کا سلوک آپؐ کے ساتھ خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا''۔ اس کے بعد آپؐ ان کے پاس سے چلے گئے

Marfat.com

اور پھر لوٹ کر بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کا سینہ مبارک چاک کر کے اسے دھویا تھا اور پاک کیا تھا اور پھر حیرت ناک طریقے سے آپ کو ایک اونچی جگہ ایک ایسی مسند پر بٹھایا تھا جس میں یاقوت اور موتی ٹکے ہوئے تھے اور اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اللہ کا رسول ہونے کی بشارت دی تھی حتیٰ کہ آپ مطمئن ہو گئے تھے اس کے بعد ہی حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا تھا: ''اقراء'' اور آپ نے جواب میں فرمایا تھا:

''میں کیونکر پڑھوں جب کہ میں پڑھنا نہیں جانتا''۔

اس پر جبریل علیہ السلام نے آپ کو پوری آیت پڑھ کر سنائی تھی اور آپ سے کہا تھا: ''اس طرح پڑھیے'' تب آپ نے سورہ اقراء کی پوری آیت تلاوت کی تھی۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے سورۂ مدثر نازل ہوئی تھی۔ ان سے یعنی موسیٰ بن عقبہ نے مذکورہ بالا دونوں حضرات کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرفِ نبوت سے سرفراز ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو تمام اشجار و احجار سے ''السلام علیک یا رسول اللہ'' کی آوازیں آ رہی تھیں۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے غارِ حرا میں گزرے ہوئے واقعے کے ساتھ یہ بھی سنایا تو انہوں نے آپ کو مبارک باد دے کر آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے صادق القول اور امین سے بجز خیر اور کسی طرح پیش نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے گھر سے باہر جا کر دیکھا تو آپ کو عتبہ بن ربیعہ کا غلام عداس مل گیا جو نصرانی تھا۔ آپ نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غارِ حرا میں پیش آنے والا واقعہ سنا کر اس سے اس کے عقیدے کے مطابق سوال کیا کہ اس کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ تو وہ بولا:

''سبحان اللہ، سبحان اللہ، جبریل سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی پیغمبری کے لیے منتخب کر لیتا ہے زمین پر اور کسی کے پاس نہیں آتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی وہ اسی لیے آئے تھے کہ وہ خدا کے نبی تھے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے شوہر کو خدائے تعالیٰ نے اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ بھی خدا کے دوسرے پیغمبروں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے''۔

اتنا کہہ کر عتبہ بن ربیعہ کا غلام جب وہاں سے چلا گیا تو اتفاقاً اسی وقت ورقہ بن نوفل آپ کے پاس آ گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے بھی جب وہ واقعہ بیان کیا اور ان سے ان کے نصرانی عقیدے کے تحت اس بارے میں پوچھا تو وہ بولے:

''وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان امین کی حیثیت رکھتے ہیں اور پیغمبروں کی صف میں شامل ہیں وہ خدا کے بندوں کو اس کا پیغام سنا کر موسیٰ علیہ السلام کی طرح ان پر نازل شدہ کتاب اس کے بندوں کو دیں گے جس کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے اور میں زندہ رہا تو میں بھی دیکھوں گا اور تم بھی دیکھ لینا کہ وہ لوگوں کی ایذا رسانی پر کس طرح صبر و شکر کا اظہار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی کس

Marfat.com

طرح مدد فرماتا ہے"۔

یہ کہہ کر ورقہ بن نوفل چلے گئے اور کچھ دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ پہلی ہستی تھیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی بحیثیت نبی تصدیق کی۔ حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ:

"جہاں تک آنحضرت ﷺ کے شق صدر کا معاملہ ہے تو وہ حلیمہ سعدیہ کے سامنے پیش آیا اور ممکن ہے کہ اس سے قبل بھی آپ کو یہ واقعہ پیش آیا ہو اور اس سلسلے میں حلیمہ سعدیہ کے سامنے جو واقعہ پیش آیا وہ آخری بار ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بعد آپ کی معراج سے قبل بھی یہ واقعہ پیش آیا ہو"۔ واللہ اعلم

حافظ ابن عساکر نے ورقہ بن نوفل کے بیان کی سلیمان بن طرخان تیمی کے حوالے سے اور اس کی سند کو تصدیق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ❶

"ہم تک یہ بات متعدد مستند حوالوں سے پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا اس وقت آپ کی عمر شریف کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس وقت بنائے کعبہ کے پچاسویں سال کا آغاز تھا لیکن پہلے پہل اس کے آثار آپ کو عالم رویا میں دکھائے گئے تھے اور آپ پر ان سے خوف طاری ہو گیا تھا' پھر آپؐ نے جب ان کے ذکر کے بعد غار حرا کا واقعہ اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا تو انہوں نے یہی کہا تھا کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے اللہ آپ کو بجز خیر کے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اس سے قبل آپؐ عالم رویا میں دیکھے ہوئے مناظر کو اپنی قوم سے بیان فرماتے بھی تامل فرماتے تھے بلکہ سب سے بچ کر غار حرا میں کنج عزلت کے متلاشی رہتے تھے۔ جب وہاں آپؐ پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو انہوں نے آپ کو اپنے سینے سے لگا کر پشت اپنی طرف دبائی اور کہا:

"یا اللہ ان کے سینے کو محفوظ و مامون اور ان کی انشراح صدر فرما اور اسے پاک کر دے"۔

اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا:

"اے محمد! آپ کو بشارت ہو کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس امت کے نبی ہیں۔ اب پڑھیے"۔

جب آپؐ نے نوشت و خواند کی واقفیت سے انکار فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے آپ کو دوبارہ پھر اس طرح اپنے سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر اقراء کے بعد پوری آیت تلاوت کی تو آپؐ نے بھی اسے دہرایا جب جبریل علیہ السلام جانے لگے تو آپؐ نے ان سے دریافت کیا:

"میں اپنی قوم کو یہ سب باتیں کس طرح بتاؤں گا؟"۔

یہ سن کر جبریل علیہ السلام نے آپؐ کے سامنے آ کر کہا:

---

❶ یہاں الفاظ: "بیہقی کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہ الحافظ نے بیان کیا" بھی ہیں جو نسخہ مصری میں نہیں ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

''اے محمدؐ! گھبرایئے نہیں' آپؐ رسول ہیں اور میں جبریل علیہ السلام اللہ کا پیغام رساں ہوں۔ اس سے پہلے بھی میں اللہ کے انبیاء کے پاس اس کے حکم سے اسی طرح آتا رہا ہوں''۔

جب جبریل علیہ السلام چلے گئے تو آپؐ نے اپنے صدر مبارک کو خاص طور پر روشن پایا اور جب گھر واپس ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان کیا تو وہ بولیں:

''آپ کو خائف نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرر نہیں پہنچائے گا''۔

پھر بولیں:

''میں گواہی دیتی ہوں کہ آپؐ اس امت کے نبی ہیں جس کی یہود نے خبر دی ہے اور وہ بھی آپؐ کے ظہور کے منتظر ہیں مجھے اس کی اطلاع میرے غلام ناصح اور راہب بحیری نے دی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ عنقریب آپؐ سے میری شادی ہو گی جب کہ آپ کی عمر بیس سال سے زائد ہو جائے گی''۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن ہوئے اور اکل و شرب میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسی راہب کے پاس تشریف لے گئیں جو مکے کے قریب ہی رہتا تھا۔ جب اس نے انہیں دیکھا تو فوراً پہچان گیا اور بولا:

''اے سیدۂ خواتین قریش! (یقیناً آپؐ وہی ہیں جن کے سامنے میں نے کچھ پیشگوئیاں کی تھیں)''۔ ❶

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا کہ جن باتوں کی پیشگوئی اس نے کی تھی وہ پوری ہو چکی ہیں اور پھر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظہور جبریل علیہ السلام کا واقعہ تفصیل سے سنایا تو وہ بولا:

''قدوس قدوس۔ یقیناً جبریل اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان ''امین'' یعنی امانت و دیانت کے ساتھ خدا کی طرف سے ذریعہ پیغام رسانی ہیں' آپ کے (محترم) شوہر جملہ انبیاء کی مسند پر متمکن ہو گئے ہیں جن میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) بھی ہیں''۔

پھر کچھ سوچ کر بولا:

''جبریل اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے جب خدا تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا' اس کے علاوہ جبریل اس وقت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھے جب اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر ان سے کلام فرمایا اور اس وقت بھی جب خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان کے ذریعہ آخر وقت مدد فرمائی تھی''۔

راہب بحیری کے پاس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئی تھیں تو اس نے بھی آپ سے وہی کچھ کہا تھا جو راہب بحیری پہلے کہہ چکا تھا۔ اس کے علاوہ ورقہ نے آپ سے یہ بھی کہا کہ غار حرا میں جبریل علیہ السلام ہی آنحضرت

---

❶ یہ اضافی عبارت متن کتاب کے الفاظ ہی سے متبادر ہوتی ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

پر نازل ہوئے تھے۔ اور آپؐ سے پہلے صرف اقراء اور پھر پوری آیت پڑھنے کے لیے کہا تھا اور پڑھوائی تھی۔ اس کے بعد ورقہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہا تھا کہ شیطان جبریل کی شکل میں صرف اللہ کے گمراہ بندوں کے پاس انہیں بہکانے یا مزید ورغلانے کے لیے آتا ہے لیکن وہ دوسری بات ہے جب کہ آپؐ کے شوہر پر حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے جو خدا کی طرف سے صرف انبیاء و رسل پر نازل ہو کر انہیں خدا کا پیغام پہنچاتے ہیں جبریل علیہ السلام زمین پر انبیاء کے سوا کسی کے پاس نہیں آتے ورقہ سے یہ سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مطمئن ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان کے شوہر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ سے ملے تو اس نے آپؐ سے جبریل علیہ السلام کے بارے میں ان کی شکل و شباہت کے متعلق دریافت کیا اور یہ بھی پوچھا کہ جب وہ آپؐ پر نازل ہوئے تھے تو اس وقت غار حرا میں تاریکی تھی یا روشنی اور جب آپؐ نے انہیں جبریل علیہ السلام کی شکل و شباہت بتائی اور یہ بھی فرمایا کہ غار حرا میں اس وقت روشنی تھی تو وہ بولا:

''اے ابن عبدالمطلب کے بیٹے (حضرت عبداللہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے پاس جبریلؑ ہی آئے تھے' مبارک ہو کہ آپ کو خدا نے شرف نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور آپ کو آپ کی قوم کی اصلاح کے لیے یہ شرف بخشا ہے''۔

اس کے بعد ورقہ کے اس قول اور آپ کی نبوت کا لوگوں میں چرچا ہونے لگا جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر باقاعدہ نزول وحی کا آغاز ہوا اور یکے بعد دیگرے سورہ والضحیٰ اور الم نشرح مکمل نازل ہوئیں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ ہم سے ابوعبداللہ الحافظ' ابوالعباس' احمد بن عبدالجبار اور یونس نے ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ ان سے یعنی ابن اسحٰق سے اسماعیل بن ابی حکیم آل زبیر کے غلام نے بیان کیا کہ اس کے آقا آل زبیر کا بیان یہ ہے کہ ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد نے کہا:

''اے میرے عم زاد! تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف نبوت سے سرفراز ہونے اور غار حرا سے لوٹ کر گھر آنے کے بعد کا جو حال مجھ سے پوچھا ہے تو میں شروع سے بتاتی ہوں۔ ہوا یہ کہ آپؐ نے وہاں سے لوٹ کر سب سے پہلے صرف مجھے بتایا کہ انہوں نے وہاں جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ آل زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا واقعی انہوں نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا؟''۔

اس پر وہ بولیں:

''ایک جب ہی کیا وہ جب میرے حجرے میں تشریف فرما ہوتے تھے تو جبریل اکثر ان کے پاس آتے تھے اور آپ انہیں کھلی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ ویسے غار حرا کے واقعے کی آپ کے کردار و رفتار و گفتار کے پیش نظر سب سے پہلے میں نے ہی تصدیق کی کیونکہ مجھے اس کا کامل یقین تھا۔ اور جیسا میں نے ابھی بیان کیا جب میں آپؐ سے پوچھتی تھی کہ کیا اس وقت آپ کے پاس جبریل آئے ہیں؟ تو آپؐ مجھے اپنے دائیں پہلو کی طرف بیٹھنے کا اشارہ فرماتے۔ میں بیٹھ

Marfat.com

جاتی اور پوچھتی کیا آپ اس وقت جبریل کو دیکھ رہے ہیں؟ تب بھی آپؐ اثبات میں جواب دیتے۔ پھر کبھی جب میں آپ سے یہی سوال کرتی تو آپؐ مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ فرماتے اور اس وقت بھی آپ کا جواب اثبات میں ہوتا لیکن ان تمام مواقع پر جب کبھی میرا دوپٹہ سر سے ڈھلک جاتا تو اس وقت رویت جبریل کے بارے میں آپ کا جواب نفی میں ہوتا۔ اس لیے جیسا کہ آپؐ نے فرمایا اور مجھے بھی یقین ہے کہ آپؐ کے پاس آنے والا جبریلؑ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اگر شیطان جبریل کی شکل میں آپؐ کے پاس آیا کرتا تو اسے میرے کھلے یا ڈھکے سر سے کیا تعلق ہوتا یا اس کے لیے ان دونوں حالتوں میں کیا فرق ہوتا۔ لہٰذا میں نے آپؐ کے قول کی تصدیق کی اور آپؐ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لے آئی"۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ:

"مجھے عبداللہ بن حسن نے یہ حدیث سنا کر کہا تھا کہ انہیں یہ حدیث ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت حسین نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سنائی تھی بیہقی یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب آپؐ کے حجرے میں جاتی تھیں تو یقیناً آپ کو کسی سے ہم کلام پا کر یہ سوال کرتی ہوں گی اور یہ سوالات وہ احتیاطاً اپنے ایمان کے استحکام کے لیے کرتی ہوں گی۔ اس کے علاوہ آیاتِ قرآنی کا وقتاً فوقتاً نزول بھی آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کے آنے کا ثبوت ہے جو بجز انبیاء اور کسی کے پاس کبھی نہیں آئے' نیز شجر و حجر کا آپ کو "یارسول اللہ" کہہ کر سلام کرنا بھی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ اس کی گنجائش ہے آپ کی نبوت اور آپؐ کے نبی برحق ہونے کا مسلم ثبوت ہے"۔

حضرت امام مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

"ہم سے ابوبکر بن ابی شیبہ' یحییٰ بن بکر' ابراہیم بن طہمان اور ساک بن حرب نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الذکر سے ارشاد فرمایا:

"میں قبل بعثت مکے کے کسی پتھر کو بطور خاص نہیں پہچانتا تھا لیکن بعد بعثت جب وہ میری اپنے قریب سے آمد و رفت کے وقت مجھے سلام کرنے لگے ہیں تو مجھے ان کی پہچان ہوگئی ہے"۔

ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں:

ہم سے سلیمان بن معاذ نے بالترتیب ساک بن حرب اور جابر بن سمرہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں بعد بعثت رات کے وقت بھی اس پتھر کو پہچان لیتا ہوں جو اپنے پاس سے گزرتے وقت مجھے سلام کرتا ہے"۔

بیہقی نے (اس سلسلے میں) اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی الکبیر کی زبانی بالترتیب عباد بن عبداللہ اور حضرت علی بن ابی

Marfat.com

طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے جو یہ ہے:

عباد بن عبداللہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

''جب رسول اللہ ﷺ نواحی مکہ میں کسی طرف تشریف لے جاتے اور ہم آپؐ کے ہمراہ ہوتے تو ہر شجر و حجر سے آواز آتی: ''السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ مکے کی کسی وادی میں تشریف لے جاتے تو وہاں کا ہر شجر و حجر آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ''۔ کہہ کر سلام کرتا اور اس کی یہ آواز میں بھی سنتا تھا''۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے موقع پر پہلے تو رسول اللہ ﷺ گھبرائے لیکن جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اطمینان دلایا کہ آپؐ خدا کے رسول ہیں تو آپ کی گھبراہٹ جاتی رہی۔ پھر دوسرے اور اس سے اگلے روز تو آپ کو کسی قسم کی گھبراہٹ محسوس نہیں ہوئی کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ کے اطمینان کے لیے انہیں الفاظ کا اعادہ کیا تھا۔

صحیحین میں معمر اور زہری کے حوالے سے عبدالرزاق کی روایت یہ ہے کہ ان سے ابوسلمہ عبدالرحمٰن نے جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایک دفعہ میں نے چلتے چلتے آسمان کی طرف جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ نورانی ہیئت کا ایک شخص کرسی پر بیٹھا ہوا آسمان سے زمین کی طرف آ رہا ہے اور اس کا رخ میری طرف ہے تو میں گھبرا گیا اور اپنی نظریں نیچی کر لیں اور گھر پہنچ کر (خدیجہؓ) سے کہا مجھے کمبل اڑھاؤ' مجھے کمبل اڑھاؤ''۔

بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ کو دو پہاڑوں کے درمیانی راستے یا غار کی دراڑ سے آسمان کی جانب نگاہ کرتے ہوئے پیش آیا تھا اور جب آپؐ نے گھر میں واپس آ کر ''مجھے کمبل اڑھاؤ'' فرمایا تو آپؐ پر سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ اس روایت سے پہلی روایت کی تردید تو نہیں ہوتی کہ آغاز وحی سورۂ اقراء سے ہوا لیکن جیسا کہ جابر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے آغاز وحی سورۂ مدثر سے ہوا۔ ممکن ہے کہ یہ تقدیم و تاخیر روایات کے سیاق و سباق کی بناء پر ہو گئی ہو اور حقیقت وہی ہو کہ پہلے سورۂ اقراء نازل ہوئی اور بعد ازاں سورۂ مدثر البتہ مقام نزول وحی میں فرق ہو سکتا ہے اور اسی بناء پر یہ دونوں روایات یہاں درج کر دی گئی ہیں۔ واللہ اعلم

ویسے صحیحین میں اس بارے میں علی بن مبارک سے جو حدیث منقول ہے اور مسلم کے نزدیک وضعی ہے وہ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''میں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے دریافت کیا کہ آغاز وحی حقیقتاً کس سورت سے ہوا تو انہوں نے سورۂ مدثر کا ذکر کیا اور جب میں نے ان سے سورۂ اقراء کا ذکر کیا تو وہ بولے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ سے یہی سوال کیا تھا تو انہوں نے بھی سورۂ مدثر ہی کو آغاز حدیث بتایا تھا لیکن یہ بھی کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے کہ آپؐ نے مقام حرا پر ایک آواز سن کر اوپر دائیں بائیں اور پس پشت نظر ڈالی تو آواز دینے والا نظر نہیں آیا لیکن اسی وقت جب دوبارہ آسمان کی طرف دیکھا تو وہاں سے کرسی پر بیٹھا ہوا ایک نورانی چہرہ زمین کی طرف آتا دکھائی

Marfat.com

دیا' اس کے بعد جب آپؐ نے گھر تشریف لا کر:

''مجھے کمبل اوڑھاؤ''۔

فرمایا: اس کے بعد آپ کمبل اوڑھ چکے تو آپؐ پر سورۂ مدثر نازل ہوئی اور اسی کو آغاز وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن صحیحین ہی میں اس سے قبل جو روایات پیش کی گئی ہیں ان سے جو نتیجہ مجموعی طور پر اخذ کیا جاتا ہے وہ سورۂ اقراء کے حق میں ہے۔ ویسے بعض راویوں اور دیگر قاریوں نے سورۂ والضحیٰ کو بھی آغاز وحی قرار دیا ہے لیکن یہ بات بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سورہ شریفہ ان راویوں کے سامنے تلاوت ضرور فرمائی تھی یا اس کا ذکر فرمایا تھا لیکن اس سے اس کا آغاز وحی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ آغاز وحی کے بعد دو ڈھائی سال تک نزول وحی کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی تھی جب کہ آپؐ دور و نزدیک اپنی رسالت کا پیغام پہنچا چکے تھے اور اسے جملہ شریف و نجیب لوگوں نے سن کر آپ کی رسالت کو تسلیم کر لیا تھا' تاہم سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی تھی اور عورتوں میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تصدیق کی جس سے ان کا آپؐ پر ایمان لانا ثابت ہوتا ہے اللہ ان کی مغفرت کرے۔

لیکن ان تینوں تک آغاز وحی کے سلسلے میں سورہ اقراء ہی کے بارے میں تواتر سے روایات آئی ہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

نزول وحی کے سلسلے میں جنات یا شیاطین کے ملوث ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟

چونکہ عربوں کی کج نہادی' ان کے ضدی طبائع اور ان کی توہم پرستی کے پیش نظر اس بات کا قطعی امکان تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ پر نزول وحی کو ابلیس یا کسی جن کی آواز ٹھہرائیں گے اور انہوں نے بہ استثنائے چند اوّل اوّل ٹھہرایا اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو جگہ اس کی صاف صاف تردید فرما دی پہلے ارشاد ہوا جس میں قوم جن کے بارے میں استماع وحی کے متعلق خبر دی گئی:

① ﴿ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ ..... رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴾ تک

پھر یہ ارشاد ہوا:

② ﴿ وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِيْنُ ..... الخ ﴾

ان آیات کی تفسیر اور مقاصد کے سلسلے میں حافظ ابونعیم کہتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن احمد یعنی طبرانی نے عبداللہ بن محمد ابن سعید بن ابی مریم نے محمد بن یوسف فریابی نے اور اسرائیل نے بالترتیب ابی اسحٰق' سعید ابن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ بعثت نبی آخر الزماں ﷺ سے قبل جنات دوسرے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحیوں کے الفاظ اس وقت سن لیا کرتے تھے جب وہ زمین سے آسمان کی طرف صعود کیا کرتے تھے اور ان الفاظ میں اپنی طرف سے بہت کچھ اضافہ کر دیا کرتے تھے جسے باطل ٹھہرانا ضروری ہوتا تھا لیکن آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنات پر استماع وحی کی پابندی عائد فرما دی تو کج فہم اور ضدی عربوں نے اس کی نسبت ابلیس کی طرف کرنا شروع کر دی کیونکہ اس وقت تک ابلیس کے آسمان کی طرف صعود میں ستارے تیر چلا چلا کر حائل نہیں ہوتے تھے جن کو اہل زمین شہاب کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں ابوعوانہ نے بالترتیب ابی بشر' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بازار عکاظ کی طرف تشریف لیے جا رہے تھے اور راستے میں آپ نے ان کے ساتھ نماز فجر ادا فرمائی۔ اس سے قبل گروہ شیاطین آپ تک الفاظ وحی پہنچنے میں حائل ہوتا تھا اور جب اس سے اس کی قوم سوال کرتی تھی کہ تم نے کیا سنا تو وہ ہمیشہ یہی جواب دیتا تھا کہ ہم کچھ سن نہیں سکے کیونکہ ہمیں نجوم نے تیر چلا چلا کر آسمان کی طرف صعود سے دور رکھا لیکن اس موقع پر جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا کچھ جنوں نے ایک درخت پر بیٹھ کر جہاں رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے انہوں نے وہ آیات سنیں جو آپ نے نماز میں تلاوت فرمائی تھیں۔ لیکن جب اس دفعہ ان کے (جنوں کے) ہم قوموں نے ان کے بارے میں

Marfat.com

دریافت کیا تو ان کے جواب کو قرآن میں پورا بیان کیا گیا ہے:

﴿یَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا ..... بِرَبِّنَا اَحَدًا﴾ تک

اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ ..... الخ﴾

اس آیت کا استخراج صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں یوں ہے:

ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن فضیل نے عطا بن سائب' سعید بن جبیر' اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بالترتیب حوالوں سے بیان کیا کہ جنات کے قبیلے کے قبیلے سماعت قرآن کے لیے ٹھہر جاتے تھے لیکن نزول وحی کی بات کچھ اور ہے' اس وقت تو ملائکہ کو بھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوہ صفا پر لوہے کی شدید چوٹیں پڑ رہی ہوں اور جب وہ وحی کی آواز سنتے تھے تو چیخیں مار کر سجدے میں گر پڑتے تھے اور جب تک نزول وحی کا سلسلہ بند نہیں ہوتا تھا وہ اسی طرح سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟'' اس کے علاوہ جب واردات سماوی کے بارے میں وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تو صرف اتنا کہتے تھے کہ ''ارشاد ربانی حق اور وہی بزرگ و برتر ہے''۔ لیکن جب کلام الٰہی واردات ارضی یا زمین پر موت وحیات کے بارے میں ہوتی تھیں جو اہل زمین کے لیے علم غیب کا درجہ رکھتی تھیں تو اس کی صورت یہ تھی کہ فرشتے فضائے سماوی میں ان پر باہم گفتگو کرتے تھے اور ان کی یہ گفتگو ابلیس یا قوم جنات میں سے کوئی سن لیتا تھا جب کہ وہ آسمان کی طرف پرواز کرتے ہوتے تھے۔ اگرچہ ابلیس اور جنات کو آسمان کی طرف پرواز سے ستاروں کے شہابوں کے ذریعہ روکا جاتا تھا' تاہم اس حالت میں فرشتوں کے مابین گفتگو سے جو کچھ ان کے پلے پڑ جاتا تھا وہ قوم جنات کے دوسرے افراد اور گروہ شیاطین تک ان کے ذریعہ جا پہنچتا تھا۔ اسی لیے عرب کے کاہن حرکات نجوم سے کچھ باتوں کا قیاس کر لیتے تھے۔ ان باتوں کا چرچا اہل تہامہ (عربوں) میں سب سے پہلے قبیلہ ثقیف میں ہوا جس کے پاس بے شمار بکریاں اور اونٹ تھے۔ ہوا یوں کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنات پر سے سماعت قرآن کی پابندی ہٹا لی گئی۔ اس طرح جب نزول وحی کے بعد تلاوت قرآن کا آغاز ہوا اور جنات نے اسے سنا اور اپنی قوم کے دوسرے افراد کو سنایا تو شیاطین ان آیات کو لے اڑے جن میں واردات ارضی کا ذکر تھا اور انہوں نے اس کی خبر ابلیس کو دی جس نے قبیلہ ثقیف کے کانوں میں وہ باتیں پھونکیں۔ اس طرح وہ حرکات نجوم سے جو وقت نزول وحی پیدا ہوتی تھیں کچھ باتوں کا اندازہ لگانے لگے اور ان میں وہ لوگ جن کے پاس بکریاں تھیں بکریوں کو ذبح کرنے لگے اور جن کے پاس اونٹ تھے وہ اونٹوں کو ذبح کرنے لگے اور اس طرح ان کے اموال جن میں اگرچہ اہل قبیلہ شریک تھے کم ہونے لگے۔ چنانچہ اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ انہیں ان قیاسی باتوں پر اعتبار کر کے بکریوں اور اونٹوں کو ذبح کر کے روکا گیا۔ عطا بن سائب کے حوالے سے حماد بن سلمہ کی طرح یہ روایت بیہقی اور حاکم نے بھی مروی ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے اسامہ بن زید بن اسلم نے عمر بن عبدان عیسیٰ اور کعب کے بالترتیب حوالوں سے بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت تک عربوں میں رمی بالنجوم کا عام رواج تھا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی بعثت تک یہ رواج چلا آتا تھا لیکن جب آپ کی بعثت کے بعد حرکات نجوم سے رمی بالنجوم غلط ثابت ہونے لگی تو قریش اپنی بکریوں اور اونٹوں کے گلے انہیں گالیاں دے دے کر کاٹنے لگے اور سمجھے کہ اب دنیا کے فنا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اسی زمانے میں ابوسفیان بن حرب ایک دفعہ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے گلوں کی طرف گیا تو یالیل کے غلام نے اس سے رمی بالنجوم کی تغلیط کا ماجرا بیان کیا تو وہ بولا:

''معلوم ہوتا ہے کہ ظہور محمدی (ﷺ) کا وقت قریب آ گیا ہے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے''۔

اس کے بعد رمی بالنجوم سے آپؐ کے ظہور کا اندازہ لگایا گیا۔ لیکن جب وہ غلط ثابت ہوا تو لوگوں کو اور زیادہ یقین ہو گیا کہ روئے زمین پر نوع انسانی کے فنا کا وقت آ گیا ہے لیکن جب آپ کا ظہور وقوع پذیر ہوا تو رمی بالنجوم سے قیاس آرائی کے بارے میں لوگوں کا اعتقاد متزلزل ہونے لگا۔

اسی طرح کی روایات حرکات نجوم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے زمانے کے مابین تغیر و تبدل اور رمی بالنجوم کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عوفی کی روایت کی طرح بیہقی اور حاکم سے بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ بیہقی اور حاکم کی روایت یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے حاضرین سے دریافت فرمایا:

''کیا آپ لوگ بھی پہلے رمی بالنجوم کے قائل تھے؟''۔

حاضرین نے عرض کیا:

''جی ہاں لیکن اس کو تغلیط سے ہم نے سمجھا تھا کہ سطح ارضی پر یا تو کسی عظیم شخص کی وفات ہونے والی ہے یا کسی عظیم شخصیت کا ظہور ہونے والا ہے''۔

یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''لاولاکن'' یعنی کسی عظیم شخص کی وفات تو ہونے والی نہیں تھی لیکن ایک عظیم شخصیت کا ظہور ہونے والا تھا۔ اس سے آپ کی مراد کسی عظیم شخص کی وفات کی نفی اور خود آنحضرت ﷺ کے ظہور مبارک کا اثبات تھا اور اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ تخلیق سماوات کے وقت بھی کواکب کا بسلسلہ حدوث یہی حال تھا۔

ابن اسحٰق نے اپنی کتاب ''سیرت'' میں رمی النجوم کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ قبیلہ ثقیف کے کسی بزرگ نے جب دیکھا کہ اس کا قبیلہ ستاروں کے تغیرات دیکھ کر اپنی مویشیوں کو گالیاں دے دے کر جلدی جلدی ذبح کرنے لگتا ہے تو اس نے انہیں اس سے روکا اور ان سے کہا کہ اگر نجوم کی شکست و ریخت مستقل صورت اختیار کر لے تو انہیں گھبرانا چاہیے اور اگر عارضی ٹوٹ پھوٹ کے بعد پھر اپنی اصلی شکل پر آ جائیں تو پھر اس ضیائے اموال سے کیا فائدہ ہے۔ ثقیف کے اس بزرگ کی یہ باتیں عمرو بن امیہ نے سنی تھیں۔ واللہ اعلم

ویسے سدی کا بیان یہ ہے کہ فضائے سماوی میں گڑبڑ اس وقت ہوتی ہے جب زمین پر کسی نبی کا ظہور ہونے والا ہو یا خدا کی

Marfat.com

طرف سے کسی نئے دین و مذہب کا اظہار مقصود ہو۔ نیز یہ کہ ظہورِ محمدی (ﷺ) سے قبل شیاطین فلک اوّل تک چلے جاتے تھے اور اس سلسلے میں یا دوسرے امور میں احکام الٰہی سے واقفیت حاصل کر کے ابلیس کو ان سے مطلع کرتے جو انہیں اہل زمین پر منکشف کر دیتا تھا۔ تاہم نجوم ان شیاطین اور جنات کو اپنے اپنے شہابوں کے تیر چلا چلا کر آسمان کی طرف صعود سے روکتے تھے اور قبیلہ ثقیف کے لوگ نیز دیگر اہل تہامہ آسمان میں تیر اندازی کو دیکھ کر زمین پر نزول بلیات کا شگون لیتے تھے اور ان افعال کا ارتکاب کرتے تھے جن کا ابھی ذکر کیا گیا۔

ظہورِ محمدی (ﷺ) کے وقت جب اہل طائف نے آسمان پر شکست و ریخت کے مناظر کے علاوہ فضائے آسمانی میں آگ بھی بھڑکتی دیکھی تو وہ حد درجہ خائف ہو گئے اور انہوں نے جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا اپنے اپنے مویشیوں کو یہ سمجھ کر کہ اہل زمین فنا سے ہمکنار ہونے والے ہیں جلدی جلدی سب و شتم کے ساتھ ذبح کرنا شروع کر دیا تو ان کے ایک بزرگ نے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا انہیں سمجھایا۔ یہ روایت بعض راویوں نے عبد یالیل بن عمرو ابن عمیر سے منسوب کی ہے اور بعض کا بیان ہے کہ وہ ابن ابی کبشہ تھا۔ واللہ اعلم

زمین پر ظہورِ محمدی اور بعثت نبوی (ﷺ) کے وقت جب شیاطین و جنات آسمان کی طرف پرواز سے بالکل قاصر رہے تو انہوں نے فضائے آسمانی سے شعلہ فشانی کا واقعہ اپنے سربراہ ابلیس کو سنایا تو اس نے آپ کی بعثت کے بعد آپ پر نزول وحی کے زمانے میں کچھ جنات کو مکے کی جانب روانہ کیا۔ ان جنات نے وہاں تلاوت قرآن سنی تو جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا اللہ جل شانہٗ نے اپنے کلام میں ان کے تحیر کی خبر دی یعنی وہ کلام الٰہی سن کر حیران رہ گئے بلکہ جیسا کہ بعض مستند روایات سے ثابت ہے انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

واقدی ظہورِ محمدی (ﷺ) کے زمانہ کا واقعہ محمد بن صالح کی زبانی ابن ابی حکیم یعنی اسحٰق اور عطا بن یسار اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعثت نبوی (ﷺ) کی اگلی صبح شیاطین نے بتوں کو سر بسجود یعنی اوندھا پڑا دیکھا تو انہوں نے اس کی خبر اپنے سربراہ ابلیس کو دی۔ اس پر وہ بولا:

''یہ زمین پر کسی انسان کی بحیثیت نبی بعثت کی علامت ہے اور انہیں ارباف کی بستی کی طرف خبر لانے کے لیے بھیجا لیکن وہ آپ کو نہ دیکھ سکے تو وہ خود مکے پہنچا اور جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سن کر بیان کیا کہ اس نے آپ کو قرن ثعالب میں دیکھا اور اپنے چیلوں سے واپس آ کر بولا: ''میں (نعوذ باللہ) اسے دیکھ آیا ہوں اور اس کے پاس جبریل علیہ السلام بھی تھے مگر میں اس پر ضرور غالب آؤں گا لیکن تم نے اس سلسلے میں کیا کارروائی کی ہے؟''۔

اس سوال کا جواب ابلیس کے چیلوں نے یہ دیا کہ انہوں نے اس شخص کے ساتھیوں کو دیکھا ہے اور ان کی آنکھوں میں طمع کی آگ بھڑکا دی ہے۔ یہ سن کر ابلیس مطمئن ہو گیا اور بولا:

''چلو یہ اچھا ہوا''۔

Marfat.com

واقدی نے طلحہ بن عمرو کی زبانی ابن ابی ملیکہ اور عبداللہ بن عمرو کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمرو کے بقول نبی کریم ﷺ کی بعثت کے دن جب شیاطین کو آسمان کی طرف پرواز سے ستاروں کے شہابوں کے ذریعہ روکا گیا تو انہوں نے اس کا ذکر ابلیس سے کیا اور اس نے ان سے وہی کہا جو ہم سطور بالا میں بیان کر چکے ہیں اور انہیں شام کی طرف روانہ کیا۔ جب انہوں نے شام سے واپس آ کر ابلیس کو اطلاع دی کہ انہوں نے تو وہاں کسی نبی کو نہیں دیکھا تو وہ بولا:

''تم ٹھہرو میں خود دیکھتا ہوں''۔

اس کے بعد وہ مکے کی طرف گیا اور حرا میں آپ کو اور جبریل کو دیکھا۔ پھر وہاں سے واپس آ کر شیاطین سے یہ واقعہ بیان کیا اور ان سے پوچھا:

''اب تم کیا کہتے ہو؟''۔

وہ بولے:

''ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ روئے زمین پر نوع انسانی اس شخص کی طرف رجوع کر کے ہم پر سبقت لے جائے گی''۔

اور جیسا کہ اب صورت حال ہے درحقیقت وہی ہوا۔ تاہم اس وقت جیسا کہ واقدی نے طلحہ ابن عمرو کی زبانی عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ابلیس نے شیاطین سے سارا واقعہ سن کر کہا:

''یہ واقعہ کوہ ابوقبیس پر پیش آیا ہے (ابوقبیس روئے زمین پر سب سے پہلا پہاڑ ہے) اس کے بعد ابلیس نے رسول اللہ ﷺ کو مقام نزولِ وحی کے عقب میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور گروہ شیاطین میں سے ایک سے کہا: اس کی گردن توڑ ڈالو''۔

اس وقت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس تھے اور انہوں نے اس شیطان کو مار کر بھگا دیا اس واقعے کو واقدی اور ابواحمد زبیری دونوں نے رباح بن ابی معروف، قیس بن سعد اور مجاہد کے بالترتیب حوالے سے بیان کیا ہے۔ مجاہد کا بیان یہ ہے کہ ابلیس خود (بمطابق حدیث) آپ پر حملہ آور ہوا تھا تو جبریل علیہ السلام نے اس کے اپنی ایڑی ماری تھی اور وہ بھاگ کر عدن کی طرف چلا گیا تھا۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے طریقے اور اس وقت آپ کی جسمانی کیفیت

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ..... ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَه الخ ﴾

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَجْعَلْ بِالْقُرْآنِ ..... وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا الخ ﴾

یہ نزول وحی کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام کی زبانی کلام الٰہی سن کر اسے تلاوت میں شامل کرنے کا بے حد اشتیاق رہا کرتا تھا اس لیے اللہ جل شانہٗ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ پہلے استماع وحی پر اکتفا کریں اور اسے اس کی تلاوت و تبلیغ سے قبل اسے صرف اپنے سینہ مبارک میں محفوظ رکھیں۔ پھر اسے سمجھ کر دوسروں کے لیے اس کی تفسیر و ضاحت فرمائیں جو اس کا مقصد ہے۔ ان آیات ربانی میں اوقاف و رموز کے تعلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا اس کی حکمت خود ان آیات خصوصاً رب زدنی علما سے بخوبی واضح ہے۔ ویسے صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں موسیٰ بن ابی عائشہ کی سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع وحی کے دوران میں بوجہ اشتیاق بے حد ان کے اعادے کے لیے لب ہائے مبارک کھولا کرتے تھے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسے صبر کے ساتھ سماعت فرمانے' اسے اپنے سینے میں محفوظ رکھنے اور جبریلؑ کے چلے جانے کے بعد اس کی قرأت اور دوسروں کے سامنے اس طرح درجہ بدرجہ اس کی وضاحت کا حکم دیا اور کلام الٰہی کے تحفظ کا بھی وعدہ فرمایا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول ہوتا رہا اور آپ اس کے مصدق و متحمل ٹھہرے' تحمل وحی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئی اور پھر اسی کے حکم سے اس کی تلاوت و تشریح و توضیح ان پر فرض کی گئی جو کلام الٰہی کے نزول پر انبیاء کا مقصد تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احکام خداوندی پر عمل فرمایا' یہ بات الگ ہے کہ جب آپؐ نے اپنی نبوت کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان فرمایا جو اس کے حکم کے عین مطابق تھا تو لوگوں نے آپ کو طرح طرح سے اذیتیں دیں اور حد درجہ تکالیف پہنچائیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی بار نزول وحی کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد آپؐ پر ایمان لائیں آپؐ پر کلام الٰہی کے نزول اور اس کے معانی و مفاہیم کی تصدیق کی۔ اس کے بعد جوں جوں اشاعت اسلام کی

Marfat.com

ہدایات پر مبنی آیات آپؐ پر نازل ہوتی رہیں آپؐ ان کا اعادہ بلاخوف وخطر لوگوں کے سامنے فرماتے رہے لیکن آپ کی نبوت کی تصدیق کر کے آپ پر ایمان لانے والی اور سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والی خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہی تھیں۔

ابن اسحٰق اپنے والد عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(درحقیقت) مجھے خدا کی طرف سے القا ہوا تھا کہ میں اپنی نبوت کی بشارت سب سے پہلے خدیجہ رضی اللہ عنہا کو قصب میں دوں جہاں کوئی صخب ونصب نہیں تھا''۔

اس حدیث کی روایت صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں ہشام سے منسوب ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ قصب کو اب (عموماً) ''لولوئے مجوف'' کہا جاتا ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پہلے اپنے اہل خاندان کی طرف سے مطمئن ہونے کا حکم دیا گیا اس کے بعد یہ حکم آیا کہ وہ دوسرے لوگوں کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان کریں اور انہیں احکام الٰہی پہنچائیں۔ تاہم یہ کام بھی پہلے خفیہ طریقے سے ہو۔ جب آپ اپنے اہل خانہ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ نماز فرض ہونے سے قبل رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے والی اور آپ کی تصدیق کرنے والی خاتون خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) تھیں۔

پانچ وقت کی نماز شب اسراء میں فرض ہوئی لیکن اوّل اصل نماز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی زندگی ہی میں واجب ہو چکی تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والی اور آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والی نوع انسانی میں پہلی ہستی تھیں۔ جب جبریل علیہ السلام نے آپؐ کے پاس آ کر پہلی بار آپ کو خدا کی طرف سے نماز کی فرضیت کا حکم پہنچایا تو آپؐ نے وادی میں نماز پڑھی اور آپؐ کے پیچھے کھڑے ہو کر جبریل علیہ السلام نے وضو کیا اور چار سجدوں کے ساتھ نماز کی دو رکعتیں ادا کیں۔ اس کے بعد آپؐ اپنے گھر تشریف لائے جب کہ اللہ تعالیٰ آپ کی آنکھوں کو خنک اور اپنے فضل وکرم سے آپؐ کے نفس کو طیب وطاہر فرما چکا تھا اور آپ کو واجبات حیات کا حکم دے چکا تھا۔ گھر پر پہنچ کر آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑا اور انہیں چشمہ زمزم پر لائے' پھر آپؐ نے اور آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آب زمزم سے اسی طرح وضو کیا جس طرح جبریل علیہ السلام نے بتایا تھا اور اس کے بعد دونوں نے چار سجدوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپؐ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آئندہ گھر کے اندر ہی رازداری کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے جبریل علیہ السلام کے ساتھ آپؐ نے پہلی بار نماز پڑھی تھی اس کے بعد شب اسراء میں پانچ وقت کی نماز فرض ہونے سے پہلے اوّل وآخر صرف دو بار گھر میں نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کی تفصیل ثقاہت کے ساتھ ان شاء اللہ آگے چل کر بیان کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ

Marfat.com

متقدمین صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ میں اسلام لانے والے پہلے اشخاص

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد ایک روز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان میں آئے جب آپؐ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں نماز پڑھ رہے تھے جب آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے دریافت کیا:

''آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے؟''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

''یہ اللہ کا دین ہے جس نے مجھے پاک صاف بنا دیا ہے۔ اس دین کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے' اس نے لات وعزیٰ کے پجاریوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ہے''۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے:

''میں نے یہ بات پہلے کبھی نہیں سنی۔ میں اس کے بارے میں خود کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک اپنے والد ابی طالب سے نہ پوچھ لوں''۔

یہ سن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متفکر ہوئے کہ کہیں علی رضی اللہ عنہ اس راز کو اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ اس کے انکشاف کا حکم دے فاش نہ کر دیں۔ اس لیے آپؐ نے ان سے کہا:

''اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو ابھی اس کا اظہار نہ کرنا''۔ ❶

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین اس گفتگو کو ایک رات ہی گزری تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اسلام کے لیے وقعت پیدا کر دی تھی اور آتے ہی بولے:

''آپؐ نے مجھ سے کل کیا ارشاد فرمایا تھا؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و تكفر باللات و العزىٰ و تبرأ من الانداد.

''یعنی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اور لات وعزیٰ کی پرستش سے انکار کر دو

---

❶ میری نسخے میں 'اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے' کی جگہ 'اگر تم نہیں سنتے' تحریر ہے۔

Marfat.com

اور جملہ برائیوں سے کنارہ کشی اختیار کرو"۔

چنانچہ حضرت علی ﷺ آپ کے ارشاد کے مطابق ان جملہ باتوں کا اقرار کر کے مسلمان ہو گئے لیکن انہوں نے ابی طالب کے خوف سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور اس کے سامنے اس کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے ایک ماہ بعد ابی حارثہ یعنی زید رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا کہ وہ قبل اسلام بھی رسول اللہ ﷺ کے سب سے پہلے ساتھی ٹھہرائے گئے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے ابن ابی نجیح نے مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں اللہ نے اوّل المسلمین بنا کر اپنے کرم سے نوازا وہ بلحاظ اصابت قریش میں حد سے زیادہ عظمت کے حامل تھے حالانکہ ان کے والد بزرگوار ابی طالب بڑے کثیر العیال شخص تھے۔ لیکن وہ بھی اس کے باوجود بلحاظ اصابت بڑے ذمہ دار آدمی تھے۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے ان کی کثیر العیالی کے پیش نظر ان کے اقتصادی بار میں تخفیف کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پرورش اپنے ذمہ لے لی تھی اور اس طرح علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی اتباع کی اور آپ پر ایمان لائے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ یونس بن بکیر محمد بن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کی یحییٰ بن اشعث الکندی کے حوالے سے جو اہل کوفہ میں سے تھے اس سلسلے میں جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ ان سے اسماعیل بن ابی ایاس بن عفیف نے اپنے والد اور دادا کے حوالے سے بیان کیا (عفیف اپنی ماں کے رشتے سے اشعث بن قیس کے بھائی تھے) عفیف نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا سے جو بیان نقل کیا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

عفیف کے دادا نے بیان کیا:

"میں جو کوفے کے امراء اور بڑے تاجروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر منیٰ پہنچا اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے جو خود بھی مکے کے امراء اور تاجروں میں سے تھے ایک روز وہاں کچھ خرید و فروخت کی باتیں کر رہا تھا کہ ہم دونوں کے پیچھے سے آ کر ایک جواں شخص ہمارے درمیان سے گزرا اور پھر خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھنے لگا۔ اس کے بعد وہاں ایک عورت آئی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگی' پھر اسی وقت ایک نوعمر لڑکا آیا اور وہ بھی اس جوان آدمی کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر میں نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"یہ جوان آدمی کون ہے؟"۔

وہ بولے:

"کیا تم اسے نہیں جانتے؟"۔

میں نے کہا: "نہیں"۔

تو انہوں نے مجھے بتایا کہ:

Marfat.com

''یہ میرا بھتیجا محمد (ﷺ) بن عبداللہ ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اسے خدا نے اس سرزمین پر بطور نبی مبعوث کیا ہے''۔

میں نے ان سے پوچھا کہ:

''یہ کون سا دین ہے؟''۔

تو وہ بولے:

''یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن یہ خود کو خدا کا رسول بتاتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے عنقریب اس کے لیے کھل جائیں گے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہؓ بنت خویلد ہے اور یہ لڑکا میرا بھتیجا علی بن ابی طالبؓ ہے۔ ان دونوں نے اس کا لایا ہوا دین جسے یہ اسلام کہتا ہے قبول کر کے اس کی رسالت کی تصدیق کر دی ہے''۔

جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے عباس ابن عبدالمطلب کی زبان سے یہ سن کر عفیف نے کہا:

''کاش میں آج ہی اور اسی وقت مسلمان ہو کر اس لڑکے کے بعد (مردوں میں) دوسرا مسلمان ہو جاتا''۔

اسی قسم کی ایک روایت ابن اسحٰق کے حوالے سے ابراہیم بن سعد سے مروی ہے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ ان کے پیچھے سے سامنے آ کر خانہ کعبہ کے قریب پہنچ کر ایک شخص نے نماز پڑھی۔ ابن اسحٰق نے اپنی اس روایت میں خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور آنحضرت ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر ان کے نماز پڑھنے کا ذکر بھی کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن عبید المحاربی اور سعید بن خثیم نے اسد بن عبدہ بجلی اور یحییٰ بن عفیف کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر زمانہ جاہلیت میں مکہ گیا اور عباس بن عبدالمطلب کے مکان پر ٹھہرا۔ دوسرے دن جب سورج نکلا اور آسمان پر خوب روشنی پھیل گئی تو اس نے خانہ کعبہ کی طرف دیکھا جہاں ایک جوان شخص آسمان کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں نکل کر سیدھی آسمان کی طرف جا رہی تھیں، پھر وہ شخص حریم کعبہ کی طرف بڑھ گیا اور وہاں جا کر جم کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ذرا دیر بعد ایک نوعمر لڑکا آیا اور اس جوان کے داہنی طرف کھڑا ہو گیا، پھر ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے جم کر کھڑی ہو گئی۔ پھر وہ جوان شخص گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا تو وہ دونوں بھی اس کے ساتھ جھک گئے اور جب وہ شخص سجدے میں گیا تو وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی سربسجود ہو گئے یہ دیکھ کر ابن عفیف نے عباس ابن عبدالمطلب سے کہا: ''یہ تو بڑی عجیب و عظیم بات ہے''۔ اس پر عباس بن عبدالمطلب نے کہا: ''واقعی یہ بڑی عظیم بات ہے''۔ پھر انہوں نے ابن عفیف سے پوچھا: ''کیا تم اس جوان شخص کو جانتے ہو؟'' ابن عفیف بولا: ''نہیں'' اس پر عباس بن عبدالمطلب نے اسے بتایا: ''یہ میرے بھائی کا بیٹا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے''۔ پھر انہوں نے ابن عفیف سے پوچھا: ''کیا تم اس لڑکے کو جانتے ہو؟''۔ اور ابن عفیف کے انکار پر انہوں نے اسے بتایا:

''یہ میرے ایک دوسرے بھائی کا بیٹا علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہے''۔

پھر انہوں نے ابن عفیف سے کہا:

''تم شاید اس عورت کو بھی نہ جانتے ہو گے''۔

Marfat.com

جب ابن عفیف نے پھر انکار کیا تو وہ بولے:

''یہ میرے بھتیجے محمد کی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے ابن عفیف سے کہا:

''میرے اس بھتیجے محمد بن عبداللہ کی طرح یہ دونوں بھی یہی کہتے کہ زمین و آسمان اور ساری مخلوقات کو پیدا کرنے والی صرف اللہ کی ذات ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اس لیے ہر انسان کو صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے''۔

اس کے بعد وہ بولے:

''میرے خیال میں اس وقت ان تین افراد کے علاوہ روئے زمین پر اس دین کو ماننے والا کوئی اور نہیں ہے''۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے ابن حمید' عیسیٰ بن سوادہ بن ابی جعد' محمد بن منکدر' ربیعہ بن عبدالرحمٰن' ابوحازم اور کلبی نے بیان کیا کہ:

''علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے والوں میں پہلے شخص ہیں''۔

اس پر کلبی نے یہ بھی اضافہ کیا کہ علی کی عمر اسلام لانے کے وقت نو سال تھی مگر ہم سے ابن حمید اور سلمہ نے ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت جب انہوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں نماز پڑھی دس سال تھی نیز یہ کہ وہ قبل اسلام بھی آپ ہی کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ واقدی کہتے ہیں کہ انہیں یہ اطلاعات ابراہیم کے ذریعہ نافع' ابن ابی نجیح اور مجاہد کے حوالے سے فراہم ہوئیں۔ ابراہیم نے مذکورہ بالا حضرات کے حوالے سے بیان کیا کہ ان کے جملہ ساتھیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سال بعثت ہی میں دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما تھے۔ محمد بن کعب نے اس کے ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے اور یہ بھی کہ وہ اپنے اسلام لانے کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے' تاہم جب ایک دن ان کا اپنے والد ابی طالب سے سامنا ہوا تو انہوں نے ان سے پوچھا ''کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''جی ہاں یہ صحیح ہے''۔ اس پر ان کے والد بولے: تم ان کے یعنی اپنے ابن عم کے ساتھ رہو اور ان کی مدد بھی کرو۔ محمد بن کعب نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اپنے ایمان لانے کا سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اظہار کیا تھا۔ ابن جریر نے اپنی کتاب تاریخ میں شعبہ کا جو بیان ابی بلج' عمرو بن میمون اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ ہم سے عبدالحمید بن یحییٰ اور شریک نے عبداللہ بن محمد بن عقیل اور جابر کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پیر کے روز ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں منگل کے دن نماز پڑھی۔ شعبہ کا یہ بیان عمرو بن مرہ اور انصار میں سے ایک شخص ابی حمزہ کے حوالے سے مروی ہے کہ آخر الذکر نے زید بن ارقم کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے اور آپ پر ایمان لانے والے پہلے شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن جب زید بن ارقم کی یہ بات نجی

Marfat.com

سے بیان کی گئی تو اس نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ اس کے بعد اس نے بیان کیا کہ اس سے عبیداللہ بن موسیٰ اور علا نے ضرور کہا تھا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز یہ فرمایا کہ:

''میں اللہ کا بندہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ کی رسالت کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے بڑا یعنی سب میں پہلا شخص ہوں، میرے بعد اگر کوئی شخص اس بات کے خلاف کچھ کہے گا تو وہ کاذب اور افترا پرداز ہوگا، میں نے سات سال کی عمر میں نماز پڑھی ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی قول ابن ماجہ نے محمد بن اسماعیل رازی اور عبیداللہ بن موسیٰ فہمی کے حوالے سے روایت کیا ہے نیز اس سلسلے میں علا بن صالح ازدی کوفی کا حوالہ دیا ہے (عبیداللہ بن موسیٰ فہمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صادق القول اشخاص میں سے تھا اور اس کے شیعہ ہونے کے باوجود علا بن صالح ازدی کوفی نے اس کے ثقہ ہونے کی تصدیق کی ہے) لیکن ابوحاتم کے بقول وقدیم شیعوں میں سے تھا۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن موسیٰ فہمی نے ابن عمرو کے حوالے سے جو روایات پیش کی ہیں وہ متنازعہ اور مختلف فیہ ہیں اگرچہ خود ابن عمرو کے ثقہ ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ بہرکیف عبیداللہ بن موسیٰ فہمی کی اس روایت کو خود اس کے ایک بزرگ عباد بن عبداللہ نے جو الاسدی کوفی کے نام سے مشہور ہیں ضعیف بتایا ہے اور علی بن مدینی نے بھی یہی کہا ہے نیز بخاری بھی اسے محل نظر کہتے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود کہ ابن حبان نے اس راوی کو ثقات میں شمار کیا ہے یہ روایت بہرحال حدیث منکر سمجھی جاتی ہے۔ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ انہوں نے سات سال کی عمر میں دوسروں سے قبل نماز یقیناً نہیں پڑھی ہوگی۔ ان امور کے پیش نظر اس امکان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ویسے خدا بہتر جانتا ہے۔ متاخرین کے بیانات یہ ہیں کہ مردوں میں سب سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس وقت وہ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے اور یہ بات بہت مشہور ہے اور جملہ اہل بیت کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ بہرحال احرار میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ اس وقت قریش میں سب سے زیادہ صاحب تعظیم وتکریم اور دولت مند شخص وہی تھے۔ انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت سب سے زیادہ دی اور وہی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی محبت میں پیش پیش تھے اور آپ کے زیر فرمان اسلام کے لیے اپنا مال خرچ کرتے تھے جس کا ذکر ہم آگے چل کر ان شاء اللہ تفصیل سے کریں گے۔

یونس ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بعد بعثت نبوی سب سے پہلے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ سے ملے تو انہوں نے دریافت کیا:

''یا محمد! جو کچھ آپ نے اہل قریش سے فرمایا ہے کیا وہ سچ ہے؟ کیا آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے معبود معبود نہیں ہیں، کیا آپ ان کی عبادت سے منع کرتے ہیں، ہماری عقلوں کو کمتر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کافر تھے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''ہاں بے شک میں اللہ کا رسول اور اس کا نبی ہوں' خدا نے مجھے اپنے پیغام کی تبلیغ کے لیے مبعوث کیا ہے میں تمہیں بھی قبول حق کی دعوت دیتا ہوں جو واقعی حق ہے' اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں تمہیں خدا کی طرف بلاتا ہوں جو واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی معبود حقیقی ہے تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کیا کرو''۔

اس کے بعد آپؐ نے انہیں قرآن کی کچھ آیات پڑھ کر سنائیں جس کے بعد وہ بھی بت پرستی کو کفر اور پرانی روایات کو غلط سمجھ کر حق کے دائرے سے رجوع کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گئے اور جو کچھ آپؐ نے فرمایا تھا اس کی حرف بہ حرف تصدیق کی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حصین تمیمی نے (رسول اللہ ﷺ) کی یہ حدیث روایت کی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے کسی ایسے شخص کو اسلام کی دعوت نہیں دی جس کے پاس عقل و ذہانت نہ تھی اور اس پر غور و خوض نہیں کر سکتا تھا اور ایسے لوگوں میں سب سے پہلے شخص ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تھے اور انہوں نے کسی فکر و تردد کے بغیر فوراً اس کی تصدیق کی''۔

یہ حدیث ایسی ہے جس میں کوئی التباس و اختلاف نہیں ہے۔ خود ابن اسحاق نے بجائے خود کبھی اس کی تردید نہیں کی۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل بھی آپؐ کے دوست تھے اور آپ کی صداقت' امانت' خوبی کردار اور مکارم اخلاق سے بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ آپؐ نے کسی سے کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی تھی۔ چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (نعوذ باللہ) کذب سے کس طرح کام لے سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کی رسالت کو اس کے بارے میں آپ کی زبان مبارک سے سنتے ہی تصدیق کر دی۔ ہم نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کی تفصیل اپنی اس کتاب میں پیش کی ہے جو ہم نے ان کی سیرت پر لکھی ہے اور اس میں ان کی سیرت اور خصائل و شمائل پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس کتاب کے بعد ہم نے اسی طرح حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں بھی سیرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور ان دونوں کتابوں میں وہ جملہ احادیث بھی درج کر دی ہیں جو ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں۔ نیز ان کتابوں میں ان کے احوال و آثار کے علاوہ ان کے احکام اور فتوے بھی بحمد اللہ تفصیل سے پیش کیے ہیں۔ ان کتابوں کی تین جلدیں ہیں۔ ویسے صحیح بخاری میں بھی ابی درداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان دونوں حضرات کے فضائل و خصائص بیان کیے گئے ہیں جو احادیث نبوی پر مبنی ہیں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں میں بحیثیت نبی مبعوث فرمایا ہے' تم بتاؤ کیا میں غلط کہتا ہوں؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم میرے ساتھیوں میں سے میری رسالت کی تصدیق کرنے والے پہلے شخص ہو''۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بات دوبارہ ارشاد فرمائی اور یہ حدیث شریف نصوص قطعی کی طرح مستند ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے شخص تھے۔ اس سلسلے میں ترمذی اور ابن حبان نے شعبہ کی یہ روایت سعید بن جریری' ابی نضرہ اور ابی سعید کے حوالے سے بیان کی ہے کہ خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آخر الذکر سے ایک دفعہ یہ سوال کیا:

''کیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرنے والوں اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں پہلا شخص نہیں ہوں؟''۔

بہلول بن عبید کی طرح ابن عساکر کا بیان یہ ہے کہ ان سے ابواسحاق سبیعی نے حارث کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ یہ ہے کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول مسلمان مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے وہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ شعبہ عمرو بن مرہ' ابی حمزہ اور زید بن ارقم کے حوالے سے کہتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تھے۔ شعبہ کی یہ روایت احمد' ترمذی اور نسائی سے منقول ہے۔ خود ترمذی نے شعبہ کی اس روایت کو روایات حسن میں شمار کیا ہے۔ تاہم شعبہ ہی کے ذریعے عمرو بن مرہ' ابی حمزہ اور زید بن ارقم کے حوالے سے جو روایت آئی ہے اس کے مطابق سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے شعبہ کی بیان کردہ روایت ابراہیم نخعی کو بتائی تو انہوں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ بہرکیف جماعت اسلاف میں ابی اروی دوسی اور ابومسلم بن عبدالرحمٰن کی اسناد کے ساتھ واقدی کا بیان یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والے یعنی اسے قبول کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ یعقوب بن سفیان بھی یہی کہتے ہیں کہ ان سے ابوبکر حمیدی اور سفیان بن عیینہ نے مالک بن مغول کے حوالے سے بیان کیا کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ میں نے حسان بن ثابت کے اس سلسلے میں جو اشعار سنے ہیں ان سے بھی اس آخری روایت کی تصدیق ہوتی ہے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار یہ ہیں:

ترجمہ: ''جب تم میرے ثقہ بھائیوں میں کسی کا تذکرہ کرو تو بلحاظ اعمال ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرو' وہ بلحاظ عدل و وفا خیر خلائق ہیں۔ وہی بعد نبیؐ ذمہ دار اور اوّل الایمان ہیں' آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں نیک ترین اور قابل تعریف اور سب سے پہلے آپ کی رسالت کے مصداق وہی ہیں وہی آپ کی زندگی اور آپؐ کے بعد بھی اتباع احکام الٰہی اور احکام رسول میں سب سے آگے ہیں''۔

ابوبکر بن شعبہ کی روایت یہ ہے کہ ان سے ان کے استاد نے مجالد اور عامر کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا یا ان سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنا تھا وہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ ایسی ہی ایک روایت ہشیم بن عدی کی مجالد اور عامر شعبی کے حوالے سے منقول ہے کہ آخر الذکر نے جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے اسے بھی وہی جواب دیا کہ میں اسے پہلے ہی بیان کر چکا ہوں یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ایمان لانے والوں میں پہلے شخص تھے ابوالقاسم بغوی کا بیان ہے

Marfat.com

کہ ان سے سرتج بن یونس اور یوسف بن مجاشون نے اپنے بزرگوں کے حوالے سے جن میں محمد بن منکدر' ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن' صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد شامل ہیں۔ بیان کیا کہ ان بزرگوں کے بیانات کے مطابق اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ان کی قوم یعنی عربوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔

جہاں تک میری اپنی معلومات کا تعلق ہے تو مجھ تک یہ روایت ابراہیم نخعی' محمد بن کعب' محمد بن سیرین اور سعد بن ابراہیم کے حوالے سے پہنچی ہے۔ آخر الذکر جمہور اہل سنت میں مشہور شخصیت ہیں۔ ان تمام حوالوں سے سابقہ روایات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ سعد بن ابی وقاص اور محمد بن حنفیہ کا بیان بھی یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ صرف اوّل الاسلام بلکہ افضل الاسلام ہیں یعنی ایمان لانے والوں میں عظمت و بزرگی کی حیثیت سے افضل ہیں۔ سعد کہتے ہیں کہ خود ان سے قبل پانچ اشخاص مسلمان ہو چکے تھے۔ صحیح بخاری میں عمار بن یاسر کے حوالے سے ہمام بن حارث کی بیان کردہ یہ روایت درج ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ اشخاص کو نماز پڑھتے دیکھا جن میں دو عورتیں اور ایک ابوبکر رضی اللہ عنہ شامل تھے امام احمدؒ اور ابن ماجہ نے عاصم بن ابی نجود کی روایت زر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں بیان کی ہے کہ پہلے پہل اسلام کا اظہار کرنے والوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت سات افراد تھے اور وہ آپ کے علاوہ ابوبکر' عمار' ان کی والدہ سمیہ' صہیب' بلال اور مقداد رضی اللہ عنہم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اوّل اوّل اپنے چچا سے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی قوم کے سامنے اظہار اسلام کو خود اللہ تعالیٰ نے ممانعت کر دی تھی۔ باقی لوگوں کو کافروں نے زنجیریں پہنا کر دھوپ میں تپتی زمین پر (بارہا) کھڑا رکھا لیکن خدا کے فضل سے ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تو یہ حال تھا کہ ان کے مالک نے انہیں اپنے دو بیٹوں کے سپرد کر دیا تھا جو ان کی گردن میں رسی ڈال کر انہیں مکے کی سڑکوں پر ہر طرف گھسیٹتے پھرتے تھے لیکن وہ خدا کے عشق میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ ان کی زبان سے احد احد کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔ اسی قبیل کی ایک روایت نوری نے منصور اور مجاہد کے حوالے سے پیش کی ہے۔ ابن جریر یہ روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے ابن حمید اور کنانہ بن جبلہ[1] نے ابراہیم بن طہمان' حجاج بن قتادہ' سالم بن ابی جعد اور محمد بن سعد بن ابی وقاص کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے اپنے والد سے دریافت کیا کہ آیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں سب پر سبقت رکھتے ہیں تو انہوں نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان سے قبل پچاس آدمیوں میں سے اکثر اشخاص مسلمان ہو چکے تھے تاہم وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ منکر روایات میں سے ایک روایت ہے جو ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ ابن جریر نے متاخرین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے زید بن حارثہ مسلمان ہوئے تھے۔ پھر ابن جریر ہی واقدی کی طرح ابن ابی ذئب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر نے زہری سے دریافت کیا کہ عورتوں میں سب سے پہلے کون سی خاتون مسلمان ہوئی تھی تو انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا اور جب میں نے مردوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ اسی طرح عروہ اور سلیمان بن

---

[1] دو اصلی نسخوں میں حیلہ ہی لکھا ہے لیکن ابن جریر نے محمود امام کے حوالے سے جبلہ تحریر کیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

یسار وغیرہ نے بھی مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والا شخص زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی کو بتایا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان جملہ اقوال میں صرف یہ قول قابل قبول ہے اور انہوں نے صرف اسی کو تسلیم کیا ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور اس کا اظہار بھی کر دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس میں استقامت کی دعا کی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے خیر خواہ اور اس سے محبت کرنے والے تھے اور نسباً بھی قریش کے اعلیٰ ترین لوگوں میں سے تھے۔ وہ قریش کی تمام بھلی بری باتوں سے بخوبی واقف تھے اور ایک تاجر کی حیثیت سے لوگوں میں خلیق اور بامروت مشہور تھے اور ان کی قوم قریش بھی آپ کے علم و فضل، علم مجلسی اور اخلاق و عادات حسنہ کی بناء پر آپ کو حد سے زیادہ چاہتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں اور شناساؤں میں ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ جن پر انہیں مکمل اعتماد تھا اور جہاں تک مجھے معلوم ہوا ہے انہیں کی کوشش سے زبیر بن عوام' عثمان بن عفان' طلحہ بن عبیداللہ' سعد بن وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم مسلمان ہونے پر آمادہ ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ جب آپؐ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں تو یہ سب لوگ فوراً ایمان لے آئے۔ اسی طرح وہ آٹھ افراد بھی تھے جو سابق الاسلام کہلاتے ہیں اور جنہیں آپ کی رسالت کی تصدیق میں ذرا سا بھی تامل نہیں ہوا تھا اور انہوں نے کلام الٰہی کو فوراً کلام الٰہی تسلیم کر لیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی کا بیان ہے کہ انہیں ضحاک بن عثمان نے مخرمہ بن سلیمان والبی اور ابراہیم بن محمد بن ابی طلحہ کے حوالے سے بتایا کہ جب ایک دن آخر الذکر حضرت سوق بصری کی عبادت گاہ میں کچھ اور لوگوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے تو انہوں نے ان سے دریافت کیا تھا:

''اے اہل عرب! کیا تمہارے ساتھ اہل حرم میں سے بھی کوئی شخص یہاں موجود ہے؟''۔

اس پر خود طلحہ نے جواب دیا تھا:

''جی ہاں، میں خود انہیں میں سے ہوں''۔

یہ سن کر حضرت سوق بصری نے پوچھا:

''کیا تم میں سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلانِ رسالت کیا ہے؟''۔

طلحہ نے ان سے دریافت کیا: ''کون احمدؐ؟''۔

یہ سن کر انہوں نے بتایا: ''احمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب''۔ پھر بولے:

''یہی وہ مہینہ ہے جس میں وہ خدا کی طرف بہ حیثیت نبی مبعوث ہونے والے تھے۔ ان کا شمار حرم والوں میں ہے اور وہ خدا کے آخری نبی ہیں، وہی مکے سے نخلستان کی سرسبز و شاداب زمین (مدینہ) کی طرف ہجرت کریں گے اور تم ان پر

Marfat.com

ایمان لانے والے پہلے لوگوں میں سے ہوگے''۔

طلحہ کہتے ہیں کہ:

''حضرت سوق بصری کی یہ بات میرے دل میں اتر گئی جب میں مکے پہنچا اور لوگوں سے پوچھا تو کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے اعلانِ رسالت کی تصدیق کی پھر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے پوچھا: کیا تم نے ان کے اعلانِ رسالت اور ان کے نبی ہونے کی تصدیق کی ہے؟۔ جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو میں بھی آپ کی تصدیق رسالت پر مائل ہو کر اسے برحق سمجھنے لگا۔ اس کے بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور حضرت سوق بصری کی باتیں بھی آپ کے گوش گزار کیں''۔

جب حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما مسلمان ہو چکے تھے تو ایک دن انہیں نوفل بن خویلد بن عدویہ نے جو ''شیر قریش'' کے نام سے مشہور تھا راستے میں پکڑ کر رسی سے مضبوط باندھ دیا' بنو تیم بھی اس میں مخل نہیں ہوئے۔ نوفل نے حضرت ابوبکر اور حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہما) کو شیر و شکر' کہہ کر ان کے اسلام کو ان دونوں کی ملی بھگت بتایا۔ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''یا اللہ تو ابن عدویہ کے شر کو اسی تک محدود رکھ اور ہمیں اس سے پناہ دے''۔

یہ روایت بیہقی کی ہے۔

حافظ ابوالحسن خثیمہ بن سلیمان طرابلسی کہتے ہیں کہ ان سے عبید اللہ بن محمد بن عبدالعزیز عمری قاضی' مصیصہ' ابوبکر عبداللہ بن عبیداللہ' ابی عبیداللہ' عبداللہ (بن محمد) بن عمران ابن ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے بیان کیا کہ آخر الذکر کو ابی محمد بن عمران نے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بتایا کہ ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو زمانہ جاہلیت میں بھی آنحضرت ﷺ کے دوست تھے ایک دن آپؐ سے ملاقات کے لیے اپنے گھر سے نکلے اور جب آپؐ سے ملے تو بولے:

''اے ابوالقاسم! اب آپؐ اپنی قوم کو برا بھلا کہتے ہیں' کیا درست ہے؟''۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں''۔

جب آپؐ نے ان سے یہ بات کہی تو وہ اسے سنتے ہی آپؐ پر ایمان لے آئے اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اس کے بعد آپؐ ان سے جدا ہو کر آگے تشریف لے گئے۔ آپؐ ان کے اسلام قبول کرنے سے حد درجہ مسرور تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ خوشخبری عثمان بن عفان' طلحہ ابن عبیداللہ' زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو سنائی تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اگلے دن عثمان بن مظعون' ابی عبیدہ بن جراح' عبدالرحمٰن بن عوف' ابی سلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور انہیں اپنے اور مذکورہ اصحاب کے مسلمان ہونے کا حال سنایا تو وہ بھی سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

Marfat.com

عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ ان سے ابن محمد بن عمران نے قاسم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک اور روایت بھی بیان کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ ایک جگہ جمع ہوئے تو اس وقت ان کی تعداد اڑتیس تھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے ان سب کی طرف سے جس میں وہ خود بھی شامل تھے اظہار اسلام کی اجازت طلب کی۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہم لوگوں کی تعداد ابھی بہت تھوڑی ہے''۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے وہی درخواست پھر کی تو آپؐ نے اس کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ سب لوگ جو اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے دس دس کی تعداد میں بٹ کر مسجد کے مختلف گوشوں میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ان کے درمیان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے قریب بیٹھے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح مسلمانوں میں پہلے شخص تھے جس نے پہلی بار ان کے سامنے تقریر کی اور دوسرے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا اور انہیں قبول اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر سنتے ہی کفار نے ہر طرف سے آ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شدید ضربات پہنچائیں۔ سب سے زیادہ چوٹیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آئیں۔ انہیں فاسق و فاجر عتبہ بن ربیعہ نے اپنے جوتوں کی ایڑیوں سے زدوکوب کیا تھا اور اس سے آپؓ کے چہرے پر اتنی شدید ضربات آئی تھیں کہ اس کی پہچان مشکل تھی۔ عتبہ بن ربیعہ آپ کے پیٹ پر ضربیں لگا رہا تھا کہ وہاں بنو تمیم انہیں بچانے آ گئے تو ان حملہ آوروں نے ان پر بھی حملہ کر دیا۔ تاہم ابوتمیم کے کچھ لوگوں نے کسی نہ کسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی چادر میں لپیٹ کر ان کے گھر پہنچا دیا لیکن کسی کو ان کے جانبر ہونے کی امید نہ تھی حتیٰ کہ ان کی بے ہوشی کو وفات سمجھ لیا گیا تھا۔ بنو تمیم کے ان لوگوں نے آپ کے گھر سے واپس آ کر مسجد میں اعلان کیا کہ عتبہ بن ربیعہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے۔ اس کے بعد شام ہوتے ہوتے وہ پھر آپ کے مکان پر دریافت حال کے لیے پہنچے تو دیکھا کہ آپ کی سانس چل رہی ہے۔ انہوں نے اپنی زبانوں سے آپ کے جسم کو چاٹنا شروع کر دیا اور اسی طرح ان کا پورا جسم صاف کر دیا۔ اس کے بعد جب آپ نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی تو سب سے پہلے آپؓ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے دوبارہ یہی سوال کیا۔ جب ان لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں تو آپ نے اطمینان سے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ ان لوگوں نے آپ کی والدہ سے کہا کہ انہیں کھانے پینے کے لیے تھوڑا تھوڑا کچھ دیا جائے اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ جب وہ سب لوگ جا چکے اور آپ کی والدہ تنہا رہ گئیں تو آپ نے ان سے پوچھا ''رسول اللہ کیسے ہیں؟''۔ انہوں نے جواب دیا: ''مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے''۔ یہ سن کر آپ نے ان سے کہا: ''آپ جا کر ام جمیل بنت خطاب سے آپ کی خیریت دریافت کیجیے''۔ جب آپ کی والدہ ام جمیل بنت خطاب کے پاس پہنچیں اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو وہ بولیں: ''میں آپ کے بیٹے کو جانتی ہوں نہ محمد بن عبداللہ کو پھر دوسرے کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ ویسے آپ فرمائیں تو

Marfat.com

میں آپ کے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں"۔

چنانچہ ام جمیل بنت خطاب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی والدہ کے ہمراہ ان کے گھر پہنچیں تو اوّل الذکر کا حال دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے وعدہ کیا کہ میں کسی سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کر کے انہیں آ کر بتا جاؤں گی۔ لیکن اس کے باوجود اب آپ کو یہ دھن ہوگئی کہ آپ جب تک رسول اللہ ﷺ کو دیکھ نہ لیں گے' پانی کا ایک قطرہ تک نہیں پئیں گے حالانکہ ام جمیل نے دریافت حال کے بعد انہیں بتا دیا تھا کہ آپ خیریت سے ہیں۔ ام جمیل نے یہ بھی کہا کہ جن بدکار لوگوں نے آپ کو اس درجہ زدوکوب کیا تھا خدا آپ کا بدلہ ان سے لے گا لیکن انہوں نے پوچھا:

"رسول اللہ اس وقت کہاں ہیں؟"۔

ام جمیل نے کہا:

"آپ اس وقت ابن ارقم کے مکان میں ہیں اور آپ کے سب ساتھی بھی وہیں ہیں"۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی کہا جو پہلے بھی بار بار کہہ چکے تھے یعنی آپ اس وقت تک کچھ کھائیں گے نہ پئیں گے جب تک رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ انہیں کسی نہ کسی طرح ابن ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان پر لے جایا گیا۔ ان کی حالت دیکھ کر دوسروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی آب دیدہ ہوگئے۔ بلکہ زار و قطار رونے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے:

"حضورؐ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے اپنا کچھ ملال نہیں' مجھے صدمہ اس بات کا تھا کہ وہ لوگ میرے منہ پر آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے"۔

اس کے بعد دم لے کر انہوں نے آپؐ سے عرض کیا:

"یہ میری والدہ برہ ہیں۔ آپ انہیں اسلام کی دعوت دیجیے اور خدا سے دعا فرمایئے کہ وہ انہیں آتش جہنم سے نجات دے"۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی والدہ کو جب اسلام کی دعوت دی تو وہ فوراً مسلمان ہوگئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے اور دوسرے مسلمانوں نے جو وہاں موجود تھے دونوں ماں بیٹوں کے حق میں دعائے خیر کی۔ اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ ابن ارقم کے مکان میں ایک مہینے تک ٹھہرے رہے۔ آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی روز مسلمان ہوگئے تھے جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قریب قریب ہلاکت کی حد تک زدوکوب کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا ابوجہل دونوں میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بدھ کے روز اسلام کی دعوت دی گئی لیکن وہ جمعرات کے دن مسلمان ہوئے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت یعنی ان لوگوں نے جو ابن ارقم کے مکان میں آپؐ کے ساتھ تھے نعرہ تکبیر بلند کیا جو مکے میں دور دور تک سنائی دیا بلکہ مکے کے قرب و جوار کی پہاڑیوں تک سے اس کی صدائے بازگشت سنائی دی۔ اسی وقت ابوالارقم جو اندھے اور کافر تھے مکان سے باہر نکل کر بولے:

Marfat.com

''یا اللہ بنی عبید ارقم کی مغفرت فرما کیونکہ وہ کافر ہے''۔

اور اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اپنے دین کو چھپاتے ہیں حالانکہ ہم حق پر ہیں جب کہ کافر اپنے دینی عقائد کا علی الاعلان اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کا مذہب سراسر باطل ہے''۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''ہم تعداد میں تھوڑے ہیں۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ انہوں نے ہمیں کتنی تکلیف پہنچائی ہے؟''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا:

''خدا جس کا دین ہم نے قبول کیا ہے کیا ہماری مدد نہیں کرے گا؟ ہم اس مجلس کفر میں جوان شاء اللہ باقی رہنے والی نہیں ہے آخر کب تک اس طرح خاموش بیٹھے رہیں گے؟ آپ بھی اپنے دین حق کا اظہار فرمایئے''۔

یہ کہہ کر وہ اٹھے اور جا کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگے جہاں ان سے ابوجہل کی مڈبھیڑ ہوگئی۔ وہ بولا:

''اے عمر!: کیا تم بھی اس شخص کو برحق سمجھ کر مسلمان ہو گئے ہو؟''۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند فرمایا:

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهدان محمدا عبده و رسوله.

ان کی زبان سے یہ کلمہ شہادت سن کر کافر ان کی طرف حملے کے ارادے سے بڑھے جن میں عتبہ سب سے آگے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے اس کے سر پر ایک بھاری ضرب لگائی اور پھر اس کی آنکھوں میں اپنی دونوں انگلیاں گاڑ دیں۔ وہ چیخ کر پیچھے ہٹا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے:

''جو شخص اسے بچانے کے لیے آگے بڑھا میں فوراً اس کی گردن اڑا دوں گا''۔

یہ دیکھ کر لوگ سہم کر پیچھے ہٹ گئے اور بے بسی سے عتبہ کو تڑپتا دیکھتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر مجلس میں اپنے اسلام کا کھل کر اظہار کرنے لگے۔ پھر جب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سب کے سامنے بطور حق اپنی زبان سے وہی کلمات ادا کیے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اب میں جہاں اور جس مجلس میں جاتا ہوں وہاں اپنے مذہب کا اظہار کیے بغیر نہیں رہتا اور میں اس کا اظہار کسی خوف وخطر کے بغیر کرتا ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ابن ارقم کے مکان سے باہر آئے کہ آپؐ کے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے اور پیچھے دوسرے لوگ تھے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پھر کھلم کھلا نماز پڑھی۔ وہاں سے لوٹ کر بھی پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (احتیاطاً) ابن ارقم کے مکان میں داخل ہوئے اور ان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اگرچہ بہت سی روایات ان واقعات کی تصدیق کرتی ہیں لیکن صحیح اور امر واقعہ یہ

Marfat.com

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب کچھ مسلمان مکے سے ہجرت کر کے حبشہ جا چکے تھے اور یہ واقعہ آنحضرتؐ کی بعثت کے چھٹے سال پیش آیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ آگے چل کر اس کے موقع پر پیش کریں گے۔ ویسے بھی ہم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی انفرادی سیرتوں پر اپنی مخصوص کتابوں میں الگ الگ گفتگو کی ہے۔

صحیح مسلم میں عمرو بن عبسہ سلمی کے حوالے سے ابی امامہ کی روایت کردہ یہ حدیث درج ہے کہ آخر الذکر رسول اللہ ﷺ سے مکے میں آپ کی بعثت کے آغاز ہی میں ملے تھے جب کہ آپ کی بعثت عام لوگوں سے پوشیدہ رکھی جا رہی تھیں۔ انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا تھا: ''درحقیقت آپ کون ہیں؟'' تو آپؐ نے جواب میں فرمایا تھا: ''میں اللہ کا نبیؐ ہوں''۔ پھر انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا: ''کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے؟''۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں! مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے''۔ انہوں نے پوچھا: ''کیوں بھیجا ہے؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''تاکہ میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاؤں کہ وہ واحد ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' نیز اس لیے کہ میں بتوں کو توڑوں اور لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کی ترغیب دوں''۔

انہوں نے آپؐ سے پوچھا:

''پھر آپ کی رسالت کو تسلیم کر کے اب تک کون کون لوگ خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے ہیں؟''۔

اس پر آپؐ نے فرمایا: دو آدمی ابوبکرؓ اور بلالؓ یعنی ایک آزاد شخص اور ایک غلام۔ اس کے بعد جب انہوں نے خود عمرو سے دریافت کیا تو وہ بولے کہ وہ چوتھے مسلمان تھے اس کے بعد وہ خود مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جہاں تک رسول اللہ (ﷺ) کے ارشاد آزاد اور غلام کا تعلق ہے یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے اسلام کا تو اس سے آپ کی مراد اس وقت تک مردوں کے مسلمان ہونا تھی حالانکہ یہ روایت بھی محل نظر ہے۔ کیونکہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے قبل کئی دوسرے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ نیز یہ کہ بلال رضی اللہ عنہ سے قبل زید بن حارثہ (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو گئے تھے پھر وہ یعنی عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ چوتھے مسلمان کیسے ہو سکتے تھے' اس قول کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تک مسلمان دوسرے لوگوں سے تو کیا خود اپنے قریبی عزیزوں سے بھی اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے اس لیے انہیں یہ غلط فہمی ہوئی کہ وہ چوتھے مسلمان تھے۔ صحیح بخاری میں ابی اسامہ کے ذریعہ اور ہاشم بن ہاشم اور سعید بن مسیب کے حوالے سے یہ روایت آئی ہے کہ آخر الذکر نے سعد بن ابی وقاص کو یہ کہتے سنا کہ جس روز وہ (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) مسلمان ہوئے اس روز کوئی اور مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ دوسرے کئی لوگوں سے قبل مسلمان ہو چکے تھے غلط ہوگا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس روز جب وہ مسلمان ہوئے کوئی اور مسلمان نہ ہوا ہو ورنہ ان سے قبل حضرت ابوبکرؓ' حضرت علیؓ' حضرت خدیجہؓ' حضرت بلال اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہو چکے تھے' ایمان لانے کے بارے میں تقدیم و تاخیر کے متعلق دوسرے لوگوں کی روایات کی طرح ابن اثیر کو بھی اس روایت کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے جو سطور بالا سے صاف ظاہر ہے۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بھی میرے لیے بعید الفہم ہے۔ ممکن ہے اپنی معلومات کی بنیاد پر

Marfat.com

یہ نتائج اخذ کیے ہوں۔ واللہ اعلم

ابوداؤد طیالسی کہتے ہیں کہ ان سے حماد بن سلمہ نے عاصم' زر اور عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کے بقول وہ جب ایام طفلی میں مکے کے قریب اُجرت پر عقبہ بن ابی معیط کے لیے گلہ بانی کیا کرتے تھے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو کافروں کے ظلم وتشدد سے جان بچا کر ادھر آ گئے تھے۔ آپؐ نے یا دونوں نے ان سے کہا: ''کیا تم ہمیں پینے کے لیے کچھ دودھ دے سکتے ہو؟''۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں دوسرے کا گلہ بان ہوں آپ کو اس کے کسی جانور کا دودھ کیسے دے سکتا ہوں۔ اس پر وہ بولے کہ قیمت لے کر بھی نہیں دے سکتے تو انہوں نے اسے منظور کر لیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بقول جب وہ بعد میں رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ ملے تو انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے اس شیریں کلام یعنی قرآن پاک کی کچھ آیات دیجیے تو آپ نے مجھے جو ستر آیات دی تھیں ان میں اور قرآن شریف میں جو وہ آیات اب درج ہیں ایک حرف کا بھی فرق نہیں ہے۔

اس روایت سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (مردوں میں) سب سے پہلے ایمان لانا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح امام احمدؒ نے عفان' حماد بن سلمہ کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے۔ یہی روایت حسن بن عرفہ کے ذریعے ابی بکر بن عیاش اور عاصم بن ابی نجودیہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ' ابوعبداللہ بن بطہ اصفہانی حسن بن جہم' حسین بن فرج' محمد بن عمر' جعفر ابن محمد بن خالد بن زبیر اور آخر الذکر نے اپنے والد کے حوالے سے یا محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے حوالے سے بیان کیا کہ خالد بن سعید بن عاص پہلے مسلمان ہونے والے لوگوں میں سے تھے یعنی ان کا شمار قدماء میں ہوتا ہے لیکن ان سے قبل ان کی بہن مسلمان ہو چکی تھیں۔ خالد بن سعید بن عاص کے ایمان لانے کی بناء یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے خواب میں اپنے آپ کو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے کھڑا ہوا دیکھا تھا۔ واللہ اعلم

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے اس گڑھے سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا۔ وہ اس خواب سے خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئے تھے اور دل میں کہا تھا کہ یہ خواب بالکل سچا ہے۔ پھر جب انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ خواب بیان کیا تو وہ بولے کہ اللہ کے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں آگ سے نکال کر تمہاری بھلائی چاہتے ہیں جب کہ تمہارا باپ اس دم آتش میں گرفتار ہے' اسلام تمہیں اس آگ سے بچانا چاہتا ہے' پس اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپؐ سے دریافت کیا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس کی طرف بلاتے ہیں؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہوں' تم ان پتھروں کی پرستش چھوڑ دو جو نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے نہ فائدہ۔ کیا تم ان کی عبادت کو درست سمجھتے ہو؟''۔

Marfat.com

خالد کہتے ہیں کہ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ سنتے ہی میں نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور آپؐ اس کے رسول ہیں''۔

رسول اللہ ان کے ایمان لانے سے خوش ہوئے لیکن جب اس کے بعد انہوں نے اپنے والد سے اپنے مسلمان ہو جانے کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس سے چھپتے پھرے لیکن جب اس نے انہیں دیکھا تو اپنی چھڑی ان کے ہاتھ پر ماری اور پھر ان کے سر پر اس سے ایسی سخت ضرب لگائی کہ وہ چھڑی ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد وہ ان سے بولا:

''میں تجھے کھانے کو کچھ نہیں دوں گا''۔

یہ سن کر انہوں نے جواب دیا:

''اگر آپ مجھے کھانا نہیں دیں گے تو میرا رزاق مجھے کھلائے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے''۔

یہ کہہ کر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے اور آپؐ نے انہیں عزت کے ساتھ بٹھایا تو وہ آپؐ ہی کے ساتھ رہنے لگے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا قبولِ اسلام

یونس بن بکیر محمد بن اسحٰق کے حوالے سے جو اس وقت مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے مسلمان ہونے کو چھپا رہے تھے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کے بیان کے مطابق ایک دن ابوجہل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صفا کے قریب آمنا سامنا ہوا تو ابوجہل آپ کو مارنے اور گالیاں دینے لگا نیز ساتھ ہی ساتھ آپؐ کے دین کو بھی برے برے ناموں سے یاد کرتا جا رہا تھا۔ اسی راوی کا بیان ہے کہ اسی وقت کہیں حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ابوجہل کے سر پر کمان سے ایک سخت ضرب لگائی۔ اس وقت وہیں بنی مخزوم کے کچھ اشخاص کھڑے ہوئے تھے' وہ ابوجہل کو بچانے کے لیے آگے بڑھے اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے بولے:

''ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم بھی صابی (مسلمان) ہو گئے ہو''۔

یہ سن کر حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا:

''اگر میں یہ کہوں کہ یہ درحقیقت اللہ کے رسول ہیں اور جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں تو کیا تم لوگ مجھے روک سکتے ہو؟ اگر تم میں ہمت ہے اور تم سچے ہو تو ایسا کر کے دکھاؤ''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر ابوجہل ان لوگوں سے بولا:

''چلو جانے دو' میں نے بھی اس کے بھائی کے بیٹے کو مارا اور بری بری گالیاں دی ہیں''۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے تو مسلمانوں کی قوت میں اور اضافہ ہو گیا اور اہل قریش نے آتے جاتے آپ کی مزاحمت کم کر دی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے تھے۔[1]

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب وہاں سے لوٹ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر پہنچے تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی کوشش کی' بولا:

---

[1] مجھ سے کسی نے ان اشعار کا ذکر تو کبھی نہیں کیا نہ مجھے سنائے' البتہ سہیلی نے ''روض الانف'' میں ان اشعار کا ذکر کیا ہے اور اسی کتاب میں ان میں سے ایک قطعہ بھی درج کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے:

''میں نے اللہ کا اسی وقت شکر ادا کیا تھا جب اس نے مجھے دین حق اسلام قبول کرنے کی ہدایت فرمائی''۔ (مؤلف)

Marfat.com

''تم قریش کے سردار ہو کیا تم نے اس صابی (رسول اللہ ﷺ) کے اتباع کا فیصلہ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اس کے دین میں شامل ہونے کا ارادہ کر لیا ہے؟ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ تم مر جاؤ''۔

شیطان سے یہ سن کر انہوں نے اپنے نفس پر قابو پانے کی کوشش کی اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے یہ دعا کی:

''اے اللہ! جو کچھ میں سمجھ رہا ہوں اگر وہ درست ہے تو اس کی صداقت میرے دل میں ڈال دے۔ ورنہ مجھے راہ راست کی ہدایت فرما''۔

اس دعا کے بعد وہ اپنے مکان میں آرام سے سوئے اور شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں سے ان کا دل یکسر خالی ہو گیا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بولے:

''اے میرے بھتیجے! میرے دل میں جو خیالات آ رہے ہیں' میں ان کے بارے میں مشکوک ہوں' جو کچھ میں تمہارے دین کے بارے میں سوچ رہا ہوں اگر وہ سچ ہے تو تم اس کی وضاحت کرو کیونکہ مجھے تمہارے عقائد کے بارے میں تمہاری زبان سے سننے کا بہت اشتیاق ہے''۔

حمزہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے انہیں اسلام کے بارے بارے میں وضاحت سے بتایا اور خدا کے خوف اور بشارت کی بھی باتیں بتائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ان باتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں نور ایمان بخشا تو وہ فوراً بولے:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے جو کچھ فرمایا درست فرمایا' اے میرے بھائی کے بیٹے! آپؐ اپنے دین کا کھل کر اظہار کیجیے' میں بھی اس میں پیش پیش رہوں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس دین کے بارے میں اب تک جو خدشات میرے دل میں تھے میں ان میں مزید گرفتار رہوں میں اس دین کی حمایت میں (ان شاء اللہ) آگے آگے رہوں گا''۔

چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے جنہیں ان سے قبل اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی روشنی سے سرفراز فرمایا تھا۔ بیہقی نے بھی یہ روایت حاکم' عصم' احمد بن عبدالجبار اور یونس بن بکیر کے حوالے سے پیش کی ہے۔

Marfat.com

ابی ذر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ' ابوعبداللہ محمد بن یعقوب الحافظ حسین بن محمد بن زیاد' عبداللہ بن رومی' نضر بن محمد اور عکرمہ بن عمار نے ابی زمیل سماک بن ولید' مالک بن مرثد نے ان کے والد اور ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے بتایا کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں میں چوتھے فرد تھے یعنی ان سے قبل تین دوسرے افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے آپ کو سلام کیا' پھر کہا:

"اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله".

یہ سن کر میں نے دیکھا کہ آپؐ کے چہرے پر مسرت دوڑ گئی۔ یہ روایت مختصراً اسی طرح بیان ہوئی ہے۔ (مؤلف)

ابی ذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں امام بخاریؒ لکھتے ہیں کہ ان سے عمرو بن عباس اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے مثنیٰ' ابی حمزہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر ملی تو وہ اپنے بھائی سے بولے:

"تم ابھی گھوڑے پر سوار ہو کر مکے جاؤ اور اس شخص کو دیکھو جو یہ کہتا ہے کہ وہ خدا کا نبی ہے اور اس کے پاس خدا کی طرف سے پیغام آتے ہیں۔ تم اس کے بارے میں مجھے آ کر بتاؤ"۔

چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھائی مکے گئے اور وہاں سے واپس آ کر انہوں نے وہ باتیں انہیں بتائیں جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں وہاں لوگوں سے اور خود آپؐ سے سنی تھیں نیز انہیں آپؐ کے حسن اخلاق کے بارے میں بھی بتایا تو وہ بولے:

"اچھا! مگر مجھے تمہاری باتوں سے تسلی نہیں ہوئی' میں خود جا کر دیکھتا ہوں"۔

چنانچہ وہ پانی کا صرف ایک مشکیزہ اپنے ساتھ لے کر مکے پہنچے تو انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے سوچا:

"یہ تو کوئی اور شخص ہیں"۔

پھر ایک رات انہیں مکے میں گزری اور دوسرے دن انہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ایک اور شخص ملا لیکن وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں کسی سے سوال کرتے ہوئے جھجکتے رہے۔ پھر اگلا دن بھی اس طرح گزر گیا تو وہ مسجد الحرام پہنچے۔ لیکن پھر بھی آپؐ انہیں نہیں ملے۔ اگلے روز بھی انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ملے لیکن اس روز ان کے آگے خود آنحضرت ﷺ چل رہے تھے۔ ابوذرؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"یہ صاحب جو آپ کے آگے چل رہے ہیں کون ہیں؟"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے:

Marfat.com

''اگر تمہارا ارادہ نیک ہے اور تم یہ وعدہ بھی کرو کہ جو کچھ میں تمہیں بتاؤں گا وہ تم کسی اور کو ابھی نہیں بتاؤ گے تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں''۔

جب ابی ذر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی نیک نیتی کا یقین دلایا اور رازداری کا وعدہ بھی کر لیا تو وہ بولے:

''یہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ اپنے قول میں بالکل سچے ہیں''۔

پھر اگلے دن بھی رسول اللہ ﷺ مسجد حرام کی طرف جا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے پیچھے چل رہے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو میں نے محسوس کیا جیسے صاف شفاف پانی میں تیر رہا ہوں۔ جب میں نے آپؐ کے قریب پہنچ کر آپ کو سلام کیا اور آپؐ نے جو کچھ فرمایا اسے غور سے سنا تو میرا دل نورِ ایمان سے منور ہو گیا''۔

آپؐ نے مجھ سے فرمایا:

''جاؤ، جو تم نے سنا اس سے اپنی قوم کو مطلع کر دو اور وہیں ٹھہر کر انتظار کرو جب تک تمہیں میرا کوئی حکم نہ ملے''۔

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سن کر ابوذر رضی اللہ عنہ بولے:

''آپؐ بے شک اللہ کے نبی ہیں اور آپ کا دعویٰ برحق ہے مگر میں اب اس راز کو دو گھڑی بھی اپنے سینے میں روک کر نہیں رکھ سکتا''۔

یہ کہہ کر وہ آپؐ کے پاس سے چلے آئے لیکن واقعی ابھی دو گھڑی نہیں گزری تھیں کہ وہ پھر مسجد میں پہنچ گئے جب کہ رسول اللہ ﷺ وہاں نہیں تھے اور بآواز بلند بولے:

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله.

یہ کہہ کر وہ مسجد میں کچھ دیر ہی ٹھہرے تھے کہ لوگوں نے انہیں زدوکوب کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ زخمی ہو کر فرش زمین پر گر پڑے۔ یہ دیکھ کر عباس رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور لوگوں سے بولے:

''خدا تمہیں غارت کرے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے ہیں اور تم برائے تجارت شام جانے کے لیے انہیں کے قبیلے کی طرف سے گزرتے ہو؟''۔

عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر ان مشرکوں سے ابوذر رضی اللہ عنہ کا پیچھا چھڑایا لیکن وہ اگلے دن پھر صبح ہوتے ہی مسجد میں آ پہنچے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کا بآواز بلند اعلان کرنے لگے تو لوگ پھر انہیں زدوکوب کرنے لگے۔ چنانچہ اگلے روز بھی عباس رضی اللہ عنہ ہی نے انہیں لوگوں کی مار سے بچایا۔ یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یزید بن ہارون، سلیمان بن مغیرہ نے اور حمید بن ہلال نے عبداللہ ابن صامت کے حوالے

Marfat.com

سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اپنے بھائی کے ساتھ مکے جانے' وہاں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لوگوں کے خیالات سے آگاہ ہونے' مکے میں کئی روز بھوکا پیاسا رہنے اور آخر کار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور پھر مسجد میں اس کا اعلان کر کے مشرکوں کی زدوکوب کا نشانہ بننے اور پھر اپنے قبیلے میں لوٹ کر انہیں اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے اور آخر میں آنحضرت ﷺ کی مکے سے مدینے ہجرت کرنے اور وہاں آپ کی قربت کے واقعات خود ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبانی تفصیل سے بیان کیے جن سے دوسری روایات کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلم نے بھی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعات اپنے طور پر ہدبہ بن خالد اور سلیمان بن مغیرہ کے حوالے سے تفصیلاً بیان کیے ہیں جن میں بہت سے عجیب و غریب واقعات شامل ہیں۔ واللہ اعلم

کتاب البشارات میں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے واقعات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے واقعات کے بعد درج کیے گئے ہیں جن میں بعثت نبوی ﷺ کا ذکر بھی تفصیل سے آیا ہے۔

Marfat.com

حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

مسلم اور بیہقی نے داؤد بن ابی ہند کی یہ روایت عمرو بن سعید' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے پیش کی ہے کہ ضمادؓ جو قبیلہ ازدشنوہ اور اسی نام کی ایک بستی سے تعلق رکھتے تھے جب مکے آئے تو یہاں کے لوگ' ان کی وضع قطع اور اطوار و عادات سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے مکے کے نچلے طبقے کے لوگوں سے سنا کہ محمد (ﷺ) ایک (نعوذ باللہ) پاگل شخص ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے ان سے دریافت کیا:

''یہ شخص کہاں ہے؟''۔

پھر بولے:

''خدا نے چاہا تو میرے ہاتھوں عنقریب اسے شفا حاصل ہو جائے گی''۔

پھر جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو دیکھتے ہی بولے:

''میں انہیں بہت جلد صحت یاب کر دوں گا''۔

ضماد کی زبان سے یہ سن کر آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے:

ان الحمد للّٰہ نحمدہ و نستعینہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ و من یضل فلا ھادی لہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ.

یہ الفاظ آپؐ نے تین مرتبہ اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ سن کر ضمادؓ حیرت سے بولے:

''بخدا میں نے کاہنوں اور جادوگروں کی باتیں سنی ہیں لیکن ایسا کلام کسی سے نہیں سنا''۔

یہ کہہ کر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

''آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں اسلام کے لیے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کروں گا''۔

چنانچہ آپ ﷺ نے ضماد رضی اللہ عنہ سے بیعت لے کر انہیں حلقہ اسلام میں داخل کر لیا۔ پھر آپؐ نے انہیں ان کی قوم میں واپس کر دیا اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی کر دی۔ جب یہ لوگ ازدشنوہ پہنچے تو انہوں نے ایک شخص سے جو اس قوم سے واقف تھا پوچھا:

''تم نے اس قوم کی کوئی خاص بات نوٹ کی ہے؟''۔

Marfat.com

وہ بولا:

''یہ لوگ پاک صاف رہتے ہیں''۔

چنانچہ وہ اس بستی اور قوم میں جا پہنچے جو حضرت ضماد رضی اللہ عنہ کی بستی تھی۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ سوال خود حضرت ضماد رضی اللہ عنہ سے کیا گیا تھا اور انہیں نے وہی جواب دیا تھا جو اوپر درج کیا گیا۔ یہ روایت ہم نے بحر القاموس سے لی ہے۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ اسلام'' میں ان عرب رودادوں کے نام اور احوال وکوائف تفصیل سے بیان کیے ہیں جو اوائل اسلام میں مسلمان ہوئے تھے۔

ابن اسحاق نے اوائل اسلام میں ایمان لانے والے صحابیوں اور صحابیات کے نام بالترتیب اس طرح دیئے ہیں:

''ابو عبیدہ اور ابو سلمہ' ارقم بن ارقم' عثمان بن مظعون' عبیدہ بن حارث' سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ بنت خطاب' اسماء بنت ابی بکر' اور عائشہ بنت ابو بکر رضی اللہ عنہم جو اس وقت نو عمر تھیں' قدامہ بن مظعون اور عبداللہ بن مظعون' خباب بن ارت' عمیر بن ابی وقاص' عبداللہ بن مسعود' مسعود بن قاری' سلیط بن عمرو' عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کی بیوی اسماء بنت سلمہ [1] بن مخرمہ تمیمی' خنیس بن حذافہ' عامر بن ربیعہ' عبداللہ بن جحش یا احمد بن جحش' جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس' حاطب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار' معمر بن حارث بن معمر جمحی' سائب بن عثمان بن مظعون' مطلب بن ازہر بن عبد مناف اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن صبیرہ بن سعید بن سہم' نہام جن کا پورا نام نعیم بن عبداللہ بن اسید ہے' ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ' خالد بن سعید' امینہ بنت خلف بن سعد بن عامر بن بیاضہ بن خزاعہ' حاطب بن عمرو بن عبد شمس' ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ' واقد بن عبداللہ بن عرین بن ثعلبہ تمیمی جو بنی عدی کے حلیف تھے' خالد ابن بکیر اور عامر بن بکیر اور عاقل بن بکیر نیز ایاس بن بکیر بن عبد یالیل بن تاشب بن غیرہ جو بنی سعد بن لیث میں سے تھے (عاقل بن بکیر کا نام پہلے غافل تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر عاقل رکھ دیا تھا) یہ لوگ ہی عدی بن کعب کے حلیفوں میں سے تھے' عمار بن یاسر' صہیب بن سنان رضی اللہ عنہم۔ اس کے بعد دوسرے لوگ ان وفود کے ذریعہ مسلمان ہوئے جو مکے سے بھیجے گئے تھے جس کے بعد اسلام کو مکے کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی استقامت حاصل ہوئی''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بعثت کے تین سال بعد اگرچہ کھل کر اسلام کے اظہار کا حکم دے دیا تھا لیکن پھر بھی مسلمان مشرکین کی طرف سے اذیت کے خوف سے پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں ان سے چھپ چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے ذریعہ دوسرے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سب کے سامنے نماز پڑھا کریں

---

[1] ابن ہشام کی کتاب ''سیرت'' میں ان کا نام اسماء بنت سلامہ بن مخرمہ تمیمیہ لکھا ہے۔

Marfat.com

اور کافروں کی طرف سے جو انہیں اذیت پہنچے اس پر صبر کیا کریں۔ جو لوگ پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ چھپ کر نماز پڑھا کرتے تھے ان میں سعد بن ابی وقاص بھی شامل تھے۔ ایسے ہی ایک موقع پر کچھ مشرک بھی وہاں آ نکلے اور مسلمانوں پر گالیوں کے ساتھ قاتلانہ حملہ کر دیا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو قتل بھی کر دیا۔ اسی موقع پر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان مشرکین میں سے ایک کو جو اونٹ کی طرح لحیم شحیم تھا داڑھی پکڑ کر پچھاڑا اور اتنا مارا کہ وہ مر گیا۔ اس قتل کو اگر قتل کہا جا سکتا ہے تو یہ اسلام آنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں پہلا قتل تھا۔

اموی نے وقاص کی طرح اپنی کتاب ''مغازیہ'' زہری' عامر بن سعد اور ان کے والد کے حوالے سے اس واقع کو کافی تفصیل سے لکھا ہے کہ ان مشرکین میں جنہوں نے اس پہاڑی گھاٹی میں نماز پڑھنے والے مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ ایک مشجوج بھی تھا جس کا پورا نام (خدا کی اس پر لعنت ہو) عبداللہ بن خطل تھا۔

Marfat.com

باب ۲

ابلاغِ رسالت کے لیے حکم خداوندی

جاہلوں، دشمنوں اور جھوٹوں پر اتمام حجت کے ساتھ ساتھ خداوند تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور تمام عام وخاص مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اس کے بعد آپؐ اور آپؐ کے اصحاب ایسے لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں اور تکلیفوں کو برداشت کریں اور صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ..... اِنَّهٗ هُوَالسَّمِیْعُ الْعَلِیْم ﴾ تک

یعنی جس نے آپؐ پر تبلیغ دین فرض کی اور احکام قرآنی کو اس کے بندوں تک پہنچانا واجب ٹھہرایا تا کہ وہ آپؐ کے ذریعہ اپنی عاقبت سے آگاہ ہو جائیں وہ اس بارے میں آپؐ سے سوال کرے گا اور یہ بھی فرمایا:

﴿ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

اس سلسلے میں اور بھی بہت سی آیات قرآنی اور احادیث نبوی (ﷺ) موجود ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب تفسیر میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے جہاں سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کے حکم:

﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾

کی تفسیر پیش کی گئی ہے اور وہیں جملہ متعلقہ احادیث بھی بیان کر دی گئی ہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن نمیر نے اعمش، عمرو بن مرہ اور سعید بن جبیر کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیہ شریفہ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو بآواز بلند بلایا تو جو لوگ وہاں جمع ہوئے آپؐ نے ان سے فرمایا:

''اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر اور اے بنی کعب اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں دشمن جمع ہو گئے ہیں اور تم پر حملہ کرنے والے ہیں تو بتاؤ کہ کیا تم میری اس اطلاع کو درست سمجھو گے؟''۔

آپؐ کے اس سوال کے جواب میں ان سب نے اثبات میں جواب دیا تو اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''تو پھر سمجھ لو کہ (تمہارے کفر کی وجہ سے) میرے پاس تمہارے لیے سخت عذاب کی اطلاع ہے''۔

یہ سن کر ابولہب بولا

''(نعوذ باللہ) تو ہمیشہ برباد رہے، کیا تو نے بس یہی سنانے کے لیے یہاں بلایا تھا؟''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول ابولہب کے انہی نازیبا کلمات کے بعد قرآنی سورت:

﴿ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ..... الخ ﴾

Marfat.com

الخ نازل ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں اعمش کی روایت کا استخراج اسی آیہ شریفہ سے ہے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے معاویہ بن عمرو زائدہ اور عبدالملک بن عمیر نے موسیٰ بن طلحہ اور ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کی بیان کردہ روایت یہ ہے کہ جب آیت:

﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾

نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش عوام وخواص سب لوگوں کو بلا کر ارشاد فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی کعب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی ہاشم! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے بنی عبدالمطلب! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اے فاطمہؓ بنت محمدؐ اپنے آپ کو آگ سے بچا۔ کیونکہ خدا کی قسم میں تمہارے لیے حکم خداوندی کے خلاف سوائے اس کے کچھ نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے رحم اور بلاؤں سے محفوظ رکھنے کی دعا کروں''۔

اس روایت کو مسلم نے عبدالملک بن عمیر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ صحیحین میں یہ روایت زہری کی زبانی سعید بن مسیبؒ، ابی سلمہ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کی گئی ہے اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بطریق معلوم مسند امام احمدؒ وغیرہ میں بھی آئی ہے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے وکیع بن ہشام نے اپنے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آیت: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ اتری تو رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا:

''اے فاطمہؓ بنت محمد! اے صفیہؓ بنت عبدالمطلب! اور اے بنی عبدالمطلب! میں خدا کے سامنے تمہاری طرف داری نہیں کر سکتا۔ البتہ جو میرے پاس ہے تم اس کا مجھ سے سوال کر سکتے ہو''۔

یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ حافظ ابوبکر بیہقی اپنی کتاب ''دلائل'' میں فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن عبدالحافظ' ابوالعباس محمد بن یعقوب' احمد بن عبدالجبار اور یونس بن بکیر نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے عبداللہ بن حارث بن نوفل کا ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے سنا ہوا یہ واقعہ بیان کیا کہ جب یہ آیت یعنی: ﴿ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کے بقول آپؐ نے یہ سمجھا کہ آپ کی قوم میں جو برائیاں ہیں ان سے آپ کو خوف دلایا گیا اور آپ کے نزدیک آپ کی قوم میں جو جو برائیاں ہیں ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

''اس آیت کی وضاحت اس وقت ہوئی جب حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر مجھ سے کہا: ''اے محمد! (ﷺ) اگر آپؐ خدا کے اس حکم پر عمل نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھی آگ کا عذاب دے گا''۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''اے علیؓ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی عزیزوں کو اس کے خوف سے ڈر کر قبول اسلام کی ہدایت کروں۔ چنانچہ تم یوں کرو کہ ایک بڑے برتن ایک صاع (عربی وزن تقریباً برابر

Marfat.com

ایک سیر) کھانا لاؤ اور ایک برتن میں دودھ لاؤ تاکہ ہم انہیں اسلام کی دعوت دینے سے قبل کچھ کھلا پلا بھی سکیں اس کے بعد تم بنی عبدالمطلب کو میری طرف سے بلا کر جمع کرلو"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"آپؐ کے اس ارشاد کی میں نے تعمیل کی تو جو لوگ جمع ہوئے ان کی تعداد چالیس یا ان سے ایک کم یا ایک زیادہ تھی جن میں ابوطالب، حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ کے علاوہ خبیث ابولہب بھی شامل تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے وہ برتن لیا جس میں کھانا تھا اور اسے لے کر حاضرین میں تقسیم کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ اسی کھانے سے سب نے پیٹ بھر کر کھایا"۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

"اے علیؓ! اب انہیں دودھ بھی دو"۔

چنانچہ میں نے ان سب کو دودھ دیا اور ان سب نے سیر ہو کر دودھ بھی پیا۔ بخدا میں نے اتنے تھوڑے سے کھانے سے اتنے لوگوں کو سیر ہو کر کھاتے پیتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب یہ لوگ سیر ہو کر کھا پی چکے تو ابولہب بولا:

"لوگو! تم نے دیکھا کہ اس شخص نے تم پر کیسا جادو کیا اور جادو کا تماشہ تمہیں دکھایا ہے"۔

اس کی مراد ایک معمولی برتن سے چالیس آدمیوں کا سیر ہو کر کھا لینا اور اسی ایک چھوٹے سے برتن سے اتنے ہی لوگوں کا سیر ہو کر دودھ پینا تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے اگلے روز رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہی حکم دیا جو اس سے پہلے روز دے چکے تھے یعنی اسی طرح آپؐ نے مجھ سے ایک برتن میں دودھ منگوا کر میرے ہی ذریعہ بنی عبدالمطلب کو جمع کیا اور پہلے روز کی طرح انہیں ایک ہی برتن سے آپؐ نے کھانا اور دودھ تقسیم کیا جسے انہوں نے سیر ہو کر کھایا پیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اس سے پہلے میں نے اپنی آنکھ سے ایسی کوئی دعوت نہیں دیکھی تھی جس میں ایسے معمولی ایک ایک برتن سے اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے سیر ہو کر کھایا پیا ہو لیکن ابولہب نے اس روز بھی وہی کچھ کہا تھا اور پہلے دن کی طرح لوگ پھر اٹھ کر چلے گئے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اگلے روز اس سے اگلے روز مجھے حکم دے کر یہی عمل دہرایا اور ابولہب آپؐ کے اس معجزے کو جادو بنا کر لوگوں کو بہکاتا اور انہیں آپ کا ارشاد سننے لوگوں کو منتشر ہونے کے لیے کہتا رہا تا آنکہ آپؐ نے آخری دن لوگوں سے فرمایا:

"اے بنی عبدالمطلب! میں نہیں جانتا کہ قوم عرب کا کوئی جوان اپنی قوم میں اس چیز سے بہتر کوئی چیز لایا ہو جو میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیونکہ میں دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے احکام لے کر آیا ہوں"۔

اسی طرح یہ روایت بیہقی نے یونس بن بکیر کے ذریعہ ابن اسحٰق اور ایک بزرگ جن کے نام میں مجھے ابہام معلوم ہوتا ہے اور عبداللہ بن حارث کے حوالے سے بیان کی ہے نیز بیہقی روایت ابوجعفر بن جریر نے محمد بن حمید رازی، سلمہ بن فضل الابرش محمد بن اسحٰق، عبدالغفار، ابومریم بن قاسم، منہال بن عمرو، عبداللہ بن حارث، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد:

Marfat.com

انی جئتکم بامر الدنیا و الآخرۃ.

میں لفظ ''خیر'' کا اضافہ کیا ہے اور یہ الفاظ بھی بڑھائے ہیں:

''مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں۔ اب بتاؤ کہ اس سلسلے میں میرا بھائی بن کر کون میری مدد کرے گا؟''۔ وغیرہ وغیرہ

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر کسی نے نہ آپ کی طرف سے چار روز تک کھانے پینے کا کچھ خیال کیا نہ عزیز داری اور آپؐ سے قربت کا کچھ خیال بلکہ سب کے سب بڑی بے اعتنائی سے منہ پھیر کر چل دیئے۔ اس پر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں آپ کی مدد اور حمایت کے لیے تیار ہوں''۔

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کلائی پکڑ کر فرمایا:

''یہ میرا بھائی اور میرا وزیر ہے' اب تم اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو''۔

آپ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر سب لوگ ہنسنے لگے اور ابوطالب سے بولے:

''کیا اب ہمیں (تمہارے بھتیجے کے علاوہ) تمہارے بیٹے کی بات سننی اور اس کی اطاعت کرنا پڑے گی؟''۔

اس روایت پر ابن قاسم ابومریم نے خاص طور پر زور دیا ہے لیکن اس پر علی بن مدینیؒ وغیرہ نے کذاب غالی شیعہ ہونے کی تہمت لگا کر اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ذکر ہے اسے اس کی من گھڑت بتایا ہے اور کچھ دوسرے راویوں نے بھی اسے ''حدیث ضعیف'' ٹھہرایا ہے۔ تاہم ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اپنے والد حسین بن عیسیٰ بن میسرہ حارثی' عبداللہ بن قدوس' اعمش' منہال بن عمرو اور عبداللہ بن حارث کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنی ہاشم کو جمع کرنے کے لیے کہا اور مجھ سے ایک برتن میں کھانا اور ایک برتن میں دودھ لانے کے لیے فرمایا جب میں نے بنی ہاشم کو بلا کر وہاں جمع کر لیا تو آپؐ نے پہلے انہیں اسی ایک برتن سے کھلایا اور اسی ایک برتن سے دودھ پلایا جن کی تعداد چالیس یا ان سے ایک کم یا ایک زیادہ ہوگی جو ماجرا میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا اور جب وہ سیر ہو کر کھا پی چکے تو آپؐ نے ان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے خود کو رسول فرما کر ان سے کہا کہ تم سب ہی یوں تو میرے قریبی عزیز ہو لیکن تم میں سے کون شخص میرا بھائی بن کر اشاعت اسلام میں میری مدد کرے گا؟ یہ سن کر سب لوگ خاموش رہے۔ عباسؓ غالباً اس لیے چپ رہے کہ شاید آپؐ ان سے کسی مالی امداد کے طالب تھے۔ میں بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سن وسال اور اپنی نوعمری کے خیال سے خاموش رہا لیکن جب آپؐ نے وہی سوال پھر دہرایا اور سب کے علاوہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے تو میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں''۔

آپؐ نے حیرت سے میری طرف دیکھ کر فرمایا: ''تم؟''۔

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''میری عمر تو اس وقت کم تھی لیکن میں جسمانی لحاظ سے کافی تنومند تھا۔ میری بات سن کر آپؐ نے اظہار مسرت فرمایا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی اس روایت میں سب باتیں وہی ہیں جن کا ذکر پہلی روایت کے حوالے سے سطور بالا میں کیا جا چکا ہے ماسوا اس کے کہ اس میں عباسؓ والی بات کا ذکر نہیں ہے۔ امام احمدؒ نے اپنی مسند میں عباد بن عبداللہ اسدی اور ربیعہ بن ناجذ کی بیان کردہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی اس طرح پیش کی ہے جیسے وہ اس کے عینی شاہد ہوں۔ واللہ اعلم

امام احمد کی اس روایت سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی عزیزوں سے شاید اس لیے کہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ابلاغ رسالت کی بنا پر آپ کو کوئی قتل کر دے تو اشاعت اسلام کی ذمہ داری آپ کی وفات کے بعد کون لے گا اور مشرکین عرب کو راہِ راست پر لانے کے علاوہ خود بنی ہاشم کی اصلاح کا بیڑا کون اٹھا سکتا ہے؟ بہر حال آپ کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ ..... مِنَ النَّاسِ ﴾ تک

اس حکم سے اللہ تعالیٰ کا بدیہی منشا یہ تھا کہ آپ رات دن، صبح و شام، محفلوں میں یا لوگوں کے چھوٹے مجمعوں میں خواہ ان میں اپنے ہوں یا غیر، حج کے موقعوں پر بھی طاقت ور یا کمزور اور ضعیف لوگوں کا لحاظ کیے بغیر آپؐ اپنی رسالت کی ذمہ داریوں کو پوری طرح انجام دیں اور یہ کہ اس سلسلے میں خود اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے بغیر کسی خوف و خطر کے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر پورا پورا عمل فرمایا حالانکہ مشرکین مکہ میں دوسروں کے علاوہ خود آپ کا چچا ابولہب سب سے زیادہ آپ کا درپے آزار بلکہ دشمن جاں ہو گیا تھا۔ ابولہب کا پورا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا، اس کی بیوی ام جمیل اروٰی بنت حرب بن امیہ تھی جو ابوسفیان کی بہن تھی۔ ابولہب کو آپ کی مخالفت کرنے اور آپ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے سے باز رکھنے میں سب سے آگے آپؐ کے ایک دوسرے چچا ابوطالب تھے جو ویسے بھی طبعاً نیک اور رحمدل تھے۔ اس کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل میں اتباع شریعت اور دین کی قبولیت سے قطع نظر آپ کی محبت اور حمایت کا جذبہ پیدا کر دیا تھا ان کے اندر اپنی قوم کے دین پر جمے رہنے کے باوجود آپ کی امداد اور حمایت کا جذبہ اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مشرکین یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی امداد و حمایت پر ہمہ وقت آمادہ رہتے تھے ان کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے اور ان کے احترام کو پس پشت ڈال کر ان کو برا بھلا کہنے تک کی جرأت نہیں کرتے تھے اسی بناء پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپؐ کے دو چچاؤں ابوطالب اور ابولہب میں سے ہر چند کہ ان میں سے ایک نے دین اسلام قبول نہیں کیا تھا اول الذکر کو ممکن ہے اللہ تعالیٰ عذاب جہنم سے محفوظ رکھے لیکن دوسرے یعنی ابولہب کو یقیناً دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں جگہ ملے گی جو قول باری تعالیٰ:

﴿ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّ امْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴾

سے صاف ظاہر ہے اور اس ذکر تمام اسلامی مجالس اور مواعظ خطبات میں آج تک ہوتا رہتا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابراہیم بن ابی عباس اور عبدالرحمٰن بن ابی زنادؒ نے اپنے باپ کے حوالے سے زمانہ

Marfat.com

جاہلیت کے ایک شخص کا جسے بنی دیل کے لوگ ربیعہ بن عباد کہتے تھے اور وہ بعد میں مسلمان ہوگیا تھا یہ قول بیان کیا کہ اس نے زمانہ جاہلیت میں ایک روز ذی مجاز کے بازار میں رسول اللہ ﷺ کو لوگوں سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''اے لوگو! تم لا الہ الا اللہ کہو تو فلاح پاؤ گے''۔

جب کہ اسی بازار میں ایک دوسرا شخص جو بھنگا تھا اور اس کے رخساروں میں گڑھے پڑے ہوئے تھے یہ کہہ رہا تھا:

''لوگو! اس کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ دیوانہ ہے اور (نعوذ باللہ) جو چاہتا ہے بکتا رہتا ہے''۔

یہ دوسرا شخص وہی ابولہب تھا جس نے اس سے قبل جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنو ہاشم کو جمع کرنے اور انہیں صرف ایک ہی پیالے سے کھلانے اور صرف ایک معمولی سے پیالے سے دودھ پلانے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول انہوں نے اس سے قبل کبھی اس قدر تھوڑی مقدار میں کھانے اور دودھ سے اتنی کثیر تعداد کے لوگوں کو سیر ہو کر کھاتے پیتے نہیں دیکھا تھا اور جیسا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے یہ واقعہ یکے بعد دیگرے چار روز تک پیش آیا لیکن جب آپ بنی ہاشم سے کچھ کہنے لگے تو ہر بار لوگوں سے یہی کہا تھا:

''لوگو! تم اس کھانے اور دودھ کی اس ذرا سی مقدار سے سیر ہو کر کھانے پینے سے اندازہ لگا لو کہ یہ شخص کتنا بڑا جادوگر ہے''۔

اسی وجہ سے اس سے قبل کہ رسول اللہ ﷺ بنی ہاشم سے کچھ فرماتے وہ ہر بار آپ کی زبان مبارک سے کچھ سنے بغیر منتشر ہو جاتے تھے۔ یہی روایت بیہقی نے عبدالرحمٰن بن ابی ناد کے حوالے سے اسی طرح پیش کی ہے۔ بیہقی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے ابو طاہر فقیہ' ابوبکر محمد بن حسن قطان' ابوالفہر' محمد بن عبداللہ انصاری اور محمد بن عمر نے محمد بن منکدر اور ربیعہ دیلی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے رسول اللہ ﷺ کو بازار ذی مجاز میں دیکھا اور یہ دیکھا کہ لوگ آپ کے پیچھے قدم قدم چلے جا رہے تھے اور آپ انہیں اللہ کی طرف بلا رہے تھے۔ اس نے آپ کے پیچھے پیچھے اسی حلیے کے ایک شخص کو چلتے دیکھا جس کا ذکر سطور بالا میں آچکا ہے۔ وہ کہتا جا رہا تھا:

''لوگو! یہ شخص کہیں تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھیر نہ دے' تم اس کی بات مت سنو''۔

راوی کہتا ہے:

''میں نے لوگوں سے پوچھا: ''یہ کون شخص ہے؟''۔

تو وہ بولے: ''یہ ابولہب ہے''۔

بیہقی نے اس روایت کو شعبہ کے ذریعے اشعث بن سلیم کے حوالے سے یوں بھی بیان کیا ہے کہ بنی کنانہ کے ایک شخص نے بازار ذی المجاز میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

''لوگو! کہو لا الہ الا اللہ' تم فلاح پاؤ گے''۔

اس شخص نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے پیچھے ایک اور شخص چلا جا رہا تھا۔ اور آپ پر مٹی پھینکتا ہوا یہ کہتا جاتا تھا:

Marfat.com

''لوگو! یہ شخص کہیں تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھیر نہ دے کہ تم لات وعزیٰ کی عبادت کرنا چھوڑ دو''۔

اور دوسری روایت میں اس شخص کا نام اگرچہ ابوجہل بتایا گیا ہے لیکن جیسا کہ پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے یہ شخص (اس پر خدا کی لعنت ہو) ابولہب ہی تھا۔ اس کی جملہ باتوں اور حرکات قبیحہ کا ذکر ہم آگے چل کر ان شاء اللہ اس کی وفات کے ذکر کے ساتھ کریں گے جو غزوۂ بدر کے بعد ہوئی۔ (مؤلف)

ابولہب کی ان حرکات کے برعکس ابو طالب میں فطری طور پر آنحضرت ﷺ کے لیے انتہائی شفقت تھی جو آپؐ کے معاملات میں ان کے اموال واقوال سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے اور ان کے اس اعتماد واستقلال سے بھی جو انہوں نے آپؐ کے اور آپؐ کے ساتھیوں کی حمایت وامداد میں ظاہر کیا۔ یونس بن بکیر، طلحہ بن یحییٰ اور عبداللہ بن موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ:

ایک دن قریش کے کچھ لوگ ان کے والد ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں اور ہماری عبادت گاہوں کو برا بھلا کہتا ہے اور انہیں تباہ وبرباد کرنے کی فکر میں ہے حالانکہ وہ ہمیں میں سے ہے۔ پھر وہ ہمارا بدخواہ کیوں ہے؟''۔

ان سے یہ سن کر ابو طالب نے عقیل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان لوگوں کو آپؐ کے پاس لے جائیں اور جو بات یہ لوگ کہتے ہیں وہ انہیں بتا دیں۔ عقیلؓ کہتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر ایک تمس یا خمس یعنی ایک چھوٹے سے مکان میں گئے۔ اس مکان سے رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو اس وقت باہر سخت دھوپ پڑ رہی تھی اور بڑی گرمی تھی۔ آپ کو دیکھ کر ان لوگوں نے کہا:

''کیا یہی تمہارے چچا کا بیٹا ہے جو ہمارے بتوں اور ہمارے عبادت خانوں کو برا بھلا کہتا ہے؟''۔

یہ کہہ کر وہ آپ کی طرف جھپٹے، لیکن آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر بآواز بلند فرمایا:

''لوگو! کیا تم اس سورج کو دیکھ رہے ہو؟''۔

وہ لوگ بولے: ''ہاں''۔

ان سے آپؐ نے فرمایا:

''کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے شعلوں سے تمہیں جلا کر خاک کر دے۔ لیکن میں ایسا نہیں چاہتا حالانکہ میرے لیے یہ بالکل ممکن ہے''۔

جب ان لوگوں نے عقیل رضی اللہ عنہ کے والد یعنی ابو طالب سے یہ بات کہی تو وہ بولے:

''میرا بھتیجا قطعاً جھوٹ نہیں کہتا''۔

یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ بخاری نے اپنی مرتب کردہ تاریخ میں محمد بن علا اور یونس بن بکیر کے حوالے سے یہ روایت بھی پیش کی ہے۔ بیہقی نے بھی حاکم، عصم اور احمد بن عبدالجبار کے حوالے سے بالکل انہی الفاظ میں یہ روایت بیان کی ہے۔

Marfat.com

بیہقی کی یونس کے ذریعہ ابن اسحٰق کے حوالے سے یہ روایت بھی ہے کہ آخر الذکر کہتے ہیں کہ ان سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا کہ جب مشرکین قریش ابی طالب کے پاس آنحضرت ﷺ کے خلاف مذکورہ بالا شکایت لے کر آئے تو انہوں نے آپؐ سے کہا کہ قریش آپؐ کے خلاف یہ شکایت لے کر آئے تھے تو تم جو کچھ بھی تمہارا مذہب ہو اسے علی (رضی اللہ عنہ) اور اپنے آپ تک محدود رکھو اور دوسرے لوگوں کو شکایت کا موقع نہ دو بلکہ مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں یہ سن کر آپؐ نے تھوڑی دیر کچھ غور کیا' پھر یہ سوچ کر کہ اب آپ کو اپنے چچا کے پاس قیام کرنا بھی ناممکن ہوگا لیکن جو بھی ہو آپؐ نے ان سے کہا:

''اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں اظہار حق سے باز نہیں رہ سکتا''۔

یہ کہہ کر آپ آب دیدہ ہو گئے' یہ دیکھ کر جناب ابو طالب نے آپؐ سے کہا:

''جو کچھ میں نے کہا اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہوں یا تمہاری حمایت سے ہاتھ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ جو تم کہتے ہو سچ ہے تو پھر جو تم پسند کرتے رہو' میں آئندہ تمہیں کبھی اپنی بات ماننے پر مجبور نہیں کروں گا''۔

اس سلسلے میں جناب کے کچھ اشعار بھی آج تک مشہور چلے آتے ہیں اور بیہقی نے بھی ان اشعار کا ذکر کیا ہے جن سے جناب ابو طالب کا آپؐ کے ساتھ شفقت و محبت اور ہمیشہ آپ کی حمایت پر آمادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ یونس بن بکیر کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن اسحٰق اور چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا مصر کے ایک بوڑھے شخص نے عکرمہ اور ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کے حوالے سے ایک طویل قصہ بیان کیا تھا جس میں مشرکین مکہ اور آنحضرت ﷺ کے مابین اختلافی واقعات کا ذکر تھا اور یہ بھی کہ جب آپؐ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا تو ابو جہل بن ہشام نے قریش مکہ کو جمع کر کے ان سے کہا تھا:

''تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (ﷺ) ہمارے دین ہی کو نہیں بلکہ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتا اور ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں دیتا ہے۔ چنانچہ آج میں نے یہ پختہ ارادہ کیا ہے کہ کل صبح ہوتے ہی ایک بڑا پتھر لے کر اس کی تاک میں بیٹھ جاؤں گا اور وہ جیسے ہی حرم میں نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں جائے گا میں اس کا سر اس بڑے پتھر سے پاش پاش کر دوں گا تاکہ بنو عبد مناف پہلے کی طرح اپنے دیوتاؤں کی پرستش سکون و اطمینان سے کرتے رہیں''۔

چنانچہ اگلی صبح جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے حسب معمول خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے تو اس وقت قیام آپ حجر اسود اور حجر یمانی کے درمیان کھڑے تھے اور آپ کا رخ شام کی طرف تھا جب کہ خانہ کعبہ درمیان میں تھا اور جب آپ سجدے میں گئے تو ابو جہل جو ایک طرف چھپا ہوا تاک میں بیٹھا تھا پتھر لے کر آپ کی طرف بڑھا۔ اس وقت کچھ دوسرے مشرکین قریش بھی ایک گوشے میں چھپے ہوئے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے لیکن جب ابو جہل نے پتھر آپؐ کے سر مبارک پر مارنا چاہا تو وہ پتھر اس کے ہاتھوں میں ایسا چپکا کہ وہ اسے بصد ہزار کوشش پھینکنے پر قادر نہ ہو سکا بلکہ خوف سے کانپتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا تو

Marfat.com

دوسرے لوگوں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا: ''کیا ہوا ہے؟''۔ ان کے اس سوال پر اس نے پتھر کا اپنے ہاتھ سے چپک جانے کا ماجرا بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ ایک لحیم شحیم اونٹ اس کی طرف لپکا تھا اور اگر وہ بھاگ نہ آتا تو وہ خوف ناک اونٹ اپنے کھلے ہوئے منہ میں اس کا سر لے کر اسے ضرور چبا ڈالتا۔ اس نے ان سے یہ بھی کہا کہ اس ہیئت کا اونٹ اس نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ راوی نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بقول ابوجہل نے جسے اونٹ سمجھا تھا وہ جبریل علیہ السلام تھے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ابوجہل آپؐ کے سر پر پتھر مارتا تو ملائکہ اسے روک لیتے' تاہم اسے اس حرکت سے جبریل علیہ السلام ہی نے باز رکھا تھا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبداللہ الحافظ' ابونضر' عثمان دارمی' عبداللہ بن صالح اور لیث بن سعد' نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ' آبان بن صالح' علی بن عبداللہ اور ان کے والد نیز عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر کے بقول جب رسول اللہ ﷺ اس روز نماز کے لیے خانہ کعبہ تشریف لے گئے تھے اور ابوجہل (اس پر خدا کی لعنت ہو) آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا تھا تو وہ بھی کسی نہ کسی طرح آپؐ کے ساتھ ہو لیے تھے اور جب ابوجہل آپ کی تاک میں بیٹھا تھا تو انہوں نے آپ کو اس کے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا لیکن ان کے دل میں یہ خیال بھی تھا کہ اس روز کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ اسی لیے وہ آپ کو ابوجہل کے ارادے سے آگاہ کرنے کے باوجود آپؐ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا تھا تاکہ حتی الامکان آپ کو ابوجہل کی حرکت سے محفوظ رکھنے کی کوشش کر سکیں۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

رسول اللہ ﷺ نے نماز کی نیت باندھ کر آیت قرآنی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾ کے بعد ﴿کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی﴾ کے قرآنی الفاظ تلاوت فرمائے اور میں نے کچھ لوگوں کو ابوجہل سے یہ کہتے سنا: ''اے ابوحکم' دیکھ لو یہی محمدؐ ہیں''۔ اور اس نے یہ جواب دیا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں اور دیکھ نہیں رہے ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں''۔ تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ان قرآنی الفاظ میں لفظ ''انسان'' سے مراد واقعتہً اس وقت صرف ابوجہل ہی تھا''۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بقول ان آیات کی تلاوت کے بعد آنحضرت ﷺ (رکوع و قیام کے بعد) سجدے میں چلے گئے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرزاق اور معمر نے عبدالکریم اور عکرمہ کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی کہ جب ابوجہل پتھر لے کر آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھا تھا اور آپؐ اس وقت خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو خود آپؐ کے بقول آپ کو پہلے سے اس کی اطلاع ہو گئی تھی اور یہ کہ بفرض محال ابوجہل پتھر پھینکنے میں کامیاب بھی ہو جاتا تو ملائکہ اسے (پتھر کو) راستے ہی میں یقیناً روک لیتے۔

بخاریؒ نے بھی یہ روایت یحییٰ اور عبدالرزاق کے حوالے سے بیان کی ہے داؤد بن ابی ہند عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے

Marfat.com

حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب اس روز آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے تو ابوجہل نے آپ کے قریب آ کر کہا تھا:

''اے محمدؐ! میں تمہیں نماز ہرگز پڑھنے نہیں دوں گا۔ کیونکہ تم نماز میں جس احد (اللہ) کا ذکر کرتے ہو وہ کہیں نہیں ہے اور دوسرے بھی مجھ سے یہی کہتے ہیں اب تم مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ تم اپنے اللہ سے کہو کہ وہ تمہیں مجھ سے بچا لے''۔

تاہم آپ کو اس کے ارادے کی پہلے ہی سے خبر تھی اور جبریل علیہ السلام آپ کو خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

﴿ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾

سنا گئے تھے۔ چنانچہ اگر آپؐ اللہ سے بطور دعا یہی الفاظ کہتے تو یقیناً ابوجہل پر عذاب الٰہی نازل ہو جاتا۔

امام احمدؒ، ترمذیؒ اور نسائی نے بھی داؤد (ابوداؤد) کی طرح یہ روایت پیش کی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان سے اسماعیل بن یزید ابوزید اور فرات نے عبدالکریم' عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ابوجہل کا یہ قول بھی بیان کیا ہے:

''اگر میں محمد کو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیتا تو یقیناً ان کی گردن اڑا دیتا''۔

روایت کے مطابق ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا:

''چاہے مجھ پر کوئی عذاب آتا یا جو کچھ بھی ہوتا''۔

ابوجعفر بن جریر کہتے ہیں کہ ان سے ابن حمید' یحییٰ بن واضح اور یونس بن ابی اسحاق نے ولید بن عیذار اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان یہ ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا:

''اگر میں نے محمد (ﷺ) کو یہاں پھر نماز پڑھتے دیکھا تو میں اسے قتل کر دوں گا''۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وحی نازل فرمائی:

﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ﴾

حتیٰ کہ یہ آیت:

﴿ نَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴾

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی تو ابوجہل سے پوچھا گیا:

''اب تمہیں انہیں قتل کرنے سے کون سی چیز مانع ہے؟''۔

تو اس نے جواب دیا:

''میرے اور اس کے درمیان بہت سے کتبوں کی سیاہی حائل ہو گئی''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر ابوجہل بالفرض کوئی ایسی حرکت کرتا بھی تو خدا کی قسم ملائکہ آسمان سے نازل ہو کر اسے پکڑ لیتے اور پھر یہ تماشا وہاں موجود سب لوگ دیکھتے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے ابن عبدالاعلیٰ اور معتمر نے اپنے باپ یعنی آخر الذکر

Marfat.com

کے باپ نعیم بن ابی ہند' ابی حازم اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بقول جب ابوجہل سے پوچھا گیا کہ آیا اس نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا حالانکہ آپ کو سب دوسرے لوگ دیکھ رہے تھے تو وہ بولا:

''لات وعزیٰ کی قسم میں نے اسے نماز پڑھتے تو دیکھا لیکن اس طرح کہ اس کا سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے اگر اس کا سر اوپر ہوتا تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دیتا۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے اور میرے درمیان آگ کی ایک خندق حائل ہے''۔

حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ میں آ کر حسبِ معمول نماز پڑھی تھی۔ ویسے جب ابوجہل سے پوچھا گیا تھا تو اس نے نہ صرف آپؐ کے اور اپنے درمیان آگ سے بھری خندق کا ذکر کیا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ اس نے آپؐ کے گرد اور عقب میں بہت سے (مہیب) پرندے بھی دیکھے تھے۔ اس بیان کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دفعہ) ارشاد فرمایا:

''اگر وہ (ابوجہل) میرے قریب آتا تو ملائکہ اس کے جسم کا ہر عضو الگ الگ کر کے اس کے چیتھڑے اڑا دیتے''۔

آنحضرت ﷺ نے آیت (جو مجھے معلوم نہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت میں کہیں ہے یا نہیں۔ مؤلف)

﴿ كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ..... الخ ﴾

کے نزول کا بھی ذکر فرمایا تھا جس کا سطور بالا میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اس روایت کو احمد' مسلم' نسائی' ابن حاتم اور بیہقی نے معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی کی بیان کردہ روایت کی حیثیت سے پیش کیا ہے امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ان سے وہب بن جریر اور شعبہ نے ابی اسحٰق' عمرو بن میمون اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دفعہ کے سوا کبھی قریش کو بد دعا دیتے نہیں دیکھا اور وہ دن وہ تھا جب آپ نماز پڑھ رہے تھے تو مشرکین قریش کے کچھ لوگ آپؐ کے پیچھے پیچھے جلوس کی شکل میں جا پہنچے۔ ان میں سے کسی کے پاس اوجھڑی سے بھری ہوئی ایک ٹوکری تھی۔ ان لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کیا:

''یہ ٹوکری اس کی پیٹھ پر کون الٹے گا؟''۔

یہ سن کر عقبہ بن ابی معیط بولا: ''میں''۔

یہ کہہ کر اس نے اوجھڑی سے بھری ہوئی وہ ٹوکری لی اور رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر اس وقت الٹی جب آپ سجدے میں تھے۔ آپؐ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا حتیٰ کہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تشریف لائیں اور وہ اوجھڑی آپ کی پشت مبارک سے اٹھا کر الگ پھینکی۔ اس کے بعد آپؐ نے سجدے سے سر اٹھا کر فرمایا:

''اے اللہ! اس قبیح حرکت کا بدلہ ان قریشیوں سے تو ہی لے گا' اے اللہ! اس کا بدلہ عتبہ بن ربیعہ سے تو ہی لے گا' اے اللہ! اس کا بدلہ شیبہ بن ربیعہ سے تو ہی لے گا اے اللہ! اس کا بدلہ ابوجہل بن ہشام سے تو ہی لے گا' اے اللہ! اس کا بدلہ عقبہ بن ابی معیط سے تو ہی لے گا' اے اللہ! ابی بن خلف (یا امیہ بن خلف) سے اس کا بدلہ تو ہی لے گا''۔

Marfat.com

بخاریؒ نے اپنی صحیح کتاب احادیث میں کئی جگہ لکھا ہے۔ مسلم نے بھی اس روایت کو ابن اسحٰق کے حوالے سے پیش کیا ہے لیکن اس روایت میں ابی خلف کی جگہ امیہ بن خلف ہی صحیح ہے جو جنگ بدر میں قتل ہوا۔ اس کا بھائی ابی خلف جنگ احد میں قتل ہوا جس کا ذکر ہم عنقریب آگے چل کر کریں گے۔ (مؤلف)

اس کے بعد ابوالفدا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ سلا (اوجھڑی) دراصل وہ نال ہوتی ہے جو بچے کی ولادت کے بعد کسی اونٹنی یا عورت کے پیٹ سے خارج ہوتی ہے) بعض صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ اس قبیح حرکت کے بعد وہ لوگ ہنستے ہنستے ایسے لوٹ پوٹ ہوئے کہ ایک دوسرے کے اوپر گرنے لگے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پیٹھ سے وہ غلاظت اٹھالی تو پھر وہ ان لوگوں کو جو وہاں جمع ہو کر آپؐ پر ہنس رہے تھے برا بھلا کہنے لگیں اور ان کے والد محترم حضرت رسول اللہ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ان لوگوں کے لیے جن کا اوپر ذکر کیا گیا بددعا کی تو لوگ خوف سے اپنی ہنسی بھول گئے۔ آپؐ نے ان لوگوں میں سے سات کو نام بنام بددعا دی تھی لیکن ان میں سے چھ کا ذکر اکثر روایات میں آیا ہے جو عتبہ اور شیبہ (ربیعہ کے بیٹے) ولید بن عتبہ ابوجہل بن ہشام، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ وہ ساتویں شخص کا نام بھولی گئے ہیں۔ وہ شخص عمارہ بن ولید تھا جس کا نام صحیح بخاریؒ میں آ گیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

اِراشی کا قصہ[1]

یونس بن بکیر محمد بن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عبدالملک بن ابی سفیان ثقفی نے بتایا کہ اراشی کا ایک شخص اونٹ لے کر مکہ آیا تو اسے ابوجہل بن ہشام مل گیا اور اس نے اراشی کے اس شخص سے اس کا اونٹ چھین لیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس نے ابوجہل سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا تھا اور اس سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ آپؐ سے ملنا چاہتا ہے کیونکہ اراشی کے کچھ بزرگوں کی زبانی اس نے سنا تھا کہ مکے میں ایک شخص کہتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نبی کے طور پر بھیجا گیا ہے اور جیسا کہ ان بزرگوں نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا وہ سچا ہو گیا۔ اس کے بعد وہ شخص مسجد کے قریب آیا اور قریش کے جو لوگ وہاں تھے ان سے کہا کہ ابوجہل نے اس کا اونٹ زبردستی چھین لیا ہے پھر اس نے اپنے اور ابوجہل کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی انہیں سنا کر ان سے پوچھا کہ ابوجہل میں اور آنحضرت ﷺ کے مابین ایسی کیا دشمنی ہے جو ان کا نام سنتے ہی وہ اس حرکت پر اتر آیا یعنی اس سے اس کا اونٹ چھین لیا اور اسے برا بھلا بھی کہا۔ اس کے بعد اس نے لوگوں سے کہا کہ وہ ایک غریب مسافر ہے' وہ لوگ ابوجہل سے اس کا اونٹ واپس دلائیں۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے جو وہاں موجود تھے اس سے کہا کہ محمد (ﷺ) تم جنہیں دیکھنے اور ان سے ملنے کے لیے یہاں آئے ہو یہی ہیں اور سارے مکے میں اگر ابوجہل سے کوئی شخص تمہارا اونٹ اور سامان واپس دلا سکتا ہے تو وہ شخص صرف یہی ہے کیونکہ یہ ہمیشہ سے امین اور دیانت دار مشہور ہیں اور قریش ان کی تضحیک[2] اور ان کی مخالفت کے باوجود ان کی بات اب تک مان لیتے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص آپؐ سے فریاد کرنے لگا تو آپؐ اسے لے کر ابوجہل کے مکان پر پہنچے اور کچھ دوسرے لوگ بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے وہاں گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا دروازہ کھٹکھٹایا اور جب وہ باہر آیا تو آپؐ نے اس سے اس اراشی کا اونٹ اور اس کا سامان واپس دینے کے لیے کہا۔ پہلے تو ابوجہل نے کچھ تامل کیا لیکن پھر اس شخص کا سامان اور اونٹ واپس کر دیا۔ اس شخص نے آپ کا شکریہ ادا کیا تو لوگ اس سے بولے کہ اس نے آپ کو کیسا پایا۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ:

''واقعی جیسا میں نے سنا تھا انہیں ایسا ہی پایا۔ اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ اس نے آپؐ کے سر پر ایک خاص قسم کی روشنی دیکھی تھی اور یہ کہ آپؐ یقیناً اللہ کے پیغمبر ہیں''۔

جب لوگوں نے ابوجہل کے غرور و تکبر اور اس کی لن ترانیوں کے پیش نظر اس سے دریافت کیا کہ:

''اس نے آپؐ کے کہنے سے اس شخص کا اونٹ اور سامان کیوں واپس کر دیا؟''۔

---

[1] اراش ایک جگہ کا نام ہے جس کا قصہ یاقوت نے بیان کیا ہے۔ (مؤلف)

[2] جلبی نسخے میں یہاں ''یہزون'' لیکن مصری نسخے میں ''یہرون'' لکھا ہے۔ (مؤلف) میں نے یہاں ''یہزون'' ہی کو صحیح سمجھ کر اس کا ترجمہ ''تضحیک'' کیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

تو ابوجہل نے جواب دیا کہ:

''میں کیا کرتا' محمد (ﷺ) کی پشت پر ایک خوف ناک اونٹ اس طرح منہ کھولے کھڑا تھا کہ اگر میں نے انکار کیا تو وہ مجھے فوراً ہڑپ کر لے گا''۔

بخاریؒ کہتے ہیں کہ ان سے عیاش بن ولید' ولید بن مسلم اور اوزاعی نے یحییٰ بن ابی کثیر اور محمد بن ابراہیم تیمی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو عروہ بن ابی زبیر نے ابی العاص کی زبانی بتایا کہ ابو العاص نے میرے دریافت کرنے پر کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریش نے حد سے زیادہ برائی کس موقع پر کی' کہا کہ:

''ایک بار آپؐ خانہ کعبہ میں حجر اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو میں نے دیکھا کہ عقبہ بن ابی معیط ایک کپڑے کو بل دے کر آپ کی طرف بڑھا اور وہ کپڑا آپ کی گردن میں ڈال کر اسے آپ کی گردن کے گرد کسنے لگا لیکن اسی وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور عقبہ کو پیچھے دھکیل دیا اور بولے ''کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ اس کا رب ہے اور تمہارے رب کی نشانیاں نہیں بتاتا ہے''۔ (آیہ قرآنی)

ابو العاص کی زبانی یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں یہ واقعہ یحییٰ بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ عبداللہ بن عمرو کو بھی یہ واقعہ ان کے والد ہی نے سنایا تھا۔ عبدہ اپنے والد اور ہشام کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ابو العاص کو یہ واقعہ کسی دوسرے نے سنایا تھا محمد بن عمرو ابی سلمہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو یہ واقعہ خود ابو العاص نے سنایا بیہقی اور اسی طرح سلیمان بن بلال نے ہشام بن عروہ کے حوالے سے وہی روایت پیش کی ہے جو عبدہ نے بیان کی۔ بخاری نے ذاتی تحقیق کے بعد اپنی کتاب احادیث ''صحیح بخاری'' میں جہاں جہاں یہ روایت بیان کی ہے اور اسے جہاں جہاں بھی پیش کیا ہے تو ان میں بعض جگہ اسے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے عروہ کے بیان کو مشتبہ سمجھتے ہوئے اس روایت کو عمرو کی بیان کردہ روایت سے بھی پہلے کی روایت بتایا ہے۔

بیہقی' حاکم' عصم' احمد بن عبدالجبار' یونس اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے یحییٰ بن عروہ اور ان کے والد عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ عروہ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے میں مستقل مزاجی کا ثبوت دینے والوں میں بظاہر کون کون لوگ پیش پیش تھے جنہوں نے آپ کی دشمنی میں حد کر دی ہو تو وہ بولے کہ انہوں نے ایک روز دیکھا کہ قریش کے کچھ معزز لوگ حجر اسود کے قریب جمع ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے

''ہم نے اس سے قبل اس شخص کے سوا کوئی ایسا آدمی ہرگز نہیں دیکھا جو ہمیں برا ٹھہراتا۔ ہمارے بزرگوں کو برا بھلا کہتا' ہمارے دین کو معیوب بتاتا بلکہ ہمارے دیوتاؤں کو گالیاں تک دیتا ہو۔ کیا یہ ہمارے لیے سب سے زیادہ ناقابل برداشت نہیں ہے؟''۔

وہ کہتے ہیں کہ اسی وقت آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لے آئے اور اندرون حرم جانے لگے تو ان میں سے ایک ایک کر کے چھپتے چھپاتے آپؐ کے پیچھے ہو لیے لیکن آپؐ نے اچانک پلٹ کر ان سے فرمایا:

''اے گروہ قریش! جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ مجھے قتل کرنے آئے ہو''۔

Marfat.com

ان میں سب سے آگے جو شخص تھا اور قریب قریب آپؐ کے سر پر پہنچ چکا تھا' اس نے پیچھے آ کر بتایا کہ آپؐ کے سر پر ایک مہیب طائر سایہ کیے ہوئے تھا اس لیے وہ لوگ ڈر کر سب کے سب وہاں سے پلٹ آئے جب کہ آگے والے نے ایک آواز بھی سنی تھی کہ:

''اے ابوالقاسم (آپ کی کنیت) ان جاہلوں سے نہ الجھو''۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی وقت وہاں سے تشریف لے گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ

''دوسرے دن وہ لوگ پھر حجر اسود کے نزدیک جمع ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو وہ لوگ آپ کو چاروں طرف سے گھیر کر بولے: ''تمہیں وہ شخص ہو جو ہمارے دیوتاؤں کو اور ہمارے مذہب کو برا بتاتا ہے؟''۔

اس کا جواب آپؐ نے یہ دیا:

''ہاں میں ہی وہ شخص ہوں''۔

اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ:

''یہ سن کر ان میں سے ایک شخص (آپ کے گلے میں پھندا ڈالنے کے لیے) اپنی چادر کو رسی کی طرح بل دینے لگا۔ لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جو آپؐ کے قریب آ پہنچے تھے ان سے کہا: ''خدا تم لوگوں کو غارت کرے! کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو (صرف) یہ کہتا ہے کہ اس کا رب اللہ ہے؟''۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے اور میں نے سب سے زیادہ آپؐ کے ساتھ قریش کی عداوت کا جو مظاہرہ دیکھا بس وہ اسی روز تھا۔

قریش نے رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانی میں باوجود اس کے کہ آپؐ کے چچا ابوطالب انہیں اس سے روکنے اور آپ کی حمایت کرتے رہے کوئی کسر نہیں چھوڑی لیکن چونکہ آپؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طاقت تھی اس لیے وہ آپ کا بال بیکا نہ کر سکے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے وکیعؒ نے حماد بن سلمہ اور ثابت و انس کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی:

''درحقیقت میں نے خدا کی راہ میں اذیتیں برداشت کیں لیکن کسی کو اذیت نہیں دی' میں خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرا اور ایک دن اور ایک رات کے درمیان ایک مہینہ ایسا بھی گزرا کہ مجھے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے سوا کہ جو کچھ تھوڑا بہت ان کے پاس تھا کھانے کو کچھ نہیں ملا''۔

اس حدیث کا استخراج ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حماد کی بیان کردہ روایت سے کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حدیث ''حسن'' بتایا ہے۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ آپؐ کی حفاظت کا خیال رکھا اور آپ کے قریب رہے۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ اپنے دین کے اظہار میں ثابت قدم رہے اور آپ کو اس سے کوئی چیز باز نہ رکھ سکی۔ جب قریش نے

Marfat.com

یہ دیکھا کہ آپؐ اپنے دین کے اظہار اور ان کے مذہب کی خرابیاں نیز ان کے دیوتاؤں کو برا کہنے سے باز نہیں آتے اور آپؐ کے چچا ابو طالب ہر موقع پر آپ کی حمایت اور امداد پر آمادہ رہتے ہیں اور جب بھی وہ آپ کو ایذا رسانی یا ختم کرنے کے لیے اجتماعی طور پر آگے بڑھتے ہیں تو وہ آڑے آجاتے ہیں اپنا ایک شریف اور معزز شخص ان کے پاس بھیجا جس کے ہمراہ ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کے دونوں بیٹے عتبہ وشیبہ' ابوسفیان صخر بن امیہ بن عبد شمس' ابوالبختری جس کا پورا نام عاص بن ہشام بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی' اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ' ابوجہل جس کا نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھا۔ ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی اور اس کے قریبی عزیز یعنی حجاج بن عامر بن حذیفہ ابن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی اور اس کے دونوں بیٹے اور عاص بن وائل بن سعید بن وغیرہ بھی تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب کے پاس جا کر کہا:

''اے ابو طالب! اگر آپ کے بھائی کا بیٹا ہمارے دین و مذہب اور جن دیوتاؤں کی ہم عزت کرتے ہیں کو اسی طرح برا کہتا رہا اور آپ اسی طرح اس کی امداد و حمایت کرتے رہے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ نے بھی ہمارے خلاف ہو کر صرف اس کی امداد کی ٹھان رکھی ہے' پھر ہم جو کچھ بھی کریں آپ شکایت نہ کرنا''۔

بہر کیف جناب ابو طالب نے ان کو نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔ اُدھر رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ میں حسب سابق مصروف رہے۔ چنانچہ قریش کے مذکورہ بالا اور دوسرے بہت سے معزز لوگ ایک بار پھر جمع ہو کر جناب ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ:

''اگر آپ نے اب بھی اپنے بھتیجے کو ہمارے دین و مذہب اور ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے سے اب بھی نہ روکا تو آپ کے جو ہمارے معزز ترین' بلند مرتبہ اور باعزت لوگوں میں سے ہیں اور ہمارے مابین کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی مارا جائے''۔

تاہم جناب ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کے معمولات یعنی اظہار دین حق اور اس کی تبلیغ میں کوئی مزاحمت نہیں کی نہ آپ کی امداد و اعانت سے ہاتھ روکا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس نے بیان کیا کہ اخنس کی روایت یہ ہے کہ جب قریش کے مذکورہ بالا لوگ جمع ہو کر جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور ان کی ان سے مذکورہ بالا گفتگو ہوئی تو جناب ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر قریش کے اور اپنے مابین گفتگو آپ کو سنائی پھر بولے:

''تم میرے ساتھ ضرور رہو اور میں تمہاری ہر طرح امداد و اعانت اور حفاظت کا وعدہ بھی تم سے کرتا ہوں لیکن اپنے دین و مذہب کے اظہار کے سلسلے میں اتنا بوجھ مجھ پر مت ڈالو جسے میں اٹھا نہ سکوں''۔

اپنے چچا جناب ابو طالب کی زبان سے یہ گفتگو سن کر آنحضرت ﷺ ایک لمحہ خاموش رہے اور پھر گریہ فرماتے ہوئے ان سے بولے:

Marfat.com

''چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ کر مجھ سے کہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس سے باز آ جاؤں تو میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا چاہے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے''۔

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سن کر جناب ابوطالب نے آپ کو اپنے قریب بلایا جب آپؐ ان کے قریب گئے تو وہ آپ کو پیار کر کے بولے:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! تم جو چاہو کہو اور جو چاہو کرو میں آئندہ تمہیں اس پر کبھی نہیں ٹوکوں گا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مشرکین قریش نے یہ دیکھا کہ جناب ابوطالب آپ کو اظہار اسلام سے روکنے پر تیار نہیں ہیں بلکہ وہ اس سلسلے میں اپنی قوم کی مخالفت اور عداوت مول لینے پر بھی آمادہ نظر آتے ہیں تو وہ سب مل کر آخری بار عمارہ بن ولید بن مغیرہ کی سربراہی میں ان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا:

''اے ابوطالب! آپ عمارہ بن ولید سے جو اس وقت بطور ہمارے سربراہ کے ہمارے ساتھ آئے ہیں اچھی طرح واقف ہیں اور ان کی حیثیت اور قریش میں ان کے بلند مرتبے سے بھی بخوبی آگاہ ہیں' لہٰذا آپ ان کے مشورے کو قبول کرتے ہوئے ان کی اور ہماری مدد کیجیے۔ رہی یہ بات کہ آپ نے اپنے بھائی کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا لیا ہے اسے آپ جانیں لیکن وہ جو اپنی قوم بلکہ خود آپ سے منحرف ہو کر ہمارے اور آپ کے دین و مذہب اور ہمارے دیوتاؤں کو برا کہنے لگا ہے اس کا صرف ایک ہی علاج ہے کہ آپ اسے ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ وہ صرف ایک ہی شخص تو ہے اس کے نہ ہونے سے کیا فرق پڑے گا بلکہ اس نے جو ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا ہے بلکہ ساری قوم میں افتراق و انشقاق کے بیج بو کر فتنہ و فساد پیدا کر دیا ہے اس سے ان تمام باتوں کا خاتمہ ہو جائے گا''۔

اس طویل گفتگو کا جواب جناب ابوطالب نے صرف اتنا دیا:

''بڑے غضب کی بات ہے! فرض کرو میں تم میں سے کسی کے بیٹے کو صرف اپنی مخالفت کی بناء پر اس سے لے کر اسے قتل کرنا چاہوں تو کیا وہ شخص اس بات پر میری دلجوئی کی خاطر راضی ہو جائے گا؟ پھر تم خود سوچو کہ میں اپنے لختِ جگر کو تمہارے کہنے سے صرف تمہاری خوشنودی کے لیے تمہارے ہاتھوں کس طرح قتل کرا سکتا ہوں میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا نہ کروں گا''۔

جناب ابوطالب کا یہ جواب سن کر وہ سب لوگ یک زبان ہو کر بولے:

''اے ابوطالب! تم اپنی قوم میں (صرف ایک شخص کے لیے) تفرقہ پیدا کرنا چاہتے ہو بلکہ تم نے اپنے بھتیجے کی خاطر ساری قوم کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے''۔

مشرکین قریش کی طرف سے اس گفتگو میں سب سے پیش پیش مطعم جو بنی حرب اور بنی عبد مناف کی اس طرح تذلیل پر سب سے زیادہ غصے میں تھا۔

جناب ابوطالب نے سب سے زیادہ مطعم کی گفتگو کو بنیاد بنا کر اس واقعے کے سلسلے میں جو اشعار کہے تھے وہ ادبیات اور تاریخ عرب کے آج تک مشہور رہے آتے ہیں۔ (ابن ہشام) نے دو بیت کے علاوہ سب لکھ دیئے ہیں۔

Marfat.com

قریش کی طرف سے ہر مسلمان کو ایذا رسانی کی انتہا

جب آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب نے یہ دیکھا کہ قریش نے آپؐ پر ایمان لانے والے ہر شخص پر ظلم و جور کی انتہا کر دی ہے تو انہوں نے ان سب کو ایک بار پھر جمع کیا۔ ان میں مسلمان بھی تھے اور کفار قریش بھی لیکن ابولہب نہیں آیا۔

حضرت ابی طالب نے کفار قریش کی حسب روایت اہل عرب اشعار کی صورت میں تعریف کرتے ہوئے اور ان کی روایتی سخاوت، تواضع اور مہمان نوازی کا حوالہ دیتے ہوئے ان سے مسلمانوں کو ایذا رسانی سے باز رہنے کو کہا۔[1] ان کی تقریر ایسی مؤثر تھی کہ کفار قریش کی اکثریت سوائے ان کے جو ازلی جابر و ظالم تھے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

کفار قریش میں سے وہ لوگ بھی جو ابی طالب کی تقریر سے متاثر ہوئے تھے اس لیے متاثر نہیں ہوئے تھے کہ انہیں راہ حق کی تلاش تھی بلکہ وہ بھی ان کا روایتی جوش تھا ورنہ ان کا فطری عناد بھلا کہاں جانے والا تھا۔

چنانچہ ایسے لوگوں ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات میں ارشاد فرمایا:

① ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ..... اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ تک

② ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ ..... اَلْعَذَابِ الْعَلِيْمِ﴾ تک

③ ﴿وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيَاتِ ..... الْاٰيَاتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا﴾ تک

④ ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا ..... اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ تک

ہم ان آیاتِ شریفہ اور اس قبیل کی چند دیگر آیات کی تشریح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی تفسیر میں حسب موقع کر چکے ہیں جیسا کہ متعدد مستند روایات سے ثابت ہے مکہ میں کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کو بارہا ڈھیروں سونا چاندی کا لالچ دیا، عرب کی حسین ترین لڑکیوں کو آپ کی زوجیت میں دینے کا وعدہ کیا۔ ان کی ایک یہی شرط تھی کہ آپؐ تبلیغ اسلام سے کنارہ کش ہو جائیں لیکن آپؐ نے انہیں ہمیشہ یہی جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر اس لیے نہیں بھیجا بلکہ اس نے مجھے اس لیے رسول بنایا ہے کہ میں تمہیں صرف اس کی پرستش کی تلقین کروں، تمہیں نیکی کی راہ دکھاؤں، تمہیں بدی کی راہ پر چلنے سے روکوں اور تمہیں خدا کا خوف دلا کر اس کے عذاب سے بچاؤں''۔

وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے:

---

[1] اشعار کے بارے میں مؤرخین میں باہم اختلاف ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

''اگر آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو یہاں عراق اور شام کی طرح کی نہریں بہا کر اور باغات اُگا کر دکھایئے''۔

اس کے جواب میں بھی آپ یہی فرماتے تھے:

''میں اللہ کا رسول ہوں' اس نے مجھے زمین پر یہ کرشمے دکھانے نہیں بھیجا بلکہ تمہیں بتوں کی پرستش چھوڑنے' صرف اسی کو ماننے' اسی کی عبادت کرنے' بدی سے باز آنے' نیکی اختیار کرنے ورنہ بصورتِ دیگر تمہیں عذابِ آخرت سے ڈرانے کے لیے بھیجا ہے''۔

یا جیسا بھی آپ نے ارشاد فرمایا ہو۔

ان روایات کو یونس و زیاد ابن اسحٰق اور چند دوسرے اہل علم کے حوالے سے بھی بیان کرتے ہیں۔ ان میں مصر کے شیخ محمد بن ابی محمد بھی ہیں۔ انہوں نے سعید بن جبیر' عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا۔

ایک دن قریش کے فلاں فلاں معزز لوگ بعد مغرب کعبہ کے عقب میں جمع ہوئے اور آپس میں مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ وہ سب مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ کو دین اسلام کی تبلیغ سے روکیں۔ چنانچہ یہ طے کرنے کے بعد وہ آپ کے پاس جا پہنچے۔

بہر حال آپ کو انہیں دیکھتے ہی ان کی آمد کی غرض و غایت معلوم ہو گئی لیکن چونکہ آپ کا مقصد تو صرف رشد و ہدایت تھا' اس لیے آپ نے اخلاق اور حسب معمول نرم کلامی سے کام لیا۔

وہ لوگ آپ کے پاس بیٹھ کر بولے:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) سارے عرب میں آج تک کوئی شخص اپنی قوم کے پاس ایسا دین لے کر نہیں آیا جیسا آپ اپنی قوم قریش کے پاس لائے ہیں' اس کے علاوہ آپ ہمارے آباواجداد کے اعمال کو برا کہتے ہیں' ان کے مذہب کو بھی برا کہتے ہیں ان کی اور ہماری روایات و رسوم کو بھی برا بتاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ہمارے معبودوں کو بھی برا بھلا کہتے ہیں اور اس طرح قوم میں تفرقہ اندازی کر رہے ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ کو ان دل آزار باتوں سے روکیں۔ اس کے بدلے میں ہم آپ کو اپنا حاکم اور سردار تسلیم کر کے آپ کے قدموں میں زر و جواہر کے ڈھیر لگا دیں گے اور آپ کی ہر خواہش پوری کی جائے گی لیکن اگر آپ ہماری یہ درخواست منظور کرنے پر تیار نہیں تو پھر یہ ثابت کیجیے کہ آپ خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔ پہلے آپ ان پہاڑوں کو جو اہل مکہ کے سروں پر چڑھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں پیچھے ہٹا کر دکھایئے؟''۔

کفار قریش کے ان سربرآوردہ لوگوں کی یہ باتیں سن کر آپ نے فرمایا:

''میں تمہاری حکومت چاہتا ہوں نہ سرداری اور نہ مال و دولت۔ اس کے علاوہ مجھے دنیا کی کسی اور چیز کی بھی خواہش نہیں۔ میں تمہیں کوئی کرشمہ دکھا کر اپنی نبوت کا ثبوت بھی دینا نہیں چاہتا۔ تاہم میں آپ لوگوں سے صاف صاف کہتا ہوں کہ اللہ نے مجھے تمہارے پاس اپنے رسول کی حیثیت سے بھیجا ہے تاکہ میں تمہارے برے اعمالوں میں تمہیں خدا کا

Marfat.com

خوف دلاؤں اور نیک اعمال کے لیے تمہیں اس کی طرف سے بہترین جزا کی خوشخبری سناؤں۔ اس لیے میں اپنی رسالت کا فرض ادا کرنے کے لیے تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اگر تم نے میری بات مان لی تو دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ اگر تم نے میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ خود اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے"۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر وہ لوگ بولے:

"خیر آپ اللہ کے پیغمبر ہوں یا نہ ہوں اور جس کام کے لیے آپ آئے ہیں اسے آپ جانیں' یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی آپ سے کسی حیثیت سے کم نہیں ہے' ہم اپنی پیشکش آپ کے سامنے رکھ چکے۔ اگر آپ اس پر راضی نہیں ہیں تو پھر آپ جیسا کہ ہم نے ابھی کہا' اپنے پیغمبر ہونے کا ثبوت پیش کیجیے مکے کے ان پہاڑوں کو پیچھے ہٹا دیجیے۔ ہمارے شہروں کو اور وسیع کر دیجیے عراق اور شام کی سی نہریں حجاز میں بھی بہا کر دکھایئے اور ویسے ہی باغات یہاں بھی لگا کر دکھایئے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تو ہمارے آباؤ اجداد کا سارا زر و مال جمع کر کے دکھا دیجیے اور انہیں زندہ بھی کر دیجیے۔ خصوصاً ان میں سے قصی بن کلاب کو زندہ کر دیجیے وہ ہمارے سب سے زیادہ سچے بزرگ تھے۔ اگر وہ دوبارہ زندگی پا کر یہ کہہ دیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں تو ہم آپ کی وہ سب باتیں مان لیں گے جو آپ کہتے ہیں"۔

ان کی یہ باتیں سن کر آپ نے پھر انہیں وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے۔ اس کے بعد وہ بولے:

"اچھا اگر یہ نہیں کرنا چاہتے تو اپنے خدا سے جسے آپ ہر بات پر قادر بتاتے ہیں کہیے کہ وہ ہمارے پاس کوئی فرشتہ بھیج دے جو تمہاری ان باتوں کی تصدیق کرے اور ہماری چیزوں کو سونے اور چاندی میں تبدیل کر دے' ہماری طرح بازاروں میں کھڑے ہو کر ہماری طرح سب چیزوں کو چھوئے اور اس کے ہاتھ لگاتے ہی وہ سب چیزیں دفعتہً سونے کی بن جائیں۔ اس کے بعد ہم تمہارا پیغمبر ہونا تسلیم کر لیں گے"۔

ان لوگوں کی یہ باتیں سن کر آپ نے پھر وہی جواب دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں کے لیے نہیں بھیجا بلکہ ان کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے اگر وہ آپ کی ہدایت پر عمل کریں گے تو دنیا و آخرت دونوں جگہ سرخرو ہوں گے ورنہ عذاب الٰہی کے متعلق قرار پائیں گے۔

آخر میں وہ لوگ بولے:

"خیر اب ہم جا رہے ہیں لیکن آپ کو اتنا بتاتے جائیں کہ ہمیں یہ شخص (ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے) جس کا نام رحمٰن ہے اور یہ یمامہ کا رہنے والا بڑا معزز آدمی ہے آپ کے پاس لایا تھا اور ہم اس کے اصرار پر آپ کے پاس آئے تھے۔ اگر آپ کو ان میں سے کچھ بھی منظور نہیں جو ہم نے آپ سے ابھی کہا ہے تو اب آخر میں صرف دو باتیں رہ جاتی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں یا آپ ہمیں ہلاک کر ڈالیں"۔

جب وہ لوگ آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور آپ اپنے گھر کی طرف جانے لگے تو آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بن

Marfat.com

مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم وہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے یعنی آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ انہوں نے راستے میں آپؐ سے کہا:

''یا محمد! (ﷺ) ان لوگوں نے آپؐ کے سامنے دو باتیں رکھی تھیں لیکن آپؐ نے ان میں سے ایک بھی نہیں مانی۔ میں بھی آپؐ پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ ہاں اگر آپؐ میرے ہی سامنے اڑ کر آسمان پر جائیں اور وہاں سے کوئی احکام خداوندی پر مشتمل کتاب اور کم سے کم چار فرشتوں کو اپنے ساتھ لے کر زمین پر اتریں تو میں آپؐ پر ایمان لے آؤں گا۔ ورنہ ہرگز نہیں''۔

یہ کہہ کر وہ رسول اللہ ﷺ سے الگ ہو کر دوسری طرف چلے گئے اور آپؐ ان لوگوں کی ذہنیت پر افسوس کرتے ہوئے اپنے گھر کی طرف جیسا کہ آپؐ نے بعد میں فرمایا:

''یہ سوچتے ہوئے لوٹے کہ خدا کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ انہیں راہِ ہدایت دکھا دے''۔

ویسے کفار قریش کی کئی صحبتیں اسی طرح آپؐ کے ساتھ ہوئیں اور آپؐ نے انہیں راہِ راست پر لانے کی حد درجہ کوشش فرمائی لیکن ان کے دل بغض و عناد سے معمور تھے' اس لیے وہ اس طرح ماننے والے نہ تھے۔

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ان سے عثمان بن محمد اور جریر نے اعمش' جعفر بن ایاس' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا:

''اہل مکہ نے رسول اللہ (ﷺ) سے کہا تھا کہ آپؐ ان کے لیے کوہ صفا کو سونے کا بنا دیں اور باقی پہاڑوں کو دور ہٹا دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے فرمایا کہ اس کے بعد بھی یہ لوگ اگر کفر پر قائم رہے تو پہلی قوموں کی طرح تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے یہ بھی دریافت فرمایا تھا کہ آپؐ ان میں رہ کر انہیں راہ راست پر لانا چاہتے ہیں یا انہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو آپؐ نے اوّل الذکر بات کو پسند فرمایا تھا۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ ..... وَظَلَمُوْا بِهَا ﴾ تک

یہی روایت نسائی نے جریر کے حوالے بیان کی ہے۔

ایک اور روایت امام احمد سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن اور سفیان نے سلمہ بن کہیل' عمران بن حکیم اور ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ وہ اپنے خدا سے درخواست کر کے کوہ صفا کو ان کے لیے سونے کا بنوا دیں تو وہ آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپؐ نے ان سے دریافت کیا:

''کیا پھر تم واقعی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟''۔

آپؐ کے اس سوال کے جواب میں وہ یک زبان ہو کر بولے: ''یقیناً'' لہٰذا آنحضرت ﷺ نے خدا سے دعا کی۔ اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا اور فرماتا ہے کہ میں قریش کے لیے آپ کی خاطر سے صفا کو سونے کا بنا دوں گا' لیکن اگر اس کے بعد بھی یہ لوگ ایمان نہ لائے تو میں انہیں ایسا عذاب دوں گا کہ اس سے قبل

Marfat.com

کسی قوم کو نہیں دیا تھا۔ تاہم اگر ان کے لیے اپنی رحمت اور توبہ کے دروازے کھولے دیتا ہوں۔ جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سن کر آپؐ نے فرمایا: ''میں یہی چاہتا ہوں''۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان پر توبہ کے دروازے کھول دے تاکہ یہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے راہِ راست پر آ جائیں یہ روایات اسناد کے لحاظ سے سب سے زیادہ پختہ روایات ہیں۔

اس سلسلے کی کچھ روایات جماعت تابعین سے بھی منقول ہیں۔ ان راویوں میں سعید بن جبیر' قتادہ اور ابن جریج کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

امام احمدؒ اور ترمذی عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر سے یحییٰ بن ایوب نے عبیداللہ بن زحر' علی بن یزید' قاسم[1] اور ابی یمامہ کے یکے بعد دیگرے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دیا تھا کہ میں چاہوں تو وہ اپنے فضل و کرم سے مکے کے اردگرد پہاڑوں کو میرے لیے سونے کا بنا دے لیکن میں نے اس سے عرض کیا کہ میں ایک دن کھانا اور ایک دن بھوکا رہنا پسند کرتا ہوں تاکہ میں ان سے بالترتیب ایک دن اس کا شکر ادا کروں اور دوسرے دن اس کی حمد کروں''۔

یا شاید آپؐ کے الفاظ یہ تھے کہ:

''ایک دن تیرے سامنے گڑگڑاؤں اور دوسرے دن تیرا شکر اور حمد کروں''۔

یہ الفاظ امام احمد سے منقول ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو حدیث حسن بتایا ہے تاہم علی بن یزید کی روایت کردہ احادیث ضعیف ہوتی ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے قریباً چالیس سال قبل مصر کے ایک بزرگ نے عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ قریش مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو یہودیوں کے بڑے عالموں کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ وہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھ کر آئیں اور انھیں یہ بتائیں کہ آپؐ اپنے آپ کو خدا کا رسول اور نبی کہتے ہیں آیا یہ درست ہے یا غلط؟ کیونکہ قریش مکہ کا خیال تھا کہ یہود کے وہ عالم اہل کتاب ہیں لہٰذا توریت کے حوالے سے آپؐ کے بارے میں صحیح معلومات فراہم کر سکتے ہیں جو انہیں (قریش مکہ کو) معلوم نہ تھیں۔

چنانچہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص یہودیوں کے بزرگ علماء کے پاس پہنچے اور ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے کہا کہ آپؐ خود کو اللہ کا رسول اور نبی اور یہ یہ باتیں کہتے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ بتائیں کہ آیا آپ کا یہ دعویٰ درست ہے اور آپؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ بھی صحیح ہے؟۔

---

[1] اصلین (مسند امام احمد اور ترمذی) میں اس جگہ قاسم بن یمامہ درج ہے۔ ویسے یہ وہی قاسم بن عبدالرحمان ہے جو بنی امیہ دمشق کا غلام تھا اور اس نے صحابہ میں سے اپنے مالک کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

مدینے کے یہودی علماء نے قریش کے بھیجے ہوئے آدمیوں کی باتیں غور سے سنیں۔ اس کے بعد ان سے کہا: آپ لوگ جا کر قریش مکہ سے کہیے کہ جو شخص وہاں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس سے وہ تین باتیں پوچھیں جو توریت کے حوالے سے صرف ہمیں جانتے ہیں۔ اگر وہ شخص ان تینوں باتوں کا جواب دے دے تو اس کے جوابات ہمیں آ کر بتایئے' پہلی بات اس سے یہ پوچھیے کہ ''فتیۃ'' کون لوگ تھے اور ان کا کیا معاملہ تھا؟ دوسری بات یہ پوچھیے کہ جن لوگوں نے مشرق سے مغرب تک دنیا کا چکر لگایا وہ کون تھے؟ تیسری بات یہ پوچھیے کہ روح کیا چیز ہے؟ اگر اس کے تینوں جواب درست ہوئے تو وہ یقیناً خدا کا رسول ہے اور وہی ہے جس کے بارے میں توریت میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خدا کا آخری نبی ہوگا۔ پھر آپ لوگ اس کی اتباع کیجیے گا کیونکہ اس کی ہر بات برحق ہوگی۔

مدینے میں علمائے یہود کے یہ تینوں سوالات اچھی طرح ذہن نشین کر کے مذکورہ بالا دونوں اشخاص واپس مکہ پہنچے اور قریش مکہ کو بتا دیئے اور وہ انہیں سن کر بہت خوش ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپؐ کے سامنے علمائے یہود کے وہ سوالات دہرا کر آپؐ سے ان کے جوابات دینے کے لیے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سوالات سن کر کسی قدر تامل فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''آپ لوگ کل آیئے تو میں ان تینوں سوالات کے جوابات آپ کو دے دوں گا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے اگلے روز آنے کے لیے غالباً اس لیے فرمایا تھا کہ آپؐ اس دوران میں وحی الٰہی کے منتظر تھے لیکن جب پندرہ روز تک آپؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نہیں آئی تو آپؐ واقعی پریشان ہوئے اور جب قریش مکہ نے اس کے بعد آ کر کہا:

''آپؐ نے اگلے روز کا وعدہ کیا تھا لیکن ہم قصداً پندرہ دن کے بعد آئے ہیں تا کہ آپؐ اس دوران میں ان سوالات پر اچھی طرح سے غور کر لیں۔ لہٰذا آپؐ ہمیں ان سوالات کے جواب دیجیے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاید سوچ رہے تھے کہ ان لوگوں کو اب کیا عذر کر کے ٹالا جائے کہ اس وقت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس آ گئے اور ان تینوں سوالات کے جواب آپ کو بتا دیئے۔ چنانچہ آپؐ نے وہی جوابات حرف بہ حرف قریش مکہ کو دے دیئے دنیا کے دور اول میں آنے والے کا جواب آپؐ نے اصحاب کہف بتایا جن کا ذکر سورۂ کہف میں پایا جاتا ہے اور تیسرے سوال یعنی روح کیا چیز ہے؟ کا جواب آپؐ نے جو دیا وہ بھی قرآن میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے ارشاد فرمایا تھا:

﴿ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴾

ہم نے ان سب باتوں کی تشریح حسب موقع اپنی تفسیر قرآن میں کر دی ہے اور جو وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ آنحضرت نے جو جوابات قریش مکہ کو دیئے تھے وہ انہوں نے علمائے یہود کو مدینے بھیج دیئے تھے۔ البتہ اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات پر مشتمل مکمل آیات قرآنی مکے میں آپؐ پر نازل ہوئی تھیں یا بعد میں مدینے میں بطور ذکر نازل ہوئیں۔ بہرحال مذکورہ بالا سوالات کے جواب میں آپؐ نے جو سکوت فرمایا تھا وہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپؐ ان سوالات

Marfat.com

کے مکمل جوابات اللہ تعالیٰ کی جانب سے موصول ہونے کے منتظر تھے۔ اس لیے ان سوالات کے جواب دیتے وقت آپؐ نے اپنی طرف سے ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں فرمایا تھا پہلے سوال کے جواب دیتے وقت آپؐ نے اپنی طرف سے ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں فرمایا تھا پہلے سوال کے جواب میں لفظ ''ترقیم'' سے آپ کی مراد حضرت ذوالقرنین سے تھی دوسرے سوال کے جواب میں جیسا کہ ہم سطور بالا میں بتا چکے ہیں' آپ نے ''اصحابِ کہف'' فرمایا تھا۔ تیسرے سوال کا جو جواب آپؐ نے دیا تھا وہ بھی مندرجہ بالا آیت قرآنی سے دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے جوابات پر تفصیلی گفتگو ہم نے اپنی تفسیر قرآن میں حسب موقع کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت ابی طالب نے باوجود اس کے کہ وہ آپؐ پر باقاعدہ ایمان نہیں لائے تھے اس خوف سے کہ قریش مکہ آپ کو مکے سے نکلنے پر مجبور نہ کر دیں آپؐ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار ایک خاصے طویل قصیدے میں کیا جو انہوں نے حریم کعبہ میں بیٹھ کر کہا تھا۔ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اس قصیدے کا جواب سبعہ معلقہ کے علاوہ عربی ادب میں کہیں نہیں ملتا۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب تاریخ میں یہ پورا قصیدہ درج کیا ہے بلکہ اس میں تین ایسے اشعار کا اضافہ بھی کیا ہے جو کسی اور تاریخ میں نہیں ملتے۔

حضرت ابی طالب کے اس قصیدے کی بعض اہل علم ان کی طرف نسبت کرنے کی تردید کرتے ہیں لیکن ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہوں نے مکمل تحقیق کے بعد اسے ان سے منسوب کیا ہے۔ اس لیے اس کی صحت کے بارے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت ابی طالب کے عربی زبان پر کامل عبور اور ان کی قادر الکلامی کے پیش نظر اس قصیدے کو کسی اور ہم عصر کے نام سے منسوب نہیں کیا جا سکتا اور اس سلسلے میں ابن ہشام نے جو کچھ کہا ہے بالکل حق بجانب ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد کفار قریش نے مکے کے ان تمام قبائل کو تکلیفیں دینا شروع کر دیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہو کر آپؐ پر ایمان لے آئے تھے۔ انہوں نے ایسے لوگوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی' انہوں نے انہیں بھوکا پیاسا رکھا' مارا پیٹا اور موسم گرما میں تپتی زمین پر لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھے۔

کفار قریش نے ان میں سب سے زیادہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ سختی برتی جو امیہ کے حبشی غلام تھے۔ ان کی ماں کا نام حمامہ تھا۔ وہ حد سے زیادہ صادق الاسلام تھے۔ بہت سے دوسرے لوگ ان تکالیف سے تنگ آ کر بظاہر اسلام سے پھر گئے تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے ان کی مجبوری کے پیش نظر انہیں معاف فرما دیا تھا کیونکہ وہ دل سے اسلام پر قائم تھے۔ البتہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا معاملہ ان لوگوں سے بالکل الگ تھا۔ انہیں کفار قریش نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں بلکہ ان پر جور و ستم کی انتہا کر دی۔ انہیں بھوکا پیاسا رکھا گیا' گرمی کے موسم میں انہیں تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھے گئے اور ان سے کہا گیا کہ تمہارے ساتھ مسلسل یہی سلوک ہوتا رہے گا۔ اگر تم اسلام سے بت پرستی کی طرف واپس نہ آئے یا اسی حالت میں مر نہ گئے۔ وہ تپتی زمین پر پشت کے بل لیٹے رہتے تھے جب کہ ان کے سینے پر بھاری بھاری پتھر رکھے جاتے تھے۔ لیکن ان کی زبان سے اس وقت جو الفاظ نکلتے تھے وہ احد احد ہوتے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے ہشام بن عروہ نے اپنے باپ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک بار جب وہ یعنی عروہ کے والد

Marfat.com

ورقہ بن نوفل کے ہمراہ اس راستے سے گزر رہے تھے جہاں حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر عذاب نازل کیا جا رہا تھا لیکن ان دونوں نے ان کی زبان سے اس شدت ظلم و جور اور جبر و استبداد کے صرف احد احد ہی سنا۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر کفار انہیں قتل بھی کر ڈالتے تو وہ حلف سے کہنے کو تیار ہیں کہ پھر بھی ان کی زبان سے احد احد کی آواز آتی رہتی۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جب میں نے ابن اسحٰق کو اس روایت کے بارے میں اس کے راویوں سے کہا کہ ورقہ بن نوفل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے فوراً ہی بعد انتقال کر گئے تھے تو وہ عروہ کے والد کے ساتھ اس وقت کس طرح ہو سکتے تھے جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس عذاب سے دوچار تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ عروہ کے بقول ابن اسحٰق کی روایت میں آگے چل کر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عروہ کے والد کے ساتھ اس وقت غالباً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں گے کیونکہ انہی نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی کئی دوسرے حبشی غلام بھی جن پر ایسا ہی عذاب توڑا جاتا تھا خرید کر آزاد کر دیئے گئے تھے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہیں مسلمانوں کی ایک جماعت نے جن میں عبیدہ وغیرہ شامل تھے خرید کر آزاد کیا تھا۔ ان حبشی غلاموں میں بلال، عامر بن فہیرہ اور ام عمیس شامل تھیں۔ آخر الذکر کو نابینا کر دیا گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں دوبارہ بینائی بخش دی تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں: وہ بنو مخزوم تھے جو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے ماں باپ تھے جو اسلام لانے کے بعد گھر سے باہر آئے تھے۔ انہیں موسم گرما میں دوپہر کے وقت مشرکین نے عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اس طرف سے گزر رہے تھے۔ جب آپؐ ان کے قریب آئے تو آپؐ نے انہیں صبر کی تلقین فرمائی اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا۔

بیہقی نے حاکمؒ اور ابراہیمؒ بن عصمۃ العدل کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ان سے سری بن خزیمہ، مسلم بن ابراہیم، ہشام بن ابی عبیداللہ نے ابی زید اور جابر کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ ایک دفعہ اس طرف سے گزر رہے تھے جہاں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے والدین پر مشرکین حد سے زیادہ سختیاں کر رہے تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا:

"عمار اور تمام آل یاسر کو جنت کی بشارت دے دو"۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ کو مشرکین نے قتل کر دیا تھا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے وکیع سے سفیان، منصور اور مجاہد کے حوالے سے بیان کیا کہ اسلام میں شہید ہونے والی سب سے پہلی خاتون ام عمار یعنی سمیہ تھیں۔ ابوجہل نے ان کے دل میں کوئی تیز دھار خنجر وغیرہ جیسا ہتھیار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ کے نزدیک یہ روایت مرسل ہے۔

محمد بن اسحٰق کہتے کہ ابوجہل انتہائی فاسق و فاجر شخص تھا لیکن اس کے باوجود مشرکین قریش اس کی ذات پر فخر کرتے تھے۔

Marfat.com

وہ جب سنتا کہ قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو گیا ہے تو وہ اس شخص کے پاس جاتا' اسے ڈانٹتا ڈپٹتا اور جھڑکیاں دے کر اس سے کہتا:

''کمبخت! تو نے اپنا دین ترک کر دیا جو تیرے لیے سب سے بھلی چیز تھا' ایسا کر کے تو نے ہمارے نزدیک اپنی شرافت ونجابت' حلم وبردباری' گراں قدری اور اصابت رائے سب کچھ ڈبو کر رکھ دیا''۔

اگر مسلمان ہونے والا کوئی شخص تاجر ہوتا تو وہ اس سے کہتا:

''تو نے (مسلمان ہو کر) اپنی تجارت کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنی ساری ملکیت تباہ کر دی''۔

اگر وہ مسلمان ہونے والا کوئی بوڑھا آدمی ہوتا تو وہ اسے مارتا پیٹتا اور اپنی اس شقاوت پر فخر کرتا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حکیم بن جبیر نے سعید بن جبیر کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا تھا کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بھی ایسے کچھ لوگ تھے جو مشرکین کے شدید ترین مظالم سے تنگ آ کر ترد ید اسلام پر آمادہ ہو گئے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ:

''ہاں ایسا ہوا تھا لیکن ایسا جب بھی ہوا صرف اس وقت ہوا جب کوئی مسلمان مشرکین کے ہاتھوں مار کھا کھا کر گر پڑا اور بھوک پیاس کی شدت سے مرنے کے بالکل قریب ہو گیا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حکیم بن جبیر کی زبانی یہ سن کر انہوں نے کہا کہ قرآن پاک کی یہ آیت یقیناً انہی مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہو گی جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ ..... عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ تک

تو انہوں نے سعید بن جبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے کہا:

''یہ سانحہ ان مسلمانوں پر گزرا جو مشرکین کے ہاتھوں ظلم سہتے سہتے لب گور جا پہنچے تھے' اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی قوت وقدرت کاملہ کے ذریعہ ایسے سانحات سے محفوظ رکھا''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابو معاویہ اور اعمش نے مسلم' مسروق اور خباب بن ارت کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کا واسطہ شدائد ظلم وستم کے سلسلے میں العاص بن وائل سے پڑا تھا جو انہیں دین اسلام سے منکر ہو کر دوبارہ اپنے معتقدات پر لانا چاہتا تھا۔ جب ان پر العاص بن وائل نے جسمانی عذاب کی انتہا کر دی تو انہوں نے اشارے سے کہا کہ وہ اس کی بات ماننے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ بولا:

''جب تک تم زبان سے اس کا اقرار اور دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انکار کا اعتراف نہیں کرو گے' میں تمہیں ہرگز نہیں چھوڑوں گا چاہے تمہارا دم ہی کیوں نہ نکل جائے''۔

اس کی زبان سے یہ سن کر ان کے جوش ایمانی اور غیرت اسلامی پر ایسی ضرب پڑی کہ وہ فوراً بولے:

''خدا کی قسم! اگر تو مجھے مار بھی ڈالے اور میں قیامت تک تیرے ہاتھوں بار بار مر کر دوبارہ زندہ ہوتا اور تیرے اس ظلم وستم کا شکار ہوتا رہوں اور اس کے علاوہ میرے اموال واولاد پر جس کی دھمکی تو مجھے دے رہا ہے جو کچھ بھی کر گزرے

Marfat.com

میں دین محمد (ﷺ) سے برضا و رغبت ہرگز منکر نہیں ہو سکتا"۔

اسی زمانے میں رسول اللہ ﷺ پر قرآن شریف کی یہ آیت اتری تھی:

﴿اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیَاتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا.....الخ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا﴾

اس آیت کا استخراج صحیحین وغیرہ میں اعمش کے حوالے سے کیا گیا ہے جس میں بخاریؒ کے الفاظ "کنت قینا بمکة" ہیں۔ حدیث میں العاص بن وائل کے ہاتھوں تلوار کے زور پر کئی مسلمانوں کے ارتداد کا ذکر آیا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے حمیدی، سفیان اور بنان و اسماعیل نے یہ روایت بیان کی ہے اور آخر الذکر یعنی بنان و اسماعیل نے قیس کے حوالے سے خباب کی زبانی بیان کیا کہ اس نے (خباب نے) موسم سرما کی شدت کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ کو خانہ کعبہ کے زیر سایہ ایسی حالت میں لیٹے دیکھا جب مشرکین نے آپؐ کو حد درجہ جسمانی عذاب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ خباب کہتے ہیں:

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپؐ اللہ سے فریاد کیوں نہیں کرتے۔ یہ سن کر جب آپ اٹھ کر بیٹھے تو آپ کا چہرہ (خون سے) سرخ ہو رہا تھا"۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"کیا تم نے اس سے قبل کسی قوم کو دیکھا یا سنا ہے کہ وہ کسی شخص پر اس کے اپنے دین سے منکر ہونے کے لیے اتنا ظلم کرے کہ اس کے جسم سے گوشت الگ ہو کر صرف ہڈیاں رہ جائیں یا اس کے سر پر اس طرح تلوار ماری جائے کہ اس کے سر کے درمیان سے دو ٹکڑے ہو جائیں؟ بہرکیف اللہ تعالیٰ ایسے مظلوم لوگوں کو مامون و مسئون رکھنے کے لیے بہت جلد صنعا سے حضر موت کی طرف ایسا سوار بھیجنے والا ہے جو اللہ کے سوا کسی سے خائف نہ ہوگا"۔ (ترجمہ مفہومی)

بنان نے اس روایت حدیث میں "والذئب علی غنمه" کا اضافہ کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کے بھیڑ بکریوں کے گلے پر بھیڑیوں ہی کو محافظ بنا دے گا۔ ایک روایت میں "ولکنکم تستعجلون" کے الفاظ بھی شامل ہیں یعنی تم یہ سب کچھ بہت جلد دیکھ لو گے۔ صحیح مسلم کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی بالاختصار یہ حدیث موجود ہے۔ واللہ اعلم

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن نے سفیان کے حوالے سے اور ابن جعفر نے شعبہ، ابی اسحٰق، سعید ابن وہب اور خباب کے حوالے سے بیان کیا کہ خباب کے بقول کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس حد درجہ جسمانی عذاب کی شکایت کی جس میں انہیں مشرکین مبتلا کر رہے تھے اور وہ بھی بحالت نماز۔ ابن جعفر کہتے ہیں کہ ہم نے (اس سلسلے میں) رسول اللہ ﷺ سے کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ البتہ موسم گرما میں گرمی کی شدت کی شکایت ضرور کی۔ یہی روایت ابن جعفر نے سلیمان بن داؤد، شعبہ، ابی اسحٰق، سعید بن وہب اور خباب کے حوالے سے بھی بیان کی ہے۔ مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابی اسحٰق سبیعی کی پیش کردہ حدیث روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ آخر الذکر نے صرف یہ کہا کہ:

"ہم نے صرف اپنی اپنی ذاتی وجوہ کی بناء پر رسول اللہ ﷺ سے شکایات کیں اور بس۔ اس کے سوا ہم نے آپؐ سے

Marfat.com

کبھی کوئی شکایت نہیں کی"۔

ابن ماجہ نے علی بن محمد طنافسی' وکیع' اعمش' ابی اسحٰق' حارثہ بن مضرب العبدی اور خباب کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے کہ ان میں سے کسی نے شدت گرما کے سوا اور کسی قسم کی شکایت رسول اللہ ﷺ سے کبھی نہیں کی۔

یہ روایت اوّل سے آخر تک نہایت مختصر ہے جس کی وجہ سے مؤرخین شک وشبہ میں مبتلا رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے لوگوں کو اکثر زیادہ سے زیادہ جسمانی عذاب میں مبتلا رکھا۔ وہ موسم گرما میں دوپہر کے وقت انہیں کبھی منہ کے بل لٹاتے اور کبھی پیٹھ کے بل اور انہیں زیادہ سے زیادہ ایذائیں پہنچاتے تھے۔ اس لیے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی اس سلسلے میں کوئی شکایت نہ کی ہو۔

اس کے علاوہ جیسا کہ ابن اسحٰق کی روایت سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان عذابوں میں مبتلا لوگوں کے بارے میں دوسرے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ انہیں ان عذابوں سے نجات دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تو آپ نے جواب دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس عذاب سے رہائی دلا کر ان کی مدد فرمائے گا۔ وہ انہیں ساری دنیا میں عزت وحرمت بخشے گا اور انہیں یہ بشارت بھی دی تھی کہ ان کی مدد کے لیے صنعاء سے حضرموت کی طرف ایک سوار آئے گا جس کے بھیڑ بکریوں کے گلے کی حفاظت خود بھیڑیے کریں گے اور آخر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اس سلسلے میں جلدی کر رہے ہیں یعنی اضطراری کیفیت میں مبتلا ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے شدت گرما کے علاوہ اس سلسلے میں بھی آنحضرت ﷺ سے ضرور شکایت کی ہوگی۔ ویسے اس سلسلے میں میرے نزدیک امام شافعی کی روایت بھی محل نظر ہے۔

Marfat.com

باب ۳

مشرکین کی رسول اللہ ﷺ سے بحث وتکرار' آپ کی حجت کاملہ کی استقامت' مشرکین کی طرف سے آپ کی حقانیت کا دل میں اعتراف لیکن اس کے باوجود آپؐ سے عناد' حسد اور بغاوت اور آپ کی مسلسل مخالفت

اسحٰق بن راھویہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبدالرزاق نے معمر' ایوب سختیانی' عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یکے بعد دیگرے حوالوں سے بتایا کہ ایک روز ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کے سامنے قرآن شریف کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں جنہیں سن کر اس کے دل میں رقت پیدا ہوئی اور آپؐ کے بارے میں اس کا دل نرم ہو گیا۔ جب یہ خبر ابوجہل تک پہنچی تو وہ ان کے پاس آیا اور ان سے کہا:

''چچا! کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی قوم آپس میں مال جمع کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرے؟''۔

ولید بن مغیرہ نے جواب دیا:

''نہ میں یہ چاہتا ہوں نہ مجھے اس کی ضرورت ہے''۔

اس پر ابوجہل بولا:

''میرا مطلب یہ ہے کہ آپ جو محمد (ﷺ) کے پاس گئے تھے تو شاید اسی لیے گئے ہوں کہ آپ اسے اپنی قوم سے مال جمع کر کے اسے دیں تا کہ وہ اپنے نئے دین کی تبلیغ سے باز آ جائے''۔

یہ سن کر ولید بولے:

''میں وہاں اس لیے نہیں گیا تھا۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ میری قوم کے پاس مال و دولت کی کثرت ہے۔ اس کے علاوہ وہ رزمیہ و بزمیہ شاعری اور فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بھی کسی دوسری قوم سے پیچھے نہیں ہے۔ لیکن محمد (ﷺ) تو نہ مال و دولت کی خواہش رکھتے ہیں نہ وہ شعر و شاعری یا فصاحت و بلاغت سے کسی کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ البتہ انہوں نے جو کلام اللہ کا کلام کہہ کر مجھے سنایا اسے سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا کیونکہ اس میں بڑی حلاوت ہے۔ ایسا کلام تو میں نے آج تک سنا ہی نہیں تھا حالانکہ نہ وہ کوئی قصیدہ تھا نہ رجزیہ اشعار اور نہ اس قسم کی کوئی دوسری چیز لیکن اس میں کچھ ایسی عجیب بات تھی جس کی کہیں اور مثال نہیں مل سکتی''۔

ولید سے یہ بات سن کر ابوجہل بولا:

Marfat.com

''اچھا مجھے غور کرنے دو''۔

پھر کچھ سوچ کر بولا:

''چچا! یہ سب جادو کا کرشمہ ہے یہ سحر آمیز کلام سنا کر وہ (نعوذ باللہ) دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔

اس کے جواب میں ولید نے کہا:

''میں نے جادوگر بھی دیکھے ہیں اور جادو کے کرشمے بھی لیکن ان میں یہ بات میں نے کبھی محسوس نہیں کی''۔

اس واقعے کے بعد ہی یہ قرآنی آیت رسول اللہ ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل ہوئی:

﴿ ذَرْنِیْ وَ مَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ..... وَ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴾ تک

اس واقعے کو بیہقی نے بھی حاکم' عبداللہ بن محمد صنعانی نیز اسحٰق کے حوالے سے جو اوّل الذکر دونوں حضرات کے ساتھ مکے میں رہے ہیں بیان کیا ہے بیہقی کے علاوہ اس روایت کو حماد بن زید نے بھی ایوب اور عکرمہ کے حوالے سے بطور روایت مرسل پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کے سامنے آنحضرت نے جو آیت قرآنی تلاوت فرمائی تھی وہ یہ تھی:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ ..... لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ تک

بیہقی حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر کو محمد بن ابی محمد نے سعید بن جبیر یا عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ ایک روز ولید بن مغیرہ کے پاس قریش کے کچھ لوگ جمع ہو کر آئے کیونکہ وہ بلحاظ عمر ان میں سب سے زیادہ سن رسیدہ تھا۔ پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں' پھر آنحضرت ﷺ کا ذکر آیا تو ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تمہارے پاس عرب کے تمام وفود آتے رہتے ہیں تم ان سے مشورہ کرو کہ اس نئے مذہب کے بارے میں جس کی تبلیغ محمد (ﷺ) کر رہے ہیں ان کی کیا رائے ہے۔ ولید بن مغیرہ کے اس مشورے کے جواب میں وہ لوگ یک زبان ہو کر بولے:

''آپ ہم سب کے بڑے ہیں' آپ جو کچھ فرمائیں گے ہم وہیں کریں گے' وفود کی آمد کے انتظار سے کیا حاصل ہوگا؟''۔

ولید نے کہا: ''آخر تم چاہتے کیا ہو؟''۔

وہ بولے: ''ہم محمد (ﷺ) کو کاہن سمجھتے ہیں اور''۔

ولید نے ان کا قطع کلام کر کے کہا:

''وہ کاہن کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں کاہنوں کو خوب جانتا ہوں۔ ان میں کاہنوں جیسی کوئی بات ہے نہ وہ کاہنوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں''۔

ولید سے یہ سن کر وہ لوگ بولے: ''تو چلئے ہم انہیں دیوانہ سمجھ لیتے ہیں''۔

ولید نے کہا: ''وہ مجنوں یا دیوانہ کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے کسی قول و عمل سے دیوانہ پن بالکل ظاہر نہیں ہوتا؟''۔

اس پر وہ لوگ بولے: ''تو پھر ہم ان کے دعوئ نبوت کو اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اسے شاعری اور انہیں شاعر سمجھ لیتے ہیں''۔

Marfat.com

یہ سن کر ولید نے کہا:

''میں شاعروں اور شاعری دونوں سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کی باتوں میں نہ کوئی رومانی بات ہے نہ رجزیہ نہ ہجزیہ نہ قریضہ نہ مقبوضہ و مبسوطہ۔ پھر ان کی باتوں کو شاعری یا واہمہ تخیل اور انہیں شاعر کیسے سمجھا یا کہا جا سکتا ہے؟''۔

ولید کی یہ بات سن کر وہ بولے: ''تو کیا ہم انہیں جادوگر کہیں؟''۔

ولید نے کہا:

''وہ جادوگر بھی کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں جادوگروں کو بھی خوب جانتا ہوں۔ یہ جادوگروں کی طرح نہ کسی شخص اور اس کے دین میں تفرقہ اندازی کرتے ہیں نہ کسی شخص اور اس کے باپ' یا کسی آدمی اور اس کی بیوی یا بھائی بھائی کے درمیان دشمنی اور اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں''۔

اتنا کہہ کر ولید بن مغیرہ نے کہا:

''بھئی مجھے تو وہ صادق القول معلوم ہوتے ہیں' ان کی باتوں میں ایسی حلاوت ہے کہ اس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی''۔

جب وہ لوگ ولید کو اپنا ہم خیال بنانے میں ناکام رہے تو پھر اِدھر اُدھر کی دوسری باتیں کرنے لگے۔ ولید کے اس طرز عمل کے بارے میں یہ قرآنی آیت شریفہ نازل ہوئی:

﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًا ﴾

ان لوگوں کے بارے میں جو قرآن کو جعلی کہتے تھے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَوَرَبِّکَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴾

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: ''میں نے مذکورہ بالا راویوں کی یہ روایات سن کر کہا:

''میرے نزدیک انہیں لوگوں کی جہالت و کوتاہی عقل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

﴿ بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ ..... اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ﴾ تک

آخر کار وہ لوگ بھی رفتہ رفتہ مان گئے کہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں جو جو باتیں انہوں نے کہی تھیں سب باطل تھیں یعنی ان کی گمراہی ہی سے اظہار حق ہوا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴾

امام عبد بن حمید اپنی مسند میں فرماتے ہیں:

''مجھ سے ابوبکر بن ابی شیبہ اور علی بن مسہر نے اسبح ابن عبداللہ الکندی' زیال بن جدیلہ الاسدی اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک روز قریش جمع ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے: اس شخص کو دیکھو! جو کہانت' شعر گوئی اور جادوگری میں سب سے آگے ہے۔ اس نے ہماری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ہمارے سارے کام بگاڑ کر رکھ دیئے

Marfat.com

ہیں۔ وہ ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس شخص کو بھی دیکھو جو ایسے شخص کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے"۔

ایک دوسرے سے یہ سن کر وہ بولے کہ:

"ہم تو کسی ایسے شخص کو عتبہ بن ربیعہ کے سوا نہیں جانتے جو اس کی طرف مائل ہو یا اس سے ہم کلام ہو سکتا ہو"۔

یہ سن کر وہ بولے: "وہ شخص اے ابو ولید تم ہو"۔

اس کے بعد عتبہ بن ولید کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس گیا اور آپ سے کہا:

"اے محمد! (ﷺ) کیا آپ اپنے آپ کو ام عبداللہ سے بہتر سمجھتے ہیں؟"۔

یہ سن کر جب آپ خاموش رہے تو اس نے آپ سے پوچھا:

"کیا آپ خود کو ام عبدالمطلب سے بہتر سمجھتے ہیں؟"۔

جب اس سوال پر بھی آپ خاموش رہے تو وہ بولا:

"میرے خیال میں آپ ایسے نہیں ہیں جو اپنے بزرگوں سے محبت نہ کرتے ہوں۔ پھر اگر آپ اپنے ان بزرگوں سے محبت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو ان سے بہتر بھی نہیں سمجھتے تو پھر انہی معبودوں کو کیوں نہیں مانتے جنہیں آپ کے یہ بزرگ اپنے معبود سمجھتے ہیں؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے دعویٰ نبوت سے آپ کی قوم میں پھوٹ پڑ گئی ہے، ہمارے کام بگڑ رہے ہیں ہمارا آبائی مذہب معیوب سمجھا جانے لگا ہے، غیر عرب کہنے لگے ہیں کہ عربوں میں ایک بہت بڑا کاہن اور جادوگر پیدا ہو گیا ہے"۔

اتنا کہہ کر وہ آپ کے جواب کا انتظار کرنے لگا، پھر بولا:

"اگر تمہیں روپے پیسے اور مال و دولت کی خواہش ہو تو ہم تمہارے قدموں میں اس کے انبار لگا دیں گے، اگر تم اقتدار چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا حاکم تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اگر تم عرب کی خوب صورت ترین دوشیزہ سے مناکحت کے خواہش مند ہو تو بھی ہم تمہارے لیے فراہم کر دیں گے بلکہ ایسی دس لڑکیاں جمع کر دیں گے، آخر کچھ کہو سہی کہ تم چاہتے کیا ہو؟"۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی اس طول طویل گفتگو کو سن کر ارشاد فرمایا: "کیا تم سب کچھ کہہ چکے؟"۔

اس نے جواب: "جی ہاں! مجھے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں"۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے یوں لب کشائی فرمائی:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ، تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

اس کے بعد آپ نے اس آیت قرآنی کو یہاں ختم کیا:

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ﴾

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی زبان سے یہ کلام ربانی سن کر عتبہ بولا: ''آپ کو اور کچھ کہنا ہے؟''۔
آپ نے فرمایا: ''نہیں''۔
آپ کا یہ جواب سن کر عتبہ کفار قریش کے پاس واپس چلا گیا۔ انہوں نے پوچھا: ''کہو کچھ کام بنا؟''۔
عتبہ نے کہا:
''نہیں' میں نے ان سے بہت سے سوالات کیے لیکن وہ خاموش رہے پھر میں نے انہیں مال و دولت وغیرہ ہر چیز کی پیشکش کی لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے آخر میں جو کچھ کہا میں اس میں سے سوائے اس کے کچھ اور نہ سمجھ سکا۔ کہ اگر ہم ان کے کہنے پر عمل نہ کریں گے تو ہم پر بھی قوم عاد و ثمود کی طرح بجلی کا عذاب نازل ہوگا''۔
اہل قریش نے عتبہ سے یہ سن کر کہا:
''کمبخت! کیا وہ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں بات کر رہے تھے جو تو ان کی باتیں نہ سمجھ سکا یا تو عربی زبان سے ناواقف ہے؟''۔
اس پر بھی عتبہ نے یہی کہا:
''ویسے تو عربی زبان ہی میں بات کر رہے تھے لیکن واقعہ یہی ہے کہ مجھے ان کی گفتگو میں سے صرف اتنی ہی بات سمجھ میں آئی کہ ہم پر قوم عاد و ثمود کی طرح کوئی عذاب نازل ہونے والا ہے''۔
بیہقی وغیرہ نے بھی یہ روایت حاکم' اصم' عباس الدوری' یحییٰ بن معین' محمد بن فضیل اور اجلح کے حوالے سے لکھی ہے لیکن ہمارے نزدیک محل نظر ہے اس روایت میں بیہقی نے عتبہ کی زبانی ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو ان تمام چیزوں کی پیشکش بھی کی تھی جن کا دوسرے کفار کی زبان سے سطور بالا میں ذکر آ چکا ہے۔ عتبہ کی زبان سے وہ سب سن کر جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے عتبہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کہ وہ نہ جانے کیوں محمد (ﷺ) کی طرف جھک چلا ہے اور پھر اس سے بولا کہ اگر وہ چاہے تو قریش بہت کچھ مال و دولت پیش کر سکتے ہیں۔ ابوجہل بھی اس وقت وہاں آ گیا تھا۔
اس نے کہا کہ:
''قریش عتبہ کو بے شمار مال و دولت دے سکتے ہیں جس سے وہ محمد (ﷺ) کی خاطر تواضع اور ان کے پیش کردہ کھانوں کا مزہ بھول جائے گا''۔
ابوجہل کی زبان سے یہ باتیں سن کر عتبہ کو غصہ آ گیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ اس کے بعد آپ کے پاس اب کبھی نہیں جائے گا لیکن اس نے ابوجہل کو یہ جواب دیا کہ خود اس کے پاس قریش کے اکثر لوگوں سے مال و دولت زیادہ ہے' اس لیے اسے مال و دولت کی پروا نہیں ہے لیکن اس نے ابوجہل سے یہ بھی کہا کہ وہ آپ کی طرف مائل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تاہم اسے آپ کی باتوں سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ آپ جادوگر ہیں نہ مجنون ہیں نہ شاعر اور یہ کہ جہاں تک آپ کی عاد و ثمود کی طرح کفار قریش پر عذاب کی پیشگوئی کا تعلق ہے تو سارے قریش جانتے ہیں کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس کے بعد عتبہ نے کہا کہ اسی لیے وہ آپ کی

Marfat.com

زبان سے قریش پر عذاب کا نام سن کر ڈر گیا ہے۔

بیہقی اس روایت کے بعد حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے بنی ہاشم کے غلام یزید بن ابی زیاد نے محمد بن کعب کی زبانی یہ کہا کہ عتبہ اپنی جگہ حد درجہ شریف' بردبار اور سنجیدہ و متین شخص تھا اور اس کے بعد یہ بیان کیا کہ اس نے آپ کے سامنے حد درجہ مال و دولت کے علاوہ قریش کی سرداری پیش کی لیکن آپؐ نے اس کے جواب میں جو قرآنی آیات تلاوت فرمائیں ان سے وہ اس کے سوا کچھ نہ سمجھ سکا کہ انہیں قوم عاد و ثمود کی طرح بجلی کے عذاب سے تباہی کی پیش گوئی کی جارہی ہے اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہ کر وہ شرک سے باز نہ آئے۔

اس کے بعد ابوجہل نے عتبہ سے کہا:

''اے عتبہ! معلوم ہوتا ہے کہ تم محمد (ﷺ) کے طرف دار ہو گئے ہو اور تمہیں ان کی باتیں اچھی معلوم ہونے لگی ہیں۔ ویسے اگر تمہیں بھی مال و دولت کی خواہش ہو تو ہم تمہارے لیے اتنی دولت جمع کر دیں گے کہ تم محمد (ﷺ) کے طعام اور خاطر تواضع سے مستغنی ہو جاؤ گے۔ ابوجہل کی زبان سے یہ سن کر عتبہ کو غصہ آ گیا اور اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ پھر کبھی آپؐ سے گفتگو نہیں کرے گا لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ ثروت میں قریش کے کسی دوسرے شخص سے کم نہیں ہے' البتہ آنحضرت ﷺ کی باتوں سے اسے نہ ان کا شاعر ہونا معلوم ہوا نہ مجنون' اور نہ کاہن۔ اس نے یہ بھی کہا کہ سب قریش جانتے ہیں کہ آپ نے اس سے قبل دروغ گوئی سے کبھی کام نہیں لیا اور ہمیشہ سچ بولا ہے''۔

بہرحال اس کے بعد ایک دفعہ ایسا ہوا کہ عتبہ قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے کہا کہ اگر وہ لوگ چاہیں تو وہ ایک بار پھر آپ سے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے۔ اس پر وہ لوگ بولے کہ اے ابوالولید اس سے بہتر اور کیا ہوگا کہ تم آخری بار ان سے بات کر کے دیکھ لو۔ یہ سن کر عتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو قریش کی طرف سے دوبارہ ان تمام چیزوں کی پیش کش کی جو پہلے کر چکا تھا اور آپ کا جواب بھی قریش کو سنا دیا۔ اس کے بعد اس نے ان لوگوں سے یہ بھی کہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو چکے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ تاہم ان لوگوں نے اسے پھر آپؐ کے پاس بھیجا اور اپنی پیشکشوں میں اضافہ کرتے رہے لیکن آپؐ نے ہر دفعہ عتبہ کو مندرجہ بالا آیت قرآنی سنانے پر اکتفا فرمایا۔

عتبہ نے آخر کار ان لوگوں سے کہا کہ آپؐ اسے سچے معلوم ہوتے ہیں اور جو کلام اس نے آپؐ سے سنا ایسا اپنی زندگی بھر کبھی نہیں سنا تھا۔ اس کے بعد یہ بھی کہا کہ آپؐ نہ تو شاعر ہیں نہ کاہن اور نہ (نعوذ باللہ) اختلال دماغ میں مبتلا ہیں۔ عتبہ نے ان سے یہ بھی کہا کہ آپؐ اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں چاہتے۔ اگر وہ کامیاب ہوتے ہیں تو ان کا ملک تمہارا ملک ہوگا اور ان کی ساری خوشحالیاں اور خوش نصیبی سارے عربوں کے حصے میں آئے گی۔

عتبہ کی اس نصیحت کو سن کر قریش بولے:

''عتبہ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ اس نے تم پر اپنی باتوں سے جادو کر دیا ہے''۔

Marfat.com

یہ سن کر عتبہ ان لوگوں کی صحبت سے اٹھ آیا۔

عتبہ کی ان صفات کے بارے میں حضرت ابوطالب نے کچھ مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابومحمد بن عبداللہ بن یوسف اصفہانی' ابوقتیبہ سلمہ بن فضل ادمی نے مکے میں بتایا اور انہوں نے ابوایوب احمد بن بشر طیالسی' داؤد بن عمرو الضبی مثنیٰ بن زرعہ سے سنا اور انہوں نے محمد بن اسحٰق' نافع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت ﷺ نے عتبہ کے سامنے قرآنی آیت شریفہ ﴿حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.... الخ﴾ تلاوت فرمائی تو وہ اسے سن کر مشرکین قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ:

''میں اب تمہارا کوئی پیغام لے کر محمد (ﷺ) کے پاس نہیں جاؤں گا وہ مجھے بالکل سچے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں ان کا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے' میں نے ان سے جو کلام سنا وہ بہت ہی عجیب تھا اور ایسا کلام میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا تھا۔ لہٰذا میرا ان پر ایمان لانا کچھ حیرت انگیز بات نہیں ہوگی''۔

بیہقی کہتے ہیں کہ یہ روایت اپنی اسناد و حقائق کے علاوہ دوسری اس بارے میں تمام روایات سے مطابقت کی وجہ سے نہایت قوی سمجھی گئی ہے۔

بیہقی ایک دوسری روایت میں حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' اور ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر سے زہری نے بیان کیا کہ ابوجہل' ابوسفیان اور اخنس بن شریق ایک شب کو آنحضرت ﷺ کی تلاوت کلام اللہ سننے کے لیے نکلے اس وقت آپ اپنے مکان میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ لہٰذا یہ سب لوگ باہر بیٹھ کر آیات قرآنی سننے لگے اور طلوع سحر تک سنتے رہے۔ یہ واقعہ تین روز تک متواتر ہوا۔ اس کے بعد ایک دن اخنس بن شریق ابوسفیان کے گھر آئے اور ان سے پوچھا کہ اب تک ان سب نے جو کلام آپ سے سنا اس کے بارے میں اس کی کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ''میں تو کچھ سمجھ نہیں سکا کہ اس کلام سے مراد کیا ہے؟'' یہ سن کر اخنس بن شریق نے کہا کہ اسے تو وہ کلام بے مثل لگتا ہے۔ پھر یہ دونوں ابوجہل کے گھر گئے اور اس سے بھی وہی بات دریافت کی کہ اسے آپ کا کلام کیسا لگا؟ اس نے جواب دیا کہ:

''جو کچھ اس نے سنا اس بارے میں تو بنی عبد مناف اور دوسرے اہل قریش کے درمیان اختلاف ہے اگر بنی عبد مناف اس لیے اپنی امتیازی حیثیت کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ حجاج کو کھانا کھلاتے ہیں تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں' اگر وہ ان کا سامان اٹھاتے ہیں اور سواریوں پر بار کرتے ہیں تو ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ان میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جو خدا کا رسول ہے۔ تو ہم یہ بات ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔ ہم یہ بات قبول بھی کس طرح کر سکتے ہیں؟ کیا اس سے قبل عرب میں کوئی نبی پیدا ہوا ہے ہم نہ اس کی بات سنیں گے نہ اس کی تصدیق کریں گے''۔

یہ سن کر اخنس بن شریق اور ابوسفیان ابوجہل کے گھر سے چلے آئے۔

اس روایت کے بعد بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبداللہ الحافظ اور ابوالعباس نے بتایا' نیز ان سے احمد اور یونس نے ہشام

Marfat.com

بن سعد' زید بن اسلم اور مغیرہ بن شعبہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آخر الذکر نے رسول اللہ ﷺ کو بعثت کے بعد پہلی بار دیکھا تو اس وقت آپؐ مکے کے ایک راستے سے گزر رہے تھے' میرے ساتھ اس وقت ابوجہل بن ہشام بھی تھا۔ آپ نے ابوجہل کو دیکھ کر فرمایا:

''اے ابوحکم! اللہ اور اس کے رسول کی طرف آ جاؤ' میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں''۔

یہ سن کر ابوجہل بولا:

''اے محمد! تم وہی تو ہو جو ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جو تم کہتے ہو وہ میں مان لوں۔ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تم ہم لوگوں سے کیا کہتے ہو لیکن جو تم کہتے ہو اسے ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں''۔

اس کے بعد ابوجہل مذکورہ بالا راوی کے پاس آیا اور اس سے کہا:

''بنی قصی اپنی جن صفات کا دعویٰ کرتے ہیں انہیں تو میں جانتا ہوں لیکن وہ صفات ہم میں بھی ہیں لیکن اب ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان میں خدا کی طرف سے ایک نبی آ گیا ہے تو میں یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں نہ ان کے اس دعوے کی تصدیق کر سکتا ہوں''۔

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ نے ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم' محمد بن خالد' احمد بن خلف اور اسرائیل کے حوالے سے ابن اسحٰق کی یہ روایت بیان کی کہ ایک روز آنحضرت ﷺ (مکے میں) اس طرف سے گزرے جہاں ابوجہل اور ابوسفیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو دیکھ کر ابوجہل ابوسفیان سے بولا:

''اے عبدشمس کے قبیلے والے! کیا یہی تمہارا نبی ہے؟''۔

ابوجہل سے یہ سن کر ابوسفیان نے اس سے پوچھا:

''تمہیں ہم میں سے کسی کے نبی ہونے پر تعجب کیوں ہے؟ کیا تمہارے خیال میں نبی ان لوگوں میں سے ہو سکتا تھا جو ہم سے کمتر درجے کے ہیں؟''۔

ابوجہل نے جواب دیا:

''مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ آیا ہمارے بزرگوں میں سے ایک لڑکا نبی ہو سکتا ہے؟''۔

ان دونوں کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے قریب آ کر ابوسفیان سے فرمایا:

''اے ابوسفیان تم خدا اور اس کے رسول سے ڈرو یا نہ ڈرو لیکن تمہاری غیرت و حمیت کو کیا ہوا؟''۔

پھر آپ نے ابوجہل سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''اے ابوحکم! تمہیں مضحکہ خیزی سے زیادہ رونا پڑے گا''۔

آپؐ سے یہ سن کر ابوجہل بولا:

Marfat.com

''اے میرے بھائی کے بیٹے! تم تو اپنی نبوت سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہے ہو''۔

بیہقی کے بقول یہ روایت مرسل ہے اور اسی وجہ سے کچھ عجیب معلوم ہوتا ہے۔ تاہم وہ کہتے ہیں کہ غالباً ابوجہل کی اس شیخی بگھارنے پر ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ فرمایا:

﴿ وَاِذَا رَاَوْکَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ ..... الخ ﴾

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ہشیم اور ابو بشر نے سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ یہ آیت:

﴿ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا ﴾

آنحضرت ﷺ کے مکے میں دوران قیام نازل ہوئی تھی۔ انہی راویوں نے مزید بیان کیا کہ اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی اقتدا فرماتے ہوئے نماز میں آیات قرآنی بلند آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے جنہیں سن کر مشرکین آپ کو قرآن نازل کرنے والے کو اور قرآن کو نہ صرف برا کہا کرتے تھے بلکہ سب وشتم پر اتر آتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ بلند آواز سے نماز میں قرأت قرآن سے منع فرمایا تھا لیکن جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے زیادہ آہستہ تلاوت سے بھی منع فرمایا کہ آپؐ کے مقتدی ان آیات کے سننے سے قاصر نہ رہیں۔

یہ حدیث صحیحین میں ابی بشر جعفر بن ابی حیہ کے حوالے سے روایت کی گئی ہے۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے داؤد بن الحصین نے عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے نماز میں آیات قرآنی کی قرأت فرماتے ہیں تو لوگ جو آپؐ کے مخالف تھے ان آیات پر آوازے کسنا شروع کر دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادہ بلند آواز سے (نماز میں) قرأت قرآن سے روکا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ اس قدر آہستہ بھی قرأت نہ فرمائیں کہ آپؐ کے مقتدی ان آیات کے سننے اور ان سے حصول ثواب وہدایت سے قاصر رہیں اور کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

Marfat.com

باب ۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت

ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس کے فضل و کرم سے ہم مظلوم مسلمانوں پر مشرکین مکہ کے مظالم کا ذکر اس سے قبل کر چکے ہیں۔ جب ان مشرکین کے مظالم کی مسلمانوں پر انتہا ہو گئی تو خداوند تعالیٰ نے انہیں مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے چچا ابو طالب کو ہجرت سے منع فرمایا۔

واقدی کی روایت کے مطابق ان مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کی طرف بعثت نبوی کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں ہجرت کی اور جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی ان میں گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں وہ لوگ ماش اور راکب کے درمیانی علاقے میں ساحل سمندر پر پہنچے اور وہاں سے حبشہ کے لیے نصف دینار پر کشتی کرایہ پر لی۔ ان پہلے ہجرت کرنے والوں کے نام یہ ہیں:

حضرت عثمان بن عفان اور آپ کی اہلیہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، زبیر بن عوام، مصعب بن عمیر، عبدالرحمٰن بن عوف، ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ العنزی اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ، ابو سبرہ بن ابی رہم [1] (بعض جگہ ابی کی بجائے ابو لکھا گیا ہے) حاطب بن عمرو، سہیل بن بیضا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ابن جریر اور بعد کے لوگوں نے ان کی تعداد بیاسی بتائی ہے جو عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہے۔ اگر عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی ان میں شمار کیا جائے تو مردوں کی کل تعداد تراسی ہوتی ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمان مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے کسی طرح نجات نہیں پا سکتے اور ان کی حفاظت کے سلسلے میں آپ کے چچا ابو طالب بھی بے بس ہو چکے ہیں تو آپ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا کیونکہ آپ کے نزدیک وہاں کا حکمران انصاف پسند تھا اور مسلمان وہاں محفوظ رہ سکتے تھے۔ اسی لیے آپؐ نے ان سے فرمایا:

''اگر تم لوگ حبشہ چلے جاؤ تو وہاں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ وہ ملک اور اس کا حکمران حق و صداقت کا حامی ہے اور وہاں تم لوگ وہی کر سکتے ہو جو اللہ تعالیٰ تم سے چاہتا ہے''۔

---

[1] یونس بن عیسیٰ کی روایت میں ''زہم'' لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

چنانچہ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس کے بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی جو صرف مشرکین مکہ کے ظلم وستم سے نجات پانے اور اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لیے تھی۔ ان میں جن لوگوں نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) تھے اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ یہ بات بیہقی نے یعقوب بن سفیان کی روایت کی بنیاد پر عباس منیری' بشر بن موسیٰ اور حسن ابن زیاد البرجمی کے حوالے سے بتائی ہے۔ اس کے علاوہ بیہقی' قتادہ کے حوالے سے بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے پہلے صاحب ایمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ وہی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نضر بن انس اور ابا حمزہ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بذات خود بھی یہی سنا کہ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے مکہ سے نکلے تھے اور انہوں نے اس کی اطلاع آپ کو دی تھی۔ اس کے بعد قریش کی ایک عورت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے عثمان اور ان کی بیوی رقیہ کو مکے سے جاتے دیکھا یا آپ کو اس کی اطلاع ہے؟''۔

آپؐ نے اس سے پوچھا:

''کیا تم نے انہیں دیکھا تھا؟''۔

وہ بولی:

''ہاں! میں نے دیکھا کہ وہ اپنی بیوی یعنی آپ کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کو ایک گدھے پر بٹھائے اس راستے سے مکے سے باہر جا رہے تھے''۔

اس عورت سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

''اللہ ان دونوں کو خیریت سے رکھے' عثمان (رضی اللہ عنہ) حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ کی راہ میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں''۔

ابن اسحٰق کے بقول مذکورہ بالا مستند روایات کی بنیاد پر مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے جن افراد کی تعداد ۸۳ (تراسی) بتائی گئی ہے ان کے نام یہ ہیں (چھوٹے بچے اور وہ بچے جو حبشہ میں پیدا ہوئے اس تعداد میں شامل نہیں ہیں)۔

ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل بن عمرو جن کے بطن سے حبشہ میں محمد بن حذیفہ پیدا ہوئے' زبیر بن عوام' مصعب بن عمیر' عبدالرحمٰن بن عوف' ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ جن کے بطن سے زینب پیدا ہوئیں' عثمان بن مظعون' آل خطاب کے حلیف عامر بن ربیعہ جو بنی عنز بن وائل میں سے تھے اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ' ابوسبرہ بن ابی رہم عامری اور ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو جنہیں ابو حاطب ابن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حنبل بن عامر رضی اللہ عنہم اجمعین بھی کہا جاتا ہے اور یہی ان پہلے لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور ابن ہشام کے بقول اور دوسرے اہل علم کی روایات کے مطابق ان پہلے دس آدمیوں میں عثمان بن مظعون بھی شامل تھے۔

Marfat.com

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی اس پہلی جماعت کے بعد جس نے مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کی جعفر بن ابی طالب اپنی اہلیہ اسماء بنت عمیس کو ہمراہ لے کر حبشہ کی طرف روانہ ہوئے جہاں ان کی بیوی کے بطن سے عبداللہ بن جعفر کی ولادت ہوئی۔ ان کے بعد باقی وہ سب مسلمان بھی جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت دی تھی مکے سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں جا کر جمع ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک مسلمانوں نے مکے سے حبشہ کی طرف اس زمانے کے بعد ہجرت کی تھی جب حضرت ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے حلیفوں کو ساتھ لے کر مکے سے اس جگہ جا کر قیام کیا تھا جسے اب شعب ابو طالب کہا جاتا ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ کا خیال یہ بھی ہے کہ جعفر بن ابی طالب مسلمانوں کی دوسری جماعت کے ساتھ اس وقت حبشہ گئے تھے۔ جب وہاں سے کچھ لوگ مکہ واپس آ گئے تھے کیونکہ ان لوگوں کو اطلاع ملی تھی کہ قریش مسلمان ہو کر نماز پڑھنے لگے ہیں۔ ان لوگوں میں عثمان بن مظعون بھی شامل تھے۔ البتہ حبشہ سے واپسی کے بعد جب ان کی اطلاع غلط نکلی تو کچھ لوگوں کے سوا جو مکہ میں ٹھہر گئے تھے باقی سب لوگ دوبارہ حبشہ چلے گئے اور اسی وجہ سے ان کی دوبارہ واپسی کو ہجرت ثانیہ کہا جاتا ہے جس کا تفصیلی ذکر ہم عنقریب آگے چل کر کریں گے۔ ویسے موسیٰ بن عقبہ کے بقول جعفر بن ابی طالب اس دوسری جماعت کے ساتھ گئے تھے جس نے مکے سے دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ تاہم ابن اسحٰق کی روایت یہ ہے کہ انہوں نے (جعفر بن ابی طالب نے) پہلی ہی جماعت کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ اس پر بھی ہم ان شاء اللہ آگے چل کر مزید روشنی ڈالیں گے اور اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے کیونکہ جعفر بن ابی طالب ہی جیسا کہ دوسری مستند روایات سے ثبوت ملتا ہے۔ وہ شخص تھے جنہوں نے نجاشی کے روبرو مسلمان مہاجرین کی ترجمانی کی تھی۔

ابن اسحٰق نے جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ جن لوگوں کی ہجرت کا ذکر کیا ہے ان میں عمرو بن سعید بن العاص' ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہ بن محرث بن شق الکنعانی' ان کے بھائی خالد اور ان کی بیوی امینہ بنت اسعد خزاعی جن کے بطن سے سعید پیدا ہوئے تھے اور ایک کنیز جس سے بعد میں زبیر نے عقد کر لیا تھا اور اسی کے بطن سے عمر اور خالد کی ولادت ہوئی تھی۔ ابن اسحٰق کے بقول ان لوگوں کے ہمراہ عبداللہ بن جحش بن رئاب' ان کے بھائی عبداللہ اور ان کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان قیس بن عبداللہ جو بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے اور ان کی بیوی برکہ جو ابی سفیان کے غلام یسار کی بیٹی تھیں۔ معیقیب بن ابی فاطمہ جو سعید بن عاص کے غلاموں میں سے تھے اور ابن ہشام کے بقول ان کا تعلق دوس سے تھا' شامل تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں ابو موسیٰ اشعری' آل عتبہ بن ربیعہ کے حلیف عبداللہ بن قیس بھی شامل تھے جن کا تفصیلی ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ ابن ہشام کے بیان کے مطابق اس جماعت میں دوسرے لوگ تھے عتبہ بن غزوان' یزید بن زمعہ بن اسود' عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد' طلیب بن عمیر بن وہب بن ابی کثیر بن عبد' سویبط بن حرملہ' وجہم بن قیس العبدلی اور ان کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود اور ان کے بیٹے عمرو بن جہم اور خزیمہ بن جہم' ابو الروم بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار' فراس بن نضر بن حارث بن کلدہ'

Marfat.com

عامر بن ابی وقاص جو سعد کے بھائی تھے' المطلب بن ازہر بن عبد عوف الزہری اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوف بن صبیرہ جن کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے' عبداللہ بن مسعود اور ان کے بھائی عتبہ' مقداد بن اسود' حارث بن خالد بن صخر تیمی اور ان کی بیوی ریطہ بنت حارث بن جبیلہ جن کے بطن سے موسیٰ' عائشہ اور زینب و فاطمہ پیدا ہوئے عمرو بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرہ' شماس بن عثمان بن شرید مخزومی ان کا نام شماس ابن ہشام کے بقول ان کی خوب صورتی کی وجہ سے پڑ گیا تھا ویسے ان کا اصل نام عثمان بن عثمان تھا۔ ان لوگوں کے علاوہ مہاجرین میں مندرجہ ذیل لوگ شامل تھے۔

ہبار بن سفیان بن عبدالاسد مخزومی اور ان کا بھائی عبداللہ' ہشام بن ابی حذیفہ ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم' سلمہ بن ہشام بن مغیرہ' عیاش بن ابی ربیعہ بن مغیرہ معتب بن عوف بن عامر جو بنی مخزوم کے حلیفوں میں سے اور عیہامہ کے نام سے مشہور تھے' عثمان بن مظعون کے بھائی قدامہ و عبداللہ' سائب بن عثمان بن مظعون حاطب بن حارث بن معمر' ان کی بیوی فاطمہ بنت مجلل اور اس کے بطن سے حاطب کے دو بیٹے محمد و حارث' حاطب کا بھائی خطاب' خطاب کی بیوی فکیہہ بنت یسار' سفیان بن معمر بن حبیب اور ان کی بیوی حسنا اور اس کے بطن سے سفیان کے دو بیٹے جابر و جنادہ نیز حسنہ کے پہلے شوہر سے اس کا بیٹا شرحبیل بن عبداللہ جسے شرحبیل بن حسنہ بھی کہا جاتا تھا' عثمان بن ربیعہ بن اہبان بن وہب بن حذافہ بن جمح' حنیس بن حذافہ بن قیس ابن عدی عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم' ہشام بن عاص بن وائل ابن سعید' قیس بن حذافہ بن قیس بن عدی اور ان کے بھائی عبداللہ' ابوقیس بن حارث بن قیس ابن عدی' ان کی بہن اور حارث کے بیٹے حارث' معمر' سائب بشر اور سعید' سعید بن قیس ابن عدی لامہ جنہیں سعید بن عمرو تمیمی بھی کہتے تھے' عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن مہشم بن سعید بن سہم' حلیف لبنی سہم جن کا اصل نام محمیہ بن جزء الزبیدی تھا معمر بن عبداللہ العدوی' عروہ بن عبدالعزیٰ' عدی بن فضلہ بن عبدالعزیٰ اور ان کے بیٹے نعمان عبداللہ بن مخرمہ عامری' عبداللہ بن سہیل بن عمرو' سلیط بن عمرو' اور ان کے بھائی سکران اور سکران کی بیوی سودہ بنت زمعہ' مالک بن ربیعہ' مالک کی بیوی عمرہ بنت سعدی' ابوحاطب بن عمرو العامری' عامری کا حلیف سعد بن خولہ جن کا تعلق یمن سے تھا۔ ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح فہری' سہیل بن بیضا (بیضا سہیل کی والدہ تھیں اور ان کا اصل نام رعد بنت جحدم بن امیہ بن ظرب بن حارث بن فہر تھا۔ سہیل کا خاندانی نام سہیل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال ابن ضبہ بن حارث تھا۔

مندرجہ بالا افراد کے علاوہ باقی لوگوں کے نام یہ ہیں:

عمرو بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث' عیاض بن زہیر بن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ' عمرو بن حارث بن زہیر ابن ابی شداد بن ربیعہ عثمان بن عبد غنم بن زہیر اخوات' سعید بن عبد قیس بن لقیط اور ان کے بھائی حارث فہریون ہے۔ ❶

---

❶ ان مہاجرین اور ان کی صحیح تعداد کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ہم نے متفق علیہ ناموں کے متعلق سیرت ابن ہشام کے علاوہ ابن اسحاق کے کتابے نام دوسری متعدد روایات سے مطابقت کے بعد یہاں درج کیے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے ان لوگوں کے علاوہ ان کے چھوٹے بھی ان کے ساتھ تھے اور کچھ بچے بعد میں حبشہ میں پیدا ہوئے۔ بہر حال اگر ان میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو ان مردوں اور عورتوں کی مجموعی تعداد ۸۳ (تراسی) ہوتی ہے تاہم عمار بن یاسر کے بارے میں پھر بھی شک وشبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے اور ابو موسیٰ اشعری کے بارے میں مندرجہ بالا لوگوں کے ساتھ مکے سے حبشہ کو ہجرت کا تذکرہ اور زیادہ عجیب معلوم ہوتا ہے۔

امام احمدؒ بیان فرماتے ہین کہ انہوں نے زہیر بن معاویہ کے بھائی خدیج کی زبانی جو کچھ سنا ہے اور آخر الذکر نے ابی اسحٰق، عبداللہ بن عتبہ اور ابن مسعود کے حوالے سے بیان کیا وہ یہ ہے کہ مکے سے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر حبشہ کے حکمران نجاشی کے پاس گئے تھے ان کی مجموعی تعداد قریباً اسی تھی جن میں عبداللہ بن مسعود، جعفر، عبداللہ بن عرفطہ، عثمان بن مظعون اور ابو موسیٰ شامل تھے۔ اس کی خبر جب مشرکین قریش کو ملی تو انہوں نے اپنی طرف سے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو نجاشی کے لیے تحائف دے کر حبشہ بھیجا اور یہ لوگ جب نجاشی کے دربار میں پہنچے تو وہ اسے تحائف پیش کرنے سے قبل وہاں کے دستور کے مطابق اس کے سامنے سربسجود ہو گئے لیکن مسلمان ویسے ہی کھڑے رہے۔ قریش کے بھیجے ہوئے لوگوں نے نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں نے ہمارے قدیم مذہب سے بغاوت کی ہے اور اب پناہ لینے کے لیے آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

''ویسے تو یہ سب ہمارے رشتہ میں بھائی ہیں لیکن یہ تو آپ کے مذہب اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کو بھی نہیں مانتے اور دیکھ لیجیے انہوں نے آپ کو سجدہ بھی نہیں کیا۔ جو آپ کے ملکی دستور کے خلاف ہے''۔

جب مسلمانوں سے نجاشی نے اس کے بارے میں پوچھا تو جعفر آگے بڑھ کر بولے:

''میں ان مسلمانوں کا نمائندہ اور ترجمان ہوں۔ واقعہ ہے کہ ہمارے ہاں اللہ نے ایک نبی بھیجا ہے جس کا کہنا ہے کہ خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ ہم اپنے اس نبی پر ایمان لے آئے ہیں اور مسلمان ہو گئے ہیں لیکن ہم مسلمانوں پر قریش کے دوسرے لوگوں نے ظلم وستم کی انتہا کر دی تو ہمارے نبی حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے ہمیں اجازت دی کہ ہم ظالم قریش سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس چلے جائیں کیونکہ آپ بھی بتوں کی پرستش کے خلاف ہیں''۔

جب ان سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے نجاشی کو بتایا کہ ان کے نبی کا ارشاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی خدا کے نبی تھے لیکن ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا تھا یعنی وہ کنواری تھیں لیکن خدا نے ان کے بطن سے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا تھا جنہیں دوسرے انبیاء کے ساتھ مانے بغیر خدا کے حکم کے مطابق کوئی مسلمان درحقیقت مسلمان نہیں ہو سکتا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نجاشی نے یہ باتیں سن کر کہا تھا:

''مجھے یقین ہے کہ تمہاری طرف خدا نے جو نبی بھیجا ہے۔ یہ وہی خدا کا آخری نبی ہے جس کا ذکر انجیل مقدس میں آیا ہے۔ لہٰذا تم لوگ جب تک چاہو یہاں امن وامان اور آرام سے رہو''۔

نجاشی کی زبان سے یہ باتیں سن کر مشرکین مکہ کے بھیجے ہوئے دونوں آدمی بہت شرمندہ ہوئے نجاشی نے ان کے تحائف بھی قبول

Marfat.com

کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے نجاشی کے حق میں دعا فرمائی اور وہ بھی جب تک زندہ رہا ہمیشہ مسلمانوں کا حلیف اور خیر خواہ رہا۔ یہ روایت بہت قوی اور مستند ہے۔ البتہ ابو موسیٰ اشعری کی ان مہاجرین میں شمولیت کسی مستند روایت سے ثابت نہیں ہوتی اور یہی بات ابن اسحٰق نے ان کے بارے میں اپنی بیان کردہ روایات کے آخر میں بتائی ہے۔

جو روایت حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب الدلائل میں سلیمان بن احمد' محمد بن زکریا غلابی عبداللہ بن رجاء' اسرائیل' سلیمان بن احمد' محمد بن زکریا' حسن بن علویہ القطان' عباد بن موسیٰ الختلی' اسماعیل بن جعفر' اسرائیل' ابو احمد' عبداللہ بن محمد بن شیرویہ اسحاق بن ابراہیم یعنی ابن راہویہ' عبیداللہ بن موسیٰ کی زبانی ابی اسحٰق' ابی بردہ اور ابی موسیٰ کے حوالے سے پیش کی ہے وہ بھی مذکورہ بالا مستند روایات کے مطابق ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ نجاشی نے مکے سے حبشہ ہجرت کرنے والے ان مسلمان مہاجرین کو مستقل طور پر کھانے اور لباس مہیا کرنے کا حکم دیا تھا نیز اس روایت میں ابو موسیٰ کا بھی ذکر آیا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی ان مہاجرین میں شامل تھے اور یہ بھی ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا تھا۔ واللہ اعلم

اس روایت کو بخاری نے بھی ہجرت حبشہ کے تحت متعدد مستند حوالوں سے پیش کیا ہے جس میں نجاشی کے ساتھ جناب جعفر کی گفتگو اور اس کے قبول حق کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔

ان روایات کے ساتھ نجاشی کی وفات' اس کے بھائی کی طرف حکومت کا منتقل ہونا اور آخر تک اس سلسلے کے پہنچنے کا ذکر بھی متعدد روایات میں آیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش کے نمائندے نجاشی کے پاس سے ناکام لوٹے تو مشرکین مکہ شرمندگی کے علاوہ غیض و غضب میں بھی مبتلا ہوئے لیکن وہ اب کچھ کر نہیں سکتے تھے کیونکہ اس وقت تک حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو چکے تھے اور مشرکین مکہ کے ساتھ جدال و قتال کے لیے ان کے سامنے آ گئے تھے اور مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیعت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز پڑھنے لگے تھے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا مسلمانوں کے لیے فتح' ان کی ہجرت نصرت و کامرانی اور ان کی حکومت رحمت ہی رحمت تھی۔

ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا مسلمانوں کی حبشہ کو ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

یہ بات کہ تمام مسلمان مکے سے حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے خارج از بحث ہے کیونکہ جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اس وقت چالیس مسلمانوں کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ویسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل اسلام اور مسلمانوں کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں شامل تھے لیکن ان کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی اور وہ ان کے ساتھ خانہ کعبہ میں جیسا کہ متعدد مستند روایات سے ثابت ہوتا ہے علی الاعلان نماز ادا کرنے لگے تھے۔

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد میں حبشہ کو ہجرت کے بعد بھی دوسرے بہت سے مسلمانوں

Marfat.com

کے علاوہ حضرت ابوبکر ابن قحافہ (رضی اللہ عنہ) اور حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکے میں رہ گئے تھے۔

ابن اسحٰق کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے شمشیر برہنہ لے کر خانہ کعبہ گئے تھے جہاں آپؐ رات کے وقت نماز ادا فرما رہے تھے لیکن آپ کی زبان سے ایک آیات قرآنی کی سماعت کے بعد ان کے دل میں رقت پیدا ہو گئی تھی اور وہ مسلمان ہو گئے تھے تاہم بعض دوسری روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس رات کو اس گھر کی طرف گئے تھے جہاں رسول اللہ ﷺ اس زمانے میں قیام فرما تھے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت دے دی حالانکہ آپؐ کے اصحابؓ نے کہا تھا کہ ان کا ارادہ اچھا نہیں ہے لیکن جب وہ آپؐ کے سامنے پہنچے اور آپ نے ان سے دریافت فرمایا:

''عمر تم اس وقت کیوں آئے ہو''۔

تو وہ روتے ہوئے بولے:

''میں آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوا ہوں''۔

چنانچہ آپؐ نے انہیں کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی استقامت بالاسلام ضرب المثل بن گئی۔

جب ان سے مشرکین مکہ نے کہا:

''عمر! تم بھی ''صابی'' ہو گئے ہو''۔

تو انہوں نے کہا:

''نہیں مسلمان ہو گیا ہوں''۔

اور اس کے بعد انہوں نے بلند آواز سے کہا: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ پھر وہ مشرکین مکہ سے مدینے کو ہجرت سے قبل ہمیشہ جدال وقتال میں پیش پیش رہے۔

بیہقی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن کچھ مسلمان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ انہیں قرآنی آیات سنا رہے تھے تو اسی وقت ابوجہل وہاں آ گیا اور مسلمانوں سے بولا:

''تم اپنے مذہب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے ہو''۔

اس پر مسلمانوں نے جواب دیا:

''ہم گمراہی چھوڑ کر صحیح راستے پر آ گئے ہیں تیرا مذہب تیرے ساتھ اور ہمارا مذہب ہمارے ساتھ ہے''۔

اس زمانے میں ایک نجران کا نصرانی بھی جس کے نام کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا تھا۔ نیز عرب کے کچھ دوسرے قبائل کے لوگ بھی مسلمان ہوئے تھے۔

بیہقی نے اپنی کتاب ''الدلائل'' میں باب ''نجاشی کے نام رسول اللہ ﷺ کا خط''۔ کے تحت حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس اور ابن اسحٰق کے حوالے سے نجاشی کے نام آپ کے خط کی عبارت یوں درج کی ہے:

Marfat.com

''حبشہ کے عظیم حکمران اصحم[1] ! سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور اس بات کی گواہی دی کہ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کا کوئی شریک ہے' نہ اس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اس کا رسول ہوں' پس تم اسلام قبول کر لو۔ اے اہل کتاب اس کلمہ کے طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں نہ کسی چیز کو اس کا شریک سمجھتے ہیں اور نہ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان کا پروردگار سمجھتے ہیں۔ اگر تم یہ باتیں قبول کرتے ہو تو اس کا اقرار کرو کہ تم مسلمان ہو۔ اگر تم نے اس سے انکار کیا (تو یاد رکھو) کہ پوری نصرانی قوم کا گناہ تمہارے سر ہوگا''۔

بیہقی کی مذکورہ بالا کتاب میں اس خط کا اندراج مسلمانوں کی مکے سے حبشہ کو ہجرت کے ذکر کے بعد ہوا ہے اس لیے یہ بات محل نظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو یہ مکتوب مسلمان مہاجرین کے ہاتھ بھیجا ہو۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی رسول اللہ ﷺ کے ان ایک ہی قسم کے متعدد خطوط میں سے ایک ہے جو آپ نے روم کے حکمران ہرقل کو شام کے حکمران قیصر کو' ایران کے بادشاہ کسریٰ کو' مصر کے حکمران اور حبشہ کے نجاشی کو ارسال فرمائے تھے جب کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت اس خط کے لکھے جانے سے بہت قبل کی تھی۔ اس خط میں حبشہ کے حکمران کو اصحم کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ حالانکہ حبشہ کو مسلمانوں کی ہجرت کے وقت جو نجاشی حبشہ کا حکمران تھا اس کا نام اصحم نہیں تھا اس سے بھی ہماری مذکورہ بالا گذارشات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ویسے نجاشی سے مسلمانوں کی ترجمانی حضرت جعفر بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور ان کے ہاتھ جو خط آنحضرت ﷺ نے اس زمانے کے حکمران حبشہ نجاشی کو ارسال فرمایا تھا اس کا ذکر خود بیہقی نے ایک دوسری جگہ حاکم' ابی محمد بن عبداللہ الفقیہ کے حوالے سے ان الفاظ میں کیا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحم کی طرف۔ تم پر سلام ہو' میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد کے بعد گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے عیسیٰ روح اللہ اور اپنے کلام کو اس کی طیبہ وطاہرہ والدہ کے جسم میں اتارا تھا۔ حضرت مریمؑ خدا کے حکم سے اسی طرح حاملہ ہوئی تھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ان کے جوڑے کے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانتے ہو تو مجھے اللہ کا نبی بھی مانو اور خدا کے اتباع پر آمادہ ہو جاؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور اس خط کے لانے والے جعفر ہیں۔ امید ہے تم ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی پذیرائی حسب دل خواہ کرو گے اور اپنی قوم کو خدا کی پیروی کا حکم دو گے۔ جب

---

① ''الدلائل'' کے مصری نسخے میں رسول اللہ (ﷺ) کے اس خط کی ابتدائی عبارت یہ ہے: ''بسم اللہ الرحمن الرحیم. یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔ الخ (مؤلف)

Marfat.com

میرا پیغام اور میری نصیحت تمہیں پہنچے تو تم اسے قبول کرو۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس پر سلام ہو"۔

نجاشی نے آنحضرت ﷺ کے اس مکتوب کے جواب میں آپ کو لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام نجاشی اصحم بن ابجر کی طرف سے! اے اللہ کے نبی! سلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی نے ہمیں اسلام قبول کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مجھے یا رسول اللہ ﷺ آپ کا وہ مکتوب ملا جس میں آپؐ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ اللہ نے انہیں بھی اپنا نبی بنا کر بھیجا تھا اور ان میں وہی خصوصیات تھیں جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں ذکر فرمایا ہے۔ میرے پاس آپ کے ابن عم اور ان کے ساتھی پہنچے اور انہوں نے آپ کا زبانی پیغام بھی مجھے پہنچایا۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپؐ سچے اور سچائی کی تصدیق کرنے والے ہیں میں نے آپؐ کے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور مسلمان ہو گیا ہوں جو اللہ کے لیے ہے۔ میں اس مکتوب کے ساتھ اپنے بیٹے باریحا بن اصحم بن ابجر کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ میرے پاس اپنی جان کے سوا کچھ نہیں ہے، اگر آپ چاہیں تو وہ میں پیش کر سکتا ہوں کیونکہ میں (جانتا ہوں اور) گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں وہ سچ ہے"۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی امداد کے سلسلے میں قبائل قریش کی طرف سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی مخالفت' آپ کا حلیف یا حریف بننے اور آپ کا قریش میں سلسلہ ازدواج جاری رکھنے کے بارے میں جب تک آپؐ ان کے مذہب سے رجوع نہ کرلیں یا وہ خود آپؐ کے اتباع پر متفق نہ ہو جائیں ان کا باہمی اختلاف' شعب ابوطالب میں طویل مدت تک بنی ہاشم کے ساتھ آپ کی پناہ گیری' اس دوران میں قریش کے آپؐ کے پاس ظالمانہ پیغامات اور آپ کی نبوت وصداقت کا اظہار کامل

موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانے میں مشرکین قریش کا ظلم وستم نہ صرف آنحضرت ﷺ بلکہ اس وقت تک مسلمان ہو جانے والے لوگوں پر اس قدر بڑھا کہ ان کا جینا دوبھر ہو گیا۔ اسی دوران میں مشرکین قریش نے باہمی اتفاق رائے سے ایک تحریری عہد نامہ تیار کیا جس میں لکھا گیا کہ وہ نہ صرف یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا پیش کردہ مذہب یعنی اسلام ہرگز قبول نہ کریں گے بلکہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں اس وقت تک سلسلہ ازدواج بھی منقطع رکھیں گے جب تک آپ مذہب اسلام کی تبلیغ کرنا بند نہ کر دیں بلکہ ان کے قدیم مذہب یعنی بت پرستی کو تسلیم نہ کرلیں۔ یہ عہد نامہ خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد وہ آپؐ کے قتل پر زیادہ مستعد اور اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے پہلے سے زیادہ درپے رہنے لگے۔

ان حالات کے پیش نظر اور مشرکین قریش کے روز افزوں ظلم وستم سے تنگ آ کر مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کی اجازت اور باہمی اتفاق رائے کے تحت فیصلہ کیا کہ وہ شعب ابوطالب میں پناہ گزین ہو جائیں۔ اس میں حضرت ابوطالب کی ثابت رائے کو بھی دخل تھا بلکہ کچھ دوسرے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی اس فیصلے سے متفق ہو کر رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کے ہمراہ شعب ابی طالب میں منتقل ہو گئے لیکن مشرکین قریش نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ انہوں نے مکے کے بازاروں میں پوشیدہ طور پر ان کی آمد ورفت اور کبھی کبھار کھانے پینے کی چیزیں خرید کر لے جانے پر بھی قدغن لگا دی۔ اس کے علاوہ وہ آپ کو پیغامات کے ذریعہ قتل اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے۔

یہ دیکھ کر ایک روز حضرت ابوطالب ایک ایسی جگہ تشریف لے گئے۔ جہاں اہل قریش کی اکثریت جمع تھی اور ان سے باہمی

Marfat.com

مصالحت کے لیے کہا لیکن ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے صاف انکار کر دیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینے اور جملہ مسلمانوں کو چن چن کر ٹھکانے لگا دینے کی صاف صاف دھمکیاں دینے لگے اور اس عہد نامے کا بھی ذکر کیا جو انہوں نے جملہ اہل قریش کی اتفاق رائے سے تحریر کر کے خانہ کعبہ کی چھت میں آویزاں کر دیا تھا۔ البتہ بنی عبد مناف' بنی قصی اور بنی لوی کے ان لوگوں نے جنہوں نے بنی ہاشم میں شادیاں کی تھیں اور ان کی بیویوں کے بطون سے ان کی اولاد بھی تھی دوسرے اہل قریش سے اختلاف رائے کرتے ہوئے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ مصالحت پر زور دیا۔ جب قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی قریش سے وابستگی اور خود حضرت ابوطالب کے ان اشعار کا حوالہ دیا جن میں انہوں نے قریش کی سخاوت اور غیرت وحمیت کی مدح کی تھی تو حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ انسانیت کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ ان کے اس جواب سے مذکورہ بالا بنی عبد مناف' بنی قصی اور بنی لوی کے اکثر لوگوں کے علاوہ خود اہل قریش کے کچھ لوگوں نے بھی اتفاق کیا۔ اس کے علاوہ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ جب مخالفین اسلام کے اصرار پر مذکورہ بالا عہد نامہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں عہد نامے کی تحریر کے بجائے آیات قرآنی درج پائی گئیں جنہیں مشرکین قریش نے رسول اللہ ﷺ کے جادو کا اثر اور کرشمہ ثابت کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوطالب نے انہیں یہ کہہ کر قائل کر دیا کہ پس پردہ جادو نہیں چل سکتا اور آنحضرت ﷺ کی اس زمانے میں خود قریش نے رسائی ناممکن بنا رکھی تھی۔ حضرت ابوطالب کے اس جواب سے بنی عبد مناف' بنی قصی کے لوگوں کے علاوہ ابوالبختری' مطعم بن عدی' زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ اور زمعہ بن اسود خصوصاً ہشام بن عمرو نے جس کے ہاتھ میں اس وقت وہ عہد نامہ تھا مکمل اتفاق کیا۔ البتہ ابوجہل ان پر خدا کی لعنت ہو سب کو برا بھلا کہتا ہوا وہاں سے ناراض ہو کر چلا گیا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ اسی قبیل کی ایک روایت ان کے شیخ ابوعبداللہ الحافظ سے بھی ابوالاسود اور عروہ بن زبیر یعنی کسیاق موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بھی مروی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک پہلی روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مکے سے حبشہ کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہجرت ان کے شعب ابوطالب میں پناہ گزینی کے بعد عمل میں آئی تھی۔ واللہ اعلم

بہرحال مجھے اس میں شک ہے کہ حضرت ابوطالب نے قریش کی مدح میں کوئی قصیدہ شعب ابوطالب میں مسلمانوں کی پناہ گزینی کے بعد بھی کہا ہو جس کی مدت تین سال کے طویل عرصے تک جاری رہی۔ (مؤلف)

بیہقی کی یونس اور محمد ابن اسحٰق کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے کافی عرصے بعد تک بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آپؐ سے علیحدہ رہے اور آپ کی اس وجہ سے مخالفت کرتے رہے کہ آپؐ نے ان میں اور ان کی قوم قریش میں مفارقت پیدا کر دی تھی اور جب قریش نے یہ دیکھا کہ ان کا ہاتھ آنحضرت ﷺ تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے وہ عہد نامہ تیار کیا جس میں یہ تحریر کیا کہ وہ بنی ہاشم اور عبدالمطلب میں نہ مناکحت کا سلسلہ جاری رکھیں گے نہ ان سے کسی قسم کے معاشرتی تعلقات ہی رکھیں گے بلکہ ان کے ساتھ ہر قسم کی خرید و فروخت بھی بند کر دیں گے اور اس کے بعد انہوں نے جہاں تک ہو سکا مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی۔ اس کے بعد بیہقی نے اس روایت میں شعب ابی طالب میں مسلمانوں کی پناہ گزینی کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ جن مسلمانوں نے وہاں پناہ لی تھی ان کے کمسن بچوں کی بھوک پیاس میں بلکنے کی آوازیں وہاں سے دور

Marfat.com

تک سنائی دیتی تھیں۔ یقیناً یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرماتے ہوئے قریش کے عہد نامے میں مذکورہ بالا تبدیلی کر دی تھی اور اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو بھی وحی کے ذریعہ دے دی تھی اور آپؐ نے اس کی خبر اپنے چچا ابو طالب کو کر دی تھی۔

اس کے بعد بیہقی کی روایت میں انہی سب باتوں کا تذکرہ ہے جو موسیٰ بن عقبہ نے آخر تک اپنی روایت میں بیان کی ہیں۔

ابن ہشام زیاد اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے یہ دیکھا کہ مسلمان مکے سے ہجرت کر کے حبشہ میں امن و امان سے رہنے لگے ہیں اور نجاشی نے ان کی سفارت کو ناکام بنا دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو وہاں جملہ سہولتیں بہم پہنچانے کا انتظام بھی کر دیا ہے اور اس کے علاوہ حضرت عمر اور حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہما) مسلمان ہو کر دوسرے مسلمانوں کی تقویت کا باعث بن گئے ہیں تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ مذکورہ بالا عہد نامہ تیار کر کے اسے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیں اور اس کے مطابق بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیں۔ ابن ہشام کی اس روایت کے مطابق مذکورہ عہد نامہ منصور ابن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے لکھا تھا لیکن نضر بن حارث کے بقول جب رسول اللہ ﷺ سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے اس کی کچھ شقوں میں تبدیلی کر دی تھی واقدی کہتے ہیں کہ یہ عہد نامہ طلحہ بن ابی طلحہ العبدوی نے لکھا تھا لیکن مشہور یہ ہے اور ابن اسحٰق نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ عہد نامہ منصور ابن عکرمہ نے لکھا تھا اور یہی بات سارے قریش آپس میں منصور کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ اس کی قابلیت دیکھو۔ بہر حال واقدی کہتے ہیں کہ اس عہد نامے کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو شعب ابو طالب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا تو اس کے بعد ان کے کچھ لوگ وہاں بھی جا پہنچے اور حضرت ابو طالب سے گفتگو کے لیے کہا لیکن ادھر سے پہلے ابولہب عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب نکلا اور ان سے گفتگو کرنے لگا۔ حسین بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابولہب نے ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ سے کہا کہ اے عتبہ کی بیٹی ہم بنی عبدالمطلب یہاں ہی ہیں، تو تو (مجھے یقین ہے کہ ابھی تک (میری طرح) لات و عزیٰ کو اپنے معبود سمجھتی ہے تو اس نے جواب دیا:

"ہاں اے ابا عتبہ آپ کا خیال درست ہے"۔

اس کے بعد ابولہب نے کہا تھا کہ وہ دیکھے گا کہ اس کا بھتیجا محمد (ﷺ) کس طرح زندہ رہ کر اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے اس کا شمہ بھر بھی اثر اس پر اور دوسرے بہت سے اہل قریش پر نہیں ہوا تھا۔ اسی زمانے میں قرآن کی سورت تبت یدا ابی لہب وتب الخ نازل ہوئی تھی اور حضرت ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کی موافقت اور آپؐ پر قریش کے مظالم کی مخالفت کرتے ہوئے بہت سے اشعار کہے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھ جناب ابو طالب سمیت بہت سے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب دو یا تین سال تک شعب ابی طالب میں پناہ گزین رہے اور اس دوران میں اس کے سوا وہ لوگ چھپتے چھپاتے مکے سے کھانے پینے کی تھوڑی بہت کوئی چیز لے جائیں ان پر ظالم قریش نے سخت بندش لگا رکھی تھی۔

Marfat.com

اس موقع پر کئی روایات کے حوالے سے ابوجہل کی چیرہ دستی کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ایک روز حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد اپنے ایک غلام کے ہمراہ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے لیے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ شعب ابوطالب میں مقیم کھانا لیے جا رہے تھے تو ابوجہل بن ہشام نے ان سے کہا کہ وہ انہیں شعب ابوطالب میں ہرگز کھانا پہنچانے نہیں دے گا بلکہ انہیں دھکے دیتا ہوا واپس مکے لے جائے گا تو اس وقت وہاں ابوالبختری بن حارث بن اسد آ گئے اور ابوجہل سے پوچھا: ''کیا ہوا؟''۔ ابوجہل نے جواب دیا کہ وہ حکیم کو ذرہ بھر کوئی چیز شعب ابوطالب میں پہنچانے نہیں دے گا۔ اس پر ابوالبختری بولے کہ وہ تو اپنی پھوپھی کے لیے کھانا لے جا رہا ہے مگر ابوجہل اڑ گیا اور بولا کہ کچھ ہی ہو وہ کوئی چیز وہاں کسی کو لے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ سن کر ابوالبختری نے اس کی داڑھی پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا اور صلواتیں سنائیں۔ پھر وہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور انہوں نے بھی ابوجہل کو برا بھلا کہا۔

بہرحال آنحضرت ﷺ اس دوران میں بھی جہاں تک ممکن تھا مخفی اور اعلانیہ دونوں طرح تبلیغ اسلام فرماتے رہے جب کہ قریش کہتے تھے کہ آخر قرآن اترنا ہی تھا اور کوئی نبی عرب میں آنا ہی تھا تو آخر قریش کے کسی صاحب حیثیت شخص پر کیوں نہیں اترا۔ البتہ اسی زمانے میں قرآن شریف کی کئی آیات جن میں مذکورہ بالا سورۂ تبت بھی شامل تھی قریش کے مسلمانوں پر ظلم وستم کی مذمت اور دین اسلام کی حمایت میں اتریں۔ اس کے علاوہ متعدد مستند روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں کس طرح تبلیغ اسلام فرمایا کرتے تھے جب کہ قریش بھی آپ کی مجلس میں آتے جاتے رہتے تھے اور آپ اس مجلس میں سلسلہ انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے دین اور اس کے برخلاف قریش کب بت پرستی پر اظہار خیال فرمایا کرتے تھے جب آپ اہل فارس اور ان کے عروج وزوال کا ذکر فرماتے تو قریش آپ کی ان معلومات پر اظہار تعجب کیا کرتے تھے' جب کہ ان کے بارے میں آیات قرآنی بھی نازل ہوا کرتی تھی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن مسلم زہری سے عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سنا کہ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم سے جینا حرام کر دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکے سے حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے لیکن جب آپ نے قریباً ایک دن کی مسافت طے کر لی تو انہیں حارث بن بکر بن مناۃ بن کنانہ ملے جو اس زمانے میں مکہ کے اہل حبشہ میں سب سے زیادہ معزز شخص تھے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟''۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں کفار قریش کے ظلم وستم کا مسلمانوں پر حال سنایا اور بتایا کہ وہ بھی مجبوراً حبشہ جا رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر ابن دغنہ بولے:

''آپ پچھلی باتوں کو بھول کر میرے ساتھ مکہ واپس چلئے اور میرے پڑوس میں قیام فرمایئے' پھر میں دیکھوں گا کہ قریش کس طرح آپ کو تنگ کر سکتے ہیں''۔

واقدی نے ابن دغنہ کا نام حارث بن یزید بتایا ہے جو عبد مناۃ بن کنانہ میں قبیلہ بکر سے تعلق رکھتے تھے اور سہیلی نے ان کا نام مالک بتایا ہے۔ بہر حال وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ واپس مکے لے آئے اور اپنے پڑوس کے ایک خالی مکان میں انہیں ٹھہرا دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکے واپس آ کر جس مکان میں ٹھہرے اس کے آگے انہوں نے نماز کے لیے ایک جگہ بنالی اور وہاں نماز ادا کرنے لگے۔ جب وہ نماز میں قرآنی آیات تلاوت فرماتے تو ان کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی ان کی یہ حالت دیکھ کر قریش کے مرد' عورتیں اور بچے وہاں رُک جاتے اور ان کی حالت دیکھ کر اور قرآنی آیات سن کر ان لوگوں کے دل پسیجنے لگے۔ یہ دیکھ کر بہت سے قریش مل کر ابن دغنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ:

''اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اس طرح اپنے مکان کے باہر نماز پڑھتے رہے تو انہیں اندیشہ ہے کہ ان کے مرد' عورتیں بلکہ بچے تک بہکنے اور اپنے تہذیب سے روگردانی کرنے لگیں گے''۔

یہ کہہ کر انہوں نے ابن دغنہ سے اصرار کیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس سے باز رکھیں ورنہ انہوں نے ابن دغنہ سے آپ کو تنگ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے اس کے پابند نہیں رہیں گے۔

ابن دغنہ نے یہ سوچ کر کہ مشرکین مکہ واقعی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر ستانے اور تنگ کرنے لگیں گے آپ سے درخواست کی کہ وہ مکان کے اندر نماز پڑھ لیا کریں۔ لہٰذا آپ نے ابن دغنہ کی شرافت اور ہمدردی کے پیش نظر ان کی بات مان لی اور اس کے بعد سے مکان کے اندر ہی نماز ادا فرمانے لگے۔

Marfat.com

اس کے بعد کی روایت میں جو ابن اسحٰق سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مکے سے صرف مدینے کی طرف ہجرت کا ذکر ملتا ہے۔

مذکورہ بالا جملہ روایات میں سے اکثر روایات ابن اسحٰق ہی سے مروی ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم وستم، مسلمانوں کی شعب ابوطالب میں پناہ گزینی، کچھ مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت کا ذکر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعد میں خود اہل قریش نے کس طرح اپنے مذکورہ عہد نامے کو منسوخ کیا تھا۔ حضرت امام شافعیؒ کے بقول جن لوگوں نے قریش کے ساتھ مقابلے کا آغاز کیا وہ علی بن اسحٰق کی اولاد تھی۔

Marfat.com

قریش کے عہد نامے کی مخالفت

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے بنی ہاشم خصوصاً بنی عبدالمطلب نے مشرکین قریش کے ظلم وستم سے تنگ آ کر شعب ابوطالب میں گوشہ گیری اختیار کر لی تھی جہاں وہ دو تین سال تک مستقل پناہ گزین رہے اور ماسوا اس کے کہ ان میں سے کوئی چھپے قریش کی نظروں سے بچتا بچاتا کھانے پینے کی کوئی چیز مکے سے لے جاتا تھا انہوں نے ان کی حرکات وسکنات پر پوری پوری پابندی عائد کر رکھی تھی۔ اس کے علاوہ یہ کہ انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لیے تھے حتیٰ کہ ان میں شادی بیاہ کا رواج بھی ختم کر دیا تھا' اور اس سلسلے میں انہوں نے باقاعدہ ایک عہد نامہ تحریر کرا کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا تھا البتہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں ایسے بھی کچھ لوگ تھے جو اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اپنے دوسرے اعزہ واقارب کے ساتھ شعب ابوطالب میں نہیں گئے تھے لیکن اس کے باوجود وہ مذکورہ بالا عہد نامے کے مخالف تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان میں جو پیش پیش تھا اور مسلمانوں پر قریش کے اس بے پناہ ظلم وستم کو پسند نہیں کرتا تھا وہ ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھا جو نھلہ بن ہشام بن عبد مناف لامہ کا بھتیجا تھا اور یہ کہ خود ہشام اس زمانے میں بھی بنی ہاشم سے ملتا جلتا رہتا تھا۔ ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ ایک روز وہ ایک اونٹ پر کھانے پینے کا اور کچھ دوسرا سامان لاد کر شعب ابوطالب کے دہانے پر جا پہنچا اور پھر جب وہ اندر گیا تو اسے سب سے پہلے زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ ابن عمرو بن مخزوم ملے جو عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ اس نے زہیر کو اپنی طرف آتے دیکھ کر سب سے پہلے جو سوال ان سے کیا وہ یہ تھا:

''زہیر! کیا آپ لوگ قریش کے ظلم وستم سے تنگ آ کر ہمیشہ یہاں روپوش رہیں گے اور کیا آپ لوگ قریش کی طرح ہمیشہ کے لیے ان سے ہر قسم کے تعلقات منقطع رکھنا پسند کریں گے؟ نیز یہ کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص آپ لوگوں کے لیے کھانا اور کپڑے لائے تو کیا وہ بھی قبول نہیں کریں گے؟''۔

زہیر ہشام سے یہ بات سن کر بولے:

''جی قریش ہی نے ہم سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر کے اس سلسلے میں متفق ہو کر ایک عہد نامہ تحریر کرا کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا ہے بلکہ آپ لوگ جو ہمارے قبیلے اور خاندان کے ہو ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔ ایسی صورت میں کیا کوئی فرد واحد بھی اب ایسا ہے جو قریش کے اس فیصلے کی مخالفت کرتا ہو؟''۔

زہیر کے اس سوال پر ہشام بولا:

''آپ لوگوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کرنے اور اس سلسلے میں قریش نے جو عہد نامہ تیار کرایا ہے اس کا سب سے پہلا مخالف تو میں خود ہوں''۔

Marfat.com

ہاشم سے یہ سن کر زہیر نے پوچھا:

''چلئے' مان لیا لیکن تمہارے علاوہ اس کا مخالف اور قریش سے ہماری مصالحت کرانے والا کوئی اور بھی ہے؟''۔

زہیر کی یہ بات سن کر ہاشم مکے کی طرف واپس آیا اور سب سے پہلے مطعم بن عدی سے مل کر اس سے پوچھا:

''اے مطعم! کیا تم بھی اس پر راضی ہو اور اسے پسند کرتے ہو کہ ہمارے اعزہ واقارب شعب ابو طالب میں بھوکے پیاسے مقید رہ کر مر جائیں؟ کیا تم بھی قریش کے اس ظلم وستم اور اس سلسلے میں جو عہد نامہ انہوں نے تیار کرایا ہے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہو؟''۔

یہ کہہ کر ہاشم نے زہیر سے اپنی ملاقات کا حال مطعم کو بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اس نے زہیر سے جب یہ پوچھا کہ آیا وہ لوگ بھی اس طرح قریش سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی پسند کریں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی پسندیدگی سے کیا ہوتا ہے جب کہ ہم جوان کے عزیز ہیں ان میں سے بھی کوئی قریش کے اس طرز عمل اور ان کے باہمی اتفاق رائے سے تیار کردہ عہد نامے کا مخالف نہیں ہے۔ اتنا کہہ کر ہاشم نے مطعم کو بتایا کہ اس نے زہیر کو اس سلسلے میں اپنی مخالفت کا حال تو بتا دیا ہے جو وہاں میرے کھانے اور کپڑے لے جانے سے بھی ظاہر ہوا ہوگا لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ میرے علاوہ جیسا کہ زہیر نے پوچھا ہے کوئی اور بھی قریش کے اس ظالمانہ طرز عمل اور اس عہد نامے کا مخالف ہے یا نہیں۔ ہاشم نے مطعم سے پوچھا:

''اب تم ہی بتاؤ کہ میں وہاں جا کر زہیر کو اس کا کیا جواب دوں؟''۔

ہاشم سے یہ سن کر مطعم نے کہا:

''تم اسے بتا دو کہ مطعم بھی اس سلسلے میں تمہارا ہم خیال ہے''۔

ہاشم نے پوچھا: ''اور کوئی؟''۔

یہ سن کر مطعم اسے لے کر یکے بعد دیگرے ابی بختری' زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد کے پاس گیا اور جب ان سے گفتگو کی تو انہیں بھی اپنا ہم خیال پایا۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اس سلسلے میں قریش سے بات کی جائے۔

یاد رہے کہ زہیر بن امیہ وہ پہلے شخص تھے جو شعب ابو طالب میں رسول اللہ ﷺ اور دوسرے مسلمانوں وغیرہ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے ہاشم سے ان کی ملاقات اور گفتگو وہاں ہوئی تھی۔

جب مذکورہ لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کر لیا کہ اس معاہدے کی تنسیخ کے لیے قریش سے گفتگو کی جائے تو زہیر بن امیہ بولے کہ ان سے گفتگو وہی کریں گے۔

چنانچہ یہ سب لوگ قریش کے پاس پہنچے اور انہیں جمع کر کے زہیر نے جو تقریر کی وہ یہ تھی:

''اے اہل قریش! کیا آپ لوگ یہ پسند کریں گے کہ آپ اور ہم بھی جواب آپ کے ساتھ رہے ہیں یہ پسند کریں گے کہ ہم تو اچھے سے اچھا کھاتے پیتے اور پہنتے رہیں جب کہ وہ لوگ جو دراصل ہمارا ہی خون اور گوشت پوست ہیں ایک پہاڑ کے غار میں بھوکے پیاسے رہ کر مر جائیں؟''۔

Marfat.com

زہیر بن امیہ کی یہ تقریر جو مختصر طور پر پیش کی گئی ہے اس قدر پراثر رقت انگیز اور زہرہ گداز تھی کہ قریش کے اکثر شریف اور معزز لوگ اسے سن کر نرم پڑ گئے۔ یہ دیکھ کر زہیر نے سارے قریش سے مذکورہ بالا عہدنامے کی تنسیخ کا مطالبہ کیا اور جب وہ لوگ اسے پھاڑ دینے پر رضامند نظر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے کہا کہ عہدنامے کو پھاڑا نہ جائے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہے۔ حضرت ابوطالب نے جب قریش سے یہ بات کہی تو وہ یک زبان ہو کر بولے:

''کیا آپ کو یہ بات آپ کے بھتیجے نے بتائی ہے؟''۔

قریش سے یہ سن کر حضرت ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپؐ نے ان سے کہا کہ آپ کو اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

جب اس عہدنامے کو کھول کر دیکھا گیا تو قریش یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی درست تھا۔ اس کے بعد عہدنامہ منسوخ کر دیا گیا تو حضرت ابوطالب نے اس کی تنسیخ پر بہت سے توصیفی اشعار کہے جو مصری تاریخ میں بہ تمام و کمال درج ہیں۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ حسان (ابن ثابت) نے بھی مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو کی مدح میں جو اس عہدنامے کی تنسیخ کے بانی تھے بہت سے اشعار کہے تھے جن کا ذکر اموی نے اپنی کتاب میں تفصیل سے کیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن صالح اور عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز سے دریافت کیا کہ بنو ہاشم شعب ابوطالب سے کب باہر آئے تھے تو انہوں نے بتایا کہ بعثت نبی کریم ﷺ کے دسویں سال ان کی وہاں سے واپسی ہوئی تھی اور یہ واقعہ آپ کی مدینے کو ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا تھا۔

ہم اس کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر تفصیل سے کریں گے۔

محمد بن اسحٰق بتاتے ہیں کہ مذکورہ بالا عہدنامے کی تنسیخ کے بعد بھی قریش رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے باز نہیں آئے اور آپؐ پر ساحر و کاہن ہونے کا الزام لگاتے اور احیائے عرب کے سلسلے میں آپؐ کے اقدامات نیز قدیم طریقے پر مکے میں لوگوں کے حج و عمرہ کے لیے آنے کی برابر مخالفت کرتے رہے۔ اس کی جملہ تفصیلات بھی ابن اسحٰق وغیرہ نے بیان کی ہیں لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ان پر ہمیشہ غالب رہی۔

ابن اسحٰق نے طفیل بن عمرو الدوسی مرسلہ کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ یہ شخص دوس کا ایک صاحب حیثیت، شریف اور نیک سیرت آدمی تھا۔ ہر شخص جب مکے آیا تو اشراف قریش نے اسے گھیر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکا۔ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں نہ ان کے پاس جاؤں گا اور نہ ان سے گفتگو کروں گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ لوگوں کے کسی اجتماع سے گفتگو کرتے ہوں گے تو وہ ادھر سے گزرتے وقت بھی کانوں میں روئی رکھ لے گا۔ تاکہ آپؐ کی کوئی بات اس کے کانوں میں نہ پڑے۔ تاہم ایک دن جب وہ مسجد حرام کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے اور وہ قریش سے اپنے عہد و پیمان کے باوجود وہاں ٹھٹک کر آپ کی گفتگو سننے لگا۔ پھر جب وہ اپنی ماں کے پاس گیا تو اس سے

Marfat.com

کہا کہ لوگ اسے آپ کی گفتگو سننے سے خواہ مخواہ منع کرتے تھے۔ پھر بولا:

''وہ تو بڑے شریف اور نادر الکلام شاعر معلوم ہوتے ہیں جن کا ایک ایک لفظ دل نشین ہو جاتا ہے' انہوں نے جو کچھ کہا اس میں ایک بات بھی ایسی نہیں تھی جسے قبیح کہا جا سکے''۔

اس کے بعد اس نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ پھر آپ کی خدمت میں جائے گا اور آپ کی گفتگو سنے گا' اگر وہ واقعی صرف اچھی باتیں کرتے ہیں تو وہ انہیں قبول کر لے گا ورنہ ان کے پاس جانا ترک کر دے گا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سارا ماجرا سنا کر بولا:

''آپ مجھ سے بھی کچھ ارشاد فرمایئے''۔

آپؐ نے اسے اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی جسے اس نے قبول کیا اور آپؐ کے روبرو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اس نے آپؐ سے اجازت چاہی کہ وہ دوس کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی تلقین کرے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے اس کی اجازت کے ساتھ اہل دوس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا فرمائی۔

طفیل بن عمرو دوسی نے دوس پہنچ کر پہلے اپنے والدین کو مسلمان کیا اور پھر چند اور لوگوں کو بھی مسلمان کر لیا۔ اس کے بعد وہ دوس سے قریباً ستر آدمی لے کر آپ کی خدمت میں مکے پہنچا اور اس کے تمام ساتھی آپؐ کے دست مبارکؐ پر ایمان لے آئے۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جیسا کہ متعدد مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ غزوات بدر' احد' خندق بلکہ غزوۂ خیبر میں حضور ﷺ کے جاں نثاروں میں شامل رہا اور فتح مکہ کے وقت بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔

طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خاص بات کا جس کا ابن اسحٰق کی روایت سمیت متعدد روایات میں ذکر آیا ہے وہ اس کی بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت ہے۔ ہوا یوں کہ اس کا ایک ساتھی جو اس کے ہمراہ دوس سے مکے آ کر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر مسلمان ہوا تھا اسی کے ساتھ آپؐ کے حکم سے مکے سے ہجرت کر کے مدینے گیا تھا۔ وہ شخص وہاں کچھ دنوں بعد کسی سخت مرض میں مبتلا ہو گیا جس کی تکلیف سے تنگ آ کر اس نے خود ہی اپنا گلا گھونٹ لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس نے طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں جو اس کی عیادت کے لیے گیا تھا۔ آخری سانس لی تھی اور اکثر مسلمانوں نے اس کی موت کو خود کشی اور اسے جہنمی ٹھہرایا تھا۔ تاہم طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی تھی اور رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کے حق میں خدا سے مغفرت کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اور آپؐ نے اس کی درخواست پر اللہ تعالیٰ سے اس شخص کی مغفرت کے لیے جن الفاظ میں دعا فرمایا تھی ان کا مفہوم یہ تھا کہ:

''اے اللہ طفیلؓ کے طفیل جس کے ہاتھوں میں اس شخص کا دم نکلا ہے اس کی مغفرت فرما دے''۔

اس کے بعد آپؐ نے طفیل رضی اللہ عنہ کو اس شخص کی مغفرت کی خوشخبری سنائی اور اس نے خود بھی اس شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں خدا کے فضل و کرم سے خوش و خرم ہے۔

Marfat.com

اعشیٰ بن قیس کا قصہ

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے خلاد بن قرہ بن خالد السدوسی وغیرہ نے بیان کیا کہ انہیں بکر بن وائل کی زبانی کچھ اہل علم کے حوالے سے معلوم ہوا کہ جب اعشیٰ بن قیس بن عکابہ بن ثعب بن علی بن بکر بن وائل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا تو اس نے آپ کی مدح میں وہ قصیدہ بھی کہا تھا جو اب تک مشہور چلا آتا ہے۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ جب اعشیٰ مکے میں یا اس کے قریب پہنچا تو کچھ مشرکین قریش نے اس سے وہاں آنے کا مقصد پوچھا اور اس نے جواب دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس پر وہ لوگ بولے:

''وہ تو زنا کو حرام کہتے ہیں''۔

اعشیٰ نے یہ سن کر کہا:

''میں بھی اسے برا سمجھتا ہوں''۔

پھر وہ بولے:

''وہ شراب کو بھی حرام قرار دیتے ہیں''۔

اس کا جواب اعشیٰ نے یہ دیا کہ وہ بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا بلکہ اس سال سے اس نے اسے قطعی طور پر ترک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا لیکن مکے سے لوٹ کر پھر وہاں کبھی واپس نہیں آیا کیونکہ اسی سال اپنے وطن میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔

یہ قصہ جو ابن ہشام نے بیان کیا ہے اسے محمد بن اسحٰق نے متعدد حوالوں سے بیان کیا ہے اور ابن ہشام نے بھی اسے محمد ابن اسحٰق ہی کے حوالے سے لکھا ہے۔ البتہ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ شراب آنحضرت ﷺ کی مکے سے ہجرت کے بعد مدینے میں بنی نضیر کے واقعہ کے سلسلے میں خدا کے حکم سے حرام ہوئی تھی جس کا تفصیلی ذکر ہم آگے چل کر عنقریب کریں گے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح ہے کہ اعشیٰ بعد ہجرت ہی مدینے آ کر مسلمان ہوا تھا جس کا ثبوت اس کے ایک شعر سے ملتا ہے جو اس نے قبول اسلام کے لیے آنے سے کچھ ہی قبل کہا تھا۔ وہ شعر یہ ہے:

''تو پوچھتا ہے ''تجھے موت کب آئے گی؟'' میری دعا ہے (اسلام لانے کے بعد) مجھے مدینے میں موت آئے''۔

اس لیے ابن ہشام کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ اعشیٰ کے قبول اسلام کا قصہ بیان ہجرت کے بعد کرتے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

بہر حال سہیلی کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں ابن ہشام سے سہو ہوا ہے اور جن لوگوں نے اعشی کے قبول اسلام کا واقعہ قبل ہجرت بیان کیا ہے ان سے بھی نادانستہ غلطی ہوئی ہے کیونکہ شراب ظاہر ہے ہجرت کے ایک سال بعد (خدا کے حکم سے) مدینے میں حرام ہوئی تھی۔

سہیلی کہتے ہیں کہ اگرچہ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اعشی کی آمد کا مقصد ابوجہل بن ہشام نے اس سے عتبہ بن ربیعہ کے مکان پر پوچھا تھا اس کی نفی ابوعبیدہ کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ یہ سوال اعشی سے عامر بن طفیل نے بنی قیس ہی میں کیا تھا اور یہ سوال آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد کیا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ یہی بات خود اعشی کے مندرجہ بالا شعر سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق نے اعشی کے قبول اسلام کا قصہ ہجرت سے قبل ابوجہل جیسے کٹر کافر و مشرک کی مذمت کرتے ہوئے ضمناً کر دیا ہے اور ہم نے بھی اسی لیے اسے ابن اسحٰق کی طرح بیان ہجرت سے مقدم رکھا ہے۔

Marfat.com

رصارعتِ رکانہ کا قصہ

اس نے دیکھا کہ ایک درخت آنحضرت ﷺ کے بلانے پر کیسے آپؐ کے پاس چلا آیا:

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابی اسحٰق بن یسار نے بیان کیا کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف قریش میں سب سے قوی ہیکل اور طاقت ور سمجھا جاتا تھا۔ ایک روز وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مکے کی کسی پہاڑی گھاٹی میں جا پہنچا۔ اسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا:

''اے رکانہ! کیا تم خدا کا خوف اور وہ بات قبول نہیں کرو گے جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں؟''۔

آپ کی زبان سے یہ سن کر رکانہ بولا:

''میں اس وقت تک ایسا نہیں کروں گا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپ کی بات سچ ہے''۔

رکانہ سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

''اگر اس کا تمہیں ثبوت مل جائے تو؟ یعنی میں تمہیں پچھاڑ دوں''۔

رکانہ نے کہا:

''ایسا کر کے دکھایئے''۔

آپؐ نے فرمایا:

''اچھا تم میرے قریب آ کر کھڑے ہو''۔

جب وہ آپؐ کے سامنے آیا تو آپؐ نے اسے اٹھا کر زمین پر ایسا پٹخا کہ وہ سانس لینا بھول گیا۔ پھر وہ کھڑا ہو کر بولا:

''ایک بار ایسا کر کے اور دکھایئے''۔

چنانچہ آپؐ نے دوبارہ اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس نے لاکھ زور لگایا مگر اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ آپؐ نے اسے دوبارہ زمین سے اٹھا کر ایسا پٹخا کہ وہ چاروں شانے زمین پر گرا اور آپ اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ جب آپؐ نے اسے چھوڑا تو وہ ہانپتا ہوا اٹھ کر بولا:

''یہ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے''۔

آپؐ نے فرمایا: ''کچھ اور دیکھو گے؟''۔ وہ بولا: ''دکھایئے''۔ آپؐ نے اس سے پوچھا:

''کیا تم اس درخت کو جو سامنے نظر آ رہا ہے اپنے پاس بلا سکتے ہو؟''۔

وہ بولا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو صریحاً ناممکن بات ہے''۔

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا:

''اچھا دیکھو! میں اسے اپنے پاس بلا کر دکھاتا ہوں''۔

یہ کہہ کر آپؐ نے اس درخت کو اشارہ کیا اور وہ خود بخود اپنی جگہ سے چل کر آپؐ کے سامنے آیا اور پہلے کی جگہ زمین پر ایستادہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر رکانہ حیران رہ گیا' آپؐ نے غالباً اس سے فرمایا کہ یہ سب کچھ خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اس نے بہت سے قریش کو جمع کر کے یہ واقعہ سنایا پھر بولا:

''تم محمد (ﷺ) کو جادوگر کہتے ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ روئے زمین پر کوئی بڑے سے بڑا جادوگر ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتا''۔

جن لوگوں نے یہ واقعہ اور رکانہ کی گفتگو سنی انہوں نے اسے لاکھ بہکانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کے بعد پھر آپ کی خدمت میں آیا اور بولا:

''اے محمد! (ﷺ) آپؐ یقیناً خدا کے رسول ہیں''۔

یہ کہہ کر اس نے کلمہ پڑھا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔

ابن اسحٰق نے رکانہ کا یہ قصہ دوسرے متعدد راویوں کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے یہ واقعہ ابوالحسن عسقلانی کی روایت کے طور پر ابوجعفر بن محمد بن رکانہ اور خود رکانہ کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن ترمذی نے کہا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور یہ کہ وہ ابوالحسن اور رکانہ سے واقف نہیں ہیں۔

بہرحال امام ابوبکر شافعیؒ نے بڑی جید اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یزید بن رکانہ نے (اپنی طاقت کے زعم میں) پہلے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بازوؤں میں جکڑا تھا اور کہا تھا کہ اگر آپؐ اس کی گرفت سے نکل گئے تو وہ آپ کو سو بکریاں دے گا۔ اس طرح اس نے تین بار کہا اور ہر بار سو بکریوں کا اضافہ کرتا چلا گیا لیکن آپؐ تینوں بار اس کی گرفت سے نکل گئے بلکہ اور ہر بار سو بکریوں کا اضافہ کرتا چلا گیا لیکن آپؐ تینوں بار اس کی گرفت سے نکل گئے بلکہ اسے پچھاڑ بھی دیا اور اس نے اس طرح جو تین سو بکریاں اپنی طرف سے بطور شرط آپ کو پیش کرنے کے لیے کہا تھا آپؐ نے وہ بھی اُسے معاف فرما دیں۔ چنانچہ یہ دیکھ کر اس نے آپؐ کے خدا کے سچے نبی ہونے کا اقرار کر لیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس نے آپؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اس کو اس سے قبل کشتی میں کوئی زیر کر سکا تھا نہ آپؐ سے قبل اس نے کسی کو آپؐ سے زیادہ طاقت ور پایا تھا۔ جہاں تک درخت والے معجزے کا حال ہے تو ہم نے اسے بھی رسول اللہ ﷺ کے دوسرے معجزات کے تحت بطور دلائل نبوت جیسا کہ جدید تاریخ نویسی کا دستور ہے قلمبند کیا ہے جسے حسب موقع آپ آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں گے۔ ویسے ابن اسحٰق نے حبشے کے نصرانیوں کی مکے میں آمد اور ان کے اسلام لانے کا ذکر بھی قصہ نجاشی سے پہلے کیا ہے حالانکہ اس ذکر کو مؤخر رکھنا چاہیے تھا کیونکہ مکے میں حبشہ کے نصرانیوں کی آمد اور ان کے اسلام لانے کا واقعہ بعثت کے قریباً دسویں سال پیش آیا تھا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نماز کی جگہ تشریف فرما تھے اور آپ کے گرد و پیش آپ کے مظلوم

Marfat.com

اصحاب جناب عمار ابوفکیہہ صفوان بن امیہ کا غلام یسار صہیب اور انہی جیسے کچھ دوسرے مسلمان بیٹھے ہوئے تھے تو ادھر سے کچھ مشرکین قریش گزرے اور آپس میں بطور تضحیک کہنے لگے:

''انہیں دیکھو! یہ (نعوذ باللہ) اس کے ساتھی ہیں اور یہ (ثم نعوذ باللہ) اسے خدا کا نبی سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو خدا کی رحمت کا حق دار سمجھتے ہیں حالانکہ اس کی رحمت کے حق دار تو ہم جیسے بڑے لوگ ہوتے ہیں نہ کہ ان جیسے غریب و مسکین۔''

یہ کہہ کر وہ لوگ آگے بڑھ گئے۔ چونکہ مسلمانوں کو قریش کی طرف سے ان کی اس تضحیک سے دکھ ہوا ہوگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اسی وقت مندرجہ ذیل آیت شریفہ نازل فرمائی:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ ..... الخ ﴾

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا گزر ولید بن مغیرہ' اُمیہ بن خلف اور ابوجہل ابن ہشام کی طرف سے ہوتا تو وہ آپ کا مذاق اُڑاتے تھے۔ ظاہر ہے اس سے آپ کو صدمہ ہوتا ہوگا۔ چنانچہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ قرآنی آیت نازل فرمائی:

﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ..... الخ ﴾

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل دو آیات بھی نازل فرمائیں:

① ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا ..... الخ ﴾

② ﴿ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ﴾

سفیان جعفر بن ایاس' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزا کرنے والے لوگ ولید بن مغیرہ' اسود بن عبد یغوث زہری اسود بن مطلب ابوزمعہ' حارث بن عیطل اور عاص بن وائل سہمی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں حضرت جبریل علیہ السلام سے شکایت کی تو انہوں نے ان میں اوّل الذکر دوں کا گردن دبا کر قلع قمع کیا تو انہوں نے آپ سے دست کش ہونے کا اقرار کیا' اسود بن یغوث کا سر دبایا تو اس نے بھی یہی اقرار کیا۔ اس کے سر میں مستقل زخم (قرح) بھی ہو گیا تھا۔ حارث بن عیطل کا پیٹ دبایا گیا تو اس نے بھی یہی اقرار کیا۔ عاص بن وائل اتنا متورم ہوا اور اس کے پھنسیاں پیدا ہو کر ان میں اتنی سوزش بڑھی کہ اسے بھی اپنی حرکت سے باز آنا پڑا۔ جبریل علیہ السلام نے ولید کی جب کہ وہ بنی خزاعہ کے کسی شخص کے ساتھ جا رہا تھا گردن پر وار کیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہو گیا تھا۔ جب ان لوگوں سے ان باتوں کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے اپنی سزاؤں کے اسباب سے قطعی لاعلمی کا اظہار کیا نہ وہ یہ بتا سکے کہ ان کا پیٹ یا سر کس نے دبایا تھا۔ حارث بن عیطل کے پیٹ میں پانی جمع ہو کر اسے مرض استسقاء ہو گیا جس سے وہ فوت ہو گیا اس کے پیٹ کا پانی مستقل طور پر اس کے منہ سے خارج ہوتا رہتا تھا۔ عاص بن وائل کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کے سر میں شبرقہ داخل ہو گیا تھا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

Marfat.com

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہیں یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر کی زبانی بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مذاق کرنے اور آپؐ پر طنز کرنے میں مذکورہ بالا پانچ اشخاص پیش پیش اور وہی سب سے زیادہ معزز اور شریف سمجھے جاتے تھے اور انہی کا یہ انجام ہوا اور انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ..... الخ ﴾

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قریش میں ایسی پھوٹ پڑی تھی کہ وہ ایک دوسرے کے قتل تک پر آمادہ ہو گئے بلکہ اس وجہ سے کچھ قتل بھی ہو گئے تھے جس سے انہیں ان کے بزرگوں نے جنگِ بدر میں ان کے باہمی اتفاق و اتحاد کا حوالہ دے کر روکا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں کچھ اہل علم نے بتایا کہ جب خالد بن ولید اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ہمراہ طائف گئے تھے تو انہوں نے اہل طائف سے دریافت کیا تھا کہ آیا ان کے والدان سے سود لیا کرتے تھے؟ ابن اسحٰق اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ سود کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت تب ہی نازل ہوئی تھی:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَابَقِى ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب تک اسلام قبائل عرب میں پھیل کر مستحکم نہ ہو گیا انہیں ایک واقعہ کے سوا بنی ازیہر کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ قریش کے کچھ لوگ دوس گئے تھے اور دوس کی ایک عورت کے پاس جو دوس ہی کی کنیز اور ام غیلان کے نام سے مشہور تھی قیام کیا تھا۔ یہ عورت مشاطہ تھی اور دوس کی خواتین کا بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی۔ دوس نے چاہا کہ قریش کے ان لوگوں کو ابی ازیہر سمیت قتل کر دے تو ام غیلان ہی کچھ دوسری خواتین کے ساتھ مل کر ان اہل قریش کے آڑے آئی تھی اور دوس کو ان کے قتل سے باز رکھا تھا۔ سہیلی کہتے ہیں کہ اس نے ابی ازیہر کو اپنے کپڑوں میں چھپا لیا تھا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ام غیلان ان کے سامنے آئی تھی اور اس وقت وہ مسلمان ہو چکی تھی۔ اسی وقت اسے معلوم ہوا تھا کہ ضرار بن خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے جنہیں اس نے دوسرے قریش کے ساتھ دوس کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بات معلوم ہوئی تو انہوں نے ام غیلان کو کچھ تحائف دیتے ہوئے اس سے کہا تھا:

''میں تمہیں اسلام سے قبل جانتا تک نہیں تھا اور یہ تحائف تمہیں بنت سبیل کی حیثیت سے دے رہا ہوں''۔

ابن ہشام مزید بیان کرتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد ضرار بن خطاب نے ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

''آپ جنگِ احد کے روز کئی بار میری زد پر آئے تھے اور میں چاہتا تو آپ کو قتل کر دیتا لیکن میں نے اپنا بھائی ہونے کی وجہ سے آپ کو قتل نہیں کیا''۔

اس کا جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

''اگر تم اس روز میری زد پر آ جاتے تو میں تمہیں قتل کیے بغیر کبھی نہ چھوڑتا''۔

Marfat.com

بیہقی قبل ہجرت کے دوسرے واقعات قلمبند کرنے کے بعد اس جگہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش کے مذکورہ بالا سات ممتاز افراد نے رسول اللہ ﷺ کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور آپ کو طرح طرح سے ایذا رسانی میں حد کر دی تو مجبور ہو کر آپؐ نے ان کے حق میں بد دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ سات اشخاص حضرت یوسف علیہ السلام کے سات بھائیوں کی طرح آپؐ کے قتل کرنے کے درپے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں جو سزا دی اس کا حال اس سے پہلے کی فصل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

بیہقی نے یہ روایت اعمش کی طرح صحیحین سے مسلم بن صبیح، مسروق اور ابن مسعود کے حوالے سے اخذ کی ہے اور بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بد دعا کا مذکورہ بالا اشخاص کے حق میں یہ واقعہ غزوہ بدر سے قبل جسے لزام[1] کہا جاتا ہے بلکہ آپ کے معجزات متعلقہ زوم، دخان، بطشہ اور شق القمر سے بھی پہلے کا ہے۔ جہاں تک آپؐ کے معجزہ دخان کا تعلق ہے اس کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مشرکین قریش کے حق میں مجبوراً بد دعا کی تو مذکورہ بالا سات اشخاص کے علاوہ جن کے انجام کے بارے میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے عام کفار قریش بھی عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گئے۔ معجزۂ بطش کا مطلب عام قریش کا عذاب الٰہی کی گرفت میں آنا ہے۔ عذاب الٰہی کی یہ گرفت اتنی سخت تھی کہ کفار قریش بھوک کے مرض میں اس حد تک مبتلا ہوئے کہ وہ مردہ جانور اور ان کی ہڈیاں تک کھانے لگے لیکن ان کی بھوک کسی طرح کم نہیں ہوتی تھی۔ قحط کا یہ عالم ہوا کہ درخت سوکھ گئے، گھاس کا کسی طرف نام و نشان نہ رہا، بارش ہونا قطعی طور پر بند ہو گئی اور جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا دوسری طرف کفار کی بھوک اتنی بڑھی کہ وہ مردہ جانور تک ہڑپ کرنے لگے لیکن پھر انہیں بھوک کی شکایت رہتی تھی۔ زمین پر آسمان سے ایک بوند تک نہیں ٹپکتی تھی لیکن آنحضرت ﷺ کے معجزۂ دخان کا یہ اثر تھا کہ زمین و آسمان کے درمیان دھوئیں کی ایک دبیز چادر تنی رہتی تھی جس کے درمیان سے زمین پر ایسی تپش ہوتی تھی کہ کفار اس سے بھنے جاتے تھے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے متبعین پر اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ابر رحمت سایہ فگن رہتا تھا۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس عذاب الٰہی سے عاجز آ کر مشرکین قریش میں سے کچھ لوگ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ ﷺ سے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا:

"آپؐ کے اپنے بقول آپ تو خدا کی طرف سے ساری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔ پھر ہم لوگوں پر آپ کی طرف سے اس سخت عذاب کا کیا مطلب ہے جس کی وجہ سے ہم موت کے قریب جا پہنچے ہیں"۔

بیہقی کہتے ہیں کہ بخاری نے یہ روایت عبدالرزاق کی زبانی معمر، ایوب، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کی ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ مذکورہ بالا عذاب اور بھوک سے قریش کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ خشک سالی کی وجہ سے ان تک کھانے پر مجبور ہو گئے تھے اور اس کا یہ بیان سن کر رحمت

---

[1] نہایہ میں بھی لزام کو یوم بدر بتایا گیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

عالم ﷺ کا ابر کرم جوش میں آیا اور آپؐ نے اپنے ان حد سے زیادہ ظالم دشمنوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تب کہیں جا کر ان پر سے یہ عذاب ختم ہوا۔ مشرکین قریش پر اس عذاب کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ وَلَقَدْ اَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴾

حافظ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان کی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قبل ہجرت حاضری کی روایت کی کوئی مستند دلیل نہیں ملتی۔ تاہم ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا ہو۔ واللہ اعلم

بیہقی نے گزشتہ فصل میں مذکورہ واقعات کے بعد قصائص فارس وروم اور مندرجہ ذیل آیت قرآنی کا ذکر کیا ہے:

﴿ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ ..... الخ ﴾

پھر بیہقی نے سفیان ثوریؒ کے طریقے پر حبیب بن ابی عمرو سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی خواہش یہ تھی کہ اہل روم لڑائی میں اہل فارس پر غالب رہیں کیونکہ رومی اہل کتاب تھے جب کہ مشرکین کی خواہش یہ تھی کہ اہل فارس اہل روم پر غالب آ جائیں کیونکہ وہ بھی انہی کی طرح مشرک تھے۔ اس کا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپؐ نے اہل فارس پر رومیوں کے غالب آنے کی پیش گوئی فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشرکین مکہ نے اس بات پر شرط باندھ رکھی تھی کہ اہل فارس رومیوں پر غالب رہیں گے۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکین کے مابین پانچ سال کے لیے تھی۔ لیکن آپؐ نے اس مدت کو دس سال تک بڑھایا تھا۔ جب اہل روم کی اہل فارس پر فتح کی خبر عرب پہنچی تو وہ یوم بدر تھا یا یوم حدیبیہ تھا۔ واللہ اعلم

بیہقی ولید بن مسلم کی روایت اسید کلابی کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر الذکر نے علا بن زبیر کلابی کی زبانی اس کے باپ کی بیان کردہ یہ بات سنی تھی یعنی اس کے باپ نے اس سے کہا تھا کہ اس نے کبھی فارس کو روم پر غالب آتے اور کبھی روم کو فارس پر غالب آتے اور پھر مسلمانوں کی روم وفارس اور شام وعراق کی تسخیر سب کچھ پندرہ سال کے اندر اندر اپنے زمانے میں دیکھا تھا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج مکے سے بحکم خداوندی بیت المقدس تشریف لے جانا

ابن عساکر نے احادیث اسراء کا ذکر اوائل بعثت کے اذکار کے ساتھ کیا ہے لیکن ابن اسحٰق نے اس ذکر کو بعثت نبوی کے دسویں سال کے اذکار میں شامل کیا ہے۔ بیہقی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر موسیٰ بن عقبہ کی طرح زہری کے حوالے سے آپ کی بعثت کے اس سال کے واقعات کے ساتھ کیا جس سال آپ نے مکے سے مدینے کو ہجرت فرمائی تھی۔ بیہقی کی بعثت کے دسویں سال کے واقعات کے ساتھ یہ روایت ابن لہیعہ کی ان روایات سے مطابقت رکھتی ہے جو اس نے ابی اسود کے حوالے سے بعثت نبوی کے دسویں سال ہی کے واقعات کے سلسلے میں پیش کی ہیں۔

حاکم اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر' انبساط بن نصر اور اسماعیل اسدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کی طرف سے خمس کی فرضیت کا حکم اسی سال آیا تھا جب آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے معراج کی رات مکے سے بیت المقدس تشریف لے گئے تھے اور یہ آپ کی بعثت کے بعد ہجرت سے قبل دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اسدی کے بقول معراج کا واقعہ ذیقعدہ کے مہینے میں پیش آیا تھا جب کہ زہری و عروہ کے بقول یہ واقعہ ماہ ربیع الاوّل کا ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ان سے عثمان نے سعید ابن مینا' جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سن فیل میں ماہ ربیع الاوّل کے دوسرے دوشنبہ کو ہوئی تھی اسی مہینے اور اسی روز یعنی دوشنبہ کے دن آپ کی بعثت ہوئی' اسی سال اللہ تعالیٰ کی طرف سے معراج کی عزت سے سرفراز فرمایا گیا' اسی روز آپؐ نے مکے سے مدینے کو ہجرت فرمائی اور وہی روز یعنی دوشنبہ اور وہی مہینہ ربیع الاوّل آپ کی وفات کا دن ہے اور اس روز سے دنیا میں انبیائے کرام کی آمد کا سلسلہ ختم ہوا۔ حافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی نے بھی اپنی کتاب سیرت میں اسی روایت پر انحصار کیا ہے لیکن اسی نے آگے چل کر جو حدیث بغیر کسی سند کے روایت کی اس میں ماہِ رجب کے فضائل بیان کرتے ہوئے واقعہ معراج کی تاریخ بھی اسی مہینے کی سترہ تاریخ بتائی ہے۔ واللہ اعلم

کچھ لوگ واقعہ معراج کو ماہ رجب کے پہلے روز جمعہ سے منسوب کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ "لیلۃ الرغائب" اور ایک مشہور نماز کا ذکر کرتے ہیں جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

جو لوگ واقعہ معراج کو ماہ رجب کی پہلی شب جمعہ سے منسوب کرتے ہیں وہ اپنے اس بیان کی بنیاد رکاکہ کے اس شعر کو بناتے ہیں جو کہتا ہے ؎

لیلۃ الجمعۃ عُرِّج بالنبی ۔۔۔ لیلۃ الجمعۃ اوّل رجب

Marfat.com

ترجمہ: ''شب جمعہ نبی ﷺ کی معراج کی رات ہے۔ وہ رات ماہ رجب کی اوّل شب جمعہ ہے''۔

ہم نے ان جملہ اقوال و روایات کو واقعہ معراج کے سلسلے میں بطور اسناد پیش کرنے کے بجائے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی پیش کرتے ہوئے جو قوی اسناد پیش کی وہ بھی سطور ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ..... الخ ﴾

اب جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا اس آیت قرآنی کے سلسلے میں اہل علم کی کچھ روایات اور ان کے بیانات پیش کرتے ہیں۔

ابن اسحٰق کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے جو ازمنہ قدیم سے بیت المقدس کہلاتی ہے اور اسی زمانے میں اسلام نہ صرف قریش مکہ بلکہ دوسرے قبائل میں بھی پھیلتا چلا گیا۔ ابن اسحٰق حدیث معراج کی روایت پیش کرتے ہوئے مزید بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ان تک یکے بعد دیگرے ابن مسعودؓ ابی سعیدؓ عائشہؓ معاویہؓ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہم اور حسن بن ابی حسنؒ ابن شہاب زہریؒ قتادہ وغیرہ نیز کئی دوسرے اہل علم کے ذریعہ پہنچی ہے اس کے علاوہ وہ آیت اسریٰ کی صداقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہر بات پر قدرت حاصل ہے وہ چاہے تو ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتا ہے۔ اس لیے صداقت معراج میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا روایت پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد حرام سے براق پر سوار ہوئے تھے' یہ چوپائے کی طرح ایک سواری کا جانور بتایا گیا ہے جس کے سم لمبائی میں اس کی جسامت کے برابر ہوتے ہیں اور اس جانور پر آنحضرت ﷺ سے قبل اور انبیاء علیہم السلام بھی سوار ہو چکے تھے۔ مسجد حرام سے رسول اللہ ﷺ براق پر سوار ہو کر زمین و آسمان کے درمیان بہت سے مقامات اور عجائب و غرائب ملاحظہ فرماتے ہوئے بیت المقدس پہنچے جہاں آپؐ نے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا اور ان سب نے مل کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ کو تین برتن پیش کیے گئے جن میں سے ایک میں دودھ' دوسرے میں شراب اور تیسرے برتن میں پانی تھا۔ آپؐ نے ان برتنوں میں سے صرف دودھ کا برتن لے کر وہی پیا۔ اس کے بعد جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے' حضرت جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے عرض کیا کہ:

''آپؐ اور آپ کی امت ہدایت یافتہ ہو گئی ہے''۔

اس کے بعد ابن اسحٰق اس سلسلے میں حضرت حسن بصریؒ کی مرسل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ اس روایت کے علاوہ جہاں تک مذکورہ بالا مختلف ذرائع سے ان کی معلومات کا تعلق ہے وہ یہ ہیں کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو ساتھ لے کر پہلے مسجد حرام کے دروازے پر گئے اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کرا دیا۔ آپؐ نے اس کی ہیئت دیکھ کر فرمایا کہ اے براق! شاید اس سے قبل کوئی انسان اس ہیئت کے چوپائے پر سوار نہ ہوا ہو گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے اس عزت سے سرفراز فرمایا۔ بہرکیف مسجد حرام کے دروازے سے جبریل علیہ السلام آپ کو براق پر سوار کرا کے بیت المقدس لے گئے

Marfat.com

اور وہاں جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا آپؐ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور دودھ کے برتن سے دودھ نوش فرمایا اور شراب پینے سے انکار کر دیا۔ روایت مذکورہ کے مطابق آپؐ سے جبریل علیہ السلام نے یہ کہنے کے بعد کہ آپؐ اور آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ فرمایا یہ بھی کہا کہ آپؐ پر اور آپ کی امت پر شراب حرام کی گئی۔ اس کے بعد آپؐ (بعد معراج) بیت المقدس ہی کے راستے سے مکے واپس تشریف لائے اور جب قریش کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپؐ پر (نعوذ باللہ) کذب کا بہتان رکھا بلکہ بعض لوگ تو اس خبر سے اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے۔

جہاں تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپؐ کے مکے سے بیت المقدس تک سفر کا تعلق ہے تو اس سے قبل ان سے آپؐ نے خود ہی اس کے جملہ کوائف بیان کر دیئے تھے یعنی اس لمحاتی سفر میں جن دور دراز بستیوں پر سے آپ کا گزر ہوا وہاں بسنے والے قبائل سو رہے تھے یا جاگ رہے تھے اور فلاں فلاں قبیلے کے اونٹوں کا رنگ کیسا تھا؟ راستے میں کون کون سی وادیاں' میدان یا پہاڑی علاقے آئے' آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ شام کے راستے سے بیت المقدس پہنچے تھے۔ اس کے علاوہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے اس کا ایسا نقشہ الفاظ میں کھینچ کر بتایا جیسے آپ اس وقت بھی اسے اپنی نگاہوں کے سامنے پا رہے ہوں اور ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے اس سفر کی کیفیات آپ کی زبان مبارک سے سن کر ان کی حرف بہ حرف تصدیق کی تو اسی روز سے ان کے نام میں لفظ صدیق کا اضافہ ہو گیا۔ جناب حسن رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ اسی سلسلے میں درج ذیل آیت قرآنی نازل ہوئی:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں اس سلسلے میں ام ہانی سے جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اس شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ان کے ساتھ تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ انہوں نے اس رات آخر شب تک عشاء وغیرہ کی نماز آپؐ کے ساتھ ادا کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ دیر کے لیے آپ کو نہیں دیکھا لیکن جب صبح ہوئی تو اس وقت کی نماز بھی انہوں نے آپؐ کے ساتھ ہی ادا کی تھی۔ تاہم آپؐ نے ان سے فرمایا تھا:

''اے ام ہانی! میں نے عشاء وغیرہ کی نماز تو آخر وقت تک تمہارے ساتھ پڑھی تھی لیکن اس کے بعد جو نماز میں نے پڑھی وہ بیت المقدس میں پڑھی اور اب میں صبح کی نماز جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پھر تمہارے ساتھ پڑھ رہا ہوں''۔

ام ہانی کہتی ہیں کہ آپؐ سے یہ سن کر میں نے آپ کی چادر کا کونہ پکڑا اور آپؐ سے عرض کیا:

''یہ بات آپؐ دوسرے لوگوں کو نہ بتائیے گا ورنہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو اذیت دیں گے''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''یہ بات تو بخدا انہیں بتانا ہی پڑے گی''۔

چنانچہ جب آپؐ نے لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو انہوں نے واقعۃً آپ کی تکذیب کی اگرچہ آپؐ نے اپنے مکے سے

Marfat.com

بیت المقدس تک سفر کی جملہ نشانیاں انہیں بتائیں۔ (روایت ام ہانی)

یونس بن بکیر اسباط اور اسماعیل اسدی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس روز طلوع آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس وقت تک روکے رکھا جب تک آنحضرت ﷺ بیت المقدس سے مکے واپس تشریف نہیں لے آئے۔ بیہقی نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ طلوع آفتاب کے رُکے رہنے کا یہ واقعہ خدا کی قدرت سے نوع انسانی میں صرف دو افراد کو پیش آیا ان میں سے ایک تو رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسرے یوشع بن نون ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں مذکورہ بالا روایات کے علاوہ جو کچھ ابن سعید کے حوالے سے معلوم ہوا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو کچھ مجھے بیت المقدس میں پیش آیا اس سے فراغت کے بعد جبریل مجھے بلندی کی طرف لے گئے اور وہاں جو کچھ میں نے دیکھا اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں مجھے تم لوگوں کی موت کے اوقات معلوم ہوئے' اس کے بعد میں اپنے ساتھی کے ہمراہ آسمان کے اس دروازے پر پہنچا جسے باب حفظہ کہا جاتا ہے اور جہاں اسماعیل فرشتے کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ ہزار فرشتے تعینات ہیں جن میں سے ہر فرشتے کے ماتحت الگ الگ بارہ بارہ ہزار فرشتے متعین کیے گئے ہیں''۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''آسمان پر فرشتوں کی مجموعی تعداد کا علم مجھے نہیں ہے''۔

اس کے علاوہ شب معراج کے واقعات کے بارے میں جو کچھ آپؐ نے ارشاد فرمایا اسے ہم نے اپنی کتاب تفسیر میں آیہ معراج کی تفسیر کرتے ہوئے یہ تمام وکمال اسناد کے ساتھ پیش کیا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیا ہے کہ یہ عجیب وغریب احادیث بلحاظ اسناد ضعیف ہیں البتہ ام ہانی کی بیان کردہ حدیث کے آخری بیانات میں ان سب باتوں کا ذکر موجود ہے اور صحیحین کی روایت سے بھی ان کا ثبوت ملتا ہے جو وہاں شریک بن ابی نمر اور انس کے حوالے سے پیش کی گئی ہیں۔ بہرکیف یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ واقعات آپ کو دو بار پیش آئے یعنی اوّل یا نزول وحی سے قبل عالم رویاء میں اور اس وقت آپؐ نے فرشتوں کی قلیل تعداد کو بھی جنود خیال فرمایا ہوگا اور انہی کو فرشتوں کی کل تعداد سمجھا ہوگا اور دوسری بار شب معراج میں۔ تاہم ان دونوں مواقع پر آپ کی شرح صدر کی گئی تھی لیکن شب معراج کے واقعات یقیناً نزول وحی کے بعد پیش آئے اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ خود بعثت نبوی کے دسویں سال پیش آیا تھا نیز یہ کہ معراج سے قبل آپ کی شرح صدر دوسری یا تیسری بار کی گئی تھی کیونکہ خود آنحضرت ﷺ کے بقول آپ کو ملاء اعلیٰ میں لے جانے اور حضور خداوندی سے قبل یہ ضروری تھا۔ جہاں تک آپؐ کے مکے سے بیت المقدس تک براق پر سواری کا تعلق ہے وہ تعظیماً وتکریماً تھا۔ بیت المقدس میں آپؐ کے مسجد اقصیٰ میں داخلے اور وہاں انبیاء کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو بعض راویوں نے مستند نہیں مانا ہے تاہم اس روایت کو ہم نے پہلے دو اقوال کے تحت پیش کرنا مناسب سمجھا ہے۔ واللہ اعلم

یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ نے انبیاء کے ساتھ جو نماز ادا فرمائی تھی اور شراب پانی اور دودھ کے برتنوں میں سے صرف دودھ

Marfat.com

کا برتن لے کر اس میں سے دودھ نوش فرمایا تھا یہ دونوں واقعات بھی آسمان پر پیش آئے تھے لیکن آپ کے ارشاد گرامی کے بارے میں جو مستند روایت ہے اس سے ثابت ہے کہ یہ دونوں واقعات آپ کو بیت المقدس ہی میں پیش آئے تھے کیونکہ آپ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ بیت المقدس کے واقعات سے فراغت کے بعد آپؐ نے آسمان کی طرف سفر کا آغاز فرمایا تھا اور ظاہر ہے کہ ان دو واقعات کے علاوہ کسی دوسرے واقعہ کا کسی روایت میں ذکر نہیں ہے بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف براق پر سوار ہو کر آپؐ کے سفر کا ذکر کسی روایت میں نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ براق مسجد اقصیٰ کے دروازے پر آپؐ کے وہاں سے مکے کی طرف واپسی کے لیے ٹھہرا رہا ہوگا۔ اس لیے بیت المقدس سے آسمان کی بلندیوں کی طرف براق پر آپؐ کے مزید سفر کی روایات قابل تسلیم نہیں ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ سفر براق پر ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔

بہر کیف مستند روایات کے مطابق آنحضرت ﷺ کے مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کے سفر میں آپؐ نے ساتوں آسمان طے فرما لیے تھے جہاں آپ نے اکابر ملائکہ کے علاوہ انبیاء سے بھی ملاقات کی تھی' پہلے آسمان پر یعنی آسمان دنیا پر آپؐ نے' جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام کو دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو چوتھے آسمان پر حضرت ادریس کو' چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ کو اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تھا[1] جس کے بعد آپؐ بیت معمور کی جانب تشریف لے گئے تھے اور اس کے دروازے سے ہر روز ستر ہزار فرشتے اندر داخل ہو کر نماز ادا کرتے اور طواف کرتے ہیں لیکن یہ فرشتے اب قیامت تک وہاں سے واپس نہیں آئیں گے۔ بیت المعمور سے آپ مقام مستوی پہنچے جہاں قلموں کی آوازیں (صریف یا صریر) سنائی دیں۔ پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تشریف لے گئے۔ یہ وہ درخت ہے جس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہیں اور اس کے پھل چھوٹے اونٹ کے برابر ہوتے ہیں۔ اس کا تنہ ظاہر ہے سب سے بڑا اور مختلف رنگوں کا ہے جس میں بہت سی شاخیں ہیں جن پر چڑیوں کی طرح فرشتے کثیر تعداد میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس درخت کے نیچے سونے کا فرش ہے اور اس کی جڑ نور باری تعالیٰ سے مزین ہے۔ یہیں آپؐ نے جبریل کی اصل ہیئت کذائی ملاحظہ فرمائی جن کے چھ سو پر ہیں اور ان کے پروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جس میں زمین و آسمان کا درمیانی خلاء سما جائے۔ آپؐ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کے بارے میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی:

﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ..... الخ ﴾

زاغ البصر سے مراد یہ ہے کہ اس مقام سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب یا بلندی پر کچھ نظر نہیں آ سکتا کیونکہ یہاں نظر کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مقام ادب و تکریم ہے' یہی جبریل علیہ السلام کے رویائے ثانیہ کا مقام ہے جس صورت پر انہیں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] روایت "اصلیین" میں تیسرے اور پانچویں آسمان کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے تیسرے اور پانچویں آسمان پر بالترتیب حضرت یوسف اور حضرت ہارون علیہما السلام کو دیکھا تھا۔

Marfat.com

تخلیق فرمایا اس حدیث کو ابن مسعودؓ ابو ہریرہؓ ابوذر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ..... الخ ﴾

اسی مقام پر حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تھا کیونکہ یہاں حضور باری تعالیٰ میں ان کی رسائی کی حد ختم ہو جاتی تھی[1] اور یہیں آپؐ کے اور ذات باری تعالیٰ کے مابین فاصلہ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کمان کے چلوں یا اس سے بھی کمتر باقی رہ گیا تھا۔ اسی کی تفسیر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال میں پائی جاتی ہے۔ حدیث اسراء کے سلسلے میں شریک نے مندرجہ بالا آیہ شریفہ میں قاب قوسین کے بعد اوادنیٰ کی جو تفسیر کی ہے وہ راوی کی فہم کی حد تک ہے۔ واللہ اعلم

اگر یہ بات نہ ہوتی تو دوسری تفاسیر میں اس کے متعلق ''جو آخری شے ہو سکتی ہے''۔ نہ کہا جاتا کیونکہ اس آیت قرآنی میں ''اوادنیٰ'' کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

شب معراج ہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر شب و روز میں پہلے پچاس وقت کی نماز فرض کی تھی لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپؐ سے کہا کہ اس میں تخفیف تو آپ کی گزارش پر اللہ جل شانہٗ نے اسے کم کرتے کرتے صرف پانچ وقت کی کر دیا لیکن اس وقت پنج وقتی نماز کا ثواب بھی اپنے فضل و کرم سے پچاس وقت کی نمازوں کے برابر ٹھہرا دیا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہے نیز جملہ ائمہ عصر اس پر متفق ہیں۔

آیت اسریٰ اور اس سے متعلق احادیث کے بارے میں مفسرین، محدثین اور دیگر علماء مؤرخین میں باہم اختلاف ہیں، بعض کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ معراج بعالم رویاء یا روحانی ہے اور بعض اسے معراج جسدی و روحانی دونوں بتاتے ہیں۔ جو اسے عالم رویاء میں کہتے ہیں وہ اسے دو بار بتاتے ہیں یعنی ایک بار قبل نزول وحی اور دوسری بار بعد از نزول وحی۔

جو آپ کی معراج کو عینی مشاہدہ تسلیم کرتے ہیں ان میں ابن جریر اور علمائے متاخرین شامل ہیں نیز وہ لوگ جو اس بارے میں آیت قرآنی پر انحصار کرے اسے عینی مشاہدات سے تعبیر کرتے ہیں ان میں پیش پیش شیخ ابوالحسن اشعری ہیں جن کی پیروی بیہقی نے کی ہے اور شیخ ابوزکریا نووی نے بھی اسی کو مانا ہے اور اپنی کتاب فتاویہ میں بھی بیان کیا ہے۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ کی زبانی اس بارے میں اس کے علاوہ کوئی حدیث نبوی پیش نہیں کی گئی ہے کہ ایک روز واقعہ معراج کے بارے میں ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آیا آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، تو آپؐ نے فرمایا: ''میرے نور نے اسے دیکھا''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''میں نے اس کی تجلی دیکھی''۔

---

[1] اسی مقام کے بارے میں شیخ سعدیؒ نے جبریل علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے:

کہ اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر میں یہاں سے سر مو کے برابر آگے اڑ کر جاؤں گا تو فروغ تجلی ذات باری سے میرے پر جل جائیں گے۔ (مترجم)

Marfat.com

جن لوگوں کے نزدیک واقعہ معراج سے مراد عینی مشاہدہ نہیں ہے وہ اس کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ فانی آنکھوں کے ذریعہ ذات باقی کی رویت ناممکن ہے۔ اس کے ساتھ وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اس وجہ سے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہی ارشاد فرمایا تھا جس کا تذکرہ متعدد کتب الٰہیات میں موجود ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام واقعۃً زندگی بھر اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کر سکے جو اس سلسلے میں آیت قرآنی سے ثابت ہے۔ [1] اسی وجہ سے علمائے متقدمین و متاخرین میں اس مسئلے کے بارے میں مختلف آراء پیش کی جاتی رہی ہیں۔

بہر کیف جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے بیت المقدس پہنچے تو جیسا کہ متعدد مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے وہاں موجود تھے اور انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ روایات قدیم کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں تھا اور جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے جبرئیل علیہ السلام نے دیگر انبیاء سے آپ کا تعارف کرایا تو انہوں نے یکے بعد دیگرے فرداً فرداً آپ کو سلام کیا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ واقعہ آپ کی سیر سماوات کے بعد پیش آیا ہوتا جیسا کہ بعض روایات میں بیان کیا گیا ہے تو اس کی دوبارہ ضرورت کیوں پیش آتی یعنی جبریل علیہ السلام دیگر انبیاء سے آپ کا تعارف دوبارہ کیوں کراتے؟ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے بیت المقدس پہنچنے پر انبیاء سے پہلے آپ کا تعارف کرایا گیا اور اس کے بعد انہوں نے آپ کی اقتداء میں نماز فجر ادا کی۔ البتہ کچھ لوگ جن میں امام اعظیم (ابوحنیفہؒ) بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ انبیاء نے نماز فجر آپ کی اقتداء میں اس وقت ادا کی ہوگی جب آپؐ سیر سماوات سے بیت المقدس واپس تشریف لے آئے ہوں گے کیونکہ نماز فجر کے بعد ہی آپؐ براق پر سوار ہو کر واپس مکے تشریف لائے تھے جب صبح ہو گئی تھی''۔ یہ بات واقعی بڑی مدلل اور زیادہ قرین قیاس ہے۔

بہر کیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعالم معراج سیر سماوات کے دوران اللہ تعالیٰ کو جو نشانیاں اور وہاں کے جو عجائب غرائب ملاحظہ فرمائے اور جن کا ذکر مختلف احادیث نبوی میں آیا ہے جب صبح کے وقت آپؐ نے ان کا تذکرہ لوگوں سے کرنا چاہا تو پہلے یہی خیال فرمایا کہ انہیں سن کر کم سے کم مشرکین قریش آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کا یہ خیال بعد میں درست نکلا۔ ہوا یوں کہ اسی صبح کو مسجد کعبہ میں آپؐ چند دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے تو اتفاقاً ابوجہل بھی وہاں آ نکلا آپؐ سے (طنزاً) بولا: ''کہیے کوئی اور خبر ہے؟''۔ جب آپؐ نے اس کا اثبات میں جواب دیا تو اس نے پوچھا: ''فرمایئے کیا خبر ہے؟'' جب آپؐ نے

---

[1] اس سلسلے میں صوفیائے کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات باری کا عینی مشاہدہ فرمایا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ آپ کی مدح میں کہتے ہیں

''موسیٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات تو عین ذات می نگری و در تبسمی''۔

یعنی حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ کا ایک جلوۂ صفات دیکھ کر ہوش کھو بیٹھے جب کہ آپؐ نے ذات خداوندی کا عینی مشاہدہ فرمایا اور تبسم فرماتے رہے۔ (مترجم)

Marfat.com

اسے شب گذشتہ مکے سے بیت المقدس تشریف لے جانے کی خبر سنائی تو اسے سن کر اس نے آپؐ سے دریافت کیا: ''کیا آپ یہ خبر اپنی قوم کو بھی سنا سکتے ہیں؟''۔ آپؐ نے فرمایا: ''یقیناً'' آپؐ سے یہ سن کر وہ وہاں سے فوراً واپس گیا اور بہت سے مشرکین قریش کو جمع کر کے وہاں لے آیا اور آپؐ سے بولا:

''اب وہ خبر جو آپؐ نے مجھے ابھی سنائی تھی انہیں بھی سنایئے''۔

چنانچہ آپؐ نے ابوجہل کے ساتھیوں کو بھی شب گذشتہ اپنے مکے سے بیت المقدس تشریف لے جانے کی خبر سنا دی اور شدہ شدہ یہ خبر سارے مکے میں پھیل گئی جسے سن کر کچھ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان سے پوچھا کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی ہے تو آپؐ نے بالکل سچ فرمایا ہے''۔

اس کے بعد بھی مشرکین قریش نے آپؐ کے گرد جمع ہو کر آپ کی زبان سے معراج کی خبر سننے پر اصرار کیا اور کچھ لوگوں نے آپؐ سے بیت المقدس کا زبانی نقشہ بھی آپؐ سے پیش کرنے کے لیے کہا جسے آپؐ نے ہو بہو پیش کر دیا۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ بیت المقدس کا پورا نقشہ زبانی پیش کرنے میں جہاں جہاں آپ کو معمولی سے التباس کا بھی خیال آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے وہ سب کچھ آپ کی نگاہوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اور جب آپؐ نے وہی ان لوگوں کو سنایا تو انہیں لامحالہ قائل ہونا پڑا کیونکہ جو کچھ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ ان کی معلومات کے عین مطابق تھا۔

ابن اسحٰق کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کے مکے سے بیت المقدس تشریف لے جانے کے بارے میں آیت قرآنی ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی ..... الخ﴾ کے نزول کے بعد جو آیت ﴿وَ مَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنَاکَ اِلَّا فِتْنَةً﴾ نازل ہوئی وہ یقیناً لوگوں کے اس امتحان کے لیے تھی کہ دیکھا جائے کہ کون کون آپؐ کے واقعہ معراج پر یقین کرتا اور کون نہیں کرتا۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کی جسدی (جسمانی) معراج کے بارے میں سبھی اسلاف و اخلاف اس لیے متفق ہیں کہ اس کے بارے میں آیت قرآنی ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا..... الخ﴾ میں لفظ ''بعبدہ'' ارشاد فرما کر خود اللہ تعالیٰ نے اس کی یعنی آپ کی معراج جسمانی کی حقیقت بیان فرما دی ہے۔ اس کے علاوہ یہ صریح بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اگر صرف عالم رویاء میں یا روحانی طور پر آپ کو معراج حاصل ہوئی ہوتی تو مشرکین قریش کو اس کی تکذیب کی کیا ضرورت تھی اور پھر وہ آپؐ پر اعتراضات کی بوچھاڑ کیوں کرتے؟

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں بعض آل ابی بکر کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ یہ روایت معلوم ہوئی کہ ان کے نزدیک اس رات کو آپ کا جسم مبارک بستر سے غائب نہیں ہوا تھا' اس لیے وہ آپ کی معراج کو معراج روحانی سمجھتی ہیں۔

ابن اسحٰق یعقوب بن عتبہ کی زبانی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی معراج روحانی کے قائل تھے لیکن انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ خدا کی طرف سے اس کے کسی بندے کو جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان اقوال کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے

Marfat.com

بھی جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے یعنی:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنَاكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ﴾

ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے فرمایا تھا:

﴿ يَا بُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْ اَذْبَحُكَ ﴾

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جانے والے) خواب عینی ہوں یا روحانی برابر ہوتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حقیقت کچھ بھی ہو معراج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اپنی زبان مبارک سے فرمایا سب سچ فرمایا۔

تنبیہ:

معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں اس سے قبل جو خواب آپؐ نے اس طرح دیکھے تھے جیسے کوئی صبح صادق کے وقت چیزوں کو دیکھ رہا ہو ان سے یا اس کے بعد ایسے ہی جو خواب آپؐ نے دیکھے ان سے ہمیں بھی قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (مؤلف)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے بعد اگلا دن آیا تو جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں زوال کے وقت حاضر ہو کر نماز اور اس کے اوقات کی صراحت کی بلکہ اگلے دن تک پانچوں وقت آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی۔

ابن عباس اور جابر رضی اللہ عنہم اس حدیث نبوی کے راوی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام میرے پاس بیت اللہ میں دو بار آئے''۔

اس کے بعد جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے انہوں نے آپؐ کے سامنے دو وقت کی نماز کی وضاحت کی یعنی صبح اور عشاء کی نمازوں کے بارے میں آپ کو بتایا۔ اس کے علاوہ ظہر یا عصر یعنی درمیان کی نمازوں کی توضیح کی لیکن بات مغرب کی نماز تک نہیں آئی۔ یہی روایت ابی موسیٰ، بریدہ اور عبداللہ بن عمرو کی بھی ہے جو صحیح مسلم میں پیش کی گئی ہے اور ہم نے بھی اسے اپنی ''کتاب الاحکام'' میں تفصیلاً پیش کیا ہے لیکن صحیح بخاری میں معمرؒ، زہریؒ، عروہؒ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس بارے میں جو روایت آئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''اوّل اوّل دو رکعت نماز فرض ہوئی تھی۔ جو میں بحالت سفر ادا کرتی تھی لیکن بحالتِ قیام اس میں اضافہ بھی کر لیتی تھی''۔

یہ روایت اوزاعیؒ نے زہریؒ کے حوالے سے اور شعبیؒ نے مسروقؒ کے حوالے سے بیان کی ہے۔ تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی جو روایت پیش کی گئی ہے اس کی تفہیم میں صرف اسی قدر اشکال ہے کہ وہ بحالتِ سفر بھی پوری نماز پڑھا کرتی تھیں حالانکہ

Marfat.com

آیت قرآنی:

﴿ وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ ..... الخ ﴾

بیہقی حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جیسا رسول اللہ ﷺ کے عمل سے معلوم ہوا کہ پہلے چار وقت کی فرض نماز پڑھی جاتی تھی اور اس میں ظہر کی چار رکعات' عصر کی چار رکعات' مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی چار رکعات ادا کی جاتی تھیں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتیں بالجہر پڑھی جاتی تھیں۔ پھر جب پانچوں وقت (باجماعت) نماز پڑھی جانے لگی تو فجر کی دو رکعت تھیں اور وہ بھی پڑھی جاتی تھیں۔ تاہم بحالت سفر جیسا کہ مندرجہ بالا آیت قرآنی سے ظاہر ہے ہر وقت کسی صرف دو رکعت قصر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی جس کے سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔

Marfat.com

عہد نبویؐ میں شق القمر کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ کے عہد رسالت میں آپؐ کے معجزۂ شق القمر پر جملہ مسلمانوں کا اتفاق ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اپنی محکم کتاب عزیز میں اس واقعہ کی مندرجہ آیت میں خبر دی ہے:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرَ ..... الخ ﴾

اس سلسلے متعدد متواتر احادیث مختلف روایات میں بیان کی گئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس معجزۂ رسالت کو لاتعداد اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس کے بارے میں بیان کیا جس سے آپ کی رسالت کی فی الجملہ تصدیق ہوئی۔ ہم نے آپؐ کے اس معجزے کی تفصیلات اپنی کتاب التفسیر میں متعدد ثقہ و مستند حوالوں سے پیش کی ہیں جن کا خلاصہ سطور ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جو انس بن مالک، جبیر بن مطعم، حذیفہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات پر مبنی ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرزاق اور معمر نے قتادہ اور انس بن مالک کے حوالے سے بیان کیا کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی نبوت کا ثبوت مانگا تو آپؐ کے معجزے کی صورت میں مکے ہی میں دوبار شق القمر کا واقعہ پیش آیا جس سے قبل آپؐ نے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت قرآنی میں کہا گیا ہے فرمایا تھا:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرَ ﴾

امام مسلمؒ نے محمد بن رافع اور عبدالرزاق کے حوالے سے اس معجزے کے بارے میں متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات پیش کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکے میں ایک جم غفیر نے رسول اللہ ﷺ کے اس معجزے کو دیکھا تھا۔ مسلم و بخاری نے اس واقعہ کو شیبان کے طرز پر روایت کیا ہے۔ بخاری نے اس روایت میں سعید بن ابی عروبہ کا اور مسلم نے شعبہ کا حوالہ دیا ہے۔ تاہم یہ روایت فی الجملہ قتادہ اور انس کے حوالے ہی سے پیش کی گئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کوئی معجزہ دکھانے پر اصرار کیا تو آپؐ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا اور لوگوں نے ان دونوں ٹکڑوں کو اس طرح دیکھا کہ ان کے درمیان شگاف تھا لیکن وہ دونوں ٹکڑے برابر برابر تھے۔ (آخری الفاظ بخاری کے ہیں)

امام احمدؒ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن کثیر اور سلیمان بن کثیر نے حصین ابن عبدالرحمٰن، محمد بن جبیر بن مطعم اور آخر الذکر کے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو اس کا ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر اور دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر نظر آیا۔ یہ دیکھ کر مشرکین مکہ بولے:

''محمد (ﷺ) نے ہم پر جادو کر دیا ہے لیکن یہ جادو دنیا کے دوسرے لوگوں پر نہیں چل سکتا''۔ امام احمدؒ نے یہ روایت بطور

Marfat.com

خاص پیش کی ہے۔

اسی طرح اسی روایت کو ابن جریر نے محمد بن فضیل وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے جن میں حصین بھی شامل ہیں۔ بیہقی نے یہ روایت ابراہیم بن طہمان اور ہشیم کے حوالے سے اور آخرالذکر دونوں نے حصین بن عبدالرحمٰن، محمد بن جبیر بن مطعم اور مطعم کے باپ اور دادا کے حوالے سے پیش کی ہے جب کہ خود بیہقی نے اپنی اسناد میں ایک شخص کا اور اضافہ کیا ہے۔

جہاں تک اس واقعے کے بارے میں حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اسے ابونعیم نے اپنی کتاب ''الدلائل'' میں عطا بن سائب اور ابی عبدالرحمٰن سلمی کے حوالے سے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ روایت ان دونوں سے مدائن میں بیان کی اور یہ بھی کہا کہ:

''قیامت قریب ہے۔ شق القمر کا واقعہ پیش آچکا ہے، آج اپنی جگہ مضمر ہے جب کہ آنے والے کل کا حال کون جانے''۔

اس بارے میں بخاریؒ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ روایت ہم سے یحییٰ بن کثیر، جعفر، عراک بن مالک، عبیداللہ بن عبداللہ نے بیان کر کے کہا کہ انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ شق القمر کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں پیش آیا تھا۔

بخاریؒ کے علاوہ مسلم نے یہ روایت بکر یعنی ابن نصر اور جعفر کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے لکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر دیکھنے کے لیے مشرکین قریش نے اسے جادو بتایا تھا اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ واقعہ مکے میں قبل ہجرت پیش آیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ ہے:

''مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شق القمر کا مطالبہ کیا تھا۔ ان لوگوں میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود ابن عبد یغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن اسود، نضر بن حارث اور ان جیسے کچھ اور لوگ شامل تھے۔ ان لوگوں نے آپؐ سے کہا:

''اگر آپؐ واقعی خدا کے نبی ہیں تو ہمارے سامنے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھایئے جن میں سے ایک ٹکڑا کوہ ابوقبیس پر نظر آئے اور دوسرا کوہ قعیقعان پر''۔

ان لوگوں سے آپؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو کیا تم مجھے سچا مان لو گے؟''۔

آپ کی اس بات پر ان لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس روز چاند کی چودھویں شب تھی اور چاند آسمان پر پورا پورا چمک رہا تھا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ جیسا یہ لوگ چاہتے ہیں چاند کے اپنی قدرت سے اس طرح دو ٹکڑے فرما دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ اس کے بعد جب آپؐ نے چاند کو اشارہ کیا تو وہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اس کا ایک ٹکڑا کوہ ابوقبیس پر اور دوسرا کوہ قعیقعان پر چلا گیا اور آپ نے یہ منظر دیکھنے کے لیے ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ارقم کو آواز دی۔

Marfat.com

یہ بیان کر کے ابونعیم کہتے ہیں کہ ان سے سلیمان بن احمد اور حسن بن عباس رازی نے ھیثم بن عان کے حوالے سے اسماعیل بن زیاد کی بیان کردہ روایت بیان کی جو انہوں نے اس سے ابن جریج' عطا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے سنی تھی۔ شق القمر کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل مکہ ایک بڑی کثیر تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپؐ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ خداؑ کے نبی ہیں تو ہمیں اس کی کوئی نشانی دکھایئے اور اسی وقت جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اس وقت یہ لوگ چلے جائیں اور دوبارہ فلاں رات کو آئیں تو اس رات کو وہ ایسی نشانی دیکھیں گے جسے دیکھ کر انہیں آپ کی سچائی کا قائل ہونا پڑے گا''۔

چنانچہ آپؐ نے ان لوگوں سے یہی فرمایا اور جب وہ دوسری بار آپ کی خدمت میں وہی مطالبہ لے کر آئے تو اس روز چاند کی چودھویں شب تھی۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ چاند دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اس کا ایک ٹکڑا کوہ صفا پر اور دوسرا کوہ مروہ پر چلا گیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو وہ حیران ہو کر اپنی آنکھیں ملنے لگے اور پھر آنکھیں کھول کر یہ منظر دیکھنے لگے۔ انہوں نے ایسا دوبار کیا پھر یک زبان ہو کر بولے:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ایک بہت بڑے جادو کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے''۔

جب ان لوگوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرَ ..... الخ﴾

ضحاک ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کے دینی پیشواؤں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا تھا کہ اگر آپ خدا کے نبی ہیں تو انہیں اس کی کوئی نشانی دکھائیں لہٰذا آپؐ نے ان کو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھایا تھا اور چاند عصر کے بعد سے کافی رات تک اس طرح دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر کوہ صفا و مروہ پر الگ الگ نظر آتا رہا تھا اور پھر غائب ہو گیا تھا لیکن یہودیوں کے ان پیشواؤں نے بھی یہی کہا تھا کہ:

''یہ آنکھوں کو دھوکے میں ڈالنے والا جادو ہے''۔

معجزہ شق القمر کے سلسلے میں یہ بڑی جید اسناد ہیں۔ حافظ ابوالقاسم طبرانی کہتے ہیں کہ ان سے احمد بن عمرو الرزاز' محمد بن یحییٰ القطعی' محمد ابن بکر اور ابن جریج نے عمرو بن دینار' عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ شق القمر زمین کے بعض حصوں میں نظر نہیں آیا لیکن دوسرے کئی حصوں میں نظر آیا جن میں بلاد ہند بھی شامل تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوطالب کی وفات

بعض روایات میں حضرت ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے چچا کی وفات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کی وفات ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کی وفات کے بعد ہوئی تھی لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت ابوطالب سے پہلے ہوئی تھی۔ بہرکیف یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے حد سے زیادہ مشفق تھے اگرچہ حضرت ابوطالب اسلام نہیں لائے تھے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مومنہ صدیقہ تھیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں کی وفات ایک ہی سال ہوئی تھی اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے انتہائی ہمدرد و شفیق تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ کو قریش کے ہاتھوں بہت سی تکالیف اٹھانا پڑی تھیں۔ وہ اپنی زندگی میں آپؐ سے اظہار ہمدردی کے ساتھ آپ کو تسلی دیا کرتی تھیں جب کہ حضرت ابوطالب قریش کے ظلم و ستم سے آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ ان دونوں کی وفات خصوصاً حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد جو ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی کفار قریش نے آپ کو ایذا رسانی کی حد کر دی تھی۔ ایک روز ان میں سے کسی نے آپؐ کے سر مبارک پر مٹی کی ٹوکری الٹ دی تھی اور آپؐ جب اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لائے تھے تو آپ کی دونوں بیٹیاں آپ کا سر دھوتے وقت رونے لگی تھیں آپؐ نے انہیں یہ فرما کر رونے سے روکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تکالیف میں گریہ وزاری سے منع فرمایا تھا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ حضرت ابوطالب کی زندگی میں قریش ایسی حرکت آپؐ کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے جس سے آپؐ کے چچا کو تکلیف پہنچتی۔ ❶

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب نے قریش سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی کے سلسلے میں شکایت کی اور خصوصاً بنی عبد مناف کو اپنی رشتہ داری کا حوالہ دیا تو مشرکین قریش آپس میں مشورہ کر کے کہنے لگے کہ حمزہ و عمر (رضی اللہ عنہما) تو پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں اور اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو بنی عبد مناف کے علاوہ دوسرے بہت سے قریشی قبائل بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ وہ اپنے بھتیجے یعنی آنحضرت ﷺ کو ان کے مذہب کی برائی کرنے سے روکیں۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ سے کہا تھا کہ آپ اپنے دین کی تبلیغ تو کرتے رہیں لیکن قریش کے مذہبی عقائد سے تعارض نہ کریں۔ اس زمانے میں قریش کے کچھ لوگ از راہ منافقت آپؐ کے سامنے آ کر تو لا الہ الا اللہ کہہ کر ہی اپنا عقیدہ بتاتے تھے اور بعد میں منکر ہو جاتے تھے۔

---

❶ ابن ہشام کی کتاب میں حضرت ابوطالب کے ایمان لانے کا ذکر آیا ہے لیکن دیگر مورخین کو اس میں شبہ ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

جب قریش نے حضرت ابوطالب سے یہ کہا کہ اگر محمدؐ ہمارے دین پر معترض نہ ہوں تو ہم بھی ان کے مذہب پر معترض نہ ہوں گے تو حضرت ابوطالب نے آپ کو اس امر پر راضی ہونے کے لیے کہا۔ اس کے جواب میں آپؐ نے ان سے فرمایا:

''میرا دین وہ ہے کہ ایک دن سارا عرب اس پر فخر کرے گا اور اکثر اہل عجم بھی اسے اختیار کر لیں گے''۔

حضرت ابوطالب بولے:

''بہر حال تم قریش پر سختی نہ کرنا ایک دن خود اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا''۔

جب حضرت ابوطالب بستر مرگ پر تھے تو عباس رضی اللہ عنہ کو انہوں نے اپنے قریب بلا کر زیر لب کچھ کہہ تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو وہ بولے:

''اے میرے بھائی کے بیٹے میں نے ان سے جو کہنے کو کہا تھا وہ انہوں نے کہہ دیا ہے''۔

عباس رضی اللہ عنہ کا اشارہ غالباً ابوطالب کے کلمہ پڑھنے کی طرف تھا لیکن آپؐ نے فرمایا میں تو ان سے یہ (شاید) ہرگز نہ سن سکوں گا۔ اس موقع پر یہ آیت قرآنی نازل ہوئی تھی:

﴿ صٓ . وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ..... الخ ﴾

ہم نے اس پر اپنی تفسیر قرآن میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

اہل تشیع کے بعض علمائے قدیم نے عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے استناد کرتے ہوئے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا یعنی:

''اے میرے بھائی کے بیٹے جو میں نے ان سے کہنے کو کہا تھا وہ انہوں نے کہہ دیا ہے یعنی لا الہ الا اللہ''۔

اس روایت کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے جس میں سے پہلی بات اس روایت کا ابہام ہے' دوسری بات نام میں تشکیک ہے اور وقت کے بارے میں بھی وضاحت نہیں ہے۔

امام احمد' نسائی اور ابن جریر اس سلسلے میں ابن اسامہ کی طرح اعمش کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اعمش سے عباد نے سعید بن جبیر کے حوالے سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس میں عباسؓ کے کسی قول کا ذکر نہیں ہے۔ امام ثوریؒ نے بھی اعمش' یحییٰ بن عمارہ کوفی' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے اس میں عباسؓ کے کسی قول کا ذکر نہیں کیا۔

ترمذی' حسنہ' نسائی اور ابن جریر نے اس سلسلے میں جو روایت پیش کی ہے اور بیہقی نے اسے ثوریؒ کی طرح اعمش' یحییٰ بن عمارۃ سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے اس میں بھی یہی ہے کہ جب حضرت ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے قریش بھی جمع تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ ایک اور شخص جو وہاں بیٹھا تھا اسے ایک طرف ہٹا کر ابوجہل نے ان سے کہا:

''آپؐ اپنی قوم کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟''۔

Marfat.com

اس پر حضرت ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''اے میرے بھائی کے بیٹے! تم اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا:

''میں ان سے وہ کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں جس کے کہنے کے بعد سارا عرب ان کے سامنے جھک جائے گا اور اس کی وجہ سے اہل عجم بھی انہیں جزیہ بھیجا کریں گے''۔

حضرت ابوطالب نے پوچھا:

''وہ کلمہ کیا ہے؟''۔

آپؐ نے فرمایا: لا الٰہ الا اللّٰہ.

راوی کا بیان ہے: کہ آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر قریش بولے:

''اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معبود کو یہ مانتے ہیں ہم بھی اسے مانیں' یہ تو کچھ عجیب بات ہے''۔

انہی قریش کے بارے میں یہ آیت اتری:

﴿ صٓ . وَ الْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ..... الخ ﴾

بہرکیف اس روایت کے بارے میں اختلافات موجود ہیں اور نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں سے کون سی روایت صحیح ترین ہے۔ بخاریؒ اس روایت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے محمود اور عبدالرزاق نے کہا اور انہیں معمرؒ نے زہریؒ اور مسیب نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابوطالب کی وفات جب قریب تھی تو جس وقت رسول اللہ ﷺ ان کے پاس پہنچے اس وقت ابوجہل ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھا' آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے فرمایا:

''چچا! کہیے لا الٰہ الا اللّٰہ' اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کی حاجت روائی ہوگی''۔

آپ کی زبان سے یہ سن کر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے:

''اے ابوطالب! کیا اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جائیں گے؟''۔

پھر آخرکار ان دونوں نے ابوطالب سے ''ملت عبدالمطلب پر'' کہلوا کر ہی چھوڑا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ آپ سے اس کی باز پرس نہ کرے''۔

آپؐ کے اس کلام کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا ..... الخ ﴾

اس کے علاوہ یہ آیت قرآنی بھی اس موضوع پر اتری تھی:

﴿ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ ﴾

ابوداؤد (الطیالسی) کہتے ہیں کہ ان سے ابی اسحٰق نے کہا کہ انہوں نے (ابی اسحٰق نے) ناجیہ بن کعب سے سنا کہ انہوں نے (ا

Marfat.com

ن کعب نے) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ بات سنی کہ جب ان کے والد ابوطالب کی وفات ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
س گئے اور ان سے کہا:

''آپؐ کے چچا وفات پا گئے''۔

س پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا:

''تم ان کی میت کے پاس رہو اور جب تک دوبارہ مجھ سے نہ ملو کسی سے کچھ بات نہ کرنا''۔

نانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ دوبارہ آپؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے فرمایا:

''جا کر انہیں غسل دو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ہی آپؐ نے مجھے ایسی دعا دی جو روئے زمین پر میرے لیے ہر چیز سے زیادہ
تھی۔

نسائی نے محمد بن مثنیٰ' منذر اور شعبہ سے روایت کی ہے اور یہی روایت ابوداؤد اور نسائی نے سفیان کی حدیث کے طور پر ابی
حق' ناجیہ اور علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا:

''آپ کے بزرگ چچا کا انتقال ہو گیا ہے مگر وہ گمراہی پر تھے' اس لیے اب ان کے پاس کون رہے گا؟''۔

س پر آپؐ نے ان سے فرمایا:

''جاؤ تم ان کے یعنی اپنے باپ کے پاس رہو اور جب تک پھر میرے پاس نہ آؤ کسی سے کچھ نہ کہنا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب وہ دوبارہ آپؐ کے پاس گئے تو آپؐ نے انہیں حضرت ابوطالب کو غسل دینے کا حکم دیا
ر ایسی دعا دی جس کی بابت حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے بہتر ان کے نزدیک دنیا بھر میں کوئی چیز نہیں ہے۔

حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابوسعد مالینی نے بتایا اور ان سے ابواحمد بن عدی' محمد بن ہارون بن حمید' محمد بن عبدالعزیز بن
مہ اور فضل نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن' جریج' عطا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
طالب کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو فرمایا:

''اے میرے چچا! آپؐ نے مجھ پر ترس کھایا اور رحم فرمایا' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے''۔

یہی روایت بیہقی ابی یمان ہوزنی کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرسل کے طور پر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں
کہ آپؐ ابوطالب کی قبر پر (زیادہ دیر) نہیں کھڑے رہے تھے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہی بات ابراہیم اور عبدالرحمٰن خوارزمی نے بھی
س موضوع پر اپنی اپنی روایات میں بتائی ہے۔

اس کے علاوہ فضل بن موسیٰ بن سلام بیکندی نے بیان کیا اور ہم بھی پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بنی عبدالمطلب میں حضرت ابو
لب بہت ہی رحمدل انسان تھے۔ انہوں نے نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کو اپنے دامن

Marfat.com

تربیت میں لیا۔ بعد بعثت بھی نہ صرف آپ کی بلکہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی کفار سے حفاظت کی' جب مشرکین قریش نے مسلمانوں سے ترک موالات مواخات کی ٹھانی تو ابی طالب بھی کچھ دوسرے بنی عبدالمطلب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شعب ابوطالب میں جا کر کم وبیش مسلسل تین سال تک وہاں مقیم رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ایسے فصیح وبلیغ اشعار کہتے تھے جن کا جواب عربی ادب میں مشکل ہی سے ملتا ہے۔ ان کے اس وصیف کی ساری دنیائے عرب قائل تھی۔ مزید برآں وہ آپ کو راشد اور حق پر سمجھتے تھے لیکن چونکہ آخری وقت تک ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمانے کے باوجود وہ بارگاہ الٰہی میں بربنائے ملت عبدالمطلب پر ایمان رکھنے کے مقبول نہ ہو سکے اس کی اسناد وہ آیات قرآنی ہیں۔ جو سطور بالا میں درج ہو چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی دوسری صفات کے باوجود ہم ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنے سے قاصر ہیں۔ کاش ہم ایسا کر سکتے۔

Marfat.com

وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد کے بے شمار فضائل و مناقب بیان کیے جا چکے ہیں اور سیرت نگاروں نے بھی ان کے اوصاف کثرت سے تحریر کیے ہیں نیز جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بیان کیے گئے ہیں ان سے ان کا جنتی ہونا صاف ظاہر ہے اور ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے جنت الفردوس میں نازک نرکل بے ستون و پرسکون قصر تعمیر کیا گیا ہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ان سے ابوصالح' لیث اور عقیل نے ابن شہاب کے حوالے سے عروہ بن زبیر کا یہ قول بیان کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز فرض ہونے سے قبل ہوئی تھی اور انہی راویوں نے ابن شہاب ہی کے حوالے سے زہری کا یہ بیان پیش کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکے سے مدینے کو ہجرت سے پہلے ہو چکی تھی اور اس وقت تک نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوطالب کی وفات ایک ہی سال ہوئی تھی۔ ویسے بیہقی کا بیان یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد ہوئی تھی لیکن عبداللہ بن مندہ نے اپنی کتاب ''المعرفت'' میں اور ہمارے شیخ ابوعبداللہ الحافظ دونوں نے بیہقی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آخر الذکر کو یہ بھی معلوم ہوا اور واقدی کا بھی یہی خیال ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب دونوں نے شعب ابی طالب سے باہر آنے کے تین سال بعد اور قبل ہجرت وفات پائی تھی لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ابوطالب کی وفات سے ۳۵ راتیں پہلے ہوئی تھی۔

بہرکیف میرا خیال یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایات میں نماز فرض ہونے جو ذکر آیا ہے اس سے مراد شب معراج کے بعد پانچ وقت کی نماز کی فرضیت ہے۔ تاہم یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مناسب ہے کہ جیسا بیہقی وغیرہ نے بتایا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب دونوں کی وفات شب معراج سے قبل ہوئی تھی۔ البتہ ہم نے اس کا ذکر حسب موقع اس باب میں کیا ہے۔

بخاریؒ کہتے ہیں کہ ان سے قتیبہ اور محمد بن فضیل بن غزوان نے عمارہ' ابی زرعہ کے حوالے سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بتائی کہ جبریل علیہ السلام نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کا ساتھ اور کھانا پینا آپ کے ساتھ ہمیشہ رہے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام بھیجا ہے اور میں بھی انہیں سلام کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ انہیں بشارت دے دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنت میں ایک بڑا خوش نما اور پرسکون مکان تعمیر کرایا ہے جس میں کوئی پتھر کا ستون نہیں ہے۔ یہی روایت مسلمؒ نے محمد بن فضیل کے حوالے سے بیان کی ہے۔ بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ ان سے مسدد اور یحییٰ نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ جب انہوں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے دریافت کیا کہ آیا آپ نے حضرت

Marfat.com

خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایسے مکان کی بشارت دی تھی اور انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس روایت کو بخاریؒ نے بھی اسی طرح اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

سہیلی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں موتیوں سے تیار کردہ محل کی بشارت دی کیونکہ ان کے پاس ایمان لانے سے قبل (سچے) موتی تھے اور وہ بڑے بڑے بے جوڑ تھے۔ جنت میں ان کے پرسکون قصر کی بشارت اس لیے تھی کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کبھی بلند نہیں ہونے دی تھی۔ صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی پیش کرتے ہوئے انہی کی زبانی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ حضورؐ کی ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ رشک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کیا کرتی تھیں حالانکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے رشتہ ازدواج سے قبل ہو چکی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ ان کا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں قصر لولوء کی تعمیر کی بشارت کا ذکر اکثر فرمایا کرتے تھے اور آپؐ انہیں اس طرح یاد فرمایا کرتے تھے جیسے کوئی اپنے بچھڑے ہوئے نوجوان دوست کو یاد کرتا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے مومل ابوعبدالرحمٰن اور حماد بن سلمہ نے عبدالملک بن عمیر اور موسیٰ بن طلحہ کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی جو کچھ بیان کیا وہ یہ ہے کہ ایک روز جب آنحضرت ﷺ ان کے سامنے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کر کے ان کی بہت زیادہ تعریف و توصیف فرمائی تو ان پر وہ بیان کرتی ہیں وہی اثر ہوا جو کسی عورت پر اپنے شوہر کی زبانی اپنے علاوہ کسی دوسری عورت کی تعریف سن کر ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ فرماتی ہیں:

''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ قریش کی اس بوڑھی کا بار بار ذکر فرما کر اس کی تعریف فرماتے رہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد آپ کو مجھ جیسی جوان (اور خوب صورت) عورت بیوی کے طور پر ان کی جگہ عطا فرمائی ہے''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میری زبان سے یہ کلمات سن کر آپ کا رنگ اس طرح متغیر ہو گیا جیسے وحی کے ذریعہ کوئی غم انگیز خبر سے یا بندگانِ خدا پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی خبر سے ہو جاتا تھا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''ان سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی کیونکہ انہوں نے ایمان لا کر اس وقت میرا ساتھ دیا جب کفار نے مجھ پر ظلم و ستم کی حد کر رکھی تھی' انہوں نے اس وقت میری مالی مدد کی جب دوسرے لوگوں نے مجھے اس سے محروم کر رکھا تھا۔ ان کے علاوہ ان کے بطن سے مجھے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا جب کہ میری کسی دوسری بیوی سے میری کوئی اولاد نہیں ہوئی''۔

یوں تو اکثر روایات اسی حدیث پر زور دیتی ہیں لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں آنحضرت ﷺ کے ایک بیٹے ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہو چکے تھے جس کا ہم تفصیلی ذکر آگے چل کر کریں گے۔ بہرحال اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد اس روایت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توہین نہیں تھا بلکہ ان کے مقابلے میں اپنے حسن و جمال اور پہلے کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کی آسودہ زندگی کا بیان تھا۔

Marfat.com

اس کے علاوہ جیسا کہ امام احمد، بخاری اور مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے علاوہ عبداللہ بن جعفر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر بھی انہیں ''افضل النساء'' کہہ کر فرمایا ہے اور اس کے علاوہ جیسا کہ دوسری متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے بیان میں دنیا کی سب سے بہتر عورتوں میں شمار فرمایا ہے جس کی وجہ مذکورہ بالا تینوں خواتین میں قدر مشترک ایک ہی ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ان کا منفرد سلوک ان تینوں کی نسبت خاص۔ بہر کیف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جیسا کہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں مندرجہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ مردوں کے اوصاف کی تکمیل تو ان کے بعد دوسرے مردوں کے ذریعہ ہوئی لیکن فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے اوصاف کی تکمیل کسی دوسری سے نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی توصیف میں وہ باتیں ارشاد فرما کر جن کا سطور بالا میں ذکر آ چکا ہے آپؐ نے جیسا کہ بخاری و مسلم میں شعبہ کی روایت میں جو ان دونوں کتب احادیث میں عمرو بن مرہ الطیب اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کی گئی ہے فرمایا تھا کہ:

''دوسری عورتوں پر عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو ایسی فضیلت ہے جیسی ''ثرید'' کو دوسرے کھانوں پر ہوتی ہے''۔

ثرید جیسا کہ سب جانتے ہیں گوشت سے تیار کردہ ہر کھانے سے لذیذ تر ہوتا ہے اور اس وجہ سے عرب میں اسے بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری عورتوں پر فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔

Marfat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ازدواج

سب سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری شادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی جس کا ذکر ہم ابھی کریں گے۔ بخاریؒ تزویج حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتے ہیں:

''ہم سے معلیٰ ابن اسد' وہیب اور ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے اور آخر الذکر نے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی اس بارے میں بیان کیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (ایک دن) مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں دو بار خواب میں دیکھا تھا اور یہ دیکھا تھا کہ تم حریر کا لباس پہنے ہوئے ہو اور کوئی (پس پردہ) مجھ سے کہہ رہا ہے: ''انہیں دیکھو! یہ تمہاری بیوی ہیں' دیکھو یہ تمہارے سامنے کھڑی ہیں''۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ سن کر میں نے کہا' اگر یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے تو یقیناً ایسا ہو کر رہے گا''۔

بخاری باب ''نکاح ابکار'' (دوشیزاؤں کے نکاح) کے تحت بیان کرتے ہیں کہ ابن ملیکہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی دوشیزہ سے شادی نہیں کی۔ اس کے بعد بخاری فرماتے ہیں: ''ہم سے اسماعیل بن عبداللہ اور میرے بھائی نے سلیمان بن بلال' ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا یہ قول بیان کیا۔ وہ فرماتی ہیں:

''میں نے (ایک روز) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا: میں نے (خواب) میں دیکھا تھا کہ ایک وادی ہے جس کے ایک درخت میں اس کے پھل کھا رہی ہوں پھر میں نے دیکھا کہ اس درخت کے نیچے جو چشمہ ہے اس سے آپؐ کے اونٹ کے سوا کوئی دوسرا اونٹ پانی نہیں پی رہا ہے''۔

یہ سن کر آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا:

''تمہارے خیال میں وہ کون سا درخت اور چشمہ ہو سکتا ہے؟''۔

میں نے عرض کیا:

''میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ آپؐ میرے سوا کسی دوشیزہ سے شادی نہیں کریں گے''۔

اس روایت کو بخاریؒ نے خصوصیت دی۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں: ہم سے عبیدہ بن اسماعیل اور ابو اسامہ نے ہشام بن عروہ اور ان

Marfat.com

کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کا یہ قول بیان کیا کہ ایک روز ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''(ایک دفعہ) میں نے خواب میں دیکھا کہ تم حریر کے لباس میں ملبوس ایک فرشتے کے ساتھ میرے سامنے آئیں اور فرشتہ مجھ سے بولا: ''یہ آپ کی بیوی ہیں''۔ پھر جب تمہارے منہ سے نقاب اٹھا تو میں نے دیکھا کہ وہ تم ہی تھیں''۔

ایک روایت میں حضورؐ کی حدیث کی رو سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا تھا:

''میں نے تمہیں تین رات خواب میں دیکھا''۔

ترمذیؒ ایک حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو (خواب میں) رسول اللہ ﷺ کے سامنے سبز رنگ کے لباس میں پیش کرنے والے اور یہ کہنے والے کہ:

''یہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ کی زوجہ ہیں''۔ جبریل علیہ السلام تھے۔

بخاریؒ ''تزویج صغار و کبار'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن یوسف اور لیث نے یزید' عراک اور عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقد کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا تو وہ بولے:

''آپؐ تو میرے بھائی ہیں''۔ یا ''میں آپ کا بھائی ہوں''۔

اس پر آپؐ نے ان سے فرمایا تھا:

''آپ دین اسلام اور قرآن میں جو کہا گیا ہے صرف اس لحاظ سے میرے بھائی ہیں۔ اس لیے ان سے یعنی آپ کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے''۔

''اگرچہ یہ حدیث اپنے سیاق کے لحاظ سے بظاہر ''مرسل'' ہے لیکن بخاریؒ اور دوسرے محققین کے نزدیک اس لیے ''متصل'' ہے کہ یہ عروہ کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست مروی ہے۔ اس سلسلے میں یہ وہ حدیث ہے جسے بخاریؒ نے بطور خاص پیش کیا ہے۔

یونس بن بکیر' ہشام بن عروہ اور ان کے والد یعنی خود عروہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے تین سال بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح کیا تھا' جب ان کی عمر چھ سال تھی اور رخصتی کے وقت وہ نو سال کی تھیں اس روایت کے لحاظ سے جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ٹھہرتی ہے جو ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔

بخاریؒ عبید بن اسماعیل' ابی اسامہ' ہشام بن عروہ اور ان کے والد یعنی خود عروہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ خدیجہؓ نے ہجرت سے تین سال قبل یعنی پورے دو سال بعد یا اس کے لگ بھگ وفات پائی اور جب آنحضرت ﷺ سے عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی اور جب ان کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر پورے نو سال تھی۔ یہ حدیث عروہ کی زبانی بظاہر بلحاظ سیاق جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں بیان کیا حدیث ''مرسل'' ہے لیکن درحقیقت اسے حدیث ''متصل'' سمجھنا چاہیے

Marfat.com

کیونکہ اس کے بارے میں راویوں میں کوئی باہمی اختلاف نہیں ہے اور اسی لیے احادیث ''صحاح ستہ'' میں اسے اسی طور سے درج کیا گیا ہے۔

بہر کیف اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکے سے ہجرت کے دو سال بعد مدینے میں ہوئی تھی اور یہ بھی مان لیا جائے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہجرت سے تین سال قبل مکے میں وفات پا چکی تھیں تو یہ روایت محل نظر ہو جاتی ہے۔

اس سلسلے میں یعقوب بن سفیان الحافظ کہتے ہیں کہ ان سے الحجاج اور حماد نے ہشام بن عروہ اور خود ہشام کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ روایت بیان کی کہ جب ان سے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد ہوا تھا تو اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا چکی تھی اور اس وقت ان کی عمر سات یا چھ سال کی تھی۔ اس کے بعد وہ بیان فرماتی ہیں کہ جب وہ مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئی تھیں تو اس زمانے میں وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں اور جب ایک عورت بنا سنوار کر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر لے جانے لگی اس وقت بھی وہ لڑکیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں لیکن اس وقت ان کی عمر نو سال ہو چکی تھی۔ اس لحاظ سے یہ سمجھنا چاہیے کہ اس بارے میں یعقوب بن سفیان الحافظ کی روایت میں جو الفاظ ''بعد وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا'' آئے ہیں اور یونس بن بکیر اور ابو اسامہ کی روایت میں بھی ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے موجود ہیں تو ان الفاظ کے ساتھ الفاظ ''کم وبیش'' ضرور ہوں گے لیکن ایسا کوئی نسخہ جس میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت درج ہو اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہر چند کہ یہ روایت خود ان الفاظ کی مقتضی ہے۔ اگر یہ صرف میرا قیاس ہے تو میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواست گار ہوں۔ واللہ اعلم (مؤلف)

بخاریؒ نے ایک دوسری روایت میں جو انہوں نے فروہ بن ابی المغرا اور علی بن مسہر کی زبانی ہشام بن عروہ اور ان کے والد کے حوالے سے پیش کی ہے خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ درج کیے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا عقد ہوا اس وقت میری عمر چھ سال تھی۔ اس کے بعد جب ہم لوگ مکے سے ہجرت کر کے مدینے میں بنی حارث بن خزرج کے ہاں ٹھہرے تو میں کافی بڑی ہو گئی تھی' میرے بال بھی بہت بڑھ چکے تھے اور جسمانی طور پر میں بالغ ہو چکی تھی تاہم لڑکیوں کے ساتھ کھیلا ضرور کرتی تھی۔ اسی زمانے میں میری ماں ام رومان جب ایک روز میرے پاس آئیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جانے لگیں تو اس وقت بھی میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اور حیران تھی کہ وہ مجھے اس طرح کہاں لیے جا رہی ہیں۔ بہر حال وہ مجھے لے کر انصار کے ایک مکان میں گئیں اور وہاں مجھ سے کہا گیا تو میں نے کسی ایسے پانی سے جس میں خوشبو ملی ہوئی تھی اپنا سر اور منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ایک عورت نے میرا بناؤ سنگھار کر کے مجھے دلہنوں جیسی پوشاک پہنائی۔ وہاں سے مجھے ایک دوسرے گھر میں لے جایا گیا جہاں مجھے بہت سی عورتوں نے خیر و برکت کی دعا دی اور بڑے تپاک سے میرا استقبال کیا۔ اسی گھر میں میں نے پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شوہر کی حیثیت سے دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ اس وقت میری عمر نو سال ہو چکی تھی''۔

Marfat.com

امام احمدؒ آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن بشر' محمد بن عمر' ابو سلمہ اور یحییٰ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد عثمان بن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ اب شادی نہیں کریں گے؟''۔ آپؐ نے پوچھا: ''کس سے؟'' وہ بولیں: ''آپؐ چاہیں تو کسی دوشیزہ سے یا چاہیں تو کسی بیوہ یا مطلقہ سے''۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: ''دوشیزہ کون؟''۔ تو انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ناکتخدا بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے خولہ سے پوچھا: ''اور بیوہ یا مطلقہ کون؟''۔ وہ بولیں: ''سودہ بنت زمعہ جو ایمان لے آئی ہیں اور آپؐ کے متبعین میں سے ہیں''۔ خولہ سے یہ سن کر آپؐ نے ان سے فرمایا: ''تم دونوں جگہ رشتے کے لیے میرا پیغام لے جاؤ''۔ چنانچہ آپ کی اجازت پا کر خولہ بنت حکیم پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچیں اور ان کی بیوی ام رومان سے بولیں: ''اگر آپ کے گھر اور زیادہ خیر و برکت آ جائے تو؟'' ام رومان حیرت سے بولیں: ''یعنی؟'' ان کے اس سوال پر خولہ نے کہا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے آپ کی بیٹی عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کا پیغام دے کر آپ کے ہاں بھیجا ہے''۔ یہ سن کر ام رومان بولیں: ''مگر وہ تو رسول اللہ (ﷺ) کے بھائی کی بیٹی ہیں' پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' اور یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کہی۔ چنانچہ خولہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس جا کر یہ بات جب آپؐ سے کہی تو آپؐ نے فرمایا:

''ابوبکر میرے دینی بھائی ہیں یعنی وہ میرے سگے بھائی خونی رشتے سے نہیں ہیں' تم یہی بات ان کے گھر جا کر انہیں بتا دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے''۔

جب یہ بات خولہ بنتِ حکیم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر انہیں اور ان کی بیوی ام رومان کو بتائی تو ام رومان بولیں:

''اگرچہ عائشہؓ کے رشتے کے لیے تو اس کے چچا مطعم بن عدی نے اس کے باپ (ابوبکرؓ) سے اپنے لڑکے کے لیے بات کر رکھی ہے لیکن چونکہ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں باقاعدہ پیغام نہیں آیا اس لیے ان (ابوبکرؓ) کی طرف سے خلاف ورزی کا اندیشہ نہیں ہے پھر ہم نے ان سے اس سلسلے میں اب تک کوئی وعدہ بھی نہیں کیا''۔

اس کے بعد ام رومان مطعم بن عدی کے پاس گئیں جہاں اس وقت ان کی بیوی ام الفضی بھی بیٹھی ہوئی تھیں اور انہیں یہ بات بتائی تو ام الفضی اپنے شوہر سے بولیں:

اے ابن ابی قحافہ ہم نے آپ کے بھائی (ابوبکرؓ) کی بات مانی اور ان کا دین قبول کیا۔ اس کے بعد ہمیں یقین تھا کہ ہم ان کی بیٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کر سکیں گے مگر اب؟''۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میاں بیوی کے دل سے اس خیال کو دور کر دیا اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کی رسول اللہ ﷺ سے نہ صرف یہ کہ کسی صورت سے مخالفت نہیں کی بلکہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیر و برکت کی دعا دی۔

Marfat.com

اس روایت کے آخر میں خولہ بنتِ حکیم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ اس کی مزید تصدیق مندرجہ بالا جملہ روایات سے ہوتی ہے۔

اس سے قبل رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کی وفات کا ذکر ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ جب تک زندہ رہے ہمیشہ آپ کی حمایت، دشمنوں سے آپ کی حفاظت اور حتیٰ المقدور جان و مال اور قول و عمل سے آپ کی اعانت کرتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد قریش کے بدطینت لوگوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھنے دیں گے اور جہاں تک ممکن ہوا اس سے روکیں گے۔

بیہقی نے حاکم اور عصم کے حوالے سے بتایا ہے کہ ان سے یعنی حاکم و عصم سے محمد بن اسحٰق صنعانی، یوسف بن بہلول، عبداللہ بن ادریس، محمد بن اسحٰق نے عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن جعفر کے حوالے سے بیان کیا کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد قریش کے بدطینت لوگ دوبارہ اپنی ظالمانہ وسفاکانہ حرکات پر اتر آئے اور ایک روز جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکے کے ایک راستے سے گزرتے دیکھا تو ان میں سے کسی نے مٹی کی ایک ٹوکری اٹھا کر آپؐ کے سر مبارک پر الٹ دی تو آپؐ اسی حالت میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کی بیٹیوں میں سے ایک نے آپ کا سر دھویا۔ جب وہ آپ کا سر دھو رہی تھیں تو روتی بھی جاتی تھیں یہ دیکھ کر آپؐ نے ان سے فرمایا:

''تمہیں رونا نہیں چاہیے کیونکہ تمہارے باپ کو اللہ تعالیٰ نے تکالیف پر گریہ وزاری سے منع فرمایا ہے''۔

بکائی نے مختلف حوالوں سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوطالب کی وفات سے قبل قریش بزدل تو نہیں تھے لیکن ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ پر ان کی چیرہ دستیوں میں کچھ کمی ضرور آ گئی تھی۔ تاہم ان کی وفات کے بعد وہ اپنی انہی سفیہانہ حرکات پر اتر آئے تھے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں پیش پیش ابولہب اور ابوجہل تھے۔ انہوں نے ایک روز ابوطالب کی وفات کے بعد آپ سے پوچھا کہ آپؐ کے چچا ابوطالب اور آپؐ کے دادا عبدالمطلب کا حشر کیا ہوا ہوگا اور جب آپؐ نے فرمایا کہ:

''اپنی قوم کے ساتھ یعنی مشرکین قریش کے ساتھ''۔

تو وہ غصے سے بولے:

''تمہارے خیال میں وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ ہوں گے یعنی ان کے ساتھ جو تمہارے مذہب کی مخالفت کرتے ہیں آگ میں جلیں گے''۔

یہ کہہ کر وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور انہوں نے نیز ان کے ساتھ دوسرے مشرکین قریش نے آپ کو ایذا رسانی کی حد کر دی اور یہاں تک کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ ان کا معبود خدا ہے تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ یہ سب باتیں وفات ابوطالب کے بعد پیش آئیں۔ اس لیے یہاں درج کی گئیں۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل طائف کے پاس دعوت اسلام کے لیے تشریف لے جانا

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد جب مشرکین قریش اپنی پچھلی قبیح حرکات پر اتر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے زیادہ ستانے لگے تو آپؐ بنی ثقیف کے پاس ان سے امداد حاصل کرنے کے لیے طائف تشریف لے گئے تاکہ وہ مشرکین مکہ کو آپؐ پر ظلم وستم سے باز رہنے کو کہیں۔ چونکہ آپ کو بنی ثقیف سے امید تھی کہ وہ دعوتِ اسلام قبول کر کے مشرکین مکہ کے خلاف آپ کی امداد کے لیے آمادہ ہو جائیں گے' اس لیے آپ تنہا ہی طائف تشریف لے گئے تھے۔ ابن اسحاق مزید کہتے ہیں:

''مجھ سے یزید ابن زیاد نے محمد بن کعب قرضی کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہنچے تو آپؐ نے پہلے وہاں بنی ثقیف کے کچھ بہت سے معزز وشریف لوگوں سے ملاقات کا ارادہ فرمایا اور وہاں کے تین آدمیوں سے ملے۔ وہ تینوں عبد یالیل' مسعود اور حبیب حقیقی بھائی تھے۔ ان کے پاس اس وقت قبائل قریش میں سے قبیلہ بنی جمح کی ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔

بہرکیف جب آپؐ نے انہیں دعوت اسلام دینے کے بعد ان سے اپنا مقصد بیان فرمایا تو ان میں سے ایک بولا کہ:

''اگر آپ کو خدا نے واقعی اپنا رسول بنا کر بھیجا ہوگا تو میں خانہ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھاؤں گا''۔

دوسرا بولا:

''کیا خدا کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی اور نہیں ملا تھا جسے وہ اپنا رسول بنا کر بھیجتا؟''۔

آخر میں تیسرے نے کہا:

''میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہرگز کوئی بات نہیں کروں گا کیونکہ ابھی جو کچھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان کیا اگر وہ سچ بھی ہو تب بھی ہمارا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نعوذ باللہ) غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ہمارا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا''۔

ان تینوں بھائیوں سے یہ باتیں سن کر آپؐ ان کے پاس سے مایوس ہو کر اٹھے لیکن آپؐ نے چلتے چلتے ان سے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے آپؐ سے کہا تھا اسے اپنے ہی تک محدود رکھیں کیونکہ آپ کو یقیناً اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر مشرکین قریش کو آپ کے طائف تشریف لانے اور اہل طائف سے ان کے خلاف گفتگو کا حال معلوم ہوا تو وہ آپ کو اور زیادہ ستائیں گے۔

بہرکیف جب آپؐ ان تینوں بھائیوں کے پاس سے اٹھ کر باہر تشریف لائے تو وہ بھی خاموش رہنے کے بجائے جیسا کہ

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے' آپ کو برا بھلا کہتے ہوئے آپؐ کے پیچھے چل پڑے تو دوسرے لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ مل کر آپؐ پر طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کرنے لگے اور آپ کو گھیر کر ایک ایسے احاطے کی طرف لے چلے جہاں عتبہ ابن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اس وقت موجود تھے لیکن آپ کا پیچھا کرنے والے لوگ اس احاطے کے اندر جو انگوروں کا ایک باغ تھا عتبہ و ربیعہ کو دیکھ کر اور ان کو اندر آپ کے پیچھے داخل ہونے سے منع کرنے پر باہر ٹھہر گئے۔ پھر جیسا کہ روایت میں بیان کیا گیا ہے' جب آپ کو کچھ اطمینان ہوا تو آپؐ ایک انگور کی بیل کے سائے میں تشریف فرما ہو گئے لیکن آپؐ نے وہاں بنی جمح کی اس عورت کو دیکھ کر اس سے اس کے پڑوسی اہل طائف کے طرز عمل پر چند الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس دوران میں ربیعہ کے دونوں بیٹے آپؐ کے ساتھ اہل طائف کے طرز عمل پر باہم گفتگو کر رہے تھے جب آپ کو ان کی طرف سے کسی خطرے کا احتمال نہ رہا تو آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے عرض کرنے لگے:

''یا اللہ! میں ان لوگوں کے مقابلے میں اپنے ضعف قوت کا تجھ ہی سے شکوہ کر سکتا ہوں کیونکہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا اور مظلوموں کا پروردگار بھی تو ہی ہے۔ تاہم مجھے تجھ سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے بلکہ میں تجھ سے اپنے لیے تیرے رحم کی وسعت کی درخواست کرتا ہوں' میں تیرے غضب سے سب سے زیادہ ڈرتا اور تیری پناہ چاہتا ہوں' میں تیرے اس نور ذات کی پناہ چاہتا ہوں جس سے جملہ ظلمتیں روشن ہو گئی ہیں اور وہی دنیا و آخرت کی اصلاح کا ضامن ہے۔ تو مجھ سے کہیں اس لیے ناراض نہ ہو کہ میں دنیا کی ان تکالیف اور سختیوں سے گھبرا گیا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تیرے زور قوت کے علاوہ کسی کے لیے کہیں اور پناہ نہیں ہے۔ بہر حال میں تیری رضا پر راضی ہوں اور اس کا طالب ہوں''۔[1]

جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دل ہی دل میں مندرجہ بالا باتیں عرض کر رہے تھے تو اس وقت ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ و شیبہ برابر آپ کو دیکھے جا رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان دونوں کے دل میں آپؐ کے لیے رحم پیدا کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک نصرانی غلام کو جو عداس کے نام سے مشہور تھا بلایا اور اس سے بولے:

''انگور کی یہ شاخ اس طباق میں رکھ کر ان صاحب کے پاس لے جاؤ جو سامنے بیٹھے ہیں اور ان سے اسے کھانے کے لیے کہو''۔

جب عداس آپؐ کے پاس انگوروں کا وہ طباق لے گیا اور آپؐ سے عرض کیا:

''یہ انگور کھا لیجیے''۔

تو آپؐ نے ''بسم اللہ'' کہہ کر انہیں کھانا شروع کیا۔ یہ سن کر عداس نے آپؐ سے کہا:

''اہل طائف تو یہ کلمہ زبان سے نہیں نکالتے''۔

آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا:

''تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''۔

Marfat.com

جب اس نے آپ کو بتایا کہ اس کا تعلق اہل نینوا سے ہے اور وہ عیسائی ہے تو آپؐ نے فرمایا:

''اچھا تم وہیں کے رہنے والے ہو جہاں ایک نیک شخص یونس بن متی رہا کرتے تھے''۔

آپ کی زبان سے یونس بن متی کا نام سن کر عداس بولا:

''آپؐ انہیں کیسے جانتے ہیں؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''وہ میرے بھائی تھے وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں''۔

آپ کی زبان مبارک سے وہ نصرانی غلام عداس یہ کلمات سنتے ہی آپؐ کے سر اور ہاتھوں پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ یہ دیکھو کر ربیعہ کے مذکورہ بالا دونوں بیٹوں میں سے ایک نے اپنے بھائی سے کہا:

''تم اپنے اس غلام کی حرکات اور اس غلام اور اس کی غداری دیکھ رہے ہو؟''۔

پھر جب عداس ان دونوں کے پاس واپس آیا تو وہ یک زبان ہو کر اس سے بولے:

''تو اس آدمی کے ہاتھ پاؤں اور سر کیوں چوم رہا تھا؟''۔

عداس نے انہیں جواب دیا:

''اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا تھا کیونکہ جو بات اس شخص نے مجھے بتائی ہے وہ نبی کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں بتا سکتا تھا''۔

عداس سے یہ سن کر عتبہ و شیبہ نے اس سے کہا:

''تو اس شخص کا مذاہب قبول نہ کر لینا کیونکہ تیرا مذہب اس شخص کے مذہب سے بہتر ہے''۔

موسیٰ بن عقبہ نے اس سلسلے میں اس دعا کا تو ذکر نہیں کیا جو آپؐ نے طائف میں اللہ تعالیٰ سے کی تھی لیکن اپنی روایت میں یہ ہے کہ جب آپؐ وہاں تشریف لے گئے تھے تو آپؐ کے راستے میں اہل طائف نے دو طرفہ جمع ہو کر آپؐ پر اتنے پتھر برسائے تھے کہ آپ کی ایڑیاں تک زخمی ہو کر آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے تھے۔ چنانچہ آپؐ ان سفاک لوگوں کی سنگ باری سے بچنے کے لیے جو اس طرح آپ کی جان لینے پر آمادہ تھے اس احاطے کے اندر داخل ہو گئے جہاں انگوروں کا باغ تھا لیکن وہاں آپ کو ربیعہ کے بیٹوں عتبہ و شیبہ کی موجودگی ناگوار گزری کیونکہ وہ بھی دشمنان اسلام اور مشرکین مکہ میں سے تھے۔ اس کے بعد موسیٰ بن عقبہ نے اپنی اس روایت میں نصرانی غلام کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر ہم ایک دوسری روایت کے حوالے سے ابھی کر چکے ہیں۔

اس سلسلے میں امام احمدؒ ابی بکر بن ابی شیبہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے مروان بن معاویہ فزاری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن طاکمی، عبدالرحمٰن بن خالد بن ابی جبل عدوانی نے آخر الذکر کے والد نے بتایا تھا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو طائف کے مشرقی علاقے میں اس حالت میں دیکھا تھا کہ آپ عصا کا سہارا لیے کھڑے تھے اور جب وہ آپؐ کے قریب پہنچا تو آپ کی زبان مبارک پر الفاظ ﴿وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ﴾ تھے اس راوی کا بیان ہے کہ وہ جاہلیت کا زمانہ تھا اور وہ خود بھی اس وقت تک

Marfat.com

مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن مسلمان ہونے کے بعد وہ آیت قرآنی اس نے پوری پڑھی جس کے یہ دو لفظ آپ کی زبان سے اس وقت اس نے سنے تھے۔ یہ بیان کرنے کے بعد یہی راوی کہتا ہے کہ: ''جب میں آپؐ کے پاس سے لوٹا تو لوگوں نے مجھ سے پوچھا یہ شخص کیا کہہ رہا تھا؟ تو میں نے ان کے سامنے وہی دو لفظ دہرا دیئے۔ یہ سن کر ان لوگوں میں جو اہل قریش اس وقت وہاں موجود تھے بولے:

''ہم اپنے اس ساتھی کو خوب جانتے ہیں اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ یہ سچ کہتا ہے تب بھی ہم اس کی متابعت نہیں کریں گے''۔

یہ روایت صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں عبداللہ بن وہب کے حوالے سے آئی ہے جو کہتے ہیں کہ انہیں یونس بن یزید نے ابن شہاب کے حوالے سے بتایا اور یہ بھی کہا کہ آخر الذکر نے عروہ بن زبیر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ روایت سنی جو انہوں نے یوں سنائی:

''ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''تمہیں اس روز کا واقعہ نہیں معلوم جب تمہاری قوم (قریش) نے مجھ پر یوم احد سے بھی زیادہ مصیبت ڈھائی تھی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے یہ سن کر آپؐ سے پوچھا: یوم احد سے زیادہ؟ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سا دن تھا؟''۔

آپؐ نے جواب دیا:

''وہ دن وہ تھا جب میں پہلے روز اہل طائف کے پاس دین اسلام کی دعوت لے کر اور ان سے مشرکین مکہ کے خلاف امداد طلب کرنے گیا تھا تو وہاں سنگ باری کے سوا مجھے کچھ نہیں ملا تھا' میں ایک سڑک کے کنارے سر جھکائے کھڑا تھا اور مجھ پر اہل طائف کی طرف سے جن میں مشرکین قریش شامل تھے سنگ باری ہو رہی تھی' میں نے جب ذرا سر اٹھا کر دیکھا تو اس چلچلاتی دھوپ میں میرے سر پر ایک بادل سایہ فگن تھا۔ اسی بادل میں سے میں نے ایک آواز سنی: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ آپ کی قوم کا طرز عمل دیکھ لیا ہے اور آپ کی دعا بھی سن لی ہے۔ اس نے آپؐ کے پاس ''ملک الجبال'' کو بھیجا ہے' آپ جو چاہیں ان سے فرما دیجیے' وہ وہی کر دے گا یہ آواز جبریل علیہ السلام کی تھی۔ پھر ملک الجبال میرے پاس آیا اور بولا: ''مجھے اللہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے' اگر آپؐ فرمائیں تو میں یہاں کے داہنے اور بائیں دونوں پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں''۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''میں نے ملک الجبال سے کہا کہ مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کی اولاد خدائے واحد پر ایمان لے آئے گی۔ اور پھر کبھی شرک میں مبتلا نہیں ہوگی''۔[1]

ابن اسحٰق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جنات کا قرأت قرآن سننے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ

---

[1] اس روایت میں جو حدیث نبوی ہے اس کا ترجمہ لفظی نہیں ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

واقعہ اس وقت ہوا تھا جب آپ طائف سے واپسی کے بعد ایک روز اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک درخت کے سائے میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جن جنات نے آپ کی زبان مبارک سے اس وقت تلاوت قرآن پاک سنی ان کی تعداد سات تھی اور انہی جنات کے متعلق قرآن کی یہ آیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی:

﴿وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ﴾

ہم نے اس واقعہ کا ذکر حسب موقع اپنی تفسیر قرآن پاک میں کیا ہے۔ (مؤلف)

بہر کیف ابن اسحٰق اس روایت میں مزید کہتے ہیں کہ طائف سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطعم بن عدی کے پڑوس میں قیام فرمایا تھا تو مشرکین کی طرف سے آپ کو طرح طرح سے ایذا رسانی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔

اموی اپنی کتاب ''مغازیہ'' میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپسی کے بعد پہلے اریقط میں تشریف لے گئے تھے اور وہاں اخنس بن شریق سے درخواست کی تھی کہ وہ مکہ میں اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دے دے لیکن اس نے یہ کہہ کر آپ کی درخواست رد کر دی تھی کہ قریش مکہ کے حلیف ان کے کسی مخالف کو ان اطراف میں بھی قیام کی اجازت نہیں دے سکتے۔ چنانچہ اخنس بن شریق کا یہ جواب سن کر آپ سہیل بن عمرو کے پاس اسی غرض سے تشریف لے گئے تھے لیکن اس نے کہا تھا کہ بنی عامر بن لوی کے کسی شخص کا اپنے پڑوس میں قیام پسند نہیں کریں گے۔ تاہم اس نے مطعم بن عدی کے پاس آپ کو بھیج کر اس سے کہلوایا تھا کہ وہ آپ کو اپنے پڑوس میں قیام کی اجازت دے دے جس کو مطعم نے منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ مطعم کے پڑوس میں چند راتیں قیام پذیر رہ کر جب ایک دن صبح کے وقت نماز کے لیے وہاں سے نکلے تو چھ سات آدمی جو مسلح تھے آپ کے پیچھے ہو لیے اور جب آپ مسجد حرم میں پہنچے تو انہوں نے آپ کو آواز دے کر روکا اور اپنی اپنی تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھا لیکن اتفاق سے اسی وقت سفیان وہاں آ گیا اور بھاگ کر مطعم کو بلا لایا اور اس سے آپ کے متعلق پوچھا کہ آیا آپ اس کے تابع تھے یا اس کے پڑوسی تھے تو اس نے کہا کہ آپ اس کے تابع تو نہیں تھے لیکن اس کے پڑوسی ضرور تھے۔ یہ سن کر سفیان نے ان لوگوں کو جو آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے تعاقب میں آئے تھے اس سے روک دیا۔ اس کے بعد آپ نے اطمینان سے طواف کیا اور نماز ادا فرمائی اور اس تمام عرصے میں مطعم بن عدی سفیان کے ساتھ بیٹھا رہا اور جب آپ وہاں سے واپس آئے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس آئے۔

اموی بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک عرصہ گزرنے کے بعد جب مطعم بن عدی کا انتقال ہوا اور قریش مکہ نے (طوعاً و کرہاً) آپ کو مکے سے مدینے کو ہجرت کی اجازت دے دی تو حسان بن ثابت نے کہا کہ وہ مطعم بن عدی کا مرثیہ کہیں گے اور انہوں نے اس کے کچھ اشعار کہے بھی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے روز ارشاد فرمایا تھا کہ:

''کاش مطعم بن عدی آج زندہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ دیکھو آج قریش مکہ مہاجرین مکہ پر بلاوجہ چڑھ دوڑے ہیں لہٰذا ان سے پوچھو کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟''۔ (مؤلف)

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا اپنی ذات والاصفات کو احیائے عرب کے لیے وقف کرنا

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب طائف سے واپسی پر قریش نے آنحضرت ﷺ پر ظلم اور زیادتی کی ابتدا کر دی تو اس وقت آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت کم تھی اور آپؐ موسموں کی تیزی وتندی کی پروا کیے بغیر ان راستوں پر تشریف لے جاتے تھے جن سے عرب کے دوسرے قبائل کے آتے تھے اور آپ انہیں اپنے نبی ہونے کے متعلق بتاتے کہ جب تک انہیں آپ کی صداقت کا یقین آئے اس وقت تک وہ کم سے کم قریش کے ظلم وستم کے خلاف آپؐ کے ساتھ تعاون کرتے رہیں۔

آن اسحاق اپنے کچھ ہم عصر احباب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں زید بن اسلم اور ربیعہ بن عباد الدؤلی سے معلوم ہوا اور ان سے یعنی ابن اسحٰق سے ابوالزناد نے بھی بیان کیا اور اس کے علاوہ انہیں حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کی زبانی بتایا کہ آخر الذکر اس زمانے میں ایک جوان لڑکے تھے اور ان کا قیام اپنے باپ کے ساتھ منیٰ میں تھا جب رسول اللہ ﷺ مکے میں آنے والے دوسرے عربی قبائل کے پاس ان کے مکے میں داخل ہونے سے قبل ان کی قیام گاہوں پر تشریف لے جا کر انہیں اپنی نبوت کے بارے میں بتا کر انہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور ان سے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ مشرکین مکہ کے خلاف کم سے کم اس وقت تک آپؐ کے ساتھ تعاون کریں۔ جب تک وہ آپ کی نبوت پر ایمان لا کر علی الاعلان آپ کی اور دین اسلام کی صداقت کا اقرار نہ کر لیں۔ عبیداللہ بن عباس کے والد نے انہیں یہ بھی بتایا کہ جب آپؐ دوسرے عربی قبائل سے اس گفتگو کے بعد واپس آ جاتے تو اس کے فوراً ہی بعد کفار قریش میں سے کوئی شخص ان قبائل کے پاس جا پہنچتا اور ان سے کہتا کہ یہ شخص جو ابھی یہاں سے گیا ہے اور اپنے آپ کو نبی بتاتا ہے چاہتا ہے کہ تم اپنے قدیم معبودوں لات وعزیٰ کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار پھینکو اس لیے تم اس کی باتوں میں کبھی نہ آنا۔ اس کے بعد عبیداللہ ابن عباس کے باپ نے انہیں بتایا کہ ان قبائل کے پاس اکثر جانے والا اور رسول خدا ﷺ کے خلاف انہیں ورغلانے اور بھڑکانے والا شخص عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب یعنی ابولہب ہوتا تھا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمیں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے باپ کے علاوہ ابراہیم بن ابی العباس کے حوالے سے بتائی اور یہ بھی بتایا کہ اس کا اصل راوی قبیلہ بنی دئل کا ایک شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں ربیعہ بن عباد کے نام سے مشہور تھا اور بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن زمانہ جاہلیت میں ذی المجاز کے بازار میں دیکھا جہاں آپؐ فرما رہے تھے کہ:

Marfat.com

''اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے''۔

اور لوگ آپؐ کے گرد و پیش جمع ہو رہے تھے۔ لیکن وہیں ایک اور شخص آپؐ کے پیچھے چل رہا تھا جو بظاہر بھینگا اور دو ٹھوڑیوں والا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا:

''اس کی بات مت سننا' یہ (نعوذ باللہ من ذلک) گمراہ اور کاذب ہے جو اس کی بات مانے گا ایسا ہی گمراہ ہو جائے گا''۔

ربیعہ بن عباد نے لوگوں سے پوچھا کہ:

''یہ دوسرا آدمی کون ہے؟''۔

تو انہوں نے بتایا کہ:

''یہ پہلے شخص کا چچا ابولہب ہے''۔

بیہقی نے بھی یہ روایت محمد بن عبداللہ انصاری محمد بن عمرو اور محمد بن منکدر کے حوالے سے ربیعہ دئلی کی زبانی یوں پیش کی ہے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذی المجاز کے بازار میں دیکھا تھا جب آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کو ماننے کی تلقین فرماتے جا رہے تھے لیکن وہیں ایک اور شخص جو بھینگا اور دو ٹھوڑی والا تھا آپؐ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا ہوا چل رہا تھا کہ:

''لوگو! یہ شخص تمہیں تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے دین سے پھیرنا چاہتا ہے''۔

ربیعہ دئلی مزید کہتا ہے کہ جب اس نے لوگوں سے پوچھا کہ:

''یہ دوسرا شخص کون ہے؟''۔

تو انہوں نے اسے آپ کا چچا ابولہب بتایا۔

یہ روایت کئی دوسرے مستند حوالوں سے پیش کی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ (دوسرے مقامات کی طرح) ایک روز آپ ذوالمجاز کے بازار میں تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اور ایک شخص وہیں لوگوں کو آپؐ کے اور دین اسلام کے خلاف ورغلانے اور بھڑکانے کی کوشش کر رہا تھا اور آپؐ پر مٹی پھینک رہا تھا۔ ان روایات میں اس شخص کا نام ابوجہل بتایا گیا ہے جب کہ وہ انہی دونوں یعنی ابولہب اور ابوجہل میں سے کوئی ایک رہا ہوگا کیونکہ یہی دونوں بہت زیادہ خلاف اور آپ کو ایذا رسانی میں پیش پیش تھے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق ابن شہاب زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ قبیلہ کندہ' بنی کلاب' بنی حنیفہ وغیرہ متعدد قبائل عرب میں تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں ان قبائل کے سرداروں اور عام لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی تلقین اور دین اسلام کی حقانیت کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے جب کہ وہ لوگ عموماً آپ کی تردید کیا کرتے تھے لیکن آپ نے پھر بھی یہ سلسلہ برسوں اسی طرح جاری رکھا کیونکہ آپ احیائے عرب کا پختہ عزم اپنے دل میں لیے ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ اہل عرب اسلام کے زیر سایہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے درحقیقت دوبارہ زندگی پا کر ایک نیک اور فلاحی پر مسرت زندگی بسر کریں۔

Marfat.com

انصار کے وفود کا سال بسال آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کرنا اور آپؐ کا آخر کار مدینے تشریف لے جانا

سوید بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت:

سوید بن صامت[1] بن عطیہ بن حوط بن حبیب بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس کی والدہ ماجدہ نجاریہ عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمٰی بنت عمرو کی ہمشیرہ تھیں۔ اس رشتے سے سوید بن صامت رسول اللہ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب کے خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔

محمد بن اسحٰق بن یسار بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے میں سال بسال آنے والے قبائل عرب کے پاس تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے تو ان لوگوں میں جو درحقیقت شریف النفس اور اپنی قوم کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے پہلے انہی کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے۔ ان میں جو یہ دعوت قبول کر لیتا یا اپنی ضد پر قائم رہ کر اسے قبول نہ کرتا دونوں کے حق میں دعائے خیر فرمایا کرتے تھے۔

ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے جو اپنی قوم کے شیوخ میں شمار ہوتے تھے بیان کیا کہ بنی عمرو بن عوف کے بھائی سوید بن صامت بھی ایک سال مکہ میں حج یا عمرہ کے لیے آئے تھے۔ سوید بن صامت اپنی قوم کے معزز ترین لوگوں میں سے تھے اور عرب کے کئی مشہور شاعروں نے ان کے اوصاف حسنہ کو اپنے اشعار میں پیش کیا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکے میں ان کی آمد کے بارے میں سنا تو آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ بولے:

''جو کچھ میرے پاس ہے اس سے زیادہ آپؐ کے پاس کیا ہے؟''۔

آپؐ نے پوچھا:

''تمہارے پاس کیا ہے؟''۔

وہ بولے: ''مجلہ لقمان یعنی حکمت''۔

آپؐ نے فرمایا:

''یہ اچھی چیز ہے لیکن میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے''۔

---

[1] ''اصل'' میں انہیں یعنی سوید کو بن صامت ہی لکھا گیا لیکن سہیلی نے انہیں سوید بن صلت بن حوط لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

اس نے پوچھا: ''وہ کیا؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا اور وہ سراسر نور و ہدایت ہے''۔

پھر آپؐ نے قرآن کی چند آیات سنائیں اور مکرر اسلام کی دعوت دی۔ اس نے آپ کی زبان مبارک سے آیات سن کر کہا:

''یہ بھی نہایت عمدہ کلام ہے''۔

تاہم جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے وہ مسلمان نہیں ہوا۔

بہرکیف جب وہ مدینے اپنی قوم میں واپس پہنچا تو (نامعلوم وجوہ کی بناء پر) بنی خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ جب اس کے بارے میں اس کی قوم کے لوگوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ قتل ہونے سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ تاہم وہ دوبارہ لوٹ کر مکے نہیں آسکا تھا۔

یہ روایت بیہقی نے بھی مختصر طور پر حاکم، اصم، احمد بن عبدالجبار، یونس بن بکیر اور ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

ایاس بن معاذ کا اسلام لانا

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن معاذ کے حوالے سے محمود بن لبید کا یہ قول نقل کیا جو کہتے ہیں کہ جب ابوالجسر انس بن رافع مکے آئے تو ان کے ساتھ بنی عبدالاشہل کے کچھ ممتاز و معزز لوگ بھی تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے۔ جب قریش مکہ میں ان کی آمد کی خبر ہوئی تو آپ ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

''جس کام کے لیے آپ لوگ یہاں آئے ہیں اس سے بہتر چیز میں آپ کو پیش کرتا ہوں''۔

ان لوگوں نے پوچھا:

''وہ کیا ہے؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''دین اسلام''۔

اس کے بعد آپ نے قرآن پاک کی چند آیات انہیں سنائیں۔ محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ ایاس اس زمانے میں نوجوان تھے۔ انہوں نے آپ کی زبان سے قرآن پاک کی وہ آیات سن کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہا:

''لوگو! یہ بات واقعی اس بات سے بہتر ہے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔''

ایاس کی زبان سے یہ کلمات سن کر ابوالجسر نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر اس کے منہ پر پھینکی اور کہا:

''ہم یہاں اس لیے نہیں آئے بلکہ اس سے بہتر بات کے لیے آئے ہیں''۔

ابوالجسر سے یہ سن کر ایاس خاموش ہو گئے اور آنحضرت ﷺ وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ جب وہ لوگ مکے سے مدینے پہنچے تو اس کے بعد واقعہ بعاث پیش آیا یعنی بنی اوس اور بنی خزرج میں باہم جنگ چھڑ گئی جس میں ایاس بھی کام آ گئے۔ اس لیے وہ دوبارہ مکے واپس نہیں آ سکے لیکن محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے ایاس بن معاذ کے بارے میں ان کی قوم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ بنی اوس و بنی خزرج کی باہمی جنگ میں کام آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کیا کرتے تھے' اس کی حمد کیا کرتے تھے اور انہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مرنے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس مجلس میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی قوم کے سامنے دین اسلام پیش کیا تھا تو وہ فوراً ہی آپؐ کے کلام سے متاثر ہو گئے تھے اور انہوں نے دل میں شعوری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا یہ الگ بات ہے کہ بدقسمتی سے وہ دوبارہ مکے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا اقرار نہ کر سکے۔

Marfat.com

بعاث مدینے میں اس جگہ کا نام ہے جہاں اوس وخزرج میں جدال وقتال کا عظیم واقعہ پیش آیا تھا اور اس میں دونوں طرف کے اکثر ممتاز ومعزز لوگ قتل ہو گئے تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی شامل تھے اور اس کے بعد ان دونوں قبائل کے بزرگوں میں بہت کم لوگ باقی بچے تھے۔ (مؤلف)

بخاری "صحیح بخاری میں عبید بن اسماعیل ابی امامہ ہشام اور ان کے والد کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ان کے بقول جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے سے مدینے کو ہجرت کا حکم دیا اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو بعاث کا عظیم واقعہ پیش آ چکا تھا اور اس میں اوس وخزرج دونوں قبیلوں کے بہت سے شریف ومعزز لوگ قتل ہو گئے تھے۔

Marfat.com

باب ۵

انصار رضی اللہ عنہم میں اسلام کی ابتداء

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین یعنی اسلام کے کامل اظہار اور اس کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کو مزید عزت بخشنے کا ارادہ فرمایا تو آپؐ سے جو وعدہ فرمایا تھا اسے عملاً کر دکھایا۔ ہوا یوں کہ آنحضرت ﷺ جس طرح پہلے ہر سال ان دنوں میں جب دوسرے قبائل عرب مکے آیا کرتے تھے ان کے پاس جا کر ان کے سامنے دین اسلام پیش فرمایا کرتے تھے اسی طرح ایک سال ایک قبیلے کی آمد کی خبر سن کر آپ جب اس کے پڑاؤ پر تشریف لے گئے تو وہاں آپؐ نے پہلے قبیلہ خزرج کے چند افراد کو دیکھا۔ یہ جگہ عقبہ کے قریب تھی۔ جب آپ نے ان لوگوں سے گفتگو کے بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی تو سب سے پہلے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ کون لوگ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ پھر آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آیا وہ لوگ یہود کے موالیوں میں سے تھے تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ تب آپؐ نے ان سے فرمایا:

''کیا ہم کہیں بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے''۔

تو وہ لوگ اس پر رضامند ہو گئے۔ یہ بات جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا انہیں عاصم بن عمر و قتادہ نے بتائی جو بنی خزرج کے شیوخ میں سے تھے۔ انہوں نے بتایا: ''جب میری قوم کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے گفتگو پر آمادہ ہو گئے اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا تو آپ نے انہیں یہ بتا کر کہ آپؐ نبی ہیں اسلام قبول کرنے کے لیے کہا اور انہیں قرآن پاک کی کچھ آیات بھی سنائیں اور بتایا کہ اگرچہ وہ یہودیوں کے ساتھ ان کی بستیوں میں رہ رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ انہیں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی خبر دی ہے کیونکہ یہودی ہر چند اہل کتاب اور اہل علم ہیں لیکن اب بت پرستوں کے ساتھ ہو کر مشرک ہو گئے ہیں۔ اس پر وہ لوگ جو کچھ علم رکھتے تھے بولے کہ اگر یہودی ان سے لڑے تو وہ انہیں قتل کر دیں گے اور اگر عرب میں جیسا کہ یہودیوں کی آسمانی کتاب میں لکھا ہے' کوئی نبی عنقریب آیا تو وہ اس کی اتباع کریں گے اور اس طرح یہودی بھی عاد و ارم کی طرح تباہ ہو جائیں گے اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر عرب میں کوئی نبی پیدا ہوا تو وہ اسے قتل کر دیں گے۔ چنانچہ جب آپؐ نے انہیں بتایا کہ عرب میں پیدا ہونے والا وہ نبی آپؐ ہی تھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ بولے کہ اب امید ہے ان کی قوم کے باہمی جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیں گے جو آپؐ نے ہمیں دی ہے۔ چنانچہ جب وہ لوگ مکے سے واپس ہوئے تو آپ کی صداقت کو تسلیم کر کے مسلمان ہو چکے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے مجھے یہ واقعہ سنایا وہ تعداد میں چھ آدمی تھے اور ان سب کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ انہی لوگوں میں ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بھی شامل تھے۔ بنی خزرج کے ان مذکورہ شخص کے متعلق ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ بنی خزرج کے انصار میں سے اسلام لانے والے یہ پہلے شخص تھے اور قبیلہ اوس میں سے سب سے

Marfat.com

پہلے اسلام لانے والے ابوالہیثم بن تیہان تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس قبیلے سے پہلے ایمان لانے والے رافع بن مالک اور معاذ بن عفرہ تھے۔ واللہ اعلم

اس کے بعد ایمان لانے والے عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن نجار تھے' یہ عفراء کے بیٹے تھے اور ان کا تعلق انصار کے قبیلے بنی نجار سے تھا۔ ایمان لانے والوں کی پہلی جماعت میں رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن زریق زرقی اور قطبہ ابن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد ابن سارده بن تزید[1] بن جشم بن خزرج سلمی بھی شامل تھے جن کا تعلق بنی سواد رضی اللہ عنہم سے تھا۔ بنی حرام میں سے اس جماعت میں جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان ابن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ سلمی رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس کے بعد مسلمان ہونے والے بنی عبید کے لوگ تھے۔ شعبیؒ اور زہری کہتے ہیں کہ یہ چھ کے چھ حضرات درحقیقت قبیلہ خزرج ہی کے لوگ تھے اور ان کی تعداد چھ ہی تھی۔

اس سلسلے میں موسیٰ بن عقبہ نے جو روایت زہری اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ انصار میں جن لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے بیعت کی تھی ان کی تعداد آٹھ تھی اور ان کے نام یہ تھے: معاذ بن عفراء' اسعد بن زرارہ' رافع بن مالک' ذکوان یعنی ابن عبد قیس' عبداللہ بن صامت' ابو عبدالرحمٰن یزید بن ثعلبہ' ابوہیثم بن تیہان اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم۔ یہ لوگ ایمان لانے کے بعد جب مکے سے لوٹ کر اپنے اپنے قبائل میں گئے تو انہوں نے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور یوں بہت سے لوگ مسلمان ہوتے چلے گئے۔ یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معاذ بن عفراء اور رافع بن مالک کو بھیجا اور یہ درخواست کی کہ آپ ان کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجیں جو انہیں فقہ کی تعلیم دے چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے پاس مسلم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا جو وہاں پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے پاس ٹھہرے۔ ابن اسحٰق کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ نے یہ جملہ حالات وکوائف از اوّل تا آخر تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ بہرکیف اس طرح اوس وخزرج قبائل سے نکل کر جو یہود کے زیر اثر تھے دیگر قبائل میں پھیلتا چلا گیا جس کی ابتداء احیائے عرب کے لیے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی مساعی جمیلہ سے ہوئی تھی۔



[1] یہ نام تاریخی کتاب ''اصل'' میں سادہ بن یزید لکھا ہے لیکن ابن ہشام نے ان کا نام سارده بن تزید لکھا ہے جو ہم نے یہاں درج کیا اور یہی درست ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

بیعتِ عقبۂ ثانیہ

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینے سے مکے واپس آئے تو ان کے ہمراہ متعدد مسلمانوں کے علاوہ جو حج کے لیے وہاں آئے تھے بے شمار مشرکین بھی تھے جو ازمنہ قدیم کی طرح اس سال بھی حج ہی کے لیے آئے تھے لیکن جب وہ مکے پہنچ کر مکے کے ایک پہاڑی علاقے کی گھاٹی عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان مشرکین کے دل میں بھی اسلام کی کشش اور آپؐ کے لیے عزت واحترام پیدا ہو چکا تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے معبد بن کعب بن مالک نے بیان کیا کہ ان کے بھائی عبداللہ بن کعب انصار میں سب سے زیادہ تعلیم یافتہ شخص تھے۔ انہیں ان کے والد کعب نے جو عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہوئے تھے بتایا:

جب ہم اپنی قوم کے ان حجاج کے ساتھ جو اس وقت تک سب کے سب مشرک تھے مدینے سے حسب معمول سالانہ حج کے لیے مکے کے سفر پر روانہ ہوئے۔ تو ہم میں ہماری قوم کے ایک بزرگ شخص براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور ابھی ہم راستے ہی میں تھے تو ہمارے ان بزرگ نے ایک روز ہم سے بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں خود کو خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے دیکھا ہے حالانکہ ہم آج ظہر کے وقت شاید ہی منیٰ یعنی خانہ کعبہ تک مکے میں پہنچ سکیں گے اور یہ بھی کہا کہ ہم لوگ مکے میں جس نبی ﷺ کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں وہ سنا ہے شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آخر انہیں ایسا خواب کیوں نظر آیا۔ بہرحال جب ہم مکے پہنچے تو وہاں ہم نے ایک شخص سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا کہ ہم ان سے کہاں مل سکتے ہیں؟ اس نے ہم سے پوچھا: ''کیا آپ لوگ انہیں پہچانتے نہیں؟''۔ ہم نے کہا: ''نہیں'' وہ بولا: ''اس کے چچا عباس بن عبدالمطلب کو جانتے ہو؟'' ہم نے کہا: ''ہاں انہیں تو جانتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے ہاں بغرض تجارت کئی بار آ چکے ہیں''۔ یہ سن کر وہ بولا:

''پھر تم مسجد میں چلے جاؤ' جہاں عباس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوں وہیں وہ بھی بیٹھے ہوں گے''۔

چنانچہ ہم دونوں جب وہاں پہنچے تو ہم نے جناب عباس کو اور ان کے قریب رسول اللہ ﷺ کو بیٹھے دیکھا تو انہیں سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب عباسؓ سے پوچھا کیا آپ ان دو آدمیوں کو جانتے ہیں؟ وہ بولے:

''جی ہاں! ان میں ایک تو براء بن معرور ہیں اور دوسرے کعب بن مالک ہیں''۔

اس کے بعد جب براء بن معرور نے آپ کو اپنا خواب سنا کر حیرت کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''تمہارے دل میں اسلام کی تمنا تھی اور تم اس کے اظہار کا مسلمان ہو کر بھی انتظار کرتے رہے تھے' یہ اسی کا اظہار تھا''۔

Marfat.com

اسی روایت میں ہے کہ ان دونوں حضرات نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو اس وقت بھی آپؐ نے شام یعنی قبلہ اوّل کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد جب یہ لوگ مکے سے لوٹ کر مدینے گئے تو لوگ کہتے ہیں کہ وہ یعنی براء بن معرور مرتے دم تک آپ کی تقلید میں شام ہی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ واللہ اعلم

کعب بن مالک اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینے سے مکے پہنچے تھے۔ تو حج سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عقبہ پہنچے تھے تو وہ ایام تشریق تھے وہ کہتے ہیں:

"وہاں جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمارے ساتھ عبداللہ بن عمرو ابو جابر بھی تھے جو ہماری قوم کے سردار مانے جاتے تھے۔ ہم نے ان سے کہا: "اے ابو جعفر! ہم اپنی قوم سے چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جا رہے ہیں اور تمہاری حسبِ خواہش تمہیں بھی لیے جا رہے ہیں تاکہ تم اسلام میں داخل ہو کر کل عذابِ جہنم سے نجات پا سکو۔ چنانچہ وہ بھی ہمارے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے۔ اس لیے یہ بھی اہل عقبہ کہلائے' بلکہ اس کے نقیب ٹھہرے"۔

بخاریؒ کی روایت اس سلسلے میں یہ ہے کہ ان سے ابراہیم اور ہشام نے بیان کیا کہ انہیں ابن جریج سے معلوم ہوا اور انہیں یعنی ابن جریج کو عطا اور جابر نے بتایا کہ وہ ان کے والد اور ماموں اصحاب عقبہ میں سے ہیں۔ عبداللہ بن محمد اور ابن عیینہ کے بیان کے مطابق عقبہ میں اسلام لانے والے لوگوں میں براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ہم سے علی بن مدینی اور سفیان نے بیان کیا کہ انہوں نے عمرو سے سنا جنہیں جابر بن عبداللہ نے بتایا کہ وہ خود بھی بیعت عقبہ میں شامل تھے اور ان کے ساتھ اس میں ان کے ماموں عقبہ بھی تھے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں عبدالرزاق اور معمر نے ابن ہشیم' ابی زبیر اور جابر کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعثت کے دس سال بعد تک ہر موقع پر مکے آنے والے دوسرے عربی قبائل کے پڑاؤ پر مسلسل تشریف لے جاتے اور انہیں دعوتِ اسلام دیتے تھے لیکن ایک مدت تک آپ کی اتباع اور آپ کی نصرت پر آمادہ ہونے والا ان میں سے آپ کو ایک بھی نہ ملا تھا حتیٰ کہ یمن یا مصر کے کسی شخص نے اپنی قوم کو آپؐ کے اوصاف اور آپ کی رحمدلی سے واقف کیا تو ان میں سے اکثر لوگوں نے اسے آپ سے ملنے جلنے سے احتراز کی نصیحت کی تھی لیکن جب آپؐ کے مدینے تشریف لے جانے اور وہاں جوق در جوق لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کی خبر انہیں ملی تو وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اور پھر یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھتا ہی چلا گیا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انصار مدینہ کے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر مقام عقبہ پر بیعت کی جسے بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے جب مسلمان ہونے کے بعد مدینے واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ وہاں علی الاعلان بیان کر دیا۔ اس وقت ان کی قوم کے شیوخ اور دیگر شرفاء میں جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ شامل تھے۔ البتہ ان کے بیٹے معاذ بن عمرو عقبہ میں دوسرے انصار مدینہ کے ساتھ جن کا ذکر

Marfat.com

پہلے ہو چکا ہے مسلمان ہو چکے تھے۔ عمرو بن جموح جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا انصار مدینہ کے معزز لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ انہوں نے اپنے گھر میں منات نام کا ایک بت رکھ چھوڑا تھا جس کی وہ بڑے احترام کے ساتھ پرستش کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قوم انصار کے وہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے بلکہ خود عمرو بن جموح کے بیٹے معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ حرکت ناگوار گزرتی تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک دن رات کے وقت باہم مشورے کے بعد اس بت کو عمرو کے گھر سے اٹھا کر قریب کے ایک گڑھے میں پھینک دیا جسے صبح کو وہاں دوسرے لوگ جمع ہو کر جھانک جھانک کر دیکھنے لگے۔ عمرو بن جموح نے بھی صبح کو بیدار ہو کر یہ ماجرا دیکھا تو بہت جز بز ہوئے۔ بہر حال انہوں نے اس بت کو گڑھے سے نکال کر دھویا اور پھر اپنی جگہ رکھ دیا لیکن جب کئی بار یہی واقعہ پیش آیا تو انہوں نے بڑا واویلا کیا اور کہا کہ نہ جانے کون ان کے معبود کے ساتھ یہ نازیبا حرکت کر رہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس بت کو اچھی طرح غسل دینے کے بعد اس کی گردن میں کھلی تلوار لٹکا دی اور اسے حسب معمول اس کی جگہ رکھ دیا لیکن اگلی صبح کو انہوں نے دیکھا کہ ان کا معبود منات قریب کے ایک گہرے نالے میں پڑا ہے اور اس کی گردن میں تلوار کی جگہ مردہ کتا رسی سے بندھا ہوا ہے۔ جب یہ واقعہ بھی بار بار پیش آیا تو انہیں اپنے معبود کی بے بسی کا نقش بٹھا دیا اور آخر کار وہ بھی مسلمان ہو گئے کیونکہ وہ اپنی گمراہی کو بخوبی سمجھ گئے تھے۔ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ نظم بھی کیا ہے۔

اس سے قبل بیعت عقبہ ثانیہ کے ضمن میں تہتر انصار مسلمان ہو چکے تھے جن کی تعداد قبیلہ وار تواریخ میں بیان کی گئی ہے۔

Marfat.com

باب ۶

آنحضرت ﷺ کی مکے سے مدینے کو ہجرت

زہری نے عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ ایک دن مکے میں آپؐ نے مسلمانوں سے ارشاد فرمایا:

''میں نے آپ کو گوگوں کے لیے ہرے بھرے مقامات کے درمیان کھجوروں کے درختوں پر مشتمل ہجرت کا مقام دیکھا ہے''۔

چنانچہ آپؐ کے اس ارشاد گرامی کے بعد پہلے ان مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی جو اس سے قبل حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ یہی روایت بخاریؒ نے بھی پیش کی ہے۔ نیز ابوموسیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث یوں بیان کی ہے:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجوروں کے باغات ہیں لہٰذا پہلے میرا دھیان یمامہ یا ہجر کی طرف گیا لیکن درحقیقت وہ یثرب کا شہر تھا''۔

یہ روایت بھی بخاریؒ نے کافی تفصیل کے ساتھ بہ اسناد پیش کی ہے۔ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے یہ دونوں حدیثیں ابی کریب کے حوالے سے بھی بیان کی ہیں۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن مراد نے مسلم کے ساتھ یہ احادیث ابی اسامۃ یزید بن عبداللہ بن ابی بردہ اور آخر الذکر کے دادا نیز ابی موسیٰ بن قیس کے حوالے سے خاصی طوالت کے ساتھ تفصیلاً بیان کی ہیں۔

حافظ ابوبکر بیہقی فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ الحافظ' ابوالعباس قاسم بن قاسم سیاری نے مرو میں اور ان کے علاوہ ابراہیم بن ہلال' علی بن حسن بن شقیق اور عیسیٰ بن عبید الکندی نے غیلان بن عبداللہ عامری' ابی زرعہ بن عمرو بن جریر اور جریر کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیث بیان کی:

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کے ذریعہ ہجرت کے لیے تین شہروں کی خبر دی تھی لیکن آخر کار جو شہر اس کے لیے مقرر فرمایا وہ مدینہ تھا''۔

اہل علم اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے کر پہلے بحرین' قنسرین یا مدینے میں سے کسی جگہ ہجرت کا اختیار دیا تھا لیکن بعد میں اس کے لیے مدینہ مخصوص کر دیا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدینہ کے لیے ہجرت کا حکم دیا۔

یہ حدیث اگرچہ بڑی غریب ہے' تاہم ترمذی نے اسے دوسری اسناد کے علاوہ بطور خاص ابی عمار حسین بن حریث' فضل بن موسیٰ' عیسیٰ بن عبید' غیلان بن عبداللہ عامری' ابی زرعہ بن عمرو بن جریر اور جریر کے حوالے سے باب مناقب میں پیش کرتے ہوئے اگرچہ حدیث غریب ہی بتایا ہے' البتہ ابوعمار کی سند کی بناء پر اسے حدیث فضل میں شمار کیا ہے۔

میری رائے میں غیلان بن عبداللہ عامری نے اس حدیث کو ابن حبان کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے اسے احادیث ثقات میں ضرور شمار کیا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اسی نے ہجرت کے بارے میں اس حدیث کو ابی زرعہ کے حوالے سے ''حدیث

Marfat.com

منکر'' کیوں بتایا ہے؟۔ واللہ اعلم

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے کفار سے لڑائی کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

﴿ اَذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ..... الخ ﴾

پھر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت کے ساتھ ان لوگوں کو جو کفار سے جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی امداد کرتے ہوئے زندہ بچ گئے تھے ان لوگوں کے پاس جو اسلام کے بارے میں آپ کی حمایت کر رہے تھے یعنی انصار کے پاس جانے کی اجازت بھی مل گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کے مسلمانوں کے علاوہ مکے کے دوسرے مسلمانوں کو بھی مدینے کی طرف ہجرت کا حکم دے کر فرمایا کہ وہ انصار مدینہ کے ساتھ بھائیوں کی طرح مل جل کر رہیں تا کہ انہیں وہاں بھائیوں ہی جیسے حقوق حاصل ہو جائیں۔ بہر کیف اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے جن قریش اور بنی مخزوم کے لوگوں میں جس شخص نے سب سے پہلے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی وہ ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھے۔ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ سے بھی پہلے مدینے ہجرت کی تھی کیونکہ وہ حبشہ کو ہجرت کے بعد جب وہاں سے مکہ واپس آئے اور مشرکین قریش انہیں اذیت دینے سے باز نہ آئے تو انہوں نے یہ سن کر کہ انصار مدینہ مسلمانوں کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کر رہے ہیں مدینے کو ہجرت کر گئے تھے۔

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ انہیں ان کے والد بزرگوار نے سلمہ بن عمر بن ابی سلمہ اور آخر الذکر کی دادی کے حوالے سے بتایا جو کہتی ہیں کہ:

''جب ابوسلمہ نے مکے سے مدینے کے لیے سامانِ سفر تیار کر لیا تو اپنے اونٹ کو بٹھا کر مجھے اس پر بٹھایا اور میرے ساتھ میرے بیٹے سلمہ بن ابی سلمہ کو بھی سوار کر دیا اور خود اس کی مہار پکڑ کر آگے چلنے لگے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بنی مغیرہ کے کچھ لوگوں نے انہیں روک کر کہا: اس بوڑھی عورت اور اس لڑکے کو اس اونٹ پر بٹھا کر کس کس شہر کی سیر کرانے لے جا رہے ہو؟ تم ہمیں دھوکہ دے کر چل تو دیے ہو مگر ہم تمہیں یہ مال سمیٹ کر یہاں سے ایک قدم آگے نہیں جانے دیں گے''۔

یہ کہہ کر انہوں نے مجھے اونٹ سے اتار لیا۔ پھر بولے:

''یہ لڑکا بھی ہمارا ہی ہے ہم اسے بھی نہیں چھوڑیں گے''۔

یہ کہہ کر انہوں نے میرے بیٹے کو بھی اونٹ سے اتار لیا اور اونٹ کی مہار ابوسلمہ کے ہاتھ سے چھین کر اسے ایک طرف ہانکنے لگے لیکن اس وقت بنی اسد کے کچھ لوگ وہاں آ گئے اور ان کے ساتھ بنی سلمہ کے لوگ بھی تھے۔ وہ بنی مغیرہ کے لوگوں سے تکرار کرنے لگے تو انہوں نے ابوسلمہ اور اونٹ کو تو چھوڑ دیا لیکن مجھے اور میرے بیٹے کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی۔ چنانچہ میرے خاوند تنہا ہی مدینے کی جانب روانہ ہو گئے۔ اس طرح میں اور سلمہ ان ظالموں کی قید میں تنہا رہ گئے۔ اس حالت میں ایک عرصہ گزر گیا تو ایک روز وہاں جہاں ہمیں بنی مغیرہ نے قید کر رکھا تھا میرے چچا کے بیٹوں میں سے ایک کا بنی مغیرہ کی طرف سے گذر ہوا تو وہ

Marfat.com

مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو ان کی قید میں دیکھ کر بولا:

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ لوگوں نے اس غریب دکھیا کو اس کے خاوند سے اور اس لڑکے کو اس کے باپ سے بے قصور جدا کر رکھا ہے''۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اس تمام عرصے میں برابر روتی رہی تھی۔ بہرحال بنی مغیرہ کو مجھ پر شاید کچھ ترس آ گیا تو وہ بولے:

''تو جہاں چاہے جا سکتی ہے''۔

لیکن اسی وقت بنی اسد کے کچھ اور لوگ بھی وہاں آ گئے اور انہوں نے بنی مغیرہ سے کہہ سن کر مجھے اونٹ پر سوار کرایا اور میرے بیٹے کو بھی میرے ساتھ بٹھا دیا۔ چنانچہ ہم دونوں وہاں سے تن تنہا روانہ ہوئے تو ہمیں راستے میں خلق خدا میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو ہماری کچھ مدد کرتا۔ اس طرح کافی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد ہمیں تنعیم جو پہلے شخص ملے وہ عثمان بن ابی طلحہ بنی عبدالدار کے بھائی تھے۔ وہ ہمیں دیکھ کر بولے:

''ابی امیہ کی بیٹی کہاں کا ارادہ ہے؟''

میں نے جواب دیا: میں اپنے شوہر کے پاس مدینے جا رہی ہوں'' یہ سن کر وہ بولے:

اور تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟''۔

میں نے جواب دیا:

''میرے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے یا میرا صغیر سن بیٹا ہے''۔

میری زبان سے یہ سن کر وہ بولے:

''بہرحال میں اس طرح تو تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا''۔

یہ کہہ کر انہوں نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور آگے آگے چلنے لگے۔ اسی طرح وہ منزل بمنزل چلتے رہے۔ جب شام ہو جاتی تو وہ مجھے کسی درخت کے نیچے بٹھا کر اونٹ کی مہار اسی درخت کی کسی شاخ سے باندھ دیتے اور ہم سے دور ہٹ کر ہمارے لیے کھانا تیار کرنے لگتے۔ پھر جب صبح ہو جاتی تو وہ اسی طرح ہمارے اونٹ کی مہار پکڑ کر آگے چل پڑتے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

''میں نے اس شخص سے زیادہ پورے عرب میں کوئی نیک اور رحمدل آدمی نہیں دیکھا''۔

اس کے بعد انہوں نے بیان کیا: اسی طرح وہ ہمیں مدینے تک لے گئے لیکن جب ہم لوگ قبا کے نزدیک بنی عمرو بن عوف کی بستی میں پہنچے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا:

''کیا تمہارے خاوند یہاں ہیں؟''۔

مجھے اس کا علم نہیں تھا لیکن اتفاق سے وہ وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ مجھے اور میرے بیٹے کو ان کے سپرد کر کے خود مکے کی طرف لوٹ گئے۔ یہ واقعہ بیان کر کے ام سلمہ رضی اللہ عنہا عثمان بن طلحہ کو حد سے زیادہ تعریف و توصیف کے ساتھ کہتی ہیں:

Marfat.com

''مجھے نہیں معلوم کہ اہل عرب کے کس گھرانے پر اس سے زیادہ کبھی پہلے کوئی مصیبت پڑی ہو''۔

ابن اسحٰق بتاتے ہیں کہ یہ شخص عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ العبدی صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے سے مدینے کو ہجرت کی تھی۔ ان کے والد اور بھائی حارث' کلاب اور مسافح احد کی جنگ میں قتل ہو گئے تھے۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہی کے چچا بنی شیبہ کے والد شیبہ سے کعبے کی کنجیاں طلب فرماتے ہوئے ان سے اسی نرم لہجہ میں گفتگو فرمائی تھی جیسی آپ دوسروں سے اور خود ان سے زمانہ جاہلیت میں فرمایا کرتے تھے اور ان سے وہی کہا تھا جو مندرجہ ذیل آیت قرآنی میں مذکور ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابی سلمہ کے بعد ہجرت میں پہل کرنے والے بنی حدی کے حلیف عامر بن ربیعہ تھے جنہوں نے اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ عدویہ کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ ان کے بعد بنی امیہ بن عبد شمس کے حلیف عبداللہ بن جحش بن رئاب بن یعمر بن صبرہ ابن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ نے اپنے اہل خانہ اور اپنے بھائی عبد ابی احمد کے ہمراہ ہجرت کی۔ ابن اسحٰق بتاتے ہیں کہ عبد کو ثمامہ بھی کہا جاتا تھا لیکن سہیلی کے بقول ان کا اصلی نام عبد ہی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ابو احمد کی نظر بہت کمزور تھی لیکن اس کے باوجود وہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے اس کے نشیبی اور بلند کے جملہ حصے کسی قائد کے بغیر طے کر لیتے تھے اور وہ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کی مدد کے لیے ان کے پاس فارعہ بنت ابی سفیان رہا کرتی تھیں نیز یہ کہ ان کی والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھا۔

اس کے بعد ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ابو سلمہ' عامر بن ربیعہ اور بنی جحش قبا پہنچ کر مبشر بن عبدالمنذر کے پاس ٹھہرے تھے۔ ان کے بعد جملہ اہل اسلام یکے بعد دیگرے مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کرتے گئے جن میں اکثریت بنی غنم بن دودان کے قبیلے کے مردوں اور عورتوں کی تھی۔ اس دوسرے گروہ کے نام یہ ہیں:

عبداللہ بن جحش اور ان کے بھائی ابو احمد' عکاشہ بن محصن' وہب کے دونوں بیٹے شجاع اور عقبہ' اربد بن جمیرہ[1]' منقذ بن نباتہ' سعید بن رقیش' محرز بن نضلہ' زید بن رقیش' قیس بن جابر' عمرو بن محصن' مالک بن عمرو' صفوان بن عمرو' ثقف بن عمرو' ربیعہ بن اکثم' زبیر بن عبیدہ' تمام بن عبیدہ' سخبرہ بن عبیدہ اور محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہم۔

مندرجہ بالا حضرات کے ساتھ جو خواتین تھیں ان کے نام یہ ہیں:

زینب بنت جحش' حمنہ بنت جحش' ام حبیب بنت جحش' جدامہ بنت جندل' ام قیس بنت محصن' ام حبیب بنت ثمامہ' آمنہ بنت رقیش اور سخبرہ بنت تمیم۔

ابن اسحٰق کے بقول ابو احمد بن جحش نے جو اس قافلے کے ہمراہ مکے سے مدینے ہجرت کر گئے تھے اس ہجرت کے بارے

---

[1] ابن ہشام نے انہیں ابن جمیرہ لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

ہیں بڑے گراں قدر اشعار بھی کہے تھے۔

ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق مذکورہ بالا کاروان مہاجرین کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور عباس بن ابی ربیعہ مکے سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب وہ اور عیاش مکے سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے پیچھے پیچھے ہشام بن عاص بھی چلے تو انہوں نے عیاش سے کہا کہ وہ شاید اس روز تناضب نہ پہنچ سکیں گے لیکن ہشام تناضب میں رُک گئے اور ہم آگے بڑھ گئے اور مدینے جا پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب وہ اور عیاش مدینے پہنچے تو انہوں نے پہلے قبا میں عمرو بن عوف کے ہاں قیام کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ان کے مدینے پہنچنے سے قبل ابوجہل اور حارث بن ہشام وہاں گئے تھے اور لوگوں کو حد سے زیادہ ورغلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں سے ناکام لوٹے تھے حتیٰ کہ اس کے کچھ ہی عرصے بعد رسول اللہ ﷺ خود بھی مکے سے ہجرت فرما کر مدینے پہنچ گئے تھے۔ اس سے قبل ہم مکے میں اہل فتن سے برابر کہتے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ اگر وہ فتنہ پردازی سے باز نہ آئے قبول نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے بعد آپؐ پر ایک آیت نازل فرما کر اس کی تصدیق فرما دی۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ..... الخ ﴾

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس قرآنی آیت کو لکھ کر ہشام بن عاص کے پاس بھیج دیا تھا جن کا بیان ہے کہ پہلے تو وہ اس آیت کا مفہوم سمجھے ہی نہ تھے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کی تفہیم کے لیے دعا کی تو اس نے اپنے کرم سے انہیں اس کا مفہوم ان کا دل اس طرف متوجہ فرما کر سمجھا دیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینے آ گئے۔

بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابوالولید اور شعبہ نے بیان کیا نیز ابواسحاق نے بتایا کہ انہوں نے براء سے سنا جو کہتے ہیں کہ ان سے قبل ہجرت کرنے والے مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم تھے۔ اس کے بعد عمار و بلال رضی اللہ عنہما نے ہجرت کی اور یہ دونوں دوسرے لوگوں کو بھی بلاتے جاتے تھے۔

بخاریؒ مزید کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن بشار، منذر اور شعبہ نے ابی اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے البراء بن عازب سے سنا کہ ان سے قبل مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم رضی اللہ عنہما نے ہجرت کی جو دوسرے لوگوں کو بھی اس کے لیے بلاتے جاتے تھے اس کے بعد بلال و سعید اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم مکے سے روانہ ہوئے۔ پھر عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ (ﷺ) کے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ہجرت کی اور سب کے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ آپ کی تشریف آوری سے سب سے زیادہ خوش ہوئے حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی آپ کی آمد پر خوشی کے گیت گانے لگیں اور سورۂ شریفہ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ..... الخ ﴾ پوری پڑھی جانے لگی۔

Marfat.com

مسلمؒ نے اپنی صحیح میں قریب قریب یہی بیان کیا ہے لیکن اس روایت میں ابی اسحٰق' البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسرائیل کے اس قول کا اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی مکے سے مدینے ہجرت کر چکے تھے۔ تاہم موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کے خیال میں سعد بن ابی وقاص نے آپؐ کے بعد ہجرت کی تھی۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینے پہنچے تو ان کے ہمراہ ان کے اہل وعیال' ان کے بھائی زید بن خطاب سراقہ بن معمر کے دونوں بیٹے عمرو وعبداللہ رضی اللہ عنہم' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر خنیس بن حذافہ سہمی اور ان کے چچا زاد بھائی سعید بن زید بن عمرو بن نفیل اور ان کے حلیف واقد بن عبداللہ تمیمی' خولی بن ابی خولی' مالک بن ابی خولی اور بنی عجل و بنی کبیر میں سے ان کے حلیف ایاس وخالد اور عاقل وعامر نیز بنی سعد بن لیث کی طرف سے ان کے کچھ حلیف تھے جو مدینے پہنچ کر سب کے سب بنی عمرو بن عوف کے لوگوں میں سے رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنیر کے پاس قباء میں ٹھہرے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان کے بعد جن لوگوں نے مکے سے مدینے کو ہجرت کی ان میں سے طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان حارث بن خزرج کے بھائی خبیب بن اساف کے پاس ٹھہرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طلحہ اسعد بن زرارہ کے پاس ٹھہرے تھے۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں ابی عثمان نہدی کے ذریعے معلوم ہوا کہ جب صہیب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو قریش ان سے بولے کہ کیا وہ حقیر ہونا چاہتے ہیں جب کہ ان کے لیے مکہ میں مال ودولت کی کمی نہیں ہے اور یہ کہ وہ انہیں اس کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔ اس پر صہیب رضی اللہ عنہ بولے کہ اگر وہ اپنا سارا مال اور سامان مکے میں چھوڑ جائیں تب وہ انہیں جانے کی اجازت دے دیں گے۔ اس پر قریش رضامند ہو گئے اور صہیب رضی اللہ عنہ نے خالی ہاتھ مکے سے ہجرت کی ٹھان لی۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا:

''صہیب رضی اللہ عنہ کو لوٹا جا رہا ہے' صہیب رضی اللہ عنہ کو لوٹا جا رہا ہے''۔

اس سے قبل آپؐ فرما چکے تھے:

''میں تمہارے لیے ہجرت کے دوسرے سبز مقام دیکھ رہا ہوں وہ ہجر ہو سکتا ہے یا یثرب''۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکے سے نکلے تھے مگر قریش کے فتنہ پردازوں نے زبردستی روکنے کی کوشش کی تھی۔ تاہم ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے حد درجہ ہمت وحوصلے سے کام لیا تھا اور کہا تھا آج کی رات میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ ساری رات کھڑا رہوں گا۔ چنانچہ جب لوگ سو گئے لیکن پھر بھی ان کے گھر سے نکلتے ہی کچھ لوگوں نے چپکے سے انہیں جا پکڑا۔ اس کے بعد جیسا کہ خود ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا انہوں نے ان لوگوں سے کہا:

''اگر میں تمہیں اپنا جمع کیا ہوا سرمایہ دے دوں تب تو تم میرے جانے میں مزاحمت نہیں کرو گے؟ چنانچہ وہ اس پر رضامند ہو گئے اور میں نے مکہ واپس آ کر انہیں بتایا کہ اگر وہ میرے مکان کے دروازے کی چوکھٹ کے نیچے کھود کر دیکھو گے تو تمہیں سونا مل جائے گا''۔

Marfat.com

لیکن جب وہ میرے مکان پر پہنچے تو انہیں میرے دو لباسوں کے سوا کچھ نہ مل سکا۔ اور اتنی دیر میں مکے سے نکل کر مدینے کے راستے پر دور تک جا پہنچا اور آخر کار رسول اللہ ﷺ سے قباء میں جا ملا۔ مجھے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اے ابا یحییٰ تم ان سے سودا کر آئے ہو؟''۔

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ میرے مکہ چھوڑنے کے بعد مجھ سے پہلے تو آپؐ کے پاس کوئی نہیں پہنچا' اس لیے یہ بات آپ کو یقیناً جبریل علیہ السلام نے بتائی ہوگی''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حمزہ بن عبدالمطلب' زید بن حارثہ' ابو مرثد کناز بن حصین اور ان کا بیٹا مرثد غنویان جو حضرت عمر رضی اللہ عنہم کا حلیف تھا اور رسول اللہ ﷺ کے دونوں غلام انسہ اور ابو کبشہ مکے سے ہجرت کر کے قباء میں بنی عمرو بن عوف کے بھائی کلثوم بن الہدم کے پاس ٹھہرے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسعد بن زرارہ کے پاس قیام کیا تھا۔ واللہ اعلم

اس کے بعد ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ عبیدہ بن حارث اور ان کے بھائی طفیل اور حصین' مسطح بن اثاثہ' سویبط بن سعد ابن حریملہ یعنی عبدالدار کے بھائی' طلیب بن عمیر جو بنی عبد بن قصی کے بھائی تھے اور خباب جو عتبہ بن غزوان کے غلام تھے سب کے سب عبداللہ بن سلمہ کے بھائی بلعجلان کے پاس قباء میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ❶

اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مہاجرین ہی میں سعد بن ربیع کے پاس قیام کیا تھا اور زبیر بن عوام' ابو سبرہ بن ابی رہم' منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن جلاح کے پاس عضبہ میں بنی جحمی کے گھر اترے تھے جب کہ مصعب بن عمیر' سعد بن معاذ کے پاس اور ابو حذیفہ بن عتبہ اور سالم رضی اللہ عنہم نے آخر الذکر کے غلام سلمہ کے پاس قیام کیا تھا لیکن علوی کہتے ہیں کہ یہ لوگ خبیب بن اساف کے بھائی بنی حارثہ کے پاس ٹھہرے تھے۔

اس کے علاوہ ابن اسحٰق کے بقول عتبہ بن غزوان' عباد بن بشر بن وقش کے پاس بنی عبدالاشہل ہیں اور عثمان بن عفان حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت بن منذر رضی اللہ عنہم کے پاس بنی نجار کے مکان میں ٹھہرے تھے۔

اس روایت کے آخر میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مہاجرین کا یہ بار گراں اگرچہ انصار کے لیے بظاہر ناقابل برداشت تھا لیکن سے حد سے زیادہ شیریں و سرور آگیں سمجھا گیا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ان سے احمد بن ابی بکر بن حارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف اور عبدالعزیز بن محمد نے عبیداللہ' نافع اور ابن عمر انہ کے حوالے سے بیان کیا کہ وہ لوگ مکے سے مدینے کی طرف چل کر پہلے عضبہ میں اور عمر بن خطاب' ابو عبیدہ بن جراح اور ابی حذیفہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہم کے پاس قباء میں ٹھہرے تھے۔ سالمؓ اس زمانے میں حذیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے غلام تھے۔

---

❶ تاریخ ابن ہشام میں ہے کہ یہ لوگ حارث بن خزرج کے بھائی عبداللہ کے پاس حارث بن خزرج کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ (مؤلف)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی بہ نفس نفیس

ہجرت کے اسباب

اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت ﷺ پر پہلے یہ آیہ شریفہ نازل فرمائی:

﴿ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ ..... الخ ﴾

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس دعا کی ہدایت فرما کر اور اس طرح آپ کی ہمت میں اضافہ فرما کر آپ کو احباب و انصار کے ساتھ مدینہ نبویہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی اور اسے آپ کا پرسکون مکان قرار دے کر وہاں کے باشندوں کو بھی اپنی رحمت سے آپ کا انصار و جاں نثار بنا دیا۔

احمد بن حنبل اور عثمان بن ابی شیبہ جریر قابوس بن ابی ظبیان[1] اور آخر الذکر کے والد کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مکے میں ہجرت کا حکم دے کر مندرجہ بالا آیت قرآنی نازل فرمائی تو قتادہ نے اس آیت کے الفاظ "اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ" کے بعد المدینہ اور "اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ" کے بعد "الهجرة من مكه" کے دعائیہ الفاظ کے ساتھ آخر میں "وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا" کی دعا کے ساتھ احکام الٰہی کی حدود میں رہتے ہوئے فرائض شریعہ کی بجا آوری کی بھی دعا کی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکے سے اپنے اصحاب کی ہجرت کے بعد یقیناً وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی ہجرت کی اجازت کے منتظر تھے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی ہجرت کے بعد مکے میں قریش آپؐ کے باقی ماندہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کوئی رکاوٹ یا فتنہ نہ پیدا کریں۔ تاہم اس وقت تک یعنی آخر میں حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے سوا آپؐ کے ساتھ کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو وہاں سے مدینے کو ہجرت نہ کر گیا ہو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ سے اکثر ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے لیکن آپؐ اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے:

"عجلت نہ کرو، تمہارے لیے بھی عنقریب اللہ تعالیٰ کوئی ساتھی پیدا کر دے گا"۔

اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) یہ سوچ کر کہ وہ ساتھی آپؐ ہی ہو سکتے ہیں خوش ہو جایا کرتے تھے۔ دوسری طرف مشرکین قریش نے یہ دیکھ کر کہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ اصحاب مذکورہ دو حضرات کے علاوہ مکے سے مدینے پہنچ کر نہ صرف آرام سے رہ رہے ہیں بلکہ وہاں آپؐ کے معاونین و انصار کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے آپ کی ہجرت میں زیادہ سے زیادہ رکاوٹیں پیدا کرنے

---

[1] مصری نسخے میں قابوس کی ولدیت یہی بتائی گئی ہے لیکن حلبی نسخے میں انہیں قابوس بن ظہمان لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

کی کوشش میں لگے ہوئے تھے تاکہ کہیں آپ وہاں پہنچ کر ان کے خلاف کوئی مضبوط محاذ قائم نہ فرما سکیں۔ انہیں پہلے ہی اندیشہ تھا کہ جو مسلمان مدینے جا چکے ہیں وہ وہاں جمع ہو کر ان کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس خوف کی وجہ سے وہ ایک روز دار الندوہ میں جو درحقیقت قصی بن کلاب کا مکان تھا مشورے کے لیے جمع ہوئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں باہم مشورہ کر سکیں۔ اس طرح اجتماعی امور کے متعلق وہاں جمع ہو کر باہم مشورہ کرنا قریش کا معمول تھا۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے اس سلسلے میں باہم مشورے کا پختہ ارادہ کر لیا تو وہ جمع ہو کر دار الندوہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت انہوں نے دیکھا کہ دروازے پر ایک باریش بزرگ کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر ان میں سے کسی نے پوچھا:

''بزرگوار آپ کون ہے؟''۔

وہ شخص بولا:

''میں ایک نجدی شیخ ہوں''۔

ویسے یہ شخص اس شکل و شمائل اور لباس میں دراصل شیطان تھا جو قریش کی اس محفل مشاورت میں شامل ہونے وہاں آیا تھا مگر قریش نے اسے نجدی شیخ ہی سمجھ کر اندر بلایا کہ شاید یہ عمر رسیدہ شخص کوئی بہتر مشورہ دے سکے۔ اس کے بعد جب ان کی مجلس مشاورت شروع ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت سے روکنے کے بارے میں مختلف مشورے دینے لگے۔ ایک شخص نے مشورہ دیا کہ آپ کو زنجیروں میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا جائے۔ یہ سن کر کوئی دوسرا شخص بولا کہ:

''اس طرح ہم کتنے لوگوں کو اب تک ہجرت سے روک سکے ہیں؟''۔

اس شخص کی زبان سے اہل مجلس شرمندہ ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ آخر ان سب نے شیطان لعین سے جو نجدی شیخ کے بھیس میں وہاں بیٹھا تھا پوچھا:

''یا شیخ! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟''۔

شیطان نے کہا:

''اگر آپ لوگوں نے انہیں قید میں ڈال دیا تو وہ لوگ جو ان سے قبل ہجرت کر چکے ہیں جمع ہو کر آپ لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور دوسرے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر اس بے سبب قید پر بطور احتجاج آپ پر چڑھ دوڑیں گے''۔

شیطان نے کہا:

''یہ اس سے بھی برا ہوگا کیونکہ جو شخص انہیں قتل کرے گا اسے عربوں کے قانون کے مطابق بطور قصاص قتل کر دیا جائے گا تو اس طرح تم میں سے ایک باہمت بہادر شخص کی جان ضرور جائے گی' اس لیے انہیں قتل کرو تو اس طرح کہ تم لوگوں میں سے کسی ایک پر الزام نہ آئے''۔

شیطان کی زبان سے یہ سن کر اہل مجلس نے یک زبان ہو کر اس سے پوچھا:

''پھر آپ کا مشورہ اس بارے میں کیا ہے؟''۔

Marfat.com

شیطان نے یہ سن کر یقیناً اطمینان کا سانس لیا' پھر بولا:

''اگر آپ میرا مشورہ مانیں تو وہ یہ ہے کہ جملہ قبائل قریش میں سے ایک ایک آدمی چنا جائے اور وہ سب کے سب بیک وقت ننگی تلواریں لے کر ان کی قیام گاہ پر رات کے وقت خاموشی سے پہنچیں اور ہر شخص ان پر سوتے میں وار کرے تو کوئی بھی انفرادی طور پر قتل کا مجرم نہیں سمجھا جائے گا اور اس طرح بنی عبد مناف اکٹھے ہو کر بھی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے''۔

یہ سن کر سب سے زیادہ ابوجہل بن ہشام جو ظلم وشقاوت اور مکر وفریب میں شیطان سے بھی چار قدم آگے تھا خوش ہوا اور اس نے شیطان ملعون کے اس مشورے کی سب سے زیادہ تعریف کی۔ چنانچہ اتفاق رائے سے وہی فیصلہ کیا گیا جس کا مشورہ ابلیس نے دیا تھا۔

یہ مستند روایت ان متعدد دوسری ثقہ روایات پر مبنی ہے جن کے راوی قریش ہی کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا مجلس مشاورت میں شرکت کی تھی لیکن بعد میں فرداً فرداً آنحضرت ﷺ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لے آئے تھے۔

ابن اسحٰق ان روایات سے استناد کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ادھر قریش میں اس مشورے پر اتفاق رائے ہوا ادھر حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دے کر عرض کیا کہ آپ اس شب کو اپنے بستر پر نہ سوئیں اور وہ چادر بھی نہ اوڑھیں جو آپؐ حسب معمول رات کو سوتے وقت اوڑھا کرتے تھے بلکہ اپنے بستر پر وہی چادر اوڑھا کر کسی اور کو سلا دیں۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی حضرمی سبز چادر اوڑھا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور آپ دوسرے بستر پر ان کی چادر اوڑھ کر آرام فرمانے لگے۔ اس سے قبل آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطمینان دلا دیا تھا کہ چونکہ ان سے قریش کی کوئی مخاصمت نہیں تھی' اس لیے وہ انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔

جب قریش کے مختلف قبائل کے لوگ حسب مشورہ اسی عزم قبیح کے ساتھ جس کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے دروازے پر ایک پہر رات گزر جانے کے بعد جمع ہو کر آپؐ کے پوری طرح سونے کا انتظار کرنے لگے تو آپؐ اپنے بستر سے اٹھے ایک مٹھی خاک ہاتھ میں اٹھائی اور دروازے کے باہر جمع ہونے والوں میں سے ایک ایک کے سر پر تھوڑی تھوڑی چھڑک کر یہ فرماتے ہوئے آگے بڑھ گئے:

''میں تجھے جانتا ہوں تو انہی میں سے ایک ہے''۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ایسے پردے حائل کر دیئے تھے کہ وہ آپ کی جھلک تک نہ دیکھ سکے۔ چنانچہ جب وہ لوگ آپؐ کے مکان میں داخل ہوئے اور وہ چادر گھسیٹ کر جسے اوڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر پر سوئے تھے آپؐ کے قتل کرنے کے لیے انہوں نے برہنہ تلواریں تولیں تو آپؐ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے تھے پا کر حیران رہ گئے۔ پھر ان میں سے کسی نے کسی دوسرے کے سر کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھا:

''یہ تمہارے سر پر خاک کیسی ہے؟''۔

Marfat.com

تو اس شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ واقعی اس کے سر پر تو کافی خاک پڑی ہوئی ہے۔ اس کے بعد ان سب نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک ہی نہیں بلکہ ان سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی تھی۔ یہ محسوس کر کے وہ حیران ہو ہو کر اپنے سروں سے خاک جھاڑتے اور اس طرح آپؐ کے صاف بچ کر نکل جانے پر افسوس کرنے لگے لیکن اس کے سوا اب وہ اور کر بھی کیا سکتے تھے؟ ویسے جب آپؐ ان کے درمیان سے گزر رہے تھے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ آیات تھیں:

﴿ یٰسٓ وَ الْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

آپؐ نے ان آیات کی ان کے آخر تک تلاوت فرمائی تھی جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

﴿ وَ جَعَلْنَا مِنْ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴾

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے دشمنوں کے خلاف وہی تدابیر اختیار فرمائی جس کا ارادہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کیا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیہ شریفہ سے:

﴿ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ ..... الخ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا:

﴿ اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ یہی وہ وقت تھا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

Marfat.com

باب ۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نفس نفیس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکے سے مدینے کو ہجرت

یہ تاریخ اسلامی کا سب سے پہلا واقعہ ہے جس کے بالکلیہ صحیح ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق رائے کا اظہار فرمایا اور جس کا سیرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں مفصل ذکر آیا ہے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یکے بعد دیگرے بالترتیب مطر بن فضل' روح' ہشام اور عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مندرجہ ذیل روایت بیان کی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''بوقت بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی' مکے میں تیرہ سال تک آپؐ پر وحی نازل ہوتی رہی' اس کے بعد آپؐ نے وہاں سے مدینے کو ہجرت فرمائی اور آپ وہاں بحالت ہجرت دس سال تشریف فرما رہے اور جب آپؐ نے وفات پائی اس وقت آپ کا سن شریف تریسٹھ سال تھا''۔

''جب آپؐ نے ہجرت فرمائی اس وقت آپ کی بعثت کو تیرہ سال گزر چکے تھے اور مہینہ ربیع الاوّل کا تھا''۔

امام احمدؒ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

''آپ کی ہجرت کا روز روز دوشنبہ تھا' آپ کی ولادت یا سعادت کا دن بھی دوشنبہ آپ کی بعثت کا دن بھی دوشنبہ' آپ کی مکے سے مدینے کو ہجرت کا دن بھی دوشنبہ' آپؐ کے مدینے میں داخل ہونے کا دن بھی دوشنبہ اور آپ کا یوم وفات بھی دوشنبہ ہی تھا''۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے قبل (جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے لیے اجازت طلب کیا کرتے تھے تو آپ کا ارشاد ہوتا:

''جلدی نہ کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بھی کوئی ساتھی فراہم کر دے گا''۔

تو وہ یہ سوچ کر خوش ہو جایا کرتے تھے کہ وہ ساتھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ہوں گے۔ چنانچہ آخر کار وہ وقت آ پہنچا تو انہوں نے دو سواریاں (اونٹ) خریدیں اور انہیں اپنی قیام گاہ میں لا کر ان کے لیے چارہ وغیرہ کا الگ الگ کافی سامان کر دیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ وہ اونٹ سو سو درہم کے خریدے گئے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے متعدد لوگوں نے عروہ بن زبیر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کیا کہ ہجرت

Marfat.com

سے کچھ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر یا تو صبح کے وقت منہ اندھیرے یا پھر رات گئے تشریف لائے کرتے تھے اور روز ہجرت بھی جب آپ تشریف لائے تو صبح صادق سے قبل کافی اندھیرا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز اس وقت آپ کی تشریف آوری پر جب معلوم ہوا کہ اسی روز ہجرت کرنی ہے تو ان کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ''اس وقت'' تو آپؐ نے فرمایا: ''ہاں' اس وقت''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ میرے والد نے آپؐ سے میرے اور میری بہن اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو اس وقت آپؐ کے حکم پر وہاں سے ہٹ گئی تھیں پوچھا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ان دو بیٹیوں کا کیا ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت صرف آپ کو ملی ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے پوچھا: اور آپ کا ساتھی' یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سوال کے جواب میں آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا ساتھی بنایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ ارشاد گرامی سن کر ان کے والد یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ اتنے خوش ہوئے کہ اس سے قبل انہوں نے انہیں اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت وہ اس قدر مسرور تھے کہ انتہائے مسرت کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ بہرکیف جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ اسی وقت مکے سے روانہ ہونا ہے تو انہوں نے آپؐ سے ان دونوں سواریوں کو جو ان کے گھر بندھی رہا کرتی تھیں آگے لے جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بن ارقد کو اس کام کے لیے اجرت پر لے لیا جائے۔

ابن ہشام کے بقول عبداللہ بن ارقد مسلمان ہونے سے قبل عبداللہ بن اریقط کے نام سے مشہور تھے اور اجرت پر سارباتی کا کام کیا کرتے تھے اور ان کا تعلق قبیلہ بنی دیل بن بکر سے تھا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے' ان کی والدہ بنی سہم بن عمرو کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کے ارشاد گرامی کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ارقد کو بلا کر دونوں سواریاں مکے سے باہر لے جانے کے لیے کہا اور ان کا چارہ اور پانی اور اپنا سامان وغیرہ بھی ساتھ کر دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جہاں تک انہیں علم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپؐ کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی اولاد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا مکے میں کوئی مسلمان باقی نہیں تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان امانتوں کے علاوہ جو آپؐ نے مکے کے مختلف لوگوں کو واپس کرنے کے لیے ان کے سپرد کی تھیں اور کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کے مشرکین کے ہاتھوں چھن جانے کا خوف ہوتا انہیں بھی آپؐ نے اپنے پیچھے مکے میں صرف اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ وہ آپؐ کے پاس امانۃً رکھی ہوئی چیزیں ان کے مالکوں کو واپس دے سکیں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر ہجرت کے ارادے سے پہنچے اور اس کا سامان مکمل ہو گیا تو وہ آپ کو لے کر اپنے مکان کے عقبی دروازے سے مکے کے بیرونی حصے کی طرف روانہ ہوئے۔

ابونعیم ابراہیم بن سعد کی زبانی محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی راہ میں ہجرت کے لیے مکے سے روانہ ہوئے تو آپ کی منزل مقصود مدینہ ہی تھی اور آپ کی زبانِ مبارک پر مندرجہ ذیل کلمات تھے:

Marfat.com

''یا اللہ تو نے مجھے پیدا کیا ہے' تیرے سوا میرے پاس دنیا کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میں ہول دنیا' زمانے کے حادثات اور دن رات کی تکالیف سے نجات حاصل کرنے کے لیے تیرے حکم سے تیری راہ میں ہجرت کر رہا ہوں' تو اس سفر میں میرے ساتھ رہنا مجھے میرے اہل وعیال میں پہنچا دے' میرے رزق میں برکت دے' مجھے تجھ پر بھروسہ ہے مجھے اسی نیکی پر قائم رکھ جس پر تو نے مجھے پیدا کیا ہے' میں صرف تجھ ہی کو چاہتا ہوں' تو بھی مجھے محبوب رکھ۔ تو اپنے بندوں کو تکلیف نہیں دیتا' تو مظلوموں کا رب ہے' میرا رب بھی تو ہی ہے میں تیرے نور عظیم وکریم کی پناہ چاہتا ہوں جس سے زمین وآسمان روشن ہیں اور جس سے اندھیروں کا پردہ چاک ہوا ہے' میرے لیے جملہ امور اوّل وآخر کو درست بنا دے تاکہ تیرے کرم سے میری تکالیف دور ہو جائیں' میں زوالِ نعمت سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیرے غضب سے ڈرتا ہوں اور حوادث عالم سے تیری پناہ چاہتا ہوں تاکہ میں انہیں برداشت کر سکوں' مجھ سے جو کچھ ہو سکا وہ بھی تیرے ہی کرم سے ہو سکا' جو زور وقوت کسی کو حاصل ہے وہ تیرے ہی کرم سے ہے''۔ ❶

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکے سے روانگی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور کی طرف بڑھے جو مکے کے نشیبی علاقے میں ایک پہاڑ میں واقع ہے اور دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ ان باتوں کو جو اہل مکہ صبح ہونے کے بعد ان کے اور آپؐ کے بارے میں سنتے رہیں اور اس کی اطلاع چپکے سے انہیں پہنچا دیں۔ چنانچہ اگلی رات انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ ان کے مویشیوں کو ان اونٹوں کے ساتھ جو وہ غار ثور کے باہر چھوڑ دیں گے مکے کی چراگاہ میں چراتا رہے اور بکریوں میں سے کسی کو ذبح کر کے اس کا گوشت روزانہ مکے لے جایا کرے تاکہ ان کے گھر سے رات کے وقت انہیں اور رسول اللہ ﷺ کو کسی نہ کسی کے ہاتھ کھانا پہنچتا رہے۔ چنانچہ وہ ان کے حکم کے مطابق کوئی نہ کوئی بکری ذبح کر کے اس کا گوشت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر چپکے سے پہنچانے لگا۔

ہم اس سلسلے میں بخاریؒ کی روایت آگے چل کر عنقریب پیش کریں گے۔ ویسے ابن جریر نے بخاریؒ کے بعض راویوں کے حوالے سے اس سلسلے میں جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے غار ثور میں جا پہنچے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دے گئے تھے کہ وہ لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر کے اور صدقے کی چیزیں مستحقین میں تقسیم کر کے وہاں آپؐ سے آملیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے اس حکم کی تعمیل کر کے غار ثور ہی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے لیکن یہ حکایت مشہور روایات کے برعکس بڑی عجیب ہے کہ آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور سے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے سے باہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں اطمینان سے جا ٹھہرے تو

---

❶ اس حدیث نبوی کا ترجمہ بامحاورہ اردو میں پیش کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا آپ کو اور اپنے والد کو اگلی شام سے اہل مکہ کی نگاہوں سے بچ کر وہاں کھانا پہنچانے لگیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکے سے روانہ ہو گئے تو ابوجہل اور قریش کے چند دوسرے آدمیوں نے ان کے دروازے پر آ کر آواز دی اور جب وہ باہر نکلیں تو ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ انہوں نے جب لاعلمی کا اظہار کیا تو ابوجہل نے ان کے منہ پر بہت زور کا تھپڑ مارا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہیں یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد کی زبانی اپنی دادی کا بیان کردہ وہ واقعہ جو ان کی دادی نے خود اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس سلسلے میں سنا تھا یہ تھا:

''اسماءؓ کے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے سے چلے تو ان کے پاس پانچ یا چھ ہزار درہم موجود تھے جو وہ سب کے سب اپنے ساتھ لے گئے تھے اس کے اگلے دن ان کے دادا ابوقحافہ جب ان کے گھر آئے تو انہوں نے انہیں اپنے والد کے متعلق بتا دیا کہ وہ آپؐ کے ہمراہ چلے گئے تھے۔ ابوقحافہ نے جب پوتی سے پوچھا کہ آیا وہ ان کے لیے کچھ چھوڑ گئے تھے جس سے ان کی گزر بسر ہو سکے۔ تو انہوں نے اپنے دادا سے کہا کہ جو بھلائی وہ ان کے لیے چھوڑ گئے تھے کیا وہ کافی نہیں تھی۔ پھر بھی ان کے اطمینان کے لیے مکان کے ایک کونے سے کپڑوں کی ایک پوٹلی اٹھا کر انہیں دکھائی جسے دیکھ کر وہ سمجھے کہ اس میں کافی درہم ہوں گے اور پھر ان سے رخصت ہو کر ان کے مکان میں جو زر نقد تھا وہ لے کر بصرے چلے گئے۔ حالانکہ اس وقت اسماء کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر بھی انہوں نے اپنے دادا کے اطمینان کے لیے انہیں وہ پوٹلی دکھائی تھی تاکہ وہ سکون کے ساتھ مکے سے رخصت ہو سکیں''۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں بعض اہل علم نے جن میں حسن بن ابی حسن بصری بھی شامل ہیں بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور کے دہانے پر پہنچے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے قبل کہ آپؐ اس میں داخل ہوتے پہلے اپنا پاؤں ٹخنے تک اس کے اندر ڈال کر دیکھا کہ اس کے اندر کوئی درندہ یا موذی جانور نہ ہو۔ پھر اس غار میں خود داخل ہوئے اور وہاں دونوں طرف اس طرح صفائی کی کہ ایک تنکا تک کسی طرف نہ چھوڑا۔ پھر اس کے بعد عرض کیا کہ آپ اندر تشریف لے آئیں۔ جب آپ بھی غار کے اندر تشریف لے گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دیوار میں سوراخ دیکھا تو اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا تاکہ وہاں سے کوئی کیڑا کانٹا یعنی سانپ، بچھو وغیرہ نکل کر آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اسی مستند روایت میں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسی سوراخ سے بچھو نے ڈنک مارا تھا لیکن وہ صبر کیے رہے تاکہ آپؐ کے آرام میں خلل واقع نہ ہو۔

جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی خواب گاہ میں نہ پایا اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتا پایا تو وہ دن کی روشنی ہوتے ہی آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور آپؐ کے تعاقب میں غار ثور تک جا پہنچے۔ اور اس کے اندر جھانکنے لگے۔ وہی وقت تھا جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا تھا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن غار میں داخل ہو کر یا تو آپ کو باہر لے جائیں گے یا وہیں قتل کر دیں گے لیکن اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر وہ آیت نازل ہوئی جس کا ایک حصہ آپؐ نے

Marfat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سنا کر فرمایا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا یعنی فکر وغم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے غار ثور کی طرف تشریف لیے جا رہے تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی آپؐ کے آگے آگے ہو جاتے اور کبھی آپؐ کے پیچھے یا داہنے بائیں چلنے لگتے۔ آپؐ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو وہ بولے کہ وہ جلدی کی وجہ سے آپؐ سے آگے چلنے لگتے تھے اور کسی دوسری جانب سے آنے والے راہ گیر کو بھی دیکھ سکیں لیکن بعد میں یہ سوچ کر پیچھے ہو جاتے تھے کہ آپ کے آگے چلنا سوئے ادب ہے نیز یہ بھی کہ کوئی شخص پیچھے یا داہنے بائیں سے آپؐ پر حملہ نہ کر سکے۔

اس روایت کے تمام شواہد ہم نے اپنی کتاب سیرت صدیق میں درج کیے ہیں۔ (مؤلف)

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ اور ابوبکر احمد بن اسحٰق نے بیان کیا کہ انہیں یکے بعد دیگرے موسیٰ بن حسن، عباد، عفان بن مسلم، سری بن یحییٰ اور محمد بن سیرین نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض لوگ انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بلحاظ سیرت و کردار ترجیح دیتے تھے۔ جب اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے فرمایا:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ ایک رات جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی خدمت گذاری میں بسر کی بلحاظ قیمت وفضیلت میری اور میری تمام اولاد کی ساری زندگی سے بہتر تھی''۔

بیہقی ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبداللہ الحافظ اور ابوسعید بن ابی عمرو نے بتایا اور ان دونوں کو ابوالعباس العصم، عباس الدوری، اسود بن عامر شاذان اور اسرائیل سے بالترتیب اسود اور جندب بن عبداللہ کے حوالے سے معلوم ہوا کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی شب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں تھے تو انہوں نے ایک پتھر اپنے ہاتھ میں لے کر اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا: ؎

ترجمہ: ''اگر یہ رات گزر جائے تو تو گواہ رہنا کہ یہ رات مجھ پر اللہ کی راہ (اور اس کے رسول کی خدمت میں) کیسے گزری''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انھیں عبدالرزاق، معمر اور عثمان الجزری نے بتایا اور انہیں فرداً فرداً ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس آیت کے نزول کے بارے میں معلوم ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا:

﴿ وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ ﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کو ان سے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ جس رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے ہجرت کا قصد فرمایا تھا تو قریش آپ کو جیسا کہ ان کا خیال تھا بستر پر نہ پا کر صبح ہوتے ہی آپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر اس ارادے سے نکل پڑے تھے کہ آپ کو پکڑ کر قید میں ڈال دیں گے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا ارادہ آپ کو یقیناً قتل کر دینے کا یا کم سے کم مکے سے نکال دینے کا تھا اور یہ ارادہ وہ اس رات سے پہلے ہی کر چکے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس رات کو آپؐ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام نے انہی کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا کہ جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بستر پر نہ پا کر اور اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سوتا دیکھ کر ان سے آپؐ کے بارے میں پوچھا اور انہوں

Marfat.com

نے عدم واقفیت کا اظہار کیا تو وہ لوگ صبح ہوتے ہی آپ کو تلاش کرتے ہوئے غار ثور تک جا پہنچے تھے کیونکہ ان کے خیال میں ان کی نگاہوں سے پوشیدہ رہنے کی اس سے بہتر جگہ کوئی دوسری نہیں تھی لیکن جب انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا تنا ہوا دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ اس غار میں اگر کوئی فرد واحد بھی داخل ہوتا تو مکڑی کا جالا ضرور ٹوٹ جاتا۔ ظاہر ہے کہ مکڑی کا وہ جالا آپ کی دشمنوں سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔

مکڑی کے جالے کی یہ روایت جو متعدد ثقہ اسناد کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ بالاتفاق مستند ترین روایت سمجھی گئی ہے۔

حافظ ابوبکر احمد بن علی بن سعید القاضی نے مسند ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں بیان کیا ہے کہ ان سے بشار الخفاف نے جعفر و سلیمان، ابوعمران الجونی اور معلیٰ بن زیاد نیز حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں داخل ہوئے تھے تو اس کے بعد مکڑی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا جسے دیکھ کر قریش نے کہا تھا کہ اگر کوئی ایک شخص بھی اس غار میں داخل ہوتا تو وہ جالا ضرور ٹوٹ جاتا۔ تاہم اس وقت غار کے اندر آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار کے منہ پر دشمنوں کو دیکھا اور آپؐ سے عرض کیا کہ انہیں آپؐ کے لیے اپنی جان قربان کرنے سے تو دریغ نہ تھا لیکن وہ آپ کی وجہ سے فکرمند تھے تو آپؐ نے ان سے فرمایا تھا: یا ابابکر لا تخف ان اللّٰہ معنا یعنی اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈرو نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ روایت انتہائی مستند اور حسن تسلیم کی گئی ہے جس میں غار کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ متعدد مستند روایات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے بعد میں اپنے بیٹے کو بتایا تھا کہ آنحضرت نے مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ یہ بھی خوش خبری دی تھی کہ انہیں رات دن کھانا بھی مسلسل وہیں پہنچتا رہے گا۔ اس روایت کو بعض شاعروں نے نظم بھی کیا ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ غار ثور کے منہ پر اُگی ہوئی بیلوں میں کبوتروں کے ایک جوڑے نے اپنا گھونسلا بھی آپؐ کے اندر داخل ہونے کے بعد فوراً خدا کی قدرت سے بنا لیا تھا۔ اس کا ذکر مشہور شاعر صرصری نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

فعمی علیہ العنکبوت بنسجہ و ظل علی الباب الحمام یبعضی

ترجمہ: ''غار کو مکڑی نے جالے سے ڈھک دیا تھا۔ اور اس کے منہ پر (گھونسلا بنا کر) کبوتری نے انڈے دے دیئے تھے''۔

ایسی ہی ایک روایت حافظ نے مختلف ثقہ حوالوں سے پیش کی ہے جس میں خصوصاً ابومصعب مکی کی زبانی زید بن ارقم، مغیرہ بن شعبہ اور انس بن مالک کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دشمنوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے کے لیے اس کے کناروں پر جھاڑیاں اُگا کر ان میں کبوتروں کے گھونسلے بنوا دیئے اور ان کے درمیان میں مکڑی کا جالا تن دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان جھاڑیوں، ان میں کبوتروں کے گھونسلوں اور مکڑی کے جالے کے عقب میں آپؐ ان لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ اور محفوظ رہے حالانکہ وہ غار کے دہانے پر اس طرح کھڑے تھے کہ آپ کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غار کے اندر سے ان کے پاؤں کے پنجے تک نظر آ رہے تھے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے وہاں مذکورہ بالا طریقے سے آپ کی حفاظت کا پورا پورا انتظام فرما دیا تھا آپؐ نے تین شب و روز قیام فرمایا۔ اس حقیقت ثابتہ کا ذکر جو بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے سراقہ

Marfat.com

بن مالک مدلجی نے واقدی کے ذریعہ اور موسیٰ بن محمد بن ابراہیم اور ان کے والد کے حوالے سے بھی کیا ہے۔ ویسے اس عجیب و غریب واقعہ کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے ایک آیت قرآنی میں اس وقت فرمایا جب کچھ لوگ جہاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے کترا رہے تھے۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ ..... الخ ﴾

بعض سیرت نگاروں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غار میں اگلی منزل کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ آپؐ وہاں مستقل قیام کے لیے نہیں تشریف لائے تھے ان روایات میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے غار سے تھوڑے ہی فاصلے پر ساحل سمندر دیکھا تھا جس پر کشتیاں موجود تھیں۔

یہ روایت اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کے لحاظ سے بعید از قیاس نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس کی تردید میں کوئی قوی یا ضعیف روایت بھی ہماری نظر سے نہیں گزری۔ چنانچہ ہم نے اسے یہاں من وعن پیش کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

حافظ ابوبکر بزاز کہتے ہیں کہ ان تک یکے بعد دیگرے اور بالترتیب فضل بن سہل، خلف بن تمیم، موسیٰ بن قیصر القرشی اور ان کے والد نیز ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے بیان کیا تھا کہ جب قریش کے ہاتھوں تنگ آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ خود ہجرت کے ارادے سے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل چکا تھا پہلے غار ثور میں چلے گئے تھے تو آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انہیں وہاں بھی جب تک ان کا قیام رہے گا کھانا شب و روز برابر پہنچتا رہے گا۔ یہ روایت بیان کرنے کے بعد ابوبکر بزاز کہتے ہیں کہ انہیں معلوم نہیں کہ یہ روایت خلف بن تمیم کے علاوہ کسی اور نے بھی بیان کی ہے۔

موسیٰ بن مطیر نے اس روایت کو ضعیف و متروک بتایا ہے لیکن یحییٰ بن معین نے موسیٰ بن مطیر کے اس قول کو نا قابل قبول کہہ کر رد کر دیا ہے۔ بہرکیف یونس بن بکیر نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غار ثور میں قیام اور وہاں سے مدینے کی طرف سفر کا حال قصہ سراقہ سمیت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (مؤلف)

ابن لہیعہ ابی اسود اور عروہ بن زبیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی قبائل کے حسب معمول سالانہ حج کے بعد یعنی انصار مدینہ کی طرف سے آپ کی بالواسطہ بیعت کے بعد ماہ ذی الحجہ، محرم اور صفر تک مکے میں قیام فرمایا تھا لیکن جب قریش نے باہم مشورے کے بعد پختہ ارادہ اور فیصلہ کر لیا کہ وہ یا تو آپ کو قید کر دیں گے یا قتل کر دیں گے یا کم سے کم جبراً مکے سے نکال دیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آیہ شریفہ ﴿ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ..... الخ ﴾ نازل فرما کر آپ کو ان لوگوں کی سازش کی اطلاع دیتے ہوئے آپ کو ہجرت کا حکم بھی دے دیا تو آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دے کر خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکے سے نکلے اور پہلے غار ثور میں تشریف لے گئے جب کہ دوسری طرف آپؐ کے دشمن جان قریش صبح ہوتے ہی آپ کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑ پڑے۔

Marfat.com

اسی طرح موسیٰ بن عقبہ نے مغازیہ میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت اور اس کے ضمن میں ان دونوں کے غار ثور میں ایک رات قیام کا ذکر کیا ہے اور اس سے قبل ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حبشہ کو ہجرت اور وہاں سے واپسی کا ذکر بھی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہی ذکر ابن ہشام نے بھی تصریحاً کیا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہیں اس سلسلے میں لیث کی زبانی عقیل کے حوالے سے ابن شہاب کی بیان کردہ ایک روایت یوں بتائی گئی کہ آخر الذکر کو عروہ بن زبیر نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا کہ انہوں نے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ اس طرح سنایا:

''مجھے اس کے علاوہ کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ میرے والد نے آنحضرت ﷺ کا دین اختیار کر لیا ہے اور اب وہ دونوں اس دین کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ویسے رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں روزانہ صبح و شام تشریف لایا کرتے تھے مگر جب مشرکین قریش نے مسلمانوں کو حد سے زیادہ تنگ کرنا شروع کیا تو میرے والد آپ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے لیکن وہ ابھی برک الغماد [1] تک پہنچے تھے کہ انہیں ابن دغنہ نے دیکھ لیا جو قبیلہ تارہ کا سردار تھا۔ جب اس نے ان سے مکے سے چلے آنے کا سبب پوچھا اور انہوں نے اس کی تفصیل بتائی تو وہ انہیں اپنے ساتھ مکے واپس لے آیا اور ان سے کہا کہ وہ وہاں اس کے پڑوس میں قیام کریں تو وہ بولے کہ وہ تو ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں ہیں۔ بہرکیف جب میرے والد ابن دغنہ کے ہمراہ مکے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ اس روز تک مکے ہی میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو اس کے بعد بتایا کہ حبشہ کے علاوہ جب وہ ہجرت کریں گے تو وہ مقام دو گرم مقامات کے درمیان ایک سرسبز و شاداب نخلستان ہوگا''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''پھر جنہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنا تھی وہ ادھر جانے لگے اور میرے والد ان لوگوں کے لیے سامان فراہم کرنے لگے''۔

اس کے بعد آپ فرماتی ہیں:

''ایک دن رسول اللہ ﷺ نے میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ آپؐ انہیں بھی مدینے روانہ فرما دیتے لیکن خود اپنے لیے اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے آپؐ سے یہ سن کر میرے والد نے اپنے متعلق پوچھا تو انہیں آپؐ نے اپنے ہمراہ ہجرت کی خبر دی۔ اس کے بعد میرے والد رات دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہنے لگے۔ اس زمانے میں ہمارے ہاں دو سواریاں تھیں اور ان کے لیے چارہ بھی پڑا رہتا تھا جو چھ مہینے کے لیے کافی تھا''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[1] برک الغماد یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مکے سے پانچ راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

''ان دنوں کبھی رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے آتے تھے اور کسی روز میرے والد آپ کے ہاں چلے جاتے تھے۔ پھر انہی دنوں ایک روز جب آپ ہمارے ہاں تشریف لائے تو فرمایا: ''اب میں تمہارے پاس سے چلے جانے والا ہوں''۔ یہ سن کر میرے والد نے آپؐ سے پوچھا: ''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ پر میرے ماں باپ قربان' آپؐ کے اہل وعیال کہاں رہیں گے؟''۔ آپؐ نے جواب دیا: ''ابھی تو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے۔ البتہ تمہیں بھی میرے ساتھ تنہا ہی چلنے کی اجازت ملی ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد میری بہن اسماء نے ایک موزے میں کچھ درہم ڈال کر اس کا منہ سی دیا تا کہ میرے والد اسے اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ انہوں نے دونوں سواریوں کو بھی ہمارے سمیت سفر کے لیے تیار کر دیا''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ

''پھر ان کے والد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ دونوں اونٹ لے کر مکے سے (رات کے اندھیرے ہی میں) غار ثور کی سمت چلے گئے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے والد یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قیمت دے کر سواری قبول کی تھی۔ اس کے بعد وہ فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ اور میرے والد نے اس غار میں تین راتوں تک قیام کیا تھا''۔

پھر فرماتی ہیں:

''میرے بھائی عبداللہ رات بھر غار کے آس پاس رہتے تھے اور جیسا کہ انہیں میرے والد نے حکم دیا تھا صبح کو مکے میں واپس آجاتے تھے اور جو باتیں رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بارے میں قریش آپس میں کرتے تھے ان کی خبر رات کو غار کے قریب جا کر انہیں پہنچا دیتے تھے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ ان دونوں سواریوں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ ان کی بکریوں کے ساتھ چرایا کرتے تھے اور ان میں جو بکریاں ان دنوں دودھ دیتی تھیں ان کا دودھ حسب ضرورت رات کے وقت غار میں پہنچا دیتے تھے اور اپنا ریوڑ پہلے ہی مکے پہنچا کر ان دونوں اونٹوں کو کہیں چھپا کر باندھ دیتے تھے۔ ان کا یہ عمل تین راتوں تک برابر جاری رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن جس طرح آنحضرت ﷺ اور اپنے والد کو کھانا پہنچاتی تھیں اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ (مؤلف)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جو بنی دئل میں سے بنی عبدابن عدی کا آدمی تھا اور ساربانی کا کام کرتا تھا اجرت پر راستہ بتانے اور اپنی سواریوں کے ساتھ چلنے کے لیے ٹھہرا لیا تھا کیونکہ وہ تمام راستوں سے بخوبی واقف تھا۔ وہ شخص اگرچہ کفار قریش میں سے تھا لیکن آل عاص میں عاص بن وائل سہمی کے قبیلے کے حلیفوں میں سے تھا اور

Marfat.com

اس سے آپ کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مکے سے روانگی اور غار ثور میں قیام کو راز میں رکھنے کی قسم لے لی گئی تھی۔ اسے تین دن کے بعد سواریاں لے کر غار پر آ جانا تھا۔ چنانچہ مذکورہ بالا راہبر اور اس کے ساتھ عامر بن فہیرہ بھی تیسری رات کو وہاں آ گئے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سواریوں پر سوار ہو کر اس رہبر کے بتائے ہوئے راستے پر اس کے ساتھ سواحلی علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ انہیں عبدالرحمٰن بن مالک مدلجی نے جو سراقہ کا چچازاد بھائی تھا اپنے والد کی زبانی بتایا اور یہ کہا کہ اس کے والد کو خود سراقہ بن مالک ابن جعشم کی زبان سے براہِ راست معلوم ہوا کہ ایک روز ان کے قبیلے میں کفار قریش کا ایک شخص ان کی طرف سے ایک خط لے کر آیا تھا جب کہ سراقہ بھی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ جب وہ خط پڑھا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے یا زندہ گرفتار کر کے مکہ پہنچانے کے لیے بہت بڑا انعام مقرر کر رکھا تھا۔ سراقہ نے بیان کیا کہ اس خط کا مضمون سن کر وہ چپکے سے وہاں سے اٹھا اور اپنے ایک پڑوسی دوست کے پاس جا کر اس سے کہا کہ وہ اس کا گھوڑا لے کر چپکے سے ان کے علاقے کے نشیبی حصے میں چلا جائے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ خود بھی اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے نکل کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں اس کا وہ پڑوسی دوست گھوڑا لیے اس کا منتظر تھا۔ سراقہ کے بیان کے مطابق اس نے صحیح راستے کا تعین کرنے کے لیے پہلے تو عربوں کی رسم کے مطابق بطور شگون اِدھر اُدھر تیر پھینکنا چاہے مگر اس کا ایک تیر بھی آگے جانے کی بجائے اس کے ہاتھ سے نکل کر زمین پر گرا اور وہیں گڑ کر رہ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ جھنجھلایا اور یونہی اندازے سے گھوڑے کو ایک طرف سرپٹ دوڑا دیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے دیکھا کہ کافی دور کچھ لوگ اس راستے پر آگے جا رہے ہیں۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی اسے تلاش ہے وہ آگے بڑھا تو ان کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ دو آدمی اونٹوں پر سوار اور دو اور اشخاص ان کے آگے پیچھے چل رہے ہیں ان کے بالکل نزدیک پہنچ کر اس نے دیکھا کہ واقعی وہ اس کے مطلوبہ لوگ تھے۔ یہ دیکھ کر جیسا کہ سراقہ نے بیان کیا' اس نے اپنا نیزہ سنبھالا اور ان شتر سواروں پر حملہ کرنا چاہا لیکن یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کا گھوڑا اپنی جگہ سے ہلنے کا نام نہیں لیتا۔ یہی نہیں بلکہ اس کے گھوڑے کے سم زمین میں گڑتے جا رہے تھے' جب اس نے گھوڑے کی لگام کھینچ کر اسے دوبارہ آگے بڑھانا چاہا تو اس کے پاؤں پہلے سے زیادہ زمین میں دھنس گئے یہ دیکھ کر اس نے سوچا کہ یہ معاملہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا ثبوت ہے۔ چنانچہ وہ فوراً ہی گھوڑے سے اتر آیا اور آپؐ سے معافی کا خواستگار ہوا اور آپ کو سارا واقعہ سنایا۔ چنانچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سچائی کا اندازہ فرما کر اسے معاف فرما دیا اور اسے وہاں سے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ پھر بھی اس نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپؐ اسے کسی کاغذ پر تحریر فرما کر دے دیں کہ آپؐ نے اسے امان دے دی ہے۔ اس کے اصرار اور لجاجت کے پیش نظر آپؐ نے عامر بن فہیرہ کو جو پڑھنا لکھنا جانتے تھے حکم دیا کہ وہ اسے چند سطریں بطور ''امان نامہ'' لکھ کر دے دیں۔ عامر بن فہیرہ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کر دی۔ تو سراقہ وہ کاغذ جیسی چیز لے کر آپ کو سلام کر کے اطمینان کے ساتھ وہیں سے واپس ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے روانہ ہو گئے۔ عامر بن فہیرہ نے وہ ''امان نامہ'' روٹی کو سالن میں تر کر کے کسی خشک پتے یا باریک چمڑے پر لکھا تھا۔

Marfat.com

بخاریؒ ابن شہاب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ انہیں یعنی ابن شہاب کو عروہ بن زبیر نے بتایا کہ ان کے والد زبیر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے مکے سے مدینے کے سفر کے دوران دیکھا کہ جب وہ مسلمان تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے۔ عروہ بن زبیر کو اپنے والد کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے والد کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مدینے کی طرف جاتے دیکھا تو وہ سفید لباس میں ملبوس تھے اور یہ کہ آپؐ کے مکے سے روانگی کی اطلاع مدینے میں مسلمانوں کو مل چکی تھی اور وہ لوگ صبح ہوتے ہی شہر سے باہر مکے کے راستے میں آپ کا ہر روز انتظار کرتے تھے۔ لیکن جب دن ڈھلنے لگتا تو واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ جب وہ کسی کو جیسا کہ انہیں معلوم ہو چکا تھا سفید کپڑوں میں ملبوس مدینے کی طرف آتا دیکھتے تو سمجھتے کہ وہ آپؐ ہی تھے لیکن قریب آنے پر معلوم ہوتا کہ وہ تو سفید عربی لباس میں کوئی یہودی تھا۔ بہرکیف ان کی خوش قسمتی سے ایک روز آپؐ مدینے میں تشریف لے ہی آئے۔ اور وہ لوگ خوشی سے آپؐ کے گرد و پیش ہو کر چلنے لگے حتیٰ کہ آپؐ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں جا پہنچے اس روز روز دوشنبہ اور ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے رہے جب کہ آپ بیٹھ گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس وقت تک نہیں دیکھا تھا آگے بڑھ بڑھ کر آپ کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن چونکہ اس وقت آپؐ پر دھوپ آنے لگی تھی اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے سر مبارک پر اپنی چادر سے سایہ کر دیا تو لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں میں سے کون سے ہیں؟۔

آنحضرت ﷺ نے بنی عمرو بن عوف میں سات روز قیام فرمایا اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو اسلام میں پہلی مسجد تھی اور جہاں آپؐ نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ اونٹنی پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور لوگ آپؐ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ آپ کی اونٹنی چلتے چلتے آخرکار خود بخود وہاں ٹھہر گئی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے۔ یہ جگہ حجر اسود بن زرارہ میں دو یتیم لڑکوں سہل و سہیل کی تھی جنہوں نے وہ جگہ آپؐ کے لیے ہبہ کرنا چاہی لیکن آپؐ نے انکار کر دیا اور انہیں بعد میں اس کی قیمت ادا کر دی گئی۔ بہرکیف آپؐ اس جگہ سواری سے اتر پڑے اور فرمایا کہ ''یہی میری منزل ہے''۔ وہاں بھی آپؐ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور اس روز مدینے کے جملہ مسلمانوں کے ساتھ وہیں نماز ادا فرمائی۔

اسے رسول اللہ ﷺ کا معجزہ یا مدینے میں آپ کی تشریف آوری کی برکت سمجھنا چاہیے کہ سوکھے جانوروں کے تھنوں میں بھی دودھ اتر آیا۔ چنانچہ آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ اس سے قبل مدینے کے مسلمانوں میں ہر طرف بلند آواز سے کہا جا رہا تھا:

''رسول اللہ ﷺ آ گئے محمد (ﷺ) آ گئے''۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ اس وقت جملہ مسلمانوں کی زبان پر یہ شعر تھا:

لا عیش الا عیش الآخرۃ اللّٰھم ارحم الانصار و المھاجرہ

یہ شعر آپؐ سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن ابن شہاب بیان فرماتے ہیں کہ جب سوکھے جانوروں کے تھنوں میں دودھ اتر آیا

Marfat.com

آپؐ نے بے ساختہ فرمایا تھا:

هذا الحمال لا حمال خيبر هذا ابر ربنا واطهر

اور یہ بھی:

لاهم ان الاجر اجر الاخره فارحم الانصار والمهاجره

احادیث میں ان اشعار کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شعر نہیں آیا جسے پورے طور پر آپؐ سے منسوب کیا گیا ہو۔ البتہ یہ ضرور ذکر آیا ہے کہ آپؐ نے اس وقت یہ فرمایا تھا:

لا عيش الا عيش الآخره اللهم ارحم المهاجرين والانصار

ترجمہ: ''عیش آخرت کے سوا کوئی دوسرا عیش نہیں ہے۔ یا اللہ مہاجرین وانصار پر رحم فرما''۔ (مؤلف)

Marfat.com

مدینے میں رسول اللہ ﷺ کا داخلہ اور آپ کی منزل کا تقرر

بخاریؒ کی بیان کردہ روایت جو پہلے پیش کی گئی اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینے میں دوپہر کے وقت داخل ہوئے تھے۔ اگر واقعی ایسا ہی ہوا ہوگا تو آپ یقیناً وہاں وقت زوال کے بعد داخل ہوئے ہوں گے جیسا کہ صحیحین میں اسرائیل کی روایت میں ابی اسحٰق' براء بن عازب اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ آپؐ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں رات کے کسی حصے میں داخل ہوئے تھے اور پھر یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ آپ کہاں قیام فرمائیں گے اور آپؐ عبدالمطلب کے ننہالی عزیزوں میں ٹھہریں گے۔ اس التباس کی توضیح یہ ہے کہ عرب میں عموماً بعد زوال شام کے ہر حصے کو عموماً رات سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ موسم گرما کی دوپہر کے بعد زوال ہی ہوتا ہے اور اس وقت سے رات تک ہر وقت کو وہاں رات کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ توضیح اگر درست ہے تو آپ نے قباء میں قیام کے دوران رات بنی نجار میں بسر فرمائی ہوگی۔ واللہ اعلم

بہرکیف بخاریؒ نے زہری اور عروہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت نے قباء میں بنی عمرو بن عوف کے پاس دس راتیں بسر فرمائی تھیں اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی تھی اور اس کے بعد آپ سوار ہو کر اندرون مدینہ کے طرف تشریف لے گئے تھے اور لوگ آپؐ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور آخر کار وہاں رُکے تھے جہاں آج کل مسجد نبوی واقع ہے اس روایت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس جگہ تعمیر مسجد کے لیے جگہ دو یتیم لڑکوں سہل و سہیل سے خریدی گئی تھی نیز یہ کہ یہ جگہ بنی نجار کے علاقے میں واقع تھی۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے (عروہ بن زبیر کے حوالے سے) بیان کیا اور آخر الذکر یعنی محمد بن جعفر بن زبیر نے اس روایت میں عبدالرحمٰن ابن عویم بن ساعدہ کے حوالے سے بتایا کہ انہیں ان کی قوم کے ان لوگوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں تھے سنایا کہ جب سے انہوں نے آپ کی مکے سے روانگی کی خبر سنی تو وہ روز شہر سے باہر نکل کر صبح سے شام تک آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی سنایا کہ حالانکہ ان دنوں موسم گرما کی سخت گرمی کا زمانہ تھا لیکن وہ لوگ کڑی دھوپ میں بھی آپ کا انتظار کیا کرتے تھے اور رات کا اندھیرا پھیلنے کے بعد مایوس ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ جس روز رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو اتفاقاً سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا اور وہ چلا کر بولا:

''اے بنی قیلہ تمہیں اپنے جن بزرگ کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے ہیں''۔

اس کے زبان سے یہ سن کر وہ لوگ آپ کی طرف دوڑے تو انہوں نے دیکھا کہ آپؐ ایک درخت کے ساتھ میں تشریف فرما ہیں اور آپؐ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے جنہوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ آپؐ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ میں امتیاز نہیں کر سکے تھے یہاں تک کہ جب آپؐ کے سر مبارک پر دھوپ آئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر مبارک پر اپنی چادر سے سایہ کر دیا۔ تب جا

Marfat.com

کر وہ لوگ آپ کو پہچانے۔

اس قسم کی روایت ہم اس سے قبل بخاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں نیز ''مغازیہ'' میں موسیٰ بن عقبہ کی روایت بھی ایسی ہی ہے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے پہلے ہاشم نے اور پھر سلمان نے ثابت اور انس بن مالک کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کے بقول جب رسول اللہ ﷺ مدینے تشریف لائے تو وہ ان لڑکوں میں جو آپ کی تشریف آوری کا بلند آواز سے اعلان کر رہے تھے پیش پیش تھے لیکن آپ کو دیکھ نہیں سکے تھے۔ انہوں نے ان دوسرے لڑکوں کے ساتھ دوبارہ وہی نعرہ لگایا لیکن کوشش کے باوجود آپ کو دیکھ نہیں سکے۔ تاہم انہیں آخر کار آنحضرت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر آ ہی گئے۔ ان کے بقول وہ اور دوسرے لوگ اس وقت مدینے کے ایک غیر آباد علاقے میں تھے۔ سب سے پہلے ایک بدوی شخص آپ کی آمد کا اعلان کرتا ہوا آگے آگے آیا تو انصار جن کی تعداد قریباً پانچ سو تھی آپ کے استقبال کے لیے آگے بڑھے' وہ کہے جاتے تھے: ''اے اللہ والو! مبارک ہو''۔ اس کے بعد پھر تو جب آپؐ مدینے میں داخل ہوئے لوگ ہر گھر سے نکل پڑے اور کچھ لوگ گھروں کی چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے کہنے لگے۔ ''ہاں ہاں وہی ہیں' وہی ہیں''۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسا منظر میں نے اپنی زندگی میں اس سے قبل اور اس کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے بعد وہ زور دے کر بیان کرتے ہیں کہ اتنی بھیڑ کا منظر یا تو انہوں نے اس وقت دیکھا تھا جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تھے یا پھر اس روز دیکھا جب آپؐ نے وفات پائی۔

بیہقی نے بھی مدینے میں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا منظر حاکم' اصم' محمد بن اسحاق صنعانی' ابی نضر ہاشم بن قاسم' سلیمان بن مغیرہ' ثابت اور انس کے حوالے سے قریباً ایسا ہی پیش کیا ہے۔

صحیحین میں اسرائیل کے انداز میں ابی اسحٰق' براء اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کے مدینے میں داخلے کی جو روایت پیش کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہوئے تو لوگ استقبال کرنے والوں کے علاوہ جوق در جوق گھروں سے نکل آئے' لڑکے زور زور سے اعلان کرنے لگے:

''اللہ اکبر' رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے' اللہ اکبر' محمد ﷺ تشریف لے آئے''۔

اس کے اگلے دن پھر انہیں مناظر کے ساتھ وہ دوسرے واقعات پیش آئے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابو عمرو الادب اور ابوبکر اسماعیلی نے بتایا کہ انہوں نے ابا خلیفہ اور ابن عائشہ کو کہتے سنا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو عورتیں اور لڑکیاں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر خوشی سے یہ گیت گا رہی تھیں:

طلع البدرُ علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا مادعا للّٰہ داع

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قباء پہنچے تو بنی عمرو بن عوف کے بھائی کلثوم ابن ہدم کے پاس جو بنی عبید میں رہتے تھے قیام فرمایا' یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ وہاں سعد بن خیثمہ کے ہاں ٹھہرے' ایک اور راوی کے مطابق آپ کا قیام کلثوم بن ہدم ہی کے ہاں تھا لیکن آپؐ نے سعد بن خیثمہ کے مکان پر تشریف فرما ہو کر لوگوں سے خطاب فرمایا۔ یہ مکان خالی تھا۔

Marfat.com

چونکہ سعد بن خیثمہ کے اہل وعیال نہیں تھے۔ ابن اسحاق کی اس روایت کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنح میں خبیب بن اساف کے پاس جو بنی حارث بن خزرج سے تعلق رکھتے تھے قیام فرمایا تھا لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا قیام خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے ہاں ہوا تھا جو بنی حارث بن خزرج کے بھائی تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے آنحضرت ﷺ کی مکے سے روانگی کے بعد وہاں تین شب و روز قیام فرمایا اور آپؐ کے حکم کے مطابق لوگوں کی امانتیں ان کے مالکوں کو واپس کر کے اور صدقات کی رقوم یا اشیاء مستحق لوگوں میں تقسیم کرنے کے بعد مدینے تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس ہی کلثوم بن ہدم کے مکان پر قیام کیا تھا لیکن ان کا قیام قباء میں ایک یا دو رات ہی رہا تھا۔

ابن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قباء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جس مکان میں قیام فرما تھے اس کے برابر کے مکان میں ایک مسلمان عورت رہتی تھی جس کا شوہر نہیں تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رات کے وقت دونوں دن ایک شخص نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور جب اس عورت نے دروازہ کھولا تو اس شخص نے باہر ہی سے اسے کوئی چیز دی اور واپس چلا گیا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا:

''اے اللہ کی بندی! تیرا شوہر تو ہے نہیں، پھر یہ شخص جو رات کے وقت تیرا دروازہ کھٹکھٹا کر باہر ہی سے تجھے کچھ نہ کچھ دے جاتا ہے؟''۔

اس عورت نے جواب دیا:

''یہ شخص سہل بن حنیف ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ میرا نہ شوہر ہے نہ کوئی دوسرا ایسا آدمی ہے جو میری روزی کا بندوبست کرے تو وہ چپکے سے رات کے وقت مجھے روزانہ کھانے پینے کے لیے کچھ نہ کچھ دے جاتا ہے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بقول سہل بن حنیف ان کے ہمراہ مدینے سے عراق چلا گیا تھا اور وہ وہاں بھی اس کی اس طرح خاموشی سے بے سہارا لوگوں کی مدد کرنے پر اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قباء میں پیر کے دن سے جمعرات کے روز تک قیام فرمایا اور وہاں آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی تھی اور جمعہ کے روز وہاں سے روانہ ہو گئے لیکن بنو عمر ابن عوف کے خیال میں آپ کا قیام وہاں اس سے زیادہ رہا تھا۔ ویسے عبداللہ بن ادریس نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ بنو عمرو بن عوف کے خیال میں آپؐ نے ان کے ہاں اٹھارہ راتیں بسر فرمائی تھیں۔ بہرکیف جیسا کہ بخاریؒ کی روایت میں ہے، اور یہ روایت انہوں نے زہری کے ذریعہ اور عروہ کے حوالے سے پیش کیا ہے، آپؐ نے بنی عمرو بن عوف کے ہاں قریباً دس راتیں گزاری تھیں حالانکہ موسیٰ بن عقبہ مجمع بن یزید بن جارثہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آپؐ نے ہمارے ہاں یعنی عمرو بن عوف کے پاس قباء میں بارہ راتیں قیام فرمایا تھا جب کہ واقدی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ وہاں چودہ راتیں ٹھہرے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جہاں تک انہیں علم ہے رسول اللہ ﷺ نے قباء میں جمعہ کی نماز بنی سالم بن عوف کے ساتھ اس مسجد

Marfat.com

میں ادا فرمائی تھیں جس کی بنیاد آپؐ نے اس وادی میں جسے وادی رانوناء کہا جاتا تھا رکھی تھی۔ ویسے اس کے بعد آپ نے جمعہ کی نماز باقاعدہ مدینے میں ادا فرمائی تھی۔ بہرکیف جب آپؐ قباء سے (اونٹنی پر) سوار ہو کر آگے روانہ ہونے لگے تو عتبان بن مالک اور عباس بن عبادہ بن نضلہ اور بنی سالم کے دوسرے لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ابھی آپ ہمارے ہاں چند روز اور قیام فرمایئے لیکن آپؐ نے فرمایا:

''اب آپ لوگ اس اونٹنی کا راستہ چھوڑ دیں کیونکہ یہ مامور ہے اور اب میری یہ اونٹنی آگے چل کر خود بخود جہاں ٹھہرے گی میں وہیں سواری سے اتروں گا اور میری منزل بھی وہی ہوگی''۔ ❶

یہی درخواست آپؐ سے بعد میں جب آپؐ یکے بعد دیگرے بنی بیاضہ اور بنی ساعدہ کے مکانوں کے پاس سے گزرے تو ان قبیلوں کے لوگوں میں سے بالترتیب زیاد بن لبید اور فروہ بن عمرو نے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو نے کی لیکن آپؐ نے انہیں بھی وہی جواب دیا جو ابن اسحٰق نے اپنی متعلقہ روایت میں بطور حدیث نبوی پیش کیا ہے اور جس کا اندراج سطور بالا میں ہو چکا ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ یہی ارشاد آپؐ نے اس وقت بھی فرمایا جب آپؐ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بنی حارث بن خزرج اور عدی بن نجار کے مکانوں کے قریب سے گزرے اور ان قبائل کے لوگوں میں سے بالترتیب سعد بن ربیع' خارجہ بن زید' عبداللہ بن رواحہ اور سلیط بن قیس' ابوسلیط اسیدہ بن خارجہ نے بھی آپؐ سے وہی درخواست کی تھی بلکہ عدی بن نجار کے لوگوں نے تو آپؐ سے زور دے کر یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ اپنے ماموؤں میں بھی چند روز قیام فرمائیں کیونکہ وہ لوگ ام عبدالمطلب سلمی بنت عمرو کے رشتے سے آپؐ کے ماموں لگتے تھے لیکن آپؐ انہیں بھی وہی جواب دے کر کہ آپ کا ناقہ مامورہ من اللہ ہے آگے روانہ ہو گئے تھے اور مدینے میں آپ کی اونٹنی خود بخود رُک کر وہاں بیٹھ گئی تھی جہاں آج کل مسجد نبوی ہے جس پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ ''یہی میری منزل ہے'' اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے مسجد کے لیے یہ جگہ آپؐ نے دو یتیم لڑکوں سہل و سہیل سے جو حجر معاذ بن عفزہ میں رہتے تھے قیمتاً خرید فرمائی تھی۔ بخاریؒ کی روایت کے مطابق جو پہلے پیش کی جا چکی ان لڑکوں کا قیام حجر اسعد بن زرارہ میں تھا۔ واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ راہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول کے مکان کے قریب لمحہ بھر ٹھہرے تھے اور منتظر تھے کہ وہ مکان سے نکل کر غالباً آپؐ سے اپنے پاس قیام کی درخواست کرے گا لیکن وہ جوان دنوں اپنے قبیلے کا سردار تھا مکان میں موجود ہونے کے باوجود باہر تک نہیں آیا۔ آپؐ نے بعد میں جب اس کا ذکر انصار میں سے ایک شخص سے کیا تو وہ بولا:

''حضورؐ اس عزت کا تاج اور اس کا شرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب میں تھا۔ پھر یہ سعادت اسے کیسے نصیب ہوتی؟''۔

---

❶ اس حدیث کا ترجمہ حتی الامکان لفظی پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ جیسے ہی آنحضرت ﷺ قباء سے اونٹنی پر سوار ہو کر آگے چلے وہاں سے بہت سے انصار جمع ہو کر آپؐ کے ساتھ چل رہے تھے لیکن اونٹنی کی مہار جو آپؐ نے چھوڑ رکھی تھی اسے آپ کی کرامت سمجھتے ہوئے کسی نے پکڑ کر چلنے کی جرأت نہیں کی۔ اس کے علاوہ جس قبیلے والوں نے آپؐ سے اپنے یہاں قیام کی درخواست کی آپؐ نے ان سے یکے بعد دیگرے یہی فرمایا کہ آپ کی اونٹنی مامور من اللہ ہے۔ لہٰذا جہاں وہ خود بخود رکے گی وہی آپ کی منزل ہوگی اور آپؐ وہیں قیام فرمائیں گے۔ آخر کار جہاں آپ کی اونٹنی چلتے چلتے خود بخود رکی بلکہ بیٹھ گئی وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا دروازہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے وہیں اتر کر مدینے میں انہی کے ہاں قیام فرمایا۔ پھر آپؐ نے اس جگہ کے متعلق جو ان کے مکان کے قریب خالی پڑی تھی دریافت فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ وہ زمین معاذ بن عفراء میں سے دو یتیم بچوں سہل و سہیل کی ملکیت تھی۔ چنانچہ آپؐ نے وہ زمین مسجد کے لیے ان لڑکوں سے قیمت دے کر لے لی اور وہاں اس مسجد کی بنیاد رکھی جو اب مسجد نبوی کہلاتی ہے۔ ویسے آپ نے مسجد کی تعمیر اور اس کے ساتھ اپنی مستقل قیام گاہ تیار ہونے تک حضرت ابوایوبؓ خالد بن زید رضی اللہ عنہ کے مکان ہی پر قیام فرمایا جنہوں نے اپنے دروازے پر آپ کی اونٹنی کے رُکتے ہی اس کی مہار سنبھال لی تھی اور آپؐ سے اپنے گھر میں تشریف لے جانے کی گذارش تھی۔

ابن اسحٰق نے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کرتے ہوئے آخر میں بیان کیا ہے کہ مسجد کی تعمیر میں انصار و مہاجرین کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ بھی شریک تھے۔

بنائے مسجد کا تفصیلی ذکر ہم آگے چل کر ان شاء اللہ عنقریب کریں گے۔ (مؤلف)

بیہقی اپنی کتاب ''الدلائل'' میں بیان کرتے ہیں اور ابوعبداللہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں ابوالحسن علی بن عمر والحافظ' ابوعبداللہ محمد بن مخلد الدوری' محمد بن سلیمان بن اسمٰعیل ابن ابی الورد' ابراہیم بن صرمہ اور یحییٰ بن سعید نے یکے بعد دیگرے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ اور انس کے حوالے سے بتایا کہ جب آخر الذکر رسول اللہ ﷺ کی مدینے میں آمد کی خبر سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ انصار کے مرد اور عورتیں آپؐ کے پاس جمع ہو کر یکے بعد دیگرے عرض کر رہے ہیں:

''یارسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لے چلئے۔ یارسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لے چلئے''۔

اور آپؐ ان سے فرما رہے تھے:

''اس ناقے کو بلاؤ' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے' یہ جس طرف چاہے گی چلی جائے گی''۔

چنانچہ آپ کی اونٹنی وہاں سے چل کر سیدھی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچی اور وہیں رک کر بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر انصار کے وہ لوگ جو بنو نجار کے پڑوس تھے' دف بجا بجا کر گانے لگے:

نحن جوار من بنی النجار یاحبذا محمدٌ من جار

ترجمہ: ''ہم بنی نجار کے پڑوسی ہیں! اے خوشا! محمد ﷺ بھی ہمارے پڑوسی ہو گئے''۔

یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے پاس جا کر ان سے پوچھا:

Marfat.com

''کیا آپ لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟''۔

اس کے جواب میں وہ لوگ یک زبان ہو کر بولے:

''ہاں یا رسول اللہ ﷺ ہم خدا کی قسم آپؐ سے محبت کرتے ہیں''۔

اس پر آپؐ نے فرمایا:

''میں بھی خدا کی قسم تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں بھی خدا کی قسم تم سے محبت کرتا ہوں''۔

چونکہ یہ حدیث غریب ہے' شاید اس لیے محدثین نے عموماً اپنی اپنی سنن میں اسے پیش نہیں کیا۔ البتہ حکم نے اپنی ''مستدرک'' میں اسے شامل کیا ہے۔

بیہقی نے اپنی مندرجہ بالا روایت میں مزید بیان کیا ہے کہ انہیں ابوعبدالرحمٰن سلمی اور ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن سلیمان النحاس المقری نے بغداد میں بتایا نیز عمر بن حسن حلبی' ابوخیثمہ مصیصی اور عیسیٰ بن یونس نے عوف اعرابی' ثمامہ اور انس کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت مدینے میں بنی نجار کے قریب پہنچے تو وہاں کے لوگ آپؐ کے سامنے آئے اور دف بجا بجا کر گانے لگے:

نحن جوار من بنی النجار یاحبّذا محمدٌ من جار

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ جانتا ہے کہ میں (بھی) تمہیں دل سے چاہتا ہوں''۔ (ترجمہ حدیث)

یہی روایت ابن ماجہ نے ہشام بن عمار اور عیسیٰ بن یونس کے حوالے سے بیان کی ہے۔ صحیح بخاری میں معمر' عبدالوارث' عبدالعزیز اور انس کے حوالے سے اس روایت میں یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں اور لڑکیوں کے بارے میں جو آپ کی مدینے میں تشریف آوری کی خوشی میں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں انہیں ''مقبلین'' فرما کر اپنی رائے گرامی کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا: ''تم میرے لیے محبوب ترین لوگوں میں سے ہو''۔ اور یہ بات آپؐ نے تین بار ارشاد فرمائی۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ انہیں عبدالصمد بن عبدالوارث' ابی اور صہیب نے انس بن مالک کی بیان کردہ یہ روایت سنائی کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخلے کے وقت سے کچھ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے لحاظ سے بوڑھے لیکن آپؐ ان کے مقابلے میں جوان نظر آتے تھے نیز یہ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہاں لوگ پہچانتے تھے جب کہ آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔ اس لیے ایک اجنبی سے شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان سے پوچھا:

''یا ابابکرؓ! یہ آپؐ کے ساتھ کون صاحب ہیں؟''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو جواب دیا:

''یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے راستہ دکھایا' یہ جاننے والا ہی جانتا ہے کہ اس نے جو راستہ دکھایا وہ بھلائی کا راستہ ہے''۔

Marfat.com

پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو غور سے دیکھا تو انہوں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا نام فارس تھا۔ جب وہ ان کے اور نزدیک آیا تو انہوں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا نام فارس تھا۔ جب وہ ان کے اور نزدیک آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) یہ فارس ہے جو ہمارا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آ پہنچا ہے''۔

یہ سن کر آپؐ نے اس شخص پر ایک نظر غور سے ڈالی اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''یا اللہ! اسے ایسا اپاہج کر دے کہ یہ ہمارا تعاقب نہ کر سکے''۔

چنانچہ فارس اور اس کا گھوڑا وہیں گویا زمین میں گڑ کر رہ گئے یہ آپ کی دعا کا اثر تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا تھا۔ یہ دیکھ کر فارس بہت حیران ہوا اور پھر عاجزی سے بولا:

''اے اللہ کے نبی (ﷺ) آپ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں لیکن مجھے بھی اپنے ہمراہ لے چلیں''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے اسے وہیں ٹھہرے رہنے کی ہدایت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ وہ آپؐ کے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں کسی کو نہ آنے دے۔ اس کے بعد آپ حرہ کی طرف بڑھ گئے اور پھر جب آپؐ مدینے کے قریب پہنچے تو انصار آپؐ کے استقبال کو آ گئے اور یک زبان ہو کر آپ کو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بقول وہ شخص یعنی فارس صبح تک آنحضرت ﷺ کا مخالف اور جنگجو تھا لیکن شام کو آپ کا محافظ اور پہرہ دار بن چکا تھا۔ انصار نے آپؐ سے عرض کیا کہ آپؐ اطمینان سے سوار ہو جائیں اور آگے تشریف لے چلیں کیونکہ اب آپؐ کے خادم حاضر ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب آنحضرت دوبارہ سوار ہو کر آگے بڑھے تو مسلح انصار آپ کی حفاظت کے لیے آپؐ کے گرد و پیش چل رہے تھے۔ پھر جیسا کہ سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے آپ کی اونٹنی جس کی آپؐ نے مہار چھوڑ رکھی تھی چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری کے دروازے پر آ کر رکی اور بیٹھ گئی۔ اس وقت تک مدینے میں آپ کی آمد کی خبر ہر طرف پھیل گئی تھی اور لوگ خوشی سے اعلان کرتے پھر رہے تھے:

''رسول اللہ آ گئے' رسول اللہ آ گئے''۔

اس وقت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ قریب کے کسی باغ میں اپنے اہل و عیال کے لیے کھجوریں لینے لگے تھے۔ جب انہیں آپ کی آمد کی خبر ملی تو وہ فوراً وقت ضائع کیے بغیر وہاں پہنچ گئے جہاں آپؐ اپنی سواری سے اترے تھے اور آپؐ سے عرض کیا:

''حضورؐ! میرے یہاں تشریف لے چلئے''۔

آپؐ نے فرمایا: ''کس کا مکان قریب تر ہے؟''۔

یہ سنتے ہی ابوایوب انصاری بولے: ''یارسول اللہ ﷺ میرا گھر یہ رہا اور یہ اس کا دروازہ ہے''۔

چنانچہ آپؐ نے انہی کے ہاں قیام کا فیصلہ فرمایا۔ کچھ دن بعد عبداللہ بن سلام نے آپؐ سے عرض کیا: ''یارسولؐ اللہ! میں جانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں اور یہاں اشاعت حق کے لیے تشریف لائے ہیں۔

پھر بولے: میں یہاں کے یہودی بزرگوں' ان کے بیٹوں' یہاں کے سب سے بڑے عالم یہودیوں اور ان کے بیٹوں سے

Marfat.com

بخوبی واقف ہوں۔ اگر آپؐ ارشاد فرمائیں تو میں انہیں آپؐ کی خدمت میں بلا لاؤں۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔
پھر جب وہ یہودی آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے انہیں بٹھا کر ارشاد فرمایا:
''اے اہل یہود! مجھے تم پر افسوس ہے' اللہ سے ڈرو کیونکہ وہی ذات واحد معبود ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور پیغام حق لے کر یہاں آیا ہوں۔ لہٰذا تم بھی مسلمان ہو جاؤ''۔
اس کے جواب میں یہودی بولے:
''جہاں تک ہمیں معلوم ہے وہ تثلیث ہے''۔
یہ روایت بخاریؒ نے منفرد کر کے محمد کے حوالے سے اسے عبدالصمد سے منسوب کیے بغیر پیش کی ہے۔ ❶
ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہیں یزید بن ابی حبیب نے مرثد بن عبداللہ الیزنی نے ابی رھم کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر سے خود ابوایوب انصاری نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے مکان میں تشریف فرما ہوئے تھے تو آپؐ نے ان کے مکان کی فرشی منزل میں قیام فرمایا تھا اور وہ خود اور ان کی والدہ اوپر کی منزل میں تھے چنانچہ انہوں نے اسے معیوب سمجھ کر کہ آپؐ تو نچلی منزل میں قیام فرمائیں جب کہ وہ اور ان کی والدہ ام ایوب رضی اللہ عنہا اوپر کی منزل میں رہتے ہیں آپؐ سے عرض کیا:
''یارسول اللہ (ﷺ) کیا یہ بات خلاف ادب نہیں ہے کہ آپ ہمارے آقا و مولیٰ ہو کر فرش منزل پر قیام فرمائیں جب کہ آپ کا یہ غلام اور اس کی ماں اوپر کی منزل میں رہتے ہیں؟''۔
رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:
''نیچے کی منزل میں رہنے سے میری منزلت میں کوئی فرق نہیں آتا نہ آئے گا''۔
چنانچہ آپ کا یہ جواب سن کر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خاموش ہو جانا پڑا لیکن جب بارش ہوئی اور اس کا پانی اوپری منزل کی چھت سے ٹپک ٹپک کر فرش پر آنے لگا تو وہ یہ سوچ کر بہت گھبرائے کہ اگر وہ پانی نچلی منزل کی چھت سے اس طرح ٹپک کر کہیں نیچے گیا تو اس سے آپ کو یقیناً تکلیف ہوگی اور وہی موٹی مخملی چادر جو وہ اوڑھا کرتے تھے اس جگہ بچھا دی جہاں سے پانی ٹپک کر نیچے جانے کا خطرہ تھا حالانکہ اس چادر کے علاوہ ان کے پاس اوڑھنے کے لیے کوئی دوسری چیز نہیں تھی۔
اس کے بعد حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''پہلے روز میں آپؐ کے لیے جو رات کا کھانا لے کر گیا تھا اس کے سالن میں پیاز یا لہسن بھی شامل تھا۔ جب صبح کو میں نے دیکھا تو وہ کھانا ویسے کا ویسے ہی رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے آپؐ سے عرض کیا؟ یارسول اللہ ﷺ آپؐ پر میرے ماں باپ قربان میں رات آپؐ کے لیے کھانا لایا تھا لیکن آپؐ نے تو اسے چھوا تک نہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا:
''مجھے چونکہ پیاز اور لہسن کی بو اور اوراد و وظائف میں اکثر مشغول رہنے کی وجہ سے اچھی نہیں لگتی۔ اس لیے میں نے یہ کھانا

❶ یہ روایت ''اصلیین'' میں بالاختصار اور صحیح بخاری میں بالتفصیل باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی مدینہ کے تحت درج کی گئی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

نہیں کھایا لیکن تم تو اسے کھا سکتے ہو۔ لہٰذا لے جاؤ اور کھالو"۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے اور ان کی والدہ نے وہ کھانا کھالیا اور پھر آپؐ کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں پکائی جس میں پیاز یا لہسن ڈالا گیا ہو۔

اسی طرح کی ایک روایت بیہقی نے لیث بن سعد کے ذریعہ اور یزید بن ابی حبیب' ابی الحسن یا ابی الخیر' مرثد بن عبداللہ الیزنی' ابی رہم اور خود ابوایوب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کی ہے جس میں آخر الذکر کی زبانی وہی بتایا گیا ہے جو مندرجہ بالا روایت میں بیان کیا جا چکا۔ اس دوسری روایت کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے یونس بن محمد المؤدب نے بھی لیث کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں بیہقی ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبداللہ الحافظ' ابوعمرو الحیری نے بتایا اور پھر عبداللہ بن محمد' احمد بن سعید دارمی' ابونعمان' ثابت بن زید اور عام الاحول نے عبداللہ بن حارث اور ابوایوب کے غلام افلح نے ابوایوب کی زبانی ان کی تائید کرتے ہوئے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ ان کے مکان میں قیام پذیر ہوتے وقت فرشی منزل میں ٹھہرے جب کہ خود ابوایوب اپنی والدہ کے ہمراہ بالائی منزل میں تھے چنانچہ انہوں نے اسے خلاف ادب سمجھتے ہوئے آپؐ سے عرض کیا کہ آپ بالائی منزل میں قیام فرمائیں اور عذر روہی پیش کیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ فرق مراتب کسی مکان کی فرشی یا بالائی منزل میں رہنے سے نہیں ہوتا کیونکہ دینی مرتبت اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ بہرحال جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے ابوایوب رضی اللہ عنہ کی پراصرار درخواست پر آپؐ بالائی منزل پر تشریف لے گئے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کی والدہ آپؐ کے لیے باقاعدہ کھانا بھجوایا کرتی تھیں لیکن ایک روز صبح کے وقت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپؐ نے رات کا کھانا تناول نہیں فرمایا تھا اور وہ برتن میں ویسا ہی رکھا ہوا تھا۔ جب آپؐ سے انہوں نے مؤدب ہو کر اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ آپ کو پیاز اور لہسن کی بو پسند نہیں تھی جو اس روز کے کھانے میں شامل تھے۔ ابوایوب بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے اس کے بعد ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز آپؐ کے کھانے میں شامل نہیں کی۔ بہرکیف جب ابوایوب نے آپؐ سے پوچھا کہ آیا پیاز لہسن کا کھانا مسلمانوں کے لیے حرام ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کو صرف ان چیزوں کی بو ناگوار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو فرشتہ آپؐ کے پاس وحی الٰہی لاتا ہے شاید اسے بھی ان اشیاء کی بو ناپسند ہو۔

مسلمؒ نے اس روایت کو احمد بن سعید کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپؐ کے کھانے میں جو سبزی آئی تھی اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا تھا کہ آپؐ دنیا کی ہر حلال چیز تناول فرما لیتے ہیں لیکن بعض چیزوں کی بو آپ کو ناگوار ہوتی ہے۔ تاہم دوسروں کے لیے ان کا کھانا جائز ہے۔

واقدی سعد بن زرارہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ابوایوب کے مکان میں قیام فرما تھے تو اکثر انصار آپؐ کے لیے اپنے طور پر اچھے اچھے کھانے لاتے تھے جو گھی لگی روٹی اور ثرید اور گوشت کے شوربے پر مشتمل ہوتے تھے نیز یہ کہ آپؐ کے لیے کھانا لانے والوں کو ابوایوب رضی اللہ عنہ کی دروازے پر اکثر بھیڑ لگی رہتی تھی۔ اس روایت میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں آپؐ کے قیام کی مدت سات مہینے بتائی گئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کی

Marfat.com

بیٹیاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سودہ بنت زمعہ مکے سے اپنے ساتھ لے آئی تھیں۔ ان لوگوں کے ہمراہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بھی آئے تھے لیکن آپ کی بیٹی رقیہ اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعد میں آئیں۔ البتہ آپ کی دوسری دختر زینب اپنے شوہر عاص بن ربیع کے ساتھ مکے ہی میں رہ گئی تھیں جو بعد میں مدینے آئیں اور ان کے ساتھ زید بن حارثہ کی بیوی ام ایمن اور عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ آئیں لیکن اس وقت تک ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے ان کا قیام بیوی کی حیثیت سے آپؐ کے پاس نہیں تھا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں علی بن احمد بن عبدان' احمد بن عبید الصفار' خلف بن عمرو العکبدی نے بتایا اور سعید بن منصور' عطاف بن خالد اور صدیق بن موسیٰ نے عبداللہ بن زبیر کے بیان کے حوالے سے اس کی تصدیق کی کہ عبداللہ بن زبیر کی روایت یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے اور آپ کی سواری جعفر بن محمد بن علی اور حسن بن زید کے مکان کے درمیان سے گزری تو دونوں مکانوں کے مکین آپؐ سے درخواست کرنے لگے کہ آپ ان کے ہاں قیام فرمائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے یعنی آپ کی سواری کو روکو نہیں بلکہ جدھر جائے جانے دو' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔ چنانچہ آپ کی اونٹنی چلتے چلتے ایک اونچی جگہ کے سامنے رُک گئی اور پھر اس طرح بیٹھ گئی جیسے ساربانوں کے اشارے پر اونٹ اپنی سواریاں اور سامان اتارنے کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ اس پر سے نیچے اتر آئے اور سائے میں کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میرا غریب خانہ یہ سامنے ہے تشریف لائیے''۔

چنانچہ آپؐ ''اچھا'' فرما کر اور اپنی اونٹنی کو ساتھ لے کر ان کے ہمراہ ہو لیے۔ اسی وقت ایک اور شخص نے آپؐ سے دریافت کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) آپ کہاں قیام فرمائیں گے؟''۔

آپؐ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرما کر جواب دیا:

''جہاں یہ شخص مجھے اور میری اونٹنی کو لے جائے گا وہاں ٹھہروں گا''۔

یہ جگہ عریش کہلاتی تھی اور وہیں اس زمانے میں حضرت ابوایوب انصاری کا مکان تھا۔ چنانچہ آپ کی مہمان داری کی عظیم خیر و برکت انہی کے حصے میں آئی۔

رسول اللہ ﷺ نے عریش میں بارہ روز قیام فرمایا اور وہیں مسجد کی بنیاد رکھی۔ رسول اللہ ﷺ کی مہمان داری اور اتنے دن آپ کی شب و روز خدمت کا فریضہ انجام دینا واقعی ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بہت بڑی نعمت اور باعث عظمت تھی۔

جیسا کہ ہم نے یزید بن ابی حبیب کے ذریعہ اور محمد ابن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے آگے چل کر تفصیلاً بیان کیا ہے جب ابوایوب بصرہ گئے تو اس زمانے میں وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بصرہ میں آمد کی

Marfat.com

اطلاع ملی تو وہ فوراً ہی اپنے مکان سے نکلے اور انہیں بالکل اسی طرح اپنے مکان پر لے گئے جس طرح ابوایوبؓ رسول اللہ ﷺ کو انتہائی عزت واحترام کے ساتھ مدینے میں اپنے گھر لے گئے تھے اور اپنا تمام گھر ان کے بصرہ میں قیام کے دوران میں ان کے اختیار میں دیئے رکھا' پھر جب وہ وہاں سے رخصت ہوئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیس ہزار دینار اور چالیس غلام ان کی نذر کیے۔

مدینے میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان بعد میں ان کے غلام افلح کو مل گیا تھا جسے اس سے مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے خرید کر مدینے کے فقراء ومساکین کے لیے وقف کر دیا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ مکے سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لے گئے تھے تو اس وقت بھی مدینے کے ہر محلے کا ہر گھر بلند وبالا درختوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور اس کے چہار جانب دور دور تک کھجوروں کے سرسبز وشاداب درختوں کے علاوہ سبزہ زار بھی تھے اور ان محلوں کے ہر گھر والے کا یہ اشتیاق تھا کہ آپؐ اس کے گھر تشریف فرما ہوں اور وہ اس کے لیے آپؐ سے بڑی منت وسماجت کے ساتھ درخواست کر رہا تھا لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا یہ عزت وعظمت بنی نجار کے محلے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی جو مکان دراصل بنی نجار بن مالک کی ملکیت تھا۔

صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں شعبہ کی بیان کردہ حدیث نبوی جو انس بن مالک کے حوالے سے پیش کی گئی ہے اس میں درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''انصار میں سب سے بہتر دور بنی نجار کا' پھر بنو عبدالاشہل کا' پھر بنو حارث بن خزرج کا اور پھر بنو ساعدہ کا دور ہے''۔

جب سعد بن عبادہ نے ایک دفعہ یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف انہیں دوسرے قبیلوں پر فضیلت بخشی ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ ان پر تو آپؐ نے دوسرے متعدد قبیلوں کو فوقیت وفضیلت بخشی ہے (یہ بخاری کے الفاظ ہیں) ویسے بخاری ومسلم رحمہما اللہ دونوں نے اس روایت کو انس وابی سلمہ کی زبانی اور ابی اسید مالک بن ربیعہ کے حوالے سے عبیدہ بن سہل کے الفاظ میں بطور حدیث نبوی پیش کیا ہے لیکن بعض دوسری روایات میں ابی حمید کی بیان کردہ اس حدیث (روایت) میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے کہ ابواسید نے سعد بن عبادہ سے کہا:

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھلائی کے لحاظ سے بنی نجار کو سب سے اوّل اور ہمیں سب سے آخر میں رکھا ہے؟''۔

ابواسید سے یہ سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) کیا آپؐ نے بنی نجار کو بھلائی میں اوّل اور ہمیں آخر رکھا ہے؟''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تم بھی اخیار (اہل خیر) میں شامل ہو؟''۔

Marfat.com

اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینے کے سارے مسلمانوں کو دین و دنیا دونوں میں شرف و نعمت کی خوشخبری سنائی تھی جس کا ذکر قرآن شریف میں بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ ..... الخ ﴾

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ ..... الخ ﴾

ان آیات و احادیث کے علاوہ دیگر متعدد احادیث محدثین نے انصار کے فضائل کے بارے میں روایت کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

① ''اگر میں مہاجر نہ ہوتا تو یقیناً انصار ہی میں سے ایک ہوتا''۔

② ''اگر انسان صرف وادیوں اور قبائل سے منسلک ہوتے تو میں انصار کے کسی قبیلے یا وادی سے منسلک ہوتا''۔

③ ''انصار (دنیا میں) میرا لشکر اور میرے دست و بازو ہیں''۔

④ ''انصار جن سے صلح کریں گے میں ان سے صلح کروں گا اور جن سے جنگ کریں گے میں بھی ان سے جنگ کروں گا''۔

بخاری فرماتے ہیں کہ ان سے حجاج بن منہال، شعبہ اور عدی بن ثابت نے البراء بن عازب کی زبانی سن کر آنحضرت ﷺ کے یہ ارشاد گرامی بیان کیے:

① ''انصار سے مومن کے سوا کوئی محبت اور ان سے منافق کے سوا کوئی عداوت نہیں کرتا''۔

② ''جو انصار کا دوست اللہ اس کا دوست اور جو ان کا دشمن اللہ اس کا دشمن ہے''۔

یہ احادیث نبوی ابوداؤد کے سوا جملہ جماعت محدثین نے روایت کی ہیں۔ (مؤلف)

بخاریؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے مسلم بن ابراہیم اور شعبہ نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن جبیر نے انس بن مالک کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بیان کی:

''انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان کی عداوت نفاق کی نشانی ہے''۔

امام بخاری کے بقول انصار کے فضائل کے بارے میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کثیر تعداد میں پیش کی گئی ہیں۔

امام بخاریؒ نے رسول اللہ ﷺ کی مدح اور آپؐ کے لیے انصار کی جانثاری پر مشتمل ایک انصاری شاعر ابوقیس بن ابی انس کے قصیدے کا بھی ذکر کیا ہے جس کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق نے ابوقیس کے کہے ہوئے کچھ اشعار بھی پیش کیے ہیں جن میں اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انصار کی اسلام

Marfat.com

سے سرفرازی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ان کے لیے خصوصی محبت کا ذکر کیا ہے۔ (مؤلف)

ابوقیس کے مذکورہ بالا قصیدے اور اشعار کا ذکر بیہقی نے بھی کیا ہے۔ (مؤلف)

رسول اللہ ﷺ کی وہاں ہجرت کے علاوہ مدینہ منورہ کا ایک شرف یہ بھی ہے کہ وہ پر عظمت شہر اس کے بعد اولیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر نیک بندوں کا پرامن مسکن بنا۔ مدینہ منورہ کی عظمت اور اس کے فضائل کے بارے میں کثرت سے احادیث موجود ہیں جنہیں ہم انشاء اللہ تعالیٰ حسب موقع آگے چل کر پیش کریں گے۔

صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں حبیب بن یساف کی زبانی جعفر بن عاصم اور ابوہریرہؓ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث درج کی گئی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''ایمان یہ ہے کہ مدینے میں داخل ہونے والا یہاں اس طرح (اطمینان کے ساتھ) داخل ہو جیسے سانپ اپنے سوراخ میں (مطمئن ہو کر) داخل ہوتا ہے''۔

مسلمؒ نے اس قبیل کی ایک حدیث محمد بن رافع' شبابہ' عاصم بن محمد بن عبداللہ بن عمر اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ صحیحین میں ایک اور ایسی ہی حدیث مالک کی زبانی یحییٰ بن سعید کے حوالے سے پیش کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے۔ یہ حدیث یحییٰ بن سعید نے ابوالحباب سعید بن یسار کی زبانی سنی اور آخر الذکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے ایسے شہر آنے کا حکم دیا گیا جو دنیا کے تمام شہروں سے زیادہ پسندیدہ بستی ہے۔ اس بستی کا نام یثرب ہے' یہ بستی انسان کو اس طرح پاک صاف کر دیتی ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کا میل دور کر دیتی ہے''۔ (تفسیری ترجمہ)

امام مالکؒ نے دوسرے اماموں کے حوالے سے مدینے کی مکے تک پر فضیلت بیان کی ہے۔ (مؤلف)

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ' ابوالولید اور ابوبکر بن عبداللہ نے بیان کیا' ان سے حسن بن سفیان' ابوموسیٰ انصاری' سعید بن سعید نیز ان کے بھائی نے بیان کیا اور آخر الذکر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی سنا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یا اللہ تو نے مجھے محبوب ترین شہر سے اپنے محبوب ترین شہر میں لا کر آباد کیا''۔

آپ کی یہ جائے سکونت مدینہ ہی تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکے سے لا کر بسایا تھا۔ وہ حدیث بہت ہی نادر اور جملہ راویوں کے حوالے سے مشہور ترین بیان کی جاتی ہے جس میں مکے کی مدینے پر سوائے آنحضرت ﷺ کے مدفن مبارک کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس بات کے بہت سے دلائل پیش کیے ہیں جن سب کو یہاں پیش کرنا طوالت سے خالی نہ ہوگا۔ تاہم انہیں ہم نے حسب موقع اپنی کتاب ''المناسک من الاحکام'' میں ایک ہی جگہ پیش کیا ہے۔ (مؤلف)

بہرحال مدینے پر مکے کی فضیلت کی سب سے بڑی اور مشہور دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ہے جو امام احمدؒ نے پیش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

Marfat.com

"ہم سے ابوالیمان اور شعیب نے زہری کے حوالے سے بیان کیا اور آخر الذکر کا بیان ہے کہ انہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے عبداللہ بن عدی بن الحمراء کے حوالے سے وہ حدیث سنائی جس میں آنحضرت ﷺ نے جب آپ مکے کے ایک بازار میں خرورہ کے مقام پر تشریف فرما تھے"۔

ارشاد فرمایا:

"(اے ارض مکہ) تو اللہ کی بہترین زمین ہے جہاں بیت اللہ ہے جو مجھے ہر جگہ سے زیادہ عزیز ہے' اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں (ہرگز) نہ نکلتا"۔

اسی طرح امام احمدؒ نے بھی یعقوب بن ابراہیم اور ان کے والد' صالح بن کیسان اور زہری کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے اور اسی طرح ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو لیث' عقیل اور زہری کے حوالے سے پیش کیا ہے اور ترمذی نے اسے حدیث حسن بتایا ہے۔ اسی حدیث کو یونس نے زہری کے حوالے سے بیان کیا ہے نیز محمد بن عمرو نے اسے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ بہرکیف ہمارے نزدیک اس سلسلے میں جو احادیث زہری کے حوالے سے پیش کی گئی ہیں وہ صحیح ترین ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

ہجری سال اوّل کے واقعات

جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کے سولہویں' سترھویں یا اٹھارہویں سال اس بات پر متفق ہوئے کہ تاریخ اسلامی کی ابتدا کی جائے۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ جب اس بات پر اتفاق رائے کے لیے مجلس مشاورت منعقد کی گئی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ دوسرے ادیان عالم کی طرح دین اسلام کی ابتداء سے تاریخ اسلامی کی ابتداء کی جائے ایک دوسرے شخص کی یہ رائے تھی کہ تاریخ اسلامی کی ابتدا تاریخ ایران کی طرح کی جائے اور اس میں بھی ہر دور حکومت کا احوال سال بہ سال درج کیا جائے۔ ایک اور صاحب بولے کہ اسے تاریخ روم کی طرح مرتب کیا جائے۔ آخر میں ایک صاحب نے کہا کہ جس طرح مقدونیہ سکندر بن فیلقوس کی سخت نشینی سے تاریخ روم کی ابتدا ہوئی ہے اسی طرح اسلامی تاریخ کی ابتدا کی جائے نیز یہ کہ اس کا پہلا مہینہ ماہ شعبان سے شروع ہونا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کون سا شعبان؟ یہ شعبان' گزشتہ ماہ شعبان یا آئندہ ماہ شعبان؟''۔ اس کے بعد مجلس مشاورت سے اس امر پر رائے لی گئی کہ آیا اسلامی تاریخ کی ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت سے آپؐ کے یوم بعثت سے یا آپؐ کے یوم وفات سے کی جائے؟''۔

بخاریؒ ابتدائے تاریخ اسلامی کے بارے میں صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جیسا کہ عبداللہ بن مسلم عبدالعزیز اور ان کے والد کی زبانی اور سعد بن سہل کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ چھڑا کہ تاریخ اسلام کی ابتداء اور اس کا شمار کس طرح کیا جائے۔ کسی کی رائے تھی کہ اس کا شمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت سے کیا جائے' کسی نے کہا کہ آپؐ کے یوم بعثت سے اور کسی نے آپؐ کے یوم وفات سے اس کی ابتدا کی جائے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ سال ہجرت سے اس کی ابتدا کی جائے اور انہیں کی رائے پر سب نے اتفاق کیا یعنی تاریخ اسلامی کا شمار اس دن سے کیا جائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار مدینے میں داخل ہوئے۔

واقدی بھی کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابن ابی زناد نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ سال ہجرت کے بارے میں اسلامی تاریخ کی ابتداء کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا اور اسی پر جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا تھا۔

ابوداؤد طیالسی قرہ بن خالد سدوسی اور محمد بن سیرین کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تاریخ اسلامی کا مسئلہ سامنے آیا تو ان سے کسی نے عرض کیا کہ اس کی ابتدا کی جائے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ضرور کی جائے لیکن سوال یہ تھا کہ کس طرح کی جائے۔ اس کے بارے میں اکثر لوگوں نے رائے دی کہ اسلامی تاریخ بھی اہل عجم کی طرح

Marfat.com

سال اور مہینوں میں تقسیم کی جائے۔ اس کے بارے میں اکثر لوگوں نے رائے دی کہ اسلامی تاریخ بھی اہل عجم کی طرح سال اور مہینوں میں تقسیم کی جائے۔ پھر یہ سوال اٹھا کہ آیا اس کی ابتدا آنحضرت کے سال ولادت سال بعثت یا سال وفات سے کی جائے۔ آخر کافی بحث وتمحیص کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے پر سب کا اتفاق ہوا کہ اس کی ابتدا سال ہجرت سے کی جائے۔ اس کے بعد مہینے کے تعین کا سوال آیا تو بعض لوگوں نے ماہ رمضان المبارک کے بارے میں رائے دی لیکن اکثر لوگوں نے کہا کہ چونکہ مسلمانوں کی اکثریت حج سے فارغ ہو کر کاروبار زندگی از سر نو شروع کرتی ہے لہٰذا تاریخ اسلامی کے سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے ہونی چاہیے چنانچہ ماہ محرم ہی اتفاق رائے سے تاریخ اسلامی کے ابتدائی سال کا پہلا مہینہ قرار پایا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے نوح بن قیس طائی نے عثمان بن محصن اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ اسلامی تاریخ کے پہلے مہینے کا تعین قول باری تعالیٰ عز اسمہ ''والفجر ولیال عشر'' روشنی میں کیا گیا چونکہ ماہ محرم الحرام ہی درحقیقت اسلامی سال کی فجر ہے عبید بن سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''محرم اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے' یہی ہر سال کی راس ہے کیونکہ اس مہینے میں بیت اللہ کی کشش بڑھ جاتی ہے اور لوگ عموماً اسی طرف کا رُخ کرتے ہیں نیز اسی مہینے میں ہر سال چاندی کے سکوں کی ڈھلائی کا کام شروع کیا جاتا ہے جو زندگی کے عمومی کاروبار کے لیے ضروری ہوتے ہیں''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں روح بن عبادہ اور زکریا بن اسحٰق نے عمرو بن دینار کے حوالے سے بتایا کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے مدینے کو ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت فرمائی تھی لیکن ہجرت کی تاریخ کی تدوین یمن میں یعلیٰ بن امیہ نے ماہ محرم الحرام ہی کو تاریخ اسلامی کے سال کی ابتدا کا پہلا مہینہ قرار دے دیا' اور اسی پر تاریخی عمل شروع ہو گیا۔

محمد بن اسحٰق نے زہری' محمد بن صالح اور شعبی کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ درحقیقت سب سے پہلے بنو اسماعیل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کے واقعے سے تاریخ کی ابتدا کی پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے ہاتھوں بیت اللہ کی ابتدائی تاریخ پیش کی' پھر انہی نے کعب بن لوی کی موت کی تاریخ متعین کی اور پھر انہی نے واقعہ فیل کی تاریخ بتائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے سترھویں یا اٹھارہویں سال میں تاریخ ہجرت کی ابتدا کی۔

اس فصل کو ہم نے ''سیرت عمر رضی اللہ عنہ'' میں پیش کردہ اسناد کے ذریعہ تحریر کیا ہے جس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ تاریخ اسلامی کی ابتدا درحقیقت سال ہجری سے ہوئی اور مسلمانوں نے اتفاق رائے سے اس کے سال اوّل کا پہلا مہینہ ماہ محرم الحرام متعین کیا جس پر اب جملہ مؤرخین اسلام متفق ہیں۔ (مؤلف)

البتہ سہیلی وغیرہ امام مالکؒ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ امام موصوف کے نزدیک سن اسلامی کی ابتدا ماہ ربیع الاوّل سے ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے مدینے کو ہجرت فرمائی۔

سہیلی اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں وارد ہونے کا یہی پہلا دن تھا۔ اس لیے سن ہجری کی ابتدا اس دن سے ہونی چاہیے۔

Marfat.com

ویسے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہیں کہ تاریخ اسلامی کی ابتدا سال ہجرت سے ہوئی ہے اور امام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں لیکن اہل عرب سن اسلامی کی ابتدا سال ہجرت سے ہونے پر تو متفق ہیں لیکن اس سال بلکہ ہر سال کی ابتدا ماہ محرم الحرام سے کرتے ہیں اور سارے عالم اسلام میں اب اسی کا رواج ہے۔

موضوع ہجرت ہی کے سلسلے میں ایک اہم بات جس پر بعض نہایت معتبر لوگوں میں باہم اختلاف رائے ہے وہ بعد بعثت مکے اور مدینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت قیام کی تقسیم ہے۔ان میں سے بعض اسے دس دس برابر تقسیم کرتے ہیں اور مکے میں آپؐ کے قیام کی مدت کا شمار بعثت آغاز وحی سے کرتے ہیں اور اس لیے بعثت سے آپ کی وفات تک کی مجموعی مدت بیس سال بتاتے ہیں لیکن انہی میں سے دوسرے لوگ جو بعد بعثت آپؐ کے قیام کی مدت مکے میں تیرہ سال اور مدینے میں بعد ہجرت آپ کی وفات تک دس سال بتاتے ہیں (جس پر سب کو اتفاق ہے) ان کے استدلال کی مکے میں آپؐ کے قیام کی تیرہ سالہ مدت کی بنیاد وہ عام خیال ہے کہ آپ کی بعثت جبریلؑ کے ذریعہ نزول وحی کے آغاز سے تین سال قبل ہو چکی تھی جب آپؐ کے پاس اسرائیل آئے تھے اور آپؐ نے ان کی آواز سنی تھی اگرچہ انہیں دیکھا نہیں تھا۔واللہ اعلم.

Marfat.com

عبداللہ ابن سلام کا اسلام لانا

امام احمدؒ محمد بن جعفر اور عوف کی زبانی زرارہ اور عبداللہ بن سلام کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ خود عبداللہ بن سلام نے زرارہ کو بتایا:

''جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو لوگ آپ کو دیکھنے کے لیے کثرت سے جمع ہو گئے اور میں بھی انہی لوگوں میں شامل تھا لیکن میری نظر جونہی آپؐ کے چہرۂ مبارک پر پڑی میں سمجھ گیا کہ اس چہرے والا شخص کاذب نہیں ہو سکتا''۔

اس کے بعد عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''سب سے پہلے جو کلام میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا وہ یہ تھا: امن و امان کو پھیلاؤ' اطمینان سے کھانا کھاؤ' رات کو جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو اور پھر جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو''۔

ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اس روایت کو عوف الاعرابی اور زرارہ ابن ابی عوفی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور ترمذیؒ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس روایت کا سیاق اس کے صحیح ہونے کا مقتضی ہے اس لیے جو کچھ عبداللہ بن سلام نے بیان کیا وہ انہوں نے یقیناً آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہوگا اور جب آپؐ نے قباء میں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام فرمایا اس سے قبل ہی انہوں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ آپؐ کے وہاں داخل ہوتے ہی آپ کو دیکھ لیا ہوگا۔

اس سے قبل عبدالعزیز بن صہیب کی زبانی انس کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب آنحضرت قباء سے روانگی کے بعد مدینے میں بنی نجار کے محلے میں پہنچے تو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے پر رکنے سے قبل بہت سے لوگ آپ کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ لہٰذا بہت ممکن ہے کہ عبداللہ بن سلام ہی کی نظر آپؐ کے روئے مبارک پر سب سے پہلے پڑی ہو کیونکہ وہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے۔ ویسے بخاری نے اس سلسلے میں عبدالعزیز کی زبانی انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام نے آپ کو دیکھتے ہی آپؐ سے عرض کیا تھا:

''اشهد انک رسول الله و انک جعت بحق''

انہوں نے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے آپؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ وہ (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) یہودیوں کے بڑے سے بڑے سرداروں بڑے سے بڑے عالموں اور ان کے بیٹوں کو خوب جانتے ہیں اور اس کے بعد آپؐ سے عرض کیا تھا کہ آپ انہیں یعنی ان یہودیوں کو طلب فرما کر اسلام کی دعوت دیں لیکن ان سے یہ نہ فرمائیں کہ وہ (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں ورنہ وہ کچھ کا کچھ کہنے لگیں گے۔ چنانچہ جب آپؐ نے ان یہودیوں کو طلب فرما کر ان سے اللہ سے ڈرنے اور

Marfat.com

اس کی وحدانیت کا اقرار کر کے مسلمان ہو جانے کے لیے فرمایا تو انہوں نے دوسرے حاضرین سے کہا: ''ہم تو انہیں نہیں جانتے''۔ ان کا اشارہ رسول اللہ ﷺ کی جانب تھا اور یہ بات انہوں نے آپؐ کے بارے میں تین بار کہی۔ اس پر آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آیا وہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں؟ یہ سن کر وہ یک زبان ہو کر بولے:

''وہ ہمارے بزرگوں اور سب سے بڑے عالموں کی اولاد ہیں''۔

ان کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر اپنے سامنے طلب فرمایا اور ان کی طرف اشارہ فرما کر ان یہودیوں سے ارشاد فرمایا:

''یہ تو مسلمان ہو چکے ہیں''۔

لیکن وہ یہودی آپؐ کے اس ارشاد گرامی کا یقین نہ کر کے واپس جانے لگے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اقرار کرتے ہوئے ان سے کہا:

''اے گروہ یہود واقعی یہ اللہ کے رسول ہیں اور دعوتِ حق لے کر یہاں تشریف لائے ہیں''۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر وہ بولے کہ وہ (عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ) ان کے اور ان کے بزرگوں کے فتنہ پرداز لوگوں میں سے ہیں اور پھر ان میں ہزاروں نقص نکال ڈالے جس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''مجھے اسی بات کا اندیشہ تھا''۔

یہی روایت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے خاندان کے ایک اور شخص کے بارے میں بیان کی جاتی ہے جو عبرانی زبان کا بہت بڑا عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے بھی پہلے قباء میں اور پھر بنی نجار کے ہاں آپ کی زیارت کی تھی اور مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی پھوپھی یا چچی سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کی باتیں وہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے آپؐ کے نبی ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبا سے روانگی اور بنی سالم میں آپ کا خطبہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ناقے پر سوار ہو کر قباء سے روانہ ہوئے اور بنی سالم بن عوف کے گھر پہنچے تو اس وقت زوال کا وقت ہو چکا تھا۔ لہٰذا آپؐ نے وہاں موجود مسلمانوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آپؐ نے مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کے ساتھ پڑھا کیونکہ اس سے قبل مکے میں مشرکین قریش کی ایذا رسانی کی وجہ سے چند مسلمانوں کا آپس میں جمع ہو کر عام دنوں میں کسی وقت کی نماز پڑھنا بھی سخت مشکل تھا۔ اس لیے ظہور اسلام کے بعد اس جمعہ کی نماز کو جمعہ کی نماز با جماعت کو مسلمانوں کی ایسی پہلی نماز سمجھنا چاہیے۔ مکے میں ایسی نماز جمعہ اور اس کے خطبے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ انہیں یونس بن عبدالاعلیٰ اور ابن وہب نے سعید بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبے کے بارے میں بتایا جو آپؐ نے قباء سے بنی سالم بن عمرو بن عوف میں پہنچ کر اس نماز جمعہ میں ارشاد فرمایا تھا جو آپؐ نے مدینے میں پہلی بار ادا فرمائی تھی۔

سعید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ آپؐ نے اس نماز جمعہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا:

''الحمدللہ' میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اسی سے طالب امداد ہوں' اس سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں اور اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں' میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے وجود سے انکار نہیں کرتا' میں کفر کرنے والے کا دشمن ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور رسول ہے جسے اس نے دوسرے رسولوں کی طرح دنیا کی ہدایت' دین حق کی تبلیغ اور زمین پر روشنی پھیلانے اور بندگان خدا کی پند و موعظت کے لیے بھیجا ہے تاکہ انہیں علم' انسان کی گمراہی' دنیا سے رحلت' قرب قیامت اور قرب اجل کے بارے میں بتایا جائے۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ رشید ہے اور جس نے ان سے منہ موڑ کر راہِ معصیت اختیار کی وہ ہمیشہ کے لیے پست ترین قعر مذلت و ضلالت میں گرا۔ میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں یہ وہ بھلائی ہے جو آخرت تک ہر مسلمان کو مسلمان بنائے رکھتی ہے۔ مسلمان دوسروں کو تقویٰ کا حکم اور اس کے نفس کی اطاعت سے روکتا ہے جس سے بہتر کوئی نصیحت نہیں ہے نہ اس سے میرا کوئی ذکر ہے' تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کیا جائے اور اس (کے عذاب) سے ڈرا جائے' امر آخرت کی صداقت جلد ظاہر ہونے والی ہے' جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے مابین بھلائی کا خواہش مند ہے وہ بظاہر اور بباطن اس کے حکم پر عمل کرتا ہے جس کی مدت کچھ بہت زیادہ نہیں ہے' اپنے نفس کی

Marfat.com

اطاعت سے پرہیز کرو' اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ جو شخص قول کا سچا اور ایفائے وعدہ میں کامل ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَ مَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾

اپنے ہر عمل میں وہ ظاہری ہو یا باطنی خدا سے ڈرو کیونکہ:

﴿ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا ﴾ اور ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾

جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بغض اور اس کی عقوبت کو ختم کر دیتا ہے اور اس کی تکلیف بھی دور کر دیتا ہے۔ اللہ کا تقویٰ (خوف) چہرے کو روشن کر دیتا ہے' متقی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے (پس) اس سلسلے میں اپنے فائدے کی بات لے لو' اس کی طرف بھی افراط کا خیال ترک کر دو کیونکہ اس نے تمہیں اپنی کتاب مقدس کا علم بخشا ہے تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ اختیار کریں تا کہ سچے اور جھوٹے لوگوں میں امتیاز کر سکیں۔ بھلائی کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کی ہے' اللہ کے دشمنوں سے عداوت رکھو اور اس کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (جہاد میں) مسلمان کو اپنے دشمن کو ہلاک کرنے یا اسے زندہ چھوڑ دینے کا حق دیا' جو قوت ہے فقط اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ سے زیادہ کیا کرو' وہی آخرت میں موت کے بعد تمہارے کام آئے گا۔ بندوں کی اصلاح اور ان کی اصلاح کا کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کسی بات کا تقاضا کر سکتا ہے' بندے اس سے کسی بات کا تقاضا نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا زور اپنے بندوں پر ہے' ان کا اللہ تعالیٰ پر کوئی زور نہیں' بندے اللہ کی ملکیت ہیں' اللہ بندوں کی ملکیت نہیں ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ "۔

نبی کریم ﷺ کا یہی خطبہ ہے جس کی ابن جریر نے بالاسناد مرسلہ روایت کی ہے (مؤلف)

بیہقی نے بھی اسی خطبے کو رسول اللہ ﷺ کے مدینے میں درود کے بعد آپ کا پہلا خطبہ بتایا ہے۔ (مؤلف)

بیہقی مزید کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبداللہ الحافظ' ابوالعباس الاصم' احمد بن عبدالجبار اور یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر سے مغیرہ بن عثمان بن محمد بن عثمان اور اخنس بن شریق نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالے سے بیان کیا کہ ورود مدینہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے پہلے جمعہ کی نماز میں مسلمانوں کے سامنے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں حمد وثنا کے بعد جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ تھا:

"لوگو! اپنی ذات حیثیت پر پہلے غور کرو' اللہ تمہیں بتاتا ہے اور پھر تم سے پوچھتا ہے کہ اگر تم میں سے کسی پر اس کے حکم سے بجلی گر پڑے تو کیا اس کے بعد اس کے بکریوں کے گلے کو بلانے والا اور چرواہا کوئی ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا ترجمان ہے اور نہ کوئی تمہارا پردہ پوش' وہ تم سے یہ بھی فرماتا ہے کہ کیا اس نے تمہاری ہدایت کے لیے اپنا رسول نہیں بھیجا؟ کیا اس نے تمہیں مال و دولت نہیں دی؟ کیا اس نے تم پر اپنا فضل نہیں کیا؟ پھر تم اپنے نفس کی پیروی پر کیوں

Marfat.com

مائل ہو؟ ایسا کرو گے تو پھر اگر تم اپنے دائیں بائیں دیکھو گے تو تمہیں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی اور اگر نیچے نظر ڈالو گے تو آتش جہنم کے سوا کچھ نہ دیکھ سکو گے۔ کاش تم ایک لمحے کے لیے اس پر غور کر کے اعمال نیک کی طرف آؤ گے تو تمہارے لیے ایک ہی بہتر راستہ ہے یعنی کلمہ طیبہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) اعمال حسنہ کا تجزیہ کرنے کے لیے دس سے لے کر سات سو بلکہ اس سے بھی زیادہ ضرب در ضرب بے شمار مثالیں ہیں۔ والسلام علی رسول اللّٰہ و رحمة اللّٰہ و برکاتہٗ''۔ ❶

بیہقی مندرجہ بالا اصحاب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اس جمعے کا خطبہ آخر میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے:

''الحمد للہ! میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے امداد طلب کرتا ہوں' ہم اپنے نفس کے فتنوں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں' اللہ جس کو گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں) سب سے بہتر کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) ہے' اس نے فلاح پائی جس کے قلب کو اللہ تعالیٰ نے زینت بخشی اور اسے کفر کے بعد اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور اسے اختیار بخشا کہ وہ ہدایات اسلام کے علاوہ دنیا کے تمام انسانوں کی باتوں کو رد کر دے۔ کلام الٰہی سب سے زیادہ بہتر (یعنی شیریں) کلام ہے' اس کی تبلیغ کرو' جسے اللہ چاہے اسے تم بھی چاہو' اللہ کو اپنے دل کی تمام گہرائیوں سے چاہو' اللہ کے کلام اور اس کے ذکر کو نہ اُلٹ پلٹ کرو نہ اپنے قلوب میں اس کی کمی آنے دو' جسے اللہ تعالیٰ نے اختیار بخشا اور اس کے قلب کو مصفا بنایا اس نے (گویا) اس کے اعمال کو بھی نیک بنایا اور اپنے تمام بندوں میں اسے بھلائی کے لیے چن لیا' بہترین بات یہ ہے کہ کوئی دوسروں کو حرام و حلال میں فرق کرنا سکھائے۔ اللہ کی عبادت کرو' کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ' تقویٰ کو اتنا اختیار کرو جتنا اس کا حق ہے' جو کچھ منہ سے نکالو (یعنی جو بات کرو) اس میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر صداقت کا سب سے زیادہ خیال رکھو' آپس میں جو معاہدہ کرو اسے روح خداوندی جان کر پورا کرو' کیونکہ جو معاہدات پورے نہیں کرتے ان سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ والسلام علیکم و رحمة اللّٰہ و برکاتہٗ''۔

یہ روایت بھی تمام تر مرسل اور اختلاف الفاظ کے سوا پہلی روایت کی طرح قوی ہے۔ (مؤلف)

---

❶ ابن ہشام نے اس جگہ والسلام علیکم و علی رسول اللہ لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مسجد نبویؐ کی بنیاد اور ابوایوبؓ کے مکان میں اس کا استقرار

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکے سے قباء میں تشریف آوری کے بعد وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی اور نماز بھی ادا فرمائی تھی لیکن اس ضمن میں مختلف روایات ہیں کہ آپؐ نے وہاں کتنے روز قیام فرمایا تھا اور اس دوران میں کون سے دن مسجد کی بنیاد ڈالی تھی بہرکیف آپ وہاں بنوعمرو بن عوف میں ٹھہرے تھے اور اس کے بعد وہاں سے جو مدینے کا بالائی حصہ کہلاتا تھا روانہ ہو کر بنونجار کی طرف چلے تو عمرو بن عوف کے قبیلے کے لوگ آپ کی حفاظت کے لیے آپؐ کے گردوپیش تلواریں لے کر ایک جلوس کی شکل میں آپ کو وہاں تک پہنچانے کے لیے ساتھ ساتھ آئے۔ اس جلوس میں آپ کی سواری آگے آگے اور آپؐ کے پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سواری تھی۔

جب آپؐ نے بنونجار میں اپنی اونٹنی کے وہاں رُک جانے اور بیٹھ جانے کے بعد قیام کا ارادہ فرمایا تو وہ لوگ قباء کو واپس چلے گئے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے آپؐ نے بنونجار میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا۔ یہ بھی بیان کیا جاچکا ہے کہ بنونجار کے ایک وفات یافتہ شخص عمرو کے دو بیٹوں سہل وسہیل سے مسجد کے لیے وہ زمین خرید فرمائی تھی جو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان کے ساتھ خالی پڑی تھی' نیز یہ کہ ان بچوں نے وہ زمین آپ کو بخوشی ہبہ کرنا چاہی تھی لیکن آپؐ نے اس کی قیمت ادا فرمائی تھی۔

جب آپؐ نے ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان میں تشریف فرما ہونے کے بعد اس کے متصل خالی زمین خرید فرما کر وہاں مسجد تعمیر فرمانے کا فیصلہ فرمادیا تو اس کی بنیاد رکھنے سے قبل وہ میدان کوڑے کرکٹ اور سنگریزوں وغیرہ سے صاف کیا گیا۔ پھر جب مسجد کے احاطے کے لیے نشانات لگانے کے بعد وہاں کی زمین بنیادوں کے لیے کھودی جانے لگی۔ تو اس کی مٹی اٹھانے میں انصار و مہاجرین کے علاوہ خود رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھے لیکن آپ مٹی کی ایک ٹوکری اٹھاتے تو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو ٹوکریاں ساتھ ساتھ اٹھاتے تھے۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر ان سے فرمایا:

''(افسوس ہے) ایک دن تمہیں باغیوں کا گروہ قتل کردے گا''۔

اسی طرح کچھ روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب غزوہ خندق سے قبل مدینے میں جہاں خندق کھودی جارہی تھی تو اس وقت بھی جب آپؐ مہاجرین وانصار کے ساتھ شریک ہوکر مٹی کی ایک ٹوکری اٹھاتے تھے تو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو ٹوکریاں بیک وقت اٹھاتے تھے اور آپؐ نے ان سے یہی جملہ اس وقت بھی کہا تھا۔ ویسے چونکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے ان شامیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنگ کررہے تھے اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث جو بظاہر بڑی غریب ہے کچھ شیعہ حضرات کی اختراع ہو۔ ویسے جب آنحضرت ﷺ نے مسجد کی بنیادوں سے مٹی

Marfat.com

نکالتے وقت جب اس میں انصار و مہاجرین کے جوش و خروش کو ملاحظہ فرمایا تھا تو اکثر ثقہ راویوں کے بقول آپؐ نے یہ ضرور ارشاد فرمایا تھا:

لا عیش الا عیش الآخرہ' اللّٰھم ارحم الانصار و المھاجرین.

حالانکہ اس محنت کشی میں آپؐ خود بھی شریک تھے۔ ممکن ہے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بیک وقت مٹی کی دو ٹوکریاں اٹھاتے دیکھ کر آپؐ نے خوش ہو کر انہیں کچھ اور بھی دعا دی ہو لیکن جب مدینے میں خندق کی کھدائی کے وقت اس کے بارے میں یہ روایت سامنے آتی ہے کہ اس وقت بھی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو پتھر ساتھ اٹھا رہے تھے جب کہ آپؐ اور دوسرے مہاجرین و انصار بیک وقت صرف ایک پتھر اٹھاتے تھے تو اس روایت کی صحت اور بھی شک و شبہ میں ڈال دیتی ہے کیونکہ خندق کی کھدائی میں پتھر اٹھانے کی روایت عجیب معلوم ہوتی ہے بہر حال چونکہ یہ دونوں روایات بخاریؒ اور دیگر بہت سے ثقہ راویوں کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہیں اس لیے ہم ان کے بارے میں واللہ اعلم ہی کہہ سکتے ہیں اور چونکہ فی الوقت ہمارا موضوع مسجد نبوی کی بنیاد اور اس کی تعمیر ہے اس لیے اس ضمنی گفتگو کے بعد ہم اسی طرف آتے ہیں۔ (مؤلف)

بیہقی ابی بکر بن ابی الدنیا کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر سے حماد النصبی اور عبدالرحیم ابن سلیمان نے اسماعیل بن مسلم اور حسنؒ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب مسجد کی بنیادیں بھری جا چکیں تو آنحضرت نے لوگوں سے فرمایا کہ انہیں عریش موسیٰ کی حد تک بلندی پر لے جائیں۔ آپؐ کی زبان سے مسلم نے حسن سے پوچھا: ''عریش کا کیا مطلب ہے؟''۔ تو حسن نے مسلم کو بتایا کہ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ بلند کرنے کی حد کو عریش کہا جاتا ہے اور اس سے مراد چھت ہوتی ہے۔

یہی روایت حماد بن سلمہ کی زبانی ابی سنان' بن شداد بن اوس کے حوالے سے یوں پیش کی گئی ہے کہ جب مسجد کی بنیادیں بھرنے کے بعد لوگوں نے آپؐ سے پوچھا کہ انہیں کس حد تک اٹھایا جائے تا کہ جب ان پر چھت ڈالی جائے تو اس کے نیچے آسانی سے نماز ادا کی جا سکے یعنی نماز پڑھتے وقت کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہ ہو تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''میں اپنے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) سے اس معاملے میں زیادہ بلند نہیں جانا چاہتا' اس کی چھت عریش موسیٰ کی برابر پڑے گی''۔

یعنی جتنی بلند حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چھت رکھی تھی۔

یہ حدیث اس میں ''عریش موسیٰ'' کے ذکر کی وجہ سے غریب بتائی جاتی ہے۔ (مؤلف)

ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن حاتم اور عبداللہ بن موسیٰ نے سنان' عطیہ عوفی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ مسجد کی بنیادیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دوسری چیزوں یعنی پتھر کے ٹکڑوں اور کھجور کی لکڑی کے مضبوط حصوں سے بھری گئی تھیں اور اس کی دیواریں اور چھت کھجور کے تختوں سے بنائی گئی تھیں نیز یہ کہ اس کی چھت پر مٹی سے پہلے کھجور کے پتے رکھے گئے تھے اور آپ کی وفات تک وہ اسی حالت میں تھیں' پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب وہ بوسیدہ ہو کر گرنے لگیں تو انہوں نے بھی مسجد کی تعمیر میں وہی چیزیں استعمال کروائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کروائی تھیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے

Marfat.com

عہد میں مسجد کو اینٹوں سے تعمیر کرایا۔ تاہم یہ روایت بھی غریب ہی بتائی جاتی ہے کیونکہ دوسری ثقہ روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد کی بنیادوں میں اینٹیں لگوائی تھیں اور اس کی دیواریں بھی پکی اینٹوں سے تعمیر ہوئی تھیں۔ البتہ اس کی چھت میں کھجور کے تختے استعمال ہوئے تھے اور اس پر کھجور ہی کی جھاڑیاں رکھی گئی تھیں نیز یہ کہ اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کوئی تبدیلی یا اضافہ نہیں ہوا۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں اس کی دیواریں پکی اینٹوں سے چنوادی تھیں لیکن اس کی چھت میں وہی چیزیں استعمال کروائی تھیں جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ہوئی تھیں یعنی کھجور کے تختے اور ان کے اوپر کھجور ہی کے پتے وغیرہ۔ ویسے ابوداؤد مذکورہ بالا حوالوں کے ذریعہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد میں نہ صرف کافی اضافہ کیا تھا بلکہ اس کی دیواروں میں منقش پتھروں کے علاوہ اس کے فرش میں بھی پتھر کی سلیں لگوائی تھیں۔

مسجد کے موضوع سے کسی قدر ہٹ کر یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے جسے امام احمدؒ نے ابی نضر' حشرج بن نباتہ عبسی[1]، بہز' زید بن حباب' عبدالصمد اور حماد بن سلمہ کے حوالے سے بیان کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں سے آخر الذکر دونوں کو یہ بات سعید بن جمہان اور سفینہ سے معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی اور اس کے بعد ملوکیت میں بدل جائے گی''۔

سفینہ اس حدیث پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضورؐ کی بات سچ تھی کیونکہ آپؐ کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال' عمر رضی اللہ عنہ کی دس سال' عثمان رضی اللہ عنہ کی بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ سال رہی جس کی مجموعی مدت تیس سال ہوتی ہے۔

امام احمد کی روایت کردہ حدیث کے بھی یہی الفاظ ہیں جنہیں ابوداؤد' ترمذی' اور نسائی نے سعید بن جمہان ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حدیث حسن بتایا ہے۔

---

[1] اصل نسخے میں عبسی کی جگہ اشجعی لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مسجد نبویؐ کے فضائل

مدینے میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے وہاں مسجد کی بنیاد پڑنے اور اس کی تعمیر کا ذکر کرنے کے بعد اس کے مستند فضائل پر تفصیلی گفتگو سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد میں محراب ومنبر کی تعمیر کے بعد آپ کے منبر سے خطبہ شروع کرتے ہی جو حیرت خیز واثر انگیز واقعہ پیش آیا اس کا ذکر کر دیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں آپؐ کے خطبات کے لیے ممبر کی تعمیر سے قبل آپؐ اپنے مصلیٰ ہی سے مسجد میں نماز کے لیے جمع شدہ مسلمانوں کی طرف رُخ فرما کر خطبات ارشاد فرمایا کرتے تھے اور ان کے دوران میں سہارے کے لیے مصلیٰ کے قریب ہی ایک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگا لیتے تھے لیکن جب پہلے روز آپؐ نے ممبر سے خطبہ ارشاد فرمانا شروع کیا تو اس ستون سے ایسی آواز آنے لگی جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے جدا ہو کر روتا ہے۔ یہ دیکھ کر اور لوگ تو حیرت زدہ ہو کر رہ گئے لیکن جب آپؐ نے ممبر سے اتر کر اس ستون پر شفقت سے ہاتھ رکھا تو وہ بالکل اسی طرح خاموش ہو گیا جیسے بچہ اپنی ماں کی گود میں آ کر چپ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آپؐ ممبر سے خطبہ ارشاد کرنے سے قبل اور اس کے بعد اس ستون پر شفقت سے ہاتھ ضرور پھیرتے تھے۔

یہ روایت سہل بن سعد ساعدی، جابر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ اس روایت کی تصدیق فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ مدینے کے اہل ایمان کو جو رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت تھی اس کے علاوہ بے جان چیزوں کا بھی آپؐ سے اس درجہ لگاؤ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور یہی آپؐ کے رحمۃ اللعالمین ہونے کا ثبوت ہے۔

قباء میں ظہور اسلام کے بعد پہلی مسجد اور وسط مدینہ میں مسجد نبویؐ کے فضائل سے متعلق تمام تر روایات درج ذیل ہیں:

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن انیس بن ابی یحییٰ نے بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ ان کے والد نے ابوسعید خدری سے سنا کہ بنی خدرہ اور بنی عمرو بن عوف کے دو آدمیوں کے درمیان اس بات پر اختلاف تھا کہ جو مسجد بر بنائے تقویٰ اپنی تعمیر کے لیے مشہور ہے وہ مسجد قبا ہے جو ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلے تعمیر کی گئی یا مسجد نبوی؟ خدری کہتا تھا کہ وہ مسجد قبا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کی۔ آپؐ اس وقت مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے اس مسجد کے متعلق فرمایا: ''وہ یہ مسجد ہے''۔ یعنی مسجد نبوی کو مسجد قباء پر فضیلت ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے مسجد قبا کے بارے میں ''خیر کثیر'' والی مسجد فرمایا۔

ترمذیؒ نے قتیبہ، حاتم بن اسماعیل اور انیس بن ابی یحییٰ اسلمی کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے اسے حدیث حسن بتایا ہے۔

Marfat.com

امام احمدؒ اسحاق بن عیسیٰ لیث بن سعد' ترمذی' نسائی اوران کے علاوہ قتیبہ' لیث' عمران بن ابی انس' عبدالرحمٰن بن ابی سعید اوران کے والد کے حوالے سے اس حدیث کے بارے میں مذکورہ بالا دوآدمیوں کا مسجد قباء اور مسجد نبوی کی بابت باہم اختلاف بیان کرتے ہوئے اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا مندرجہ بالا جواب پیش کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حمید الخراط کی زبانی ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے یہ حدیث اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ابی سلمہ نے جب عبدالرحمٰن بن ابی سعیدؓ سے پوچھا کہ ان کے والد کو یہ حدیث کیونکر معلوم ہوئی تو وہ بولے کہ انہوں نے جب مسجد قباء اور مسجد نبوی کی ترجیحی حیثیت کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے خود دریافت کیا تو آپؐ نے مٹھی بھر کنکر زمین سے اٹھا کر انہیں زور سے زمین پر پٹک کر فرمایا: ''یہ تمہاری مسجد ہے''۔ ظاہر ہے کہ اس سے آپ کی مراد مسجد نبوی تھی۔ مسجد نبوی کی فضیلت کے بارے میں امام احمدؒ نے کئی دوسرے متعدد حوالوں سے دو دوسری روایات میں بھی پیش کیا ہے۔ حضرت عمرؓ ان کے بیٹے عبداللہؓ زید بن ثابت اور سعید بن مسیب نے بھی اپنی اپنی روایات میں آنحضرت ﷺ کی اس رائے کا اظہار کیا ہے اور ابن جریر نے بھی ان کی تائید کی ہے۔ بہرکیف متاخرین اس بات پر متفق ہیں کہ مسجد قباء کے بارے میں جو آیت نازل ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی اس حدیث میں اس لیے تضاد نہیں ہے کہ مسجد قباء کی فضیلت اپنی جگہ درست ہے لیکن جیسا صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) دونوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارہا اپنی اپنی جگہ بلحاظ فضیلت جن تین مساجد یعنی مسجد نبویؐ، مسجد حرام اور مسجد بیت المقدس کا بطورِ خاص زور دے کر ذکر فرمایا وہ اس لیے کہ مسلمان ہمیشہ انہی تین مساجد سے زیادہ سے زیادہ لگاؤ رکھیں گے۔ آنحضرتؐ نے جیسا کہ صحیحین میں بیان کیا گیا ہے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کا ثواب سوائے مسجد حرام کے ہزاروں ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ صحیحین میں یحییٰ القطان کی زبانی حبیب' حفص بن عاصم اور ابوہریرہؓ کے حوالے سے یہ روایت بھی پیش کی گئی ہے کہ آنحضرت نے مسجد نبویؐ کے متعلق یہ بھی ارشاد فرمایا:

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے''۔

مسجد نبوی کے فضائل سے متعلق بے شمار احادیث ہیں جنہیں ہم ان شاء اللہ کتاب ''المناسک من کتاب الاحکام الکبیر'' میں بیان کریں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العزیز الحکیم. (مؤلف)

رسول اللہ ﷺ کے لیے مسجد نبوی کے قریب ایک کمرہ اور آپؐ کے اہل وعیال کے لیے اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے حجرے بنائے گئے تھے۔ حسن ابن حصن بصریؒ کہتے ہیں کہ وہ جب لڑکے تھے تو اپنی والدہ خیرہ کے ساتھ جو ام سلمہ کی کنیز تھیں رہا کرتے تھے ان کے بقول آنحضرت ﷺ کا کمرہ ایسا تھا جس کی چھت وہ اٹھا کر چھو لیا کرتے تھے اور اس کے کمرے کے ساتھ جو کمرے تھے وہ بہت ہی چھوٹے اور شکست وریخت کے قریب معلوم ہوتے تھے۔

جو شکل وشمائل' جسامت اور قدوقامت حسن ابن حسن بصریؒ کی بیان کی گئی ہے وہ خود حسن بصریؒ کی تھی۔ (مؤلف)

سہیلی اپنی کتاب ''الروض'' میں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے لیے جو مکان بنائے گئے تھے وہ اینٹوں کے تھے البتہ ان پر مٹی سے لپائی کی گئی تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض مکان پتھروں سے بنائے گئے تھے اور ان میں پہاڑی

Marfat.com

ہجری بھی استعمال کی گئی تھی اور ان کی چھتیں بھی انیٹوں کی تھیں۔ اس کے بارے میں حسن بصریؒ کی جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کمرہ درخت عرعر کی شاخوں کو باہم پیوست کر کے بنایا گیا تھا۔ انہی کے بقول اور جیسا کہ تاریخ بخاری میں بھی ہے آپؐ کے مکان کا دروازہ پتلی پتلی لکڑیوں سے بنایا گیا تھا اور اس کی درزیں سوکھی گھاس سے بھر دی گئی تھیں نیز یہ کہ اس دروازے میں دو پٹ نہیں تھے۔ آپ کی ازواج مطہرات کی وفات کے بعد ان کے سارے مکان بھی مسجد کے صحن میں شامل کر لیے گئے تھے۔

واقدی اور ابن جریر وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اریقط دئلی مدینے سے مکے جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں زید بن حارثہ اور ابو رافع کو بھی ان کے ساتھ کر دیا تھا تا کہ وہ آپؐ کے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو وہاں سے مدینے لے آئیں آپؐ نے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ضروری زادراہ کے علاوہ پانچ سو درہم بھی دے دیئے تھے تا کہ وہ قدید سے اونٹ خرید لیں۔ چنانچہ وہ آپ کی بیٹیوں حضرت فاطمہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور آپ کی ازواج سودہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپؐ کے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دیگر اہل وعیال کو مکے سے مدینے لے آئے تھے۔ حضرت عائشہؓ عبداللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہم اور ان کی والدہ ام رومان نے تینوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کی والدہ ام رومان نے راستے میں اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ میں پکڑا دی تھی اور کہتی جا رہی تھیں:

''میں مدینے پہنچ کر اپنی بیٹی کو دلہن بنا کر اس کی رخصتی کر دوں گی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد فرماتی ہیں کہ:

''ایک جگہ کسی نے مجھ سے کہا کہ اونٹ کی مہار مجھے دے دو چنانچہ میں نے مہار اسے دے دی۔ اس کے بعد اونٹ رک گیا اور ہم خدا کے فضل وکرم سے اس پر سے آرام سے اتر آئے اور خدا کا شکر ادا کیا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جہاں وہ سواری سے اتری تھیں وہ جگہ مسیخ تھی۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آٹھ ماہ بعد اپنے گھر سے رخصت ہو کر زوجہ رسول ﷺ کی حیثیت سے آپ کے مکان میں چلی گئی تھیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بڑی بہن اسماء گئی تھیں جب کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے شکم میں تھے۔ اس کا ذکر ہم ان شاء اللہ آگے چل کر سال اوّل ہجری کے آخری واقعات کے ساتھ کریں گے۔

Marfat.com

مدینے میں مہاجرین کے ابتدائی مصائب

متعدد مستند روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین مکہ کے مدینے پہنچنے سے قبل وہاں کی مقامی خصوصیات میں شدت کی گرمی، پانی کی کمی اور وبائی امراض کی کثرت تھی۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی جو روایت منقول ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے مدینے پہنچ کر وہاں کی یہ خصوصیات سننے کے بعد جب اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا کہ انہوں نے مدینے کو کیسا پایا تو ان کا جواب یہ تھا کہ جن کے ساتھ وہ مدینے آئے تھے ان کی خاطر سے وہ موت کو ان کے جوتے کی ایڑی کے ایک پرزے سے بھی کمتر سمجھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہی بات حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے کہا کہ مدینے کے وہ عارضی مصائب تو کیا تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر رات سے صبح تک ان کے تمام بال نوچ لیے جائیں اور کھال اتار لی جائے تو وہ اس حالت میں بھی گھبرائیں گے نہیں بلکہ خوشی کا اظہار کریں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت منقول ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہی کے بقول حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا جوابات سے انہیں یہی اندازہ ہوا کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشاری کی وجہ سے یہ جوابات دینے پر مجبور تھے ورنہ مدینے میں عام مہاجرین کو جن مصائب کا سامنا تھا وہ درحقیقت کچھ اور تھے۔

بہرکیف جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مدینے کو مکے کی طرح بلکہ اس سے زیادہ محبوب بنا دیا ہے اور اس کے جملہ نقائص کو ہمارے لیے خوبیوں سے بدل دیا ہے''۔

ایک دوسری روایت میں جو امام احمدؒ نے یونس اور لیث کی زبانی یزید بن ابی حبیب، ابی بکر بن اسحٰق بن یسار، عبداللہ بن عروہ اور خود عروہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما دونوں بیمار ہو گئے تھے اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینے پہنچیں اس وقت تک بیمار تھے۔ چنانچہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر جب ان کی عیادت کے لیے گئیں اور ان دونوں سے یکے بعد دیگرے ان کی ناسازی طبع کا احوال پوچھا تو ان دونوں نے وہی جوابات دیے جن کا مندرجہ بالا پہلی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی ذکر ہو چکا ہے۔

مدینے کے مذکورہ بالا شدائد کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی متعدد مستند روایات میں وہی ملتا ہے جو بطور حدیث نبوی سطور بالا میں درج کیا جا چکا ہے۔

صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جو روایت پیش کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

جب اہل مکہ سے معاہدے کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم عمرہ کی غرض سے مدینے سے مکے پہنچے تو اس زمانے میں مدینے کے موسمی بخار میں کافی عرصے تک مبتلا رہنے کی وجہ سے کافی کمزور ہو گئے تھے۔ چنانچہ انہیں دیکھ کر مشرکین مکہ آپس میں کہنے لگے کہ وہ مدینے کے مصائب اور وہاں کے وبائی امراض سے گھبرا کر نقاہت کے باوجود وہاں سے مکے لوٹ آئے ہیں۔ ان کی ان چہ میگوئیوں کی خبر جب آپ کو ملی تو آپؐ نے اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا کہ وہ خانہ کعبہ کا طواف وغیرہ مستعدی سے کریں تا کہ مشرکین مکہ کا گمان گمانِ باطل ثابت ہو جائے۔

اس روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مدینے میں نماز کے وقت کچھ لوگ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں سے آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نصف ہوتا ہے اور ایسے لوگ جب اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی دعا کرتے ہیں تو اس کا اثر ان کے احساس واظہار ضعف واضمحلال کی وجہ سے کم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی طرف مسلمانوں کو کس عذر کی بناء پر صوم وصلوٰۃ میں جو رعایت دی گئی ہے اس سے متصادم یا متضاد نہیں ہے کیونکہ آپ کا یہ ارشاد تو عام مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور مصائب میں صبر و استقامت کے لیے تھا۔ ویسے نہ صرف اپنے رسول بلکہ عام مہاجرین کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے مدینے کی فضا کو اپنے فضل وکرم سے رفتہ رفتہ خوشگوار بنا دیا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مہاجرین وانصار کو باہمی محبت ومواخاۃ کی تلقین' اس سلسلے میں باقاعدہ تحریر اور یہود مدینہ سے صلح اور امداد باہمی کا معاہدہ

بنوقینقاع' بنونضیر اور بنوقریظہ کے یہودی انصار سے قبل اس وقت حجاز میں آ کر آباد ہو گئے تھے جب بخت نصر نے جیسا کہ طبری نے لکھا ہے بلاد مقدس کو تہ وبالا کر کے وہاں کے یہودیوں کی کثیر تعداد کو تہ تیغ کر دیا تھا جب کہ عذاب الٰہی کی صورت میں سیل ارم سے تباہی کے بعد قبائل اوس وخزرج بھی منتشر ومتفرق ہو کر مدینے آ گئے تھے اور وہاں کے یہودیوں کے حلیف بن گئے تھے حالانکہ دونوں میں اب تعلیمات انبیاء کا اثر باقی تھا نہ حق پرستی رہی تھی۔ البتہ عقائد شرک میں دونوں شریک تھے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر اپنے آبائی وطن سے نکلنا پڑا تھا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں عفان' حماد بن سلمہ اور عاصم الاحول نے انس بن مالک کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے انس بن مالک کے مکان میں انصار ومہاجرین سے باہمی مواخاۃ اسلامی کے لیے حلف لیا تھا۔

امام احمدؒ اس سلسلے میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ انہیں یہی باتیں نصر بن باب نے حجاج بن ارطات کے حوالے سے اور سریج و عباد نے حجاج' عمرو بن شعیب' حکم' قاسم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتائیں۔

امام احمدؒ، بخاری ومسلم اور ابوداؤد نے دوسرے متعدد ذرائع کے علاوہ عاصم بن سلیمان الاحول اور انس بن مالک کے حوالے نیز آخر الذکر ہی کی زبانی بیان کیا ہے کہ قریش وانصار کے مابین مواخاۃ اسلامی کے لیے حلف برداری آنحضرت ﷺ نے انہی کے مکان میں کرائی تھی نیز ایک تحریر بھی ان کی عقل وفہم کے مطابق تحریر کرائی تھی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دو تحریریں الگ الگ لکھوائی تھیں جن میں سے پہلی تحریر انصار و مہاجرین قریش میں باہمی مواخاۃ کے لیے حلف نامے اور یادداشت کی صورت میں اور دوسری مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان بطور معاہدہ تھیں۔ پہلی تحریر یہ تھی:

''یہ تحریر نبی امی محمد (ﷺ) نے مدینے کے مومن ومسلم انصار اور مکے کے مسلم ومومن مہاجرین کے لیے بطور شرائط مواخاۃ اسلامی یادداشت کی صورت میں لکھائی ہے۔

اس کی شرائط یہ ہے:

چونکہ مکے کے مہاجر ہوں یا مدینے کے انصار دونوں اسلام کی رو سے ملت واحد ہیں' اس لیے ان میں خواہ ان کا تعلق قریش مکہ کے کسی قبیلے سے ہو یا مدینے کے انصار میں بنی ساعدہ' بنی جشم' بنی نجار' بنی عمرو بن عوف اور بنی نبیت سے ہو

Marfat.com

اپنے معاشی حالات اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے تنگدست ہونے کی وجہ سے کبھی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے بلکہ بہر حال فہم وفراست کے راستے پر چل کر باہمی امداد اور بھائی بندی پر کمر بستہ رہیں گے' کوئی مومن غیر مومن کا حلیف نہیں ہوگا' مومنین کے مابین بنائے ظلم وتعدی کا ذریعہ بنے گا نہ فتنہ وفساد کا مرتکب ہوگا' کسی غیر مومن کی نصرت و امداد پر مائل نہیں ہوگا خواہ وہ اس غیر مومن کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو' ہر مومن اپنے غریب پڑوسی کی مدد کرے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ذمہ داری ہے' کوئی مومن کافر کے ساتھ ہو کر کسی مسلمان کو قتل کرے گا نہ مومن کے مقابلے میں کافر کی مدد کرے گا' بعض مومن یہودیوں کے غلام ہیں اس لیے مومنوں کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ان غلاموں کو ان کے غیر مومن مالکوں کے ظلم وتعدی سے بچائیں۔ کیونکہ تمام مسلمان ملتِ واحد ہیں اس لیے کوئی مومن فی سبیل اللہ جہاد میں کسی غیر مومن کی مدد نہیں کرے' البتہ بطور عدل وانصاف باہمی صلح صفائی میں شریک ہو سکتا ہے' کوئی مومن قریش کے کسی مشرک کو پناہ دے گا نہ کسی مومن پر اس کو ترجیح دے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ہاتھوں بلا قصد قتل ہو جائے یا قتل کر دیا جائے تو دوسرے مسلمان بہ تقاضائے انصاف اس کے ورثا کو خون بہا یا دیت لینے پر راضی کرنے کی کوشش کریں گے' ہر مسلمان مکمل مسلمان ہے اس لیے اس کے لیے اپنے دین پر قائم رہنا لازم ہے۔ ہر مسلمان اللہ اور رسول اللہ (ﷺ) سے رجوع کر کے ان کے احکام کی پابندی کریں گے۔ ورنہ اس کے برعکس عمل پر خدا اور رسول کے مغضوب ٹھہریں گے اور دنیا و آخرت دونوں جگہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے''۔

مدینے کے یہودیوں سے مسلمان مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جو تحریری معاہدہ کرایا وہ یہ ہے:

''یہود مدینہ اس بات پر متفق ہیں کہ وہ مدینے کے مسلمانوں سے کبھی محاربات نہیں کریں گے' بنی عوف کے یہودی بنی عوف کے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں گے۔ مسلمان اپنے دین پر اور یہودی اپنے عقائد پر قائم رہیں گے' ان کے مذاہب الگ الگ سہی لیکن وہ ایک دوسرے کے دینی ومذہبی امور میں مداخلت نہیں کریں گے' اگر وہ ایک دوسرے کو قتل کریں گے تو ان سے از روئے عدل وانصاف مواخذہ ہوگا' بنی نجار' بنی حارث' بنی ساعدہ' بنی جشم' بنی اوس' بنی ثعلبہ اور بنی جفنہ وبنی شطنہ کے یہودیوں اور مدینے کے مسلم انصار اور مہاجرین کے درمیان اس معاہدے کی شرائط وہی ہوں گی جو بنی عوف کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان اس معاہدے کی رو سے طے پائی ہیں۔ یہود مدینہ کے علاقے ان کی تحویل میں رہیں گے' وہاں سے کسی یہودی کے نکل کر کہیں اور اقامت کے لیے محمد (ﷺ) کی اجازت لازم ہوگی' یہودیوں کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر ہوگی اس لیے مسلمان جس سے جنگ کریں گے ان کا ساتھ دینے اور ان کے مخالف سے جنگ کی ذمہ داری یہودیوں پر ہوگی' اس معاہدے کی رو سے مدینے کے کسی شخص پر غیر ضروری دباؤ نہیں ہوگا' یہودی اور مسلمان جو اس معاہدے میں شریک ہیں وہ اسی طرح مل جل کر رہیں گے جیسے ایک ہی گھر کے لوگ رہتے ہیں' اگر ان میں کوئی باہمی نزاع یا اختلاف ہوگا تو وہ محمد (ﷺ) سے مصالحت یا فیصلے کے لیے رجوع کریں گے۔ باہم

Marfat.com

صلح صفائی کرائیں گے' کسی پر اس وقت تک دباؤ نہیں ڈالیں گے نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھائیں گے جب تک وہ ظلم کا مرتکب نہ ہوگا' اس معاہدے کے تحت عدل وانصاف کی رو سے سب برابر ہوں گے' اللہ صرف انصاف کرنے والوں اور پرہیزگاروں کا محافظ ہوتا ہے۔ مدینے میں ہر شخص کو امن وعافیت سے رہنے کی اجازت ہوگی جب تک وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو اس معاہدے سے متجاوز اور قابل تادیب ومواخذہ ہو''۔

اس معاہدے کے بارے میں ابن اسحٰق کی روایت قریباً یہی ہے۔ ابوعبید القاسم بن سلام نے ''کتاب الغریب'' میں اس معاہدے پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں مواخاۃ کے لیے حکم خداوندی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

① ﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ ..... الخ ﴾

② ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ..... الخ ﴾

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے صلت بن محمد اور ابواسامہ نے ادریس، طلحہ بن مصرف، سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے قول باری تعالیٰ ﴿ وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ﴾ اور ﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ کے بارے میں ورثہ کا یہ قول بیان کیا کہ ان آیات قرآنی میں جو اشارات ہیں وہ ان جملہ مہاجرین کے بارے میں ہیں جنہوں نے مکے سے مدینے کو اللہ کے حکم پر ہجرت کی اور ان انصار مدینہ کے بارے میں جنہوں نے ان مہاجرین کو خلوص قلب سے خوش آمدید کہا اور ان کے لیے اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو گئے اور انہوں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے ارشادات پر ایمان رکھتے تھے بلکہ بعد میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقتاً حقیقی بھائیوں کی طرح بھائی بھائی بنا دیا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان نے عاصم سے سن کر انس کا یہ قول بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں مہاجرین و انصار کو مواخاۃ اسلامی کی تلقین فرمائی تھی اور انہی کے گھر میں دونوں سے اخوۃ اسلامی پر قائم رہنے کا حلف لیا تھا اور ان میں سے دو دو افراد کو بھائی بھائی بنایا تھا۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں مہاجرین و انصار میں فرداً فرداً اخوت اسلامی کی بنیاد رکھی تھی اور انہیں خود اپنی زبان مبارک سے بھائی بھائی بنایا تھا۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں جو حدیث ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے مہاجرین و انصار کو جمع کر کے ان سے فرمایا: تاخوا فی اللہ اخوین. یعنی اللہ کے نام پر دو دو آدمی ایک دوسرے کے بھائی بنو۔

پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ھذا اخی (یہ میرا بھائی ہے) چنانچہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سید المرسلین، امام المتقین اور رسول رب العالمین تھے اور جن کا کوئی دوسرا عدیل و مثیل نہیں ہے (اس اجتماع میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو رسمی طور پر اپنا بھائی بنایا۔ اس طرح حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو خدا اور رسول خدا کے شیر تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اپنا بھائی بنایا۔ حضرت حمزہ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو جنگِ احد میں اپنا وصی بنایا تھا۔ اس کے بعد جعفر بن ابی طالب ذوالجناحین اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا گیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ جعفر اس وقت تک حبشہ میں تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جعفر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کے بعد یکے بعد دیگرے ابوبکر اور خارجہ بن

Marfat.com

زید خزرجی' پھر عمر بن خطاب اور عتبان بن مالک' ابوعبیدہ اور سعد بن معاذ' عبدالرحمٰن بن عوف اور پھر سعد بن ربیع' زبیر بن عوام اور سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہم بھائی بنے۔ ویسے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زبیر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھائی بنے تھے۔ بہرکیف اس کے بعد عثمان بن عفان اور اوس بن ثابت بن منذر نجاری' طلحہ (بن عبیداللہ) اور کعب بن مالک' سعید بن زید اور ابی بن کعب مصعب بن عمیر اور ابوایوب' ابوحذیفہ بن عتبہ اور عباد بن بشر' عمار اور حذیفہ بن یمان عبسی جو عبدالاشہل رضی اللہ عنہم کے حلیف تھے بھائی بنے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حذیفہ بن یمان عبسی رضی اللہ عنہما کی بجائے ثابت ابن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھائی بھائی بنے تھے۔ بہرحال مندرجہ بالا برادرسازی کی دوطرفہ اسناد موجود ہیں۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جس طرح یکے بعد دیگرے مذکورہ بالا لوگ بھائی بھائی بنے اس کے بعد ابوذر بریر بن جنادہ اور منذر بن عمرو المتعق لیموت' حاطب بن ابی بلتعہ اور عویم بن ساعدہ' سلمان اور ابودرداء اور سب سے آخر میں بلال رضی اللہ عنہ اور ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی بھائی بھائی بنے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جہاں تک انہیں علم اور جہاں تک اس کے بارے میں انہوں نے دوسروں سے سنا بھائی بندی کی یہ فہرست وہ ہے جو مدینے میں ایک ہی روز بھائی بھائی اور جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسمی طور پر باقاعدہ بھائی بھائی بنایا۔

بہرکیف ہمارے نزدیک اس فہرست میں ماسوا اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھائی بندی کی خبر کی صحت سے علمائے کرام اور دوسرے باخبر لوگ انکار کی ممانعت کرتے اور اس کے بارے میں کسی شک وشبہ تک کو غلط ٹھہراتے ہیں بعض دوسری اطلاعات محل نظر ہیں کیونکہ اس بات سے قطع نظر کہ اس فہرست میں کچھ لوگ قدیم عادات کے زیر اثر باہم انشقاق و ارتفاق میں مبتلا ہو سکتے تھے اور ان کی بھائی بندی بہ نفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسلامی اخوت اور مصلحت کا تقاضا تھا نیز کچھ مہاجرین مثلاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی بندی اسلامی مساوات کے عملی اظہار کے لیے تقاضائے وقت تھا لیکن دوسرے ان مہاجرین کے درمیان جو خونی رشتہ داری کے علاوہ اسلام لاتے ہی ایک دوسرے کی محبت میں غرق ہو گئے تھے ازسرنو بھائی بندی کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی بندی کی روایت سے اس لیے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے باوجود کہ علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے حقیقی عم زاد تھے اور اپنے چچا ابوطالب کی زندگی ہی میں آپؐ نے ان کی پرورش' نگہداشت اور تربیت شروع کر دی تھی لیکن ان کے ساتھ سب کے سامنے اخوت کی رسمی تجدید دوسروں کے لیے نظیر قائم کرنا تھی اور تقاضائے وقت بھی یہی تھا اس کے علاوہ جیسا کہ ہم نے ابھی عرض کیا یہ فہرست کچھ دوسری بدیہی باتوں کی وجہ سے بھی محل نظر ہے مثلاً جعفر اور معاذ بن جبل کی بھائی بندی جس کی طرف عبدالملک بن ہشام نے اشارہ کیا اور بتایا ہے کہ جعفر تو اس وقت تک حبشہ سے واپس نہیں آئے تھے بلکہ ساتویں سال ہجری کے اوائل میں فتح خیبر کے وقت پہلی بار مدینے پہنچے تھے۔ اس کے علاوہ ابن اسحٰق کی پیش کردہ روایت کی رو سے جو انہوں نے عبدالصمد' حماد اور ثابت کی زبانی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کی اور جس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی عبیدہ بن جراح اور ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنایا تھا' محل نظر قرار پاتی ہے۔ واضح رہے کہ امام احمدؒ کی اس روایت کی مسلم نے حجاج بن شاعر اور عبدالصمد بن

Marfat.com

عبدالوارث کے حوالے سے خاص طور پر تائید کی ہے اور مسلم کی یہ روایت بہر طور اس سلسلے میں ابن اسحٰق کی روایت سے جس میں ابو عبیدہ اور سعد بن معاذ کی مواخاۃ کا ذکر کیا گیا ہے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

امام بخاریؒ آنحضرت ﷺ کے ذریعہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں مواخاۃ کا ذکر کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن عوف اور ابوجحیفہ کے اقوال پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی بندی کا اسلامی رشتہ قائم کیا تھا اور اسی طرح سلمان فارسی اور ابی درداء کے درمیان مواخاۃ کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس طرح بخاریؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ انہیں محمد بن یوسف اور سفیان کی زبانی حمید اور انس کے حوالے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جب عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ربیع انصاری کو مواخاۃ اسلامی کے تحت بھائی بھائی بنایا تو سعد بن ربیع انصاری نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے زر و مال اور اہل و عیال میں سے نصف حصے کی پیش کش کی تو عبدالرحمٰنؓ نے ان سے کہا:

''تمہارے اہل و عیال اور تمہارا زر و مال اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کرے' مجھے تو بازار میں کسی کاروبار سے لگا دو''۔

پھر بھی سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے انہیں کچھ گھی کچھ پنیر اور کچھ نقدی اصرار کر کے دے دی تھی تا کہ وہ اس سے کاروبار شروع کر سکیں۔ کچھ دن بعد آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو غالباً بیماری کی وجہ سے ان کا رنگ کسی قدر زرد ہو رہا تھا۔ اس لیے آپؐ نے ان سے پوچھا: ''عبدالرحمٰن یہ تمہارا کیا حال ہے؟''۔ وہ بولے: ''یارسول اللہ (ﷺ) میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے''۔ یہ سن کر آپؐ نے ان سے پوچھا: ''اس سے تمہیں کیا ملا؟''۔ وہ بولے: ''اس کے پاس سونا بہت ہے''۔ آپؐ نے فرمایا: ''اگر بکریاں ہوتیں تو اس سے بہتر تھا''۔

آنحضرت ﷺ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان اس گفتگو کی روایت کو اکثر راویوں نے بطور خاص پیش کیا ہے کیونکہ اس سے آپؐ کے بحیثیت انسان ذوق مذاح کا پتہ چلتا ہے۔[1] (مؤلف)

اس روایت کو ابن اسحٰق نے حسبِ موقع آخر میں مختلف ذرائع اور حمید کے حوالے سے پیش کیا ہے امام احمدؒ اس روایت حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں کہ ان سے یکے بعد دیگرے عثمان' حماد اور ثابت و حمید نیز انس کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ جب

---

[1] اس جگہ نا چیز کو دو مشہور احادیث یاد آئیں۔ ایک تو یہ کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی غریب آدمی نے آپؐ سے عرض کیا ''حضور میرا اونٹ کہیں کھو گیا ہے اور کئی دن سے نہیں ملا''۔

آپؐ نے فرمایا: ''اسے اونٹ کا ایک بچہ دے دیا جائے''۔ اس پر وہ بولا ''میں اونٹ کا بچہ کیا کروں گا' مجھے تو بار برداری کے لیے اونٹ چاہیے''۔

اہل مجلس آدمی سے یہ سن کر آپؐ نے تو تبسم فرمایا اور حاضرین مجلس نے اس سے کہا ''بے وقوف اونٹ کا بچہ بھی تو اونٹ ہوتا ہے''۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ ایک روز آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بوڑھا شخص جنت میں نہیں جائے گا''۔ یہ سن کر ایک بوڑھا آدمی رونے لگا تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے اس سے کہا ''میرے بھائی! کیا تم نے آپ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ جنت میں داخلے سے قبل بوڑھے جوان بنا دیے جائیں گے۔ یہ سن کر وہ خوش ہو گیا''۔ (مترجم)

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینے پہنچے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تو سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا:

''بھائی! میرے پاس دوسرے اہل مدینہ کے مقابلے میں زیادہ مال ودولت ہے اور میری دو بیویاں ہیں لہٰذا یوں کرو کہ میرے مال میں سے تم اپنی حسب پسند جتنا مال چاہے لے لو۔ اس کے علاوہ میری دو بیویوں میں سے جو تمہیں پسند ہوگی میں اسے طلاق دے کر اس کا نکاح تم سے کرادوں گا''۔

عبدالرحمٰن ان کی یہ بھائی بندی کی انتہا اور فراخدلی دیکھ کر بولے:

''بھائی! تمہارا مال اور تمہاری بیویاں اللہ تعالیٰ تمہیں مبارک کرے' مجھے تم بازار میں کوئی کام دلا دو''۔

چنانچہ سعد ابن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ انہیں کچھ گھی' کچھ پنیر وغیرہ دے کر تجارت میں لگا دیا جس میں انہیں کافی فائدہ ہوا چنانچہ ایک روز جب وہ شان دار لباس پہنے کہیں جا رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ان کا حال پوچھا۔

وہ بولے: ''میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے؟''۔

آپؐ نے پوچھا: ''تم نے اسے بھی کچھ دیا؟''۔

وہ بولے: ''کچھ سونا دیا ہے؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''کچھ بکریاں بھی دے دیتے تو اچھا ہوتا''۔

عبدالرحمٰنؓ بولے: ''چاندی سونے کے علاوہ میں نے اس کے لیے ایک عمدہ مکان بھی بنا دیا ہے''۔

بخاریؒ اس حدیث کی تعلیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالے سے یہ عجیب وغریب حدیث ہے لیکن اس کی صحت کے بارے میں انس کی روایت کے علاوہ کوئی دوسری سند نہیں ہے''۔

خدا جانے بخاریؒ نے اس حدیث کی تعلیق کے لیے کیا ذرائع اختیار کیے ہیں اور ان سے جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ کہاں تک درست ہیں۔ (مؤلف)

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یزید وحمید نے انس کے حوالے سے بتایا کہ ایک روز آخر الذکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اہل مدینہ (انصار) کے علاوہ کوئی قوم ایسی نہیں دیکھی جو ہماری امانت میں کسی سے کم نہیں اور ہم پر خرچ کرنے میں سب سے آگے ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا:

''مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکوں کا سارا اجر یہی سمیٹ لیں گے''۔

ان سے یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''نہیں (ایسا نہیں ہے) کیا تم نے ان پر احسان نہیں کیا اور کیا تم نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوتِ اسلام نہیں دی؟''۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مطلب ان الفاظ سے یقیناً یہ تھا کہ کسی قوم کی اصلاح اور اسے ہدایت کر کے نیکی کے راستے پر ڈال دینا سب سے بڑی نیکی ہے۔

یہ حدیث اگرچہ صاحبان صحاح ستہ میں سے کسی نے خود استخراج نہیں کی لیکن تین اسناد ثقہ کی بناء پر صحیح ترین حدیثوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خود بخاریؒ نے اسے صحیح بخاری کی کتاب وکالت میں اس کا اندراج کیا ہے۔ (مؤلف)

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہیں حکم بن نافع، شعیب اور ابوالزناد نے اعرج اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ انصار مدینہ نے ان سے یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ کھجوروں کی ساری پیداوار مہاجرین میں جو ان کے بھائی ہیں اور ان میں برابر برابر تقسیم کر دیں۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بولے کہ ''یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے'' یعنی یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اس پر انصار نے کہا کہ آیا وہ یعنی مہاجرین نہیں چاہتے کہ انصار ان کی مدد کر کے اس کا ثمر (اجر) اللہ تعالیٰ سے پائیں اور اس کے لیے تمہارے بھی شکر گزار ہوں کہ تم نے ہماری پیش کش قبول کر کے ہمیں اس کا موقع دیا۔

ایک بار آنحضرت (ﷺ) نے مہاجرین کے بارے میں انصار سے فرمایا:

''یہ تمہارے بھائی اپنے اموال واولاد چھوڑ کر آئے ہیں''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر بہت سے انصار یک زبان ہو کر بولے:

''حضور ہمارا مال ان کے لیے حاضر ہے''۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

''یہ لوگ کوئی کام کرنا نہیں جانتے اس لیے تم (فی الحال) ان کی کفالت کرو اور ان میں کھجوریں تقسیم کر دو''۔

چنانچہ وہ لوگ اس پر بخوشی راضی ہو گئے۔

ہم نے انصار کے فضائل ومحاسن کے بارے میں جتنی احادیث ہیں ان سب کا ذکر کیا ہے اور اس سے قبل ان کے حسن اخلاق اور سیرت وکردار کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ بھی پیش کر چکے ہیں جو یہ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾

Marfat.com

ابی امامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار کی وفات

ابی امامہ ان بارہ آدمیوں سے ایک اور پہلے شخص تھے جنہوں نے اپنی قوم بنی نجار کے سامنے مکے کے قریب عقبہ میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ سے اپنی بیعت کا اعلان کیا تھا اور اس وجہ سے اپنی قوم کے نقیب تسلیم کر لیے گئے تھے۔ انہوں نے تینوں عقبات میں رسول اللہ ﷺ سے لوگوں کی بیعت کے مناظر دیکھے لیکن عقبہ ثانیہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر کے مسلمان ہونے والے وہ پہلے جوان شخص تھے اور وہی پہلے آدمی تھے جنہوں نے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' مدینے میں لوگوں کو جمع کر کے وہاں رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا اعلان کیا تھا۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابی امامہ اسعد بن زرارہ کی وفات اس مہینے میں ہوئی تھی جب مدینے میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تھی اور یہ کہ ان کی موت گلے کی بیماری سے ہوئی تھی۔

ابن جریر اپنی تاریخی کتاب میں کہتے ہیں کہ انہیں محمد بن عبدالاعلیٰ اور یزید بن زریع نے معمر' ہری اور انس کے حوالے سے بتایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ شوکہ میں ابی امامہ سے ملے تھے جہاں کے لوگ بہت سچے اور نیک تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے یحییٰ بن عبداللہ ابن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی امامہ کی موت پر فرمایا:

''ابی امامہ کی موت (اس وقت) بری ہوئی' کیونکہ یہودی اور دوسرے اہل عرب جو میرے مخالف ہیں کہہ رہے ہیں کہ اگر میں نبی ہوتا تو میرا ساتھی کیوں مرتا' حالانکہ اپنی یا اپنے کسی ساتھی کی موت کو روک دینا جیسی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے قبضہ قدرت میں نہیں ہے''۔

آپ کا یہ ارشاد واقعی تقاضائے وقت تھا کیونکہ ہجرت کے فوراً بعد ابی امامہ کی اچانک موت آپ کے لیے صدمے کا باعث تھا اور وہی پہلے شخص تھے جن کی وفات آپ کے مدینے میں تشریف آوری کے تھوڑے ہی دن بعد ہوئی۔ ویسے ابوالحسن بن اثیر کا خیال یہ ہے اور یہی انہوں نے ''غابہ'' میں لکھا کہ ابی امامہ کا انتقال ماہ شوال میں ہوا جب کہ رسول اللہ ﷺ کو مدینے میں تشریف لائے ہوئے ساتواں مہینہ تھا۔ واللہ اعلم

محمد بن اسحٰق عاصم بن عمر بن قتادہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ابی امامہ اسعد بن زرارہ کی وفات کے بعد بنی نجار نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اب ان کا نقیب کسے ہونا چاہیے یا آپ ان کی جگہ کسے اس حیثیت سے مقرر فرمانا چاہتے ہیں؟

Marfat.com

آپؐ نے جواب دیا:

''آپ لوگ رشتے میں میرے ماموں ہیں اور اب میں آپ لوگوں میں آ گیا ہوں تو آپ کا نقیب بھی اب میں ہی ہوں''۔

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمات سن کر وہ لوگ سوچ میں پڑ گئے کیونکہ آپ کو اپنا نقیب بنانا وہ خلافِ ادب سمجھتے تھے۔ تاہم آپ کا یہ جواب اس مصلحت پر مبنی تھا کہ آپ ان میں سے کسی کو کسی دوسرے پر ترجیح دینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ بہرحال بنی نجار کے فضائل میں اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ آپؐ ان کے نقیب ہوں۔

ابن اثیر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ابی نعیم اور ابن مندہ دونوں کے اس بیان کی صریحاً تردید ہوتی ہے کہ ابی امامہ اسعد بن زرارہ اور بنی ساعدہ کے نقیب تھے اور ابی امامہ اسعد بن زرارہ واقعی بنی نجار ہی کے نقیب تھے اور ابن اثیر کا مندرجہ بالا قول بالکل صحیح ہے۔

ابو جعفر بن جریر اپنی تاریخ میں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینے پہنچنے کے بعد مسلمانوں میں وفات پانے والے پہلے شخص ابی امامہ ہی تھے۔ ابن جریر اس ضمن میں یہ بھی کہتے ہیں کہ جب آپؐ مدینے تشریف لائے تو اس کے بعد اپنی وفات تک ابی امامہ کے صاحب مکان کلثوم بن ہدم نے ایک کے سوا کوئی دوسرا کپڑا نہیں پہنا اور یہ کہ کلثوم بن ہدم کی وفات کے بعد یعنی اسی سال اچانک ابی امامہ بھی وفات پا گئے جب کہ مسجد نبوی کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی جس میں ابی امامہ دن رات مشغول رہتے تھے۔

کلثوم بن ہدم بن امرئ القیس بن حارث بن زید بن عبید بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری ادسی جن کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا بہت ہی بوڑھے آدمی تھے اور رسول اللہ ﷺ کے مدینے میں تشریف آوری سے قبل ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ جب آپؐ نے مکے سے مدینے کو ہجرت کرنے کے بعد سے قباء میں قیام فرمایا تو وہ اس رات وہاں پہنچ گئے تھے اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے مکان میں رات سے صبح تک گفتگو میں مشغول رہے تھے جس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے بنی نجار میں منتقل ہو گئے تھے۔ ابن اثیر بیان کرتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینے میں پہنچنے کے بعد مسلمانوں میں وفات پانے والے یہی بزرگ تھے' اسعد بن زرارہ نے ان کے بعد وفات پائی۔ اس سلسلے میں طبری کا یہی بیان ہے''۔

Marfat.com

سال ہجری کے پہلے سال ماہ شوال میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت

ہجرت کے بعد مہاجرین کے ہاں اسلام میں پہلا جو بچہ پیدا ہوا وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے جیسے پہلے بچے انصار میں بعد ہجرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہجرت کے بیسویں مہینے میں پیدا ہوئے۔ یہ قول ابوالاسود کا ہے اور واقدی نے بھی محمد بن یحییٰ بن سہل بن ابی حثمہ اور آخر الذکر کے والد اور دادا کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے۔ ان لوگوں کے خیال میں نعمان بن بشیر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے چھ ماہ قبل یعنی بعد ہجرت چودھویں مہینے کے اوائل میں پیدا ہوئے لیکن صحیح وہی ہے جو ہم پہلے عنوان بالا میں بتا چکے ہیں یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سن ہجری کے آغاز میں ماہ شوال میں پیدا ہوئے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے زکریا بن یحییٰ اور ابواسامہ نے ہشام بن عروہ ان کے حوالے سے بیان کیا کہ جب اسماء مکے سے ہجرت کر کے مدینے کی طرف روانہ ہوئیں تو اس وقت حاملہ تھیں اور جب وہ قبا پہنچیں تو ان کے بطن سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اور وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں اور آپ انہیں (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو) اپنے حجرے میں لے گئے اور کھجور طلب فرمائی، پھر آپ نے اس کھجور کو اپنے دہن مبارک میں اچھی طرح چبا کر اس کا شیرہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو چٹایا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس نومولود کے پیٹ میں گئی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دہن تھا۔ اس کے بعد آپ نے اس نومولود کو اس کھجور کا باقی شیرہ گھٹی کی طرح پلا دیا اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اس کے والدین کو مبارک باد دی۔ یہ اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا لڑکا تھا۔

یہی بات بعد میں خالد بن مخلد نے علی بن مسہر، ہشام، ہشام کے والد اور اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کی اور خود اسماء کی زبانی بتایا کہ جب وہ مکے سے ہجرت کر کے مدینے پہنچیں تو حمل سے تھیں۔

قتیبہ نے ابی اسامہ، ہشام بن عروہ، ان کے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا اور بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اسلام میں پیدا ہونے والے پہلے بچے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جب انہیں رسول اللہ (ﷺ) کے پاس لایا گیا تو آپ نے انہیں گود میں لے کر کھجور طلب فرمائی، اسے چبایا اور پھر اس کا شیرہ اس بچے کے منہ میں ٹپکایا۔ اس لحاظ سے جو چیز سب سے پہلے اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ آپ کا لعاب دہن تھا"۔

Marfat.com

یہ حدیث واقدی وغیرہ کے لیے ان کے مذکورہ بالا بیانات کے خلاف مدلل ثبوت ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کے ساتھ جب وہ مدینے سے مکے واپس جانے لگے تھے زید بن حارثہ اور ابا رافع کو بھی بھیج دیا تھا تاکہ وہ وہاں سے آپؐ کے اور ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو مدینے لے آئیں۔ چنانچہ جب وہ ان لوگوں کو لے کر مدینے واپس آئے تو اس وقت اسماء (بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا) حاملہ تھیں اور ان کا وضع حمل قریب تھا۔ چنانچہ مدینے پہنچنے کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کے بطن سے بچہ پیدا ہوا تو مسلمانوں نے خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کیا کیونکہ انہیں خبر ملی تھی کہ یہودیوں نے ان کے اوپر جادو کر دیا ہے جس کی وجہ سے بعد ہجرت ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا اور اس بچے کی ولادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا''۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

امام احمدؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تزویج ورخصتی کے بارے میں وکیع' سفیان' اسماعیل بن اُمیہ' عبداللہ بن عروہ' ان کے والد اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے شادی شوال کے مہینے میں کی یعنی میری رخصتی اسی ماہ میں ہوئی' میرے ساتھ شادی سے زیادہ آپ کس عورت کے ساتھ اپنی شادی سے محفوظ ہوئے ہوں گے؟''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی اور شوال کے مہینے میں اپنی رخصتی سے خوشی ہوئی ہوگی اور انہوں نے اسے اپنے لیے بابرکت سمجھا ہوگا۔

مسلم' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے بھی سفیان ثوری کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے اور ترمذیؒ نے اس روایت کو روایت حسن اور صحیح بتایا ہے لیکن ہم نے اس روایت کو بجز اس کے کہ یہ سفیان ثوری سے منقول ہے اس حد تک صحیح بلکہ قرین قیاس نہیں سمجھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی سے صرف سات یا آٹھ ماہ قبل ہوگئی ہوگی۔

البتہ اس سلسلے میں ابن جریر کے دو قول بھی پیش کیے گئے ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی سے قبل ہجرت کے بعد سخ میں دن کے وقت ہوئی تھی۔ یہ بیان ہر چند ان باتوں کے برعکس ہے جو آج کل بیان کی جاتی ہیں اور یہ کہا جاتا ہے کہ عیدین کے درمیان شادی کسی کو راس نہیں آتی کیونکہ اس سے زوجین میں تفرقہ پڑ جاتا ہے لیکن یہ صرف توہمات پر مبنی ہے کیونکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق جو سطور بالا میں درج کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شادی ماہِ شوال ہی میں ہوئی تھی اور رخصتی بھی اسی ماہ میں ہوئی تھی بلکہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا' انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آپ ان کے ساتھ شادی سے زیادہ کس دوسری عورت کے ساتھ اپنی شادی سے محظوظ ہوئے ہوں گے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سب سے زیادہ انہی سے محبت کرتے تھے اور ان کا یہ بیان واضح دلائل سے ثابت ہے۔

اس روایت کی صحت میں اس سے بہتر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ صحیح بخاری میں اس روایت کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث درج کی گئی ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (ایک روز)

Marfat.com

ت کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) آپ کو عورتوں میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟''۔

نے فرمایا:

''عائشہ رضی اللہ عنہا''۔

بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے آنحضرت (ﷺ) سے پوچھا:

''اور مردوں میں یارسول اللہ (ﷺ)''۔

نے فرمایا:

''ان کے باپ''۔

Marfat.com

نماز حضر کی رکعتوں میں اضافہ

ابن جریرؒ کہتے ہیں کہ سن ہجری کے سال اوّل ہی میں نماز حضر میں اضافہ کیا گیا' اس سے قبل نماز حضر اور سفر دونوں میں دو دو رکعتیں پڑھی جاتی تھیں۔ نماز حضر میں یہ اضافہ رسول اللہ (ﷺ) کی ہجرت کے بعد مدینے میں ماہ ربیع الآخر میں اس وقت ہوا جب اس مہینے کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

واقدی کے نزدیک ابن جریر کی اس روایت کے بارے میں آج بھی اہل حجاز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس روایت سے قبل بخاریؒ نے معمرؒ کے ذریعہ زہریؒ، عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے اس سلسلے میں جو روایت پیش کی ہے اس میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''جو نماز اوّل اوّل فرض کی گئی تھی اس میں دو رکعات تھیں' میں اگرچہ سفر میں دو رکعات ہی پڑھتی تھی' لیکن ان کے بعد حضر کی حالت میں اس میں اضافہ کر لیتی تھی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی زبانی یہ روایت شعبیؒ کے ذریعہ مسروق کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔

بیہقی حسن بصریؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب نماز فرض کی گئی تو قیام کی حالت میں یعنی جب نمازی سفر میں نہیں ہوتا تھا تو چار رکعات نماز پڑھنا فرض تھا۔ واللہ اعلم

ہم نے سورۂ نساء کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آیت قرآنی:

﴿ واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم ..... الخ ﴾

کے موقع پر اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

اذان اور اس کی مشروطیت

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ کو مدینے میں اطمینان حاصل ہوا' آپؐ کے مہاجر بھائی بھی وہیں آ کر آپؐ کے پاس جمع ہو گئے اور امور انصار کے ساتھ امور اسلام کو بھی استحکام حاصل ہوا تو اس کے بعد باقاعدہ نماز بھی قائم ہوئی اور روزوں کے ساتھ زکوٰۃ فرض کی گئی۔ اس کے علاوہ حدودِ شرعی کا قیام' حلال و حرام میں باقاعدہ امتیاز عمل میں آیا اور اہل اسلام کھلم کھلا اسلامی فرائض ادا کرنے لگے۔ تاہم مسلمان اس وقت تک اوقات نماز کی پابندی تو کرتے تھے اور نماز کے لیے وقت پر مسجد میں جمع بھی ہو جاتے تھے لیکن اس کے لیے باقاعدہ اعلان کی کوئی صورت نہ تھی۔ چنانچہ اس صورت حال پر رسول اللہ ﷺ نے غور فرمایا اور پہلے یہ سوچا کہ ہر نماز کے لیے یہودیوں کی طرح بگل بجا کر اس کا اعلان کیا جائے لیکن آپ کو عبادات اسلامی کے لیے یہودیوں کی پیروی پسند نہ آئی۔ اس کے بعد آپؐ نے مسلمانوں کو نماز کے لیے مسجد میں بلانے کے واسطے ناقوس کے بارے میں سوچا لیکن یہ صورت بھی آپ کو مکروہ معلوم ہوئی۔ پھر اس کے بارے میں جب مسلمانوں سے مشورہ طلب کیا گیا تو عبداللہ بن زید بن ثعلبہ بن عبدربہ نے جو حارث بن خزرج کے بھائی اور اپنے قبیلے کے منادی تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ میں نے کل رات خواب میں اپنے آپ کو حالتِ طوافِ کعبہ میں پایا اور دیکھا کہ ایک شخص سبز کپڑے پہنے ہوئے اور ہاتھ میں ناقوس لیے میرے قریب سے گزر کر جا رہا ہے''۔ یہ دیکھ کر میں نے اس شخص سے کہا: ''یہ ناقوس مجھے قیمتاً دے دو''۔ اس نے پوچھا ''تم اس کا کیا کرو گے؟''۔ میں نے کہا: ''ہم اس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے''۔ میرا یہ جواب سن کر وہ بولا: ''اگر میں نماز کے لیے لوگوں کو بلانے کا اس سے بہتر ذریعہ تمہیں بتاؤں تو؟'' میں نے پوچھا: ''وہ کیا؟'' اس نے جواب دیا: ''ہر نماز کے وقت مسجد سے بہ آواز بلند یہ اعلان کیا کرو:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ.

عبداللہ بن زید بن ثعلبہ کا یہ خواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ خواب سچا ہے اور ان شاء اللہ سچا ثابت ہو گا''۔ پھر آپؐ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں حکم دیا کہ وہ اس طرح ہر نماز کے وقت بلند آواز سے لوگوں کو نماز کے لیے مسجد میں بلایا کریں۔ اس کے بعد جب بلال رضی اللہ عنہ نے اس طرح اذان دینا شروع کی اور حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے جو اس وقت اپنے گھر میں تھے بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سنی تو وہ اپنی چادر اوڑھے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''یا نبی اللہ (ﷺ) آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات بالکل ٹھیک بتائی گئی ہے''۔

Marfat.com

پھر جب انہوں نے آپؐ سے عبداللہ بن زید بن ثعلبہ کے خواب کا حال سنا تو بولے:

''میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات سن کر فرمایا: ''فللّٰہ الحمد''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں اس حدیث کے بارے میں محمد بن ابراہیم بن حارث نے محمد بن عبداللہ بن زید ثعلبہ ابن عبدربہ اوران کے والد کے حوالے سے بتایا۔

یہی حدیث ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے بھی محمد ابن اسحاق ہی کے حوالے سے روایت کی ہے۔ البتہ ترمذی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی تصحیح بھی کی ہے۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ انہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اذان کے بعد جب نمازی نماز کے لیے صف بستہ کھڑے ہو جائیں تو بطور اعلان اقامت صلوٰۃ یہ کہا جائے:

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ' حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ' قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''

ابن ماجہ نے یہ حدیث ابی عبید محمد بن عبید بن میمون' محمد بن سلمہ حرانی اور ابن اسحٰق کے حوالے سے پیش کی ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

زہریؒ بیان کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ نے صبح کی اذان میں دوبارہ ''اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کا اضافہ کر دیا تھا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ پہلے ہی روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے اذانِ فجر میں ان الفاظ کا اضافہ سنا تو انہوں نے مسجد میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہوں نے اسی رات کو خواب میں تھوڑی ہی دیر پہلے ایک غیبی آواز سنی تھی جس میں اذان فجر میں انہی کلمات کا اضافہ تھا۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں اذان فجر میں ان کلمات کے اضافے کی تجویز آپ ہی کی خدمت میں پیش کرنے والا تھا لیکن بلال رضی اللہ عنہ کسی سے کہے سنے بغیر مجھ پر بھی سبقت لے گئے۔''

اذان اور اس کی مشروطیت کے بارے میں ہم نے یہ بیانات اس فصل میں کتاب ''الاحکام الکبیر'' سے اخذ کر کے درج کیے اور وہ سب کے سب بڑی مستند روایات پر مبنی ہیں' تاہم سہیلی نے بزار کے ذریعہ محمد عثمان بن مخلد اور ابی کی زبانی زیاد بن منذر محمد بن علی بن حسین' ان کے والد حضرت علیؓ کے حوالے سے جو حدیث اسراء پیش کی ہے اس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک فرشتے نے پردے کے پیچھے سے شب معراج میں آنحضرتؐ کے سامنے آ کر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اذان سنائی تھی اس میں رات دن کی اذانوں کے علاوہ اذان فجر میں یہ کلمات یعنی ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' بھی شامل تھے۔ سہیلی اس حدیث کو صحیح بتاتے ہیں لیکن ہمارے نزدیک یہ حدیث منکر ہے جسے کئی دیگر روایات میں حدیث اسراء کی روایت میں زیاد بن منذر ابوالجارود کی طرف سے جس کے نام سے فرقہ جارودیہ منسوب ہے اضافہ بتایا گیا ہے اور خود فرقہ جارودیہ کو ثنویہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اگر شب اسراء میں

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو جملہ اذانوں اور نمازِ فجر کی اذان کے لیے مندرجہ بالا کلمات بتائے گئے ہوتے تو آپؐ مدینے میں ہجرت کے فوراً بعد یقیناً ان کلمات کے ساتھ اذان کا حکم دیتے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

ابن ہشام کہتے ہیں اور ابن جریج بھی بیان کرتے ہیں کہ انہیں عطا نے عبید بن عمیر سے سن کر بتایا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے نماز کے لیے لوگوں کو مسجد میں بلانے کے سلسلے میں ناقوس کا مشورہ دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناقوس کے لیے بانس کی نلکی جیسا کوئی سامان تلاش کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اذان کے بارے میں وحی آ گئی جس سے قبل عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کو اذان کے بارے میں اپنا خواب سنا چکے تھے اور جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے اپنا خواب بیان کرنے کے بعد آپؐ سے یہ بھی عرض کیا کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے میں ان پر سبقت لے گئے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن زید کا اس سلسلے میں اپنا خواب بیان کرنے کی روایت صحیح ہے جس کی تصدیق وحی کے ذریعہ بعد میں ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کا خواب سچا خواب تھا۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو بنی نجار کی ایک عورت نے جس کا گھر مسجد نبوی کے قریب تھا بتایا کہ اس نے بلال رضی اللہ عنہ کو ہر صبح فجر کی نماز کے لیے اذان دیتے سنا تھا اور ان کا یہ عمل باقاعدہ ان کی وفات تک جاری رہا۔

یہ روایت ابوداؤد نے بھی بطور خاص پیش کی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قائد لشکر بنانا:

ابن جریر بیان کرتے ہیں اور واقدی کا خیال بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجری سال اوّل کے ماہِ رمضان المبارک یعنی ہجرت کے ساتویں مہینے کے اوائل میں تیس آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ لشکر کی کمان اور سفید پرچم دے کر مدینے کے قریب سے گزرنے والے قریش مکہ کے قافلوں پر نظر رکھنے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ اس دستہ لشکر کا آمنا سامنا ابوجہل سے مجدی بن عمرو میں ہوا تھا۔ ابوجہل کے ہمراہ تین سو افراد تھے لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوجہل کے درمیان اس وقت جدال وقتال کی نوبت نہیں آئی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اس دستہ لشکر کے پرچم دار ابومرثد الغنوی رضی اللہ عنہ تھے۔

Marfat.com

عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو لشکر کی کمان ملنا

ابن جریر کہتے ہیں اور اس سے پہلی فصل میں بیان کردہ روایت کی طرح اس روایت میں بھی واقدی ابن جریر سے متفق ہیں کہ سال اوّل ہجری کے ماہِ شوال کے آغاز میں آنحضرت ﷺ نے عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب کو ستر افراد پر مشتمل ایک دستہ لشکر کا سردار بنا کر رابغ کے قریبی علاقے میں بھیجا تھا اور انہیں بھی سفید پرچم دیا تھا۔ اس دستہ لشکر کے پرچم بردار مسطح بن اثاثہ تھے۔ اس دستہ لشکر میں کوئی انصاری نہیں تھا۔

اس دستہ لشکر کو جب دوسری بار علاقہ جحفہ کے درمیانی حصے تک بھیجا گیا تھا۔ اس دستہ لشکر کا آمنا سامنا احیاء کے مقام پر جس قریش مکہ کے قافلے سے ہوا تھا لیکن اس وقت ان میں دور سے تیراندازی کے علاوہ باقاعدہ مقابلہ نہیں ہوا تھا حالانکہ واقدی کے بقول قریش مکہ کی تعداد دو سو تھی اور ان کی نگرانی ابوسفیان صخر بن حرب کر رہا تھا۔ واقدی کا یہ قول مثبت ہے لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ قریش مکہ کے اس قافلے کا سالار مکرز بن حفص تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ ہجری سالِ اوّل کے ماہ ذیقعدہ میں آنحضرت ﷺ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ لشکر کا سردار بنا کر خرار کی طرف روانہ فرمایا تھا اور انہیں بھی سفید پرچم دیا تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پرچم بردار مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابوبکر بن اسماعیل نے اپنے والد اور عامر بن سعید نیز آخر الذکر کے والد کے حوالے سے ذکر کیا جنہوں نے بتایا کہ جب وہ خرار کے ارادے سے مدینے سے نکلے تو ان کا دستہ کل بیس یا اکیس افراد پر مشتمل تھا اور وہ راستے میں دن کے وقت آرام کرتے اور رات کے وقت سفر کرتے تھے اور ان کا دستہ پانچویں روز صبح کے وقت خرار جا پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ یہ لوگ خرار سے آگے نہ جائیں، کیونکہ اس سے قبل سعد عیر تک جو خرار سے ایک دن کے سفر کے فاصلے پر آگے تھا ستر افراد کا ایک دستہ لے کر پہلے ہی جا چکے تھے اور وہ راستہ بھی صرف مہاجرین پر مشتمل تھا۔

ابوجعفر بن جریر کہتے ہیں اور ابن اسحاق بھی ان کی تائید کرتے ہیں کہ ہجری سال اوّل میں مدینے کے دور و نزدیک علاقوں سے گزرنے والے قریش مکہ کے قافلوں پر نظر رکھنے کے لیے تاکہ وہ کسی برے ارادے سے مدینے کی طرف نہ بڑھ سکیں اسلامی لشکر کے یہی تین دستے روانہ کیے تھے جن کا ذکر واقدی نے اپنی تاریخ اسلامی میں ہجری سال دوم کے واقعات بیان کرتے ہوئے کیا ہے۔

سال اوّل ہجری کے مبارک دوران میں عالم اسلام کی نسبت سے پہلے پیدا ہونے والے بچے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور بخاریؒ نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی والدہ اسماء رضی اللہ عنہا اور ان کی خالہ ام المومنین حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔ البتہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے چھ ماہ قبل نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو چکے تھے اور وہ ان دونوں بچوں کا سال ولادت دوسرا سال ہجری بتاتے ہیں یعنی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے چودہ ماہ بعد اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہجرت کے بیسویں مہینے بتاتے ہیں لیکن ان لوگوں کی طرف سے سال ہجری کا آغاز غلط اعداد و شمار پر مبنی ہے کیونکہ جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے مکے سے مہاجرین کے اختتام ہجرت کے فوراً بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی اس لیے بہر صورت انہی کی ولادت اسلام میں پہلی ولادت قرار پاتی ہے جو ہجری سال اوّل کے دوران ہی میں ہوئی۔ ہم اس کا تفصیلی ذکر ہجری سال دوم کے واقعات کے ضمن میں ان شاء اللہ عنقریب چل کر کریں گے۔

ابن جریر کہتے ہیں اور یہی اکثر کہا گیا ہے کہ مختار بن ابی عبید اور زیاد بن سمیہ بھی ہجری سال اوّل کے دوران ہی میں پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم

یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ ہجری سال اوّل کے دوران ہی میں کلثوم بن ہدم نے وفات پائی جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقام قباء پر آپ کے بنی نجار کی طرف روانہ ہونے سے قبل حاضر ہوئے تھے اور اسی سال ابوامامہ اسعد بن زرارہ نے اس وقت وفات پائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کی بنیاد رکھ چکے تھے لیکن اس کی تعمیر ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہجری سال اوّل ہی میں ابواصیحہ نے اپنی املاک پر طائف میں اور ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل سہمی نے مکہ میں انتقال کیا تھا۔

ابن جریر کے اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا انتقال اسلام لانے سے قبل ہو چکا تھا۔ ❍ (مؤلف)

"اصلیین" میں ان لوگوں کے انتقال کا ذکر ہجری سال دوم کے واقعات کے ساتھ کیا گیا ہے جو غلط ہے کیونکہ تاریخی تحقیق کے مطابق اس سلسلے میں ابن جریر کا بیان درست ہے جو انہوں نے اپنی کتاب تاریخ میں کیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

سن ہجری سال دوم کے واقعات

(سن ہجری سال دوم میں کثرت سے غزوات پیش آئے' کچھ لشکری دستے اور ترتیب دیئے گئے۔ غزوات میں سب سے بڑی جنگ غزوۂ بدر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حق و باطل اور نیکی و بدی میں فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔ یہ انہی غزوات اور اسی سلسلے کی دوسری باتوں کے بیانات ہیں جو اس سال کے دوران میں پیش آئیں جنہیں ہم ذیل میں مختلف مستند حوالوں سے پیش کر رہے ہیں۔)

کتاب المغازی:

امام محمد بن اسحٰق بن یسار اپنی کتاب ''السیرۃ'' میں یہودیوں کے ممتاز عالم لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی پر جیسے اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ ان یہودیوں میں پیش پیش حی بن اخطب اس کے دونوں بھائی یاسر اور جدی' سلام بن مشکم' کنانہ بن ربیع بن حقیق' سلام بن حقیق یعنی اہل حجاز کا تاجر جو ابو رافع الاعور کے نام سے مشہور تھا جسے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خیبر میں قتل کر دیا تھا' تھے اور ربیع بن ربیع بن حقیق' عمرو بن جحاش اور کعب بن اشرف بھی انہی میں شامل تھے۔ کعب بن اشرف کا تعلق طے سے تھا اور اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی اسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ابو رافع سے پہلے ہی قتل کر دیا تھا جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ ان کے علاوہ ایک شخص بنی قبہان کا تھا اور باقی ان کے حلیف حجاج بن عمرو اور کردم تھے۔ ان کا تعلق بنو نضیر سے تھا۔ مذکورہ بالا یہودیوں کے حلیفوں میں بنی ثعلبہ بن فطیون کا ایک شخص عبداللہ بن صوریا بھی تھا جو حجاز میں توریت کا علم حاصل کرنے کے بعد پھر کبھی وہاں نہیں گیا تھا۔ ویسے مجھے دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا ہے اس شخص کا اصل نام اسلم تھا' اس کے ساتھ ایک اور کٹر یہودی ابن صلویا مخریق بھی تھا جو اپنی قوم کے عالموں میں سے تھا۔ یہ دونوں جنگِ خیبر کے روز مسلمان ہو گئے تھے جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ (مؤلف)

ان لوگوں کے علاوہ بنی قینقاع کے لوگوں میں سے زید بن لصیت' سعد بن حنیف محمود بن شیخان[1]' عزیز بن ابی عزیر عبداللہ بن حنیف' سوید بن حارث' رفاعہ بن قیس' فحاص' اشیع' نعمان بن اضا' بحری بن عمرو' شاش بن عدی' شاش بن قیس' زید بن حارث نعمان بن عمیر[2]' سکین بن ابی سکین' عدی بن زید' نعمان بن ابی عوفی ابو انس' محمود بن دحیہ' مالک بن صیف[3]' کعب بن را

---

[1] ''اصلین'' میں یہی نام لکھا ہے لیکن ابن ہشام نے ان کا نام محمود بن سبحان بتایا ہے۔ (مؤلف)

[2] حلبیہ نسخہ میں یہی نام لکھا ہے اور ابن ہشام و سہیلی نے بھی یہی نام بتایا ہے لیکن مصری نسخے میں انہیں عزیز بن ابی عزیز لکھا گیا ہے۔ (مؤلف)

[3] مصری نسخے میں یہی ہے مگر حلبی نسخے میں یہ نام عمر لکھا ہے اور ابن ہشام نے عمرو بتایا ہے۔ (مؤلف)

[4] ابن ہشام کے نزدیک یہ شخص صیف کی بجائے ضیف پکارا جاتا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

عائذ' رافع بن ابی رافع' خالد' ازار بن ازار عوبن ہشام' کے بقول آزر بن آزر بھی کہلاتا تھا' ان لوگوں کے ساتھ رافع بن حارثہ' رافع بن حریملہ' رافع بن خارجہ' مالک ابن عوف' رفاعہ بن زید بن تابوت اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی انہی میں شامل تھے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے اور پہلے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ پہلے ابن اسحٰق خود بیان کر چکے ہیں کہ وہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کا پہلا نام حصین تھا لیکن جب وہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہوئے تو آپؐ نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا تھا۔ (مؤلف)

اس کے بعد ابن اسحٰق نے مذکورہ بالا لوگوں کے علاوہ جو نام بتائے ہیں وہ یہ ہیں:

بنی قریظہ کے زبیر بن باطا ابن وہب' عزال بن شموال اور کعب اسد جن کا بنی قریظہ سے معاہدہ تھا لیکن سال احزاب میں یہ معاہدہ ٹوٹ گیا تھا۔ انہی لوگوں میں شمویل بن زید' جبل بن عمرو بن سکینہ نحام بن زید' کردم بن کعب' وہب بن زید' نافع بن ابی نافع' عدی بن زید' حارث بن عوف' کردم بن زید' اسامہ بن حبیب' رافع بن زمیلہ' جبل بن ابی قشیر' وہب بن یہوذا بنی زریق میں سے لبید بن عاصم جس نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا تھا' بنی حارثہ کے یہود میں سے کنانہ بن صوریا' یہود بن عمرو بن عوف میں سے قردم بن عمرو' اور بنی نجار کے یہودیوں میں سے سلسلہ بن برہام۔

ابن اسحٰق کے مطابق یہ لوگ یہودیوں کے بڑے عالموں میں شمار ہوتے تھے لیکن بہت ہی شرارت پسند اور آنحضرت ﷺ کے علاوہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بھی عناد و کفر کی وجہ سے سب سے زیادہ دشمن تھے اور انہی لوگوں نے اسلام کا چراغ گل کرنے کی دل میں ٹھان رکھی تھی نیز یہی وہ لوگ تھے جو شرارتاً رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کے لیے آپؐ سے الٹے سیدھے سوال کیا کرتے تھے۔ البتہ ان میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ شامل نہیں تھے جن کے متعلق پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ابن اسحٰق بتاتے ہیں کہ ان کے ساتھ ان کی چچی خالدہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں مگر ان کے ایک اور ساتھی مخریق جن کا نام مذکورہ بالا لوگوں میں شامل کیا گیا ہے۔ غزوہ خیبر کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے کیونکہ یہی وہ شخص تھے جنہوں نے غزوۂ خیبر کے روز مسلمان ہو کر اپنی قوم سے کہا تھا:

''اے قوم یہود! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد (ﷺ) حق پر ہیں اور ان کی امداد تم پر فرض ہے''۔

مخریق کو یہودیوں نے اس کا یہ جواب دیا تھا:

''آج تو سنیچر کا دن ہے''۔

یہ سن کر مخریق نے کہا تھا:

''اب تمہارا یوم سبت یعنی سنیچر کا دن تمہارا نہیں رہا''۔

اس کے بعد وہ مسلح ہو کر اپنی قوم سے یوں مخاطب ہوئے تھے:

''اگر میں محمد (ﷺ) کی طرف سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو تم ان کی خدمت میں حاضر ہو جانا' پھر تم خود ہی دیکھ لو گے کہ وہ اللہ کے سچے نبی ہیں''۔

Marfat.com

مخریق یہودیوں میں کافی صاحب ثروت تھے۔ اپنی قوم سے اس گفتگو کے بعد رہ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تھے اور آپؐ کے دوش بدوش اپنی قوم کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے انہی کے بارے میں فرمایا تھا:

''مخریق یہود کے سب سے اچھے شخص تھے''۔

ابن اسحٰق بنی اوس و بنی خزرج کے منافقین اور یہودیوں کے متذکرہ نام بتانے کے بعد کہتے ہیں کہ بنی اوس و بنی خزرج کے جن لوگوں کے نام انہوں نے بتائے ہیں ان کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے لیکن ان دونوں قبیلوں کے جن افراد کے ناموں پر مؤرخین متفق الرائے ہیں ان میں سے بنی اوس کے افراد زوی بن حارث اور جلاس بن سوید بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں اور انہی کے بارے میں یہ آیت قرآنی نازل ہوئی تھی۔

﴿ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ﴾

ان میں سے آخر الذکر وہ شخص تھا جس نے غزوۂ تبوک میں شرکت سے انکار بلکہ اس کی شدید مخالفت کرتے ہوئے آپؐ کے متعلق کہا تھا:

''(نعوذ باللہ) اگر یہ شخص سچا ہو تو مجھے شریر ترین گھوڑے سے بھی زیادہ شریر سمجھ لینا''۔

جب عمیر بن سعید کو آپؐ کے پاس بھیجا گیا تھا تو اس وقت جلاس نے اسے روک دیا تھا۔ اسی وجہ سے مندرجہ بالا آیت قرآنی میں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ یہی دونوں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ زوی بن حارث بعد میں سچا مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے اپنے پچھلے افعال قبیحہ سے واقعی توبہ کر لی تھی نیز یہ کہ بعد میں یہی اسلام کے لیے باعث خیر و برکت ثابت ہوا اور اس وجہ سے شہرت حاصل کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے بھائی حارث بن سوید نے غزوۂ احد میں مجذر بن زیاد بلوی اور قیس ابن زید کو جس کا تعلق بنی ضبیعہ سے تھا قتل کیا تھا جس کے بعد وہ مسلمانوں سے جدا ہو کر قریش سے جا ملا تھا۔ چنانچہ اس کی منافقت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجذر نے اس کے باپ سوید بن صامت کو زمانہ جاہلیت کی کسی لڑائی میں قتل کر دیا تھا جس کا بدلہ اس نے مجذر سے غزوۂ احد میں لیا لیکن ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے باپ سوید کو جذر نے نہیں بلکہ معاذ بن عفراء نے قتل کیا تھا اور وہ بھی لڑائی میں نہیں بلکہ کہیں اور اسے تیر مار کر قتل کر دیا تھا۔ ابن ہشام کو اس سے بھی اختلاف ہے کہ قیس بن زید کو حارث نے قتل کیا تھا جب کہ ابن اسحٰق نے اس کے ہاتھوں مذکورہ بالا دو آدمیوں میں سے کسی ایک کے قتل کا ذکر نہیں کیا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اگر انہیں موقع ملے تو وہ جلاس جیسے منافق کو ضرور قتل کر دیں لیکن اس کے بھائی حارث نے اسے قبیلے میں واپس بلایا تا کہ وہ سچے دل سے توبہ کر کے آپؐ سے اپنی پچھلی حرکات کی معافی مانگ لے۔ تاہم جیسا کہ ابن اسحٰق ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کہتے ہیں اسی زمانے میں آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

﴿ كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ..... الخ ﴾

اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس آیت قرآنی کے مصداق جلاس کے علاوہ بجاد بن عثمان بن عامر اور نبتل بن حارث بھی تھے بلکہ آخر الذکر کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے صاف فرما دیا کہ:

''اگر کوئی شیطان کو دیکھنا چاہتا ہے تو اسے دیکھ لے''۔

یہ شخص سر کے بہت زیادہ گھنے بالوں سرخ آنکھوں اور سیاہی مائل سرخ گالوں والا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جو چپکے چپکے آپ کی باتیں سن کر دوسرے منافقین کو سنایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے اس کی اجازت ملی ہوئی ہے کہ وہ آپ کو ستائے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا:

﴿ وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ایسے یہ لوگ تھے جن میں پیش پیش ابو حبیبہ بن ازعر جس نے کچھ دوسروں کے ساتھ مل کر مسجد ضرار بنائی تھی، ثعلبہ بن حاطب اور معتب بن قشیر تھے۔ ان میں دوسرا اور تیسرا وہ شخص تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اس نے ان پر اپنا فضل فرمایا تو وہ اس کے نبی کی تصدیق بھی کریں گے اور صدقہ بھی دیں گے لیکن بعد میں اپنے اس عہد سے پھر گئے تھے اور انہی کے بارے میں مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تھی اور معتب وہی آدمی تھا جس نے غزوۂ اُحد کے بارے میں کہا تھا کہ اگر وہ چاہیں گے یعنی اگر وہ مجبور نہ ہوئے تو اس موقع پر ہرگز جنگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اس کے متعلق بھی ایک آیت اتری تھی اور معتب ہی وہ شخص تھا جس نے احزاب کے روز کہا تھا کہ:

''آیا محمد (ﷺ) ہمیں قیصر و قصریٰ کے خزانے دینے کا اور انہیں صرف کرنے کا وعدہ کر سکتے ہیں؟''۔

اور یہ بھی اس نے کہا تھا:

''اگر وہ (یعنی رسول اللہ ﷺ) ہمیں پانی میں ڈبونے کی حد تک چلے جائیں تو بھی ہم ایمان نہیں لائیں گے''۔

مندرجہ ذیل آیت اس بارے میں نازل ہوئی تھی:

﴿ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ ..... الخ ﴾

ابن اسحاق کہتے ہیں اور ابن ہشام بھی یہی کہتے ہیں کہ حارث بن حاطب، معتب بن قشیر اور ثعلبہ و حارث جو دونوں حاطب کے بیٹے اور بنی امیہ بن زید میں سے تھے اہل بدر میں سے تھے اور منافق نہیں تھے جیسا کہ انہیں باوثوق ذرائع اور اہل علم سے معلوم ہوا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سہل بن حنیف کے بھائی حنیف اور بخرج ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی اور ان سے عمرو بن حزام، عبداللہ بن نبتل، جاریہ بن عامر بن عطاف اور اس کے دو بیٹوں یزید اور مجمع نے لے لی تھی۔ مجمع ایک نوجوان تھا جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے قرآن کا بڑا حصہ جمع کر لیا تھا اور انہی آیات کے ساتھ مسجد ضرار میں نماز پڑھا کرتا تھا جب غزوۂ تبوک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسجد ضرار مسمار کی گئی جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے، تو حضرت

Marfat.com

عمر رضی اللہ عنہ نے اہل قباء سے دریافت کیا تھا کہ آیا مجمع ان کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا تو خود مجمع نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ میں منافقین کا امام کیسے ہوسکتا تھا اور اس نے حلف بھی اٹھا کر کہا کہ اسے منافقین کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ اس کے بعد اہل قباء یہ سمجھ کر کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور معاف کر دیا ہے اس کے ساتھ نماز پڑھنے لگے تھے۔

اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ودیعہ بن ثابت بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی۔ یہ وہی شخص تھا جس نے کہا تھا:

''ہم سوچ سمجھ کر کھیلتے ہیں''۔

چنانچہ وہ اپنے اسی قول کی بنیاد پر ان میں شامل ہوا تھا۔

ابن اسحٰق پھر کہتے ہیں کہ جس شخص نے مسجد ضرار کو اپنے گھر سے علیحدہ کیا تھا وہ خذام بن خالد تھا۔ ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی معلومات سے استفادہ کرتے ہوئے قبیلہ اوس کے بنی بیت یعنی زید کے دو بیٹوں بشر اور رافع کی منافقت کا ذکر کیا ہے۔

اس کے علاوہ ابن اسحٰق مربع بن قیظی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ شخص اندھا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان احد کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے اس کی ملکیت کی زمین سے گزرنے لگے تھے تو اس نے ایک مٹھی اٹھا کر آپ پر پھینکتے ہوئے کہا تھا:

''یہ مٹی کسی اور کا کچھ نہ بگاڑ سکے لیکن تم اگر نبی بھی ہو تو تم پر تیر کا کام کرے گی''۔

اس کے بعد اسے اس کی قوم والوں ہی نے قتل کر دیا تھا' اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا تھا:

''اسے صرف نابینا نہ کہو کیونکہ وہ نگاہ و قلب دونوں کی بصارت سے محروم ہے''۔ (حدیث)

اسے سعد ابن زید اشہلی نے اپنی کمان مار کر اس کا سر زخمی کر دیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مربع بن قیظی کے بھائی اوس بن قیظی نے غزوۂ احد میں عدم شرکت کا یہ بہانہ بنایا تھا کہ اس کے جانے سے اس کا گھر بے محافظ کے رہ جائے گا اور اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴾

ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ انہی لوگوں میں حاطب بن امیہ بن رافع بھی تھا۔ وہ ایک فربہ اندام شیخ تھا جو زمانہ جاہلیت ہی سے بہت مغرور تھا لیکن اس کا بیٹا یزید بن حاطب مسلمان ہو گیا تھا۔ حاطب کے اس بیٹے نے غزوۂ احد میں شرکت کی اور سخت زخمی ہونے کی حالت میں اسے اٹھا کر بنی ظفر کے مکان کی طرف لے جایا گیا۔ اس وقت وہاں بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں جمع ہو کر جب وہ وفات پانے والا تھا کہنے لگے کہ وہ یقیناً جنت میں جائے گا بلکہ خود اس سے بھی یہی کہنے لگے۔ اس کے باپ کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا گیا لیکن یزید بن حاطب کی خوبیوں اور نیکیوں کا ہر شخص اس وقت بھی مداح تھا اور اس کی وفات کے بعد بھی مداح رہا۔

اس کے بعد ابن اسحٰق' بشیر بن ابیرن ابوطعمہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ ان بدباطن پوشیدہ منافقین میں سے تھا جن

Marfat.com

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ..... الخ ﴾

بنی ظفر کے حلیف قزمان کے بارے میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اگرچہ اس نے سات کافروں کو غزوۂ احد میں قتل کیا تھا لیکن زخموں کی تاب نہ لا کر خود بھی خودکشی کر لی تھی اور آخر وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ وہ اسلام کے لیے نہیں بلکہ صرف قومی غیرت وحمیت کی وجہ سے لڑا تھا۔

قبیلہ بنی عبدالاشہل کے بارے میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جہاں تک ان کے علم میں ہے اس قبیلے کا کوئی شخص ضحاک بن ثابت کے علاوہ جو منافقت میں اتہام کا حامل اور یہودیوں کی دوستی اور ان کی طرف داری کی وجہ سے بدنام تھا' عورت ہو یا مرد منافق نہیں تھا۔ تاہم ان سب کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔

ابن اسحٰق کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبیلہ خزرج کے لوگوں میں رافع بن ودیعہ' زید بن عمرو' عمرو بن قیس' قیس بن عمرو ابن سہل اور جد بن قیس کا بھی منافقین میں نام آتا تھا۔ البتہ عبداللہ بن ابی سلول ان سب کا سرغنہ تھا۔ ویسے اس کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا لیکن وہ قبیلہ اوس کا بھی سردار تھا۔ اس پر زمانہ جاہلیت میں سب کو اتفاق تھا۔ البتہ اسلام لانے کے بعد دوسرے لوگوں کو بصیرت حاصل ہو گئی تھی اور وہ اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ وہ عبداللہ بن ابی ہی تھا جس نے کہا تھا کہ غزوۂ بدر میں شرکت کے لیے جو مدینے سے نکلے گا وہ وہاں کے رذیلوں میں سے ہوگا۔

اس کے علاوہ ایسے لوگوں میں بنی عوف کا ایک شخص ودیعہ اور مالک بن ابی قوقل' سوید اور داعس' بھی شامل تھے جن کا تعلق بنی رہطہ سے تھا اور انہی کے متعلق درج ذیل قرآنی آیت نازل ہوئی تھی کیونکہ وہ پوشیدہ طور پر بنی نضیر سے ملے ہوئے تھے۔

﴿ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ﴾

گزشتہ صفحات میں جن منافقین کا ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ' جیسا کہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں وہ یہودی عالم بھی جو مسلمان ہو گئے تھے اور بظاہر بڑے نیک بنے ہوئے تھے لیکن اصل میں وہ بھی کافر ہی تھے اور انہی کی طرح شرارت پر آمادہ رہتے تھے۔ انہی لوگوں میں سعد بن حنیف اور زید بن لصیت ہی تھا جس نے اس وقت جب رسول اللہ ﷺ کا اونٹ کھو گیا تھا کہا تھا محمد (ﷺ) کو اپنے اونٹ کا تو پتہ نہیں کہ کہاں گیا لیکن وہ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ انہیں آسمان سے خبریں ملتی ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا تھا:

''مجھے جو اللہ تعالیٰ بتا دیتا ہے اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتا''۔

اس کے بعد آپؐ نے اپنے اونٹ کے بارے میں فرمایا تھا کہ اسے کچھ لوگوں نے فلاں جگہ پوشیدہ طور پر ایک درخت سے باندھ رکھا ہے۔ اس کے بعد جب چند مسلمانوں کو وہاں بھیجا گیا تو آپ کا ارشاد سچ نکلا۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں میں نعمان بن اوفی' عثمان بن اوفی اور رافع بن حریملہ بھی تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب رافع بن حریملہ مرا تو آنحضرت ﷺ نے جہاں تک انہیں معلوم ہے یہ فرمایا تھا:

Marfat.com

''آج بہت بڑے منافقین میں سے ایک بڑا منافق مرگیا ہے''۔(حدیث)

منافقین بلکہ کفار میں ایک شخص رفاعہ بن زید تابوت تھا۔جس روز وہ مرا اس روز آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک سے فارغ ہوکر مدینے کی طرف واپس آرہے تھے اور آپؐ نے فرمایا تھا:

''بڑے کفار میں سے ایک بڑے کافر کو موت نے دبوچ لیا ہے''۔(حدیث)

پھر جب آپؐ مدینے میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ جس روز آپؐ نے یہ فرمایا تھا اسی روز رفاعہ بن زید ریاحی مرض کی شدت سے مرگیا تھا۔

اس کے علاوہ ابن اسحٰق سلسلہ بن برہام اور کنانہ بن صوریا کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ دونوں اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے منافقین مسجد میں جمع ہو جایا کرتے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سے خطاب فرماتے تھے تو وہ کبھی اپنے ساتھیوں سے بلند آواز میں گفتگو کرکے اور کبھی سرگوشی کرکے اس میں خلل اندازی کرتے تھے۔اس لیے ایک روز آپؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ انہیں مسجد سے باہر نکال دیا جائے۔چنانچہ ان میں سے کسی کو تھپڑ مار کر' کسی کو گولا لاٹھی بنا کر' کسی کو اس کی داڑھی پکڑ کر اور کسی کو اس کے لانبے بال پکڑ کر یا دھکے دے کر مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا۔

کس مسلمان نے کس منافق کو کس طرح مسجد سے باہر نکالا تھا اس کا ذکر ابن اسحٰق نے فرداً فرداً اور نام بنام خاصی تفصیل سے کیا ہے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقر اور سورۂ توبہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی بیان کیا ہے۔

Marfat.com

غزوہ ابواء یا غزوۂ ودان

امام بخاریؒ کتاب المغازی میں فرماتے ہیں کہ بعد ہجرت پہلے جو غزوہ (جنگ) پیش آیا وہ غزوۂ ابواء تھا جس کی کمان حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یا عبیدہ بن حارث کو دی گئی تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ پہلے غزوات جن میں رسول اللہ ﷺ نے شرکت فرمائی وہ بالترتیب غزوہ ابواء، غزوہ بواط اور غزوۂ عشیرہ تھے۔

ابن اسحٰق اس کے بعد زید بن ارقم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بعد ہجرت غزوات کی کل تعداد انیس تھی جن میں سے سترہ غزوات میں خود رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور راوی نے ان کا مشاہدہ کیا۔ ان میں پہلا غزوہ غزوہ عسیرہ یا عشیرہ تھا۔

ہم ان شاء اللہ احادیث نبوی کے حوالے اور انہی اسناد کے ذریعہ آگے چل کر غزوۂ عشیرہ پر تفصیلی گفتگو حسب موقع کریں گے اور وہی سب سے زیادہ ثقہ ہوگی۔

صحیح بخاریؒ میں بریدہ کے حوالے سے جو روایت اس سلسلے میں پیش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ بریدہ کے بقول آنحضرت ﷺ نے سترہ غزوات میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی جن میں وہ خود بھی شریک تھا۔ مسلمؒ نے بریدہ ہی کے حوالے سے یہ روایت پیش کرتے ہوئے بریدہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے سترہ غزوات میں شرکت فرمائی جن میں سے آٹھ غزوات ایسے تھے جن میں آپؐ نے دست بدست جنگ میں عملاً حصہ لیا۔ یہی روایت انہی الفاظ میں حسین بن واقدؒ نے بریدہ اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کی ہے۔

حسین بن واقد نے بریدہ اور ان کے والد کے حوالے سے جو روایت بیان کی ہے ان میں ان آٹھ غزوات کے نام بھی بتائے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے دست بدست جنگ کی جو یہ ہیں:

''بدر، اُحد، احزاب، مریسیع، قدیر، خیبر، مکہ اور حنین''۔

ان کے علاوہ چودہ غزوات بریدہ اور ان کے والد نے وہ بتائے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے عساکر یا عسکری رسالوں اور دستوں کی کمان کسی دوسرے کے سپرد فرما کر انہیں ان غزوات کے لیے روانہ کیا۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن عثمان دمشقی تنوخی اور ہیثم بن حمید نے مکحول کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اٹھارہ غزوات میں شرکت فرمائی جن میں سے بالترتیب آٹھ غزوات یعنی بدر، اُحد، احزاب، مریسیع، قریظہ، بیر معونہ

Marfat.com

خزاعہ کے بنی مصطلق سے جنگ' خیبر' مکہ اور حنین وطائف میں آپؐ نے بہ نفس نفیس تیغ زنی فرما کر عملاً حصہ لیا۔ ❶

یعقوب کہتے ہیں کہ انہیں سلمہ بن شبیب اور عبدالرزاق نے بتایا اور آخرالذکر سے معمر نے زہری کے حوالے سے بیان کیا اور زہری نے سعید بن مسیب سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے آٹھ غزوات میں تیغ زنی فرما کر عملی حصہ لیا۔ زہری کے بقول جب سعید بن مسیبؒ نے جب دوبارہ ان غزوات کا ذکر کیا تو ان کی تعداد چودہ بتائی۔

میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ سعید بن مسیبؒ نے جب دوبارہ ان غزوات کی تعداد بتائی تو وہ واقعی ان کی بتائی ہوئی تعداد کے برعکس (اور اتنی زیادہ) تھی۔ (مؤلف)

بہرکیف طبرانی نے بھی آنحضرت ﷺ کے غزوات کی تعداد دبری' عبدالرزاق' معمر اور زہری کے حوالے سے چودہ ہی بتائی ہے۔

عبدالرحمٰن بن حمید اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ انہیں سعید بن سلام' زکریا ابن اسحٰق اور ابوزبیر نے جابر کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد گیارہ تھی لیکن حاکم نے ہشام کے ذریعہ اور قتادہ کے حوالے سے ان کی تعداد تیرہ بتائی ہے۔

اس کے بعد حاکم کہتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے غالباً اس تعداد میں ان غزوات میں سے بھی کچھ شامل کر لیے ہوں جنہیں ''سرایا'' کہتے ہیں اور جن میں آنحضرت ﷺ نے عملی حصہ نہیں لیا بلکہ کسی دوسرے کو عساکر کا سربراہ بنا کر بھیجا۔ حاکم آگے چل کر کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب ''الاکلیل'' میں آنحضرت ﷺ کے بھیجے ہوئے عساکر کی جو تعداد علی الترتیب بتائی ہے وہ سو سے اوپر ہے۔ حاکم اس کے بعد کہتے ہیں کہ انہیں ان کے ثقہ دوستوں نے بتایا اور انہوں نے بخاری اور ابی عبداللہ محمد بن نصر کی کتاب میں بھی پڑھا کہ غزوات کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے کفار سے مقابلے کے لیے جو لشکر روانہ فرمائے ان کی تعداد ستر سے زیادہ تھی۔ یہ آخری بات جو حاکم نے بتائی واقعی بہت عجیب ہے لیکن یہ بات بھی کہ اس نے قتادہ کی بات پر اعتماد کر کے یہ بات بتائی ہو محل نظر ہے کیونکہ اس کے برعکس امام احمدؒ کی ازہر بن قاسم واسی' ہشام دستوائی اور خود قتادہ کے حوالے سے اس سلسلے میں جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ سرایا سمیت آنحضرت ﷺ کے غزوات کی مجموعی تعداد تینتالیس ہے جن میں سے ان غزوات کی تعداد جن کے لیے آپ نے لشکر بھیجے چوبیس ہے' جن میں ان عساکر کے ساتھ جنگ ہوئی اور آپؐ نے ان میں خود مسلمانوں کی قیادت فرمائی

---

❶ یعقوب بن سفیان کی اس روایت میں ان غزوات کی مجموعی تعداد آٹھ کی بجائے نو ہو جاتی ہے جن میں آنحضرت ﷺ نے عملاً حصہ لیا اور ہم نے وہی یہاں نقل کر دی ہے۔ اس کے علاوہ اس روایت میں جو غزوۂ بیر معونہ کو غزوۂ قریظہ کے بعد رکھا گیا ہے وہ بھی محل نظر ہے کیونکہ غزوۂ بیر معونہ بلحاظ ترتیب غزوۂ احد کے بعد ہوا' جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ (مؤلف)

ویسے یہاں خود مؤلف سے سہو ہوا ہے کیونکہ ان غزوات کی مجموعی تعداد جیسا کہ قارئین ملاحظہ فرمائیں گے نو کے بجائے دس ہوتی ہے یا یہ ٹائپ کی غلطی ہے کہ غزوۂ بیر معونہ کے بعد لفظ ﴿ ثُمَّ ﴾ یعنی پھر کا اضافہ ہو گیا ہے ورنہ غزوۂ بیر معونہ اور غزوۂ بنی مصطلق دراصل ایک ہی ہیں جیسے غزوۂ حنین وطائف۔ (مترجم)

Marfat.com

انیس ہے۔ ان آخر الذکر انیس غزوات میں وہ آٹھ غزوات بھی شامل ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس تیغ زنی فرما کر عملی حصہ لیا یعنی بدر' احد' احزاب' مریسیع' خیبر' غزوہ فتح مکہ اور حنین۔ ❶

موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان میں' غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال ماہ شوال میں' یوم خندق یعنی غزوات احزاب و قریظہ ہجرت کے چوتھے سال ماہ شوال میں' غزوہ بنی مصطلق و بنی لحیان ہجرت کے پانچویں سال ماہ شعبان میں غزوۂ ہجرت کے چھٹے سال' غزوہ فتح مکہ' ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان میں غزوۂ حنین اور اہل طائف کا محاصرہ ہجرت کے آٹھویں سال پیش آیا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے نویں سال حج کیا اور حجۃ الوداع ہجرت کا دسواں سال ہے۔

اس کے علاوہ موسیٰ بن عقبہ کے بقول بارہ غزوات ایسے ہیں جن میں درحقیقت جنگ نہیں ہوئی۔ ان غزوات میں پہلا غزوۂ' غزوۂ ابوا تھا۔

حنبل بن ہلال اسحاق بن علا' عبداللہ بن جعفر الرقی' مطرف بن مازن یمانی' معمر اور زہری کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ غزوات کے بارے میں درج ذیل آیت آنحضرت ﷺ کے مدینے ورود کے بعد اتری تھی۔

قرآنی آیت:

﴿ اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ﴾

کچھ لوگ مذکورہ بالا غزوات میں سے غزوات بدر و احد کے بارے میں کہتے ہیں کہ بدر میں ابوجہل نے اور بدر و احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قصائد کہے تھے لیکن ابن ہشام اور دیگر اہل علم اس سے انکار کرتے ہیں۔

❶ یہ تعداد سات ہوتی ہے۔ غزوہ خندق یعنی قریظہ غالباً ٹائپ میں رہ گیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

غزوۂ بواط[1]

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ بواط ہجرت کے دوسرے سال ماہ ربیع الاوّل میں وقوع پذیر ہوا۔ اس میں نبی کریم ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور مدینے میں سائب بن عثمان بن مظعون کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ ابن ہشام بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آپؐ نے جس شخص کو مدینے میں اپنی جگہ چھوڑا تھا وہ سائب بن عثمان بن مظعون تھے لیکن واقدی کہتے ہیں کہ وہ شخص سعد بن معاذ تھے۔

بہر کیف اس امر پر جملہ راوی اور مؤرخ متفق ہیں کہ اس غزوے کے لیے آنحضرت ﷺ اپنے ہمراہ سو سوار لے کر مدینے سے روانہ ہوئے تھے اور آپؐ کے اس عسکری دستے کا علم سعد بن ابی وقاص کے پاس تھا۔ اس غزوے کے لیے مدینے سے روانگی کا مقصد کفار قریش کی اس جمعیت کو مدینے کی طرف بڑھنے سے روکنا تھا جس میں سو سواروں کے علاوہ جو امیہ بن خلف کی سرکردگی میں سفر کر رہے تھے دو ہزار پانچ سو اونٹ بھی تھے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر (چونکہ دشمنوں کی طرف سے کوئی غلط اقدام نہیں ہوا تھا) آنحضرت ﷺ علاقہ رضوی کے نواح میں مقام بواط تک تشریف لے جا کر واپس آ گئے تھے جس کے بعد ماہ ربیع الاوّل کا باقی حصہ اور ماہ ربیع الآخر بلکہ جمادی الاوّل کا کچھ حصہ بھی امن وسکون سے گزر گئے تھے۔

---

[1] زیر نظر کتاب کے محترم مؤلف حافظ ابن کثیرؒ صفحات ماسبق میں بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی مجموعی تعداد جس پر اکثر راوی متفق ہیں۔ تینتالیس تھی جن میں سے بعض غزوات کے لیے آپؐ نے کسی دوسرے کو سرلشکر بنا کر بھیجا، بعض میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور بعض میں شرکت فرما کر باقاعدہ جنگ میں حصہ لیا۔ ان میں پہلے وہ چند غزوات بھی شامل ہیں جن کے لیے فوجی دستے بھیجنے کا مقصد مدینے کی سرحدوں کی حفاظت تھی۔ غزوۂ بواط بھی ایسا ہی ایک غزوہ تھا جس میں آپؐ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ (مترجم)

Marfat.com

غزوۂ عشیرہ

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ عشیرہ کے لیے جس کا مقصد کفار قریش کے اس تجارتی قافلے کو جو شام جا رہا تھا اپنی سرحدوں سے دور رکھنا تھا۔ مدینے سے روانہ ہوئے تو آپؐ نے وہاں اپنا نائب ابوسلمہ بن عبدالاسد کو بنایا اور اپنے ساتھ جو فوجی رسالہ لیا اس کا علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

ابن اسحٰق اس غزوے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینے سے روانہ ہو کر پہلے نقب بنی دینار کے قریب پہنچے، پھر وہاں سے فیضائے بنی خنیار گئے، وہاں سے آگے بڑھ کر بطحائے ابن ازہر میں پڑاؤ کیا جہاں ایک درخت کے نیچے آپ کا خیمہ نصب کیا گیا۔ اس جگہ کو ذات الساق بھی کہا جاتا تھا۔ وہاں آپؐ نے نماز بھی ادا فرمائی۔ وہیں کچھ عرصہ بعد مسجد بھی بنائی گئی تھی۔ اسی ذات الساق میں آپؐ کے اور آپؐ کے فوجی رسالے کے لیے کھانا تیار کیا گیا جسے آپؐ نے اور آپؐ کے ہمراہیوں نے ایک ساتھ بیٹھ کر تناول کیا اور آگے سفر کی تیاری کی۔ یہاں جس جگہ سے پانی لایا گیا۔ وہ مشیرب کہلاتی تھی۔

جب نبی کریم ﷺ ذات الساق سے آگے بڑھے تو راستے میں ان کنوؤں کو چھوڑتے چلے گئے جو خشک تھے اور سفر کرتے ہوئے شعبہ عبداللہ پہنچے۔ پھر وہاں سے حسب الشاد[1] ہوتے ہوئے اور مقامی لوگوں سے معاملات طے فرماتے ہوئے مخیرات یمام پہنچے اور وہاں سے آہستہ آہستہ سفر فرماتے ہوئے عشیرہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ وہاں آپؐ نے جمادی الاوّل کے پورے مہینے قیام فرمایا اور ماہ جمادی الآخر کی کچھ راتیں گزاریں۔ وہیں آپؐ نے قبیلہ بنی مدلج اور اس کے حلیف قبیلے بنی ضمرہ سے مواعید پر گفتگو فرمائی اور پھر مدینے کی طرف مراجعت فرمائی۔

اس سفر کے دوران میں مذکورہ بالا قریشی قافلے سے کہیں آمنا سامنا ہوا نہ کوئی فوجی مقابلہ ہوا۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ، وہب اور شعبہ نے ابی اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک روز وہ یعنی ابی اسحٰق اور زید بن ارقم ایک ساتھ کہیں جا رہے تھے تو کسی شخص نے زید بن ارقم سے رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تعداد پوچھی اور انہوں نے انیس بتائی۔

یہ سن کر ابی اسحٰق نے زید بن ارقم سے دریافت کیا:

''آپ آنحضرت ﷺ کے ہمراہ کتنے غزوات میں شریک رہے؟''۔

---

[1] مصری نسخے اور ابن ہشام میں یہی لکھا ہے لیکن خشنی نے اس جگہ کا نام ''صب السار'' بتایا ہے اور اس کو صوابہ یسار بھی بیان کیا ہے اور حلبی نسخے میں اس نے یہی لکھا ہے اور ''صب السار'' بھی بتایا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

وہ بولے: ''سترہ غزوات میں''۔

ابی اسحٰق کہتے ہیں کہ جب انہوں نے زید بن ارقم سے غزوۂ اوّل کے بارے میں دریافت کیا تو زید بن ارقم نے اس کا نام غزوۂ عشیرہ بتایا جسے بعض لوگ عسیر اور کچھ لوگ عشیر بھی کہتے ہیں۔

زید بن ارقم نے آنحضرت ﷺ کے غزوات میں سے پہلے غزوے کا نام عشیرہ بتایا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے قبل کوئی غزوہ درحقیقت وقوع پذیر نہیں ہوا یا اگر اس سے قبل کوئی ہوا تو اس میں ممکن ہے زید بن ارقم شریک نہ ہوئے ہوں اور انہوں نے صرف ان غزوات کے لحاظ سے جن میں وہ شریک ہوئے پہلے غزوے کا نام عشیرہ بتایا ہو اور زید بن ارقم کے بیان اور ابن اسحاق کے بیان میں اختلاف کی یہی وجہ ہو۔ واللہ اعلم

محمد بن اسحٰق یوم عشیرہ کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ اس روز آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو کچھ فرمایا اس کے بارے میں ان سے یزید بن محمد بن خثیم نے محمد بن کعب القرظی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو ابو یزید محمد بن خثیم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے جو کہا وہ یہ ہے:

''میں اور علی (رضی اللہ عنہ) غزوۂ عشیرہ کے سلسلے میں ینبع کے ریگستانی علاقے میں ساتھ ساتھ پہنچے تھے۔ علاقہ تو ریگستانی تھا لیکن ہم نے کچھ جھاڑیوں کے قریب آرام کا ارادہ کیا اور وہیں لیٹ کر سو رہے۔ تھوڑی دیر بعد قدموں کی آہٹ سے ہم دونوں کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) ہمارے قریب ہی کھڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر ہم دونوں نے جلدی سے کھڑے ہو کر آپ کو سلام کیا''۔

آپؐ نے فرمایا:

''یہ تم لوگوں کا کیا حال ہے؟ دیکھ تو سارے جسم پر خاک ہی خاک ہے''۔

پھر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر مخاطب کر کے فرمایا:

''اے ابوتراب! تمہارا تو سارا سر بھی ریت میں بھر گیا ہے''۔

یہ فرما کر آپؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر سے مٹی جھاڑنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا:

''علی! تم پر دو شقی القلب لوگوں میں سے ایک بے خبری میں حملہ کرے گا''۔ ❶

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بعد میں بیان کیا کہ:

''اس واقعے کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے قبیلہ بنی مدلج اور اس قبیلے کے حلیف قبیلہ بنی ضمرہ کے لوگوں سے صلح اور مواعید پر گفتگو ختم کر لی تو علی (رضی اللہ عنہ) نے مجھ سے پوچھا کہ آیا مذکورہ بالا قبائل کے لوگ اپنے وعدوں پر قائم رہیں گے؟ اس کے بعد آنحضرت (ﷺ) نے ان قبائل کے لوگوں کے تذکرے میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں میں سے انہی دو اشخاص

---

❶ اس حدیث کا ترجمہ مفہومی کیا گیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

سے خبردار رہنا چاہیے جس کے بارے میں آپؐ پہلے ہمیں آگاہ فرما چکے تھے''۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بعد میں بتایا کہ پھر عشیرہ کی مہم کے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ہمراہ دوسرے لوگ وہاں سے مدینے واپس آ گئے تھے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ وہی تھی جس کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ کے بارے میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت غریب معلوم ہوتی ہے کیونکہ بخاریؒ نے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ (غالباً) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کسی بات پر ناراض ہو کر مسجد میں چلے آئے تھے اور وہاں کھلے فرش پر سو گئے تھے۔ جب اس کی اطلاع حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپؐ نے مسجد میں تشریف لا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے جسم سے مٹی جھاڑتے ہوئے ابوتراب کہہ کر جگایا تھا یعنی آپؐ نے فرمایا تھا:

''اٹھو! ابوتراب اٹھو! ابوتراب''۔

چنانچہ علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کی وجہ تسمیہ کے بارے میں بخاری کی یہی روایت اب تک مشہور چلی آتی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

غزوۂ بدر اوّل

انس بن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عشیرہ کی مہم سے مدینے میں واپسی کے بعد وہاں صرف چند ہی راتیں بسر فرمائی تھیں کہ آپ کو اطلاع ملی کہ کرز بن جابر فہری نے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر مدینے کی سرحد کے قریب ایک غار میں پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اس اطلاع پر آپؐ مسلمان جانبازوں کا ایک دستہ لے کر مدینے سے اس کی تلاش میں بدر کے قریب وادی سفوان تک تشریف لے گئے۔ واقدی کہتے ہیں کہ مجاہدین کے اس دستے کا علم آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ واقدی کے علاوہ ابن ہشام بھی بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر آپ نے زید بن حارثہ کو مدینے میں اپنی نیابت سپرد فرمائی تھی۔

کرز بن جابر فہری غالباً آنحضرت ﷺ کی مدینے سے روانگی کی خبر پا کر بھاگ نکلا تھا' اس لیے مجاہدین کا اس سے مقابلہ ہوا نہ وہ گرفتار ہو سکا۔ (مؤلف)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اس مہم سے قبل آنحضرت ﷺ نے مدینے میں جمادی الاوّل سے لے کر شعبان تک قیام فرمایا تھا اور اس دوران میں آپؐ نے وادی سفیان کی طرف مجاہدین کے یکے بعد دیگرے تین دستے روانہ فرمائے تھے تاکہ وہ کفار مکہ کے قافلوں پر نظر رکھیں۔ واقدی کہتے ہیں کہ یہ تین دستے آپؐ نے بالترتیب حضرت حمزہؓ' عبیدہ اور سعد رضی اللہ عنہم کی سرکردگی میں ماہ رمضان میں ماہ شوال میں اور ماہ ذیقعدہ میں روانہ فرمائے تھے اور یہ تینوں دستے ہجرت کے پہلے ہی سال میں بھیجے گئے تھے۔

امام احمدؒ متعدد ثقہ راویوں کے حوالے سے اپنی مسند میں بیان فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا مہم سے قبل جب رسول اللہ ﷺ ایک دوسری مہم عشیرہ سے مدینے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپؐ مقام جہینہ سے گزرے تھے جہاں کہ باشندوں کی تعداد بہت تھی لیکن آپؐ سے گفتگو اور باہمی امن و صلح کے وعدے کے بعد وہ سب مسلمان ہو گئے تھے تاہم جب مذکورہ بالا مہم کے سلسلے میں ایک دستہ جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے آپ کی مدینے میں واپسی کے بعد جہینہ میں رُک گیا تھا کیونکہ اسے حکم تھا کہ وہ اس دوران میں مشرکین مکہ کے ہر قافلے پر نظر رکھے وہاں جو مجاہدین رُکے تھے ان میں یہ طے پایا تھا کہ اگر مشرکین مکہ کا کوئی قافلہ ادھر سے گزرا اور اس سے مقابلہ ہوا تو اس پر غلبہ پانے کے بعد مجاہدین میں سے جس کے ہاتھ جو کچھ بطور مال غنیمت آئے گا وہ اس کا ہو گا لیکن اس کے باوجود کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ کسی اشتعال کے بغیر ماہ رمضان میں جدال و قتال حرام ہے' اس لیے اس دستے کو مدینے واپس ہو جانا ہے۔ آخر میں اس بات پر اختلاف ہوا اور یہ طے پایا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کسی شخص کو بھیجا جائے تاکہ وہ اس سلسلے میں آپ کا حکم لے کر آئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن جب وہ قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے حکم کا طالب ہوا تو آپؐ اس کی بات سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''کیا تمہارے سربراہ کی اطاعت تم لوگوں پر لازم نہیں تھی؟ کیا تمہارا سربراہ تمہارے بھلے برے میں امتیاز نہیں کر سکتا؟

Marfat.com

اور کیا اسے تمہارے لیے سامان رسد اور تمہارے اکل و شرب کے انتظام کا خیال نہیں ہے؟ یقیناً یہ سب کچھ ہے' پھر تم لوگوں کے اس تذبذب کی کیا وجہ ہے؟''۔ ❶

اس کے بعد آپؐ نے اس دستے کی سربراہی کے لیے عبداللہؓ بن جحش اسدی کو روانہ فرمایا تھا جنہیں عسا کر اسلام کا پہلا امیر کہا جاتا ہے۔

بیہقی اپنی کتاب دلائل میں یحییٰ بن ابی زائدہ کی زبانی اور مجالد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا دستے کے لوگوں میں سے کچھ تو یہ کہتے تھے کہ ماہ رمضان میں قتال حرام ہے اس لیے انہیں قریش مکہ کے کسی قافلے پر حملہ نہیں کرنا چاہیے لیکن دوسرے کہتے تھے کہ چونکہ کفار قریش نے انہیں اسی مہینے مکے سے نکالا تھا' اس لیے وہ ان پر حملہ ضرور کریں گے۔

بیہقی نے اس پہلے دستے کی سربراہی کے سلسلے میں بھی جسے اسی مقصد کے پیش نظر آنحضرت ﷺ نے روانہ فرمایا تھا عبداللہ بن جحش کا نام لیا ہے لیکن بیہقی کی اس روایت میں اور ابن اسحاق اور واقدی کی ان روایات میں تضاد پایا جاتا ہے جن میں ان دونوں حضرات نے اس مہم کی سربراہی کے سلسلے میں عبیدہ بن حارث بن مطلب اور حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا نام بتایا ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

چونکہ رسول اللہ ﷺ مذکورہ بالا غزوے کے سلسلے میں کرز بن جابر فہری کو تلاش کرتے ہوئے وادی سفیان میں مقام بدر تک تشریف لے گئے تھے غالباً اسی لیے حافظ ابن کثیرؒ نے آپ کے اس غزوے کا عنوان ''غزوۂ بدر اوّل'' رکھا ہے۔ (مترجم)

❶ اس حدیث کا ترجمہ اس کی اہمیت کے پیش نظر مفہومی و تشریحی کیا گیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

باب ۸

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی عسکری مہم پر روانگی

یہ وہ عسکری مہم تھی جو اس غزوۂ عظمیٰ کا سبب ٹھہری جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے حق کو باطل پر غالب کیا اور مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرما کر انہیں مطمئن فرمایا اور مسرت وشادمانی بخشی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر اوّل کی عسکری مہم کے بعد عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ماہ رجب میں آٹھ دوسرے مجاہدین کا سربراہ بنا کر اس مہم پر روانہ فرمایا۔ ان کے ساتھیوں کے نام یہ ہیں:

ابوحذیفہ بن عتبہ' عکاشہ بن محصن بن حرثان حلیف بنی اسد بن خزیمہ' عتبہ بن غزوان حلیف بنی نوفل' سعد بن ابی وقاص زہری' عامر بن ربیعہ وائلی حلیف بنی عدی۔ واقد بن عبداللہ ابن عبد مناف بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع تمیمی۔ یہ بھی بنی عدی کے حلیف تھے۔ خالد بن بکیر جن کا تعلق قبیلہ بنی سعد بن لیث سے تھا اور یہ بھی بنی عدی کے حلیف تھے' سہل بن بیضا فہری۔

یہ سات مجاہدین تھے جن میں آٹھویں ان کے سردار عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھے لیکن یونس ابن اسحٰق کے حوالے سے اس مہم پر بھیجے جانے والے مجاہدین کی تعداد آٹھ اور ان کے سردار عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو نواں شخص بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس عسکری مہم کے لیے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا تھا اور انہیں حکم تھا کہ وہ اسے دو دن کی مسافت طے کرنے سے قبل نہ دیکھیں جس کے بعد اسے دیکھ کر اس میں تحریری ہدایت کے مطابق آگے بڑھیں کیونکہ اس سے قبل اس ہدایت نامے کو سن کر ان کے ہمراہی مجاہدین میں سے کسی کے انقباض خاطر کا احتمال تھا۔

چنانچہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے مدینے سے دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد اس ہدایت نامے کو کھولا اور اس میں تحریر کردہ ہدایات اپنے ماتحت مجاہدین کو سنا کر ان سے صاف کہہ دیا کہ اگر ان پر کسی کو اعتراض ہو تو وہ بلا تکلف مدینے واپس چلا جائے اور باقی لوگ ان کے ہمراہ اس ہدایت نامے کے مطابق آگے سفر جاری رکھیں تاہم مذکورہ بالا جملہ مجاہدین نے آنحضرتؐ کے ہدایت نامے پر برضا ورغبت بلکہ بصد ذوق وشوق عمل کرنے کا اقرار کیا اور اس کے بعد آگے سفر شروع ہوا اور یہ عسکری دستہ نجاز میں آگے چل کر اس سطح مرتفع تک جا پہنچا جو بحران کہلاتا ہے۔ یہاں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ بھٹک کر کسی طرف نکل گیا جس کی تلاش کی وجہ سے یہ دونوں آگے کے سفر میں دوسرے مجاہدین سے پیچھے رہ گئے جب کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی آگے بڑھ کر نخلہ جا پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ اسی دوران میں اتفاقاً قریش کا ایک قافلہ جس میں عمرو بن حضرمی بھی شامل تھا نخلہ کے قریب سے گزر رہا تھا۔

ابن ہشام حضرمی کا پورا نام عبداللہ بن عباد الصدف بتاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی کے علاوہ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی' اس کا بھائی نوفل اور ہشام بن مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان بھی شامل تھے۔

Marfat.com

جب ان مجاہدین نے اس قافلے کو دیکھا تو اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے قریب جا پہنچے سب سے پہلے اس قافلہ کے سامنے عکاشہ بن محصن پہنچے جن کا سر منڈا ہوا تھا اور وہ صورت سے بڑے ہی وحشت ناک وغضب ناک لگ رہے تھے۔ چنانچہ انہیں دیکھتے ہی اس قافلے میں شامل تمام لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے لیکن اس سے پہلے ہی ان مجاہدین میں اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا۔ عمار نے کہا:

''ان لوگوں سے تمہیں کسی نقصان کا اندیشہ نہیں ہے' دوسرے اس ماہ رمضان میں قتال جائز نہیں ہے''۔

لیکن دوسرے لوگ یک زبان ہو کر بولے:

''یہ درست ہے لیکن ان لوگوں نے ہمیں اس ماہ حرام میں نہیں بخشا تھا' اگر آج رات یہ لوگ حریم کعبہ کے قریب تک جا پہنچے تو وہاں تو ان کا قتل حرام ہی نہیں بلکہ ان کا وہاں سے پکڑنا بھی ناممکن ہو جائے گا' اس لیے ان سب کو یہیں قتل کر دینا چاہیے''۔

بہر کیف کچھ لوگ اپنی جگہ ٹھہرے لیکن بعض نے آگے بڑھ کر ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ تاہم اس سے پہلے ہی واقد بن عبداللہ تمیمی اپنی کمان سے تیر چلا کر عمرو بن حضرمی کو قتل کر چکے تھے۔ لہٰذا عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا گیا اور نوفل بن عبداللہ کو بھی بے دست و پا کر دیا گیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ان قیدیوں کو لے کر مدینے کی طرف واپس ہوئے تا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پیش کیا جائے۔ واپسی پر روانگی سے قبل اپنے ساتھیوں کو یہ بتا کر کہ وہ خمس نکال کر باقی مال غنیمت آپس میں مساوی تقسیم کر لیں بلکہ انہوں نے یہ تقسیم خود ہی سرانجام دے دی تھی۔

جب یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قریش کے قافلے کے قیدیوں اور مال غنیمت لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں ماہ حرام میں جدال وقتال سے منع نہیں کیا تھا؟''۔

اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ قیدیوں سے کوئی چیز نہ لی جائے اور جو کچھ لیا جا چکا ہے وہ واپس کر دیا جائے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''قریش ہم پر ان کے بھائیوں کو قتل کرنے اور ان پر سختی کرنے کا الزام لگائیں گے''۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا: کہ مسلمان آپؐ کے پاس ان لوگوں کو لائے تھے جو آگے چل کر مسلمان ہو جائیں گے۔ اس کے باوجود قریش مکہ نے مسلمانوں کے بارے میں یہ کہا کہ انہوں نے آپؐ کے حکم سے ماہ حرام میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہودیوں نے یہ کہا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فریب کاری سے کام لیا ہے یعنی ماہ حرام میں قتال وجدال سے منع بھی کیا اور اس کا حکم بھی دیا۔ بہر حال اس بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ ..... الخ﴾

Marfat.com

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب یہ آیت قرآنی نازل ہوئی اور اس کے ذریعہ حکم خداوندی میں مسلمانوں کو یہ اجازت دی گئی کہ اگر کفار ان کے خلاف جدال وقتال اور فتنہ وفساد سے باز نہ آئیں تو وہ بھی ان دشمنان دین کے مقابلے میں خواہ کوئی مہینہ ہو تلوار اٹھا سکتے ہیں تو اس سلسلے میں اہل اسلام کے دلوں میں پہلے جو ایک قسم کا تذبذب بلکہ خوف پایا جاتا تھا کہ کہیں یہ حکم الٰہی کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کی خفگی کا باعث نہ ہو دور ہو گیا اور اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے کفار مکہ کو پیغام بھجوا دیا کہ وہ عثمان اور حکم بن کیسان کو فدیہ ادا کر کے آزاد کرا سکتے ہیں اور اس کے ساتھ آپؐ نے یہ شرط بھی رکھی کہ جو دو مسلمان مہاجر یعنی سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کو جو ان کی قید میں تھے رہا کر کے مدینے بھیجا جائے۔ اس کے علاوہ آپؐ نے قریش مکہ کو یہ بھی کہلوا کر خبردار کر دیا کہ اگر انہوں نے مذکورہ بالا دو مسلمانوں کو قتل کیا تو ان کے وہ دونوں آدمی جو اس وقت آپ کی تحویل میں ہیں قتل کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ جب قریش مکہ نے سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کو رہا کر کے مدینے پہنچا دیا اور ان کے ساتھ اپنے دونوں آدمیوں یعنی عثمان اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھی بھجوا دیا تو آپؐ نے انہیں مکے جانے کی اجازت دے دی۔ تاہم حکم بن کیسان مسلمان ہو کر مدینے میں ٹھہر گئے اور پھر ایمان میں ایسے پختہ ثابت ہوئے کہ غزوۂ بیر معونہ میں دشمنانِ دین کے خلاف مسلمانوں کے دوش بدوش لڑتے ہوئے شہید ہو کر اسلام کی نیک نامی کا سبب ٹھہرے۔ البتہ عثمان بن عبداللہ مکے واپس چلے گئے اور وہیں بحالتِ کفر انتقال کیا۔

اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا غزوے سے کامیاب و کامران ہو کر مدینے واپس ہوئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ کیا جو غزوات میں شرکت کے لیے جاتے ہیں اور کفار کے خلاف جہاد کرتے ہیں انہیں مال غنیمت سے قطع نظر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اجر ملے گا۔ اس کے فوراً بعد مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو یہ اجازت ملنے کے بعد کہ اگر کفار ان کے خلاف فتنہ وفساد اور جدال وقتال جاری رکھیں تو وہ بھی خواہ کوئی مہینہ ہو جنگ کر سکتے ہیں بڑے پرمسرت وخوب صورت اشعار کہے تھے جن میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر اس الزام کا جواب بھی شامل تھا کہ وہ ماہ حرام میں بھی جس میں جنگ کی ممانعت ہے جنگ جاری رکھتے ہیں۔ ان اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے:

تعدون قتلاً فی الحرام عظیمةً واعظم منه لو یری الرشد راشد

Marfat.com

ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر سے قبل

تحویل قبلہ

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رجب میں دیا گیا یعنی آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مسجد اقصیٰ کی بجائے آئندہ سے بیت الحرام یعنی بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں۔ یہ مؤرخ اپنے اس بیان کے لیے قتادہ اور زید بن اسلم کے ذریعہ سے ابن اسحٰق کی روایت کا حوالے دیتے ہیں۔

یہی روایت بطور حدیث البراء بن عازب امام احمدؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے اس بارے میں پیش کی ہے جس پر ہم ان شاء اللہ عنقریب آگے چل کر گفتگو کریں گے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حکم ماہِ شعبان میں ملا اور ابن اسحٰق کے نزدیک بھی یہ واقعہ غزوہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے بعد پیش آیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کے مدینے میں تشریف لانے کے اٹھارہویں مہینے کے اوائل میں دیا گیا۔

یہی روایت ابن جریر نے السدی کے ذریعہ ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے پیش کی ہے۔

البتہ جمہور کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے مدینے تشریف لانے کے آٹھ ماہ بعد ماہ شعبان نصف گزرنے کے تیسرے روز پیش آیا۔

یہی روایت عموماً محمد بن سعد اور واقدی کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب روایات تحقیق کی مقتضی ہیں۔ واللہ اعلم

ہم نے اس بارے میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی کی تفسیر پیش کرتے ہوئے ضمنی گفتگو کی ہے:

﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ..... الخ ﴾

اس حکم باری تعالیٰ اور اس کی تعمیل کے فوراً بعد گمراہ یہودیوں نے اس واقعہ کو اسلام میں ابتدائے عمل تنسیخ کا بہانہ بنا کر اسلام پر اعتراض کرنا شروع کر دیا لیکن خود اللہ تعالیٰ نے مندرجہ آیہ شریفہ کے ذریعہ اس کا جواز بنا کر مسلمانوں کو مطمئن فرما دیا:

﴿ وَمَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ..... الخ ﴾

Marfat.com

اس سلسلے میں بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ انہیں ابونعیم نے ابن اسحٰق اور البراء سے سن کر بتایا کہ آنحضرت ﷺ اپنے قیام مکہ کے دوران میں چھ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن یہ بھی متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آپ کا رخ بیت المقدس کی جانب اس طرح ہوتا تھا کہ اس کے بین بین بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ آجاتا تھا۔ ویسے بھی ظاہر ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کا رخ بیت المقدس کی طرف ہونا فطری تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کا قبلہ گاہ تھا۔

تاہم متعدد مستند روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی دلی خواہش مکے کے علاوہ مدینے میں ہجرت کے بعد بھی یہی تھی کہ کاش آپؐ ابوالانبیاء اور اپنے جداعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرماتے اور اس کے لیے آپؐ نے متعدد بار اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا فرمائی تھی لیکن جب رب العزت نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے اس کا حکم دے دیا اور آپؐ نے اس حکم کی تعمیل میں خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز ادا فرمانا شروع کی تو یہودیوں نے اسے اسلام پر طعنہ زنی کا بہانہ بنالیا لیکن اس کے فوراً بعد یکے بعد دیگرے ایسی چند آیات نازل فرمائیں جن کے ذریعہ کمینہ خصلت اور اسلام کے لیے خبث باطن رکھنے والے یہودیوں کا بدلائل منہ بند کرنے کے علاوہ مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لیے ارشاد فرمایا کہ مشرق و مغرب کا رب وہی خالق کائنات ہے جس نے اس کے جہات اور حدود مقرر فرمائے' وہ ہر چیز پر قادر ہے جس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ان میں ردوبدل کر دے۔ ان آیات میں سے دو آیات پہلے پیش کی جا چکی ہیں۔ باقی آیات یہ ہیں:

① ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ..... الخ ﴾

② ﴿ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ..... الخ ﴾

جب تحویل قبلہ کے بارے میں حکم پر مبنی آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے آگاہی کے لیے مسلمانوں سے خطاب فرمایا۔ اس کے متعلق نسائی کی ابی سعید بن معلیٰ کے حوالے سے جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ تحویل قبلہ کا وقت نماز ظہر کا وقت تھا۔ تاہم بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دو نمازوں یعنی نماز ظہر اور نماز مغرب کی درمیانی نماز عصر کا وقت تھا جیسا کہ ابن مجاہد نے بیان کیا ہے اور صحیحین (مسلم و صحیح بخاری) میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت (ﷺ) نے نماز عصر میں خانہ کعبہ کی طرف رخ فرمایا۔ البتہ یہ بات جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اہل قباء کو اگلے روز صبح کی نماز کے وقت اس کا علم نہ ہو سکا تھا حیرت انگیز ہے۔

بہرکیف اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت نازل فرمائی جس میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ اس نے مسلمانوں کو دنیا کی تمام امتوں میں ممتاز ٹھہرا کر انہی کو یہ افتخار بخشا ہے کہ ان کے اس امتیاز پر نہ صرف دوسرے لوگ بلکہ انبیاء تک آنحضرت ﷺ سمیت گواہی دیں گے۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾

اس سلسلے میں متعدد مستند راویوں نے چند دیگر آیات اور ایک حدیث نبوی بھی پیش کی ہے۔ جن کا تفصیلی ذکر ہم اپنی تفسیر قرآن پاک اور اپنی کتاب الاحکام الکبیر میں ان شاء اللہ کریں گے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر عظمیٰ سے قبل رمضان کے روزوں کی فرضیت

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہجرت کے دوسرے ہی سال کے دوران ماہِ رمضان میں اس پورے ماہِ مبارک کے پورے مہینے کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے فرض کیے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماہ صیام کے روزے ماہ شعبان میں فرض ہوئے تھے۔

اس سلسلے میں جو روایت عموماً بیان کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے سے ہجرت فرما کر مدینے تشریف لائے تو وہاں آپؐ نے دیکھا کہ یہودی ہر مہینے کے دسویں روز روزہ رکھتے ہیں اور جب آپؐ نے اس کے بارے میں ان سے دریافت فرمایا تو وہ بولے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (کوہ طور پر) اپنا جلوہ دکھایا تھا۔

یہودیوں سے مذکورہ بالا بات سن کر آپؐ نے فرمایا:

''ہم اس بارے میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی تصدیق کے لیے تم لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں''۔[1] (حدیث)

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس روز خود روزہ رکھا اور دوسرے مسلمان اہل مدینہ کو اس کا حکم دیا لیکن اسی مہینے میں یہ قرآنی آیت نازل ہوئی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ ..... الخ ﴾

ہم نے اس قرآنی آیہ شریفہ کی تفسیر متعدد متعلقہ احادیث کے ساتھ اور ان کے بارے میں کئی مستند روایات اپنی تفسیر قرآن پاک میں الحمدللہ تفصیلاً پیش کی ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابونضر، مسعودی اور عمرو بن مرہ نے عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آخر الذکر کی زبانی بیان کیا کہ نماز کی فرضیت کی طرح روزوں کی فرضیت کی بھی تین حالتیں ہیں۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بقول نماز کی فرضیت کی تین صورتیں یہ ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لائے تو اوّل اوّل آپ ہر مہینے تین روزے رکھا کرتے تھے اور ان کے علاوہ ہر ماہ کی دسویں تاریخ کو بھی ضرور روزہ رکھتے تھے تا آنکہ آپؐ پر اللہ تعالیٰ نے نماز کی فرضیت سے متعلق آیت نازل فرمائی اس کی پہلی صورت تو مذکورہ بالا آیت کی رو سے یہ ہے کہ:

﴿ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾

یعنی رمضان کے مہینے میں ہر شخص پورے مہینے کے روزے رکھے لیکن اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر کی حالت

---

[1] یہاں اس حدیث نبوی کا حسب موقع تشریحی ترجمہ کیا گیا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

میں ہوتو اس مہینے میں روزے قضا کر کے بعد میں یہ فرض روزے رکھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کوئی بوڑھا شخص اتنا کمزور ہو کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے لیکن یہ مقدرت رکھتا ہوتو وہ کسی مسکین کو (پیٹ بھر) کھانا کھلائے۔ یہ فرض روزوں کی ادائیگی کی دوصورتیں ہوئیں جن کی اہمیت کی اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت فرمائی کہ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآن. یعنی رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن پاک (لوح محفوظ میں) مکمل اتارا گیا۔

اس کے بعد معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت کے اس حصے کے حکم کے تحت جس میں ہر مقیم اور تندرست مسلمان پر رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کیے گئے تو (جیسا کہ صحیحین یعنی صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں بیان کیا گیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ انصار کا ایک شخص رمضان کے مہینے میں صبح سے شام تک روزے سے رہتا تھا اور عشاء کی نماز کے بعد سے صبح تک جاگتا رہتا تھا اور اس طرح اس کی ساری رات بھی بحالت روزہ ہی گزر جاتی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس شخص کی روزے کے سلسلے میں یہ جدوجہد اور جسمانی مشقت ملاحظہ فرمائی اور یہ بھی غور فرمایا کہ وہ شخص یقیناً یہ سمجھتا ہے کہ شام کو روزہ افطار کرنے کے بعد بھی اوقات شب کے دوران میں اسے اپنی بیوی کے پاس جانے کی جو فطرت انسانی کا تقاضا ہے ممانعت ہے تو آپؐ نے اس سلسلے میں اس شخص سے گفتگو کی اور اسی کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی:-

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ ﴾

بہرحال اس آیت کا اختتام اللہ تعالیٰ نے اس حکم پر فرمایا:

﴿ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ ﴾ (ایضاً)

یہ روایت ابوداؤدؒ نے اپنی ''سنن'' میں اور حاکم نے اسی طرح اپنی مستدرک میں المسعودی کے حوالے سے اور ''صحیح'' میں زہری کے حوالے سے عروہ اور حضرت عائشہ نے پیش کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل ہر مہینے کے تین روز روزہ رکھتے اور ان کے علاوہ ہر مہینے کی دس تاریخ کو بھی ضرور رکھتے تھے لیکن ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد آپ دوسرے مہینوں میں یہ روزے حسب منشا کبھی رکھتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔

بخاریؒ نے یہ روایت ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے حوالے سے پیش کی ہے۔ بہرکیف اس روایت کی تفصیلات ان شاء اللہ حسب موقع اپنی کتاب ''الاحکام الکبیر'' میں پیش کریں گے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ہجرت کے اسی دوسرے سال ماہ رمضان گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ پہلی بار نماز عیدالفطر پڑھی۔ تاہم اس سے ایک یا دو روز قبل اس کے وجوب نیز زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم نازل ہو چکا تھا جس کی خبر آپؐ نے دوسرے لوگوں کو خطبہ عیدالفطر کے دوران میں دی۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ زکوٰۃ سب سے پہلے جریر نے آپ کی خدمت میں پیش کی اور اس کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس مال میں سے زکوٰۃ کی رقم ادا کی جو انہیں نجاشی نے ہبہ کیا تھا ہم اس کی تفصیل ان شاء اللہ واقعہ بدر کے بعد پیش کریں گے۔

Marfat.com

بدر کا غزوۂ عظیم

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ كَمَا اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ ..... الخ ﴾

ان آیات شریفہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو آخر تک سورہ انفال میں بہ تمام و کمال ارشاد فرمایا ہے جسے ہم نے یہاں بالاختصار پیش کیا لیکن آگے چل کر ہم ان شاء اللہ عنقریب اس پر حسب موقع مفصل و مناسب گفتگو کریں گے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی مہم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ابی سفیان کے ہمراہ صخر بن حرب شام سے تجارتی مال لے کر مکے واپس آ رہا ہے۔ آپ کو یہ خبر بھی ملی کہ اس کے ساتھ تیس یا چالیس آدمیوں پر مشتمل ایک بڑا قافلہ ہے اور ان کا مال ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوا ہے نیز یہ کہ اس قافلے میں مخرمہ بن نوفل اور عمرو بن عاص بھی شامل ہیں۔

اس سلسلے میں موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ملی جب اس سے قبل عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں ابن حضرمی کو قتل ہوئے دو مہینے گزر چکے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ نے اپنی اس روایت میں ابن اسحٰق کی روایت ہی پیش کی ہے ماسوا اس کے کہ قریش کے مذکورہ بالا قافلے میں حویطب ابن عزیٰ کا مال تھا نہ کوئی آدمی تھا۔ اسی لیے وہ جنگ بدر کا مخالف تھا۔

ابن اسحٰق متعدد مستند حوالوں سے جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حوالہ بھی شامل ہے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مذکورہ بالا قافلے پر نظر رکھنے کے لیے مسلمانوں کا ایک عسکری دستہ روانہ فرمایا تھا تو آپ کی منشاء یہ تھی کہ کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آئے جس سے اہل مدینہ کے خلاف قریش کو بدر جیسی کوئی جنگ چھیڑنے کا موقع مل جائے بلکہ آپ کی ہدایت یہ تھی کہ اگر اس طرف سے کوئی چھیڑ چھاڑ ہو تو مسلمانوں کے اس دستے کو جوابی کارروائی کی اجازت ہوگی۔ اس روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ابوسفیان نے اس خیال سے کہ اگر اس کا مذکورہ بالا قافلہ مسلمانوں کے ہاتھ پڑ جائے اس نے ایک شخص ضمضم ابن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا تھا اور قریش کو اطلاع دی تھی کہ اسے اہل مدینہ سے مقابلے کا اندیشہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اس قافلے کی طرف بڑھتے آ رہے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ روایت عکرمہ کے ذریعہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ان تک نہیں پہنچی بلکہ اس کے راوی یزید

Marfat.com

بن رومان اور عروہ بن زبیر ہیں جنہوں نے تین روز قبل کہ ابوسفیان نے ضمضم ابن عمرو غفاری کو مکے بھیجا تھا عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ تین اشخاص اپنے اونٹوں پر سوار خانہ کعبہ کے عقب میں پہنچے ہیں جن میں سے ایک شخص سامنے سے خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ان لوگوں کے بے شمار ساتھی مکے میں داخل ہو گئے ہیں اور اس کے بعد مکے کا کوئی ایسا گھر نہ تھا جسے ان لوگوں نے نہ گھیر لیا ہو۔

عاتکہ نے پہلے یہ خواب اپنے بھائی عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا اور اس کے بعد اس کے بارے میں مکے میں ہر طرف چرچے ہونے لگے۔ چنانچہ قریش کے کچھ سربرآوردہ لوگ خانہ کعبہ میں جمع ہوئے اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر عاتکہ بنت عبدالمطلب کا یہ خواب سچا ہے تو آنحضرت ﷺ اہل مدینہ کا لشکر لے کر مکہ پر ضرور حملہ آور ہوں گے۔ تاہم ابوجہل نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بنی عبدالمطلب خواہ مخواہ اپنی راتوں کی باتوں کو قریش کے مردوں پر ترجیح دینے لگے ہیں۔

اس کے بعد ابوجہل سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ پر پلٹ پڑا اور اس سے کہنے لگا کہ ایسی لایعنی خبریں اس نے مدینے سے مکے واپس آ کر اڑائی ہیں۔ چونکہ ابوجہل غصے کی حالت میں اول اول بک رہا تھا اور سعد ابن معاذ انتہائی بلند آواز میں سخت سست کہہ رہا تھا اس لیے سعد رضی اللہ عنہ بھی اس کے جواب میں اس سے زیادہ بلند آواز میں اس کی تردید کرنے لگا جس پر دوسرے لوگوں نے اس سے کہا کہ ابن حکم اہل عرب کے معزز ترین شخص ہیں' اس لیے سعد رضی اللہ عنہ کو اس کے سامنے زور سے نہیں بولنا چاہیے۔ اس کے بعد خود ابوجہل بھی نرم پڑ گیا اور اس کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی سعد رضی اللہ عنہ کو قریش کا معزز لوگ کہہ کر اسے سمجھا بجھا کر خاموش کر دیا۔ تاہم اس نے گھر جا کر اپنی بیوی ام صفوان کو بتایا کہ آنحضرت (ﷺ) نے اس سے فرمایا تھا کہ وہ انہیں قتل کر دیں گے۔

ام صفوان نے پوچھا: ''کیا مکے میں قتل کر دیں گے؟''۔ سعد بولے: ''مجھے معلوم نہیں'' اس سے قبل عباس اپنی بہن عاتکہ سے کہہ چکے تھے کہ وہ اپنا خواب کسی کو نہ سنائیں اور انہوں نے بھی اس بات کا وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے شاید کسی دوسری عورت کو اپنا خواب سنا دیا تھا جس کے بعد یہ بات سارے مکے میں پھیل گئی اور اس کے نتیجے میں قریش نے خانہ کعبہ میں مجلس مشاورت منعقد کی تھی۔

قریش نے عاتکہ کے خواب کو جھوٹا ٹھہرا کر یہ بھی کہا تھا کہ وہ تمام عرب میں یہ بات مشہور کر دیں گے کہ عبدالمطلب کے گھر والے جھوٹ بولتے ہیں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ محض الزام ہے لیکن اتنی بڑی بات انہوں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

البتہ اس واقعے کے بعد اہل مکہ میں جسے دیکھو ہتھیار بند نظر آنے لگا تھا اور جملہ اہل مکہ کی تیوریاں ہر وقت چڑھی رہتی تھیں۔ تاہم امیہ نے جب تک بدر میں لڑائی ہوئی مکے سے باہر جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔

بہرکیف امیہ یوم بدر تک مکے سے نہیں نکلا تھا۔ البتہ اس کا اونٹ شاید کم عقل تھا کہ اسے لے کر میدان بدر میں جا پہنچا تھا

Marfat.com

جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے لقمہ اجل بنا دیا۔

بخاریؒ نے یہ روایت محمد بن اسحٰق' عبیداللہ بن موسیٰ' اسرائیل اور ابی اسحٰق کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے اس کو انفرادی اور خصوصی حیثیت دی ہے۔ امام احمدؒ نے اس روایت کو خلف بن ولید اور ابی سعید کے حوالے سے اسرائیل کی زبانی پیش کیا ہے۔ اسرائیل کی روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی بیوی نے ان سے کہا تھا:

''خدا کی قسم محمد (ﷺ) دروغ گو نہیں ہیں''۔

بہرکیف ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش مکہ نے باہمی مشورے سے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے کے لیے کہ وہ آپؐ ہی کو اپنے مذکورہ بالا قافلے کے جانی و مالی نقصان کا ذمہ دار سمجھتے تھے تیاری کر لی تو اس کے بعد یہ غور کرنے لگے کہ ان کے کون کون سے قبائل مدینے پر فوج کشی کے لیے بلا حیل وحجت رضامند ہو سکتے ہیں کیونکہ انہی میں بعض قبیلے ایسے تھے جو ممکن تھا کہ ایک دوسرے کے دوش بدوش رہ کر مسلمانوں سے جنگ کرنا پسند نہ کریں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے قبل وہ باہمد یگر انتقام کے خواہاں تھے کیونکہ ان کے کسی نہ کسی شخص کا قتل کسی دوسرے قبیلے والے کے کسی آدمی کے ہاتھوں ہو چکا تھا۔ اس لیے انہیں خوف تھا کہ ایسے لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ ہونے کے بجائے آپس ہی میں کشت وخون پر نہ اتر آئیں ان میں قبیلہ بنی بکر والے خود قریش ہی کے مخالف تھے جن کے بارے میں خیال تھا کہ وہ قریش کی مکے سے روانگی کے بعد ان کے عقب سے قریش کے دوسرے مخالفین کو ساتھ لے کر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔

قریش اسی تذبذب میں تھے کہ انہیں سراقہ ابن مالک بن جعشم مدلجی نے جو مکنانہ کے معزز لوگوں میں سے تھا بصورت شیطان غصہ وغیرت دلا کر مسلمانوں سے جنگ پر ابھارا۔

دوسری طرف جب آنحضرت ﷺ کو قریش کی ان تیاریوں اور ان کی مکے سے مدینے کی طرف روانگی کی اطلاع ملی تو آپؐ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ اہل ایمان تو بھلا قریش کی اس یلغار سے کیا خوف کھاتے اور آپؐ پر جاں نثاری سے کب چوکنے والے تھے۔ البتہ جب یہود مدینہ نے آپؐ سے معاہدے کے باوجود قریش کے مقابلے سے احتراز کیا تو منافقین کو بھی اس پر اعتراض کا موقع مل گیا۔ اسی وجہ سے کچھ راسخ العقیدہ مسلمانوں کے دلوں میں بھی کچھ تذبذب' پس وپیش اور گومگو کی حالت پیدا ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ ان کے اطمینان کے لیے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ..... الخ ﴾

جب قریش پوری تیاری کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کے لیے منزل بہ منزل مدینے کی طرف روانہ ہوئے اور ادھر شیطان نے مسلمانوں کی مدد کے لیے جبرئیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو اترتے دیکھا تو وہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ ..... الخ ﴾

کہتا ہوا انہیں بہکانے کے بعد رفو چکر ہو گیا کیونکہ اس کا مقصد قریش کے جذبہ تکبر کو ابھارنے کے سوا کچھ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ

Marfat.com

مسلمانوں کو پہلے ہی آنحضرت ﷺ کے توسط سے یہ مژدہ سنا چکے تھے:

﴿ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾

یونس ابن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ قریش مکہ اپنے حلیف قبائل کے لوگوں کے ساتھ جب مدینے پر حملے کے لیے لشکر لے کر روانہ ہوئے تو ان کے پاس نو سو پچاس جنگ کرنے والے لشکری سپاہیوں کے علاوہ دو سو حرب وضرب کے ماہر گھوڑ سوار اور سو ایسے پختہ کار تیر انداز تھے جن کے متعلق ان دشمنان اسلام کو یقین کامل تھا کہ وہ پہلی بار ہی (خدانخواستہ) مسلمانوں کی پوری جمعیت کا صفایا کر دیں گے۔ قریش کے اس لشکر کو قریش کے چند صاحب ثروت لوگ مقام بدر تک سفر کے دوران میں ہر روز یکے بعد دیگرے کھانا کھلا رہے تھے۔

اموی بیان کرتے ہیں کہ اس لشکر کے مکے سے روانگی کے پہلے ہی روز ابوجہل نے بطور نیک فالی دس اونٹ ذبح کیے تھے۔ اس کے بعد امیہ بن خلف نے عسفان پہنچ کر نو اونٹ ذبح کیے۔ پھر سہیل بن عمرو نے قدید میں دس اونٹ ذبح کیے اور جب یہ لوگ ساحل سمندر کے قریب پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا جو ایک روز کے لیے تھا تو شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کیے۔ پھر جب یہ لوگ وہاں سے رات کے وقت روانہ ہو کر صبح کو جحفہ پہنچے تو عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کیے اور جب قریش کا یہ لشکر اگلے روز صبح کے وقت ابوا پہنچا تو اس کے لیے حجاج کے دو بیٹوں نبیہ اور منبہ نے مل کر دس اونٹ کاٹے اور ساتھ ہی عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بھی دس اونٹ ذبح کیے۔ اس کے بعد بدر کے قریب اس مقام پر پہنچ کر جہاں پانی دستیاب تھا ابوالبختری نے دس اونٹ ذبح کیے۔

اموی کہتے ہیں کہ ان سے ان کے والد اور ابوبکر ہذلی نے بیان کیا کہ قریش کے اس لاؤ لشکر کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف دو اسپ سوار اور ستر پیادہ سپاہی تھے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ قریش کے اس لشکر کے مقابلے اور دفاعی جنگ کے لیے مدینے سے اپنے اصحاب کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو ماہ رمضان کی چند راتیں گزر چکی تھیں۔ آپؐ نے مدینے میں باقی ماندہ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے ابن ام مکتوم کو مقرر فرمایا تھا اور ابولبابہ کو مدینے کی حفاظت کے لیے راستے سے واپس کر دیا تھا۔ آپؐ نے جو علم مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اس کا رنگ سفید تھا اور دوسرے دو علم جو آپؐ کے آگے آگے تھے ان کا رنگ سیاہ تھا۔ ان میں سے ایک علم آپؐ نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور دوسرا انصار میں سے کسی شخص کے سپرد فرمایا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ انصار میں سے جس شخص کے پاس یہ دوسرا علم تھا وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے لیکن اموی اس شخص کا نام حباب بن منذر بتاتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے قلب لشکر میں بنی مازن بن نجار کے بھائی قیس بن ابی صعصعہ کو رکھا تھا۔ اموی بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے قلب لشکر میں اسپ سوار صرف دو یعنی مصعب بن عمیرؓ اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما تھے کہتے ہیں کہ سعد بن خیثمہ اور مقداد بن اسود کے پاس بھی ایک ایک گھوڑا تھا لیکن امام احمدؒ نے حارثہ بن مضرب کے حوالے سے ابی اسحٰق کی زبانی جو روایت پیش کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کے اس دستے میں مقداد کے سوا کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔

Marfat.com

بیہقی نے ابن وہب کے ذریعہ ابی صخر' ابی معاویہ بلخی' سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ غزوۂ بدر کے روز مسلمانوں میں سے زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کے سوا کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا نیز یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میمنہ پر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا اور میسرہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا تھا۔ ان دونوں حضرات کے تقرر کے بارے میں بیان کردہ روایت اموی کی ہے جو انہوں نے اپنے والد اور اسماعیل بن ابی خالد کی زبانی تمیمی کے حوالے سے بیان کی ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی جمعیت میں قریش مکہ کے مذکورہ بالا بڑے لشکر کے مقابلے میں دفاعی جنگ کے لیے دو گھوڑوں کے علاوہ ستر اونٹ تھے جن میں سے ایک پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور علی و ابولبابہ' حضرت حمزہ' زید بن حارثہ' ابوکبشہ اور انسہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے اونٹ کے ساتھ پیدل چل رہے تھے لیکن امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عفان نے حماد بن سلمہ کے حوالے سے اور عاصم بن بہدلہ نے زر بن حبیش اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اس روز مسلمانوں کی پوری جمعیت میں صرف تین افراد اونٹوں پر سوار تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے عقب میں چل رہے تھے۔

اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک موقع پر علی اور ابولبابہ نے آپؐ سے عرض کیا کہ انہیں آگے جانے کی اجازت دی جائے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''تم دونوں نہ تو جوش اور جذبہ جہاد میں مجھ سے قوی تر ہو نہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حصول اجر کے لیے تم سے کم شائق ہوں''۔

یہ روایت نسائی نے بھی فلاس' ابن مہدی اور حماد بن سلمہ کے حوالے سے پیش کی ہے۔ تاہم میرے خیال میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے عقب میں چلنے کی روایت کو اس روز سے قبل اس واقعے سے مربوط رکھنا چاہیے تھا جب آپؐ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو لشکر قریش کے بارے میں خبر لینے کے لیے روحا روانہ فرمایا تھا کیونکہ جس روز کے متعلق یہ روایت پیش کی گئی ہے اس روز جیسا کہ دوسری مستند روایات سے ثابت ہے آپ کی سواری کے عقب میں حضرت علی اور ابولبابہ رضی اللہ عنہما کی جگہ مرثد چل رہے تھے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

امام احمدؒ ایک دوسری روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ ان سے جعفر اور سعید نے قتادہ' زرارہ بن ابی اوفی' سعد بن ہشام اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے اور آخر الذکر کی زبانی بیان کیا کہ روز بروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجر اس کو حکم دیا تھا کہ وہ آپؐ کے اونٹ کی مہار چھوڑ کر اس سے دور ہو جائیں۔ یہ روایت صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) کی سند سے پیش کی گئی ہے۔ اسی روایت کو نسائی نے ابی اشعث' خالد ابن حارث' سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ کے حوالے سے پیش کیا ہے اور اسی کو ہمارے شیخ حافظ المزی نے پہلے دوسری مسند روایات کے حوالوں سے اور آخر میں سعید بن بشر اور قتادہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یہی روایت ہشام نے قتادہ' زرارہ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے پیش کی ہے۔ واللہ اعلم

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن بکیر اور لیث نے عقیل اور ابن شہاب' عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک کے حوالے سے

Marfat.com

عبداللہ بن کعب کی زبانی بیان کیا کہ آخر الذکر نے بتایا کہ وہ ان غزوات میں جن میں رسول اللہ ﷺ نے بہ نفس نفیس شرکت فرما کر عملاً جہاد میں حصہ لیا غزوۂ تبوک کے سوا کبھی آپؐ سے الگ نہیں ہوئے تھے۔ اس غزوے میں بھی غزوہ بدر کی طرف آپؐ سے الگ ہو کر جہاد کرنے کی واحد وجہ آپ کی محافظت ہی تھی اس لیے انہیں امید ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سلسلے میں معتوب نہ ہوں گے۔

جن غزوات کے لیے قریش مکہ کے قافلوں پر نظر رکھنے کے پیش نظر آنحضرت ﷺ مدینے سے روانہ ہوئے تھے اور جن میں خود کعب بن مالک شریک تھے ان کی روایات انہوں نے انفرادی طور پر بطور خاص فرداً فرداً بیان کی ہیں۔

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ مدینے کی طرف قریش مکہ کی ایک بڑے لشکر کی ہمراہی میں روانگی کی خبر سن کر جب رسول اللہ ﷺ ان کے مقابلے کے لیے مدینے سے روانہ ہوئے تو پہلے آپؐ نے عقیق کا راستہ اختیار فرمایا' وہاں سے ذی حلیفہ وہاں سے اولات الجیش کی طرف' وہاں سے قربان کی جانب تشریف لے گئے' پھر وہاں سے مختلف قبائل کی بستیوں سے گزرتے ہوئے پہلے عمیس الحمام' وہاں سے مخیرات الیمامہ' پھر وہاں سے سیالہ اور پھر روحا سے آگے شنوکہ کی حدود میں پہنچے جو ظبیہ کا درمیانی علاقہ ہے اور مدینے سے مکے جانے کا مختصر معقول اور محفوظ راستہ بھی ہے۔ وہاں آپ کو دو عرب راہ گیر ملے جن سے آپؐ نے قریش کے اقدامات کے بارے میں دریافت فرمایا لیکن وہ اس کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔ البتہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان دونوں راہ گیروں سے کہا کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کو سلام کریں۔ یہ سن کر وہ بولے:

''کیا رسول اللہ (ﷺ) بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہیں؟''۔

ان دونوں راہ گیروں نے یہ سوال کچھ اس انداز سے کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں قریش مکہ کے مخبر سمجھتے ہوئے یہ کہہ کر کہ:

''اس کا جواب تمہیں میں دیتا ہوں''۔

ان کی طرف جھپٹے لیکن آپؐ نے انہیں ان راہ گیروں پر سختی سے روکا اور اسی طرح آپؐ نے سلمہ بن سلامہ کو بھی جو انہیں گرفتار کرنے ان کی طرف بڑھے تھے منع فرمایا۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کو پہچان گئے اور انہوں نے مؤدب ہو کر آپ کو سلام کیا۔

روحا اور علاقہ ظبیہ سے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ نے مسجیح میں پڑاؤ ڈالا۔ یہ جگہ بیئر الروحا بھی کہلاتی ہے۔ وہاں مکے کی طرف دو راستے جاتے ہیں لیکن آپؐ نے دائیں طرف کا راستہ چھوڑ کر بائیں جانب کا راستہ اختیار فرمایا اور اسی راستے سے نازیہ تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں سے بدر کی طرف بڑھ سکیں۔ اس راستے میں آپ کو ایک وادی ملی جسے وحقان کہا جاتا تھا۔ یہ وادی ناذیہ اور مضیق کے درمیان میں ہے۔ اس وادی سے گزر کر آپ مضیق پہنچے اور پھر صفراء کے نزدیک پہنچ کر آپؐ نے بنی ساعدہ کے حلیف قبیلے بسبس بن عمرو جہنی اور بنی نجار کے حلیف قبیلے عدی ابن ابی الزغباء کی بستیوں کی طرف کچھ لوگ روانہ فرمائے تاکہ ان سے ابی سفیان اور صخر بن حرب وغیرہ کی نقل و حرکت کے بارے میں معلومات حاصل کر سکیں۔

اس روایت کے بارے میں ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کام کے لیے جو لوگ ان قبائل کی طرف بھیجے تھے انہیں قریش مکہ کے قافلے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے مدینے سے بھیجا تھا اور وہ لوگ اس کے بارے میں خبر

Marfat.com

لے کر مدینے واپس لوٹ آئے تھے۔

یہ آخری روایت بیان کرتے ہوئے ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ بھی پہلی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے اس موقع پر دوسری بار کے الفاظ بڑھا دیتے تو یہ آخری روایت اور صاف ہو جاتی۔ (مؤلف)

بہر کیف ابن اسحٰق اپنی اس روایت کے بارے میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ معنیق سے صفراء کی طرف بڑھے تو آپؐ نے اس بستی کے بارے میں جو دو پہاڑوں کے درمیان آباد تھی ان پہاڑوں کے نام دریافت فرمائے تو آپؐ کے ساتھ کے کچھ لوگوں نے ان میں سے ایک کا نام مسلح اور دوسرے کا صحری بتایا لیکن آپ کو یہ نام پسند نہیں آئے۔ اس کے بعد آپؐ نے اس بستی کے لوگوں سے ان پہاڑوں کے نام کے علاوہ ان دو بستیوں کے نام دریافت فرمائے۔ انہوں نے ان پہاڑوں کے نام ''بنوالنار'' اور بنوحراق بتائے۔ چنانچہ یہ نام بھی ان کے معنوں کے لحاظ سے آپ کو برے معلوم ہوئے اس لیے آپؐ نے ان بستیوں کو چھوڑ دیا اور آگے صفراء کو بھی بائیں طرف چھوڑ کر دائیں طرف کا راستہ اختیار فرمایا اور اس وادی میں پہنچے جسے ذفران کہا جاتا تھا۔ وہاں پہنچ کر آپ کو خبر ملی کہ قریش نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مدینے پر حملہ آور ہونے کے لیے مکے سے روانہ ہو کر وہاں سے یعنی ذفران سے کچھ دور آخری پڑاؤ ڈالا ہے۔ یہ خبر سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا تو ان میں سے اکثر لوگوں نے یہ رائے دی کہ آپ کو ذفران سے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روکنا چاہیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی اس مشورے کی پرزور تائید کی اور اس مشورے کو بہترین مشورہ قرار دیا لیکن ان کے بعد مقداد بن عمرو اٹھ کر بولے:

''یارسول اللہ (ﷺ) اگر آپؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس امر کو ضروری سمجھا ہے تو آپؐ اس پر عمل کیجیے، ہم لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کی طرح آپؐ پر اپنا جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اگر آپؐ دشمن سے جنگ کریں گے تو اس میں بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے''۔

مقداد بن عمرو کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''علی (رضی اللہ عنہ) سے بھی مشورہ کر لو''۔

پھر جب آپؐ نے مہاجرین مکہ کے بعد انصار مدینہ سے جن کی قلیل تعداد اس وقت آپؐ کے ہمراہ تھی اس بارے میں مشورہ طلب فرمایا تو وہ سب یک زبان ہو کر بولے:

''یارسول اللہ (ﷺ) جب تک آپؐ ہمارے ہاں تشریف نہیں لائے تھے اس وقت تک تو ہم آپؐ سے بری الذمہ تھے لیکن اب آپ کی اور مہاجر صحابہ کی حفاظت کی ذمہ داری ہم قبول کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی بیعت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کی اطاعت کا وعدہ کر لینے کے بعد ہم اس ذمہ داری سے کسی طرح سبکدوش ہونا نہیں چاہتے۔ لہٰذا اگر آپ کا ارادہ آگے بڑھ کر دشمن سے مقابلہ کرنا ہے تو بسم اللہ آگے تشریف لے چلئے، ہم آپؐ کے اور آپؐ کے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوش بدوش دشمن سے جنگ کرنے کے لیے حاضر ہیں، ہم آپ کی اطاعت کے مقابلے میں اپنی جان،

Marfat.com

اپنے مال بلکہ اپنے اہل وعیال کی بھی پرواہ نہیں کریں گے"۔

انصار کی زبان سے یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے حد درجہ مسرت کا اظہار فرمایا کیونکہ اس سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی جو مثال مقداد بن عمرو نے پیش کی تھی اس میں جدال وقتال کی صورت میں حضرت موسیٰ کے ساتھیوں کی طرف سے ان کی اس قدر پرزور تائید اور اس حد تک اطاعت کا ذکر نہ تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دے کر فرمایا:

"دشمن سے مقابلے کے لیے آگے بڑھو، میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں انصار ومہاجرین دونوں کا فائدہ دیکھ رہا ہوں کیونکہ انہوں نے یعنی قریش نے ہمیں تو گھر سے بے گھر کیا ہی تھا اب وہ انصار کی تباہی پر بھی آمادہ ہیں"۔

(حدیث کا مفہومی وتشریحی ترجمہ)

آپ کی زبان مبارک سے سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا:

"یارسول اللہ (ﷺ) آپ کا ہمارے لیے کیا ارادہ (اور حکم) ہے؟"۔

آپؐ نے فرمایا:

"بہت اہم اور جلیل"۔

اس پر سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"ہم جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کی بعثت کی تصدیق اور آپ کی اطاعت کا عہد کر چکے ہیں تو اگر آپ ہمیں سمندر میں چھلانگ لگانے کا حکم بھی دیں گے تو ہم بلاتردد پس وپیش اور تامل کے بغیر اس میں کود پڑیں گے۔ آپ کا جو بھی ارادہ ہو آپؐ اس میں ہمیں ہر طرح اپنا مطیع وفرمانبردار پائیں گے"۔

سعد رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر آپؐ نے مزید اظہار مسرت فرمایا اور انہیں بھی کامیابی کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی۔

بخاریؒ نے کثیر شواہد واسناد کے ساتھ یہ روایت پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ طارق بن شہاب سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا کہ انہوں نے مقداد بن اسود کی شہادت اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھا تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں قریش مکہ کو نام بنام پکار کر دعوت مبارزت دے رہے ہیں۔ طارق ابن شہاب کہتے ہیں کہ ان سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ:

"کاش اس شجاعت اور شہادت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضیاب وسرفراز ہونے والا میں ہوتا"۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے طارق ابن شہاب کے بقول یہ بھی بتایا کہ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ہی نے غزوۂ بدر سے قبل رسول اللہ ﷺ سے یہ عرض کیا تھا کہ:

"ہم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نہیں ہیں جس نے ان سے یہ کہا تھا کہ جایئے آپ اور آپ کا رب دشمنوں سے جا کر لڑیں ہم ان سے نہیں لڑیں گے"۔

اس کے بعد مقداد رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ:

Marfat.com

''ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے رہ کر دشمنوں سے لڑیں گے''۔

اور ان کی زبان سے یہ سن کر آنحضرت ﷺ کا چہرۂ مبارک مسرت سے چمکنے لگا تھا۔ اس روایت کو بخاری و مسلم اور نسائی نے خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ نسائی نے مقداد رضی اللہ عنہ کا غزوۂ بدر میں گھوڑے پر سوار ہونے کا بھی اپنی روایت میں ذکر کیا ہے۔ یہ تمام روایات صحیح بخاری میں بڑی ثقہ اسناد کے حوالے سے پیش کی گئی ہیں۔

جب آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ذفران سے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور وہ وہاں سے بدر کے مقام پر پہنچے تو انہیں وہاں قریش کے کچھ لوگ ملے۔ ان لوگوں میں بنی حجاج کا ایک حبشی غلام بھی تھا جسے مدینے کے کچھ انصاری مسلمانوں نے جو قریش کے معزز لوگوں سے واقف نہ تھے پکڑ کر پوچھا:

''تم میں سے ابوسفیان کون ہے؟''۔

اس نے کہا:

''مجھے ابوسفیان کے بارے میں تو کچھ علم نہیں لیکن اس وقت میرے ساتھ یہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ ہیں''۔

یہ سن کر وہ لوگ اسے مارنے پیٹنے لگے تو وہ بولا:

''ٹھہریئے، میں بتاتا ہوں''۔

جب انہوں نے اسے چھوڑا تو وہ ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے بولا: ''یہ ہیں ابوسفیان''۔ لیکن وہ شخص ابوسفیان نہ نکلا تو وہ اسے پھر مارنے پیٹنے لگے۔ اس نے ان کی مار پیٹ سے بچنے کے لیے کہا:

''ٹھہریئے اب میں ٹھیک ٹھیک بتاتا ہوں، مجھے ابوسفیان کا تو کچھ پتہ نہیں لیکن یہ دوسرے لوگ وہی ہیں جن کا میں نے ابھی نام لیا تھا''۔

یہ سن کر وہ لوگ غصے میں آ کر اسے پھر مارنے پیٹنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا:

''جب اس نے جھوٹ بولا تھا تو تم لوگوں نے اسے چھوڑ دیا تھا لیکن اب یہ شخص سچ بول رہا ہے تو تم اسے پھر مارنے پیٹنے لگے ہو۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی زمین پر جگہ جگہ اپنا ہاتھ ضائع کرتا پھرے''۔

اس ارشاد سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ کسی معتبر شخص سے پوچھے بغیر کسی کا کسی فعل پر آمادہ ہو جانا اپنا ہاتھ یعنی موقع اور وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے بعد کبھی رسول اللہ ﷺ سے الگ ہوئے نہ آپ سے پوچھے بغیر انہوں نے کبھی کوئی کام کیا۔

اس قسم کی ایک روایت مسلم نے ابی بکر اور عفان کے حوالے سے بیان کی ہے لیکن اس روایت میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے جب رسول اللہ ﷺ نے خود ایک مہم میں شرکت فرما کر قریش کے ایک قافلے کو روکا تھا، تاکہ وہ مدینے کی طرف نہ بڑھ سکے۔ قریش کے اس قافلے میں بھی وہی لوگ تھے جن کا اس روایت میں ذکر آیا ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذفران سے آگے بڑھ کر ثنا پہنچے جسے اصافر بھی کہا جاتا تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس شہر کا رخ کیا جسے الدبیہ ❶ کہا جاتا تھا۔ وہاں سے آپؐ نے حنان کو جو کسی بلند پہاڑ کی طرح سطح مرتفع ہے داہنی طرف چھوڑا اور اس کی بائیں جانب سے آگے کی مسافت طے فرما کر بدر کے قریب جا پہنچے اور وہیں پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے آپؐ سواری پر ایک صحابی کو ساتھ لے کر آگے تشریف لے گئے۔ ابن ہشام نے آپؐ کے ان صحابی کا نام ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بتایا گیا ہے وہاں راستے میں آپ پہلے ایک عربی شیخ کے پاس رکے اور اس سے دریافت فرمایا کہ آیا وہ قریش مکہ' محمد اور ان کے اصحاب کے بارے میں کوئی اطلاع رکھتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا:

''اگر آپ مجھے یہ بتا دیں کہ آپ دونوں کون ہیں تو میں ان کے بارے مجھے جو اطلاع ملی ہے آپ کو بتا دوں گا''۔

آپؐ نے فرمایا:

''اگر تم ہمیں وہ بتا دو جو ہم نے تم سے پوچھا ہے تو ہم اپنا ذاتی تعارف تم سے کرا دیں گے''۔

شیخ نے کہا:

''اچھی بات ہے''۔

کہہ کر آپؐ سے کہا:

''جو اطلاع ان لوگوں کے بارے میں مجھے ملی ہے اور اطلاع دینے والے نے صحیح اطلاع دی ہے تو وہ یہ ہے کہ قریش مکہ سے روانہ ہو کر اب فلاں مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور محمدؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینے سے روانہ ہو کر اب فلاں مقام تک آ گئے ہیں''۔

اس کے بعد شیخ نے آپؐ سے پوچھا:

''اب تم بتاؤ کہ تم دونوں کون ہو؟''۔

آپؐ نے جواب دیا:

''ہم لوگ ''پانی پار'' کے رہنے والے ہیں''۔

یہ فرما کر آپ آگے بڑھ گئے اور شیخ بڑبڑاتا رہ گیا معلوم نہیں کہ ''پانی پار'' سے آپ کی مراد عراق کے کسی دریا پار مقام سے تھی یا کچھ اور ابن ہشام کہتے ہیں کہ وہ شیخ' شیخ سفیان ضمری کہلاتا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس شیخ سے گفتگو اور اس کے ٹھکانے سے اگلے حصے کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کے پاس واپس لوٹ آئے اور رات وہیں بسر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے جیسا کہ ان سے (یعنی ابن اسحٰق سے) یزید بن رومان نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا' علی بن ابی طالب' زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو اپنے کچھ دوسرے

---

❶ اصلین اور ابن ہشام میں یہی لکھا ہے لیکن معجم البلدان میں اس جگہ کا نام دبہ بتایا گیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قریش مکہ کے بارے میں خبر لانے کے لیے آگے بھیجا جہاں وہی واقعہ پیش آیا جس کا سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے یعنی وہاں سے ایک آدمی کو پکڑ کر واپس آئے اور اسے مار پیٹ کر اس سے ابی سفیان کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

اس روایت کے بعد جس میں ابن اسحٰق نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا ہے زیر نظر روایت میں وہ مزید کہتے ہیں کہ وہ دو آدمی تھے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم کھا کر فرمایا کہ وہ دونوں قریش کے آدمی ہیں' پھر آپؐ نے انہیں دوسرے لوگوں کے شکنجے سے نجات دلا کر ان سے فرمایا:

''اب تم مجھے قریش مکہ کے بارے میں (صحیح صحیح) بات بتاؤ''۔

انہوں آپ کو بتایا کہ:

''قریش نے اس بلند ٹیلے کے پیچھے جو آپ کو سامنے نظر آ رہا ہے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے''۔

آپؐ نے ان سے پوچھا: ''ان کی تعداد کتنی ہے؟'' وہ بولے: ''بہت زیادہ'' آپؐ نے فرمایا ''ان کی صحیح تعداد کیا ہے؟'' وہ بولے: ''یہ تو ہمیں معلوم نہیں''۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا: ''انہوں نے مکے سے یہاں تک کتنے اونٹ ذبح کیے ہیں؟''۔ انہوں نے جواب دیا: ''ہر روز کبھی نو اور کبھی دس'' ان کے اس جواب سے آپؐ نے عسکر قریش کی تعداد کا اندازہ فرما کر ارشاد فرمایا: ''ان کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تک ہو سکتی ہے''۔ اس کے بعد آپؐ نے ان دونوں سے پوچھا: ''قریش کے اس لشکر میں ان کے اشراف میں سے کون کون لوگ شامل ہیں؟'' آپؐ کے اس سوال کے جواب میں وہ بولے:

''ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر بن نوفل' طعیمہ بن عدی بن نوفل' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل بن ہشام' امیہ بن خلف' حجاج کے دو بیٹے نبیہ و منبہ' سہل بن عمرو' اور عمرو بن عبدود شامل ہیں''۔

ان دو آدمیوں سے یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے روئے مبارک موڑتے ہوئے پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''یہی لوگ درحقیقت مکے کے جگر کے ٹکڑے ہیں جو تمہارے مقابلے کے لیے آئے ہیں''۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جب بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی ضغباء سے آگے بڑھ کر بدر کے مقام کے قریب پہنچے تو انہوں نے وہاں سے آگے بڑھ کر ایک بلند ٹیلے کے نیچے قیام کیا اور اپنی اپنی مشکیں لے کر پینے کے لیے پانی لینے گئے تو انہوں نے وہاں قریب کی بستی کی دو عورتوں کو دیکھا جو آپس میں یہ باتیں کر رہی تھیں کہ اگر کل اور پرسوں کوئی قافلہ وہاں آ کر ٹھہرا تو ان میں سے پہلے قافلے کو کون پانی مہیا کرے گی۔ ان کی باتیں سن کر وہ دونوں بھی ان کے قریب بیٹھ گئے اور ان سے کہا کہ وہ باری باری سے ایسے قافلے کے لیے پانی فراہم کریں جو اب وہاں آنے والا ہے پھر انہوں نے اپنے بارے میں بتایا کہ ان کا قافلہ وہاں سے قریب ہی ٹھہرا ہوا ہے جو عنقریب وہاں پہنچے گا اور ان سے کہا کہ وہ قافلے کے سردار سے اپنی اجرت طے کر لیں۔ جب وہ اس پر

Marfat.com

راضی ہوگئیں تو وہ انہیں ساتھ لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس واپس گئے اور آپ کو سارا ماجرا سنایا۔

ان لوگوں کے وہاں سے جانے کے بعد ابوسفیان وہاں آیا۔ اس نے پہلے مجدی بن عمرو جہنی کو پانی کا پتہ لگانے کے لیے وہاں بھیجا تھا جو اس وقت وہاں تھا۔ اس نے مجدی سے پوچھا کہ آیا اس نے وہاں کے قرب وجوار میں کسی جماعت کی آمد ورفت کو محسوس کیا تھا تو وہ بولا کہ جماعت یا کوئی قافلہ تو نہیں البتہ اس نے سامنے کے ٹیلے کے قریب دو اونٹ سواروں کو ٹھہرتے دیکھا تھا جو اپنی اپنی مشکیں لے کر یہاں سے پانی لینے آئے تھے لیکن پھر وہاں سے فوراً ہی چلے گئے۔ مجدی سے یہ سن کر ابوسفیان کو تجسس پیدا ہوا اور وہ مجدی کو ساتھ لے کر اس ٹیلے کے نیچے گیا اور وہاں اونٹوں کے پاؤں کے نشانات دیکھ کر بولا: ''یقیناً یہ مدینے کے اونٹوں کے پاؤں کے نشانات ہیں۔ اس کے بعد وہ عجلت سے اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچا جنہیں وہ وہاں سے کچھ دور پیچھے چھوڑ آیا تھا اور پھر قریش کو جو مکے سے روانہ ہو چکے تھے اطلاع دینے کے لیے اسی عجلت سے ان کے پاس پہنچ گیا۔ ابوسفیان کے قریش کے پاس پہنچنے کے بعد ابوسفیان ہی کی ہدایت پر قریش نے بدر کا سیدھا راستہ چھوڑ کر بائیں طرف کا راستہ اختیار کیا اور جب وہ' جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا' جحفہ پہنچے تو وہاں جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب ابن مناف نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں آیا اور اس نے قریش کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اس نے قریش سے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ قریش کے جن لوگوں کو اس نے اس شخص کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا وہ عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالحکم بن ہشام' امیہ بن خلف اور قریش کے فلاں فلاں دوسرے لوگ تھے' اس نے قریش کے ان سب اشراف کے نام بتائے جو بعد میں جنگ بدر میں مسلم مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مجدی بن عمرو جہنی اور ابوسفیان کے ذریعہ ابوجہل کو بدر کے قریب آنحضرت ﷺ کی آمد کی خبر ملی تو وہ مردود ازلی بولا:

''اچھا ہوا وہ بنی عبدالمطلب کا (نعوذ باللہ) خود ساختہ آخری نبی مدینے سے خود چل کر یہاں آ گیا اگر کل اس سے ہمارا مقابلہ ہوا تو تم دیکھنا کہ میں نہ صرف اس کے ساتھیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دوں گا بلکہ خود اس کے علاوہ بنی عبدالمطلب کے ہر فرد کو چن چن کر قتل کروں گا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مہاجرین وانصار ہمراہیوں کی بدر کے قریب آمد کی خبر سنتے ہی اپنے پیچھے آنے والے ساتھیوں اور ان کے عقب میں آنے والے قریش کو خبردار کرنے کی ساتھ ساتھ ان سے کہلوا دیا تھا کہ وہ اپنا لاؤ لشکر اور مال ومتاع لے کر مکے واپس چلے جائیں لیکن اس کے جواب میں ابوجہل نے کہا تھا:

''خدا کی قسم میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گا بلکہ کل جب ہم ان سب کو قتل کر چکیں گے تو اس کے بعد تو مقررہ دنوں میں عرب کے دوسرے میلوں کی طرح وہاں بھی ایک میلہ لگائیں گے' کھانے کے لیے لاتعداد اونٹ ذبح کریں گے' شراب پئیں گے' رقص وسرور کی محفل جمائیں گے اور خوب داد عیش دیں گے اور ہمارا یہ میلہ تین دن تک چلے گا' اس لیے آگے بڑھو''۔

Marfat.com

اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کا بیان ہے کہ جب قریش مکے سے جحفہ پہنچے جہاں اخنس بن شریف کا حلیف قبیلہ بنی زہرہ آباد تھا تو ابوجہل نے اس قبیلے کے لوگوں سے کہا:

''اگر تم ہمارا ساتھ دینا چاہو تو دو ورنہ اپنا مال ومتاع سمیٹے یہیں بیٹھے رہو' ہم تمہارے سردار مخرمہ بن نوفل کو بھی یہیں چھوڑے جارہے ہیں کیونکہ ہم بزرگوں کو اپنے ساتھ لے جانا نہیں چاہتے''۔

ابوجہل کی یہ نفرت انگیز باتیں سن کر قبیلہ بنی زہرہ کے سب لوگ واپس اپنے اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ زہری کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی فرد واحد بھی قریش کی طرف سے جنگ بدر میں شریک نہیں دیکھا گیا۔ زہری مزید کہتے ہیں کہ ابوجہل نے قریش کے قبیلہ بنی ہاشم کے لوگوں سے بھی جن میں طالب بن ابی طالب بھی شامل تھے مگر دل سے قریش کے ساتھ نہیں تھے بلکہ نبی کریم ﷺ سے جنگ کے مخالف تھے اور صرف رسماً یا محاورۃً قریش کے ساتھ چلے آئے تھے ایسی ہی کڑوی کسیلی باتیں کرتے ہوئے ان سے کہا:

''میں تم بنی ہاشم اور تمہارے محمد (ﷺ) کو خوب جانتا ہوں اگر تم واپس جانا چاہو تو جاسکتے ہو''۔

چنانچہ بنی ہاشم کے جملہ افراد جحفہ ہی سے مکے واپس چلے گئے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ قریش نے اپنے لشکر کے ساتھ جحفہ سے آگے چل کر عدوۃ القصیٰ میں جو وادی مقنقل کے پیچھے اور وادی یلیل کے بیچوں بیچ واقع ہے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں سے مدینے کو سیدھا راستہ جاتا ہے۔

میرے خیال میں قریش جب اس وادی سے آگے دوسری طرف چلے گئے اور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بارش ہونے لگی جس سے وہ جگہ جل تھل ہو کر سرسبز وشاداب ہوگئی تو وہیں مندرجہ ذیل آیہ مبارکہ آپ پر نازل ہوئی' اور اسی ضمن میں مندرجہ ذیل دوسری آیات مبارکہ بھی وہیں نازل ہوئیں۔ (مؤلف)

﴿ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ ..... الخ ﴾

قریش اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے متمتع ہونے کے لیے اب وہاں واپس آسکتے تھے نہ وہاں سے پانی حاصل کرسکتے تھے۔ (مؤلف)

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ..... الخ ﴾

جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے ثابت ہوا اللہ تعالیٰ نے اس خشک وادی میں مسلمانوں کو نہ صرف باران رحمت سے سرفراز فرمایا تاکہ انہیں طہارت جسمانی حاصل ہو بلکہ ان کے باطن کو بھی پاکی بخشی' ان کے دلوں کو وسوسہ شیطانی اور دشمن کی کثرتِ تعداد کے خوف سے نجات دے کر انہیں سکون واطمینان اور ہمت وشجاعت سے معمور فرمایا۔ (مؤلف)

اس کے بعد غزوۂ بدر کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے ارشاد ہوا:

﴿ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ ..... الخ ﴾

اسی آیت کے آخر میں یہ بھی ارشاد فرمایا:

Marfat.com

﴿ ذَالِکَ بِاَنَّھُمْ شَآقُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ ..... الخ ﴾

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے ہارون بن اسحٰق' مصعب بن مقدام' اسرائیل اور ابواسحٰق نے حارثہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آخرالذکر کی زبانی بیان کیا کہ:

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینے سے نکل کر قریش مکہ کے مقابلے کے لیے مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے جحفہ میں آ کر ٹھہرے تو اس خشک وادی میں اسی رات کو جس کی اگلی صبح غزوۂ بدر واقع ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل بھر گئے حتیٰ کہ جس شجر کے نیچے ہم نے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہاں بھی پانی بھر آیا تھا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ مزید بیان فرماتے ہیں کہ:

''اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر نماز پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری فرماتے ہوئے دعا کرتے رہے کیونکہ آپ کی نگاہوں کے سامنے یقیناً اگلی صبح کو غزوۂ بدر کا نقشہ تھا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا کہ:

''اس رات کو آنحضرت کے علاوہ دوسرے سب لوگ بدر کے قریبی علاقے تک طویل سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے سو گئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''غزوۂ بدر میں ہمارے پاس مقداد رضی اللہ عنہ کے علاوہ سواری کے لیے گھوڑا نہ تھا''۔

ہم اس روایت پر آگے چل کر ان شاء اللہ مفصل گفتگو کریں گے۔ (مؤلف)

یہ روایت نسائی نے بھی بندار' غندر اور شعبہ کے حوالے سے بیان کی ہے جب کہ اس سلسلے میں مجاہد کہتے ہیں کہ اس رات کو بارش کی وجہ سے گرد و غبار بیٹھ گیا تھا اور صبح ہوتے ہوتے زمین نزہت و فرخت کا گہوارہ بن گئی تھی جس کی وجہ سے مسلم مجاہدین اور زیادہ ثابت قدم ہو گئے تھے۔ یہ رات ماہ رمضان کے پہلے عشرے کی شب جمعہ تھی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات نماز پڑھتے اور سجدہ میں جا کر یا حی یا قیوم کا ورد فرماتے رہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بدر کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پڑاؤ کے بارے میں قبیلہ بنی سلمہ کے کچھ لوگوں سے گفتگو کی تھی اور انہوں نے خباب بن منذر بن جموح رضی اللہ عنہ کی زبانی بتایا کہ حباب نے آپ سے عرض کی تھی:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کل قریش مکہ سے ہماری جنگ ہوئی تو اس کے لیے ہمارا یہاں قیام مناسب نہیں ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم میدان بدر کے پار پڑاؤ ڈالیں جہاں سے پانی قریب ہے' ہم اس پانی کی کافی مقدار کے لیے اپنے لشکر کے پیچوں بیچ ایک حوض بنا لیں گے جس سے دشمن ایک قطرہ پانی نہ لے سکے گا۔ چنانچہ قریش سے مقابلے کے لیے ہماری یہ جنگی چال بہترین رہے گی''۔

Marfat.com

اموی کہتے ہیں کہ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کے جواب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

''تمہاری اس رائے میں شر پایا جاتا ہے''۔

اموی کے علاوہ جنہوں نے یہ روایت اپنے والد کے حوالے سے بیان کی ہے کلبی نے بھی ابی صالح اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر کے بارے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ[1] فرما رہے تھے اور اس کے لیے لوگوں کو ترتیب بھی دے رہے تھے تو اس وقت جبریل علیہ السلام بھی آپ کی دائیں جانب کھڑے ہو گئے اور آپؐ سے عرض کیا:

''یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو مشورہ آپ کو حبابؓ بن منذر نے دیا ہے (وہ صائب ہے) اسی پر عمل کیجیے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا:

''کیا آپ انہیں یعنی حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو جانتے ہیں''۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا:

''انہیں میں کیا سارے اہل آسمان جانتے ہیں' یہ واقعی بڑے صادق القول انسان ہیں' اس لیے یہ آپ کو شیطان کی طرح دھوکا نہیں دے سکتے''۔

جبرئیلؑ سے یہ سن کر آپؐ بہت مسرور ہوئے اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ بات سنی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں حباب بن منذر کے مشورے کے مطابق آگے بڑھ کر بدر میں پانی کے قریب پڑاؤ کا حکم دیا اور وہ وہاں پہنچ کر قلب لشکر میں ایک حوض بنا کر اسے پانی سے لبالب بھر دیا گیا۔

اموی کہتے ہیں کہ پہلے تو قریش مکہ بھی بدر میں پانی کے قریب تھے لیکن جب حباب بن منذر کے مشورے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پہلے پڑاؤ سے رات ہی میں آگے بڑھ کر اگلے پڑاؤ کا حکم دیا اور وہاں حوض تیار کر کے اسے پانی سے بھر دیا گیا تو اگلی صبح قریش مکہ کے لیے پانی حاصل کرنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو دیکھا جو اس بلند ٹیلے سے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے بدر کی طرف آگے بڑھ آئے تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ:

''یقیناً یہ قریش مکہ ہی ہیں''۔

پھر آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

---

[1] یہ لفظ اصلیین کی روایت میں تحریر کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس حدیث کے بارے میں کوئی دوسری مستند روایت ہمیں معلوم نہیں ہو سکی' اس لیے ہم اپنی طرف سے اس پر کوئی تبصرہ نہیں کریں گے۔ (مؤلف)

[2] اس عربی لفظ کے معنی ہلاکت بھی ہیں جو خشنی نے اپنی کتاب ''غریب السیرۃ'' میں لکھے ہیں (مؤلف)

Marfat.com

''یا اللہ! یہ لوگ اتنا بڑا لاؤ لشکر لے کر اس پر فخر کرتے ہوئے یہاں آ پہنچے ہیں' یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تیری (واقعی) وحدانیت کی توہین کی تھی' تیرے رسول کو جھٹلایا تھا۔ لہٰذا اب تو اپنے اس بندے کی مدد فرما جس کی مدد کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اور کل ان (متکبر) لوگوں کو نیچا کر دے''۔ (حدیث نبوی کا مفہومی و تشریحی ترجمہ)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اس سے قبل وہ یعنی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر چکے تھے کہ:

''بدر میں آپؐ کے لیے مچان کی طرح کا ایک محفوظ بلند مقام بنایا جائے گا جہاں سے آپؐ جنگ کا نظارہ فرما سکتے ہیں اور اگر آپؐ جنگ میں بہ نفس نفیس عملاً شرکت فرمانا چاہیں تو ہم آپؐ کے ساتھ ساتھ رہیں گے''۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ کلمات سن کر آپؐ نے ان کے اور دیگر مجاہدین کے لیے دعائے خیر فرمائی جس کے بعد آپؐ کے لیے منصوبے کے مطابق ایک بلند محفوظ جگہ بنا دی گئی۔

بہرکیف جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو نزدیک سے دیکھا تو آپ کو ان میں عتبہ بن ربیعہ بھی نظر آیا جو ایک سرخ اونٹ پر سوار تھا جس سے بہتر ان لوگوں میں سے کسی کے پاس اونٹ نہیں تھا اور دوسرے لوگ اس کے اونٹ کے پیچھے چل رہے تھے۔ یہ حدیث نبویؐ ہے جس میں آپ کی زبانی مزید بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے ساتھ خفاف بن ایما بن رحضہ یا اس کا باپ ایما بن رحضہ غفاری بھی تھا جس نے قریش کے ساتھ ایک معاہدے کے مطابق اپنے دونوں بیٹوں کو ان کے ساتھ کر دیا تھا اور ان سے کہہ دیا تھا کہ:

''اگر تم مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ ہو تو ہم بھی جان و مال سے تمہارے ساتھ ہیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خفاف بن ایما بن رحضہ وغیرہ نے اس لیے بھی قریش کے ساتھ ہو کر اپنے بیٹے ان کے ساتھ کر دیئے تھے کہ اگر جیسا کہ قریش نے ان سے کہا تھا کہ وہ جنگ بدر میں (نعوذ باللہ) اس اللہ کو بھی قتل کر دیں گے جس کی توحید کا اور اس کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ قریش کی طرف سے اچھے سلوک کے مستحق ہوں گے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''اگر قریش ہمارے ساتھ جنگ ہی پر تلے ہوئے ہیں تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان سے کمزور نہیں ہیں' اس لیے ان کا مقابلہ کریں گے''۔

تاہم آپؐ نے ان کے پاس پہلے صلح کی گفتگو کا پیغام بھیجا تھا آدمی اس حوض سے زبردستی پانی لینے کے لیے بھیجے تو آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مجبوراً حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہیں قتل کر دیا گیا لیکن ان کے ساتھ حکیم بن حزام بھی آئے تھے جنہیں اس لیے قتل نہیں کیا گیا کہ وہ صدق دل سے مسلمان ہو گئے تھے اور بعد میں اسلام کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوئے' وہ جنگ بدر میں بھی قریش کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دائیں جانب رہ کر مسلمانوں کے دوش بدوش جہاد میں شریک

Marfat.com

رہے اور پھر اسے عمر بھر اپنے لیے ذریعہ نجات کہتے رہے۔

جنگِ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کل تین سو تیرہ مجاہد تھے جن کا تفصیلی ذکر ہم ان شاء اللہ واقعہ بدر کے بعد حسب موقع ایک اگلی فصل میں حروف تہجی کے لحاظ سے کریں گے۔ (مؤلف)

صحیح بخاری میں براء کی زبانی منقول ہے کہ ان سے جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ روز بدر آنحضرت ﷺ کے ساتھ مجاہدین کی تعداد تین سو تھی۔ ان کے علاوہ بدر کے قریب آباد قبیلہ طالوت کے دس آدمی بھی آ کر ان میں شریک ہو گئے تھے لیکن ان کے لیے یہ شرط رکھی گئی تھی کہ وہ پہلے مسلمان ہو جائیں جو انہوں نے قبول کر لی تھی۔

بخاریؒ براء ہی کی زبانی یہ بھی لکھتے ہیں:

''میں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما جنگ بدر میں ساتھ ساتھ تھے اور جہاں تک مجھے علم ہے اس میں مہاجرین کی تعداد ستر سے کچھ زیادہ تھی اور انصار کی تعداد دو سو چالیس سے کسی قدر زیادہ تھی''۔

صحیح بخاری کی اس روایت میں براء ہی کے بقول یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ غزوۂ بدر کے روز جمعرات کا دن اور ماہ رمضان کی سترہویں تاریخ تھی۔

اسی روز اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ (ﷺ) کو جب کہ آپؐ اسی بلند جگہ میں جو آپؐ کے لیے تیار کی گئی سورہے تھے' آپؐ کے ساتھیوں کی تعداد میں کمی اور دشمن کی کثرتِ تعداد کے بارے میں خواب دکھایا تھا اور اس کے فوراً بعد آپؐ پر یہ آیت نازل فرمائی تھی:

﴿ اِذْ یُرِیْکَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا ..... الخ ﴾

کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس خواب اور اس آیت کے نزول کے بعد اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ آپ کی اجازت کے بغیر جنگ نہ کریں لیکن جب قریش جنگ کے لیے صف بستہ ہو کر آگے بڑھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو مسلمانوں کی صف اوّل میں تھے آپؐ سے عرض کیا کہ اگر آپؐ جنگ میں بہ نفس نفیس عملاً شرکت فرمانا چاہیں تو وہ بطور محافظ آپؐ کے ساتھ رہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ تو آپ کو خواب میں دشمن کی تعداد کو پہلے ہی قلیل کر کے دکھا چکا تھا' اس لیے آپؐ بالکل مطمئن تھے۔

یہی روایت اموی کی بھی ہے اور واقعی بڑی غریب و نادر ہے۔ (مؤلف)

اسی روز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ یُرِیْکُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ ..... الخ ﴾

ان فریقین کا مقابلہ ہی کیا ہے جن میں سے کثیر تعداد والے فریق کی تعداد کو اللہ تعالیٰ گھٹا کر اور قلیل تعداد والے فریق کی تعداد کو اپنی قدرت سے بڑھا کر دکھائے۔ اسی وجہ سے مندرجہ بالا آیہ شریفہ اور مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ میں کوئی تضاد نہیں جو سورۂ آل عمران میں درج ہے

Marfat.com

﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ..... الخ ﴾

جیسا کہ مندرجہ بالا آیہ شریفہ سے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ جلہ شانہٗ نے اپنے حق پرور رسول (ﷺ) کی کامیابی کے لیے غزوۂ بدر میں اپنی قدرت کاملہ کا جو کرشمہ دکھایا وہ درحقیقت محاربات کے سلسلے میں منطقی اصول پر مبنی تھا یعنی جب جنگی فریقین میں سے اس فریق کو جسے اپنی کثرت تعداد اور جنگی ساز وسامان پر ناز ہو اور اس کی وجہ سے اسے اپنی کامیابی کا یقین ہو تو اس کے علی الرغم جب اسے اپنے مدمقابل کی تعداد اپنے جنگجو افراد کے برابر بلکہ اس سے بھی زیادہ نظر آنے لگے تو اس پر اس کا اثر پڑنا اور اس کے اعتماد کا متزلزل ہو جانا فطری ہے دوسری طرف جنگ کے موقع پر اس فریق کو جسے اپنی قلت تعداد کے علاوہ اپنے جنگی ساز وسامان میں کمی کی وجہ سے دشمن کے مقابلے میں اپنی شکست کا اندیشہ ہو لیکن اسے اپنی تعداد یک بیک دشمن کی تعداد سے بھی زیادہ نظر آنے لگے تو اس کی دل جمعی اور ثابت قدمی میں اضافہ ہو جانا بھی اصول فطرت کے عین مطابق ہے۔ جن راویوں نے غزوۂ بدر میں مسلم مہاجرین کی تعداد پہلے صرف ستر سے زیادہ بتائی تھی وہ بھی مسرت آمیز حیرت کے ساتھ آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ انہیں میدان جنگ میں ان کی تعداد سینکڑوں افراد پر مشتمل نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت میں ﴿ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴾ یعنی اس میں اہل نظر کے لیے سامان عبرت (پوشیدہ) ہے۔

جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں مندرجہ ذیل آیات کی صراحت کرتے ہوئے عرض کیا بالکل وہی بات اسرائیل نے ابن اسحٰق اور ابی عبید اور عبداللہ کے حوالہ سے بیان کی ہے اسرائیل نے اپنی اس روایت میں عبداللہ کا قول پیش کرتے ہیں جنہوں نے بتایا:

''پہلے مجھے مسلمانوں کی قلت تعداد کا اندازہ تھا لیکن جنگ بدر میں جب میں نے جنگ کرتے ہوئے صرف مہاجرین کو دیکھا تو میں نے سوچا کیا ان کی تعداد فقط ستر ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی تعداد کئی سو نظر آ رہی تھی' یہی بات میرے ایک ساتھی نے بھی بتائی''۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ انہیں ابی اسحٰق بن یسار وغیرہ جیسے صاحب علم اور انصار کے کچھ شیوخ نے بتایا کہ جب قریش مکہ بدر کے نزدیک آ کر ٹھہرے تھے تو انہوں نے اپنے مقابل مسلمانوں کی تعداد کا پتہ لگانے کے لیے عمیر بن وہب جمحی کو بھیجا تھا اور اس نے واپس جا کر انہیں بتایا تھا کہ ان کی تعداد کم وبیش تین سو ہو گی لیکن اس کے بعد اس نے ان سے کہا تھا:

''ٹھہرو میں پھر دیکھ کر آتا ہوں کہ کہیں کچھ اور لوگ ان کی مدد کے لیے بطور کمک ان کے پیچھے نہ آ رہے ہوں''۔

چنانچہ وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف آیا اور اس کے چاروں طرف چکر لگانے کے بعد اس نے قریش کو جا کر بتایا' ان کے پیچھے نزدیک و دور تو کوئی انسانوں کی جماعت تو ہے نہیں' البتہ میں نے ستاروں کی ہلکی روشنی میں کچھ علم چمکتے ضرور دیکھے ہیں لیکن مجھے علمبردار نظر نہیں آئے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ بلائیں ہوں گی۔ تاہم مسلمان جتنے بھی ہیں وہ قصداً موت کے منہ میں آ گئے ہیں' اس لیے اب ان کی پناہ ان کی تلواریں ہی ہو سکتی ہیں لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان کا کوئی آدمی اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمہارا ایک آدمی قتل نہ کر لے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سب کو قتل بھی کر ڈالو تو اس

Marfat.com

وقت تک تمہارے بھی اتنے ہی آدمی لڑائی میں کام آ چکے ہوں گے' اب تمہاری جو رائے ہو وہ کرو۔

جب حکیم بن حزام نے عمیر بن وہب جمحی سے یہ بات سنی تو وہ اپنے ساتھ کچھ اور لوگ لے کر عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا اور اس سے کہا:

''اے ابوالولید! تم قریش کے سرداروں میں سے ہو اور وہ سب تمہارا کہا مانتے ہیں' اس لیے تم کوئی ایسی تدبیر کرو جس سے قریش کا نام رہ جائے''۔

عتبہ نے پوچھا:

''تمہارے خایل میں ایسی کوئی تدبیر ہے؟''۔

عمیر بن وہب نے کہا:

''بہتر یہ ہے کہ ہم تو اپنے لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں اور مسلمانوں سے نمٹنے کا معاملہ اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کے قبیلے پر چھوڑ دیں''۔

عتبہ بن ربیعہ عمیر سے یہ سن کر بولا:

''عمرو بن حضرمی زبانی اور عقلی حد تک ہمارا حلیف ہے۔ اس لیے جان و مال کی بات درمیان میں آئی تو کنا کاٹ جائے گا''۔

عتبہ بن ربیعہ کی یہ بات سن کر عمیر بن وہب نے یہی مشورہ ابن حنظلیہ کو دیا جو اس کے نزدیک قریش کے معاملات طے کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتا تھا۔ اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ نے اٹھ کر کہا:

''اے اہل قریش! اگر یہ صرف دین و مذہب کا معاملہ ہے تو اس میں ہم قریش ہی نہیں سارے اہل عرب شریک ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مقابل جو لوگ ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو آپس میں چچا زاد' خالہ زاد یا ماموں زاد ہیں اور وہ سب کے سب قریش کے علاوہ عرب کے کسی نہ کسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے اگر ان میں سے کوئی بھی قتل ہوا تو عرب کی روایات کے مطابق یہ معاملہ صرف دین و مذہب کا نہیں رہے گا بلکہ اس سے سارے عرب میں انتقامی جذبات ابھر آئیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو مسلمانوں سے اتنی نفرت ہے بلکہ اس سے سارے عرب میں انتقامی جذبات ابھر آئیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ لوگوں کو مسلمانوں سے اتنی نفرت ہے کہ آپ ان میں سے کسی کی صورت تک دیکھنا پسند نہیں کرتے اور ہر وقت ان کے خون کے پیاسے رہتے ہیں لیکن فی الحال میرا مشورہ یہ ہے کہ ہم چپ چاپ لوٹ جائیں اور دین و مذہب کا معاملہ جملہ اہل عرب اور محمد (ﷺ) کے درمیان چھوڑ دیں' پھر وہ جانیں اور ان کا کام یعنی وہ آپس میں خود نمٹتے رہیں۔ البتہ ہم اتنا ضرور کریں کہ سارے اہل عرب کے دینی و مذہبی جذبات مسلمانوں کے خلاف ابھار کر انہیں ان سے ہمہ وقت لڑائی پر آمادہ کرتے رہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں آپ کا اصل مقصد بھی یہی ہے''۔

Marfat.com

عتبہ بن ربیعہ کی یہ لمبی چوڑی تقریر سننے کے بعد ابوجہل جل بھن کر غصے سے بولا:

''عتبہ نے جو یہ مشورہ دیا ہے وہ اس کے عین مطابق ہے جو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی چاہتے ہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ خود عتبہ کا بیٹا مسلمانوں میں شامل ہو چکا ہے اور اس وقت ان کے ساتھ ہے یا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ محمد (ﷺ) نے اس پر کوئی جادو کر دیا ہے' ہماری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم لڑائی سے ہرگز منہ نہ موڑیں''۔

عتبہ بن ربیعہ کو ابوجہل کی یہ بات سن کر غصہ تو بہت آیا لیکن وہ اس وقت اس مجلس مشاورت سے اٹھ کر چلا گیا اور ایک انڈا توڑ کر غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنے سر پر ملا۔ وہ چاہتا تھا کہ بہت سے انڈے جمع کر کے اس طرح قریش کے سروں کی گرمی دور کرنے کے لیے انہیں بھیجے لیکن قریش کے لشکر میں اسے اتنے انڈے شاید دستیاب نہ ہو سکے۔

ابن جریر سعد بن عبدالملک اور ان کے باپ کے حوالے سے سعید بن مسیب کی یہ روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسی رات کو قریش کی اس مجلس مشاورت کے بعد حکیم بن حزام مروان بن حکم کے پاس پہنچے تھے اور جب مروان نے جنگِ بدر کے بارے میں ان کی رائے معلوم کی تھی تو انہوں نے اس سے وہی کہا تھا جو وہ پہلے اس کے متعلق عتبہ بن ربیعہ سے کہہ چکے تھے اور ان کی رائے سن کر مروان اور ان لوگوں نے جن میں سعید بن مسیب بھی شامل تھے ان کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اسے صائب ٹھہرایا تھا بلکہ عتبہ بن ربیعہ کی تقریر کے حرف حرف سے پورا اتفاق کیا تھا بلکہ نہ صرف عمرو بن حضرمی کا پورا قبیلہ عتبہ کی تقریر سن کر واپس چلا گیا تھا کچھ قریش بھی مکے کو لوٹ گئے تھے لیکن ابوجہل پھر بھی اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اس نے مروان کے بارے میں جب یہ سنا کہ اس نے بھی عتبہ بن ربیعہ کی رائے سے اتفاق کیا ہے تو اس نے اپنے ارادے کی پختگی کا اظہار کرنے کے لیے اٹھ کر اپنی تلوار خود اپنے گھوڑے کے پیٹ میں گھسیڑ دی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی کچھ بھی کہے وہ بدر میں مسلمانوں کے خلاف جنگ سے باز نہیں رہے گا۔

ابن جریر نے سعید بن مسیب کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت پیش کرتے ہوئے انہیں کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ بدر میں صبح ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے لیے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں خود ترتیب دیں اور ہر صف کے درمیان سے گزرتے فرمایا:

''(مجھے معلوم ہے کہ) تم سب لوگ (دل و جان سے) میرے ساتھ ہو''۔ (حدیث کا مفہومی ترجمہ)

امام احمدؒ نے اس روایت کے آخری حصے کو جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر کے لیے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں بہ نفس نفیس ترتیب دے کر ان سے فرمایا تھا کہ ''تم میرے ساتھ رہنا' میرے ساتھ رہنا'' اور اس کے بعد خود صف اوّل سے آگے تشریف لے گئے تھے بطور خاص پیش کیا ہے جو معتبر ترین روایت ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حبان بن واسع بن حبان نے اپنے قبیلے کے کچھ بزرگوں کی زبانی بیان کیا کہ جب غزوۂ بدر کے روز نبی کریم ﷺ مسلمانوں کی صفیں جنگ کے لیے ترتیب دے رہے تھے تو آپؐ نے دیکھا کہ سواد بن غزیہ جو بنو نجار میں بنی عدی کے حلیف تھے اپنی صف سے کچھ آگے نکلے ہوئے کھڑے تھے چنانچہ آپؐ نے اس پیالے سے جو اس وقت آپؐ کے ہاتھ میں

Marfat.com

تھا ان کے پیٹ پر ضرب لگا کر انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی صف کے برابر کھڑے ہوں۔ اس کے جواب میں سواد بن غزیہ نے مؤدب ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور بہت کچھ جانتے ہیں لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ میرے پیٹ پر زخم ہے''۔

اس کے بعد انہوں نے آپ کو اپنے پیٹ سے کرتہ ہٹا کر دکھایا تو واقعی ان کے پیٹ پر کافی گہرا زخم تھا جس سے یقیناً انہیں بہت تکلیف ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے یہ دیکھ کر ان سے فرمایا:

''تم ایسی حالت میں یہاں کیوں آ گئے ہو؟''۔

اسود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ کے اور اسلام کے لیے تو میری جان تک حاضر ہے' پھر میں اس معمولی زخم کی وجہ سے اس قربانی میں دوسرے مجاہدین سے کس طرح پیچھے رہ سکتا تھا؟''۔

ان سے یہ سن کر آپؐ نے ان کے اس جذبے پر انہیں بہ نگاہ ترحم دیکھا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے عوف بن حارث کے حوالے سے جو ابن عفراء کے نام سے مشہور ہیں بیان کیا کہ انہوں نے ایک روز مدینے میں نبی کریم (ﷺ) سے دریافت کیا۔

یارسول اللہ (ﷺ) غزوۂ بدر میں آپ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کس کے عمل نے سب سے زیادہ خوش کیا؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اس شخص کے عمل نے جسے دشمنوں نے ہر طرف گھیرے میں لے کر اور بے دست و پا کر کے قید کر لیا تھا لیکن ان میں سے ایک نے جو اس کا پہرے دار تھا جونہی پیٹھ موڑی اس نے اس کی تلوار بجلی کی پھرتی سے چھینی اور اسے قتل کرنے کے بعد خود بھی قتل کر دیا گیا۔ اس کے اس عمل سے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوا''۔ (حدیث کا مفہومی ترجمہ۔ مؤلف)

ابن اسحٰق اپنی مندرجہ بالا روایت میں غزوۂ بدر کے کوائف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس روز جنگ کے لیے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفیں درست کر لیں تو آپؐ اس عریش میں تشریف لے گئے جو آپؐ کے لیے تیار کیا گیا تھا اور وہاں آپؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں گیا۔ البتہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے دروازے پر برہنہ شمشیر لے کر کچھ دوسرے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کھڑے پہرہ دیتے رہے تاکہ دشمن آنحضرت ﷺ پر موقع دیکھ کر کسی طرف سے حملہ نہ کر سکے۔ ویسے اس عریش کا ایک ہی دروازہ تھا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی آپؐ کے مدینے واپسی تک بطور محافظ آپؐ کے ساتھ ساتھ رہے تھے۔

بزارؒ اپنی مسند میں محمد بن عقیل کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خطبہ دیتے ہوئے حاضرین سے پوچھا: ''کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم میں

Marfat.com

سب سے زیادہ بہادر کون ہے'' (یا تھا) لوگوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا: ہم میں سب سے زیادہ بہادر یا امیر المومنین آپ ہیں''۔ لوگوں کا یہ جواب سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم میں سب سے زیادہ بہادر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جن کے مقابلے میں میں کبھی ان سے آدھی شجاعت کا مظاہرہ بھی نہ کر سکا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے دریافت فرمایا: ''کیا آل فرعون میں جو واحد مومن گزرا ہے اسے (فرعون کی دہشت کے پیش نظر) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہادر کہہ سکتے ہو؟''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر حاضرین خاموش رہے تو انہوں نے خود ہی فرمایا: آل فرعون کا وہ واحد مومن ہی کیا تمام روئے زمین پر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بہادر کوئی نہیں ہوا نہ ہو گا کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں شب و روز دشمنوں میں محصور رہ کر رسول اللہ ﷺ کا جس طرح ساتھ دیا اس کی کوئی مثال دنیا آج تک پیش نہیں کر سکی۔ اس کے علاوہ غزوۂ بدر میں جب تک آنحضرت ﷺ عریش میں تشریف فرما رہے ابوبکر ہی آپؐ کے پیچھے شمشیر برہنہ لے کر بطور محافظ کھڑے رہتے تھے اور جب میدان جنگ میں قریش نے یہ کہتے ہوئے کہ ''تم ہی اللہ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے خود کو نبی کہتے ہو''۔ آپؐ کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کی تو وہاں بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے انہیں للکار کر کہا کہ ''کیا تم اس (سچے) شخص کو جو خدا کو واحد کہتا ہے قتل کرنے کی جرأت کر سکتے ہو؟ اور یہ کہہ کر دشمنوں سے جہاد میں مصروف ہو گئے اور رسول اللہ (ﷺ) کی حفاظت کا بطور آپؐ کے ذاتی محافظ کے پورا پورا حق ادا کر دیا''۔

اس روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گفتگو فرماتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک اور وہ چادر جو وہ اس وقت اوڑھے ہوئے تھے آنسوؤں سے تر ہو گئی تھی۔

بزارؒ اس روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ ہمیں آج تک کوئی ایسا راوی نہیں ملا نہ ہم کسی ایسے راوی کو جانتے ہیں جس نے اس روایت کو اسی انداز میں بیان نہ کیا ہو۔

سہیلی نے قاسم بن ثابت کے حوالے سے غار ثور کی روایت پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ (ﷺ) وہاں گریہ زاری کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہے تھے کہ اگر اس نے آپ کو ہلاک کر دیا تو پھر روئے زمین پر اس کا نام لینے والا کوئی باقی نہیں رہے گا اور یہ دعا بھی کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ حسب وعدہ اس وقت آپ کی مدد فرمائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی ردائے مبارک جو بحالت گریہ وزاری آپؐ کے شانوں سے ڈھلک ڈھلک جاتی تھی دوبارہ آپؐ کے شانوں پر ڈال کر آپؐ سے عرض کرتے جاتے تھے کہ:

''یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ آپ کی ضرور مدد فرمائے گا''۔

سہیلی اس روایت کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب ہونے کے علاوہ رسول اللہ (ﷺ) پر جاں نثاری کی حد تک شفقت فرماتے تھے۔

بہر کیف غزوۂ بدر میں بھی ایسے فریقین کا مقابلہ تھا جن میں سے ایک شیطانی راہ پر چل رہا تھا اور دوسرا خالق کائنات کا مطیع و فرماں بردار تھا۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ کے علاوہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔

Marfat.com

مشرکین میں اس روز جو سب سے پہلے قتل ہوا وہ اسود بن عبدالاسد مخزومی تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ شخص انتہائی بدخلق اور بدائٹی کر یہہ المنظر تھا۔ وہ مشرکین قریش سے یہ کہہ کر ان کے لشکر سے روانہ ہوا تھا کہ خود خالق کائنات کے ساتھ اس کا یہ معاہدہ ہوا ہے کہ بدر میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پینے اور لانے والا وہی ہوگا لیکن پہلے ہی قدم پر اس کی بدبختی سے ایک جھاڑی اس کے راستے میں حائل ہوگئی جس کے کانٹوں سے اس کی پشت پر ایسی گہری خراش پڑی جس سے خون بہتا ہوا اس کے ٹخنے تک آ گیا۔ بہرحال اس جھاڑی سے پیچھا چھڑاتے ہوئے وہ ہمت کر کے آگے حوض کی طرف بڑھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا داہنا پہلو بالکل محفوظ ہے لیکن اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کی تاک میں تھے جب وہ حوض پر پہنچ کر اس سے پانی لینے کے لیے جھکا تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو اس کے پیچھے پیچھے چلے آئے تھے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ ہوگیا اور وہ حوض ہی اس کی قبر بن گئی جس سے سب سے پہلے اسے پانی پلانے کا اس کے بقول خود خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا۔

غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے اموی کہتے ہیں کہ قریش کی طرف سے اس میں شجاعت کے اظہار کا شوق سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ ہی کو چرایا۔ چنانچہ وہ میدان بدر میں مشرکین مکہ کی صفوں سے نکل کر اس طرح آگے آیا کہ اس کے ایک طرف اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ تھا اور دوسری طرف اس کا بیٹا ولید تھا۔ اس نے آگے آ کر قدیم جنگوں کے قاعدے کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے مبارز طلب کیے تو ادھر سے ان کے مقابلے کے لیے تین افراد نکلے۔ وہ عوف' معاذ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم تھے۔ عوف اور معاذ رضی اللہ عنہما کی ماں کا نام صفراء تھا۔ عبداللہ بن حارث کے بارے میں بھی پہلے بتایا جا چکا ہے۔

جب یہ تینوں اسلامی صفوں سے نکل کر عتبہ بن ربیعہ کے سامنے آئے تو اس نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' انہوں نے اپنے نام بتا کر کہا کہ ان کا تعلق انصار مدینہ سے ہے۔ ان کی زبان سے یہ سن کر عتبہ نے کہا کہ ہمیں تم سے غرض نہیں ہے پھر بلند آواز سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا: ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلے کے لیے ہماری قوم اور ہماری کف کے لوگوں کو بھیجو''۔ چنانچہ آپؐ نے قریش کے مذکورہ بالا افراد کے مقابلے کے لیے عبیدہ بن حارث' حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو نام بنام آواز دے کر بھیجا۔

اموی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ کے مقابلے کے لیے مذکورہ بالا انصار کا بھیجا جانا یا ان کا جوش شجاعت میں خود چلے جانا پہلے ہی ناپسند تھا کیونکہ ان کا قریش سے مقابلہ کا یہ پہلا موقع تھا اور آپؐ ان کے مقابلے کے لیے اپنے ان تین قریب ترین عزیزوں کو بھیجنا بہتر خیال فرماتے تھے۔

جب یہ تین حضرات اپنی صفوں سے نکل کر آگے آئے تو عتبہ بن ربیعہ نے ان سے بھی پوچھا: ''تم کون ہو؟'' کیونکہ قریش کے ان تینوں مبارزت کے طالب لوگوں میں سے کوئی بھی انہیں تبدیلی لباس اور مسلح ہونے کی وجہ سے پہچان نہ سکا تھا لیکن جب انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنے نام عبیدہ' حمزہ اور علی رضی اللہ عنہم بتائے تو عتبہ بولا:

''ہاں تم تینوں یقیناً ہمارے قابل احترام کف کے لوگ ہو''۔

پہلے عبیدہ عتبہ کے سامنے آئے جو ان کی قوم کا ایک فرد تھا۔ پھر حمزہ اور علی رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے شیبہ اور ولید کے مقابل آئے۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو قتل کرنے میں تاخیر نہیں کی جب کہ عبیدہ اور عتبہ دو دو ضربات کے تبادلے کے بعد اپنے اپنے ساتھیوں کو بچانے کی فکر میں لگ گئے لیکن حمزہ و علی رضی اللہ عنہما اپنی اپنی تلواریں لے کر عتبہ کے ساتھیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد اس کی طرف مڑے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے اپنے ساتھی عبیدہ کی طرف پھینک دیا۔

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں ابی مجاز کا بیان قیس بن عباد اور ابی ذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ آخر الذکر یعنی ابی ذر رضی اللہ عنہ نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ آیت قرآنی: ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ حمزہ رضی اللہ عنہ و عتبہ کے بارے میں یہ بتانے کے لیے اتری تھی کہ روز بدر ان دونوں کی باہمی دشمنی اور جنگ صرف اپنے اپنے معبود کے بارے میں تھی۔ بخاریؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی شان نزول یہی بیان کی ہے۔

بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ ان سے حجاج بن منہال نے اور ان کے علاوہ معتمر بن سلیمان نے اپنے والد کی زبانی ابو مجاز کی یہ روایت قیس بن عباد کے حوالے سے بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا:

''میں قیامت میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جو اپنے پروردگار کے سامنے دشمنوں سے اپنی دشمنی کا سبب بیان کرنے کے لیے حاضر ہوگا''۔

قیس کہتے ہیں کہ آیہ شریفہ ﴿هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ﴾ انہی اسباب کے سلسلے کی ایک کڑی بن کر نازل ہوئی تھی جو بدر کے روز علی و حمزہ رضی اللہ عنہما اور عتبہ و شیبہ اور ولید بن عتبہ کے درمیان دشمن کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے یعنی ایک طرف علی و حمزہ و عبیدہ رضی اللہ عنہم اپنے پروردگار کے لیے اور دوسری طرف عتبہ و شیبہ اور ولید بن عتبہ اپنے معبودوں کے لیے دشمنوں کی طرح جنگ کر رہے تھے۔

بخاریؒ نے اس روایت کو بطور خاص پیش کیا ہے۔ ہم اس آیہ شریفہ کی شان نزول اور وقت نزول کے بارے میں اپنی کتاب تفسیر میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ (مؤلف)

اموی کہتے ہیں کہ ان سے معاویہ بن عمرو نے ابی اسحٰق' ابن مبارکؒ، اسماعیل بن ابی خالد اور عبداللہ البیہقی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر میں عتبہ' شیبہ اور ولید کا بالترتیب حمزہ' عبیدہ' اور علی رضی اللہ عنہم سے مقابلہ ہوا۔ پہلے عتبہ نے ان مجاہدین کے نام پوچھے تو حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میں خدا اور خدا کے رسول کا شیر ہوں' میرا نام حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہے''۔

اس پر عتبہ بولا:

''تم واقعی ہمارے محترم کف سے تعلق رکھتے ہو''۔

علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''میرا نام عبداللہ ہے اور میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھائی ہوں''۔

آخر میں عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: ''میں ان دونوں کا حلیف ہوں''۔

Marfat.com

ں کے بعد فریقین میں جنگ ہونے لگی اور مشرکین مکہ کے تینوں جنگجو قتل ہو گئے۔

اموی اپنی اس روایت میں مزید بیان کرتے ہیں کہ کفار قریش کے ان تینوں مبارزین کا مرثیہ ہند نے کہا تھا جس نے غزوہ حد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ ہند کے مذکورہ بالا مرثیہ کے چند اشعار بعض عرب مؤرخین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل بھی کیے ہیں۔

عبیدہ رضی اللہ عنہ کا پورا نام عبیدہ ابن حارث بن مطلب بن عبد مناف تھا (مؤلف) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام مہجع نے غزوہ بدر ہی میں دور سے تیر مار کر شہید کر دیا تھا اور وہ غزوۂ بدر میں شہید ہونے والے پہلے مسلمان تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب انہیں زخمی حالت میں اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپ نے ان کا سر پکڑ کر ان کا منہ اپنی ران پر اٹھایا اور انہیں بہ نگاہ شفقت و احترام[1] دیکھا پھر انہیں لٹا دیا تو اٹک اٹک کر اور آہستہ آہستہ بولے:

''کاش مجھے آج ابوطالب دیکھ سکتے جنہوں نے فرمایا تھا کہ میں حق پر تھا اور حق ہی کے لیے جان دوں گا۔ آج ان کی وہ پیشگوئی بفضل خدا پوری ہوئی''۔

اتنا کہہ کر ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے درجہ شہادت پایا''۔

وفات کے وقت عبیدہ رضی اللہ عنہ کا منہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی طرف تھا۔

ابن اسحٰق اپنی مذکورہ روایت میں امام احمد کی طرح مزید کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے مجاہد عبیدہ رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کے بعد شہادت پانے والے مجاہد بنی عدی بن نجار کے ایک شخص حارثہ بن سراقہ تھے۔ انہیں بھی دور سے تیر مار کر شہید کیا گیا تھا جب وہ حوض سے پانی پی رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹے تھے لیکن راستے ہی میں گر کر وفات پا گئے تھے۔

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حارثہ بن سراقہ میدان جنگ کی طرف آ رہے تھے کہ انہیں مغرب کی طرف سے ایک تیر آ کر لگا جس کے کاری و مہلک زخم سے وہ فوراً ہی وفات پا گئے۔

اسی روایت میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ حارثہ بن مراقد کی والدہ غزوہ بدر میں ان کی شہادت کے بعد ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے دریافت کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا میرا بیٹا مر کر جنت میں گیا ہے یا نہیں؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کر لوں گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کے علاوہ کسی اور جگہ رکھا ہے تو فرما دیجیے کہ وہ کون سا مقام ہے؟''۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سیرت حلبیہ میں فاشرئہ رسول اللہ کی جگہ فافرشہ (لٹایا) لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

''اے بے وقوف عورت! افسوس تو کیسی باتیں کرتی ہے' تیرا بیٹا اس وقت جنت میں ہے بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں ہے''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے غزوۂ بدر میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ:

''جب تک انہیں حکم نہ دیا جائے وہ شہداء کی لاشیں میدان سے اٹھا کر اپنی طرف نہ لائیں لیکن دشمن کا کوئی شخص کسی مجاہد کی لاش اٹھانے کی کوشش کرے تو اسے تیر چلا کر اس سے دور رکھا جائے نیز یہ کہ ہماری طرف سے تیر اندازی میں دشمن پر سبقت ہوتی رہے''۔

صحیح بخاری میں یہ روایت اور حدیث نبوی ابی اسید کے حوالے سے انہی الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ (مؤلف)

بیہقی' حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس بن بکیر اور ابی اسحٰق کے حوالے سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت پیش کرتے ہوئے کہ غزوۂ بدر میں نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو یا عبدالرحمٰن کہہ کر بلائیں۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنا شعار بنالیا تھا۔ اس کے علاوہ جنگ کے وقت ان کا نعرہ ''احد احد'' تھا[1] جسے انہوں نے مرتے مرتے حرز جاں بنا رکھا تھا۔

اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ مختلف قبائل کے لوگوں کی پہچان کے لیے انہیں مختلف ناموں سے پکارا جاتا تھا مثلاً مہاجرین کو یا بنی عبدالرحمٰن' قبیلہ خزرج کے لوگوں کو یا بنی عبداللہ اور قبیلہ اوس کے لوگوں کو یا بنی عبیداللہ کہہ کر آواز دی جاتی تھی اور مجاہدین کے پورے گروہ کو فیل اللہ کہا جاتا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نعرہ ''احد احد'' تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عریش[2] میں جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بطور محافظ کھڑے رہتے تھے اللہ تعالیٰ سے اسلام کی فتح اور مسلمانوں کی امداد کے لیے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت قرآنی میں فرمایا ہے دعا فرما رہے تھے:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ..... الخ ﴾

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں ابونوح قرادا اور عکرمہ بن عمار نے سماک حنفی ابوزمیل کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر یعنی سماک حنفی ابوزمیل سے ابن عباس اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ غزوۂ بدر کے روز جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد پر نظر ڈالی تو ان کی تعداد تین سو سے کچھ زیادہ تھی۔ اس کے بعد آپؐ نے مشرکین کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ یہ دیکھ کر آپؐ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے جو یہ تھی:

اللّٰھم ان تھلک ھذہ العصابۃ من اھل الاسلام فلا تعبد بعد فی الارض ابداً

---

[1] یاد رہے کہ جب کفار مکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ننگی پیٹھ پر کوڑے برساتے تھے یا انہیں جلتی ریت پر پیٹھ کے بل لٹا کر ان کے سینے پر تپتے ہوئے گرم پتھر رکھتے تھے تو وہ بھی اس وقت ''احد، احد'' ہی کہتے رہتے تھے۔ (مترجم)

[2] یہاں بلند جگہ پر چاروں طرف سے گھرا ہوا سائبان مراد ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

آپؐ نے اسی طرح بارگاہِ رب العزت میں اتنی دیر تک مسلسل مناجات کی کہ حد درجہ الحاح وزاری سے آپ کی ردائے مبارک شانوں سے ڈھلک گئی۔ یہ دیکھ کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے جو بطور ذاتی محافظ آپؐ کے پس پشت برہنہ شمشیر لیے ایستادہ تھے آپ کی ردائے مبارک آپؐ کے شانوں پر دوبارہ ٹھیک کرتے ہوئے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی اتنی ہی التجا بارگاہِ الٰہی میں کافی ہوگی اور اللہ تعالیٰ آپ کی حسب وعدہ مدد فرمائے گا''۔

چنانچہ اس کے فوراً بعد یہ آیہ شریفہ آپؐ پر نازل ہوئی:

﴿ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ ..... الخ ﴾

ہم مندرجہ بالا حدیث اور آیت قرآنی کی مکمل تفسیر ان شاء اللہ عنقریب پیش کریں گے۔ (مؤلف)

مسلمؒ ابوداؤدؒ اور ابن جریرؒ کے علاوہ عکرمہ بن عمار یمانی کی بیان کردہ ایسی ہی ایک روایت کو علی بن مدینیؒ اور ترمذیؒ نے بھی صحیح روایت قرار دیا ہے۔ اسی طرح ایک کے سوا کئی دوسرے ثقہ راویوں نے ابن عباسؓ السدی اور ابن جریر وغیرہ کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت پیش کرتے ہوئے اس میں مندرجہ بالا آیت قرآنی کی شان نزول کے بارے میں وہی کہا ہے جس کا ذکر مذکورہ بالا روایت میں آچکا ہے یعنی یہ آیت غزوۂ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے فوراً بعد اتری تھی۔

اموی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ غزوۂ بدر کے دن آپؐ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس کی امداد کے لیے گڑگڑا کر التجا کر رہے تھے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے علاوہ اپنے دوسرے حق پرست بندوں کی دعا بھی قبول فرمائی تھی جس کا ثبوت مذکورہ بالا آیہ شریفہ میں لفظ ''لفتتکم'' سے ملتا ہے۔ یہ الفاظ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عوفی کے ہیں۔

جہاں تک مندرجہ بالا آیہ شریفہ میں لفظ ''مردفین'' کا تعلق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے اپنے فضل وکرم سے جو ایک ہزار فرشتے بھیجے وہ مختلف گروہوں میں منقسم تھے اور ہر گروہ پر ایک فرشتہ متعین تھا لیکن بعض راویوں نے ''مردفین'' سے مراد صف بہ صف لی ہے اور بعض نے انہیں قطار در قطار ایک کے پیچھے ایک بتایا ہے لیکن ہمارے نزدیک اس آیت میں لفظ ''مردفین'' کی قرأت میم پر زبر کے ساتھ فرشتوں کی صف بستگی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

علی بن ابی طلحہ والبی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کے بقول اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی التجا کے جواب میں جو ایک ہزار فرشتے بھیجے تھے ان میں سے پانچ سو کی جماعت حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک جانب تھی اور پانچ سو فرشتوں کی دوسری جماعت حضرت میکائیل کے ساتھ مومنین کے دوسری جانب تھی اور یہی سب سے زیادہ مشہور روایت ہے لیکن ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے مثنیٰ، اسحاق، یعقوب بن محمد زہری، عبدالعزیز بن عمران نے ربعی، ابی حویرث، محمد بن جبیر اور علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام ایک ہزار فرشتے لے کر ہمارے لشکر کے میمنہ میں اترے جس میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تھے۔ پھر میکائیل ہزار فرشتوں کو لے کر مجاہدین کے میسرہ میں اترے جس طرف میں تھا''۔

Marfat.com

بیہقی نے اپنی کتاب ''الدلائل'' میں محمد بن جبیر اور علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:

''اور اسرافیل بھی ایک ہزار فرشتے لے کر بدر کے میدان میں اترے اور اس طرح خود کفار سے جنگ میں مصروف ہوئے جو رہتی دنیا تک یادگار رہے گی۔ انہوں نے لمحہ بھر میں اتنے کفار قتل کیے کہ ان کا دامن بھی خون سے رنگین ہو گیا''۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس روایت کی رو سے غزوۂ بدر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی امداد کے لیے آسمان سے نازل ہونے والے فرشتوں کی مجموعی تعداد تین ہزار ہوتی ہے لیکن یہ روایت بڑی عجیب اور مندرجہ بالا دوسری متعدد مستند روایات کے برعکس ضعیف ہے اور جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں عرض کیا آیت قرآنی میں جو اس واقعہ سے متعلق ہے الفاظ ﴿بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ﴾ میں ''مردفین'' کے میم کو بالفتح پڑھا جائے تو فرشتوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زیادہ آگے نہیں بڑھتی۔ واللہ اعلم (مؤلف)

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں حاکم' اصم' محمد بن سنان القزاز' عبیداللہ بن عبدالمجید ابوعلی حنفی' عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موہب' اسماعیل بن عوف بن عبیداللہ بن ابی رافع نے عبداللہ بن محمد بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر یعنی عبداللہ بن محمد بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد اور دادا یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''جب غزوۂ بدر میں کچھ کفار کو قتل کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں سر رکھے ''یا حی یا قیوم' یا حی یا قیوم'' کا ورد فرما رہے ہیں اور اس سے زیادہ کوئی لفظ آپ کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں دوبارہ میدان جنگ میں چلا گیا اور جب پھر وہاں سے آپ کی طرف لوٹ کر آیا تو میں نے پھر وہی دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور ''یا حی یا قیوم' یا حی یا قیوم'' کا ورد فرما رہے ہیں جس کے سوا اس وقت بھی میں نے آپ کی زبان مبارک سے نہیں سنا۔ اس کے بعد تیسری بار جب میں میدان جنگ سے آپ کی طرف لوٹ کر آیا اور اس وقت بھی آپ سجدہ میں تھے اور وہی الفاظ زبان مبارک پر تھے اور آپ نے اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اٹھایا جب تک مسلمانوں کو کفار پر مکمل فتح حاصل نہیں ہوئی۔ یہی روایت نسائی نے غزوۂ بدر سے پہلی رات اور غزوہ بدر کے دن کے بارے میں بندار' عبیداللہ بن عبدالمجید ابی علی حنفی کے حوالے سے من وعن یہی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے سلسلے میں بیان کی ہے۔

اعمش نے بھی ابی اسحاق' ابی عبیدہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روز بدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس روز آپ اللہ تعالیٰ کے حضور مسلسل یہی عرض کرتے رہے: اللّٰھم انی انشرک مھدک و وعدک ..... الخ (یا اللہ میں تجھ سے تیرا وعدہ پورا کرنے کی التجا کرتا ہوں' یا اللہ اگر تو نے (مسلمانوں کی) اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر (روئے زمین پر) تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہیں رہے گا)

متعدد دوسری مستند روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ کفار پر مسلمانوں کی فتح کے بارے میں اللہ کے وعدے پر مشتمل آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں لیکن ان میں جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا تھا اس کا ظہور غزوۂ بدر کے روز آپ کی مسلسل دعا کے بعد اس وقت ہوا جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے آپ کو کفار پر مسلمانوں کی مکمل فتح کا مژدہ

Marfat.com

سناتے ہوئے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) سجدے سے سر اٹھایئے' اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے''۔

نبی کریم ﷺ نے (سجدے سے سر اٹھا کر) فرمایا:

''(الحمدللہ) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) تمہیں اور تمہارے ساتھ سارے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی (بروقت) امداد مبارک ہو' میں اس وقت جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو خلاء میں آسمان کی طرف پرواز کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں''۔

(حدیث کا مفہومی وتشریحی ترجمہ۔ مترجم)

اس روایت سے قبل کی متعدد مستند روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر کے روز ایک بار عین لڑائی کے وقت عریش سے اتر کر نیچے تشریف لائے اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''جتنے مسلمان کفار کے ہاتھوں آج شہید ہوں گے وہ سب جنت میں جائیں گے' اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اس کے مقبول بندے ہیں''۔

جب رسول کریم ﷺ مسلمانوں سے یہ ارشاد فرما رہے تھے تو اس وقت بنی سلمہ کے بھائی عمیر بن حمام ہاتھ میں کچھ پھل لیے کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کا یہ ارشاد گرامی سنتے ہی تلوار سنبھالی اور یہ کہتے ہوئے کہ:

''میں آج جب تک شہید نہ ہو جاؤں گا مجھ میں اور ان دوسرے شہیدوں میں جو مجھ سے پہلے شہید ہو چکے ہیں یقیناً کافی فاصلہ رہے گا''۔

کفار کی صفوں میں دندناتے ہوئے گھستے چلے گئے اور ان سے بڑی بہادری کے ساتھ معرکہ آرائی کے بعد آخر کار شہید ہو گئے۔

ابوداؤد اسرائیل کی بعض روایات کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں رسول اکرم عریش سے اتر کر مسلمانوں کی صفوں میں تشریف لائے تو آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نہایت صبر وسکون کے ساتھ کفار سے جہاد میں مصروف تھے اور مسلسل ذکر الٰہی کثرت سے کیے جا رہے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے وہی الفاظ مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمائے جو سطور بالا میں درج کیے جا چکے ہیں۔ مسلمانوں کے اس صبر واستقامت اور ذکر الٰہی کی کثرت کا ذکر اس آیت میں بھی آیا ہے: ﴿یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِذَا لَقِیْتُمْ ..... الخ﴾ یعنی بدر میں عین لڑائی کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر جو مسلمان کثرت سے کر رہے تھے اور لڑائی میں ثابت قدمی کا ثبوت دے رہے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل تھی جو اس نے انہیں اس آیت میں دیا تھا۔ ❶

ان روایات کے علاوہ غزوۂ بدر' اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل اسلام کی امداد کے لیے فرشتوں کی آمد اور دیگر کوائف کا ذکر متعدد روایات میں آیا جن کی تفصیلات سے ہم نے یہاں بخوف طوالت احتراز کیا ہے۔ (مؤلف)

---

❶ یہ آیت اور اس کا ترجمہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

مقتل ابی البختری بن ہشام

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابی البختری کے قتل سے مجاہدین کو منع فرمایا تھا کیونکہ وہ آپ کی قوم کے قریب ترین کف میں سے تھا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے مکے میں آپ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں دی تھی اور نہ کبھی کفار کی طرح کوئی ایسا کام کیا تھا جو آپ کو ناگوار ہوتا۔ اس کے علاوہ وہ کفار مکہ کے اس باہمی معاہدے کو منسوخ کرانے میں پیش پیش تھا جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ہر بات میں عدم تعاون بلکہ مکے سے اخراج کے لیے تیار کیا تھا۔ لہٰذا جب وہ غزوۂ بدر میں مقابلے کے لیے انصار کے حلیف مجذر بن زیاد بکوی کے سامنے آیا تو وہ بولے: ''ہمیں رسول اللہ (ﷺ) نے حکم دیا ہے کہ تمہیں قتل نہ کیا جائے''۔ مجذر سے یہ سن کر اس نے پوچھا: ''اور میرے اس ساتھی کے بارے میں جو میرے محافظ کی حیثیت سے اس وقت میرے ساتھ ہے ان کا کیا حکم ہے؟'' مجذر نے کہا: ''رسول اللہ (ﷺ) نے صرف تمہارے قتل سے باز رہنے کا حکم دیا ہے' تمہارے اس ساتھی کے بارے میں ہمیں آپ کا یہ حکم نہیں ہے''۔ اس کے جواب میں وہ بولا:

''اگر میں نے اپنے اس ساتھی کو تمہارے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تو مکے کی عورتیں تک یہی کہیں گی کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کیا ہے''۔

ابی بختری کا ساتھی اور اس کا محافظ بنی لیث کا ایک شخص جنادہ بن ملیحہ تھا۔ مجذر کی بات سن کر وہ ان پر حملہ آور ہوا جس میں ابی البختری بھی شامل ہو گیا جس کی وجہ سے مجذر نے اپنے دفاع کی کوئی دوسری راہ نہ پا کر ان دونوں کو قتل کر دیا۔

مجذر پر حملے کے وقت ابی البختری کی زبان پر یہ شعر تھا۔

ترجمہ: ''میں اس وقت تک جنگ سے باز نہیں آؤں گا' جب تک اپنے ساتھی کو نہ بچا لوں یا خود بھی قتل ہو جاؤں''۔ ❶

ابی البختری کے جواب میں مجذر بن زیاد بلوی کو بھی عرب کے دستور کے مطابق کچھ رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے ان دونوں کو قتل کرنا پڑا۔ ❷ نبی کریم ﷺ نے ابی البختری کے قتل پر اظہار افسوس فرمایا لیکن حالات کے پیش نظر مجذر بن زیاد بلوی کے عمل کو ضروری اور جائز قرار دیتے ہوئے حکم کی خلاف ورزی پر انہیں معاف فرما دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر مجذر ابی زیاد اگر ابی البختری اور اس کے ساتھی کو قتل نہ کرتے تو ان کے ہاتھوں خود قتل ہو جاتے۔ یہی بات آنحضرت ﷺ نے انہیں معاف فرماتے ہوئے ارشاد فرمائی تھی۔ (مؤلف)

---

❶ ابن ہشام نے اس شعر میں ''جب تک میں تمہیں قتل نہ کر دوں'' لکھا ہے۔

❷ ابن ہشام مجذر کے رجزیہ اشعار میں ''طاغین'' کی جگہ ابی بختری اور اس کے ساتھی کو ''ضاربین'' (حملہ آور) لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مقتل امیہ بن خلف

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا اور انہیں عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آخر الذکر کی زبانی یہ واقعہ سنایا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا:

''امیہ بن خلف مجھ سے مکہ میں اکثر ملتا رہتا تھا کیونکہ ہم دونوں میں دوستی تھی۔ اس وقت میرا نام عبدعمرو تھا لیکن اسلام لانے کے بعد میرا نام عبدالرحمٰن ہوا۔ امیہ بن خلف مجھ سے ان دنوں کہا کرتا تھا کہ اسے میرا وہی پہلا نام پسند تھا جو میرے والد نے رکھا تھا یعنی عبدعمرو اور وہ مجھ سے یہ بھی کہا کرتا تھا کہ وہ مجھے میرے نئے نام سے نہیں بلائے گا جو اسے ناپسند تھا اور جس سے وہ پہلے واقف نہ تھا مگر میں اس سے کہا کرتا تھا کہ مجھے اس کا میرے پہلے نام سے بلانا پسند نہیں ہے۔ تاہم وہ مجھے جس نام سے چاہے آواز دے۔ اس پر وہ بولا: ''تو اب تم اللہ کے بندے ہو گئے ہو''۔ میں نے کہا ''ہاں'' اس کے بعد جب اس نے مجھے عبدالرحمٰن کہہ کر مخاطب کیا تو مجھے اس کی زبان سے بھی اپنا یہ نیا نام پسند آیا اور ہم دونوں اس روز دیر تک باتیں کرتے رہے''۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا:

''جب غزوۂ بدر کے روز وہ مجھے ملا تو میں مسلمانوں کی طرف سے فوجی لباس میں تھا اور میرے ہاتھ میں نیزہ تھا اور وہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا مجھے دیکھ کر وہ بولا: ''یا عبداللہ'' میں نے کہا: ''ہاں کہو'' اس نے کہا ''ہم تو دوست ہیں' پھر تم یہ نیزہ میری طرف کیوں کیے ہوئے ہو؟'' اس سے یہ سن کر میں نے نیزہ ایک طرف ہٹا کر اس سے اپنی پہلی دوستی کی بناء پر اس کا اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ بولا: ''آج کا جیسا دن میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا' پھر ہم ٹہلتے ہوئے ایک طرف چلے گئے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم اپنے لوگوں میں اس شخص کو جانتے ہو جس کی داڑھی سینے تک پھیلی ہوئی ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا: ''کیا تم حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی بات کر رہے ہو؟'' وہ بولا: ''ہاں وہ ہم باپ بیٹوں کے خون کا پیاسا ہے لیکن اسے ابھی تک ہمیں قتل کرنے کا موقع نہیں ملا''۔ پھر اس نے پوچھا: ''کیا تمہیں دودھ چاہیے؟''۔ ابھی وہ مجھ سے یہ بات کہہ ہی رہا تھا کہ ایک طرف سے بلال (رضی اللہ عنہ) آ گئے اور انہیں میرے ساتھ دیکھ کر سخت ناراض ہوئے کیونکہ امیہ بن خلف ان پر مکے میں حد سے زیادہ ظلم کیا کرتا تھا۔ بلال نے اسے دیکھ کر بولے: ''اے کافروں کے سرگروہ! میں آج تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا''۔ میں بلالؓ سے کہتا ہی رہ گیا کہ یہ دونوں میرے قیدی ہیں لیکن وہ ان کی طرف تلوار کھینچ کر جھپٹے اور آناً فاناً دونوں کو قتل کر دیا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اکثر کہا کرتے تھے:

''اللہ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے انہوں نے میرے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا''۔

Marfat.com

مقتل ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب ابوجہل جنگ کے لیے میدان میں آ کر مجاہدین اسلام کی طرف بڑھا تو یہ رجزیہ کلام اس کی زبان پر تھا:

''جنگ میں کوئی میرا مقابلہ نہیں کرسکتا' میرا طرز حرب وضرب بے مثال ہے میری ماں نے مجھے تخلیق ہی اس کے لیے کیا ہے''۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر میں مجاہدین اسلام کی صف بندی سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے جیسا کہ ثور بن زید نے عکرمہ' ابن عباس اور عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کیا' ابوجہل پر خصوصی نظر رکھنے کا حکم دیا تھا۔ انہی حوالوں سے بنی سلمہ کے بھائی معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے بتایا:

''میں نے دیکھا کہ ابوجہل ایک اونچی جھاڑی کے قریب کھڑا ہوا جنگ کا نظارہ کر رہا ہے۔ اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ مجاہدین میں سے وہاں تک کسی کی رسائی نہیں ہوسکے گی لیکن میں کسی نہ کسی طرح اس کے قریب جا پہنچا اور اس پر حملہ آور ہوا مگر نہ جانے کیسے میری تلوار اس کے جسم سے اچٹتی ہوئی اس کی پنڈلی پر پڑی اور اسی وقت اس کا بیٹا عکرمہ بھاگتا ہوا میری طرف آیا اور اس نے مجھ پر حملہ کر کے میرا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اس کے دوسرے حملے میں اس کی تلوار میرے ایک پہلو کی طرف آئی لیکن اس کا یہ وار اوچھا تھا اس لیے صرف میرے پہلو کی جلد اتر گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اپنی پشت کا دھیان نہیں رکھا تھا۔ بہرحال اس کے بعد میں جنگ کے قابل نہیں رہا تھا۔ تاہم مجھے اتنا یاد ہے کہ کچھ مجاہدین مجھے اٹھا کر اپنی صفوں میں لے گئے تھے''۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ معاذ بن عمرو بن جموح' حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت تک زندہ تھے۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے بعد معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ نے ابوجہل پر حملہ کر کے اسے اتنا زخمی کر دیا تھا کہ اس میں زندگی کی تھوڑی سی رمق ہی باقی رہی تھی۔ اس لیے وہ اسے چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے اور پھر کفار سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی پشت سے خبردار رہتے ہوئے جس کا حکم آنحضرت ﷺ نے جملہ مجاہدین کو دے رکھا تھا ابوجہل کی طرف بڑھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''جب میں ابوجہل کے پاس پہنچا تو وہ بہت زخمی تھا لیکن اس کی سانس چل رہی تھی۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے مجاہدین میں سے دو کم عمر لڑکوں نے اس پر دائیں اور بائیں جانب سے بہادری کے ساتھ بھرپور حملے کر کے پہلے اس کی سواری اور پھر اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالی تھیں۔ بہرحال جب میں اس کے قریب پہنچا

Marfat.com

تو اس نے مشکل سے میری طرف نگاہیں اٹھائیں۔ میں نے اسے فوراً پہچان لیا کیونکہ وہ ابوجہل ہی تھا جس نے مجھے مکے میں سخت ایذائیں دی تھیں۔ میں نے اس کے گلے پر پاؤں رکھ کر کہا: ''اے اللہ کے دشمن! تو نے دیکھا کہ تجھے اللہ تعالیٰ نے کیسا ذلیل کیا ہے؟'' یہ کہہ کر میں نے اس کا سر کاٹا اور اسے لے جا کر حضور نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے آپؐ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ) یہ کفار کے سرگروہ اور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کا سر ہے''۔ میری زبان سے یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' میں نے عرض کیا: آپؐ نے بالکل درست فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا۔

ابن اسحٰق ہی کی طرح یہ روایت صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) میں بھی یوسف بن یعقوب بن ماجشون کی زبانی صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف اور آخر الذکر کے حوالے سے درج کی گئی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف بیان فرماتے ہیں: ''میں غزوۂ بدر کے روز میدان جنگ میں کھڑا اپنے دائیں بائیں دیکھ رہا تھا تو میں نے انصار کے دو نوعمر لڑکوں کو دو آدمیوں کے درمیان کھڑے دیکھا۔ وہ دونوں وہاں اپنے نیزے تانے کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر میں ان کے قریب گیا تو ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا: ''چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟'' میں نے کہا: ''ہاں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے؟'' وہ بولا: ''میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیتا ہے' میں آج اسے قتل کر دوں گا یا خود قتل ہو جاؤں گا''۔ اس کے ساتھی نے بھی مجھ سے بالکل یہی کہا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ان سے یہ سن کر میں نے بجیرت ان کی طرف غور سے دیکھا کیونکہ ان کے قد میرے گھٹنوں سے بمشکل ذرا ہی اونچے ہوں گے۔ پھر ان میں سے ایک چپکے سے بولا: ''چچا! آپ مجھے اشارہ کر کے اس کی شکل دکھلا دیجیے' دوسرا بھی مجھ سے چپکے چپکے وہی سوال کر رہا تھا' میں نے ان سے پوچھا: ''تم اس کا کیا کرو گے؟'' وہ بولے: ''ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے قتل کا عہد کر رکھا ہے''۔ میں نے ان کی بے صبری کا اندازہ کر کے ابوجہل کی طرف اشارہ کر دیا جسے بطور محافظ اس کے ساتھی گھیرے کھڑے تھے لیکن وہ دونوں نوعمر لڑکے بجلی کی طرح ابوجہل کی طرف دوڑے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے دونوں نے بڑی صفائی کے ساتھ دائیں بائیں جانب سے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ وہ دونوں عفراء کے بیٹے تھے''۔

یہی روایت صحیحین میں پیش کرتے ہوئے ابی سلیمان تیمی اور انس بن مالکؓ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابوجہل کا سر نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے دریافت فرمایا: ''اسے قتل ہوتے اپنی آنکھوں سے کس نے دیکھا ہے اور اسے کس نے قتل کیا ہے؟'' آپؐ کے اس سوال پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر عرض کیا: ''حضور اسے قتل ہوتے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اسے عفراء کے بیٹوں نے قتل کیا ہے''۔ اسی روایت بن بخاریؒ آگے چل کر ابی اسامہ' اسماعیل بن قیس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے سر پر تلوار تانتے ہوئے اس سے پوچھا: ''اللہ تعالیٰ کے لیے کلمات کفر بکنے والے! اب بتا اور دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کیسا ذلیل کیا ہے'' تو وہ بولا: ''میرے جتنے آدمی تم لوگ اب تک قتل کر چکے ہو اس سے زیادہ اور کیا چاہتے ہو؟'' بخاریؒ اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں:

Marfat.com

''میں نے ابوجہلؓ کے سر پر ایک سخت ضرب لگائی کیونکہ وہ بھی مکے میں میرے سر پر ایسی سخت ضربات لگاتا تھا کہ اس کے ہاتھ تھک کر کمزور پڑ جاتے تھے''۔ ❶

اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''پھر میں نے اسی کی تلوار لے کر اس کا سر تن سے جدا کر دیا'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''افسوس ہم اس وقت اس کا سر لے جا کر اہل مکہ کو نہیں دکھا سکتے تھے۔ بہر کیف میں اس کا سر لے کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اس کا سر میں نے کاٹا ہے'' اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کے بعد آپؐ نے مجھ سے یہی الفاظ تین بار کہلوائے اور اس کے بعد دوسرے لوگوں کو طلب فرمایا۔

بیہقی متعدد مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل کی خوشخبری سنائی گئی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور خدا پر اپنے ایمان کا تین بار اعادہ فرماتے ہوئے فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اسی نے آج مجھے ابوجہل کو (جو اس کا سب سے بڑا دشمن تھا) مقتول دکھایا ہے''۔

بیہقی ہی دوسرے متعدد حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابوجہل کے قتل اور مسلمانوں کی فتح کی خبر سنائی گئی تو آپؐ نے اس وقت شکرانے کی دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

ابن ابی الدنیا بیان کرتے ہیں کہ انہیں ان کے والد اور ہشام نے اور ان دونوں کے علاوہ مجالد نے شعبیؒ کے حوالے سے بتایا کہ غزوۂ بدر کے دن مسلمانوں میں سے ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس نے ایک شخص کو زمین کے اندر سے نکلتے دیکھا اور پھر دیکھا کہ وہ اس گرز سے جو اس کے ہاتھ میں تھا ایک دوسرے شخص کے سر پر ضربات لگا رہا ہے جس کے بعد وہ زمین کے اندر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''وہ شخص جو زمین سے نکلا تھا ایک فرشتہ تھا اور جس کے سر پر اس نے ضربات لگائیں ابوجہل تھا' یہی فرشتہ روز قیامت اس کے سر پر اسی طرح ضربات لگائے گا''۔

اموی نے اپنی کتاب ''مغازیہ'' میں یہ روایت بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث نبوی میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

''یہی فرشتہ قیامت تک ابوجہل کے سر پر اپنے گرز سے اسی طرح ضربات لگاتا رہے گا''۔

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ بنی عبد شمس کے حلیف عکاشہ بن محصن بن حرثان اسدی نے غزوۂ بدر کے روز اس شدت سے جنگ کی کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ اس تلوار کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے تو آپؐ نے انہیں ایک اور تلوار عطا فرمائی جس کا قبضہ کھجور کی (مضبوط) لکڑی کا تھا۔ وہ تلوار عکاشہ کو دے کر فرمایا: ''جاؤ اب اسے لے کر جنگ میں شریک ہو جاؤ''۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ تلوار لے کر میدان جنگ کی طرف پلٹا تو میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک بڑی لمبی' مضبوط چاندی کی طرح چمکتے ہوئے فولاد کی تلوار تھی اور میں دشمنوں پر مکمل فتح تک اسی تلوار سے لڑتا رہا''۔

---

❶ مصری نسخے میں اس جگہ ''ضعف'' (کمزور پڑ جاتے تھے) کی بجائے ''صفقت'' (شل ہو جاتے تھے) لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

ابن اسحٰق اس روایت میں مزید بیان کرتے ہیں کہ ''اس تلوار کا نام ''عون'' تھا اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ پھر جتنے غزوات میں شرکت کی وہ برابر اسی تلوار سے جہاد کرتے رہے۔ یہ تلوار ان کے ہاتھ سے اس وقت چھوٹی جب وہ یوم ردہ میں طلیحہ اسدی کے ہاتھوں قتل ہوئے''۔ طلیحہ اسدی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کے اسلام لانے کا تفصیلی حال ان شاء اللہ آگے چل کر حسب موقع بیان کریں گے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ وہی شخص تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایک روز مسلمانوں کو یہ بشارت دی تھی کہ آپ کی امت کے ستر ہزار آدمی قیامت کے روز حساب کتاب کے بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت میں داخل ہوں گے تو عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا تھا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) دعا فرمایئے کہ میں بھی آپؐ کے ان ستر ہزار امتیوں میں شامل کیا جاؤں'' تو آپؐ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی: ''اللھم اجعله منهم'' (یا اللہ اسے (عکاشہ کو) انہی میں شامل فرما دے) یہ حدیث ''صحاح ستہ'' کے علاوہ احادیث ''حسان'' وغیرہ میں بھی پیش کی گئی ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ''وہ ہم عربوں میں فارس (ایران) کا سب سے بہتر آدمی ہے''۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ سے پوچھا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) وہ کون ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''عکاشہ بن محصن'' آپ کا یہ جواب سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''اور ضرار بن ازور کے بارے میں آپ کی رائے عالی کیا ہے؟ وہ بھی تو ہم میں سے ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا: وہ ہم میں سے (یا تم میں سے) نہیں ہیں کیونکہ وہ حلف کے ذریعہ (یعنی حلیف بن کر) ہم میں شامل ہوئے ہیں''۔

واقدی نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما' داؤد بن حصین اور عبدالاشہل کے کچھ لوگوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ غزوہ بدر میں عکاشہ بن محصن کی تلوار کی طرح سلمہ بن حریش کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی تو رسول اللہ (ﷺ) نے انہیں ابن خطاب کی ایک لکڑی دے کر فرمایا تھا: ''جاؤ اسے لے جا کر جہاد کرو'' سلمہ بن حریش کے ہاتھ میں آ کر وہی لکڑی نہایت مضبوط چمکتی تلوار بن گئی تھی۔ وہ لکڑی جو بہترین تلوار کا کام دیتی تھی پھر کبھی سلمہ بن حریش کے ہاتھ سے اس وقت تک نہیں چھوٹی جب تک وہ جسد ابوعبیدہ پر شہید نہیں ہوئے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قتادہ رضی اللہ عنہ کی بصارت کا اعادہ

بیہقی اپنی کتاب ''الدلائل'' میں لکھتے ہیں کہ انہیں ابوسعد مالینی' ابواحمد بن عدی' ابویعلی' یحییٰ الحمانی اور عبدالعزیز بن غسیل کی زبانی عاصم بن عمر بن قتادہ' ان کے والد اور دادا قتادہ بن نعمان کے حوالے سے معلوم ہوا کہ آخرالذکر کی بینائی غزوۂ بدر میں ان کے سر پر شدید چوٹ آنے سے جاتی رہی تھی۔ لوگوں نے انہیں علاج یا آنکھوں کے عدسے جن میں سخت تکلیف تھی قطعی طور پر نکلوانے کا مشورہ دیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا تھا اس کے بجائے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کے لیے استدعا کی تھی اور آپؐ نے ان کی آنکھوں پر اس طرح دست مبارک رکھا تھا جس سے نہ صرف ان کی آنکھوں کے ڈھیلوں کی تکلیف قطعاً جاتی رہی تھی بلکہ ان کی بینائی اس طرح عود کر آئی تھی جیسے ان کی بصارت کبھی زائل ہی نہ ہوئی ہو۔

اسی قبیل کا ایک اور واقعہ:

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابوعبداللہ الحافظ محمد بن صالح' فضل بن محمد شعرانی' ابراہیم بن منذر' عبدالعزیز بن عمران اور رفاعہ بن یحییٰ نے معاذ بن رفاعہ بن رافع اور آخرالذکر کے والد رافع بن مالک کے حوالے سے بتایا کہ رافع بن مالک نے بیان کیا:

''جب غزوۂ بدر کے روز لوگ ابی بن خلف کے پاس جمع ہو رہے تھے تو میں بھی اس کے نزدیک گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی زرہ کی کچھ کڑیاں اس کی بغل سے الگ ہو کر لٹک رہی ہیں۔ میں نے وہ کڑیاں اپنی تلوار سے کاٹ دیں اور اس دوران میں شاید میری تلوار کی نوک اس کی بغل کے نچلے حصے میں چبھ گئی۔ پھر جب میں وہاں سے اپنی صفوں میں واپس آیا تو نہ جانے ایک تیر کدھر سے آ کر میری آنکھ میں پیوست ہو گیا جس سے میری وہ آنکھ بالکل ناکارہ ہو گئی اور میں درد سے تڑپنے لگا۔ اسی حالت میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جایا گیا۔ آپؐ نے اپنا لعاب دہن میری اس آنکھ میں لگا کر اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا فرمائی تو نہ صرف میری اس آنکھ کی تکلیف جاتی رہی بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میری اس آنکھ میں تیر لگا ہی نہیں تھا''۔

یہ روایت بظاہر بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے۔ اسی لیے شائد کسی مؤرخ نے اس سے استنباط نہیں کیا بلکہ کسی محدث نے اسے استخراج بھی نہیں کیا۔ تاہم اس میں جو حوالے دیئے گئے وہ بڑے جید اور مستند ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

مقام بدر میں سرداران کفر کا پڑاؤ

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ان سے یزید بن رومان نے عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آخر الذکر کا بیان نقل کیا یعنی حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بدر میں پڑاؤ کا حکم دیا اور انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈال لیا تو آپ نے چند لوگوں سے فرمایا کہ وہ مشرکین قریش کے پڑاؤ کا سراغ لگائیں۔ چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر اِدھر اُدھر چھان بین کی تو دیکھا کہ قریب کے ایک ٹیلے کے کسی قدر نشیب میں امیہ بن خلف چھپا ہوا لشکر اسلام کے پڑاؤ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جب یہ لوگ اسے وہاں سے پکڑنے اور نکالنے کے لیے چپکے چپکے گربہ خرامی سے آگے بڑھے تو وہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی پیچھے ہٹ کر بھاگنے لگا لیکن بدبختی سے اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اس نے اوپر کی جھاڑی پکڑ کر سنبھلنے کی کوشش کی تو مزید بدبختی یہ ہوئی کہ وہ جھاڑی اس کا بوجھ نہ سنبھال سکی اور جڑ سے اکھڑ کر مٹی اور پتھروں سمیت اس پر جا پڑی جس سے وہ لڑھکتا ہوا ٹیلے کے دوسری طرف نشیب میں چلا گیا جہاں مشرکین قریش نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اس طرح اسلامی لشکر کے ان لوگوں کو کفار سے پڑاؤ کا آسانی سے پتہ چل گیا۔

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو قریش کے پڑاؤ کا علم ہو گیا تو آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے بہ آواز بلند فرمایا: ''اے اس ٹیلے کے دوسری طرف نشیب میں پڑاؤ ڈالنے والو! جو وعدہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا تھا وہ میں نے سمجھ لیا تھا لیکن تمہارے رب نے جو کچھ تمہیں (میرے ذریعہ) بتایا تھا کیا وہ تم نے سمجھ لیا تھا؟''۔

(حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر آپؐ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) ان غافل اور مردہ قلب لوگوں سے جو کچھ آپ فرما رہے ہیں کیا وہ اسے سن اور سمجھ رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ''ہاں وہ میری باتیں سن تو رہے ہیں لیکن وہ انہیں قبول نہیں ہیں'' بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کی آواز کفار تک پہنچ رہی تھی اور وہ اسے صاف صاف سن رہے تھے''۔

یہی روایت امام احمدؒ نے ابن ابی عدی، حمید اور انس کے حوالے سے شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کی سند کے ساتھ بیان کی ہے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس رات قریش کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''یا اہل القلیب (نشیب میں پڑاؤ ڈالنے والو) نبی کے قریبی لوگوں میں تم کتنے برے لوگ ہو کر جب تم نے مجھے جھٹلایا

Marfat.com

تو دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی' جب تم نے مجھے نکالا تو دوسرے لوگوں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی' جب تم نے مجھ سے لڑائی کی تو دوسرے لوگوں نے میری مدد کی (اب بتاؤ) جو وعدہ تم سے تمہارے رب نے کیا تھا کیا تم نے اسے سچ پایا یا نہیں؟ مجھ سے میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے سچ پایا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مندرجہ بالا حدیث نبویؐ روایت کرتے ہوئے جو الفاظ استعمال کیے ہیں ان میں اور کچھ آیات قرآنی مثلاً: ﴿ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ وغیرہ میں جو تعارض پایا جاتا ہے وہ دوسرے محدثین کے بقول اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو احادیث جمع کر کے روایت کی ہیں ان کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے سیاق وسباق میں تبدیلی آ گئی ہے ورنہ ان کی روایت کردہ احادیث اور آیات قرآنی میں تباین وتعارض خلافِ قیاس ہے۔ (مؤلف)

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عفان اور حماد بن ثابت نے انس کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدر میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد تین دن تک قریش مکہ کے ساتھ اپنی طرف سے جنگ میں پہل کرنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں دیا بلکہ تیسرے روز ان کے پڑاؤ کے قریب جا کر اتمام حجت کے طور پر ان کے معزز ترین لوگوں کو جو مدینے پر حملے کے لیے میدان بدر تک آ پہنچے تھے نام بنام پکار کر فرمایا:

''اے امیہ بن خلف' اے ابوجہل بن ہشام' اے عتبہ بن ربیعہ' اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے وہ بات جو تمہارے (حقیقی) رب نے تمہیں (میرے ذریعہ) اس روز موعود کے بارے میں بطور حق بتائی تھی سمجھ لی تھی؟ (بہرکیف) میرے رب نے اس بارے میں مجھ سے جو سچا وعدہ فرمایا تھا اور وہ حق تھا میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا تھا''۔

ظاہر ہے کہ قریش کے مذکورہ بالا معزز ترین اشخاص کو نام بنام آواز دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کا مطلب یہ تھا کہ آیا وہ ابھی تک اپنی گمراہی و بے راہ روی پر بضد ہیں یا اپنے حقیقی رب کے اس حکم کو جو اس نے آپؐ کے ذریعہ انہیں دیا تھا اس کی تعمیل پر آمادہ اور خدا اور اس کے رسول پر ایمان لا کر اس جنگ سے دست بردار ہونے پر تیار ہیں؟

امام احمدؒ نے اس روایت میں مذکورہ بالا اسناد ہی کے حوالے سے مزید لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قریش کے مذکورہ بالا افراد کو نام بنام مخاطب کرتے ہوئے آپؐ کے یہ ارشادات سنے تو انہوں نے آپؐ سے مؤدبانہ عرض کیا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تین روز کے بعد آپ ان لوگوں سے جو کچھ فرما رہے ہیں کیا اسے سن رہے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ﴿انک لا تسمع الموتیٰ﴾

ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ جب آپ قبر کے مردوں کی آواز نہیں سن سکتے' اور نہ وہ آپ کی آواز سن سکتے ہیں تو قریش کے ان لوگوں نے جو قبر کے مردوں سے بدتر ہیں اتنی دور سے آپ کی آواز کیونکر سنی ہوگی؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جس طرح تم وہ باتیں سن رہے ہو جو میں ان لوگوں سے کہہ رہا ہوں بالکل اسی طرح یہ لوگ بھی انہیں سن رہے ہیں (لیکن اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے) قبول نہیں کرتے کیونکہ انہیں ان

Marfat.com

کے قبول کرنے کی توفیق نہیں ہے''۔

یہ روایت انہی الفاظ میں مسلمؒ نے بھی ہدبہ بن خالد اور حماد بن سلمہ کے حوالے۔ (صحیح مسلم میں) بیان کی ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بدر کے میدان میں وہاں کے ایک ٹیلے کے نیچے مسلمانوں کو پڑاؤ کا حکم دیا تو آپؐ نے اس کے بعد اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اس ٹیلے پر چڑھ کر دیکھیں کہ قریش نے اس کے دوسری جانب کہاں پڑاؤ ڈالا ہے۔ ان لوگوں میں حذیفہ بن عتبہ بھی تھے جب وہ وہاں سے لوٹ کر آئے تو ان کا رنگ زرد ہو رہا تھا کیونکہ انہوں نے ٹیلے کے دوسری طرف کفار کا کثیر التعداد لشکر دیکھ لیا تھا۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اے حذیفہ! کیا تم میں بھی اپنے باپ کے کچھ فطری خصائل آ گئے ہیں؟'' آپؐ کے اس سوال کے جواب میں حذیفہ نے مؤدبانہ عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے اپنے باپ (ربیعہ) کے فطری خصائل کا اچھی طرح علم ہے لیکن میں اس لیے ڈر رہا ہوں کہ کہیں وہ کفر کی حالت میں نہ مارے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے اس کا بہت افسوس ہوگا''۔ حذیفہ بن عتبہ کی زبان سے یہ جواب سن کر آپؐ نے ان کی طرف بہ نگاہِ تلطف دیکھا اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

بخاری فرماتے ہیں کہ ان سے سفیان اور عمرو نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بدر میں ٹیلے پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا اور انہیں وہاں ایک بڑے لشکر کے آثار نظر آئے تو انہوں نے سب سے پہلے عمرو ہی سے کہا: ''ہاں وہ قریش ہی ہیں''۔ عمرو بولے: ''اگر یہ قریش ہیں تو اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے ﴿اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر کفر کو ترجیح دی ہے''۔ عمرو نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی کہا: اس آیت میں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہی قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جس نعمت کا ذکر ہے وہ محمد (ﷺ) ہیں''۔ اس کے بعد عمرو نے کہا: ''جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے ﴿اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ یعنی ان لوگوں نے اپنی قوم کو آگ کی بھٹی میں جھونک دیا ہے۔ اس آیت میں جس آگ کی بھٹی کا ذکر ہے وہ یقیناً یہی میدان بدر ہے''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن ابی بکر اور عبدالرزاق نے بیان کیا کہ ان دونوں کو اسرائیل نے عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ کو بتایا گیا کہ ''مشرکین قریش کے لشکر میں اب ایک لٹے پٹے قافلے کے آثار کے سوا کچھ باقی نہیں۔ البتہ عباسؓ ابھی تک پہلے کی طرح مسلح جنگ پر تلے کھڑے ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ عباسؓ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے؟'' عرض کیا گیا: ''آپؐ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو چکا ہے''۔ عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں اور ان کے دوش بدوش رہ کر کفار سے جنگ کرنے والے فرشتوں کے ہاتھوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا تھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی صرف ستر کافر قتل ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یقیناً یہ ہوگی کہ رب العزت عزاسمہٗ جو عالم الغیب اور ماضی و حال و مستقبل کے جملہ امور سے واقف ہے جانتا تھا کہ وہی کافر عنقریب مسلمان ہو جائیں گے جو مسلمانوں اور ان فرشتوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوتا تو صرف ایک فرشتہ ہی کافروں کے پورے لشکر کو ختم کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کی ایک واضح ترین

Marfat.com

مثال جس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام کے سرکش اور نافرمان لوگوں کو سات کے سوا جو حق پرست تھے انہی جبریل علیہ السلام کے ساتھ چند دوسرے فرشتے بھیج کر سب کو ہلاک کرا دیا تھا۔

بہر کیف غزوۂ بدر کے اختتام کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام دوسرے تمام فرشتوں کے ساتھ ملاء اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئے۔ غزوۂ بدر میں جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے یہی تو فرمایا تھا:

﴿ وَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ..... الخ ﴾

اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی دیا تھا:

﴿ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ ..... الخ ﴾

مندرجہ بالا روایت میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ انصار کے دو نوعمر لڑکوں نے ابوجہل کو اتنے کاری اور مہلک زخم لگائے تھے کہ اس میں زندگی کی ذرا سی رمق ہی باقی تھی اور وہ زمین پر پڑا دم توڑ رہا تھا جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر اس کی یہ حالت دیکھی تو اس کے سینے پر بیٹھ کر اس کی داڑھی پکڑی اور بولے:

''او دشمن خدا! تو اپنی طاقت اور دولت و ثروت پر بہت مغرور تھا' اب دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کیسا ذلیل کیا ہے''۔

یہ کہہ کر انہوں نے ابوجہل کا سر کاٹا اور اسے لے جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ ابوجہل کے قتل سے مسلمانوں کے دل واقعی پوری طرح مطمئن و پرسکون ہو گئے لیکن ابوجہل کے لیے یہ ایسا ہی تھا جیسے اس پر آسمان سے بجلی یا خود اس کے مکان کی چھت گر پڑی ہو یا جیسے وہ خود ہی طبعی موت مرا ہو۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے جو اسلام لا چکے تھے لیکن انہوں نے کفار قریش کے خوف سے تقیہ کر رکھا تھا یعنی اپنا مذہب پوشیدہ رکھا تھا اور اسی وجہ سے قریش انہیں گھیر گھار کر مسلمانوں سے جنگ کے لیے لے آئے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

حارث بن زمعہ بن اسود' علی بن امیہ بن خلف' عاص بن منبہ بن حجاج[1]' ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہی لوگوں کے بارے میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق مندرجہ بالا روایت ہی میں مزید کہتے ہیں کہ غزوہ بدر میں جو ستر آدمی قریش کے گرفتار ہوئے تھے ان میں کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے بھی تھے مثلاً آپؐ کے چچا عباس بن عبدالمطلب' آپؐ کے چچا ابوطالب کے بیٹے عقیل بن ابی طالب نوفل بن حارث ابن عبدالمطلب۔ بخاریؒ اور امام شافعیؒ ان لوگوں کے معاف کر دیے جانے کے بارے میں ابن سمرہ کی پیش کردہ حدیث پیش کرتے اور اسے حدیث حسن بتاتے ہوئے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری رحمدلی کا ثبوت کہتے ہیں۔ واللہ اعلم

---

[1] ابن ہشام نے محمود الامام کے حوالے سے ان لوگوں میں ابوقیس بن ولید بن مغیرہ کو بھی شامل کیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

انہی لوگوں میں ابوالعاص ابن ربیع بن عبد شمس بن امیہ بھی تھے جو آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہ کے شوہر تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اس بارے میں باہم اختلاف تھا کہ آیا اسیرانِ بدر کو قتل کر دیا جائے یا انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے علی بن عاصم نے حمید اور انس کے حوالے سے۔ ایک راوی نے ان حوالوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام بھی شامل کیا ہے۔ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے بارے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ''ان قیدیوں کو قتل کرنے یا فدیہ لے کر رہا کر دینے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں اختیار ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سب کو قتل کرا دیجیے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس واحد مشورے سے صرف نظر فرمائے ہوئے دوبارہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے معلوم فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے''۔

امام احمدؒ مذکورہ بالا حوالوں ہی سے بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ سن کر جس سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اتفاق کیا غم کا وہ اثر جاتا رہا جو اس سے قبل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ سن کر ظاہر ہوا تھا اور آپؐ نے جملہ اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر رہا فرما دیا۔

امام احمدؒ نے اس روایت کو جس میں انہوں نے عموماً بخاریؒ و مسلم اور ترمذیؒ کے الفاظ استعمال کیے ہیں خصوصی حیثیت دی ہے اور علی بن مدینیؒ نے عکرمہ بن عمار کے حوالے سے اس کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عکرمہ بن عمار سے سماک حنفی ابوزمیل' ابن عباس اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے روز جب مسلمانوں کی جماعت اور قریش کے کثیر التعداد لشکر پر نظر ڈالی تو آپؐ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو سے کچھ زیادہ اور قریش کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی۔ جیسا کہ متعدد مستند روایات میں بیان کیا گیا ہے قریش کے لشکر کے ستر افراد قتل ہوئے تھے اور اس کے ستر آدمی مسلمانوں نے گرفتار کر لیے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے بارے میں حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے کچھ تو آپؐ کے عم زاد ہیں اور کچھ قریبی عزیز ہیں' میری ناچیز رائے یہ ہے کہ انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ اس سے ہمارے مالی اثاثے میں اضافے کے علاوہ ان میں سے اکثر لوگ مسلمان ہو کر ہماری قوت میں بھی اضافے کا باعث بنیں گے''۔

اس کے بعد آنحضرت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''۔

آپؐ کے اس سوال کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

Marfat.com

''یارسول اللہ (ﷺ) مجھے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی رائے سے اختلاف ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں میں جو میرے قریب ترین رشتہ دار ہیں انہیں میرے حوالے کیا جائے تاکہ میں ان کی گردن اڑادوں اور ان میں جو لوگ علی رضی اللہ عنہ کے قریب ترین عزیز ہیں انہیں ان کے سپرد کر دیا جائے تاکہ وہ ان کی گردن اڑادیں۔ اسی طرح حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے بھائی بندوں کو ان کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ دینی معاملات میں ہمیں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ اپنے رشتہ داروں کی پروا ہے نہ ان کے معبودوں' قائدوں اور سرپرستوں کا کوئی لحاظ پاس ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم (ﷺ) کو ان کا یہ مشورہ پسند نہیں آیا بلکہ آپؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو پسند فرماتے ہوئے جملہ اسیران بدر کو فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کی اگلی صبح کو جب میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ میں نے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) مجھے اپنے اور اپنے ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے رونے کی وجہ بتا دیجیے۔ اگر مجھے اس کی وجہ معلوم ہو گئی تو میں بھی رونے لگوں گا اور اگر میں آپؐ کے رونے کی وجہ نہ سمجھ سکا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے لگوں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میری اس گزارش کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مشورے کو قبول کر کے اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا فیصلہ تو کر لیا ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ (خدانخواستہ) میرا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جائے اور چونکہ میں نے یہ فیصلہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورے پر کیا ہے' اس لیے میرے ساتھ یہ بھی رو رہے ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ..... الخ ﴾۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد پوری حدیث نبوی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنے کا حکم دیا لیکن غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا ہوا مال غنیمت ان کے لیے مباح فرما دیا''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابومعاویہ اور اعمش نے عمرو بن مرہ' عبیدہ اور عبداللہ (ابن مسعود؟) کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کی شام کو اسیرانِ جنگ کے بارے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے کہ: ''ان میں سے کئی تو آپؐ کے عزیز و اقارب ہیں' اس لیے بہتر ہے کہ انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ ان کے علاوہ [illegible]

Marfat.com

دوسرے ہیں ان کی توبہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اس لیے انہیں بھی فدیہ لے کر چھوڑ دینا مناسب ہے"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

"چونکہ دوسرے قیدیوں کے علاوہ آپؐ کے اقربا نے بھی ان کے ساتھ مل کر آپ کو (نعوذ باللہ) کاذب ٹھہرایا اور مکے سے نکلنے پر مجبور کیا تھا' لہٰذا ان سب کی گردنیں اڑا دینا چاہیے"۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس جگہ کے قریب جو وادی ہے اس میں سوکھی لکڑیاں کثرت سے ہیں آپؐ ان قیدیوں کو وہاں بھیج دیجیے' پھر میں وہاں آگ لگا کر انہیں اس میں خاکستر کر کے رکھ دوں گا"۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسیران بدر کے بارے میں فوراً کسی کا مشورہ قبول نہیں فرمایا حالانکہ کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ان کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہتر ہے اور کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو بہتر بتا رہے تھے اور ان کے علاوہ باقی لوگ ایسے تھے جو میرے مشورے کو بہترین کہہ رہے تھے لیکن آپؐ نے سب کی رائیں سن کر فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے دو راتیں ایسی بنائی ہیں جن میں ایک رات ایسی ہے کہ اس میں لوگوں کے دل پتھر کی طرح ہو جاتے ہیں"۔

اس کے بعد آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم نے وہی کہا ہے جو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا تھا یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھ میں سے ہے لیکن جس نے میری مخالفت کی اس کو اللہ بخشے اور اس پر بھی رحم کرنے کی قدرت رکھتا ہے کیونکہ یہ بھی اس کی صفات ہیں۔ اس کے علاوہ تمہاری بات حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے ارشاد جیسی بھی ہے جنہوں نے فرمایا تھا کہ "یا اللہ اگر تو ان (میری مخالفت کرنے والوں) کو عذاب دیتا ہے تو یہ تیری مرضی کیونکہ یہ تیری مخلوق ہیں اور اگر تو انہیں معاف فرما دے تو بھی تو مہربان' بخشنے والا اور حکمت والا ہے"۔

پھر آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"تم پر حضرت نوح اور حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کی مثال صادق آتی ہے حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

"یا اللہ! زمین پر کافروں کا کوئی شہر باقی نہ چھوڑ" (ترجمہ) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

"یا اللہ! ان کے مال کو نیست و نابود کر دے' ان کے دلوں پر (سخت) عذاب نازل فرما کیونکہ یہ لوگ دردناک عذاب سے پہلے ایمان نہیں لائیں گے"۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا

"اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورے کے مطابق انہیں فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے یا عمر (رضی اللہ عنہ) کا

Marfat.com

مشورہ قبول کر کے ان سب کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ان میں سے اس کے بعد کون باقی رہے گا''۔ (ترجمہ مفہومی)

نبی کریم ﷺ کے یہ ارشاد سن کر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بولے:

''یارسول اللہ ﷺ میں نے سہیل بن بیضاء کو اسلام کے حق میں گفتگو کرتے سنا ہے''۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر پہلے تو آنحضرت ﷺ نے کسی قدر سکوت فرمایا' پھر ارشاد فرمایا:

''ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مشوروں میں سے کسی ایک پر عمل نہ کرنے کے علاوہ پھر یہی ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ سہیل بن بیضاء کے سوا باقی قیدیوں پر آسمان سے پتھر برسا کر ان سب کو سنگسار کر دے''۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے اس ارشاد کے فوراً بعد یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى ..... الخ ﴾[1] اس کے بعد جملہ اسیران بدر کو فدیہ لے کر رہا کر دیا گیا۔

اسی روایت کو انہی الفاظ میں ترمذی و حاکم ابی معاویہ کی زبانی پیش کیا ہے اور ابن مردویہ نے عبداللہ بن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے حوالے اسی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے نیز یہی روایت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ابن مردویہ اور حاکم ''مستدرک'' میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں عبیداللہ بن موسیٰ اور اسرائیل نے ابراہیم بن مہاجر' مجاہد اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو غزوۂ بدر میں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کر رہا تھا کہ انہیں قتل کر دے یا اپنی پوری جماعت کے پاس بھیج دے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ اپنے دوسرے اصحاب سے فرما رہے تھے کہ اگر آپؐ کے چچا اس جنگ میں قتل ہو گئے ہوں گے تو وہ رات صبح تک آپ پر مشکل سے گزرے گی۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا عباس رضی اللہ عنہ جنگ میں کام آ گئے یا قیدیوں میں شامل ہیں دوسرے لوگوں کو اِدھر اُدھر دڑایا تو معلوم ہوا کہ انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا ہے جو کہتا ہے کہ میں انہیں قتل کیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات فوراً اس انصاری کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دے لیکن جب وہ ان کے قتل پر مصر رہا تو انہوں نے اس سے کہا کہ اگر یہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہو تو وہ کیا کرے گا؟ اس پر وہ بولا:

''اگر یہ آپ کا حکم ہے تو پھر آپ انہیں لے جا سکتے ہیں''۔

جب حضرت عمر اور حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہما) عباس رضی اللہ عنہ کو لے کر آنحضرت ﷺ کی طرف چلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

''اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے ایسی ہی خوشی ہو گی جیسی اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے پر ہوتی۔ اس کے

---

[1] اس روایت کے درمیانی حصے میں یہ پوری آیات اور ان کا ترجمہ پچھلے صفحے پر درج کیا جا چکا ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

علاوہ یہ بھی سوچیے کہ خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو آپ کے مسلمان ہونے پر کس قدر حیرت آمیز مسرت ہوگی"۔

عباس حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی زبان سے یہ سب سن کر بھی خاموش رہے۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس حیرت انگیز خاموشی پر غصہ آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی جملہ اسیران جنگ کے قتل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دے چکے تھے کہیں طیش میں آ کر عباس رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کر دیں تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگینی کی طرف اشارہ کر کے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کرنے پر رضامند کر لیا۔

تمام مشہور و مستند روایات کے مطابق جن اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر رہا کیا گیا ان میں سے کم حیثیت لوگوں سے صرف تین سو درہم فی کس وصول کیے گئے یا وعدہ لیا گیا لیکن صاحب ثروت قیدیوں سے جن میں عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے چار چار ہزار درہم وصول کیے گئے یا وعدہ لیا گیا۔

جہاں تک مال غنیمت کا تعلق تھا اس کے سلسلے میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی مسلمانوں کے لیے مباح کر دیا تھا لیکن آپ کا یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق تھا جو درج ذیل ہے۔

﴿ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾

"یعنی تم مال غنیمت کو مال حلال اور طیب سمجھ کر کھا سکتے ہو"۔

اسیرانِ بدر کے بارے میں حاکم نے اپنی کتاب "صحیح" میں مختلف مستند اسناد کے حوالے سے اور ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ نے سفیان ثوریؒ کی زبانی ہشام بن حسان' محمد بن سیرین عبیدہ اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس سلسلے میں جبریل علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام پہنچایا کہ مجاہدین چاہیں تو انہیں قتل کر دیں یا فدیہ لے کر رہا کر دیں۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی آیات شریفہ درج کی جا چکی ہیں۔ (مؤلف)

بیہقی کے بیان کے مطابق جو انہوں نے حاکم' اصم' احمد بن عبدالجبار' یونس' اسباط بن نصر اور اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی کے حوالے سے اپنی کتاب میں درج کیا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائیوں کے بیٹوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے چار چار ہزار فی کس فدیہ لیا گیا تھا۔ تاہم آخر الذکر دو آدمیوں کو ان سے فدیہ کی ادائیگی کے بارے میں وعدہ لے کر رہا کر دیا گیا لیکن انہیں وعدہ خلافی کے بارے میں تنبیہ بھی کر دی گئی تھی جیسا کہ درج ذیل آیت سے ثابت ہے:

﴿ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ ..... الخ ﴾

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مشہور روایات یہی ہیں کہ غزوۂ بدر کے روز قریش مکہ کے ستر آدمی قتل ہوئے تھے اور ستر کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر ہم ان شاء اللہ اگلے صفحات میں کریں گے۔ تاہم جیسا کہ صحیح بخاری میں البراء بن

Marfat.com

عازب رضی اللہ عنہ کی زبانی مذکور ہے غزوۂ بدر میں کفار قریش کے مقتولین اور اسیران جنگ کی تعداد بالترتیب وہی تھی جو مشہور روایات میں بیان کی گئی ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ غزوۂ بدر میں جو مسلمان کام آئے تھے ان میں سے چھ قریشی اور آٹھ انصاری تھے۔ موسیٰ بن عقبہ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مشرکین کے انچاس آدمی قتل ہوئے تھے اور انتالیس افراد گرفتار ہوئے تھے۔ بیہقی نے بھی موسیٰ بن عقبہؒ کے حوالے سے یہی بات بتائی ہے اور اسی طرح لہیعہ نے ابی اسود اور عروہ کے حوالے سے یہی بات بتائی ہے اور اسی طرح لہیعہ نے ابی اسود اور عروہ کے حوالے سے مسلمان شہیدوں کی تعداد کو مہاجرین وانصار میں تقسیم کیا ہے۔ البتہ ابن لہیعہ ہی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے حاکم' اصم اور احمد بن عبدالجبار نے یونس بن بکیر اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں مسلمان شہداء کی مجموعی تعداد گیارہ تھی جن میں سے چار قریش مہاجر اور سات انصار مدینہ تھے۔ وہ انہی حوالوں سے یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ مشرک مقتولین کی تعداد بیس سے کچھ زیادہ تھی لیکن وہی اس روایت کے آخر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ مشرکین مکہ جو گرفتار ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے ان کی تعداد ستر تھی اور وہ اتنی ہی تعداد میں قتل ہوئے تھے۔

بیہقی لیث کے کاتب ابی صالح کی زبانی لیث' عقیل اور زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مہجع شہید ہوئے تھے اور اس کے بعد انصار کے ایک شخص نے شہادت پائی تھی۔ بیہقی اپنی اسی روایت میں انہی حوالوں سے یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس روز یعنی غزوۂ بدر کے دن ستر سے زیادہ مشرکین قتل اور اتنی ہی تعداد میں قید ہوئے تھے۔ بیہقی نے اس آخری بیان میں ابن وہب' یونس بن یزید' زہری اور عروہ بن زبیر کے حوالے سے اس روایت کو صحیح ترین بتایا ہے۔

ان میں صحیح ترین روایت جس میں حدیث نبوی کا حوالہ دیا گیا ہے یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں مشرکین کی تعداد نوسو اور ایک ہزار کے درمیان تھی۔ اس روایت کی تصریح کرتے ہوئے قتادہ نے مشرکین کی قطعی تعداد نوسو پچاس بتائی ہے۔ مشرکین کی اسی تعداد کا ذکر ہم بھی کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم (مؤلف)

بہرکیف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کردہ روایت میں مشرکین کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ بتائی گئی ہے لیکن اس سلسلے میں قول فیصل حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے جس میں یہ تعداد نوسو اور ایک ہزار کے درمیان بیان کی گئی ہے۔

غزوۂ بدر میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد جو نصوص قرآنی سے بھی ثابت ہے اور جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔ تین سو دس سے کچھ زیادہ تھی۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی بھی ہم ان شاء اللہ اگلے صفحات میں پیش کریں گے۔

غزوۂ بدر میں مشرکین کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح کے بعد مجاہدین میں مشرکین سے حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں اختلاف تھا اور ان کی تین جماعتیں بن گئی تھیں ان میں سے ایک جماعت کا خیال تھا کہ مقتولین کے ورثا اس سلسلے میں کہیں آنحضرت (ﷺ) سے رجوع نہ کریں۔ دوسری جماعت مقتول کے چھوڑے ہوئے مال و اسباب کی دعوے دار تھی اور تیسری

Marfat.com

جماعت ان اسیران جنگ کے مال پر اپنا حق سمجھتی تھی، جنہیں اس جماعت کے لوگوں نے گرفتار کیا تھا۔ غرض یہ تینوں جماعتیں غزوۂ بدر کی مہم میں اپنی اپنی سبقت کی دعویدار تھیں۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن بن حارث وغیرہ نے سلیمان بن موسیٰ، مکحول اور ابی امامہ باہلی کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے عبادہ بن صامت سے انفال (اموال غنیمت) کے بارے میں دریافت کیا تھا تو انہوں نے غزوۂ بدر کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اصحاب بدر میں اسی بات پر اختلاف پیدا ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ایک آیت نازل فرما کر اس کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو دے کر فیصلہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ (ﷺ) نے حسب حکم الٰہی خمس نکال کر باقی مال غنیمت اپنے مجاہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسے عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم فرما دیا تھا کہ اس کے بعد کسی کے لیے شکوہ وشکایت کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ وہ آیہ شریفہ یہ ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ..... الخ﴾

اس آیت کی شانِ نزول پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے اپنی تفسیر میں اس کے مالہ وماعلیہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور یہ بھی عرض کیا ہے کہ غزوۂ بدر میں جمع شدہ مال غنیمت کی تقسیم میں آنحضرت ﷺ نے جملہ مجاہدین کی مالی حیثیت کے پیش ان کے مفاد و معاد کا خیال رکھا تھا۔ آپ کی جو حدیث اس سلسلے میں متعدد مستند حوالوں سے روایت کی گئی ہے وہ یہ ہے: لم تحل الغنائم لسود الرؤوس غيرنا. (اموال غنیمت ہمارے سوا یا ہمارے علاوہ اصحاب ثروت کے لیے حلال نہیں ہیں) اس کے علاوہ مندرجہ بالا آیت فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا. میں حکم باری تعالیٰ سے بھی یہی متبادر ہوتا ہے۔ (مؤلف)

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمٰن بن مبارک عبسی، سفیان بن حبیب اور شعبہ نے ابی عنبس، ابی شعشاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر میں فتح کے بعد مجاہدین میں جو مال تقسیم کرایا تھا وہ مشرکین میں سے کم سے کم چار سو افراد کا تھا اور اس میں سے ہر مجاہد کو کم سے کم چار ہزار درہم کا مال ملا تھا اور اسے خدا اور خدا کے رسولؐ نے تمام مجاہدین کے لیے فرداً فرداً حلال قرار دے کر ان کے دلوں میں ایمان اور نیکی کی بناء پر اسے ان کے لیے خیر و برکت کا سبب بھی بتایا تھا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت قرآنی سے صاف ظاہر ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰى ..... الخ﴾

جہاں تک اموال غنیمت میں خمس کا تعلق ہے اس کے بارے میں بھی خود اللہ تعالیٰ نے ایک حکم کے ذریعہ اس کا قطعی فیصلہ فرما دیا تھا جو مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے:

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ ..... الخ﴾

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ نے خمس نکال کر ہی بقیہ مال غنیمت مجاہدین بدر میں تقسیم فرمایا ہوگا۔ اس لیے ابوعبیدہ القاسم بن سلامؒ کا یہ گمان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمس نکالے بغیر سارا

Marfat.com

مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرما دیا تھا اور اس کے بعد اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم پر مبنی مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تھی محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

اسی طرح اس بارے میں واقدی کی وہ روایت جس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ مجاہد، عکرمہ اور السدی کے حوالے دیئے گئے ہیں محل نظر ہے چونکہ اس آیت کے علاوہ جس میں خمس کا ذکر آیا ہے غزوۂ بدر کے سلسلے میں تمام آیات بغیر کسی فصل کے ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی آیت مابعد کے ذریعہ کسی آیت قبل میں موجود احکام کی تنسیخ خلاف قیاس ہے۔ پھر یہ بھی پیش نظر رہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بدر کے مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو جو حصہ ملا تھا وہ ان کے حق کے مطابق خمس میں سے ملا تھا جس سے واقدی کی مذکورہ بالا روایت اور زیادہ محل نظر ہو جاتی ہے جس پر اعتماد مشکل ہے۔ اس لیے ہمارے نزدیک تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے خمس پر تحقیق کے لیے واقدی کی روایت کی بجائے صحیحین میں مندرج روایت سے رجوع اور اس پر اعتماد انسب و صحیح ہوگا۔ (مؤلف)

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدر سے مدینے کی طرف واپسی

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فتح یاب ہو کر سترہ ماہِ رمضان المبارک کو جو ہجری کا تیسرا سال تھا مدینے کی طرف واپس ہونے لگے تو اس وقت بھی آپؐ نے لشکر اسلام کے قلب میں کھڑے ہو کر اسی طرح خطبہ دیا جس طرح آپؐ نے بدر میں تشریف آوری پر پہلے ہی دن مسلمانوں کو مخاطب فرما کر انہیں فتح کی مبارک باد دینے کے بعد راہ خدا میں ان کی دلاوری کی تعریف فرماتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کی کثیر التعداد بے دین دشمن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی امداد سے ان کے ایمان کی فتح تھی۔ آپؐ نے بدر میں قیام کے بعد سے وہاں سے رخصت ہونے تک تین شبانہ روز نماز اور دعا میں گزارے تھے۔

جب آپؐ ناقے پر سوار ہو کر میدانِ بدر سے کثیر مال غنیمت اور اسیران جنگ کو ساتھ لے کر مدینے کی طرف روانہ ہوئے وہ غزوۂ بدر کی دوسری شب تھی اور اس وقت آپؐ کے جلو میں عبداللہ بن رواحہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما چل رہے تھے۔ آپؐ نے انہیں بالترتیب مدینے کے اونچے اور نیچے علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے پاس آگے آگے فتح کی خوشخبری دے کر بھیج دیا۔

بدر میں فتح کی خوشخبری سب سے پہلے بنت رسولؐ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی جن کی علالت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو غزوۂ بدر کے موقع پر مدینے میں رکنے کی اجازت اور جنگ میں شرکت کے اجر کی بشارت دے دی تھی۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بدر میں فتح کی خبر دی گئی اس وقت مدینے میں سب لوگ سو رہے تھے لیکن وہ مصلیٰ پر تشریف فرما تھے اور کہتے جاتے تھے:

''عتبہ بن ربیعہ کو قتل کر دیا گیا' شیبہ بن ربیعہ بھی قتل ہو گیا' لو ابوجہل بن ہشام اور زمعہ بن اسود بھی قتل کر دیے گئے' بہت خوب! بختری' عاص بن ہشام' امیہ بن خلف اور حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ بھی قتل کر دیے گئے''۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو اس وقت بچے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں مصروف تھے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان سے قریش کے ان لوگوں کے قتل کی خبر سن کر حیرت سے ان سے پوچھا:

''اے والد بزرگوار کیا یہ سب سچ ہے؟''۔

تو انہوں نے فرمایا کہ:

''ہاں بیٹے یہ بالکل سچ ہے''۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مزید کہتے ہیں کہ انہوں نے جب تک اپنے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ چند اسیرانِ بدر کو نہیں

Marfat.com

دیکھا تھا انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باتوں کا یقین نہیں آیا تھا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ان باتوں کی اطلاع دی گئی جو انہوں نے مدینے میں فتح بدر کی خبر پہنچنے سے قبل رات کے وقت مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے خود فراموشی کے عالم میں خوشی سے جھوم جھوم کر کی تھی تو آپؐ نے انہیں تیر سے ضرب لگائی تھی۔

متعدد مشہور و مستند روایات میں ان تمام ستم ہائے شدید کا فرداً فرداً ذکر کیا گیا ہے جو کفار کے مذکورہ بالا سرگروہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈھائے تھے اور پھر وہی یکے بعد دیگرے سب سے پہلے غزوۂ بدر میں قتل ہو کر اپنے اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔ یہاں ہم سب سے پہلے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا ذکر کریں گے۔ پھر اس کے بعد جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں ان شاء اللہ حروف تہجی کے لحاظ سے مشرکین قریش میں سے ان دوسرے مقتولین کا ذکر کریں گے جو غزوۂ بدر میں قتل ہوئے۔

Marfat.com

مقتل نضر بن حارث وعقبہ بن ابی معیط

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بدر سے مدینے کی طرف واپسی میں مقام صفراء پر پہنچے تو جیسا کہ انہیں بعض اہل علم نے بتایا نضر بن حارث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا اور جب آپؐ نے وہاں سے مدینے کی طرف آگے بڑھ کر ''عرق طبیہ'' میں قیام فرمایا تو جیسا کہ ابوعبیدہ بن محمد بن عمار بن یاسر نے ان سے بیان کیا وہاں بنی عمرو بن عوف کے بھائی عاصم بن ثابت بن ابی اقلح نے عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا۔ موسیٰ بن عقبہ اپنی کتاب ''مغازیہ'' میں لکھتے ہیں کہ انہیں یقین تھا کہ نبی کریم ﷺ بدر کے اسیرانِ جنگ میں سے کسی قیدی کے قتل کا حکم نہیں دیں گے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عاصم بن ثابت سے بالترتیب ان کے قتل کی وجہ پوچھی تو وہ بولے کہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص خدا' خدا کے رسولؐ اور اسلام کو برابر (نعوذ باللہ) گالیاں دے رہے تھے اور جب انہیں رحمتِ عالم ﷺ کے فطری رحم وکرم کے حوالے سے یقین دلانے کی کوشش کی گئی کہ آپ انہیں فدیہ لے کر یا ان پر رحم کھا کر یونہی رہا فرما دیں گے تو ان کی ان مغلظات میں کمی ہونے کے بجائے اور اضافہ ہو گیا تو مجبوراً انہیں قتل کرنا پڑا۔

ابن اسحٰق آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ جیسا دوسری متعدد و مستند روایات سے ثابت ہوتا ہے' درحقیقت مذکورہ بالا دونوں کافروں کو آنحضرت ﷺ کے حکم ہی سے قتل کیا گیا تھا اور جب عقبہ بن ابی معیط کو قتل کیا جانے لگا تو وہ آپؐ سے بولا:

''یا محمد! (ﷺ) میرے بعد اس لڑکی (چھوٹی بہن) کا کہاں ٹھکانہ ہوگا یعنی وہ کہاں جائے گی؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''اگر وہ بھی تمہاری طرح ہٹ دھرمی پر قائم رہی تو جہنم میں''۔

ابن اسحٰق آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جب عاصم بن ثابت عقبہ بن ابی معیط کی طرف تلوار لے کر بڑھے تو اس نے ان سے پوچھا:

''تم ہمیں کیوں قتل کرنا چاہتے ہو؟ آخر ہم بھی تو تمہاری طرح قریش ہی ہیں''۔

عاصم اس کے اس سوال کے جواب میں بولے:

''تمہاری خدا اور اس کے رسول سے دشمنی اور اسلام سے نفرت کی وجہ سے''۔

حماد بن سلمہ عطا بن سائب اور شعبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا تو وہ بولا:

''اے محمد! (ﷺ) آخر آپ نے بدر میں قریش کے اسیران جنگ میں سے مجھ ہی کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا ہے؟''۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

''تمہاری خدا سے دشمنی' اسلام سے نفرت اور ابھی تک کفر پر اصرار کی وجہ سے۔ اس کے علاوہ تمہیں یاد ہوگا کہ قریش میں

Marfat.com

سب سے زیادہ تم ہی میرے دشمن اور میرے قتل کے درپے رہے ہو' کیا تمہیں یاد نہیں؟ کہ جب ایک روز میں خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں تھا تو تم نے میری گردن پر ایڑی رکھ کر اتنا زور ڈالا تھا کہ میری آنکھیں نکلنے کے قریب تھیں اور میں خود گلا گھٹنے سے موت کے قریب جا پہنچا تھا۔ پھر ایک دن جب میں نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں تھا تو تم نے میری پشت پر بکری کی اوجھڑی لا ڈالی تھی جسے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے میرے اس حال پر روتے ہوئے اٹھایا تھا''۔ (حدیث کا تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

ابن ہشام بیان کرتے ہیں اور یہی زیادہ مشہور ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا اور یہی زہری کی بیان کردہ روایت میں بھی ملتا ہے نیز دوسرے اہل علم نے بھی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینے کی طرف واپس ہوتے اس مقام یعنی ''عرق طیبہ'' پر ٹھہرے تھے تو وہیں فروہ بن عمرو بیاضی کا غلام ابو ہند اپنے مالک کی طرف سے کچھ تحائف لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جو آپؐ نے انصار کو عطا فرما دیئے تھے۔

ابن اسحٰق آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں اسیرانِ جنگ بدر سے ایک روز قبل پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے بنی عبدالدار کے بھائی نبیہ بن وہب نے بیان کیا کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم قیدیوں کو لے کر اگلے روز مدینے پہنچے تو آپؐ نے انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم ہی میں تقسیم کر دیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا:

''ان سے اچھا برتاؤ کرنا''۔

Marfat.com

واقعہ بدر پر حاکم حبشہ نجاشی کا اظہار مسرت

حافظ بیہقی بیان کرتے ہیں کہ انہیں ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبیداللہ الحرنی نے بغداد میں بتایا اور اس کے علاوہ ان سے احمد بن سلمان مجاد' عبداللہ بن ابی الدنیا' حمزہ بن عباس' عبدان بن عثمان اور عبداللہ ابن مبارک نے بیان کیا اور یہی بات انہیں عبدالرحمٰن بن یزید نے جابر اور صنعاء کے ایک شخص عبدالرحمٰن کے حوالے سے بتائی کہ ایک روز نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جو غزوۂ بدر کے واقعے تک حبشہ میں بطور مہاجر مقیم تھے ایک شخص کے ذریعہ بلا بھیجا۔ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نجاشی کے مکان میں پہنچے تو وہ صرف دو بوسیدہ سے کپڑے پہنے خاک آلود زمین پر بیٹھا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھتے ہی ایک دوسرے شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''یہ شخص تمہارے ملک عرب سے آیا ہے اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ وہاں جھاڑیوں سے بھری ایک وادی میں جسے بدر کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کافروں سے لڑائی میں کامیاب کر دیا ہے اور اسے کافروں پر مکمل فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ اس لڑائی میں کافروں کے فلاں فلاں آدمی مارے گئے ہیں اور فلاں فلاں قید کر لیے گئے ہیں۔ یہ شخص اسی وادی کا آدمی ہے اور اس نے وہاں سے قریب اپنے مالک کا اونٹ چراتے ہوئے کافروں اور مسلمانوں کی لڑائی کا پورا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے''۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو یہ خبر سنا کر جب نجاشی خاموش ہوا تو وہ بولے:

''ہم اس خوشخبری کے لیے آپ کے شکر گزار ہیں لیکن یہ تو بتایئے کہ اس وقت آپ کے یہ بوسیدہ کپڑے پہننے اور اس طرح بغیر کسی مسند کے فرش خاک پر بیٹھنے کی کیا وجہ ہے؟''۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان کا یہ سوال سن کر اور ان کے ساتھیوں کے چہروں سے ان کی حد درجہ حیرت کا اندازہ لگا کر نجاشی نے جواب دیا:

''میں نے اس کلام میں جو خدا نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر اتارا تھا (انجیل مقدس) میں پڑھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کوئی نعمت بخشے تو ان کا فرض ہے کہ وہ نہایت عجز و انکسار کے ساتھ اپنے خالق و معبود حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس کا شکر بجا لائیں اور چونکہ جو خبر میں نے ابھی آپ کو سنائی ہے اسے بھی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے موجودہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے مومن بندوں پر اس کی ایک بہت بڑی نعمت سمجھتا ہوں اس لیے میں اس کلام خداوندی کے مطابق اور اس کی تعمیل میں اس عاجزی و انکسار اور ان سادہ کپڑوں میں مسند کی بجائے فرش خاک پر بیٹھ کر اس کا ذکر کر رہا ہوں اور اس کا شکر ادا کر رہا ہوں کیونکہ میں تم مسلمانوں کی طرح اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی اس نعمت میں شریک سمجھتا ہوں اور اس پر دلی مسرت کے ساتھ تم لوگوں کو مبارک باد کہتا ہوں''۔

Marfat.com

مکے میں مشرکین قریش کی بدر میں شکست اور ان کے مصائب کی خبر پہنچنا

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں قریش مکہ پر جو کچھ گزرا تھا مکے میں اس کی خبر لے کر سب سے پہلے حیسمان بن عبداللہ خزاعی پہنچے تھے۔ جب ان سے اس کی تفصیل پوچھی گئی تو وہ بولے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، نبیہ ومنبہ اور ابوالبختری بن ہشام سب قتل ہو گئے۔

جب اہل مکہ کو غزوۂ بدر میں اشراف قریش کے ان معزز ترین لوگوں کے قتل کی خبر دی گئی تو صفوان بن امیہ نے پہلے تو کہا ''اسے عقل قبول نہیں کرتی'' لیکن جب اسے اس کا یقین دلایا گیا تو وہ اپنے مکان کے جس کمرے میں بیٹھا تھا بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے سکتہ ہو گیا ہے۔

بدر میں قریش کے اتنی بڑی تعداد میں قتل اور گرفتاری کی خبر جب مکے میں ہر طرف پھیلی تو وہاں کی عورتیں گریہ و ماتم کناں گھروں سے باہر نکل آئیں کیونکہ مقتولین واسیران بدر میں سے کوئی ان کا باپ، کوئی بھائی اور کوئی بیٹا تھا۔

امام محمد بن اسحاق نے واقعہ بدر کو بہ تمام وکمال نزول سورہ انفال سمیت بیان کیا ہے اور ہم نے بھی اسے اپنی کتاب تفسیر میں مفصل بیان کیا ہے۔ جو قارئین کرام اس واقعے کی پوری تفصیلات جاننا چاہیں وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ (مؤلف)

غزوۂ بدر میں مسلم شرکاء وشہداء کے نام بلحاظ حروف تہجی

ابن اسحٰق نے غزوۂ بدر میں مسلم شہداء اور شرکاء کے نام بلحاظ حروف تہجی تحریر کرتے ہوئے پہلے مسلم شہداء کے نام بتائے ہیں اور ان میں بالترتیب مہاجرین وانصار کے نام لکھے ہیں۔ انہوں نے غزوۂ بدر میں شریک اہل اسلام کی مجموعی تعداد تین سو چودہ لکھی ہے جس میں سرفہرست حضور نبی کریم ﷺ کا نام نامی واسم گرامی رکھا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اہل اسلام کی اس مجموعی تعداد میں سے مہاجرین کی تعداد ترا سی، قبیلہ اوس کے لوگوں کی تعداد اکسٹھ اور قبیلہ خزرج کے لوگوں کی تعداد ایک سو ستر بتائی ہے۔ بخاریؒ نے بھی حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دار غزوۂ بدر میں شریک اہل اسلام کی یہی تعداد لکھی ہے اور ابن اسحٰق کی طرح انہوں نے بھی سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہے۔ ہم نے آئندہ سطور میں بلحاظ حروف تہجی جو فہرست دی ہے اس میں ابن اسحٰق اور بخاریؒ کے علاوہ حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی کی کتاب ''احکام الکبیر'' وغیرہ سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

اہل بدر کے اسمائے گرامی کی فہرست

بلحاظ حروفِ تہجی

حرفِ الف

ابی بن کعب النجاری سید القراء' الارقم بن ابی الارقم' ابوالارقم عبد مناف بن اسد بن عبداللہ ابن عمر بن مخزوم المخزومی' اسعد بن یزید بن الفاکہ بن یزید بن خلدہ بن عامر بن عجلان' اسود بن زید بن ثعلبہ بن عبید بن غنم' ابن عائذ سواد بن زید' اسید بن عمرو انصاری' ابوسلیط' انس بن قتادہ بن ربیعہ ابن خالد بن حارث الاوسی' انس بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار' انسہ حبشی (آنحضرت ﷺ کا غلام) اوس بن ثابت بن منذر نجاری' اوس بن خولی بن عبداللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج الخزرجی رضی اللہ عنہم۔

موسیٰ بن عقبہ کے بقول اس فہرست میں یہ لوگ بھی شامل ہیں:

اوس بن عبداللہ بن حارث بن خولی' اوس بن ثابت خزرجی یعنی عبادہ بن ثابت کا بھائی' ایاس بن بکیر بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر (بنی عدی بن کعب کا حلیف) رضی اللہ عنہم۔

حرفِ باء

بجیر بن ابی بجیر (حلیف بنی نجار) بحاث بن ثعلبہ بن خزمہ بن اصرم بن عمارہ البلوی (حلیف انصار) بسبس بن عمرو بن ثعلبہ بن خرشہ بن عمرو بن سعید بن ذبیان ابن رشدان بن قیس بن جہینہ الجہنی (بنی ساعدہ کے حلیف) بشر بن البراء بن معرور خزرجی (یہ وہی ہیں جو خیبر میں بکری کا مسموم گوشت کھا کر وفات پا گئے تھے) بشیر بن سعد ابن ثعلبہ خزرجی (انہوں نے سب سے پہلے دوسرے لوگوں کے ساتھ اسلام کی حقانیت پر بیعت کی تھی) بشیر بن منذر ابولبابہ اوسی رضی اللہ عنہم (انہی کو آنحضرت ﷺ نے روحاء سے واپس کر کے مدینے کی حفاظت پر مامور کیا تھا اور انہی کی طرف سے خود دشمن پر چلا کر انہیں اجر کا مستحق قرار دیا تھا اور اسی لیے یہ بھی اہل بدر میں شامل ہیں)

حرفِ تاء

تیم بن یعار بن قیس بن عدی بن امیہ بن جدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج' تمیم (خراش بن صمہ کے غلام) تمیم (بنی غنم بن سلم کے غلام) ابن ہشام نے انہیں سعد بن خیثمہ کا غلام بتایا ہے رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

حرفِ ثاء

ثابت اقرم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان' ثابت بن ثعلبہ (یہ ثعلبہ وہی ہے جسے جدع بن زید بن حارث بن حرام بن غنم بن کعب بن سلمہ بھی کہا جاتا ہے) ثابت بن خالد بن خنساء بن میسرہ ابن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار نجاری' ثابت بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار نجاری' ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن مالک بن غنم بن عدی بن نجار نجاری' ثابت بن ہزال خزرجی' ثعلبہ بن حاطب بن عمرو ابن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس' ثعلبہ بن عمرو بن عبید بن مالک نجاری' ثعلبہ بن عمرو بن محصن خزرجی' ثعلبہ بن عنمہ بن عدی بن نابی سلمی' ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہم (یہ بنی حجر میں آل بنی سلیم سے اور بنی کثیر بن غنم بن دودان بن اسد کے حلیفوں میں تھے)

حرفِ جیم

جابر بن خالد (ابن مسعود) بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار نجاری' جابر بن عبداللہ بن رئاب بن نعمان بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ سلمی بیعت عقبہ میں شریک افراد میں سے یہ بھی ایک تھے) رضی اللہ عنہم۔

ہمارے نزدیک یہاں جیسا کہ بخاریؒ نے سعید بن منصور' ابی معاویہ' اعمش اور ابی سفیان کے مستند حوالوں سے بیان کیا ہے جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی کا نام بھی شامل ہونا چاہیے تھا کیونکہ خود انہوں نے جو کچھ بیان کیا وہ یہ ہے:

''غزوۂ بدر کے روز میں اپنے ساتھیوں کے لیے قریبی حوض سے پانی نکال نکال کر لا رہا تھا''۔

ہماری اس گزارش اور اس سلسلے میں بخاری کی پیش کردہ اسناد کے علاوہ مسلم کی پیش کردہ اسناد بھی شامل ہیں لیکن محمد بن سعد کہتے ہیں کہ جب انہوں نے غزوۂ بدر میں جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی کی شرکت کا انہی حوالوں سے محمد بن عمر یعنی واقدی سے ذکر کیا تو وہ اس کی تردید کرتے ہوئے بولے کہ وہ اور ان جیسے دوسرے لوگ اہل عراق میں سے تھے اس لیے غزوۂ بدر میں ان کی شرکت بعید از قیاس ہے۔ واقدی کے علاوہ امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان سے روح بن عبادہ' زکریا بن اسحاق اور ابوزبیر نے بیان کیا کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام سلمی کو خود یہ کہتے ہوئے سنا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انیس غزوات میں شرکت کی لیکن میں غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں شریک نہ ہو سکا کیونکہ مجھے میرے والد نے ان غزوات میں شرکت سے روک دیا تھا لیکن وہ (میرے والد) غزوۂ اُحد میں قتل ہو گئے تو اس کے بعد میں نے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ آئندہ کسی غزوے میں شرکت سے گریز نہیں کیا''۔

مسلمؒ نے ان جابر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابی خیثمہ اور روح کے حوالے سے اپنی اس سلسلے کی ایک روایت میں شامل کیا ہے لیکن مسلم کی یہ مبینہ روایت صرف مصری نسخے میں ملتی ہے۔ (مؤلف)

اہل بدر کے حرفِ جیم سے شروع ہونے والے ناموں میں باقی نام یہ ہیں:

جبار بن صخر سلمی' جبیر بن عتیک انصاری اور جبیر بن ایاس خزرجی رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

حرفِ حاء

حارث بن انس بن رافع خزرجی' حارث بن اوس بن اخی سعد بن معاذ اوسی' حارث بن حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ بن زید بن مالک بن اوس (انہیں آنحضرت ﷺ نے راستے سے واپس کر دیا تھا لیکن غزوۂ بدر میں ان کی طرف سے خود تیر چلا کر انہیں اہل بدر کے اجر میں شامل فرمایا) حارث بن خزرمہ بن عدی بن ابی غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج (بنی زعورا بن عبدالاشہل کے حلیف) حارث بن صمہ خزرجی (انہیں بھی حضور نبی کریم ﷺ نے بدر کے آدھے راستے سے واپس کر دیا تھا اور ان کی طرف سے غزوۂ بدر میں خود تیر چلا کر انہیں بھی مجاہدین کے اجر وثواب میں شامل قرار دیا تھا) حارث بن عرفجہ اوسی' حارث ابن قیس خلدہ ابو خالد خزرجی' حارث بن نعمان بن امیہ انصاری' حارث بن سراقہ نجاری (یہ جب میدانِ جنگ میں سامنے دیکھ رہے تھے تو مغرب کی طرف سے ایک تیر آ کر ان کے پہلو میں پیوست ہو گیا جس سے یہ جاں بحق ہو کر داخل فردوس ہو گئے تھے) حارثہ بن نعمان بن رافع انصاری' حاطب بن ابی بلتعہ لخمی (حلیف بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی) حاطب بن عمرو بن عبید بن امیہ اشجعی متعلق بہ بنی دھمان (ان کا یہ نام ابن اسحاق نے نہیں بلکہ ابن ہشام نے بتایا ہے اور واقدی نے انہیں حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود لکھا ہے اور ابن عائذ نے بھی ''مغازیہ'' میں واقدی کا بتایا ہوا نام لکھا ہے۔ البتہ ابن ابی حاتم نے ان کا نام حاطب بن عمرو بن عبد شمس لکھ کر یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا یہ نام انہوں نے اپنے والد سے سنا تھا اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ ایک غیر معروف شخص تھے) حباب بن منذر خزرجی (کہا جاتا ہے کہ غزوۂ بدر میں خزرجی پرچم انہی کے ہاتھ میں تھا) حبیب بن اسود (بنی سلمہ میں سے بنی حرام کے غلام انہیں موسیٰ بن عقبہ نے حبیب بن اسود کے بجائے حبیب بن سعد بتایا ہے اور ابن ابی حاتم نے انہیں حبیب بن اسلم لکھتے ہوئے آل جشم بن خزرج انصاری بدری کا غلام بتایا ہے) حریث بن زید بن ثعلبہ بن عبد ربہ انصاری' حصین ابن حارث بن مطلب بن عبد مناف اور رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہم۔

حرفِ خاء

خالد بن بکیر (ایاس کے بھائی) خالد بن زید ابوایوب انصاری' خالد بن قیس بن مالک ابن عجلان انصاری' خارجہ بن حمیر' خارجہ بن زید خزرجی' خباب بن ارت' خباب (عتبہ بن غزوان کے غلام) خراش بن صمہ سلمی' خبیب بن اساف بن عتبہ خزرجی' خریم بن فاتک' خلیفہ بن عدی خزرجی' خلید بن قیس بن نعمان بن سنان بن عبید انصاری سلمی' خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن عصیص بن کعب بن لوی سہمی' خوات بن جبیر انصاری (یہ غزوۂ بدر میں بذاتِ خود تو شریک نہ تھے بلکہ ان کی طرف سے بھی خود تیر اندازی کر کے آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی غزوۂ بدر کے اجر وثواب کا مستحق قرار دیا) خولی بن ابی خولی' خلاد بن رافع' خلاد بن سوید' خلاد بن عمرو ابن جموح خزرجیون رضی اللہ عنہم۔

حرفِ ذال

ذکوان بن عبد قیس خزرجی' ذوشمالین بن عبد بن عمرو بن نضلہ۔

Marfat.com

حرفِ راء

رافع بن حارث اوسی' رافع بن عنجدہ (ابن ہشام کہتے ہیں کہ عنجدہ ان کی ماں کا نام تھا) رافع بن معلیٰ بن لوذان خزرجی (یہ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) ربعی بن رافع بن حارث بن زید بن حارثہ بن جد بن عجلان بن ضبیعہ (موسیٰ بن عقبہ نے انہیں ربعی بن ابی رافع بتایا ہے) ربیع بن ایاس خزرجی' ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ' رخیلہ بن ثعلبہ بن خالد بن ثعلبہ بن عامر بن بیاضہ خزرجی' رفاعہ ابن رافع زرقی' رفاعہ بن عبدالمنذر بن زنیر اوسی اور رفاعہ ابن عمرو بن زید خزرجی۔

حرفِ زاء

زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی) زیاد بن عمرو (موسیٰ بن عقبہ نے انہیں زیاد بن اخرس بن عمرو جہنی بتایا ہے جب کہ واقدی نے ان کا نام زیاد بن کعب ابن عمرو بن عدی بن کلیب بن برزعہ بن عدی بن عمرو بن زبعری بن رشدان بن جہینہ لکھا ہے) زیاد بن لبید زرقی' زیاد بن مزین بن قیس خزرجی' زید بن اسلم بن ثعلبہ ابن عدی بن عجلان بن ضبیعہ' زید بن حارثہ بن شرجیل (آنحضرت ﷺ کے غلام) زید بن خطاب بن نفیل (حضرت عمر بن خطاب کے بھائی) زید بن سہل بن اسود نجاری ابوطلحہ رضی اللہ عنہم۔

حرفِ سین

سالم بن عمیر اوسی' سالم بن (غنم بن) عوف خزرجی' سالم بن معقل (ابوحذیفہ کے غلام) سائب بن عثمان بن مظعون الجمحی (یہ اور ان کے والد مظعون دونوں شہید ہوئے) سبیع بن قیس بن عائذ خزرجی[1]' سبرہ ابن فاتک (ان کا ذکر بخاریؒ نے کیا ہے) سراقہ بن عمر نجاری' سراقہ بن کعب نجاری' سعد بن خولہ' سعد بن خیثمہ اوسی (یہ بھی غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) سعد بن ربیع خزرجی (یہ بھی غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) سعد بن زید بن مالک اوسی (واقدی نے ان کا نام سعد بن زید بن الفاکہ خزرجی بتایا ہے) سعد بن سہیل بن عبدالاشہل نجاری' سعد بن عبید انصاری' سعد بن عثمان بن خلدہ خزرجی ابوعبادہ (ابن عائذ نے انہیں ابو عبادہ کے بجائے ابوعبیدہ لکھا ہے) سعد بن معاذ اوسی (غزوۂ بدر میں قبیلہ اوس کا علم انہی کے پاس تھا) سعد بن عبادہ بن دلیم خزرجی (انہیں عروہؒ، بخاریؒ، ابن حاتمؒ اور طبرانی نے شہدائے بدر میں شمار کیا ہے) سعد بن وقاص مالک بن اہیب زہری (یہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں) سعد بن مالک ابوسہل واقدی نے بتایا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے لیے تیاری میں مصروف تھے لیکن اس سے قبل کہ رسول اللہ (ﷺ) اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینے سے بدر کی طرف روانہ ہوتے اچانک بیمار ہو کر وفات پا گئے سہیلی نے بھی ابن قتیبہ

---

[1] اصابہ اور مصریہ میں یہاں بن عائذ کی جگہ ابن عیشہ اور "روض" میں ابن عبسہ لکھا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

کے حوالے سے یہی بتایا ہے۔ واللہ اعلم

سعید بن زید بن نفیل العدوی (یہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے چچازاد بھائی تھے' کہا جاتا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کے بعد جب دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مدینے واپس آ چکے تھے شام سے مدینے آئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی ان کی طرف سے بدر میں دشمن پر تیر سے وار کر کے اہل بدر میں شمار فرمایا اور بدر کے اجر وثواب کا مستحق ٹھہرایا تھا) سفیان ابن بشر بن عمرو خزرجی سلمہ بن اسلم بن حریش اوسی' سلمہ بن ثابت بن وقش بن زغبہ' سلمہ بن سلامہ بن وقش بن زغبہ' سلیم بن حارث نجاری' سلیم بن عمرو سلمی' سلیم بن قیس بن فہد خزرجی' سلیم بن ملحان (حرام بن ملحان نجاری کے بھائی) سماک بن اوس ابن خرشہ ابو دجانہ (انہیں سماک بن خرشہ بھی کہا جاتا ہے) سماک بن سعد بن ثعلبہ خزرجی (یہ بشیر بن سعد کے بھائی تھے) سہل بن حنیف اوسی' سہل بن عتیک نجاری' سہل بن قیس سلمی' سہیل ابن رافع نجاری (یہ وہی سہیل ہیں جن کی اور ان کے بھائی کی زمین پر مسجد نبوی تعمیر کی گئی تھی جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے) سہیل بن وہب فہری (بیضاء انہی کی والدہ تھیں اس لیے انہیں ابن بیضاء بھی کہا جاتا تھا) سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان (یہ مہاجرین میں سے تھے اور بنی عبد شمس ابن عبد مناف کے حلیف تھے) سنان بن صیفی سلمی' سواد بن زریق بن زید انصاری (اموی نے ان کا نام سواد بن رزام بتایا ہے) سواد بن غزیہ بن اہیب بلوی' سویبط بن سعد بن حرملہ عبدری سوید بن مخشی ابو مخشی طائی رضی اللہ عنہم (یہ بنی عبد شمس کے حلیف تھے اور ان کا نام ازید بن حمیر بھی بتایا گیا ہے کیونکہ انہیں اس نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا)۔

حرفِ شین

شجاع بن وہب بن ربیعہ اسدی' شماس بن عثمان مخزومی (ابن ہشام کے بقول ان کا اصلی نام عثمان بن عثمان تھا لیکن عہد جاہلیت میں ان کے بعد حد حسن و جمال اور ان کے چہرے کی چمک دمک سورج کی مماثل ہونے کی وجہ سے انہیں لوگ ''شماسا'' کہتے تھے اور یہی ان کا نام پڑ گیا جو اب تک چلا آتا ہے' شقران (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام) جنہیں مال غنیمت میں کچھ ہاتھ نہیں آیا تھا لیکن بدر کے اسیروں کی نگرانی ان کے سپرد کر دی گئی تھی اس لیے ہر اس شخص نے جس نے بدر میں کسی کو قید کر کے ان کی نگرانی میں دیا انہیں اپنے حصے سے کچھ نہ کچھ دیا اور ان کے پاس ہر فرد واحد سے زیادہ مال جمع ہو گیا۔

حرفِ صاد

صہیب بن سنان رومی (یہ اوّلین مہاجرین میں سے تھے) صفوان بن وہب بن ربیعہ فہری (سہیل بن بیضاء کے بھائی جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے)' صخر بن امیہ سلمی رضی اللہ عنہم۔

حرفِ ضاد

ضحاک بن حارثہ بن زید سلمی' ضحاک بن عبد عمرو نجاری' ضمرہ بن عمرو جہنی (موسیٰ بن عقبہ کے بقول ان کا اصل نام ضمرہ بن

Marfat.com

کعب بن عمرو تھا اور یہ انصار کے حلیف اور زیاد بن عمرو کے بھائی تھے۔

حرفِ طاء

طلحہ بن عبیداللہ تیمی (یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ غزوۂ بدر سے مجاہدین کی مدینے میں واپسی کے بعد شام کے سفر سے لوٹے تھے تاہم انہیں آنحضرت ﷺ نے اپنے حصے سے مال غنیمت دے کر بدر کے اجر وثواب کا مستحق ٹھہرایا تھا کیونکہ یہ مجبوراً غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے) طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف (یہ بھی مہاجرین میں سے اور حصین وعبید کے بھائی تھے) طفیل بن مالک بن خنساء سلمی، طفیل بن نعمان بن خنساء سلمی، طبیب بن عمیر بن وہب بن ابی کبیر بن عبد بن قصی۔

حرفِ ظاء

ظہیر بن رافع اوسی (غزوۂ بدر کے سلسلے میں ان کا ذکر بخاریؒ نے کیا ہے)

حرفِ عین

عاصم بن ثابت بن ابی افلح انصاری، عاصم بن عدی ابن الجد بن عجلان (آنحضرت ﷺ نے انہیں بھی روحا سے واپس کر دیا لیکن غزوۂ بدر میں فتح کے بعد مال غنیمت کے اپنے حصے سے کچھ حصہ دے کر اجر وثواب کا مستحق ٹھہرایا تھا) عاصم بن قیس بن ثابت خزرجی، عامل بن کبیر (ایاس اور خالد وعامر کے بھائی) عامر بن امیہ بن زید بن حسحاس نجاری، عامر بن حارث فہری، عامر بن ربیعہ بن مالک عنزی (مہاجرین میں بنی عدی کے حلیف) عامر بن سلمہ بن عامر بن عبداللہ بلوی قضاعی (ابن ہشام کے بقول انہیں عمر بن سلمہ بھی کہا جاتا تھا) عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث ابن فہر ابوعبیدہ بن جراح جو عشرہ مبشرہ میں شامل اور اوّلین مہاجروں میں بھی شامل تھے، عامر بن فہیرہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام) عامر بن مخلد نجاری عائذ بن ماعص بن قیس خزرجی، عباد بن بشر بن وقش اوسی، عباد بن قیس بن عامر خزرجی، عباد بن قیس بن عبشہ خزرجی، عباد ابن خشخاش قضاعی، عبادہ بن صامت خزرجی، عبادہ بن قیس بن کعب بن قیس عبداللہ بن امیہ بن عرفطہ، عبداللہ بن ثعلبہ بن خزمہ، عبداللہ بن جحش بن رئاب اسدی، عبداللہ بن جبیر بن نعمان اوسی، عبداللہ بن امجد بن قیس سلمی، عبداللہ بن حق بن ارس ساعدی، عبداللہ بن حمیر، عبداللہ بن ربیع بن قیس خزرجی، عبداللہ بن رواحہ خزرجی، عبداللہ بن زید بن عبدربہ بن ثعلبہ خزرجی، عبداللہ بن سراقہ عدوی، عبداللہ بن سلمہ بن مالک العجلان، عبداللہ بن سہل بن رافع، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، عبداللہ بن طارق بن مالک قضاعی، عبداللہ بن عامر بن بلی، عبداللہ بن عبداللہ ابن ابی بن سلول خزرجی (انہی کے والد منافقین کے سرگروہ تھے) عبداللہ بن الاسد بن ہلال بن عبداللہ بن مخزوم ابوسلمہ (یہ ام سلمہ کے شوہر تھے جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) عبداللہ بن عبد مناف بن نعمان سلمی، عبداللہ بن عبس، عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ بن کعب ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) عبداللہ بن عرفطہ بن عدی خزرجی، عبداللہ بن عمر بن

Marfat.com

حرام سلمی ابو جابر' عبداللہ بن عمیر بن عدی خزرجی' عبداللہ بن قیس بن خالد نجاری' عبداللہ ابن قیس بن صخر بن حرام سلمی' عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمر بن مازن بن نجار' عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ (یہ مہاجرین اوّلین میں سے تھے' عبداللہ بن مسعود الہذلی (یہ بنی زہرہ کے حلیف اور مہاجرین اوّلین میں سے تھے) عبداللہ بن مظعون الجمحی (یہ بھی مہاجرین اوّلین میں سے تھے) عبداللہ بن نعمان بن بلدمہ سلمی' عبداللہ بن اسید بن نعمان سلمی' عبدالرحمٰن بن عوف ابن عبدالحارث بن زہرہ بن کلاب زہری (یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ایک تھے) عبس بن عامر بن عدی سلمی' عبید بن تیہان (ابوالہیثم کے بھائی جنہیں عبید کے بجائے عتیک بھی کہا جاتا تھا) عبید بن ثعلبہ (ان کا تعلق بنی غنم بن مالک سے تھا) عبید بن زید بن عامر بن عمرو بن عجلان بن عامر' عبید بن ابی عبید' عبیدہ بن جارث بن مطلب بن عبد مناف اور حصین وطفیل کے بھائی (یہ ان تین مجاہدین میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں مبارز طلبی کے بعد جنگ کے لیے اپنی صف سے نکلے لیکن داد شجاعت دیتے ہوئے ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا جس کے بعد یہ وفات پا گئے تھے عتبان بن مالک بن عمرو خزرجی' عتبہ ابن ربیعہ بن خالد بن معاویہ البہرانی (بنی امیہ بن لوذان حلیف) عتبہ بن عبداللہ بن صخر سلمی' عتبہ بن غزوان بن جابر (یہ بھی اوّلین مہاجرین میں سے تھے) عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی (یہ عشرہ مبشرہ اور چار خلفائے راشدین میں سے ایک تھے جنہیں آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی اور ان کی بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لیے جو اس وقت سخت بیمار تھیں اور اسی علالت میں وفات پا گئیں غزوۂ بدر میں عدم شرکت کی اجازت دے دی تھی اور اسی لیے انہیں بھی مال غنیمت میں اپنے حصے سے حصہ دے کر غزوۂ بدر کے اجر وثواب کا مستحق قرار دیا تھا) عثمان بن مظعون الجمحی ابوسائب (مہاجرین اوّلین عبداللہ وقدامہ کے بھائی) عدی بن ابی زغباء جہنی (انہی کو رسول اللہ ﷺ نے بسبس بن عمرو کے ہمراہ پانی کے حوض کی نگرانی کے لیے بھیجا تھا) عصمہ بن حصین بن وبرہ بن خالد بن عجلان' عصیمہ (کہا جاتا ہے کہ یہ بنی حارث بن سوار کے حلیف تھے اور ان کا تعلق بنی اسد بن خزیمہ سے تھا) عطیہ بن نویرہ بن عامر بن عطیہ خزرجی' عقبہ بن عامر بن نابی سلمی' عقبہ بن عثمان بن خلدہ خزرجی (سعد بن عثمان کے بھائی) عقبہ بن عمر ابومسعود البدری (بخاریؒ نے انہیں شہدائے بدر میں شمار کیا ہے لیکن یہ بیان محل نظر ہے کیونکہ اس لیے مورخین غزوات کی کثیر تعداد میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ (مؤلف) عقبہ بن وہب بن ربیعہ اسدی' عقبہ بن وہب بن کلدہ' عکاشہ بن محصن غنمی' علی بن ابی طالب ہاشمی امیر المومنین اور خلفائے اربعہ کے علاوہ ان تین خلفاء میں سے بھی ایک جنہوں نے غزوۂ بدر میں دشمن سے جنگ کی' عمار بن یاسر عنسی مذحجی (یہ بھی اوّلین مہاجرین میں سے تھے) عمارہ بن حزم بن زید نجاری' عمر ابن خطاب امیر المومنین خلفائے اربعہ میں سے ایک اور ان دو شیخین میں سے ایک جنہوں نے بعد وفات رسولؐ سب سے پہلے مسلمانوں کی رہنمائی وسربراہی کی' عمر بن عمرو بن ایاس (یہ اہل یمن میں سے بنی لوذان بن عمرو بن سالم کے حلیف تھے اور انہیں ربیع وورقہ کا بھائی بتایا جاتا ہے) عمرو بن ثعلبہ بن وہب بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر ابوحکیم' عمرو بن حارث بن زہیر ابن ابی شداد بن ربیعہ بن ہلال بن اہیب بن ضبشہ بن حارث بن فہر الفہری' عمرو بن سراقہ عدوی' عمرو بن ابی سرح فہری (یہ بھی مہاجرین میں سے تھے تاہم واقدی اور ابن عائذ نے ان کا نام عمرو کے بجائے معمر بتایا ہے) عمرو بن طلق بن زید بن امیہ بن سنان بن کعب بن غنم (یہ بھی بنی حرام میں شامل تھے) عمرو بن جموح بن حرام انصاری' عمرو بن قیس بن زید

Marfat.com

بن سواد بن مالک بن غنم (واقدی اور اموی نے ان کا تفصیلی ذکر کیا ہے) عمرو بن قیس بن مالک بن عدی بن خنساء بن عمرو بن مالک بن عدی بن عامر ابوخارجہ (موسیٰ بن عقبہ نے خدا جانے کیوں ان کا ذکر کہیں نہیں کیا) عمرو بن عامر بن حارث فہری' عمرو بن معبد بن ازعر اوسی' عمرو بن معاذ اوسی (سعد بن معاذ کے بھائی) عمیر بن حارث بن ثعلبہ (انہیں عمرو بن حارث بن لبدہ بن ثعلبہ سلمی بھی کہا جاتا ہے) عمیر بن حرام بن جموح سلمی' عمیر بن حمام بن عم (ان کے والد ان کے قبل غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) عمیر بن عامر بن مالک ابن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن ابوداؤد مازنی' عمیر بن عوف (یہ سہیل بن عمرو کے غلام تھے جنہیں اموی وغیرہ نے عمیر بن عوف کی بجائے عمرو بن عوف لکھا ہے اور حدیث صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں بتایا گیا ہے کہ انہیں ابو عبیدہ نے بحرین بھیجا تھا) عمیر بن مالک بن اُہیب زہری (یہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی تھے اور غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) عنترہ (یہ بنی سلیم کے غلام تھے تاہم یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ اسی قبیلے کے ایک فرد تھے۔ واللہ اعلم عوف بن حارث بن رفاعہ بن حارث نجاری (یہ عفراء بنت عبید بن ثعلبہ نجاری کے بیٹے تھے اور غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) عویم بن ساعدہ انصاری (ان کا تعلق بنی امیہ ابن زید سے تھا) عیاض بن غنم فہری (یہ بھی اوّلین مہاجروں میں سے تھے رضی اللہ عنہم)۔

حرفِ غین

غنام بن اوس خزرجی (ان کا ذکر واقدی کے سوا کسی مورخ اسلام نے نہیں کیا)

حرفِ فاء

فاکہ بن بشیر بن الفاکہ خزرجی اور فروہ بن عمرو بن ودفہ خزرجی۔

حرفِ قاف

قتادہ بن نعمان اوسی' قدامہ بن مظعون الجمحی (مہاجرین میں عثمان وعبداللہ کے بھائی) قطبہ ابن عامر بن حدیدہ سلمی' قیس بن السکن نجاری' قیس ابن صعصعہ عمرو بن زید مازنی (انہوں نے غزوۂ بدر کے روز لشکر اسلام کے قلب میں رہ کر جہاد کیا تھا) قیس بن محصن بن خالد خزرجی' قیس بن مخلد بن ثعلبہ نجاری۔

حرفِ کاف

کعب بن حمان انہیں بن جمار اور بن جماز بھی کہا جاتا تھا' ابن ہشام نے انہیں کعب بن عبشان لکھا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انہیں کعب بن مالک ابن ثعلبہ بن جماز بھی کہا جاتا تھا اموی نے ان کا نام کعب بن ثعلبہ بن حبالہ بن غنم غسانی بتایا ہے اور (یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ بنی خزرج بن ساعدہ کے حلیف تھے) کعب بن زید بن قیس نجاری' کعب بن عمرو ابویسر سلمی' کلفہ بن ثعلبہ (یہ بکائین میں سے تھے جن کا ذکر موسیٰ بن عقبہ نے کیا ہے) کنانہ بن حصین بن ربیع غنوی (یہ بھی مہاجرین اوّلین میں سے تھے)۔

Marfat.com

حرفِ میم

مالک بن دخشم جنہیں ابن دخشن خزرجی بھی کہا جاتا ہے' مالک بن ابی خولی جعفی حلیف بنی عدی مالک بن ربیعہ ابواسید ساعدی' مالک بن قدامہ اوسی' مالک بن عمرو ثقف بن عمرو کے بھائی (یہ دونوں بھائی مہاجر اور بنی تمیم بن دودان بن اسد کے حلیف تھے) مالک بن قدامہ اوسی' مالک بن سعود خزرجی' مالک بن ثابت بن ثمیلہ مزنی حلیف بنی عمرو بن عوف' مبشر بن عبدالمنذر ابن زنیر اوسی' ابولبابہ رفاعہ کے بھائی (یہ بھی غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) مجذر بن زیاد بلوی مہاجری' محرز ابن عامر نجاری' محرز بن نضلہ اسدی حلیف بنی عبد شمس مہاجری' محمد بن مسلمہ حلیف بنی عبدالاشہل' مدلج بن عمرو ثقف بن عمرو مہاجری کے بھائی (انہیں مدلاج بھی کہا جاتا تھا) مرثد بن ابی مرثد غنوی' مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف (یہ بھی مہاجرین میں سے تھے اور کچھ لوگ انہیں عوف بھی کہتے تھے) مسعود بن اوس انصاری نجاری' مسعود بن خلدہ خزرجی' مسعود بن ربیعہ القاری حلیف بنی زہرہ مہاجری' مسعود بن سعد جنہیں ابن عبد سعد بن عامر بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بھی کہا جاتا ہے' مسعود بن سعد بن قیس خزرجی' مصعب بن عمیر عبدری مہاجری (اپنے قبیلے کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا) معاذ بن جبل خزرجی' معاذ بن حارث نجاری (یہی عوف ومعوذ کے بھائی تھے اور ابن عفراء بھی کہلاتے تھے) معاذ بن عمرو بن جموح خزرجی' معاذ بن ماعص خزرجی (عائذ کے بھائی) معبد بن عباد بن قشیر بن فدم بن سالم بن غنم (انہیں معبد بن عبادہ بن قیس بھی کہا جاتا ہے۔ واقدی نے ان کے دادا کا نام قشیر کے بجائے قشعر لکھا ہے اور ابن ہشام قشعر ابوخمیسہ بتایا ہے) معبد بن قیس بن صخر سلمی (عبداللہ بن قیس کے بھائی) معتب بن عبید بن ایاس بلوی قضاعی' معتب بن عوف خزاعی حلیف بنی مخزوم' معتب بن قشیر اوسی' معقل بن منذر سلمی' معمر بن حارث جمحی' معن بن عدی اوسی' معوذ بن حارث جمحی' ملیل بن ویرہ خزرجی' منذر بن عمرو بن خنیس ساعدی' منذر بن قدامہ بن عرفجہ خزرجی' منذر ابن محمد بن عقبہ انصاری (ان کا تعلق بنی جمحی سے تھا مجمع (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اور اصلاً یمنی تھے۔ یہ پہلے مسلم مجاہد تھے جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے) رضی اللہ عنہم۔

حرفِ نون

نضر بن حارث بن عبد رزاح بن ظفر بن کعب' نعمان بن عبد عمرو نجاری (یہ ضحاک کے بھائی تھے) نعمان بن عمرو بن رفاعہ نجاری' نعمان بن عصر بن حارث حلیف بنی اوس' نعمان ابن مالک بن ثعلبہ خزرجی (انہیں نوفل بھی کہا جاتا تھا) نعمان بن یسار (یہ بنی عبید کے غلام تھے اور انہیں نعمان بن سنان بھی کہا جاتا تھا) نوفل بن عبیداللہ بن نضلہ خزرجی۔

حرفِ ھا

ہانی بن نیار ابوبردہ بلوی (البراء بن عازب کے ماموں) ہلال بن امیہ واقفی (ان کا نام صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) قصہ کعب بن مالک کے ضمن میں اہل بدر میں شامل کیا گیا ہے لیکن اصحاب مغازی میں سے کسی نے ان کا ذکر نہیں کیا) ہلال بن معلی (رافع بن معلی کے بھائی) رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

حرفِ واؤ

واقد بن عبداللہ تمیمی (مہاجرین میں بنی عدی کے حلیف) ودیعہ بن عمرو بن جراح الجہنی (بحوالہ واقدی وابن عائذ) ورقہ بن ایاس بن عمرو خزرجی (ربیع بن ایاس کے بھائی) وہب بن سعد ابن ابی سرح (موسیٰ بن عقبہ' ابن عائذ اور واقدی نے بنی عامر بن لوی میں ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ البتہ ابن اسحاق نے ان کا کہیں ذکر نہیں کیا)

حرفِ یاء

یزید بن اخنس بن خباب بن جرہ سلمی (سہیلی نے بیان کیا ہے کہ یہ اور ان کے والد دونوں غزوۂ بدر میں شہید ہوئے لیکن بدر کے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کا ذکر ہے نہ ابن اسحٰق نے اس میں ان کا ذکر کیا ہے تاہم بیعتِ رضوان کے مشاہدہ کرنے والوں میں یہ بھی شامل تھے جیسا کہ خود ابن اسحٰق نے بتایا ہے) یزید بن حارث بن قیس خزرجی (یہ وہی ہیں جنہیں ان کی ماں کی نسبت سے ابن قسحم بھی کہا گیا ہے۔ یہ بھی غزوۂ بدر کے شہداء میں شامل ہیں) یزید بن عامر بن حدیدہ ابوالمنذر سلمی' یزید بن منذر بن سرح سلمی (یہ معقل بن منذر کے بھائی تھے) رضی اللہ عنہم۔

Marfat.com

باب ۹

مسلم شرکائے بدر سے متعلق کچھ باقی مباحث

پچھلے صفحات میں مسلم شرکائے بدر کی متفق علیہ مجموعی تعداد پیش کرنے کے بعد حروف تہجی کے لحاظ سے ان کے نام درج کرتے ہوئے ان کے مکمل شجرات حسب ونسب کے اندراج کے علاوہ کسی ممکنہ التباس واشتباہ کے پیش نظر ہم نے ان کے بارے میں اپنی تحقیقات کے نتائج متعدد حوالوں کے ساتھ قوسین (.....) میں پیش کر دیئے ہیں۔ تاہم مطالعہ تاریخ اسلام کے شائقین' طلبہ اور محققین کے استفادے کے لیے مسلم شرکائے بدر کی مندرجہ بالا فہرست کے متعلق کچھ باقی مباحث ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

ابواسید مالک بن ربیعہ پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ ابوالاعور بن حارث بن ظالم نجاری کا نام ابن ہشام نے ابوالاعور الحارث بن ظالم بتایا ہے جب کہ واقدی نے ان کا پورا نام ابوالاعور کعب بن حارث بن جندب بن ظالم بتایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یعنی عبداللہ بن عثمان کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ جو مہاجرین میں سے تھے ان کے نام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کا اصل نام مہشم تھا۔ حارث کے غلام ابوالحمراء کا پورا نام ابوالحمراء ابن رفاعہ بن عفراء تھا۔ ابوخزیمہ بن اوس بن اصرم نجاری اور ابی رہم بن عبدالعزیٰ کے غلام ابوسبرہ مہاجرین میں سے تھے نیز عکاشہ کے بھائی ابوسنان بن محصن بن حرثان اور ان کے بیٹے سنان کا شمار مہاجرین میں ہوتا ہے۔ ابوالصباح ابن نعمان کا نام عمیر بن ثابت بن نعمان بن امیہ بن امرای القیس بن ثعلبہ بتایا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بدر کے راستے میں کسی پتھر کی شدید چوٹ لگنے کی وجہ سے واپس مدینے چلے گئے تھے اور غزوۂ خیبر میں شہید ہوئے لیکن غزوۂ بدر میں ان کی عدم شرکت کے باوجود ان کے مذکورہ بالا معقول عذر کی بناء پر انہیں اس جنگ کے مال غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ابوعرفجہ بنی جمح کے حلیفوں میں سے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابوکبشہ' ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر' ابومرثد الغنوی کنانہ بن حصین اور ابومسعود البدری عقبہ بن عمرو کے بارے میں جزوی تفصیلات پہلے ہی قوسین (.....) یا حواشی میں حوالہ جات سمیت پیش کی جا چکی ہیں۔ یاد رہے کہ ابوملیل بن ازعر بن زید کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔

مسلم شرکائے بدر کی مجموعی تعداد:

غزوۂ بدر میں مسلم شرکاء کی مجموعی تعداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات وبابرکت سمیت تین سو چودہ اور آپؐ کے اسم گرامی کو علیحدہ کر کے تین سو تیرہ ثابت ہوتی ہے جس کا متعدد مختلف لیکن مستند روایات کے حوالے سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ ہر چند کہ بعض روایات میں اس تعداد کو "تین سو سے کچھ زیادہ" اور "تین سو تیرہ کے قریب" بھی بتایا گیا ہے لیکن جملہ احادیث بلکہ متعلقہ آیات کی رو سے جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یہ تعداد جس پر مستند راوی کو اتفاق ہے وہی ہے جس کا ان سطور کی ابتداء میں ذکر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

شہدائے بدر کے فضائل

بخاریؒ شہدائے بدر کے فضائل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن محمد' معاویہ بن عمرو اور ابو اسحٰق نے حمید کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے انس کو یہ کہتے سنا:

غزوۂ بدر میں حارثہ پر جو کچھ گزرا تھا وہ مجھے معلوم تھا لیکن میں نے دیکھا کہ ان کی ماں نے آنحضرت ﷺ سے مدینے میں سوال کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میرا بیٹا حارثہ غزوۂ بدر میں قتل ہونے کے بعد اب کہاں ہے اور اس کا کیا رتبہ ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو فرما دیجیے تا کہ مجھے صبر آ جائے اور میرے دل کو اطمینان ہو جائے''۔

حارثہ رضی اللہ عنہ کی ماں سے یہ سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''افسوس تو نہیں جانتی کہ شہیدوں کی قدر و منزلت (اللہ تعالیٰ کی نظر میں) کیا ہوتی ہے۔ سن تیرا بیٹا نہ صرف یہ کہ جنت میں ہے بلکہ اس کے اعلیٰ ترین مقام فردوس میں ہے''۔ (تشریحی ترجمہ)

بخاریؒ نے اس روایت اور اس حدیث کو بطورِ خاص پیش کیا ہے۔ بخاریؒ نے اس حدیث کو نہ صرف مذکورہ بالا حوالوں سے بلکہ ثابت وقتادہ کے حوالے سے بھی پیش کیا ہے۔ جن کی متعدد روایات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ حارثہ کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے اور تب ہی آپ نے الفاظ "ان ابنک اصاب فردوس الاعلیٰ" (تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ جا پہنچا ہے) ارشاد فرمائے تھے۔

اس حدیث شریف میں ایک قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے حوض کے نظارے کے بعد جہاں سے حارثہ رضی اللہ عنہ بوقتِ شہادت پانی لے رہے تھے اور اس وقت ان کے پہلو میں ایک تیر آ کر پیوست ہو گیا تھا اور پھر یہ ملاحظہ فرمانے کے بعد کہ وہ ''فردوس اعلیٰ'' میں ہیں ان کی ماں سے یہی فرمایا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ آپؐ کے نزدیک آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا غزوۂ بدر میں گھمسان کی جنگ میں شرکت کر کے شہید ہونا بخشش خداوندی اور حصولِ جنت کے لیے ضروری نہ تھا بلکہ اس کے لیے جوشِ ایمانی اور خدا کی راہ میں جذبہ جہاد کے ساتھ اس میں شرکت کی تھی۔

اس حدیث سے خدا اور رسول کے نزدیک ان اہل بدر کے مراتب کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اپنے سامنے کفار کے کثیر التعداد لشکر اور اپنے ساتھیوں کی اس کے مقابلے میں حد سے زیادہ قلیل تعداد کو دیکھ کر بھی خدا کے بھروسے پر اس کا نام لے کر گھمسان کی جنگ میں کود پڑے تھے اور دشمنانِ خدا کے ساتھ لڑائی میں حتی الامکان دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

بخاری و مسلم دونوں (رحمہما اللہ) اسحاق بن راہویہ' عبداللہ بن ادریس' حصین بن عبدالرحمٰن' سعد بن عبیدہ' ابی عبدالرحمٰن

Marfat.com

ی اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے جس کے بارے میں مکہ کو
یہ کی رقم کے لیے لکھا گیا تھا کہتے ہیں:

''جب مکے سے حاطب بن ابی بلتعہ کے فدیہ کی رقم نہ پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ آیا وہ اس کی گردن اڑا سکتے ہیں یعنی اسے قتل کر سکتے ہیں''۔

آپؐ نے فرمایا:

''غزوہ بدر میں (خدا کی راہ میں) تمہاری شرکت سے اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں کا حال معلوم ہو گیا ہے' لہٰذا اب تم جو چاہو کرو (تمہاری نیت کے پیش نظر) وہ تمہیں بخش دے گا اور جنت تم پر واجب ہو گی (یعنی تم لوگ جنت میں ضرور جاؤ گے)''۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے سلیمان بن داؤد' ابوبکر بن عیاشؒ اور اعمشؒ نے ابی سفیانؒ اور جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص (بحیثیت مومن) غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوا وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا''۔

امام احمدؒ نے مسلمؒ کی سند پر اس حدیث کو بطور خاص پیش کیا ہے۔ ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو احمد بن سنان اور موسیٰ بن اسمٰعیل کے حوالے سے اور آخر الذکر دونوں نے یزید بن ہارون کے حوالے سے پیش کیا ہے۔

البزار اپنی مسند میں کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن مرزوق' ابوحذیفہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے یحییٰ بن ابی کثیر' ابی سلمہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث نبوی بیان کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھے امید ہے کہ جس (مسلمان) نے غزوۂ بدر میں شرکت کی وہ ان شاء اللہ دوزخ میں نہیں جائے گا''۔

ظاہر ہے کہ یہ حدیث نبوی بزارؒ نے اپنی طرف سے کسی صحیح سند کے بغیر بیان نہیں کی ہے۔ (مؤلف)

بخاریؒ بدر میں مشہور ملائکہ کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں کہ ان سے اسحاق بن ابراہیم اور جریر نے یحییٰ بن سعید' معاذ بن رفاعہ بن رافع زرقی اور ان کے والد (جو اہل بدر میں تھے) کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ بدر میں جب جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے دریافت کیا:

''بدر میں اس وقت جو لوگ تمہارے دوش بدوش کفار سے جنگ کر رہے ہیں ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''۔

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا:

''یہ افضل ترین مسلمانوں میں سے ہیں''۔

بخاریؒ اس روایت کے آخر میں فرماتے ہیں کہ یہی الفاظ یا ان سے ملتے جلتے الفاظ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ (مسلمان) شرکائے بدر کے بارے میں کہے تھے۔

Marfat.com

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مکے سے مدینے میں تشریف آوری

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب ابوالعاص غزوۂ بدر کے بعد مدینے سے رہا ہو کر مکے پہنچا تو اس کے پیچھے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ انصار کے ایک شخص کو وہاں بھیجا۔ وہ دونوں جب مکے میں ابوالعاص کے مکان پر پہنچے تو اس وقت غزوۂ بدر کو کم و بیش ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ابوالعاص سے کہا کہ:

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلایا ہے' اگر آپ اجازت دیں تو ہم انہیں اپنے ساتھ مدینے لے جائیں''۔

ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر کہا:

''زینب رضی اللہ عنہا اگر چاہیں تو اپنے والد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلی جائیں میں انہیں نہیں روکوں گا لیکن یہ بہتر ہوتا کہ آپ لوگ مکے سے باہر ٹھہر کر مجھے اس کی اطلاع دیتے تاکہ میں انہیں زادِ سفر دے کر آپ کے پاس پہنچا دیتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ مکے کے کچھ لوگ انہیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے' تاہم میں ان سے کہے دیتا ہوں کہ وہ سامان سفر کی تیاری کریں''۔

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوا تو وہ خوش ہو کر سفر کی تیاری کرنے لگیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکے سے مدینے جانے کے لیے سفر کی تیاری کر رہی تھیں تو جیسا کہ خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا' ہند بنت عتبہ ان کے پاس آ کر بولیں:

''میں نے سنا ہے کہ تم اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو کیونکہ وہ خود تو یہاں آنے اور عورتوں میں گھس کر تمہیں زبردستی لے جانے کی جسارت نہیں کر سکتے''۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ ہند بنت عتبہ کی یہ جلی کٹی باتیں سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا کہ آخر ان باتوں سے اس کا مطلب کیا تھا تو وہ مکاری سے بولی:

''میرا مطلب یہ ہے کہ بہرحال تم میری بنت عم (چچا کی بیٹی) ہو اور اگر تم اپنے باپ کے پاس جا رہی ہو تو مجھے چپکے سے بتا دو تاکہ میں تمہارے لیے ضروری سامان کے علاوہ کچھ زر نقد کا بندوبست بھی کر دوں کیونکہ اگر ہمارے مردوں میں سے کسی کو اس کا علم ہو گیا تو وہ تمہارے ساتھ کوئی سامان تو کیا خود تمہیں بھی یہاں سے جانے نہیں دیں گے''۔

Marfat.com

جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے مصلحتاً ہند کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ جل بھن کر بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر چلی گئی لیکن اس کے بعد وہی ہوا جس کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اندیشہ تھا یعنی یہ بات اسی رات کو قریش مکہ میں پھیل گئی اور جب صبح ہونے سے کچھ پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص کے بھائی کنانہ بن ربیع اپنے تیر کمان اور نیزہ کے ساتھ اونٹ پر بیٹھ کر انہیں ساتھ لے جانے کے لیے ان کے مکان پر آئے تاکہ وہ انہیں مکے سے باہر کچھ دور وہاں چھوڑ آئیں جہاں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کا انصاری ساتھی ابوالعاص کے مشورے کے مطابق ان کے انتظار میں تھے لیکن وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر ابھی مکے سے نکلے ہی تھے کہ قریش کے کچھ لوگ ان کے تعاقب میں آ پہنچے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے اونٹ کے ہودج میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ قریش میں سب سے پہلے ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ فہری ان کے اونٹ کی طرف بڑھا اور اس کے ہودج میں نیزے کی نوک چبھو کر انہیں نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد ابوسفیان آگے بڑھ کر بولا:

''یہ ہمارے کف کی لڑکی ہے لہٰذا اس کے یہاں سے جانے نہ جانے کا فیصلہ میں کروں گا' ویسے یہ ہمارے سامان کے ساتھ بلکہ اس بچے کو لے کر جو اس کے شکم میں ہے اور ہماری ملکیت ہے یہاں سے کیسے جا سکتی ہے''۔

اس کے بعد وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دیور کنانہ بن ربیع کی طرف پلٹ کر بولا:

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس لڑکی کے باپ نے بدر میں اور اس کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اور تم اسے اس طرح اپنے ہی ساز و سامان کے ساتھ یہاں تک حفاظت کے ساتھ رخصت کرنے آئے ہو۔ بہرحال میں اسے وضع حمل سے پہلے یہاں سے ہرگز نہیں جانے دوں گا''۔

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابن اسحٰق کو بتایا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس وقت واقعی امید سے (حاملہ) تھیں لیکن یہ قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے اس بچے کی ولادت مکے میں ہوئی یا جب وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے رخصت ہوئیں یا خود ابوالعاص نے انہیں مکے سے بحفاظت رخصت کر دیا تھا تو مدینے میں ہوئی۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا حوالوں سے مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے کچھ عرصے بعد جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینے تشریف لے آئی تھیں تو ان کا شوہر ابوالعاص شام کے تجارتی سفر سے مکے کی طرف واپس آتے ہوئے مدینے میں انہی کے پاس ٹھہرا لیکن جب ان سے کچھ کاروباری لین دین کے بعد مدینے سے روانہ ہونے لگا تو مسلمانوں نے اسے روک لیا تاکہ وہ وہاں سے کوئی سامان اور زر نقد لے کر مکے نہ جا سکے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''یہ (اپنے خیال ہی میں سہی) تمہارا مہمان بن کر تمہارے پڑوس میں ٹھہرا تھا' اس لیے عربوں کی خصوصاً اسلامی حمیت کا یہ تقاضا نہیں کہ تم اس کا مال چھین لو یا اسے کوئی تکلیف پہنچاؤ''۔ (تشریحی ترجمہ)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب ابوالعاص مدینے سے مکے پہنچے اور قریش کو معلوم ہوا کہ وہ مدینے ہو کر آ رہے ہیں تو انہیں یقین ہو گیا کہ انہوں نے ان کے ذریعہ جو تجارتی مال شام بھیجا تھا اس کی قیمت یا اس کے بدلے میں جو مال تجارت وہاں سے لا رہے ہوں گے وہ سب مدینے میں مسلمانوں نے چھین لیا ہو گا اور اسی لیے وہ بے تحاشا دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور اس کے

Marfat.com

بارے میں ان سے پوچھ گچھ کرنے لگے تو ابوالعاص نے ان سب کے تجارتی مال کی قیمت منافع سمیت اور وہ سارا سامان جوان کے تجارتی مال کے عوض وہ شام سے لائے تھے نکال کر ان کے سامنے ڈھیر کر دیا۔ پھر اس کے بعد بولے:

''اپنا سارا سامان اور زر نقد حساب کر کے دیکھ لو! محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی تمہاری طرح لالچی اور بے حمیت نہیں ہیں' انہوں نے مجھے مہمان اور اپنی پناہ میں کہہ کر نہ اس سامان یا زر نقد میں سے کچھ لیا نہ مجھے کوئی تکلیف دی بلکہ مدینے سے کافی دور تک میرے ساتھ آ کر مجھے بحفاظت مکے کے راستے پر چھوڑ گئے کیونکہ یہی محمد (ﷺ) کا جنہیں وہ خدا کا فرستادہ نبی کہتے اور اپنا پیشوا و مقتدا سمجھتے ہیں حکم تھا''۔

ابن اسحٰق عبداللہ ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد ابوالعاص مدینے آ کر اور رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ابوالعاص کے مسلمان ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے انہیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح اوّل کی بنیاد پر ان کے ساتھ قیام کرنے اور زن وشوئی کے تعلقات بدستور استوار رکھنے کی اجازت دے دی تھی لیکن بعض علماء اس روایت کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے دوبارہ پڑھایا اور ان کا مہر بھی از سر نو مقرر فرمایا تھا۔ یہ علماء اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ شریعت اسلامی کی رو سے اگر کوئی عورت کسی مرد سے اس وقت نکاح کرے جب وہ دونوں غیر مسلم ہوں اور پھر وہ عورت اپنے شوہر سے پہلے مسلمان ہو جائے جس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے پہلے مدینے آتے ہی مسلمان ہو گئی تھیں تو اس عورت کا اپنے غیر مسلم شوہر کے ساتھ کیا ہوا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور وہ ایام عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح اور زن وشوئی کے تعلقات قائم کرنے سے قبل خواہ اس کا شوہر بعد میں مسلمان ہو کیوں نہ ہو گیا اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی لیکن اوّل الذکر علماء وفقہا اس دوسری روایت کو ضعیف بتاتے ہوئے پہلی روایت کے جواز میں شریعت اسلامی ہی کے احکام کی رو سے کافی مضبوط دلائل کے ساتھ ثبوت وشواہد پیش کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

غزوۂ بدر کے بارے میں شعرائے عرب کا شعری سرمایہ:

بعض مؤرخین نے غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ کچھ شعرائے عرب نے اس معرکے میں شریک مجاہدین اسلام اور مشرکین مکہ کے جنگی کارناموں پر بے شمار اشعار کہے تھے اور انہوں نے ان اشعار کے اقتباسات بھی پیش کیے ہیں اور انہیں الگ الگ عرب کے مسلم وغیر مسلم شعراء سے منسوب کیا ہے تاہم جانبین کے یہ اشعار ہر چند فنی اعتبار سے بڑے بلند پایہ اور شعرائے عرب کی بے مثل قادر الکلامی کا ثبوت ہیں لیکن جن مؤرخین نے اشعار میں سے کچھ اشعار کو شعرائے اسلام سے منسوب کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ اشعار انہوں نے غزوۂ بدر میں مشرکین کی ناقابل قیاس شکست کے باوجود ان کی اور ان کے اظہار شجاعت کی مدح میں کہے تھے صریحاً ناقابل قبول ہے۔ یہ تو تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ غزوۂ بدر میں قریش مکہ کے کچھ ماہر تیغ زن مسلمانوں کے مقابلے میں حتی الامکان جم کر لڑے تھے لیکن تاریخ ہی سے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ اس جنگ میں کفار کا کثیر التعداد لشکر مٹھی بھر

Marfat.com

مسلمانوں کے مقابلے میں اتنی بڑی ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا تھا جس کی مثال دنیائے حرب وضرب میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس لیے اس لشکر کے کسی فرد کی مدح میں عرب کے کسی مسلمان شاعر کا قصیدے کہنا بعید از قیاس ہی کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان اشعار میں وہ اشعار جن میں مسلمانوں کی مذمت اور مشرکین کی مدح سرائی کی گئی ہے حد درجہ مخذول ومعکوس ہیں اور ایسے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں جو خود اپنی جگہ قلتِ عقل کی دلیل ہیں۔ ذرا سوچیے کہ کہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین نبی' سرور عالم' شمس الضحیٰ' بدر الدجیٰ اور وجہ تخلیق کائنات ﷺ جن کے وجود سراپا جود وکرم سے ساری کائنات روشن ہے اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو وجہ شرف انسانیت تھے اور کہاں ابوجہل لعین جیسے دشمنانِ خدا جو حد درجہ تذلیل انسانیت کا باعث تھے۔ ایسے میں راہِ خدا میں جان ہتھیلی پر رکھ کر اسی کے نام پر شہید ہو جانے والے مجاہدین اسلام کی مذمت اور ان کے خونخوار دشمنوں کی تعریف وتوصیف کسی منصف مزاج اور عدل پرور مسلمان کے قلم سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا اور غیر جانب داری کا دعوے دار شاعر ہو ممکن ہے؟ اسی لیے ابن ہشام نے ایسے اشعار کی کسی مسلمان عرب شاعر سے نسبت کی جگہ جگہ تردید کی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

غزوۂ بنی سلیم

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر اور یزید بن روبان وغیرہ نے عبداللہ بن کعب بن مالک کے حوالے سے جو انصار میں سب سے بڑے عالم تھے بیان کیا کہ ابوسفیان جب مکے واپس گیا اور اس کے ساتھ بدر کے شکست خوردہ قریش بھی وہاں پہنچے تو اس نے (ابوسفیان نے) قسم کھائی کہ وہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے ایک بار پھر جنگ نہ کر لے گا چین سے نہیں بیٹھے گا بلکہ غسل جنابت کے لیے سر پر پانی تک نہ ڈالے گا۔ چنانچہ وہ قریش کے چنیدہ سو سواروں کا ایک فوجی رسالہ اپنے ساتھ لے کر مکے سے روانہ ہوا۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ مدینے کے دائیں جانب سے رات کے وقت جب اہل مدینہ سو رہے ہوں اچانک ان پر جا پڑے۔ پہلے وہ نحویہ گیا اور پھر وہاں سے آگے بڑھ کر اس پہاڑ کے دامن میں پہنچا جو ''نیب'' کہلاتا ہے اور جہاں سے مکے اور مدینے کا درمیانی فاصلہ قریباً نصف رہ جاتا ہے۔ وہاں سے وہ راتوں رات قبیلہ بنی نضیر میں گیا جہاں اسے ابن اخطب کے گھر میں روشنی دیکھ کر محسوس ہوا کہ وہ اور اس کے گھر والے اس وقت تک جاگ رہے تھے۔ چنانچہ اس نے ابن اخطب کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اس نے ڈر کے مارے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بنی نضیر کے سردار سلام بن مشکم کے دروازے پر پہنچا اور وہاں دستک دی۔ سلام بن مشکم نے اسے اپنے گھر میں بلا کر اس کی کافی خاطر و مدارات کی۔ وہاں سے وہ سلام بن مشکم کے کچھ لوگ لے کر اہل مدینہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے آگے بڑھا ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر آس پاس کے درختوں کی سوکھی لکڑیاں اکٹھی کروا کر الاؤ روشن کرا دیا۔ وہاں ابھی صبح ہوئی تھی کہ اس کے آدمیوں کو انصار مدینہ کا ایک شخص اور ایک دوسرا آدمی نظر آیا جو اس انصاری کا حلیف تھا۔ جب انہیں ابوسفیان کے پاس لے جایا گیا تو اس نے ان دونوں کو قتل کرا دیا۔ جب آنحضرت ﷺ کو مدینے میں ابوسفیان کے ہاتھوں اس انصار اور اس کے ساتھی کے قتل کی خبر ملی تو آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی کافی تعداد لے کر مدینے سے نکلے تاکہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کر کے اسے مدینے پر حملے سے باز رکھا جائے۔ مسلمانوں نے جب آپ سے پوچھا تھا کہ کیا ابوسفیان سے مقابلہ کیا جائے گا تو آپ نے اثبات میں جواب دیا تھا۔

ابوسفیان کو جب نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدینے سے اس کے مقابلے کے لیے روانگی کی خبر ملی تو وہ فوراً وہاں سے اپنے ساتھیوں سمیت دل میں آنحضرت ﷺ سے جنگ کی حسرت لیے مکے کی طرف فرار ہو گیا۔

ابوسفیان نے اس موقع پر سلام بن مشکم یہودی کی مدح اور مقام سویق سے اپنے فرار کی معذرت میں کچھ اشعار بھی کہے تھے۔

جہاں ابوسفیان کا اس روز قیام تھا اس جگہ کو سویق کہتے تھے اور چونکہ یہ جگہ قبیلہ بنی سلیم کی بستی کے قریب تھی اسی لیے اس جنگ کو جو مسلمانوں اور مشرکین قریش کے مابین بلا مقابلہ ختم ہو گئی تاریخ میں کہیں غزوۂ سویق کہا گیا ہے اور کہیں غزوۂ بنی سلیم لکھا گیا ہے۔ یہ ہجری سال دوم کے آواخر کا واقعہ ہے۔

Marfat.com

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مناکحت وازدواج

جیسا کہ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے زہری کے ذریعہ اور علی بن حسین' ان کے والد حسین اور ان کے دادا حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے بیان کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناکحت کا واقعہ سن ہجری کے دوسرے سال کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں فرمایا:

غزوۂ بدر کے مال غنیمت سے مجھے اپنا حصہ ملنے اور خمس میں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دستِ مبارک سے حصہ رسد کچھ رقم سے سرفراز ہونے کے بعد جب میں نے فاطمہؓ بنت نبیؐ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے اور انہیں رخصت کر کے لانے کا ارادہ کیا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک شخص کو بلا کر مدینے کے اس شخص کے پاس بھیجا جو شادی اور ولیمے کا سامان فروخت کیا کرتا تھا تاکہ وہاں سے میری حسب حیثیت وہ سامان خرید لائے لیکن جب میں اس انصاری کے مکان پر پہنچا جہاں میں نے بنی قینقاع کے اس آدمی کو وہ سامان خرید کر لانے کو کہا تھا تو حیرت سے میری آنکھیں جواب دینے لگیں' میں نے دیکھا کہ وہاں تو اس سامان سے جس کی خریداری کے لیے میں نے نقد رقم بھجوائی تھی کئی گنا ایسا ہی سامان پہلے سے موجود ہے اور کچھ بھیڑ بکریاں بھی ذبح کی جا رہی ہیں۔ میں نے اس مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا: ''یہ سب سامان کون لایا ہے؟'' وہ بولا: ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ (رضی اللہ عنہ)''۔ اس شخص سے یہ سن کر جب میں مکان کے اندر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں جناب حمزہ رضی اللہ عنہ چند دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھے اکل وشرب میں مصروف ہیں' مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے وہاں کوئی دعوت ہو جو جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ میں نے یہ دیکھ کر ان کی طرف غور سے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر شفقت سے مسکرانے لگے۔ جناب حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی کشادہ دستی' سخاوت اور فیاضی میں مشہور تھے۔ میں سمجھ گیا کہ انہیں جو کچھ بدر کے مال غنیمت اور خمس میں سے ملا ہے اسے اس طرح لٹا رہے ہیں لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ وہاں عرب کی مشہور مغنیہ قینتہ اور اس کے سازندے بھی موجود ہیں اور جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ایک راگ الاپا جا رہا ہے تو مجھے واقعی اپنی سادہ مزاجی وسادگی پسندی کی وجہ سے غصہ آ گیا اور میری زبان سے کچھ سخت الفاظ تو نکل گئے جنہیں سن کر جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھی تیور بدل گئے اور انہوں نے اپنی تلوار کے قبضے کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن میں فوراً ہی وہاں سے چلا آیا اور اس کی شکایت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی خدمت میں جا کر کی اور سارا ماجرا آپ کو سنایا تو آپؐ نے اپنی ردائے مبارک شانوں پر ڈالی اور میرے ساتھ ہو لیے اور اس مکان پر پہنچ کر جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

خاص تنبیہ کی اور ان سے آئندہ ایسی باتوں سے گریز کا وعدہ لیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ اس وقت سے قبل کا ہے جب شراب کی حرمت کا حکم خدا کی طرف نازل ہوا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس سے پہلے ہی غزوۂ احد میں شہید ہو چکے تھے۔

متعدد ثقہ راوی مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ حرمت شراب کے حکم الٰہی سے پہلے بھی نشہ آور مشروبات بہت کم لیکن غیر نشہ آور مشروبات عموماً استعمال کیے جاتے تھے۔ واللہ اعلم

بیہقی کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے سال سوم کے اوائل میں ہوئی تھی لیکن اس سلسلے میں جو واقعات سطور بالا میں درج کیے گئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رخصتی واقعہ بدر کے فوری بعد یعنی سال دوم ہجری کے اواخر میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم

بیہقی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں چمڑے کا ایک تکیہ' ایک بچھونا اور ایک چکی دی تھی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تین لڑکے حسن و حسین اور محسن پیدا ہوئے تھے لیکن محسن صغر سنی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ اس کے بعد ان کے بطن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیاں ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

Marfat.com

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ

تاریخ ابن کثیر

شہرۂ آفاق عربی کتاب

اَلْبِدَایَۃُ وَالنِّہَایَۃ

کا اردو ترجمہ

جلد چہارم

تصنیف ❁ آٹھویں صدی ہجری کے نامور مورخ، فقیہ، محدث اور مفسرِ قرآن

علامہ حافظ ابوالفدا عمادالدین ابن کثیر (۷۰۱ھ۔۷۷۴ھ)

ترجمہ ❁ پروفیسر کوکب شادانی فاضل ادب (عربی)

ایم اے (فارسی) ایم اے (انگریزی) ایم اے (اسلامیات) ایم اے (تاریخ اسلام)

سابق پروفیسر ڈیلی کالج (اندور) فرگوسن کالج (پونا) الفنسٹن کالج (بمبئی)

نفیس اکیڈمی اُردو بازار، کراچی

Marfat.com

البِدَایۃ والنَھَایۃ

مصنفہ علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر کے حصہ سوم، چہارم کے اردو ترجمے کے جملہ

حقوق اشاعت وطباعت، تصحیح وترتیب وتبویب قانونی بحق

طارق اقبال گاہندری

مالک نفیس اکیڈیمی کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	تاریخ ابنِ کثیر (جلد چہارم)
مصنف	.....	علامہ حافظ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر
ترجمہ	.....	پروفیسر کوکب شادانی
ناشر	.....	نفیس اکیڈیمی۔ کراچی
طبع اوّل	.....	جون ۱۹۸۷ء
ایڈیشن	.....	آفسٹ
ضخامت	.....	۲۸۰
ٹیلیفون	.....	۷۷۲۲۰۸۰-۰۲۱

Marfat.com

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	سال سوم ہجری کے واقعات غزوۂ ذی امر	۶
2	قینقاع کے یہودیوں کی مدینے میں اطلاع	۸
3	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غزواتی مہم	۱۰
4	مقتل کعب بن اشرف	۱۱
5	غزوۂ اُحد	۱۳
6	مقتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ	۲۲
	فصل	
7	غزوۂ احد میں امداد خداوندی	۲۶
	فصل	
8	ام عمارہ کا بیان	۳۲
	فصل	
9	غزوۂ احد میں مسلمانوں کو پیش آمدہ حوادث	۳۴
10	غزوۂ احد میں نبی کریم ﷺ کی دعائیں	۳۹
	فصل	
11	شہداء و مجروحین احد کی تلاش	۴۰
12	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کی نماز جنازہ	۴۲
13	آنحضرت ﷺ کی احد سے مدینے کو واپسی	۴۵
14	واقعہ احد پر شعرائے عرب کا سرمایہ شعری	۴۶
15	سال چہارم ہجری کے واقعات	۴۸
16	غزوۂ رجیع	۵۰
17	عمرو بن امیہ ضمری کی مہم	۵۲
18	بیر معونہ کی مہم	۵۵
19	غزوۂ بنی نضیر	۵۷
20	عمرو بن سعدی قریظی کا قصہ	۵۹
21	غزوۂ بنی لحیان	۶۱
22	غزوۂ ذات الرقاع	۶۳
23	غورث بن حارث کا قصہ	۶۴
24	اس عورت کا قصہ جس کا شوہر گم ہو گیا تھا	۶۵
25	جابرؓ کے اونٹ کا قصہ	۶۷
26	غزوۂ بدر آخر	۶۹
	فصل	
27	سال چہارم ہجری کے واقعات کا خلاصہ	۷۱
28	سال پنجم ہجری کے واقعات غزوہ دومۃ الجندل	۷۴
29	غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب	۷۵
	فصل	
30	غزوۂ خندق کے بعد	۸۰
	فصل	
31	غزوۂ خندق کے دوران میں آنحضرت ﷺ کی دعائیں	۸۹
	فصل	
32	غزوۂ بنی قریظہ	۹۴
33	سعدؓ بن معاذ کی وفات	۱۰۲
34	غزوۂ خندق اور غزوہ بنی قریظہ پر اشعار	۱۰۷
35	مقتل ابو رافع یہودی	۱۰۸
36	مقتل خالد بن سفیان الہذلی	۱۱۳
37	عمرو بن عاص اور نجاشی کا قصہ	۱۱۶
38	ام حبیبہ سے آنحضرت ﷺ کا رشتہ ازدواج	۱۱۹

Marfat.com

39	نزول آیت حجاب	۱۲۳
40	سال ششم ہجری کے واقعات	۱۲۵
41	غزوۂ ذی قرد	۱۲۶
42	غزوۂ بنی مصطلق	۱۲۸
43	قصہ افک	۱۳۱
44	غزوۂ حدیبیہ	۱۳۳
45	سال ششم ہجری میں دیگر مہمات	۱۴۳
46	سال ششم ہجری کے کچھ دیگر واقعات	۱۴۶
47	سال ہفتم ہجری غزوۂ خیبر	۱۴۷
	فصل	
48	خیبر کے قلعے	۱۵۷
49	صفیہ بنت حیی کا قصہ	۱۵۹
	فصل	
50	آنحضرت ﷺ سے اہل فدک کی درخواست	۱۶۱
	فصل	
51	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۱۶۲
52	زہر آلود بکری کے گوشت کا قصہ	۱۶۴
	فصل	
53	وادی قریٰ کا محاصرہ	۱۶۷
	فصل	
54	شہدائے خیبر	۱۶۹
55	حجاج بن علاط السہمی کا قصہ	۱۷۰
	فصل	
56	آنحضرت ﷺ کا وادی قریٰ سے گزر، اس کا محاصرہ اور یہود سے مصالحت	۱۷۲
	فصل	
57	فتح خیبر کے بعد یہودیوں سے شرائط	۱۷۴
58	سال ہفتم ہجری کی چند دیگر اسلامی مہمات	۱۷۶
59	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تربت کی طرف مہم	۱۷۸
60	یسیر بن رزام کے خلاف عبداللہ بن رواحہ کی مہم	۱۷۹
61	بشیر بن سعد کی آخری مہم	۱۸۰
62	وہ مہم جس میں محلم بن جثامہ نے عامر بن اضبط کو قتل کر دیا تھا	۱۸۱
63	عبداللہ بن حذافہ سہمی کی مہم	۱۸۳
64	عمرۃ القضا	۱۸۴
65	میمونہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی تزویج کا مسئلہ	۱۸۸
	فصل	
66	سال ہفتم ہجری کی باقی ماندہ مہمات، بنی سلیم کی طرف ابن ابی العوجاء سلمی کی مہم	۱۸۹
67	سال ہشتم ہجری کے واقعات عمرو بن عاص	
	خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ کا قبول اسلام	۱۹۰
68	خالد ابن ولید کی اسلام کی طرف تدریجی رغبت	۱۹۴
69	شجاع بن وہب اسدی کی ہوازن کے خلاف مہم	۱۹۶
70	بنی قضاعہ کے خلاف کعب بن عمیر کی مہم	۱۹۷
71	غزوۂ موتہ	۱۹۸
72	موتہ میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اندوہناک قتل پر آنحضرت ﷺ کا اظہار ملال	۲۰۲
	فصل	
73	امرائے لشکر اسلام زید، جعفر، اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کے فضائل	۲۰۴
74	شہداء موتہ کے اسماء گرامی	۲۰۸
75	ملوک عالم کے نام آنحضرت ﷺ کے خطوط	۲۰۹
76	غزوۂ ذات السلاسل	۲۲۱

Marfat.com

77	ساحل بحر کی طرف غزوائی مہم	۲۲۳
78	فتح مکہ	۲۲۵
	فصل	
79	آنحضرت ﷺ کی مدینے سے مکے کی طرف روانگی	۲۲۹
	فصل	
80	عباس بن عبدالمطلب' ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب اورام المومنین ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ مخذومی کا قبول اسلام اور مکے کے راستے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری	۲۳۰
81	ظہران سے آگے بیرون مکہ آنحضرت ﷺ کا آخری پڑاؤ	۲۳۱
82	آنحضرت ﷺ کا مکے میں داخلہ	۲۳۴
83	فتح مکہ کے شرکاء وشاہدین کی تعداد	۲۴۴
84	انہدام عزیٰ کے لیے خالد بن ولید کی روانگی	۲۴۸
85	مکے کے دوران قیام میں آنحضرت ﷺ کے احکام	۲۵۱
86	فتح مکہ کے بعد مشرکین کی آنحضرت ﷺ سے بیعت	۲۵۳
87	غزوۂ ہوازن یوم حنین	۲۵۶
88	حنین سے کچھ مسلمانوں کے فرار اور پھر متقین کی کامیابی کا واقعہ	۲۶۱
89	غزوۂ اوطاس	۲۶۴
90	غزوۂ طائف	۲۶۶
91	آنحضرت ﷺ کی طائف سے مراجعت اور غنائم ہوازن کی تقسیم	۲۶۹
92	آنحضرت ﷺ پر بعض اہل شقاق کے اعتراضات	۲۷۱
93	جعرانہ میں آنحضرت ﷺ کی اپنی رضاعی بہن سے ملاقات	۲۷۳
94	آنحضرت ﷺ کی جعرانہ سے عمرہ کے لیے روانگی	۲۷۵
95	کعب بن زہیر بن ابی سلمی کا قبول اسلام اور ان کے قصیدے بانت سعاد کا قصہ	۲۷۶
97	سال ہشتم ہجری کے مشہور واقعات واموات	۲۷۸

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سالِ سوم ہجری کے واقعات

غزوۂ ذی اَمر

سال سوم ہجری کے آغاز میں غزوۂ نجد وقوع پذیر ہوا جسے غزوۂ ذی امر بھی کہا جاتا ہے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ غزوۂ سویق سے واپس مدینے تشریف لائے تو آپؐ نے وہاں ماہ ذالحجہ کم وبیش پورا گزارا جس کے بعد آپؐ غزوۂ نجد کے ارادے سے غطفان کی طرف تشریف لے گئے۔ اسی غزوۂ نجد کو جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا غزوۂ ذی امر بھی کہا جاتا ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس غزوے کے لیے روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے مدینے کی نیابت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی تھی۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے نجد میں ماہ صفر پورا گزارا تھا۔ تاہم وہاں کفار سے مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔

واقدی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ غطفان اور بنی ثعلبہ بن محارب کا ایک بہت بڑا گروہ جنگ کرنے کے لیے نجد کی طرف آ رہا ہے' اسی لیے آپؐ ان سے مقابلے کے لیے روز پنجشنبہ جب کہ ماہ ربیع الاوّل ۳ ہجری کے دس دن گزر چکے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر کر کے خود ہی وہاں سے نجد کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ اس معرکے کے لیے آپ گیارہ روز مدینے سے باہر رہے جہاں چار سو پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپؐ کے ہمرکاب تھے۔ آپؐ مدینے سے روانہ ہو کر ان پہاڑوں کے اوپر سے گزرے اور آگے بڑھ کر پانی کے قریب اس علاقے میں ٹھہرے جسے عرب کے لوگ ''ذوامر'' کہتے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی زور کی بارش آ گئی جس سے آپ کا تمام لباس بھیگ گیا' چنانچہ آپؐ نے اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے کپڑے خشک ہونے تک وہیں درختوں کے سائے میں قیام فرمایا۔ البتہ آپؐ نے وہاں شب بسری کے لیے ایک الگ درخت کا انتخاب فرمایا۔

واقدی مزید بیان کرتے ہیں کہ اُدھر مشرکین کو وہاں کے قیام کی اطلاع ملی تو انہوں نے باہم مشورہ کر کے اپنے ایک بہادر نوجوان کو جسے غورث بن حارث یا دعثور بن حارث کہا جاتا تھا آپ کی قیام گاہ کی طرف روانہ کیا اور اس سے قسم لے لی کہ وہ آپ کو قتل کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ چنانچہ وہ بارش کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جب کہ آسمان پر اُمڈی ہوئی گھٹا کی وجہ سے ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا آپؐ کے پڑاؤ پر پہنچا اور عرب کے کھوجیوں کی طرح کسی نہ کسی طرح آپؐ کے سرہانے پہنچ گیا۔ آہٹ سے آپ کی آنکھ کھل گئی لیکن وہ فوراً تلوار تول کر بولا: اے محمدؐ! اب بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ'' اسی وقت جبریلؑ

Marfat.com

نے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی حفاظت پر مامور تھے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین کر آپ کو دے دی جس کے بعد آپؐ نے اسی کی تلوار کھڑے ہو کر اسے دکھائی اور فرمایا: ''اب تو بتا کہ تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟''۔ اس نے کہا: ''کوئی نہیں'' پھر دوسری ہی سانس میں بولا:

''اور میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ' اور قسم کھاتا ہوں کہ ابد تک (دشمنوں کی) کوئی جماعت آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی''۔

اتنے میں آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی طرف دوڑ کر آئے اور پوچھنے لگے: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہوا؟'' آپؐ نے فرمایا: ''تم اس طویل القامت آدمی کو دیکھتے ہو؟ یہ میرے سینے پر سوار ہو کر میرا سر کاٹنا چاہتا تھا لیکن اب اللہ کی وحدانیت اور میری نبوت کا اقرار کر کے داخل اسلام ہو گیا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ خود تو کیا مشرکین کی کوئی جماعت میرے مقابلے میں نہیں آئے گی نیز یہ کہتا ہے کہ یہ اپنی قوم کو واپس جا کر اسلام لانے کی دعوت دے گا۔ واقدی کہتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ..... الخ ﴾

بیہقی کہتے ہیں کہ اس قسم کا ایک اور واقعہ بھی جسے ''غزوۂ ذات الرقاع'' کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا تھا لیکن تاریخ میں ان دونوں واقعات کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

اگر یہ دونوں غزوات جن میں یکے بعد دیگرے غورث بن حارث کا ذکر کیا گیا ہے ایک ہی ہوتے تو پھر غورث بن حارث کا ذکر دوسرے غزوے میں کیوں آتا جب کہ وہ آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کر کے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے ہمیشہ کے لیے آپؐ کے قتل سے ہاتھ اٹھانے کی قسم کھالی تھی؟۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

غزوۂ فرع

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ ذی امر کی مہم سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے مدینے میں ماہ ربیع الاوّل کم وبیش پورا گزارنے کے بعد ایک روز پھر مشرکین قریش کی جستجو کا قصد فرمایا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپؐ نے مدینے میں اپنی نیابت کے لیے ابن ام مکتوم کا تقرر فرمایا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینے سے روانہ ہوکر آپؐ نجران تک جو حجاز میں فرع کے قریب معدنی علاقہ ہے تشریف لے گئے اور دس روز مدینے سے باہر رہے۔ واللہ اعلم

بنی قینقاع کے یہودیوں کی مدینے میں اطلاع:

واقدی کا خیال ہے کہ ہجرت کے دو سال بعد جب کہ ماہ شوال نصف گزر چکا تھا سنیچر کے روز آنحضرت ﷺ پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی اور اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے ان سے مراد بنی قینقاع کے یہودی تھے۔

﴿ كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَ بَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بنی قینقاع کے یہودیوں سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے قبل آپ کو مدینے میں قیام پذیر بنی قینقاع کے یہودیوں کی خفیہ حرکات اور ان کی سازشوں کی اطلاع مل چکی تھی لیکن آپؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد ان کے خلاف کارروائی کا قطعی فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے انہیں انہی کے بازار میں جمع کر کے ان سے یوں خطاب فرمایا:

''اے گروہ یہود! تم مشرکین قریش کے حال سے عبرت پکڑو جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے غرور کی سزا دی ہے اور تمہارے نبی مرسل (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے ذریعہ خدا نے (میری نبوت کے بارے میں) جو تمہیں خبر دی ہے اس کے مطابق داخل اسلام ہو جاؤ اور اس کے حکم پر عمل کرو''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر بنی قینقاع کے یہودی یک زبان ہو کر بولے:

''اے محمد (ﷺ) آپ اپنی قوم قریش پر (جنگ بدر میں) غلبہ حاصل کر کے مغرور نہ ہوں کیونکہ وہ لوگ تو حرب وضرب کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں لیکن اگر آپ نے ہم سے مقابلے کا ارادہ کیا تو آپ کو جنگ میں ہماری مہارت اور شجاعت دیکھ کر ہماری مردانگی کا پتہ چل جائے گا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یزید بن ثابت کے غلام نے سعید بن جبیر، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ مندرجہ ذیل آیات بھی بنی قینقاع کے بارے میں نازل ہوئی تھیں:

① ﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ ..... الخ ﴾

Marfat.com

② ﴿ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع یہودیوں کے ان پہلے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس عہد نامے کی خلاف ورزی کی تھی جو آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینے کے غیر مسلم قبائل سے کیا تھا نیز یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے بدر واحد کی لڑائیوں کے موقع پر نہ صرف یہ کہ معاہدے کے مطابق آپ کا ساتھ نہیں دیا تھا بلکہ آپ کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن جعفر (بن عبدالرحمٰن) بن مسور بن مخرمہ نے ابی عون کے حوالے سے بیان کیا کہ عرب کی کوئی عورت حلب سے بنی قینقاع کے بازار میں بطور کنیز لائی گئی تھی اور لوگ اسے خریدنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے تھے لیکن وہ عورت اپنے منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ کنیز نہیں ہے اور نہ فروخت ہونا چاہتی ہے مگر ایک شخص نے اس کے پیچھے آ کر اس کا نقاب اس طرح کھینچا کہ نہ صرف اس کے بال بلکہ کمر تک برہنہ ہو گئی اور لوگ قہقہے مار کر ہنسنے لگے' یہ دیکھ کر کسی مسلمان نے اس عورت کی کمر کا کپڑا نیچے کر دیا اور اس شخص کو تنبیہ بھی کی۔ وہ شخص یہودی تھا اس نے غصے میں آ کر اس مسلمان کو قتل کر دیا جس کے بعد مسلمان اور یہودی مستقل طور پر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ واللہ اعلم

البتہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا جب آنحضرت ﷺ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کو مخاطب کر کے انہیں حسب معاہدہ مسلمانوں کے ساتھ صلح صفائی سے رہنے اور داخل اسلام ہونے کے لیے کہا تو انہوں نے جواب میں جو کچھ کہا وہ سطور بالا میں درج کیا جا چکا ہے لیکن جب آپؐ نے ان کے اس ناشائستہ جواب پر مسلمانوں کو ان کے محاصرے کا حکم دیا تو عبداللہ بن ابی سلول جو درحقیقت ان یہودیوں کا سرگردہ اور منافقین میں سرفہرست تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عاجزانہ طور پر مسلمانوں اور ان یہودیوں دونوں کا خیر خواہ بن کر آپؐ سے ان یہودیوں کو معاف فرما دینے کی درخواست کی۔ اسی طرح عبداللہ بن صامت نے بھی جو بنی عوف میں سے تھے لیکن عبداللہ بن ابی کی طرح بنی قینقاع کے حلیف تھے آپؐ سے ان کی سفارش کی اور عرض کیا کہ اس معاہدے کی رو سے جو آپؐ نے مدینے کے مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے درمیان ہمیشہ باہم مصالحت کے لیے کرایا ہے اب بھی فریقین میں مصالحت کرانے کے خدا کے نزدیک بھی پابند ہیں لہٰذا یہودیوں کی گذشتہ حرکات سے چشم پوشی فرما کر ان میں مصالحت کرا دیجیے۔ تاہم مذکورہ بالا اسناد کی رو سے مندرجہ بالا آیات اسی موقع پر نازل ہوئی تھیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ ..... الخ ﴾

ان آیات میں بالترتیب عبداللہ بن ابی اور عبادہ بن صامت کی طرف صاف صاف اشارات کیے گئے ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان آیات کے ضمن میں ہم اپنی کتاب تفسیر میں پیش کریں گے ان شاء اللہ۔ (مؤلف)

Marfat.com

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غزواتی مہم

اس مہم پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اس اطلاع کے بعد بھیجا گیا تھا کہ قریش مکہ کا ایک قافلہ ابوسفیان یا صفوان کی سرکردگی میں زرنقد اور تجارتی مال سے لدا پھندا شام سے مکے واپس آتے ہوئے مدینے کے قریب ہو کر گزرے گا۔

یونس بکیر اور ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ بدر کے چھ ماہ بعد کا ذکر ہے ابن اسحٰق یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اس زمانے میں یعنی واقعہ بدر کے بعد سے قریش مکہ کے تجارتی قافلے اہل مدینہ کے خوف سے اس راستے کے بجائے عراق کے راستے سے شام آتے جاتے تھے اور اس راستے میں ان کی رہنمائی بکیر بن وائل کے ایک شخص فرات بن حیان جو بنی سہم کا حلیف تھا کیا کرتا تھا لیکن اب کے مدینے میں اطلاع آئی تھی کہ اہل مکہ کا ایک قافلہ ابوسفیان یا صفوان کی سرکردگی میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا پہلے ہی کے جانے پہچانے راستے کافی مال وزر لے کر عنقریب گزرنے والا ہے۔

چونکہ یہ راستہ واقعہ بدر کے بعد سے اہل مکہ کے تجارتی اور دوسرے قافلوں کے لیے اہل مدینہ کی طرف سے کسی ممکنہ اندیشے کے پیش نظر ممنوعہ قرار دیا جا چکا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اس قافلے کی روک ٹوک کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ اس کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ اس قافلے کے مدینے کے قریب سے ہو کر گزرنے کی خبر وہاں نعیم ابن مسعود کے ذریعہ پہنچی تھی۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس وقت وہ قافلہ بنی نضیر میں ٹھہر کر دادعیش دے رہا ہے۔ الغرض جب یہ قافلہ مدینے کے قریب سے اپنی دانست میں چپکے چپکے اہل مدینہ کی بے خبری میں گزرنے لگا تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اچانک اپنے ساتھیوں کو لے کر اس پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے اور اس کا مال ضبط کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس قافلے میں اتنا مال تھا کہ اس کا خمس ہی اندازاً بیس ہزار دینار نکلا جسے نکال کر باقی مال حصہ رسد اس مہم میں شامل افراد میں بطور مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ اس مہم میں قافلے کے دو آدمی گرفتار ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ فرات بن حیان بھی تھا جو اس دفعہ بھی اس تجارتی قافلے کی رہنمائی کر رہا تھا۔ باقی لوگ بچ کر نکل گئے تھے۔ فرات بن حیان گرفتار ہو کر مدینے آیا تو وہاں آ کر مسلمان ہو گیا۔ واقدی کے بقول یہ واقعہ ہجرت کے اٹھائیس ماہ بعد کا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اسی سال ماہ ربیع الاوّل میں ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا لیکن ان کی رخصتی ماہ جمادی الآخر میں ہوئی تھی۔

Marfat.com

مقتل کعب بن اشرف

کعب بن اشرف کا آبائی تعلق بنی طے سے تھا لیکن ان دنوں وہ بنی نبہان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا جب کہ اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی۔ اس کے بارے میں ابن اسحٰق' بخاری اور بیہقی نے بنی نضیر کے حالات کے ضمن میں جو روایات پیش کی ہیں انہیں متفقہ طور پر صحیح تسلیم کیا گیا ہے۔

بنی نضیر کا قصہ واقعہ احد کے بعد کا قصہ ہے اور اس کا تعلق حرمت شراب سے ہے جس کا تفصیلی ذکر ہم ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں حسبِ موقع کریں گے۔ جہاں تک کعب بن اشرف یہودی کا تعلق ہے اس کے بارے میں اوپر بتایا جا چکا ہے کہ وہ آبائی لحاظ سے بنی طے سے تعلق رکھتا تھا لیکن جن دنوں کا یہ ذکر ہے وہ بنی نبہان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا لیکن چونکہ اس کی ماں بنی نضیر میں سے تھی اس لیے بنی نضیر میں اس کی آمد و رفت اکثر رہتی تھی۔

بخاری کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ان سے علی بن عبداللہ اور سفیان نے بیان کیا کہ ان میں سے کعب بن اشرف یہودی سے نمٹنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا بہت بڑا دشمن ہے اور آپ کو اذیت پر اذیت پہنچائے جا رہا ہے۔ آپ کی زبانِ مبارک سے یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ) اگر وہ کسی طرح اپنی سازشوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو کیا اسے قتل کر دیا جائے؟ محمد بن مسلمہ کے اس سوال کے جواب میں آپؐ نے ''ہاں'' فرمایا تو محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کی تاک میں لگ گئے۔

کہا جاتا ہے کہ غزوۂ ذی امر کے بعد بنی نضیر کے قریب قریب سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن کعب بن اشرف شراب کی حرمت کا حکم آنے کے بعد بھی بنی نضیر میں جا کر شراب نوش کرتا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف اکساتا رہتا تھا' وہ کئی بار مکے بھی گیا اور وہاں جا کر ابولہب کے علاوہ صرف ان لوگوں کے پاس قیام کرتا جو مسلمانوں کے سخت خلاف تھے بلکہ بعض مسلم خواتین کے مکانوں پر بھی ان کی اجازت کے بغیر قیام کرتا اور وہیں رات گزار دیتا۔ اس کی ان قبیح حرکات سے مدینے کے مسلمان سخت مشتعل تھے۔ چنانچہ ایک روز محمد بن مسلمہ شب کے وقت ایک دو مسلمانوں کو ساتھ لے کر قبیلہ بنی نضیر میں پہنچے۔ انہیں معلوم تھا کہ کعب بن اشرف کہاں ٹھہرا ہوا ہے۔ لہٰذا انہوں نے سیدھے جا کر اسی مکان پر دستک دی۔ صاحب خانہ باہر نکلا تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ انہیں کعب سے علیحدگی میں کچھ کہنا ہے' چونکہ بنی نضیر کو مدینے کے مسلمانوں کی طرف سے اب کسی قسم کا خدشہ نہیں تھا اس لیے اس نے کعب کو باہر بھیج دیا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اسے ساتھ لے کر اپنے ہمراہیوں کی معیت میں پہاڑی علاقے کی طرف کچھ دور نکل گئے اور کعب بن اشرف سے اتمام حجت کے لیے کہا کہ ''وہ اپنی خلاف اسلام حرکات سے باز آ جائے''۔ کعب بولا: بس تم مجھے یہی کہنے یہاں تک لائے تھے؟ اس کے بعد اس نے طیش میں آ کر اسلام اور پیغمبر اسلام پر سب وشتم کی بوچھار کر دی۔ چونکہ

Marfat.com

اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا تھا لہٰذا انہوں نے اسے تلوار کے ایک ہی وار میں جہنم رسید کر دیا۔

بیہقی اور بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ بنی نضیر میں واقعہ اُحد کے بعد بھی جب کہ شراب حرام ہو چکی تھی شراب کشید کی جاتی اور پی جاتی تھی بلکہ ایسے ہی ایک موقع پر وہاں ایک مسلمان کو قتل بھی کر دیا گیا تھا۔ واللہ اعلم

ہم بنی نضیر کے مزید تفصیلی حالات آگے چل کر ان شاء اللہ حسب موقع بیان کریں گے۔ اس کے علاوہ واقعہ بدر کے بعد بنی قینقاع کے کچھ مزید حالات' اوس کے ہاتھوں کعب بن اشرف کے قتل اور واقعہ احد کے بعد خزرج کے ہاتھوں مقتل ابی رافع یہودی تاجر اہل حجاز' بنی قریظہ کے یہودیوں کے واقعات' یوم احزاب اور غزوۂ خندق کا ذکر بھی ہم ان شاء اللہ آگے چل کر حسب موقع کریں گے۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد

احد کی وجہ تسمیہ عموماً یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس پہاڑی علاقے میں یہ پہاڑ واقع ہے وہاں دوسرے پہاڑوں کے درمیان یہ اپنی جگہ یکہ وتنہا سب سے الگ اور ممتاز نظر آتا ہے۔ اس لیے اسے اس علاقے کے لوگ ''احد'' کہتے تھے لیکن بعد میں یہ سارا پہاڑی علاقہ اسی نام سے مشہور ہوگیا۔

غزوۂ احد اسی علاقے میں ہجرت کے تیسرے سال ماہ شوال میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ یہ بیان زہریؒ، قتادہؒ، موسیٰ بن عقبہؒ، محمد بن اسحٰق اور مالک کا ہے لیکن ابن اسحٰق نے اس کا وقوع خاص طور پر نصف شوال بتایا ہے اور قتادہؒ اس میں ماہ شوال کے دس دن گزر جانے کے علاوہ سنیچر کے دن کی تخصیص بھی کرتے ہیں۔ مالکؒ اس کا آغاز طلوع سحر کے فوراً بعد بتاتے ہوئے مندرجہ ذیل آیات کے نزول کا وقت بھی بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے بھی ارشاد فرمایا:

﴿ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ ..... الخ ﴾

مندرجہ بالا آیات کے ساتھ یہ آیت بھی اسی وقت نازل ہوئی:

﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ..... الخ ﴾

یہاں ہم نے اس ذکر کو مختصراً پیش کیا ہے۔ تاہم اسے ہم نے اپنی کتاب ''التفسیر'' میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ (مؤلف)

بہرکیف یہاں ہم غزوۂ اُحد کے بارے میں محمد بن اسحٰق اور دوسرے علمائے عصر کے علاوہ محمد ابن مسلم زہری، محمد بن یحییٰ بن حبان، عاصم بن عمر بن قتادہ، حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو ابن سعد بن معاذ وغیرہم کے بیانات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہے۔

غزوۂ بدر میں قریش مکہ کے سرداروں اور اس کے نتیجے میں ان کے اہل خاندان پر جو کچھ حادثہ گزرا تھا وہ اس کے زخم ابھی تک چاٹ رہے تھے کہ ان کے اس تجارتی قافلے پر جو ابوسفیان اور صفوان کی سربراہی میں شام سے لوٹ رہا تھا اور جس کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے ایک نئی بپتا پڑ گئی جس کی وجہ سے وہ واقعہ بدر سے پہلے کی طرح آپس میں پھر مشورہ کرنے لگے تاکہ وہ مسلمانوں سے ایک بار پھر دو دو ہاتھ کر کے اپنے گزشتہ نقصانات کا پورا پورا بدلہ چکا سکیں۔ چنانچہ وہ اس کے لیے ایک بڑی مجلس مشاورت کے بعد جس کا صدر نشین خود ابوسفیان تھا بڑے زور شور سے تیاری میں لگ گئے۔ تاہم یہ بات مسلمانوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی کیونکہ نہاں کے ماند آں راز کے کز دساز ند محفلہا۔ اس خبر سے مسلمانوں کی تھوڑی بہت پریشانی فطری تھی۔ اسی لیے ان کی تسلی کے لیے رب العزت نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی

Marfat.com

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ..... الخ ﴾

بہر کیف جیسا کہ مذکورہ بالا راویوں نے بیان کیا ہے قریش مکہ اپنی طرف سے پوری پوری تیاری کر کے آنحضرت ﷺ سے ایک بار پھر جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے ابوسفیان نے نہ صرف ان لوگوں کو جو مذکورہ بالا قافلے میں مسلمانوں کی زد سے بچ کر مکے پہنچ گئے تھے اور ان کے حبشی غلاموں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے ابھارا بلکہ اپنے مطیع کنانہ واہل تہامہ وغیرہ قبائل کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور ابوعزہ عمرو بن عبداللہ الجمحی کو بلا کر اس سے کہا:

''اے ابوعزہ! تم عرب کے ایک قابل قدر مشہور ومعروف شاعر ہو' کیا تم اپنی شعلہ نوائی سے کنانہ اور اہل تہامہ وغیرہ کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے حرارت نہیں پیدا کر سکتے؟''۔

ابوعزہ بے چارہ ایک عیال دار اور مفلوک الحال شخص تھا جو پہلے بھی قریش مکہ کے بہلانے پھسلانے سے جنگ بدر میں شریک ہو گیا تھا اور اس جنگ میں اسیر ہو کر مدینے جا پہنچا تھا لیکن جب اسے نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو رحمتِ عالم نے اس کی عیالداری اور افلاس کے پیش نظر اس پر ترس کھا کر اسے کسی فدیہ کے بغیر رہا کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہ ابھی تک آپ کے اس احسان کو نہ بھولا تھا۔ اس لیے اس نے ابوسفیان کو جواب دیا کہ پہلے تو نبی کریم ﷺ نے اس کی عیالداری اور غریبی پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا تھا لیکن اس دفعہ مسلمان اسے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے اس نے ابوسفیان سے یہ بھی کہا کہ اسے اپنی جان کی تو پرواہ نہ تھی لیکن اگر اسے قتل کر دیا گیا تو اس کے بعد اس کے بال بچوں کا کیا ہوگا۔ اس کے جواب میں ابوسفیان اور صفوان یک زبان ہو کر بولے:

''ارے تم اپنے اہل وعیال کی طرف سے بے فکر رہو۔ ہم ابھی سے ان کے لیے مال ودولت کے انبار لگائے دیتے ہیں اور اگر تم بفرض محال ہمارا ساتھ دینے میں اپنی جان بھی گنوا بیٹھے تو ہم تمہاری لڑکیوں کو اپنی لڑکیوں کی طرح پالیں گے اور ان کی حفاظت کریں گے''۔

الغرض صفوان اور ابوسفیان کے بہلانے پھسلانے سے ابوعزہ تہامہ پہنچ کر بنی کنانہ کے سامنے اپنے شعلہ آفریں اشعار سے ان میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانے لگا۔ اسی طرح نافع بن عبد مناف بن وہب بن حذافہ بن جمح بنی مالک بن کنانہ کے لوگوں میں جا کر اپنے شعلہ خیز اشعار سے انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارنے لگا۔

اس کے علاوہ مذکورہ بالا راویوں اور دیگر باخبر لوگوں کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبیر ابن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو جس نے حبشہ میں دور سے نشانے پر خنجر پھینکنے کی مشق اور اس میں مہارت حاصل کی تھی بلایا اور اس سے کہا:

''اگر تو نے مسلمانوں سے آئندہ جنگ میں محمد (ﷺ) کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب اور ساتھ ہی میرے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کر دیا تو تجھے سارے عرب میں سب سے بڑا نشانہ باز اور بہادر سمجھا جائے گا''۔

مذکورہ بالا اہل علم وخبر راوی مزید بیان کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے معززین میں جو لوگ حبشیوں کا ایک بڑے گروہ اور مکمل سامان جنگ کے ساتھ خود قریش کے جوانوں کے گروہ در گروہ لے کر اور انہی میں اہل تہامہ وبنی کنانہ کو ملا کر مکے سے مدینے پر حملہ

Marfat.com

ر ہونے کے لیے اُحد کی طرف روانہ ہوئے ان کے نام یہ ہیں:

ابوسفیان بن حرب (قائد لشکر قریش) ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ بن ربیعہ' عکرمہ بن ابوجہل اور اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ' حارث بن ہشام اور اس کی بیوی فاطمہ بنت ولید ابن مغیرہ' صفوان بن امیہ اور اس کی بیوی برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفیہ' عمرو بن عاص اور اس کی بیوی ریطہ بنت منبہ بن حجاج۔

ان کے علاوہ بعض مؤرخین نے کچھ اور لوگوں کے نام بھی لکھے ہیں جو اپنی بیویوں کو ساتھ لے کر مکے سے احد کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ وحشی جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ابوسفیان کی بیوی ہند کے ساتھ ساتھ تھا اور وہ اسے تمام راستے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے لیے جوش دلاتی اور بار بار یاد دہانی کراتی آئی تھی جب کہ ابوسفیان اور صفوان وغیرہ اپنے ساتھیوں میں سے ہر شخص کو جنگ کی ترغیب دیتے اور میدان جنگ سے فرار کے خلاف نصیحت کرتے آئے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ قریش کا یہ لشکر مکے سے روانہ ہو کر بڑھتے بڑھتے مدینے کے بالکل سامنے اس وادی کے کنارے آ کر رُکا جہاں دو پہاڑی چشمے تھے۔

جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قریش کے اس لشکر کی آمد اور پڑاؤ کی خبر ملی تو آپؐ نے اسے نیک فالی فرما کر مسلمانوں سے مزید فرمایا کہ آپؐ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ آپ گائے ذبح کر رہے ہیں آپ کی تلوار کے قبضے میں روشن ترین ہیرا جڑا ہوا ہے اور جب آپؐ ایک سنگلاخ علاقے طے کر کے آگے بڑھے تو آپؐ کے سامنے مدینہ تھا۔ اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے بخاری مسلم کے علاوہ جملہ محدثین نے ابی کریب' ابی اسامہ' برید بن عبداللہ بن ابی بردہ' ابی بردہ اور ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے حوالے سے اس کی جملہ تفصیلات بیان کی ہیں اور بتایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب بیان فرماتے ہوئے مسلمانوں کو مکے سے اپنی ہجرت سے لے کر مدینے میں اپنی تشریف آوری' پھر جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مسلمانوں کی فتح اور آخر میں گائے کو ذبح کرنے اور اپنی تلوار کے قبضے میں بے حد چمک دار ہیرے کی موجودگی اور ایک سنگلاخ علاقے سے گزر کر مدینے کی سرسبز و شاداب سرزمین میں اپنے داخلے کو رویائے صادقہ کے ذریعہ خیر و برکت کی بشارت بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ خواب غزوۂ احد میں کفار پر مسلمانوں کی فتح کا صاف اشارہ ہے جو انہیں جنگ بدر کے بعد حاصل ہونے والی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر مسلمانوں میں جوش و خروش پیدا ہوا خصوصاً وہ لوگ جو کسی عذر کی بنا پر جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس پر اپنی ندامت کے ساتھ قریش کے خلاف اس جنگ میں شرکت کے لیے مستعدی کا اظہار کرنے لگے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر اپنی تلوار ذوالفقار پر دھار رکھوا کر اسے صیقل بھی کرایا تھا اور اس کی چمک دمک واقعہ احد تک اسی طرح برقرار تھی۔ بیہقی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ چند مسلمان جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اب احد کے قریب کفار کے پڑاؤ اور ان کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جنگ کی تیاری کی خبر سن کر باغ باغ ہو گئے

Marfat.com

مسلمانوں میں سے اکثر اہل الرائے کا مشورہ یہی تھا کہ دشمن سے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا جائے تا کہ وہ مدینے کے نزدیک نہ آسکے۔ چنانچہ اتفاق رائے سے یہی طے پایا۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو دشمن سے مقابلے کی اجازت دے دی تو سب اس کی تیاری میں فوراً مشغول ہو گئے۔ جن مسلمانوں نے سب سے زیادہ دشمن سے مقابلے کا اشتیاق ظاہر کیا ان میں پیش پیش حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تاہم جب آنحضرت ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قریش سے مقابلے کے لیے مدینے سے احد کی طرف روانہ ہوئے تو سب سے آگے وہ لوگ تھے جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کا موقع نہ مل سکا تھا۔

جب نبی کریم ﷺ احد کی جانب بڑھے تو اس وقت آپؐ کے ہمراہ ایک ہزار مسلمانوں پر مشتمل جماعت تھی جب کہ قریش کے لشکر کی مجموعی تعداد تین ہزار تھی لیکن جب آپؐ احد کے مقام پر پہنچے تو عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے تین سو ساتھی لے کر مسلمانوں سے علیحدہ ہو گیا۔ بیہقی نے احد میں باقی مسلمانوں کی یہی تعداد یعنی سات سو بتائی ہے لیکن زہری سے منقول ہے کہ آخر میں ان مسلمانوں کی مجموعی تعداد جو قریش کے مقابلے کے لیے احد میں باقی رہ گئے تھے صرف چار سو تھی۔ واللہ اعلم

موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش میں جنگ اُحد کے موقع پر ان کے ساتھ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ان کی قیادت کر رہے تھے اور ان کے لشکر میں سو گھوڑے تھے اور ان کا پرچم عثمان بن طلحہ کے پاس تھا۔ مسلمانوں کے پاس گھوڑے کے نام سے ایک سواری بھی نہ تھی۔ اس کا تفصیلی حال ہم ان شاء اللہ آگے چل کر بیان کریں گے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے مدینے میں اپنا خواب بیان فرمایا تو اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو لوگ چاہیں مدینے میں ٹھہریں اور جو لوگ چاہیں آپؐ کے ساتھ کفار سے مقابلے کے لیے باہر چلیں اور اس کے بعد آپؐ نے لباس حرب زیب تن فرما لیا۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول جو پہلے ہی لیت ولعل میں تھا آپؐ کے اس ارشاد سے دل میں بہت خوش ہوا اور اس نے آپؐ سے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے نزدیک یہی بہتر ہوگا کہ مدینے میں ہی ٹھہرا جائے اور جب دشمن مدینے پر حملہ کرے تو شہر کے اندر ہی رہ کر اس کا مقابلہ کیا جائے لیکن کفار سے جنگ کے لیے مسلمانوں کا جوش وخروش اس درجہ بڑھ چکا تھا کہ وہ سب کے سب مدینے سے باہر نکل کر میدان میں ان کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے خصوصاً جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا' وہ لوگ جنہیں جنگِ بدر میں شرکت کا موقع نہیں مل سکا تھا اس کے لیے حد سے زیادہ بے تاب تھے' راوی کہتا ہے کہ جب مسجد میں نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے تو بعد نماز ایک شخص نے آپؐ کے قریب آ کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) اگر آپ کا حکم ہو تو مدینے میں ٹھہریں گے لیکن ہماری تمنا ہے کہ دشمن سے مقابلے کے لیے باہر جایا جائے' ویسے بھی آپ لباس حرب زیب تن فرما چکے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بھی میدان میں تشریف لے جا کر کفار سے مقابلے کو پسند فرماتے ہیں' لہٰذا ہماری گزارش ہے کہ آپ ہمارے لیے مدینے سے باہر نکل کر ان سے مقابلے کا حکم صادر فرمائیں''۔

جملہ راویوں کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کے بعد مدینے میں محصور رہ کر کفار کو وہاں تک آنے کا موقع ہرگز نہیں دینا چاہتے تھے جس کا اظہار آپ کی طرف سے اس وقت ہی ہو چکا تھا جب آپؐ نے مسلمانوں سے اپنا

Marfat.com

خواب بیان فرما کر انہیں دشمن پر فتح کی بشارت دی تھی جس کی تائید میں مندرجہ بالا ارشاد ربانی بھی پیش کیا جا چکا ہے لیکن آپ آخر تک یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ مسلمان اس سلسلے میں کسی تذبذب کا شکار تو نہیں ہیں۔ چنانچہ جب آپ کو عامۃ المسلمین کے جذبات سے اس سلسلے میں بخوبی آگاہی ہوگئی جس کا ذکر اوپر کیا گیا تو آپ نے ابن مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرما کر اور کچھ لوگ شہر کی حفاظت کے لیے ان کے پاس چھوڑ کر باقی لوگوں کو مدینے سے روانگی کا حکم صادر فرما دیا۔ تاہم عبداللہ بن ابی ابن سلول نے پہلے تو اپنے پہلے مشورے پر زور دے کر مدینے ہی میں قیام پر اصرار کیا لیکن مسلمانوں کے جوش وخروش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے اور آپؐ کے حکم کے پیش نظر وہ بھی اپنے ہم رائے لوگوں کا گروہ لے کر مدینے سے احد تک آپؐ کے ہمراہ بظاہر مشرکین سے مقابلے کے لیے آیا لیکن وہاں کفار کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے کئی گنا زیادہ دیکھ کر اسے اپنی پچھلی رائے پر اصرار کا دوبارہ موقع مل گیا اور وہ یہ کہہ کر دشمن کے اس کثیر التعداد لشکر کے مقابلے میں مسلمانوں کی شکست یقینی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معذرت کے بغیر اپنے تین سو ساتھی لے کر مدینے واپس چلا گیا۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی یقیناً اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشادات کے صحیح مصداق تھے:

﴿ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ..... الخ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق یہ بھی پہلے ہی فرما دیا تھا:

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ﴾

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی صداقت عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں جیسے منافقین کے احد میں طرز عمل سے ظاہر ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی ان منافقین کی امداد سے مستغنی فرما چکا تھا۔ (مؤلف)

بہر کیف مدینے کے جملہ انصار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں آپؐ کے ہمراہ مدینے سے احد آ گئے تھے۔ انہوں نے مدینے کے ان یہودیوں کی جو ان کے حلیف تھے ان کا ساتھ دینے یا نہ دینے کی بھی پروا نہیں کی تھی اور انہوں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا کہ:

''ہمیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے''۔

عروہ بن موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے احد سے واپس چلے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی سلمہ اور بنی حارثہ کو پہلے سے ثابت قدمی بخشی جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ ..... الخ ﴾

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

''وہ لوگ جن کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرمائے کہ ﴿ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ﴾ کس طرح (دشمن کے مقابلے سے) پیچھے ہٹ سکتے ہیں؟''۔

ان کے بارے میں اس کی تفصیل صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں جابر بن عبداللہ ہی کے حوالے سے پیش کی گئی ہے۔

Marfat.com

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینے سے روانگی کے بعد احد سے پہلے بنی حارثہ کی بستی میں ٹھہرے جہاں داخل ہوتے ہی ایک وحشی گھوڑا آپؐ کے پیچھے لگ گیا لیکن کلاب نے اپنی تلوار نکال کر اسے ہٹانے کے لیے اس پر حملہ کرنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا:

''اپنی تلوار کو ابھی سے کیوں استعمال میں لاتے ہو' ابھی تو اسے بہت سی تلواروں کا سامنا کرنا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں''۔ (ترجمہ تشریحی)

جب آنحضرت ﷺ بنی حارثہ کی بستی میں پہنچے تو آپؐ نے وہاں کے کچھ لوگوں کے سامنے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ وہ دیکھیں کہ اس بستی سے کون کون ان کے ساتھ کفار کے مقابلے کے لیے جانا چاہتا ہے۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر بنی حارثہ بن حارث کے بھائی ابوخیثمہ نے مؤدبانہ عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) اس کے لیے سب سے پہلے میں حاضر ہوں''۔

ابوخیثمہ کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے اظہار مسرت فرمایا اور پہلے انہی کے مکان کی طرف چلے جس کے راستے میں ایک چھوٹا سا قطعہ اراضی پڑتا تھا۔ جب آپؐ وہاں سے گزرنے لگے تو مربع بن قیظی نے جس کی ملکیت وہ قطعہ اراضی تھا آپؐ کے قدموں کی آہٹ سن کر چیخ کر پوچھا ''کون ہے؟'' اس کے اس سوال کے جواب میں کسی نے کہا: ''رسول اللہ (ﷺ)'' مربع بن قیظی نابینا تھا اس لیے وہ آپ کو دیکھ نہیں سکا تھا۔ پھر بھی وہ غصے سے بولا: ''اگر (نعوذ باللہ) تو نبی (رسول اللہ) ہوتا تو (مجھے بتائے بغیر) اس زمین سے جو میری ملکیت ہے کس طرح گزر سکتا تھا؟''۔ اس کی یہ زبان درازی' گستاخی اور بے ادبی دیکھ کر لوگوں نے چاہا کہ اسے قتل کر دیں لیکن آپؐ نے انہیں روک کر ارشاد فرمایا: ''اسے قتل نہ کرو' یہ کور چشم ہی نہیں کور باطن بھی ہے''۔ ابن اسحٰق کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ مربع بن قیظی نے آپ کو اس بے ادبی کے ساتھ گستاخانہ انداز میں مخاطب کرنے سے پہلے آپؐ پر اور آپؐ کے ہمراہیوں پر زمین سے مٹی اٹھا کر پھینکی تھی' ابن اسحٰق یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سے کسی نے یہ بھی کہا تھا کہ مربع بن قیظی کے ہاتھ میں اس وقت مٹی کا ایک ڈھیلا تھا اور اس نے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ ڈھیلا کسی اور کے بھی لگ سکتا ہے اور میں تیرا منہ دیکھ سکتا تو اسے سیدھا تیرے منہ پر کھینچ مارتا''۔

تاہم جب کچھ لوگ اس کی اس انتہائی کمینی اور ناقابل برداشت حرکت پر اسے قتل کرنے کے لیے آگے بڑھے تو آپؐ نے اپنی فطری بردباری اور نرم مزاجی کی بناء پر انہیں روک دیا۔ البتہ بنی عبدالاشہل کے بھائی سعد بن زید رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کی شان میں مربع کی یہ گستاخی برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے آپؐ کے روکتے روکتے اس کے سر پر اپنی کمان سے ضرب لگا ہی دی جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ بنی حارثہ کی بستی سے روانہ ہو کر جب آپؐ احد کے پہاڑی علاقے میں پہنچے تو آپؐ نے بنی قیلہ کی زرعی زمین سے کسی قدر دور ایک پہاڑ کے دامن میں مسلمانوں کو پڑاؤ کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ آپ کی اجازت کے بغیر دشمن

Marfat.com

سے جنگ نہ کی جائے جب کسی نے آپؐ سے عرض کیا کہ آیا وہ جگہ مسلمانوں کے پڑاؤ کے لیے مناسب تھی جب کہ دشمن کی کمین گاہ سامنے ہے اور سارا اسلامی لشکر اس کی زد میں ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''کیا کفار کی طرح ہم بھی بنی قیلہ کی زرعی زمینیں روند کر اپنے پڑاؤ کے لیے اس سے بہتر جگہ تلاش کریں؟''۔

تاہم آپؐ نے مسلمانوں کو کسی بڑی پہاڑی پر پڑاؤ کی اس تنبیہ کے ساتھ اجازت دے دی کہ وہاں تک پہنچنے کے لیے خواہ کتنا ہی طویل چکر نہ کاٹنا پڑے لیکن قریب کی کسی بستی کی کھیتیوں کو کسی حالت میں ہرگز پامال نہ کیا جائے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ احد میں جب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو مشرکین سے جنگ کی اجازت دی تو اس وقت اسلامی لشکر میں مجاہدین کی تعداد صرف سات سو تھی جب کہ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا' بعض راویوں نے ان کی تعداد صرف چار سو بتائی ہے اور یہ کہ لشکر کفار کے سپاہیوں کی تعداد تین ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اس روز بنی عمرو بن عوف کے بھائی عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو جو سفید لباس میں ملبوس چالیس مسلمان تیراندازوں کی قیادت کر رہے تھے حکم دیا کہ وہ اپنی کمین گاہ کسی ایسی جگہ بنائیں جہاں دشمن ان پر دائیں بائیں یا آگے پیچھے سے حملے کے لیے آسانی کے ساتھ نہ پہنچ سکیں اور جب تک دوسرا حکم نہ دیا جائے وہاں سے نہ ہٹیں۔ آپؐ کے اس حکم کی مستند روایت ہم ان شاء اللہ آگے چل کر صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) سے حسب موقع پیش کریں گے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے روز آنحضرت ﷺ کے جسم مطہر پر ایک کے اوپر ایک دو زرہیں تھیں اور آپؐ نے اپنا علم بنی عبدالدار کے بھائی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن مسلمان لڑکوں کو ان کی صغر سنی کی وجہ سے غزوۂ احد میں شرکت سے روک دیا تھا ان میں جیسا کہ صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں درج ہے' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بتاتے ہیں کہ آپ نے انہیں اور اسامہ بن زید' زید بن ثابت' براء بن عازب' اسید بن ظہیر اور عرابہ بن اوس بن قیظی رضی اللہ عنہم کو غزوۂ احد میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر جب ان کی عمر پندرہ سال ہو چکی تھی تو انہیں اس میں شرکت کی اجازت دے دی تھی۔ اس کا ذکر ابن قتیبہ اور سہیلی نے بھی کیا ہے۔ خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غزوۂ خندق کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

شعر (عربی سے منظوم ترجمہ)

''میں نے سر پر جہاں پرانت رکھی دائیں جانب مرے عرابہ تھے''۔

سہیلی کہتے ہیں کہ جن لڑکوں کو آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر میں شرکت سے روک دیا تھا ان میں ابن سعید بن خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تاہم غزوۂ خندق میں ان سب کو شرکت کی اجازت دے دی گئی تھی۔ سہیلی بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر سمرہ بن جندب اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما کو آنحضرت ﷺ نے ان کے چھوٹے چھوٹے قد دیکھ کر جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی تھی اگرچہ ان دونوں کی عمریں بھی پندرہ سال ہو چکی تھیں لیکن جب آپ کو اس بارے میں بتایا گیا اور یہ بھی عرض کیا گیا کہ رافع رضی اللہ عنہ پنجوں کے بل کھڑا ہو کر رہا ہے اور اس کے پیچھے رافع رضی اللہ عنہ بھی پنجوں پر کھڑے ہو کر اپنا قد نسبتاً اونچا دکھانے کی کوشش

Marfat.com

کر رہا ہے اور جنگ میں شرکت کے لیے بے تاب ہے تو آپؐ نے ان دونوں کو بھی اجازت دے دی تھی۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ احد میں کفار کے لشکریوں کی تعداد تین ہزار تھی اور ان کے ساتھ دو سو اسپ سوار تھے جنہیں لشکر کے میمنہ (دائیں بازو) اور میسرہ (بائیں بازو) دونوں پر برابر برابر رکھا گیا تھا اور میمنہ کی قیادت خالد ابن ولیدؓ کے سپرد تھی جب کہ عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام کو میسرہ پر رکھا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے روز اپنی ایک تلوار مجاہدین اسلام کو دکھا کر ارشاد فرمایا: ''اس تلوار کو اس کا حق ادا کرنے کے لیے کون لینا چاہتا ہے؟'' یہ سن کر بہت سے لوگ آگے بڑھے لیکن آپؐ نے تلوار ان میں سے کسی کو نہ دی۔ یہ دیکھ کر ابو دجانہ سماک بن خرشہ (بنی ساعدہ کے بھائی) اٹھ کر آپؐ کے سامنے آئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) اس تلوار کا حق کیا ہے؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اس کا حق یہ ہے کہ جب کوئی مجاہد یہ تلوار لے کر دشمن کی کسی صف میں گھسے تو اس طرح لڑے کہ لڑتے لڑتے یہ تلوار ٹیڑھی ہو جائے''۔

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے بے دھڑک مگر مؤدجانہ عرض کیا: ''یا رسول اللہ (ﷺ) اس تلوار کا یہ حق ان شاء اللہ میں ادا کروں گا''۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سنتے ہی آپؐ نے اپنی وہ تلوار ان کے حوالے کر دی۔

ابن اسحٰق نے اس واقعے کے بارے میں اپنی روایت تفصیلاً بیان کی ہے۔ مسلمؒ ابی بکر اور عفان کے حوالے سے اس واقعے سے متعلق روایت پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی وہ تلوار لیتے ہی لشکر کفار کی اگلی صفوں میں گھمسان کی دست بدست جنگ کے لیے انہیں چیرتے ہوئے بہت دور تک چلے گئے تھے۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بہت بہادر شخص تھے اور ان کی وردی پر ایک امتیازی سرخ نشان چمکتا رہتا تھا جس کی وجہ سے جنگ میں انہیں پہچان لینا آسان ہوتا تھا لیکن جہاں کوئی دشمن انہیں پہچان کر قتل کرنے کے لیے ان کی طرف بڑھتا تھا وہ خود آگے بڑھ کر ایک ہی وار میں اسے دو ٹکڑے کر دیتے تھے اور فخر سے سر بلند کیے دشمن کی اگلی صفوں میں گھستے چلے جاتے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام عبداللہ بن اسلم نے انصار بنی سلمہ کے ایک شخص کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت ﷺ سے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی فخریہ رجز کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کو (اپنے بندوں کے) فخر و تبختر ناپسند ہیں لیکن اس کے نزدیک ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی یہ فخریہ رجز قابل معافی ہے اور اس کی وجہ اس کا دشمن کے سامنے حسب موقع ہونا ہے''۔ (تشریحی ترجمہ)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ابوسفیان نے اپنے لشکر کے ان علمبرداروں سے جن کا تعلق بنی عبدالدار سے تھا جنگ کی ترغیب دیتے ہوئے بطور خاص یہ بھی کہا تھا:

''اے بنی عبدالدار تم نے غزوۂ بدر میں اپنے علم خود ہی سرنگوں کر کے ان کی توہین کی تھی لیکن آج یہ دیکھنا ہے کہ تم ان کی عزت و توقیر کا حق کہاں تک ادا کرتے ہو''۔

Marfat.com

اس کے جواب میں ان علمبرداروں نے ابوسفیان سے کہا تھا:

''ہم ان کی عزت وتوقیر تسلیم کرتے ہیں' آپ کل دیکھ لیں گے کہ ہم نے اس کا کہاں تک لحاظ رکھا ہے''۔

ابوسفیان کے ان الفاظ سے احد میں اس کے حتمی ارادے کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی بیوی اس جنگ میں مردوں کے پیچھے ان عورتوں کے ساتھ جنہیں وہ اسی غرض سے اپنے ساتھ لائی تھی دف بجا بجا کر ان مردوں کو جنگ پر ابھار رہی تھی اور عورتوں کا وہ غول بھی اسی کی طرح دفوف بجا بجا کر اس کا ساتھ دے رہی تھیں۔ ہند اپنے لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دینے کے لیے شعلہ انگیز اشعار بھی پڑھتی جاتی تھی جن کا اقتباس کچھ مؤرخین نے اپنی کتب تواریخ میں درج بھی کیا ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں بڑی بہادری کا ثبوت دیا تھا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں متعدد باخبر لوگوں نے بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احد میں کفار سے جنگ کے لیے اپنی ایک تلوار عطا فرمائی تھی تو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں سے کہا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا ہوں اور اس رشتے سے آپ کا بہت قریبی عزیز ہوں لیکن آپؐ نے اپنی ایک تلوار میری بجائے نہ جانے کیوں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی؟ تاہم سب جانتے ہیں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس تلوار کا نہ صرف غزوۂ احد میں حق ادا کیا بلکہ ساری زندگی مرتے مرتے اس کا اس طرح حق ادا کرتے رہے جیسا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ مشرکین قریش میں جس سے بھی ہوا انہوں نے اسے قتل کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ ابن اسحٰق متعدد مستند حوالوں کے ذریعہ مزید بیان فرماتے ہیں کہ اسی دوران میں ان کا مقابلہ مشرکین قریش کے ایک ایسے ماہر جنگجو سے ہوا جو اپنے مقابل کو قتل یا کم سے کم مہلک طور پر زخمی کیے بغیر نہیں چھوڑتا تھا۔ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے اس پر تلوار سے حملہ کیا تو اس نے ان کا وار خالی دے کر ان کے سر پر اپنی فولادی ڈھال مارنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اپنا سر بچاتے ہوئے دوسرے ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔

شعبہ اور اسرائیل دونوں نے ابی اسحٰق اور ہند بنت خالد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے ہند بنت عتبہ کے سر پر وار کرنے کے لیے تلوار بلند کی تھی لیکن پھر نہ جانے کس خیال سے انہوں نے اپنی تلوار نیچی کر لی تھی۔

شعبہ اور اسرائیل کی بیان کردہ یہ بات میں نے کسی اور سے کبھی نہیں سنی۔ واللہ اعلم (مؤلف)

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی تلوار سے ان کا کوئی مقابل شاید ہی کبھی اپنی جان سلامت لے گیا ہو لیکن جب کوئی عورت ان کے سامنے آئی تو وہ خواہ ان سے دو دو ہاتھ کرنے پر آمادہ ہی کیوں نہ ہوا انہوں نے اس کے خون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشی ہوئی تلوار کو آلودہ کرنا ہمیشہ اس تلوار کی عظمت وکرامت کی توہین سمجھا۔

Marfat.com

مقتل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ احد میں لشکر کفار سے جنگ کرتے ہوئے پہلے ارطات بن عبد شرجیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو قتل کیا جو مشرکین کے لشکر کے علم داروں میں سے ایک تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مشرکین کے ایک دوسرے علمدار عثمان بن ابی طلحہ کو بھی تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔ پھر وہ سباع بن عبدالعزیٰ غشانی کی طرف بڑھے اور اس سے بولے: اے ابن مقطعہ البظور ذرا میرے نزدیک تو آ کر دیکھ۔ سباع کی ماں ام انمار شریق بن عمرو بن وہب ثقفی کی کنیز تھی اور وہ مکے ہی میں رہ گئی تھی۔ جب سباع حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قریب ان پر حملہ کرنے کے ارادے سے آیا تو انہوں نے اسے بھی ایک لمحے میں قتل کر دیا حالانکہ سباع بڑا جری جنگجو سمجھا جاتا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی طرح مشرکین قریش کی صفوں پر صفیں الٹتے چلے گئے۔ مؤرخین نے جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کا یہ بیان نقل کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے کہا کہ:

''میں نے دیکھا کہ حمزہ (رضی اللہ عنہ) قریش کی صفوں میں گھستے چلے جاتے تھے اور وہ اپنی تلوار جدھر کرتے ان کے سامنے قریش ایسے لگتے تھے جیسے وہ کاغذی انسان ہوں اور کسی مست اونٹ سے ڈر کر اِدھر اُدھر بھاگ رہے ہوں''۔

اس نے مزید بیان کیا کہ ''میں نے یہ دیکھ کر انہیں قتل کرنے کی دل میں ٹھان لی اور اپنا خنجر ان کی طرف اس وقت پھینکا جب وہ اس جگہ کے قریب آ گئے جہاں میں ان کی گھات میں بیٹھا تھا۔ میں نے اس طرح خنجر اندازی کی مشق ومہارت حبشہ میں حاصل کی تھی اور میرا اب نشانہ شاذ و نادر ہی خطا جاتا تھا۔ چنانچہ میں نے نشانہ لے کر اپنا خنجر حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی طرف پھینکا اور دیکھا کہ میرا نشانہ خالی نہیں گیا تھا۔ وحشی نے آخر میں بیان کیا کہ اس نے یہ تو نہیں دیکھا کہ اس کا پھینکا ہوا خنجر حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینے میں جا کر لگا تھا یا ان کے حلقوم پر۔ ویسے اس نے ان کے سینے کا نشانہ لیا تھا۔ اس نے بتایا کہ خنجر لگتے ہی حمزہ رضی اللہ عنہ جھکے اور جھکتے چلے گئے اس لیے اس نے سمجھ لیا کہ اس کا مقصد پورا ہو چکا ہے اس لیے وہ مسلمانوں کے حملے سے بچنے کے لیے اپنی پہلی جگہ سے ہٹ کر قریش کی پچھلی صفوں میں چلا گیا اور پھر ایسا روپوش ہوا کہ کسی مسلمان کی جنگ کے آخر تک مجھ پر نظر نہ پڑی۔ اس نے بیان کیا کہ جنگ احد کے اختتام پر وہ مکے چلا گیا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو وہ وہاں سے بھاگ کر یمن چلا گیا۔ وہاں اس سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو معاف فرما دیا ہے' اس لیے اب وہ کسی کے قتل کا حکم نہیں دیں گے۔ یہ سن کر وہ آپ کی خدمت میں مدینے حاضر ہوا' اور اپنی اس سنگین ترین خطا کی معافی کا طالب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ وحشی نے مزید بیان کیا کہ آپ نے جب اس سے دریافت فرمایا تھا: ''تو وحشی ہے؟'' تو وہ خوف سے لرزنے لگا تھا کہ آپ اسے اپنے چچا کے قاتل ہونے کی وجہ سے قتل کرا دیں گے لیکن جیسا کہ اس سے بیان کیا گیا تھا آپ نے اسے جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر حد درجہ رنجیدہ ہونے کے باوجود

Marfat.com

اسے معاف کر دیا لیکن یہ بھی فرمایا:

''جا تو اب مدینے سے کہیں اور چلا جا اور مجھے کبھی اپنا منہ نہ دکھانا''۔

چنانچہ وہ مدینے سے حمص چلا گیا تھا اور جب وہاں سے پوچھا گیا کہ اس نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو کس طرح قتل کیا تھا تو اس نے وہی بیان کیا جس کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔ اس روایت کو متعدد مستند وثقہ روات نے بیان کیا ہے۔

ایک مشہور روایت یہ ہے کہ وحشی نے جنگِ یمامہ کے موقع پر اپنا وہی حربہ یعنی آزمودہ خنجر سہوا ابو دجانہ رضی اللہ عنہ پر پھینکا تھا لیکن وہ بال بال بچ گئے تھے اور اس کا پھینکا ہوا خنجر مسیلمہ کذاب (نبوت کا جھوٹا دعوے دار) کے جا لگا تھا جسے قتل کرنے کے لیے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھ رہے تھے۔ بعد میں وحشی نے لوگوں سے کہا تھا کہ اگر خدانخواستہ اس کے خنجر کا نشانہ ابو دجانہ بن جاتے تو وہ ایک ''خیر الناس'' کے قتل کا مرتکب ہو جاتا لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس کا نشانہ ''اشر الناس'' یعنی مسیلمہ کذاب بنا۔ تاہم وحشی کے ہاتھوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا افسوس مسلمانوں کو برسوں خون کے آنسو رلاتا رہا۔ عبداللہ بن فضل کہتے ہیں کہ انہیں سلیمان بن یسار نے بتایا کہ آخر الذکر نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کہتے سنا کہ ان کے مکان کے پیچھے ایک کنیز ایک روز رو رو کر کہہ رہی تھی:

''افسوس مسلمانوں کا ایک بہترین امیر ایک حبشی غلام کے ہاتھوں مارا گیا''۔

ابن ہشام کو معلوم ہوا کہ وحشی نے شراب پینا حرمت شراب کے بعد بھی نہیں چھوڑی تھی اور وہ جب زیادہ نشے میں ہو جاتا تو خلافِ قیاس حرکات کرنے لگتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک روز فرمایا کہ انہوں نے خدا کی قسم کھا رکھی ہے کہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ جہاں تک غزوۂ احد کا تعلق ہے متعدد راوی بیان کرتے ہیں کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی علم پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یہ فرما کر عنایت فرمایا تھا کہ آپؐ وفاؤں کا صلہ ہمیشہ دیتے ہیں۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس پرچم کے ساتھ جو آپؐ نے انہیں دیا تھا آپؐ کے دوش بدوش کفار سے جنگ کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔ انہیں ابن قمیہ لیثی نے قتل کیا تھا۔ وہ انہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سمجھا تھا۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے وہ قریش کی طرف پلٹا اور بولا:

''میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے''۔

موسیٰ بن عقبہ نے ''مغازیہ'' میں سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا قاتل ابی بن خلف تھا۔ واللہ اعلم (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی علم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا لیکن یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اسلامی علم حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو دیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چند دوسرے مسلمانوں کو ساتھ لے کر مشرکین پر زبردست حملے کر رہے تھے۔ اسی دوران میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کی ایک صف کے سامنے جا کر بلند آواز میں کہا: ''میں ابو القصم ہوں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

زبان سے یہ سن کر مشرکین کی طرف سے ابوسعد بن ابی طلحہ جو مشرکین کا علمدار تھا چلا کر بولا: ''اے ابوالقصم کیا تم کوئی مبارز طلب کر رہے ہو؟'' اتنا کہہ کر وہ خود ہی ان کے مقابلے کے لیے آگے بڑھ آیا۔ اس میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان دو دو واروں کے تبادلے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے شانے پر ایک کاری ضرب لگائی لیکن پھر پلٹ کر واپس چلے آئے۔ جب ان کے بعض ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ وہ ابوسعد کو قتل کیے بغیر کیوں پلٹ آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''وہ کم بخت زخم کھا کر میرے سامنے ننگا ہو گیا تھا لہٰذا اس بے شرم پر مجھے دوبارہ تلوار اٹھاتے شرم آ گئی اسے تو (اس کے دل سے حجاب اٹھا کر) اللہ تعالیٰ نے خود ہی قتل کر دیا''۔

اسی طرح جنگ صفین میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسر بن ابی ارطات پر اسے قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تھی تو وہ ان کے سامنے ننگا ہو کر کھڑا ہو گیا تھا اور وہ اس بے شرم کو بھی قتل کیے بغیر پلٹ آئے۔ یہی واقعہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین کے دوران ہی میں عمرو بن عاص کے ساتھ پیش آیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ضرب شدید سے بچنے کے لیے تہبند کھول کر ان کے سامنے ننگا ہو گیا تھا تو اسے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر قتل کیے چھوڑ دیا تھا اور اس کے سامنے سے پلٹ کر واپس چلے آئے تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے مسلمہ بن علقمہ مازنی نے بیان کیا کہ غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی جنگ کے وقت رایت انصار کے نیچے تشریف فرما تھے اور اس وقت آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر اسلامی علم ان کے سپرد کیا تھا۔

یونس نے ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ غزوۂ احد میں جب مشرکین کے علمدار طلحہ بن ابی طلحہ العبدری نے مسلمانوں میں سے کوئی مبارز طلب کیا تھا تو اس کے مقابلے کے لیے اسلامی لشکر سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نکلے تھے اور انہوں نے العبدری کے اونٹ کے قریب پہنچتے ہی اس کی گردن اڑا دی تھی اور جب طلحہ بن طلحہ العبدری اونٹ سے نیچے گرا تو انہوں نے اس بھی ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو کلمات تحسین و آفرین سے سرفراز فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرا حواری زبیر ہے''۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''اگر زبیر رضی اللہ عنہ اس مقابلے کے لیے نہ جاتے تو میں خود جاتا لیکن میں نے انہیں (طلحہ بن طلحہ سے) مقابلے کے لیے جاتے دیکھ لیا تھا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر کی طرح غزوۂ احد میں بھی قریش کے بہت سے معزز لوگ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے مثلاً سعد بن ابی طلحہ کو سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا تھا البتہ جیسے وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو چھپ کر اپنے خنجر کا نشانہ بنایا تھا اسی طرح عاصم بن ثابت کو ابی الاقلح نے دھوکے سے قتل کر کے ان کا سر کاٹ دیا تھا لیکن عاصم کی ماں فوراً ہی دوڑ کر ان کا سر اپنے

Marfat.com

کپڑے میں اٹھا لائی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تو وہ بولیں کہ عاصم نے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ لگائیں گے نہ کسی مشرک کو اپنے جسم کو چھونے دیں گے لیکن انہیں (ان کی ماں کو) خوف تھا کہ اگر ان کا قاتل ان کا سر اٹھا کر لے گیا تو وہ ضرور ان کی کھوپڑی کو خشک کر کے ظالم مشرکین کی طرح اس میں شراب ڈال کر پیئے گا۔ اس لیے میں اپنے بیٹے کا سر اٹھا لائی اور خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے بیٹے کے عہد کی لاج رکھ لی۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ حنظلہ بن ابی عامر جس کا اصل نام عمرو تھا لیکن عموماً عبد عمرو بن صیفی کہلاتا تھا زمانہ جاہلیت میں راہب بن گیا تھا اور نصرانیوں کی طرح کثرت سے عبادت کرتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کا مسیحیوں میں سب سے بڑا مخالف اور اسلام کا پکا دشمن تھا اور اسی لیے مدینہ چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کا نام فاسق رکھ دیا تھا۔ حنظلہ کے بارے میں مسیحی کہتے تھے کہ اسے پیدائش کے وقت فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ اس کا تفصیلی ذکر ہم ان شاء اللہ آگے چل کر کریں گے۔ یہاں اس کا اسی قدر ذکر کافی ہے کہ اسے غزوۂ احد میں مشرکین کے ساتھ دیکھ کر شداد بن اوس نے جو ابن شعوب کے نام سے مشہور ہیں قتل کر دیا تھا۔ اس کی لاش دیکھ کر آنحضرت ﷺ سے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کے عزیزوں سے پوچھا جائے کہ اسے دیکھیں اور بتائیں کہ آیا اس شخص کا جسے فرشتوں نے غسل دیا ہو یہی انجام ہوتا ہے؟

واقدی کہتے ہیں کہ جب اس کی لاش اس کے باپ کے حوالے کی گئی تو اس نے اس کے سینے پر ٹھوکر مار کر کہا تھا:

"میں خدا سے رحم کا طالب ہوں اور اپنے بیٹے کے اعمال سے بری الذمہ ہوں"۔

Marfat.com

فصل:

غزوۂ احد میں امداد خداوندی

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ احد میں بھی مسلمانوں کی مدد فرما کر اپنا وعدہ پورا کیا اور وہ اپنی تلواریں سونت کر دشمن پر بجلی کی طرح گرے تو اسے شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد عباد' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور خود حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ انہوں نے یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھیوں کی ایک کثیر تعداد لشکر کفار کے پیچھے پیچھے بنی ٹھنی دفیں بجا بجا کر اس کا حوصلہ بڑھا رہی ہیں اور شاید ہم سے خوف کے باوجود ان کے لشکر کا درمیانی حصہ کسی قدر ہماری طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے لیکن ہم نے خدا کے فضل وکرم سے آگے بڑھ کر اسے نہ صرف روکا بلکہ بے دست وپا کر دیا۔ تاہم اچانک اسی وقت ان کے عقب میں کسی بدبخت دشمن نے نعرہ لگایا: ''(نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا''۔ زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر انہیں اور ان کے ساتھیوں کو پلٹنا پڑا تو دشمن کے پسپا ہوتے ہوئے لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ بعض عینی گواہوں کا بیان ہے کہ اس افراتفری کے باوجود اسلامی پرچم اس وقت تک گرا نہیں تھا کیونکہ اسے علمدار کے قتل ہو جانے کے بعد خدا جانے کہاں سے آ کر عمرہ بنت علقمہ حارثیہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور وہ اسے قریش کی طرف لہرا لہرا کر تکبیر کے نعرے لگا رہی تھیں لیکن جب وہ دشمن کے ریلے کے سامنے کھڑی نہ رہ سکیں تو اسلامی علم ان کے ہاتھ سے بنی ابی طلحہ کے ایک نوجوان صواب نے لے کر بلند کر لیا اور جب اس کا ایک ہاتھ کٹ گیا تو اس نے اسے اپنے سینے اور گردن کے سہارے جہاں تک ہو سکا بلند رکھا جب دشمن کے کچھ تلوار کھینچے اس کے سر پر آ پہنچے تو اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

''یا اللہ! میری معذرت قبول فرما لیکن کیا تو مجھے بالکل ہی معذور کر دے گا؟''۔

حسان بن ثابت نے عمرہ بنت علقمہ اور صواب کی ہمت وشجاعت پر کئی مدحیہ اشعار کہے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے وہ وقت واقعی قیامت سے کم نہیں تھا کیونکہ ان کی کافی بڑی تعداد کے مرتبہ شہادت سے سرفراز ہونے کے بعد دشمن کے کچھ لوگوں نے آگے بڑھ کر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دور ہی سے سہی گوپھنوں کے ذریعہ پتھر پھینکنے شروع کر دیئے تھے جس سے نہ صرف آپ کا نچلا لب مبارک پھٹ گیا تھا بلکہ سامنے کے چار دندان مبارک بھی شہید ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ کسی ملعون کا پھینکا ہوا پتھر آپ کے دائیں رخسار مبارک پر اتنی شدت سے آ کر لگا تھا کہ آپ کے مغفر (آہنی خود) کی جھلم کی چند کڑیاں اس کے استخوانی حصے میں پیوست ہو گئی تھیں جہاں سے مسلسل خون جاری تھا۔ تاہم اس وقت بھی آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

''یا اللہ! یہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے کہ اس کا چہرہ خون سے گلگوں ہو رہا ہے''۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی آپؐ ان دشمنان خدا کو خدا کی طرف بلا رہے تھے۔

بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اسی وقت آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ ﴾

ابن جریر اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ ان سے محمد بن حسین' احمد ابن الفضل اور اسباط نے العبدی کے حوالے سے بیان کیا کہ اوّل الذکر لوگوں کو آخر الذکر نے بتایا کہ ابن قمئہ حارثی نے رسول اللہ ﷺ پر جو پتھر پھینکا تھا اسی سے آپ کی بنی مبارک ٹوٹ گئی تھی' آگے کے چار دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور چہرہ مبارک پر سخت زخم آیا تھا۔ اس وقت آپؐ سے آپؐ کے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم الگ ہٹ گئے تھے بلکہ ان میں سے بعض لوگ وہاں سے ہٹ کر مدینے میں جا داخل ہوئے تھے اور ایک گروہ صخرہ کے پہاڑ پر جا چڑھا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ انہیں پکار پکار کر فرما رہے تھے:

''اے لوگو! میرے پاس آؤ' اے لوگو! میرے پاس آؤ''۔

آپ کی آواز سن کر کوئی تیس آدمی آپؐ کے قریب آئے لیکن وہاں طلحہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی ٹھہرا نہیں۔ طلحہؓ نے آپ کی طرف بڑھتے ہوئے قریش کے لوگوں کو تیروں سے روکا۔ اور آنحضرت ﷺ کو سنبھال کر اٹھایا جب کہ دشمن آپ کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے اور وہ قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ ان میں سب سے آگے ابی بن خلف جمحی تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی۔ چنانچہ وہی آگے بڑھ کر بولا: ''ہو' اسے میں ہی قتل کروں گا'' اس کی زبان سے یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے جھوٹے! اب تو بھاگ کر کہاں جائے گا؟''۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنا خود اور اس کی جھلم اس کی طرف پھینکی جس سے وہ معمولی طور سے زخمی ہو گیا۔ مگر پھر بھی یہی رٹ لگاتا رہا ''ہو' مجھے اسے قتل کر دینے دو' کہیں مجھ سے پہلے ربیعہ اور مضر اسے قتل نہ کر دیں''۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ وہ آپ کو قتل تو کیا کرتا خود ہی چکرا کر گرا اور اس کے ساتھی اسے اٹھا کر پیچھے لے گئے اور ادھر آپؐ کے مذکورہ بالا صحابی آپ کی حفاظت کے لیے برہنہ شمشیریں ہاتھ میں لیے آپؐ کے سامنے سد سکندری بنے کھڑے رہے جب کہ آپ کے قتل کا دعوے دار اسی روز یا اگلے دن اسی معمولی زخم سے جو اس نے آپؐ کے دست مبارک سے کھایا تھا لقمہ اجل بن گیا۔ تاہم اس وقت ہر طرف یہی شور مچا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ قتل کر دیئے گئے اور اسی لیے اسلامی لشکر کے کچھ اصحاب صخرہ نے اعلان کر دیا کہ ان کا عبداللہ بن ابی کے سوا کوئی رسول نہیں ہے اور وہی ابوسفیان سے ہماری جانیں بچائے گا۔ وہ چلا چلا کر یہ بھی کہہ رہے تھے

''محمد چونکہ قتل ہو چکے ہیں' اس سے پہلے کہ وہ تمہیں قتل کرے اپنی قوم کے پاس لوٹ چلو''۔

ان کی یہ باتیں سن کر انس ابن نضر بولے

''مسلمانو! اگر محمدؐ (خدانخواستہ) قتل بھی کر دیئے گئے تو محمد (ﷺ) کا رب تو زندہ ہے جسے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔ تم اب بھی انہی سے لڑو جو رسول اللہ (ﷺ) سے لڑتے رہے ہیں اور اسی وجہ سے لڑو جس وجہ سے آپؐ نے ان کے خلاف

Marfat.com

جنگ کا اعلان کیا تھا''۔

اس کے بعد انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی:

''یا اللہ! میں تجھ سے معافی کا طالب ہوں اور یہ دوسرے لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے بری الذمہ ہوں''۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنی تلوار کے قبضے پر مضبوطی سے ہاتھ جمایا اور دشمنوں سے لڑتے بھڑتے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک آ پہنچے اور اصحاب صخرہ کو بھی بلاتے رہے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ انہی کا ایک ساتھی مسلمان کمان میں تیر جوڑے ایک جگہ مستعد کھڑا ہے اور کچھ دوسرے لوگ قریش کو دھکیلتے ہوئے دور تک بھگا آئے ہیں۔ اس وقت انہوں نے اس تیرانداز کے عقب سے آواز سنی۔ یہ آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جو فرما رہے تھے:

''میں اللہ کا رسول یہاں ہوں''۔

آپ کی آواز سن کر انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور وہ مؤدب ہو کر آپؐ کے روبرو جا پہنچے۔ انہیں دیکھ کر آپؐ کے روئے مبارک پر بھی مسرت کے آثار نظر آئے۔ اس کے بعد دوسرے لوگ بھی جو قریشی گروہ کے دباؤ سے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے وہیں آ کر جمع ہو گئے اور لشکر قریش کو پسپا ہوتے دیکھ کر خوشی سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے لگے کیونکہ اسلامی لشکر جو بظاہر قریب قریب شکست سے دوچار ہو چکا تھا اب پھر فاتح کی حیثیت سے وہاں جمع کھڑا تھا۔ اسی وقت ایک آیت جس کا مفہوم وہی تھا جو انس بن نضر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سن کر بھی دوسرے مسلمانوں خصوصاً اصحاب صخرہ کو سنا چکے تھے۔ وہ آیت یہ ہے:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ﴾

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جھوٹی خبر سن کر خوشی سے پھولا نہیں سمایا تھا اور یہ کہتا ہوا کہ ''حنظلہ کا معبود ہبل سے بڑا معبود ہے'' اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر اس طرف بڑھ آیا تھا جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وہ یہ بھی کہتا جا رہا تھا کہ قریش نے بدر کا بدلہ احد میں لے لیا ہے۔ لیکن آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہتے ہوئے کہ ''سب سے بڑا معبود خدائے واحد ہے''۔ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر پتھروں کی بوچھار کر کے انہیں بھگا دیا تھا لیکن یہ روایات محل نظر ہیں۔ (مؤلف)

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید نے اپنے والد ابی سعید سے سن کر بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکنے والا عتبہ بن ابی وقاص تھا جس سے آپ کا نچلا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور آپؐ کے نیچے ہی کے دائیں جانب کے چار دانت شہید ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ آپؐ کے رخسار مبارک پر جو پتھر لگا تھا اس سے آپؐ کے خود کی جھلم کی دو آہنی کڑیاں اس رخسار کے استخوانی حصے میں اس طرح پیوست ہوئی تھیں کہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے بیک وقت مل کر انہیں بمشکل باہر نکالا تھا جب کہ آپ کا چہرہ مبارک پہلے ہی لہولہان ہو چکا تھا اور آپؐ اس گڑھے میں گر گئے تھے جو ابوعامر نے پہاڑی پر مسلمانوں کی حفاظتی کمین گاہ کے لیے بنایا تھا۔ آپ کو وہاں سے نکالنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچا تھا اور طلحہ بن عبید نے

Marfat.com

نیچے اتر کر آپؐ کے جسم کو سہارا دیا تھا جس کے بعد آپ اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے اور مالک بن سنان ابوسعید نے آپؐ کے چہرۂ مبارک سے خون صاف کر کے آپؐ کے رخسار کے زخم کی مرہم پٹی کی تھی جس پر آپؐ نے فرمایا تھا:

''جس نے میرے چہرے سے خون صاف کیا ہے اسے (دوزخ کی) آگ نہیں چھو سکے گی''۔

پھر آپؐ نے فرمایا تھا:

''جس قوم نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ کیسے فلاح پائے گی؟''۔

عقبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے کہ:

''جب میں آنحضرت ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر غم سے نڈھال ہو گیا تھا تو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام سالم رضی اللہ عنہ نے آپ کو بٹھا کر آپؐ کے چہرے سے خون صاف کیا تھا جب کہ آپ کی زبان مبارک پر وہی الفاظ تھے جو مندرجہ بالا حدیث میں بیان کیے گئے ہیں اور اسی وقت مندرجہ بالا آیت ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ .....الخ﴾ اتری تھی''۔

یہ روایت ابن جریر نے اپنی تاریخ میں لکھی ہے جو ظاہر ہے کہ ''مرسل'' ہے جسے ہم آگے چل کر ان شاء اللہ ایک الگ فصل میں تفصیل سے بیان کریں گے۔ (مؤلف)

غزوۂ احد میں قلیل التعداد اسلامی لشکر کو قریش کے کثیر التعداد لشکر پر صبح کے پہلے وقت غلبہ ہو گیا تھا جس کا سب سے بڑا ثبوت مندرجہ ذیل قرآنی آیات ہیں لیکن انہی آیات میں واقعہ کا دوسرا رُخ بھی بتا دیا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ..... الخ﴾

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ اور خود ان کے والد کے علاوہ سلیمان بن داؤد نے بیان کیا نیز انہیں عبدالرحمٰن بن ابی زناد نے اپنے والد عبیداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول سنایا: اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی اور قوم کی اتنی مدد نہ فرمائی ہوگی جتنی احد میں اس نے فرمائی لیکن درحقیقت ہم نے اس کے رسول کا حکم نہ مان کر کفران نعمت کیا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾

اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ﴾

اور یہ بھی کہ:

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کا حوالہ دے کر ان واقعات کی طرف صاف اشارہ کیا ہے کہ پہلے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے حسب وعدہ دشمن پر غالب آ گئے تھے لیکن بعد میں جب ان کی غفلت ونادانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے صاف صاف احکام جونہی ان کے ذہن سے اترے تو انہوں نے خود جیتی بازی ہار دی لیکن خدائے رحمٰن ورحیم نے انہیں معاف فرما کر آخر میں ان کی شکست اپنے فضل وکرم سے پھر فتح میں بدل دی جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود بیان کیا ہے۔

Marfat.com

''آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے مجاہدین اسلام میں سے چیدہ چیدہ تیراندازوں کا ایک گروہ قریش اور لشکر اسلام کے درمیان ایک خاص محفوظ پہاڑی پر مقرر فرمایا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو دشمن پر غالب آتا دیکھیں تو نہ تیراندازی کریں نہ پہاڑی سے اتر کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوں لیکن اگر مسلمان دشمن کی یلغار کے سامنے خدانخواستہ پسپا ہونے لگیں تو وہ اس پر تیراندازی کر کے اسے آگے بڑھنے سے روکیں لیکن انہوں نے جب لشکر قریش کو اسلامی لشکر کے سامنے سے فرار ہوتے دیکھا اور ساتھ ہی قریش کی ان عورتوں کے جو اپنے لشکر کی دف بجا بجا کر حوصلہ افزائی کر رہی تھیں چمکتے دمکتے قیمتی زیورات دیکھے تو انہوں نے انجام سے بے پروا ہو کر ''الغنیمہ الغنیمہ'' (مال غنیمت مال غنیمت) کہتے ہوئے مقررہ جگہ چھوڑ دی۔ یہ نبی کریم ﷺ کے حکم کی صریحی خلاف ورزی تھی جس کا وہی نتیجہ ہوا جو ہونا تھا''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دوسرے متعدد ہمعصر ثقہ راویوں کے حوالے سے تاریخ اسلام کے جن مستند مؤرخین نے غزوۂ احد کے بارے میں تاریخ نویسی کے میدان میں واقعہ نگاری اور حقیقت طرازی وحقائق پروری کا حق ادا کیا ہے ان سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس اسلامی جنگ میں جب مسلمان خدا و رسول ﷺ کے بالترتیب وعدے اور بشارت سے جونہی چشم پوشی کے مرتکب ہوئے تو انہیں قدرتی طور پر اس المیے سے دوچار ہونا پڑا' جس کا ذکر سطور بالا میں کیا جا چکا ہے۔

ابن جریر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے اس مخصوص گروہ نے جنہیں آنحضرت ﷺ نے موقع ومحل کے لحاظ سے دشمن پر تیراندازی کا حکم دیا تھا اور لشکر اسلام کی پیش قدمی کے نتیجے میں لشکر کفار کی پسپائی کے وقت اپنی متعینہ جگہ چھوڑنے کی صریحی ممانعت فرمائی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ لشکر اسلام کے بہادر و دلاور غازیوں نے خدا کی راہ میں بڑھ بڑھ کر دشمنان اسلام کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لیے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں اور مجاہدین اسلام ان کا تعاقب کر رہے ہیں تو وہ ہوس مال وزر کا شکار ہو گئے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اپنی پہاڑی کمین گاہ سے نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف ''الغنیمہ الغنیمہ'' کہتے ہوئے نیچے اتر کر قریش کی ان عورتوں کے قیمتی زیورات کی طرف لپکے جو اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھیں اور قریش کے کچھ جنگی آزمودہ کار لوگوں نے بھاگتے بھاگتے ایک طرف ہٹ کر یہ تماشہ دیکھا تو انہوں نے اپنے بے تحاشہ بھاگتے ہوئے ساتھیوں کو عربی غیرت وحمیت کا واسطہ دے کر روکا اور جب وہ جوش میں آ کر پلٹے تو مسلمانوں کی اس مکمل جیتی ہوئی جنگ کا نقشہ بدل گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی اس حفاظتی جماعت کے اکثر لوگ شہید ہو گئے جو اس پہاڑی کے دامن میں تھے جس پر نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس کے علاوہ کئی مشہور روایات یہ ہیں کہ قریش کے اس گروہ کے علاوہ جو اس راستے سے مذکورہ بالا پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے ان کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کافی طویل چکر لگا کر اس پہاڑی کے پچھلے دامن میں وہاں پہنچا تھا جس کا کسی کو گمان تک نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ لشکر قریش کی اکثریت تو سامنے کی طرف سے پہلے ہی فرار ہو چکی تھی۔ بہرکیف جب مفرور ہوتے ہوئے لشکر قریش کا یہ آخر الذکر گروہ اس پہاڑی کی چوٹی کے قریب پہنچا اور ان میں سے ایک شخص کی سنگ باری سے جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ مذکورہ بالا

Marfat.com

دردناک واقعہ پیش آیا اور اس کے ساتھ ہی کسی طرف وہ آواز آئی کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے تو جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہاں موجود مسلمان بھی منتشر ہو گئے اور ان میں سے باستثنائے چند بہت سے لوگوں نے مدینے پہنچ کر دم لیا۔ تاہم کچھ اہل ایمان جن کے نہ صرف کانوں بلکہ گوشہائے دل تک آنحضرت ﷺ کی مکرر آواز یا ایھا الناس الی یا ایھا الناس الی (اے لوگو! میری طرف آؤ' اے لوگو! میری طرف آؤ) جا پہنچی تو ان کے علاوہ جنہوں نے آپ کو گڑھے سے نکالا تھا اور آپ کی خدمت میں لگ گئے تھے' وہ بھی جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے آپ کے گرد و پیش آ کر جمع ہو گئے اور اس دوسرے گروہ کو پہاڑی کے نیچے دھکیل کر چھوڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے قتل کی افواہ کسی شک وشبہ کے بغیر شیطان مردود کی اڑائی ہوئی تھی جس کے بعد ابوسفیان نے جو پہلے بھاگتے ہوئے پہلے گروہ کے ساتھ پلٹ آیا تھا پکار کر کہا: ''اے مسلمانو! کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟'' لیکن آپؐ نے اپنے پاس موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا جواب دینے سے منع فرما دیا اور جب اس نے اس طرف خاموشی پائی تو خود ہی بولا: ''ارے محمدؐ تو قتل ہو چکے ہیں''۔ پھر اس نے آواز دی: ''ابن ابی کبشہ کہاں ہے؟ اے ابن ابی قحافہ اور اے ابن خطاب تم کہاں ہو؟'' لیکن ادھر سے جب کوئی جواب نہ ملا تو خوش ہو کر بولا: ''تو تم بھی سب ختم ہو گئے''۔ مسلم کے علاوہ بخاری بھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان کو جواب دینے سے روک دیا تھا لیکن اس کے اسی سوال کو بار بار دہرانے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور انہوں نے اسے بلند آواز سے جواب دیا: ''اے ملعون! ہم سب یہاں موجود ہیں''۔ اس پر وہ بولا: ''تم نے دیکھا کہ ہمارا معبود ہبل کتنا عظیم ہے کہ اس نے بدر کا بدلہ ہمیں یہیں دلا دیا'' ابوسفیان کی زبان سے یہ کلمات سن کر آنحضرت ﷺ نے اپنے ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اب تم اسے جواب دو کہ بڑا تو خدائے واحد ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ (حدیث کا مفہوم)

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا تھا اگرچہ ان کی مجموعی تعداد بارہ سے زیادہ نہیں تھی لیکن انہوں نے ہی خدا کا نام لے کر قریش کے دونوں گروہوں کو پہاڑی سے نیچے دھکیل دیا تھا اور اس کے بعد جب مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دوسرے گروہ جو پہلے آپؐ کے قتل کی خبر سن کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے ندامت محسوس کرتے ہوئے دوبارہ از سر نو جذبہ ایمانی کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے تو انہوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کر کے قریش کے مذکورہ بالا دونوں گروہوں پر پے در پے ایسے بے نظیر حملے کیے کہ انہیں ایک بار پھر بھاگتے ہی بن پڑی اور اس طرح مندرجہ بالا قرآنی آیت کے آخری حصے کے الفاظ یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پہلی لغزش کو معاف فرما دیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنین پر مہربانی فرمانے والا ہے صداقت کی تصویر بن کر مجاہدین اسلام کی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔

Marfat.com

فصل:

ام عمارہ کا بیان

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازنیہ غزوۂ احد میں شریک تھیں۔ وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہیں سعید ابن ابی زید انصاری نے بتایا کہ ام سعد بنت سعد بن ربیع نے ام عمارہ سے ایک روز کہا کہ وہ غزوۂ احد کا کچھ حال جس میں وہ شریک تھیں کچھ انہیں بھی سنائیں تو وہ یعنی ام عمارہ بولیں:

''میں صبح ہی صبح احد میں جا پہنچی تھی اور میرے پاس جو دو مشکیں تھیں ان میں پانی بھر بھر کر وہاں لے جا رہی تھی' جہاں رسول اللہ (ﷺ) تشریف فرما تھے' میں نے دیکھا کہ آپؐ کے گرد و پیش جمع تھے وہ بڑے چاق و چوبند اور خوش نظر آ رہے تھے لیکن جب اچھی خاصی فتح کے بعد بدقسمتی سے مسلمانوں کو نہ جانے کیوں کفار کے تعاقب میں جاتے جاتے پسپا ہونا پڑا تو میں نے دیکھا کہ کفار کے کچھ لوگ اس پہاڑی تک جا پہنچے ہیں اور وہاں لڑائی ہو رہی ہے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ پھر جب میں نے دیکھا کہ اس پہاڑی سے مسلمانوں نے دشمن کو نیچے دھکیل دیا ہے اور وہ دم دبا کر پھر بھاگ رہا ہے تو میں ایک بار پھر کسی نہ کسی طرح پانی لے کر پھر اس پہاڑی پر جا پہنچی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ (ﷺ) سخت زخمی ہیں اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پاس کھڑے ہیں' میں نے ابن قمئہ سے خدا انہیں سلامت رکھے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کو یہ زخم کیسے آئے تو وہ بولے کہ ''مشرکین کے کچھ لوگ اس پہاڑی پر اوپر آنے کی کوشش کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اوپر کی طرف سنگباری بھی کرتے جا رہے تھے' انہی میں سے ایک ملعون کا پتھر رسول اللہ (ﷺ) کے رخسار مبارک پر اتنی زور سے لگا کہ آپؐ شدید زخمی ہو گئے''۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ تلوار لے کر اس شخص کی طرف جھپٹے جس نے آنحضرت ﷺ کا نشانہ لے کر ایک اونچے پتھر کی آڑ سے آپؐ پر ایک کافی بڑا پتھر پھینکا تھا اور اس کے تلوار بھی ماری۔ اسی طرح مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے لوگوں نے جن میں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اس پر حملہ کیا لیکن وہ کمبخت دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ تاہم ہمارے حملوں سے وہ اور اس کے ساتھی نیچے بھاگ گئے۔ اس کے بعد ابن قمئہ نے بھی بتایا کہ رسول اللہ (ﷺ) نے جب مسلمانوں کو آواز دے کر اپنے قریب بلایا تو وہ لوگ بھاگ چکے تھے اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگ بھی جو آپؐ کے قتل کی آواز سن کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے لوٹ آئے اور ان سب نے مل کر دوبارہ دشمن پر حملہ کیا تو وہ پھر بھاگ نکلے اور اب تم دیکھ رہی ہو کہ وہ پہلے ہی کی طرح کس تیزی سے دم دبا کر بھاگ رہے ہیں۔ اس کے بعد ام عمارہ نے ام سعد کو بتایا کہ ابن قمئہ کی زبانی یہ سب باتیں سن کر اور دشمن کو پھر پسپا ہوتے دیکھ کر وہ مطمئن ہو کر وہاں سے نیچے چلی آئیں۔

ابن ہشام ہی نے بتایا ہے کہ مشرکین پر دوبارہ حملے کے لیے مسلمانوں کو جس شخص نے دوبارہ جمع کر کے ابن افواہ کے باوجود کہ رسول اللہ (ﷺ) کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے ان کی قیادت کی تھی وہ انس کے چچا انس بن مالک تھے۔ اس لڑائی میں ان

Marfat.com

کے جسم پر سات زخم آئے تھے جب کہ انس بن نضر کو ستر زخم آئے تھے اور انہیں ان کی بہن نے مشکل سے پہچانا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جب مہاجرین وانصار میں سے عمر اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما وغیرہ نے مشرکین کے دوسرے حملے کے بعد اِدھر اُدھر منتشر ہونے والے مسلمانوں سے ٹھہرنے کے لیے کہا تھا تو انہوں نے جواباً کہا تھا جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی قتل کر دیئے گئے تو اب ہم ٹھہر کر کیا کریں گے؟ اس پر ان لوگوں نے ان سے کہا تھا:

''جس بات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے مقابلے کے لیے یہاں تشریف لائے تھے تم بھی اسی کے لیے ان کافروں سے جنگ کرو''۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ انہیں کچھ باخبر لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ کفار سے مقابلے میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کم سے کم دس شدید زخم آئے تھے۔

Marfat.com

فصل:

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو پیش آمدہ حوادث

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں کچھ مسلمانوں کی اپنی غفلت سے مکمل فتح کے بعد انہیں جو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اس کے بارے میں زہریؒ نے ان سے بیان کیا کہ اس افراتفری میں جب کہ ہر طرف رسول اللہ (ﷺ) قتل ہو گئے۔ کا شور مچ رہا تھا' سب سے پہلے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے مغفر کے نیچے نبی کریم ﷺ کی روشن ترین آنکھوں کی چمک سے آپ کو پہچانا اور اس لیے انہوں نے بہ آواز بلند پکار کر کہا:

''اے مسلمانو! رسول اللہ (ﷺ) تو یہ رہے''۔

زہریؒ نے ابن اسحٰق سے بیان کیا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر آنحضرت ﷺ نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا لیکن ان کی پہلی ہی آواز پر بہت سے مسلمان اس گڑھے کے گرد جمع ہو گئے تھے جہاں آپؐ پتھر کی چوٹ سے زخمی ہو کر گر گئے تھے۔ ان لوگوں میں ابوبکر صدیق' عمر بن خطاب' علی بن ابی طالب' طلحہ بن عبیداللہ' زبیر بن عوام' حارث بن صمہ اور کچھ دوسرے ممتاز مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ جب رسول اللہ (ﷺ) کو اس گڑھے سے نکالا اور اٹھا کر بٹھا دیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ کو پتھر مار کر زخمی کرنے والا ابی بن خلف تھا۔ یاد رہے کہ ابی بن خلف نے مکے میں ایک بار آپؐ سے کہا تھا:

''اے محمدؐ! اگر مجھے سوار کے لیے کوئی گھوڑا مل گیا تو میں اسے بلاغانہ اتنا گھاس دانہ کھلاؤں گا کہ وہ خوب تنومند اور چست ہو جائے پھر میں اس پر سوار ہو کر تمہیں قتل کروں گا''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا:

''تو دیکھ لینا کہ ایک دن ان شاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا''۔

کہا جاتا ہے کہ مکے ہی میں ایک روز اس کے حلق میں کوئی چھوٹی سی ہڈی یا کوئی ایسی ہی چیز اٹک گئی تھی جس سے اس کا دم گھٹتے گھٹتے رہ گیا تھا لیکن اس چیز نے اس کے گلے میں ایسی خراش ڈال دی تھی جس کی وجہ سے اسے ہمیشہ تکلیف رہتی تھی اور وہ کہا کرتا تھا: ''اے محمدؐ! تو نے واقعی مجھے قتل کر دیا''۔

تاہم قریش اسے بہلا پھسلا کر اور یہ کہہ کر کہ وہ کافی تندرست وتوانا ہے' اُحد میں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے لے آئے تھے لیکن اس بزدل کو گھوڑا تو کیا نصیب ہوتا پھر بھی اس نے اپنا کہا پورا کرنے کے لیے نبی کریمؐ پر بزدلوں کی طرح چھپ چھپا کر پتھر سے حملہ کر دیا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب قریش بدر کی طرح اُحد میں بھی ناکامی سے دوچار ہو کر مکے کی طرف لوٹ رہے تھے تو ابی بن خلف راستے ہی میں مر گیا تھا اور مرتے وقت بھی اس کی زبان پر یہی الفاظ تھے: ''اے محمدؐ! تو نے واقعی مجھے قتل کر

Marfat.com

دیا ہے۔

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف کی بدانجامی اور کیفر کردار کو پہنچنے کے بارے میں دو جگہ متعدد اشعار کہے ہیں۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جس گہرے گڑھے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو کر گر گئے تھے اس کے کنارے کھڑے ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو وہاں سے نکالا اور آپ کو پلانے کے لیے خود مہراس سے اتنا پانی لائے کہ انہوں نے آپؐ کے چہرۂ مبارک سے خون صاف کر کے زخموں کو بھی صاف کر دیا۔ اس سے آپؐ کے جسم میں کسی قدر توانائی آ گئی' تاہم آپؐ پھر بھی خود اپنے ہاتھ سے پانی نہیں پی سکے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپؐ کے چہرے سے خون صاف کرتے وقت کہتے جا رہے تھے:

''اللہ تعالیٰ ان کمبختوں کو اپنے غضب کا نشانہ بنائے جنہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال کیا ہے''۔

ان جملہ واقعات کا ہم صحیح احادیث کے حوالے سے کافی ذکر کر چکے ہیں۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جس پہاڑی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور جہاں ہم لوگ بھی آپؐ کے پاس موجود تھے وہاں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی آنے کی کوشش کی تھی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مل کر انہیں اور ان کے ساتھیوں کو پیچھے دھکیل دیا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے:

''یا اللہ! ان لوگوں (دشمنوں) کو ہمارے قریب نہ آنے دینا''۔

ابن ہشام نے بیان کیا اور عفرہ کے غلام عمر نے بھی بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے پہاڑ سے اتار کر صخرہ میں لایا گیا تو آپؐ کے جسم مبارک سے دوہری زرہ اتارنا سخت مشکل تھا۔ تاہم طلحہ ابن عبید اللہ نے آپ کو اپنی گود میں بٹھا کر آہستہ آہستہ زرہ اتار لی تو آپؐ نے فرمایا:

''میں نے طلحہ بن عبید اللہ کی (پر محبت) خدمت قبول کر لی ہے''۔

اس روایت کے راویوں میں یحییٰ بن عباد بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' ان کے والد عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور خود حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ (مؤلف)

ابن ہشام اور عفرہ کے غلام عمر نے مزید بیان کیا کہ بنی صخرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں مسلمانوں نے نماز ظہر ادا کی تو انہوں نے وہاں ایک ایسے شخص کو بھی دیکھا جسے وہ پہچانتے نہیں تھے' بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شخص قزمان کے نام سے مشہور تھا اور یہ کہ وہ بہت تنومند اور بہادر تھا نیز یہ کہ اس نے جنگِ اُحد میں تنہا قریش کے سات آٹھ آدمیوں کو قتل کیا تھا لیکن جب اس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ ''جہنمی'' ہے۔ یہ خبر جب قزمان کو جسے خود بھی احد کی لڑائی میں کافی زخم آئے تھے دی گئی تو وہ بولا:

''کاش میں اپنی ہی قوم کے اتنے آدمیوں کو قتل نہ کرتا''۔

مذکورہ راوی بیان کرتے ہیں کہ قزمان نے جب اسے میدانِ جنگ سے اٹھا کر بنی ظفر کے گھر لایا گیا تھا تو اس نے یہ الفاظ

Marfat.com

کہے تھے اور اس کے بعد زخموں کی تاب نہ لا کر اپنے ہی خنجر سے خودکشی کر لی تھی اور اس طرح نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس کے بارے میں صحیح نکلا۔

غزوۂ خیبر میں ایک ایسے ہی واقعے کا ذکر کیا گیا ہے جس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ آگے چل کر حسب موقع بیان کریں گے۔ (مؤلف)

ویسے امام احمدؒ نے فرمایا کہ ان سے عبدالرزاق اور معمر نے زہری' مسیب اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے جنہوں نے غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی بیان کیا کہ وہاں بھی قزمان جیسا ایک شخص تھا جسے مسلمان ہونے کا دعویٰ تھا اور اس نے لڑائی میں بھی بڑی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں بھی یہی فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اور جب وہ زخمی ہو کر میدان جنگ سے لوٹا تو بظاہر اس کے زخم مہلک نہیں تھے لیکن انہی معمولی زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کر لی تھی۔ جب اس کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی گئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ اکبر' میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''الی النار'' یعنی یہ شخص دوزخ میں جائے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دیں کہ:

''مسلمان ہوئے بغیر کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا' ویسے اہل ایمان (کی تعداد) میں اضافے کے لیے اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر لوگوں کو بھی ان میں ملا دیتا ہے''۔

یہاں غزوۂ خیبر کے حوالے سے جیسا کہ صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں عبدالرزاق کی زبانی ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے' یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہاں جنگ کے موقع پر ایک یہودی نے خیبر کے دوسرے یہودیوں سے کہا تھا:

''میں محمد کی طرف سے لڑائی میں حصہ لوں گا''۔

اس پر یہودی بولے تھے:

''آج تو سنیچر کا دن ہے' کیا تو سنیچر کے دن بھی لڑائی میں حصہ لے گا؟''۔

اس کے جواب میں اس نے کہا تھا:

''تمہارا کوئی سنیچر نہیں ہے' ویسے محمد (ﷺ) کو اختیار ہے کہ وہ چاہیں تو آج جنگ کریں اور نہ چاہیں تو نہ کریں''۔

پھر اپنے قول کے مطابق وہ پہلے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور پھر مسلمانوں کے دوش بدوش یہودیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو گیا تھا۔ مذکورہ بالا راویوں نے بیان کیا ہے کہ اس یہودی کا نام مخریق تھا اور وہ بنی ثعلبہ بن غیطون کا ایک فرد تھا۔ جب اس کے قتل کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

''مخریق یہودیوں میں بھلا آدمی تھا''۔

بہرحال مذکورہ بالا راویوں کے بقول فتح خیبر کے بعد مخریق کا مال مسلمانوں میں بطور مال غنیمت تقسیم کرنے کے بجائے

Marfat.com

مدینے لایا گیا تھا اور وہاں ایک وقف قائم کیا گیا تھا جو محمد بن کعب قرظی کے بیان کے مطابق اسلام میں پہلا وقف تھا۔

اسی طرح ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حصین بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن سعد بن معاذ نے ابی سفیان کے غلام ابن ابی احمد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک اور شخص تھا جو نہ کبھی نماز میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوا تھا نہ اس کے کسی طرز عمل سے اس کا مسلمان ہونا ظاہر ہوتا تھا' لیکن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسے لوگ مرنے کے بعد جنتی کہتے تھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ اس شخص کو نہیں پہچانتے تھے اس لیے انہوں نے کسی سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی یہودی تھا اور اس کا نام اصیرم بنی عبدالاشہل عمرو بن ثابت ابن وقش تھا۔ حصین نے لوگوں کے اسے جنتی بتانے پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے محمود بن اسد سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اصیرم غزوۂ بدر سے قبل ہی اسلام کی طرف راغب تھا اور پھر جب جنگِ بدر شروع ہوئی تو وہ بھی پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہو گیا۔

حصین محمود بن اسد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اصیرم مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے خلاف خیبر میں بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اور زخم پر زخم کھا رہا تھا تو اچانک کسی یہودی جنگجو نے اس کے سامنے آ کر کہا:

''اصیرم! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو اپنی ہی قوم سے لڑ رہا ہے' کیا تو مسلمان ہو گیا ہے؟''

اس سوال پر اصیرم نے برجستہ جواب دیا:

''ہاں میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب یہاں میرا حال جو ہو سو ہو اور میرا حشر جو بھی ہو دیکھا جائے گا''۔

یہ تو کہیں نہیں بتایا گیا کہ اصیرم کی وفات مسلمانوں میں ہوئی تھی یا یہودیوں کے پاس جا کر لیکن جب اس کی موت کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے اور یہی بات پھر مشہور ہو گئی تھی۔

غزوۂ احد کے موقع پر اسی قسم کے ایک اور واقعے کا ذکر کرتے ہوئے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے ان کے والد نے بنی سلمہ کے کچھ شیوخ کے حوالے سے بیان کیا کہ مدینے میں ایک شخص عمرو بن جموح کے ایک پاؤں میں اس قدر لنگ تھا کہ وہ لنگڑا کر بھی مشکل سے چل سکتا تھا لیکن چونکہ وہ غزوۂ احد میں شرکت پر مصر تھا اس لیے اس کے چاروں بیٹوں نے اسے یہ کہہ کر محبوس کر دیا تھا کہ معذوروں پر جہاد میں شرکت لازمی نہیں ہے لیکن اس نے اصرار کیا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا جائے اور اگر آپؐ اسے اس جہاد میں شرکت سے منع فرما دیں گے تو پھر وہ آپؐ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اس جہاد میں شرکت پر اصرار نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا اور آپؐ نے بھی اس سے یہی فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت تم ایسے معذوروں پر جہاد میں شرکت لازمی نہیں ہے''۔

تاہم اس نے آپؐ سے عاجزانہ عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ مجھے اس معذوری کے باوجود جنت کے حق سے کیوں محروم فرماتے ہیں؟''۔

اس کی زبان سے یہ کلمات سن کر آپؐ نے اس کے بیٹوں سے فرمایا:

Marfat.com

''تمہیں اس کو روکنے کا بھلا کیا حق ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اسے رتبہ شہادت سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے؟''۔
چنانچہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد وہ غزوۂ احد میں شریک ہوا اور شہادت پائی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب ہند بنت عتبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ اپنے خدم وحشم کے ساتھ وحشیوں کی طرح دوڑتی ہوئی ان کی شہادت گاہ تک چلی آئی اور ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور اسے چبا کر نگلنا چاہتی تھی لیکن جب وہ اس سے نگلا نہ گیا تو اس نے اسے چبا کر تھوک دیا۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ خود وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ ان کا سینہ چاک کر کے نکالا تھا اور اسے ہند کے پاس لے گیا تھا تو پہلے اس نے اسے چبا کر نگلنے کی کوشش کی تھی لیکن جب اس سے نگلا نہ گیا تو اس نے اسے چبا کر تھوک دیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ کچھ مسلمانوں کی اپنی غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے جب قریش کو پسپا ہوتے ہوئے بھی پلٹ کر اس پہاڑی کے نیچے تک آنے کا موقع مل گیا تھا جس کے اوپر نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اور ابوسفیان نے یہ افواہ سنی تھی کہ (خدانخواستہ) آنحضرت ﷺ کو قتل کر دیا گیا ہے تو اس نے نیچے ہی سے پکار کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''اے عمر بن خطابؓ! تم نے دیکھا کہ ہمارا معبود ہبل کتنا عظیم ہے' اس نے ہمارے ہاتھوں آخر محمد (ﷺ) کو قتل کرا دیا''۔

ابوسفیان کی یہ لاف زنی سن کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ابوسفیان سے کہہ دیا جائے کہ:

''اللہ کا رسول (ﷺ) یہاں موجود ہے اور عظیم ترین ذات اس خدائے واحد کی ہے جس کا کوئی شریک نہیں''۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کے مطابق ابوسفیان کو یہ جواب دیا تو وہ شرمندہ ہو کر بولا:

''اچھی بات ہے' یہاں نہ سہی ہم بدر کا بدلہ تم لوگوں سے کہیں نہ کہیں ضرور لیں گے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے اسے جواب دیا:

''ہم تم سے ہر جگہ مقابلے کے لیے تیار ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر ابوسفیان اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور لشکر قریش کو چار و ناچار مکے کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

غزوۂ اُحد میں نبی کریم ﷺ کی دعائیں

امام احمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ انہیں مروان بن معاویہ الفراری اور عبدالواحد بن ایمن مکی نے ابن رفاعہ زرقی اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ (ﷺ) غزوۂ احد کے روز طلوع سحر سے لے کر آخر وقت تک اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور اس سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت وسلامتی کی دعائیں فرماتے رہے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' جب آپؐ ایک دشمن اسلام کے پتھر لگنے سے شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے اور آپؐ کے چار دندان مبارک شہید ہونے کے علاوہ آپؐ کے خود کی دو کڑیاں آپؐ کے رخسار مبارک میں پیوست ہو کر اندرونی استخوان میں جا بیٹھی تھیں جنہیں آپؐ کے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے مل کر وہاں سے باہر نکالا تھا اور اس وقت اس زخم کے خون نے آپؐ کے پورے چہرہ مبارک کو تر کر دیا تھا اور اس کے علاوہ آپؐ کے نیچے کے مسوڑھوں سے بھی مسلسل خون جاری تھا اس وقت بھی آپؐ کے شگاف یافتہ لبہائے مبارک پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا' اس کا شکر ہی تھا اور آخر میں آپؐ نے صرف اتنا فرمایا تھا:

''یا اللہ! یہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے''۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رحمتِ عالم (ﷺ) کو ایسی حالت میں بھی نہ صرف عربی قوم بلکہ اس کے حوالے سے تمام بنی نوع انسان کی فلاح کی فکر لاحق تھی اور آپؐ اللہ تعالیٰ سے اس کی اصلاح اور فلاح وبہبود کے متمنی تھے۔

Marfat.com

فصل:

شہداء ومجروحین اُحد کی تلاش

ابن اسحٰق غزوۂ احد کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی صعصعہ الازنی بنی نجار کے بھائی نے بیان کیا کہ غزوۂ احد کے اختتام کے فوراً بعد آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا کہ میدانِ جنگ میں جا کر یہ معلوم کر کے کون آئے گا کہ سعد ابن ربیع زخمیوں میں ہیں یا شہید ہو گئے؟ آپؐ کے اس سوال کے جواب میں انصار میں سے ایک شخص اٹھ کر بولا: ''حضورؐ! یہ کام میں کروں گا''۔ چنانچہ وہ شخص جب میدانِ جنگ میں گیا تو اس نے دیکھا کہ سعد بن ربیع سخت زخمی حالت میں ہیں اور ان میں زندگی کی معمولی سی رمق باقی ہے۔ اس شخص نے سعد بن ربیع سے ان کے قریب جھک کر ان سے وہی کہہ دیا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا تھا۔ اس سے یہ سن کر ابن ربیع بولے:

''تم دیکھ رہے ہو کہ میں اب اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کرنے والا ہوں لہٰذا تم حضور نبی کریم ﷺ سے میرے سلام کے بعد عرض کر دینا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ان کی امت کی خیر خواہی کی وہی جزا دے جس کا ایک نبی اس کے لیے مستحق ہوتا ہے۔ تم اپنی قوم یعنی سب مسلمانوں سے بھی میرا اسلام کہنا اور انہیں میرا یہ پیغام دینا کہ اگر ان میں سے کسی نے اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اخلاص ووفاداری میں ذرا بھی کمی کی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا''۔

اتنا کہہ کر ابن ربیع رضی اللہ عنہ کی سانس اکھڑ گئی اور ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد اس شخص نے آنحضرت ﷺ اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے پاس واپس آ کر وہ تمام باتیں دہرا دیں جو اس نے سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہ کی زبان سے ان کے آخری وقت سنی تھیں۔

محمد بن عمر واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے جس شخص کو سعد ابن ربیع رضی اللہ عنہ کی بابت خبر لانے کے لیے بھیجا تھا وہ محمد بن سلمہ تھے۔ انہوں نے میدانِ جنگ میں جا کر انہیں زخمی حالت میں ڈھونڈ نکالا تھا لیکن دوبار آواز دینے کے بعد بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن جب انہوں نے ان سے کسی قدر بلند آواز میں یہ کہا کہ انہیں حضورؐ نے ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے تو انہوں نے بڑی کمزور آواز میں آہستہ آہستہ وہی کہا تھا جس کا پہلے ذکر آ چکا ہے۔

متعدد مستند روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ احد کے اختتام کے بعد آنحضرت ﷺ نے پورے میدانِ جنگ کا بہ نفس نفیس ایک چکر لگا کر شہداء کو دیکھا تھا اور ان کے حق میں کلمات تحسین کے بعد دعا فرمائی تھی اور انہی شہدائے احد کے بارے میں مسلمانوں کی ہدایت پر مشتمل یہ آیت نازل ہوئی تھی:

﴿ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾

ابن اسحٰق اس آیت کے بارے میں بریدہ بن سفیان بن عروہ اسلمی اور محمد بن کعب کے حوالے سے کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا تھا اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے انتہائی صبر وتحمل کا ثبوت دیا اور دشمن کی لاشوں کو جیسا کہ عرب میں دستور تھا مثلہ کرنے کی بھی مسلمانوں کو ممانعت فرما دی تھی''۔

یہ آیت مکی ہے لہٰذا سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے واقعہ اُحد سے کس طرح مربوط کیا جا سکتا ہے۔ (مؤلف)

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر آ کر ٹھہرے تو اسے دیکھ کر آپؐ نے (بچشم تر) فرمایا کہ:

''ایسی مصیبت جیسی حمزہ (رضی اللہ عنہ) پر پڑی دنیا میں کسی پر نہ پڑی ہوگی''۔

آپ کو اتنا غصہ کسی اور کی لاش دیکھ کر نہیں آیا جس قدر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھ کر آیا' تاہم آپؐ نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام نے ابھی مجھے آ کر بتایا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) ساتویں آسمان پر ''حمزہ بن عبدالمطلب اسد اللہ' اسد الرسول'' لکھ دیا گیا ہے''۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حمزہ رضی اللہ عنہ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔ ان دونوں کو ابی لہب کی کنیز ثوبیہ نے (ایک ساتھ) تین مہینے دودھ پلایا تھا۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کی نماز جنازہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے متعدد اشخاص نے مقسم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دُھوپ سے سائے میں منگوا کر سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح آپؐ نے دیگر شہدائے احد میں سے ہر شہید کی نماز جنازہ یکے بعد دیگرے پڑھائی اور یوں آپؐ نے الگ الگ لیکن مجموعی بہتر نمازیں پڑھائیں۔

میرے نزدیک یہ روایت غریب اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (مؤلف)

سہیلی کہتے ہیں کہ یہ بات علمائے امصار میں سے کسی فرد واحد نے نہیں بتائی۔ بہرکیف غزوۂ احد کا ذکر کرتے ہوئے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عفانؒ، حمادؒ اور عطاء بن سائب نے شعبیؒ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اس جنگ میں خواتین مجاہدین اسلام کے پیچھے پیچھے لیکن جہاں تک ہوسکا ان کے قریب رہیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی اور حسبِ ضرورت بلا امتیاز ان کی مرہم پٹی بھی کرتی رہیں کیونکہ اس وقت انہیں دنیا اور دنیاوی رشتوں کا مطلق خیال نہیں تھا اور مندرجہ ذیل آیت میں اللہ جل شانہٗ نے مخلص مجاہدین اسلام اور ان مسلمانوں کے علاوہ جو غفلت اور حکم رسول کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے تھے، کے (غالباً) انہی بے لوث خواتین کا ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْآخِرَةَ ..... الخ ﴾

احد میں جو لوگ حکم رسولؐ کے حکم کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے تھے اور جن کی لغزش سے مسلمانوں کی فتح عارضی طور پر بظاہر شکست میں بدل گئی تھی ان میں سے سات انصار اور دو مہاجر تھے اور ساتوں انصار کفار کے ہاتھوں قتل ہوگئے تھے۔ شاید اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا کہ جن لوگوں کو دشمن کی یلغار روکنے کے لیے تیر اندازی پر مقرر کیا گیا تھا اگر انصار مہاجرین میں سے ان کی تعداد مساوی ہوتی تو بہتر تھا۔

ابوسفیان نے جو کچھ کہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم رضی اللہ عنہم کے حکم سے اسے جو جوابات دیئے تھے اس کا ذکر پہلے آچکا ہے لیکن بعض دوسری مستند روایات سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے یہ بھی کہا تھا کہ:

''ذرا حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی لاش پر تو نظر ڈالو' ہند بنتِ عتبہ نے اس کا کلیجہ نکال کر چبایا لیکن افسوس کہ وہ اسے نگل نہ سکی''۔

اس جواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپؐ ہی کے الفاظ میں یہ دیا تھا:

''ہند حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ اس لیے نہ نگل سکی کہ اس کے جسم کے ساتھ حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کوئی حصہ اللہ تعالیٰ کو آتش دوزخ میں جلانا منظور نہیں تھا''۔

Marfat.com

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے احد کے جنازوں پر الگ الگ ستر نمازیں پڑھی جانے کی وجہ بعض باخبر لوگوں نے یہ بیان کی ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ساتھ باقی دوسرے شہداء کی لاشیں ایک جگہ اکٹھی کر دی گئیں تو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش الگ کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اسے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ پھر اسی طرح ہر شہید کی لاش یکے بعد دیگرے الگ کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھائی جاتی رہی اور ان میں سے ہر ایک کو دوبارہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے برابر ایک قطار میں رکھا جاتا رہا اور اس طرح ان لاشوں پر جن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش بھی شامل تھی جنازے کی نمازوں کی مجموعی تعداد ستر ہوگئی تھی۔ بخاریؒ نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے۔ جس روایت کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ سب نے ملتے جلتے الفاظ میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ احد میں جتنی مسلمان عورتیں موجود تھیں وہ سب اپنے اپنے قریبی عزیزوں کی لاشوں کو دیکھ کر سوگوار ہو جاتی تھیں یا گریہ زاری کرنے لگتی تھیں۔ انہی عورتوں میں صفیہ بنت عبدالمطلب بھی تھیں جو اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کی حالت دیکھ کر پہلے فطرۃً زار و قطار رونے لگی تھیں لیکن انہوں نے بھی اسے ''رضائے الٰہی'' کہہ کر بڑے صبر کا ثبوت دیا تھا۔ تاہم عمرو بن جموح کی بیوی کے صبر و استقامت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی تاریخ اسلام میں بہت کم نظیر ملتی ہے۔ اسے یکے بعد دیگرے اس کے باپ، بھائی اور خاوند کی شہادت کی خبر دی گئی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے انہیں سنا ہی نہ ہو۔ وہ قدم قدم پر ہر شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کی سلامتی کے بارے میں پوچھتی تھی اور جب اسے ان سب نے ایک ہی جواب دیا کہ خدا کے فضل و کرم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سلامت ہیں تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر جب وہ اس جگہ پہنچی جہاں اس کے باپ، بھائی اور خاوند کی لاشیں پڑی تھیں تو اس کی آنکھوں میں فطرۃً آنسو امڈ آئے لیکن وہ فوراً ہی سنبھل کر بولی:

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ تینوں خدا کی راہ میں اس کے دین اسلام اور اس کے رسول پر بشوق قربان ہو گئے''۔

غزوۂ احد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مسجد میں منبر سے حاضرین کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا کہ آپ کو لشکر قریش کے مقابلے میں فدایانِ اسلام کی تعداد حد سے زیادہ کم ہونے کے باوجود ان کے اتنی تعداد میں شہید ہونے کا فطری طور پر افسوس ضرور ہوا لیکن اس سے زیادہ اس کی خوشی ہوئی کہ ان سب نے فرداً فرداً خدا کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے آخرت کمائی اور اس کے نزدیک بلاشبہ سرخرو ہو گئے''۔ (حدیث کا مفہومی ترجمہ)

یاد رہے کہ اکثر مستند روایات کے مطابق شہدائے احد کو ان کے زخموں سے چور چور جسموں کی وجہ سے بغیر غسل دیئے دو دو تین تین کر کے ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا اور ان میں سے اکثر کو ایک ہی کفن دیا گیا تھا اور زندہ بچ جانے والے مجاہدین اسلام کو یہ کہتے سنا گیا تھا کہ ''کاش ان شہداء کی جگہ ہم ہوتے''۔ شہیدوں کے زخموں سے چور چور جسموں کو دیکھ کر وہ کہتے تھے کہ:

''اللہ کی راہ میں ان جان دینے والوں کے یہ زخم تر و تازہ گلاب کے پھولوں کی طرح مہکیں گے بلکہ ان سے مشک کی خوشبو آئے گی''۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کیونکہ جیسا بعض مستند روایات سے معلوم ہوا ان شہیدوں کے مقابر پر ان کا کوئی عزیز فاتحہ کے لیے جب بھی گیا

Marfat.com

اسے بلا استثناء ہر قبر سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی محسوس ہوئی۔

جیسا کہ ابن ماجہ نے محمد بن یحییٰ، اسحاق بن محمد الفروی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن جحش اوران کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ان کے بھائی کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں تو وہ بولیں: ''اللہ اس پر رحم فرمائے'' اور پھر ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ کہہ کر خاموش ہو گئیں لیکن انہیں جب ان کے شوہر کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ پہلے تو دم بخود رہ گئیں اور پھر آبدیدہ ہو گئیں پھر جب اس کا ذکر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ عورت کی نظر میں اس کے شوہر سے عزیز تر دنیا کی کوئی شے نہیں ہوتی۔



Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی احد سے مدینے کو واپسی

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ (ﷺ) غزوۂ احد سے فراغت کے بعد مدینے کی طرف واپس روانہ ہوئے تو آپ کو راستے میں مکے سے آتا ہوا ایک شخص ملا۔ آپؐ نے اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھی ایک جگہ پڑاؤ ڈالے ملے تھے جہاں اس نے ابوسفیان کو اپنے ساتھیوں سے کہتے سنا کہ جو جان و مال وہ احد میں لٹا آئے ہیں اس پر افسوس نہ کریں نہ مایوس و بد دل ہوں کیونکہ قوم کی شوکت اور ولولہ ابھی ان میں باقی ہے' اس لیے عزوہ مسلمانوں سے مقابلے کے لیے ایک بار پھر تیاری کریں اور اب کے انہیں نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ اس شخص کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں میں جانے کا ارادہ فرمایا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم دیا۔ عبداللہ ابن ابی نے کہا کہ اس مہم میں وہ بھی آپؐ کے ہمرکاب ہوگا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ قریش کے تعاقب میں صرف جنگ میں آزمودہ کار لوگ جائیں گے۔

محمد بن اسحٰق اپنی کتاب مغازیہ میں لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد نصف ماہ شوال گزرنے کے بعد وقوع پذیر ہوا تھا اور اس دن سنیچر کا روز تھا اور اگلے روز یک شنبہ تھا اور اسی روز آپؐ نے اپنے منتخب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ابوسفیان کے تعاقب کا ارادہ فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب ہر طرح تیاری کے بعد آنحضرت ﷺ کے معلن نے آپ کی اجازت سے آپ کی اور آپؐ کے منتخب صحابہ رضی اللہ عنہم کی روانگی کا اعلان کیا تو بنی عبدالاشہل کے ایک شخص نے کہا کہ وہ اور اس کا بھائی گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شریک تھے لیکن آج شدید زخموں کی حالت میں مدینے واپس جا رہے ہیں:

''تاہم اگر ہم کسی سواری پر سوار ہونے کے قابل ہوتے تو نبی کریم ﷺ ہمارے جذبہ جہاد کے پیش نظر ممکن تھا کہ ہمیں بھی اس مہم میں شرکت کی اجازت دے دیتے''۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے ہمراہیوں نے جہاں تک ہو سکا ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا حتیٰ کہ آپؐ حمراء الاسد تک جا پہنچے جہاں سے ایک قریبی راستہ مدینے کو جاتا تھا اور مدینہ وہاں سے صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا لیکن اس وقت تک ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکے کی طرف بہت دور جا چکا تھا۔ اس لیے آپؐ نے حمراء الاسد میں دوشنبہ' سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو قیام فرمایا اور اگلے روز مدینے کی طرف روانہ ہو گئے جہاں آپؐ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرما آئے تھے۔

Marfat.com

واقعہ اُحد پر شعرائے عرب کا سرمایہ شعری

واقعہ احد پر عرب کے مسلم وغیر مسلم دونوں شعراء نے کثرت سے شعر کہے ہیں۔ مسلم شعراء نے اس سلسلے میں جو اشعار کہے ہیں وہ دراصل عرب کے ان مشہور ومعروف شعراء کے جواب میں کہے گئے ہیں جنہیں عہد جاہلیت سے اپنے فن شعر گوئی پر ناز تھا اور ان کے ان اشعار میں بھی ہر جگہ اسی فخر ومباہات کا پرتو نمایاں ہے لیکن مسلم شعراء نے ان کے جواب میں جو اشعار کہے ہیں وہ بھی فنی لحاظ سے غیر مسلم شعراء کے اشعار سے کمتر نہیں کہے جاسکتے۔ ویسے آخر الذکر شعراء نے اپنے دینی جذبات کے اظہار میں ہر جگہ مبالغہ آرائی اور لایعنی لاف وگزاف سے دامن بچایا ہے اور صرف واقعہ نگاری پر اکتفا کیا ہے۔ یہاں یہ کہنا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ عرب کی رجزیہ شاعری کا دنیائے ادب میں آج تک جواب نہیں مل سکا نہ اس کی آئندہ کبھی امید ہے۔ یہ سطور قلمبند کرنے سے ہمارا مقصد موازنہ شعر وشاعری نہیں ہے بلکہ واقعہ احد کے سلسلے میں اس کے اس پہلو کو بھی تاریخی ریکارڈ پر لانا مقصود ہے۔

مؤرخین نے مسلم وغیر مسلم شعرائے عرب کے محولہ بالا اشعار کے اقتباسات بالترتیب اپنی اپنی تاریخی کتب میں دیئے ہیں جنہیں پیش کرنے سے بخوف طوالت گریز کیا گیا ہے۔

Marfat.com

فصل:

سال سوم ہجری میں واقعہ اُحد اور دیگر واقعات کا خلاصہ

ہم پچھلے صفحات میں سال سوم ہجری کے تحت دیگر غزوات واحادث اور مہمات کے علاوہ غزوۂ اُحد کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے بیان کر چکے ہیں کہ غزوۂ احد پندرہ ماہ شوال کو وقوع پذیر ہوا تھا۔ اسی تاریخ کو ابو یعلی جنہیں ابو عمارہ بھی کہا جاتا تھا' آنحضرت ﷺ کے چچا حمزہ بن عبدالمطلب جنہیں حدیث نبوی کی رو سے اللہ تعالیٰ نے شیر خدا اور شیر رسول ملقب کیا تھا اور وہ حضور نبی کریم (ﷺ) کے رضاعی بھائی بھی تھے اور ان دونوں کے علاوہ ابو سلمہ بن عبدالاسد نے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی بھی تھے اور ان دونوں کو ابولہب کی کنیز ثوبیہ نے جیسا کہ ایک حدیث نبوی سے ثابت ہو چکا ہے تین مہینے تک ایک ساتھ دودھ پلایا تھا شہید ہوئے تھے۔ واضح رہے کہ تینوں حضرات باطل کے لیے برق خاطف' بڑے صداقت پرور اور عرب کے بہادر ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ غزوۂ احد میں شہادت کے روز ان کی عمریں پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھیں۔

اسی سال آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ان کی بہن رقیہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد تو ربیع الاوّل ہی میں ہو چکا تھا لیکن ان کی رخصتی ماہ جمادی الآخر میں ہوئی۔

ابن جریرؒ نے بیان کیا ہے کہ سال سوم ہجری ہی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسولؐ کے بطن سے تولد ہوئے تھے اور اسی سال ان کے دوسرے بھائی حسین صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوئے تھے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سال چہارم ہجری کے واقعات

اس سال یعنی سال چہارم ہجری ماہِ محرم میں آنحضرت ﷺ نے ابی سلمہ بن عبدالاسد ابی طلحہ اسدی کو بنی اسد کی مہم پر روانہ فرمایا تھا اور انہیں علم دے کر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر یہ قبیلہ سرکشی چھوڑ کر اسلام قبول کر لے تو فبہا ورنہ ان کی متابعت کے لیے ان سے جنگ کی جائے اور ان کے لوٹے ہوئے مال کو مال غنیمت سمجھا جائے۔

واقدی متعدد حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابوسلمہ غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے تھے اور انہوں نے ماہ شوال سال سوم ہجری سے ماہ محرم سال چہارم ہجری تک سارا وقت علاج ومعالجہ میں گزرا تھا لیکن جب ماہ محرم میں آنحضرت ﷺ نے بنی اسد کی مہم پر روانگی کا حکم دیا تو وہ آپؐ کے حکم کی تعمیل کے لیے فوراً تیار ہو گئے اور ڈیڑھ سو ساتھیوں کے ساتھ قطن تک جو بنی اسد کا آبی مستقر تھا جا پہنچے۔ ابوسلمہ کی مدینے سے روانگی سے پہلے ہی خویلد کے دونوں بیٹوں طلیحہ اسدی اور سلمہ نے قبیلہ بنی اسد کے نوجوانوں کو جمع کر کے انہیں نبی کریم ﷺ کی فرستادہ جماعت سے مقابلے کے لیے مسلح کر دیا تھا لیکن حسن اتفاق سے انہی دنوں بنی اسد ہی کے ایک شخص نے مدینے آ کر اس کی اطلاع آپ کو دے دی تھی اور ابوسلمہ کی مذکورہ بالا مہم کی اصل وجہ یہی تھی لیکن ابوسلمہ اور ان کی سرکردگی میں مسلمانوں کی جو جماعت بھیجی گئی تھی اس کے قطن کے قریب پہنچنے کی خبر سنتے ہی طلیحہ' اس کا بھائی سلمہ اور ان کے ساتھی اپنا سارا مال اسباب چھوڑ کر وہاں سے فرار ہونے لگے تھے۔ تاہم ابوسلمہ اور ان کے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر نہ صرف ان کے سامان پر قبضہ کیا بلکہ ان کے تین ممالیک (سردار) گرفتار کر لیے اور مدینے کی طرف پلٹے۔ ابوسلمہ نے اس مہم میں ہاتھ آئے ہوئے مال غنیمت میں سے آنحضرت ﷺ کے لیے ایک غلام اور خمس علیحدہ کر کے باقی اپنے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں برابر تقسیم کر دیا تھا۔ بنی اسد کے اس شخص کو جس نے اس قبیلے کی بغاوت اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جنگی تیاریوں کی خبر نبی کریم ﷺ کو مدینے میں پہنچائی تھی مال غنیمت میں سے سب سے زیادہ حصہ دیا گیا۔

عمر بن عثمان متعدد حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسد کی مہم پر آنحضرت ﷺ نے جس شخص کو بھیجا تھا وہ ابواسامہ جشمی تھے جو غزوۂ احد میں شدید زخمی ہو گئے تھے اور مدینے میں ایک جراح کے زیر علاج تھے لیکن جب نبی کریم ﷺ نے مذکورہ بالا مہم کے لیے انہیں منتخب فرمایا تو وہ اس کے لیے فوراً تیار ہو گئے لیکن جب اس مہم کے سلسلے میں دس روز مدینے سے باہر رہ کر جب واپس پہنچے تو بدقسمتی سے ان کے وہ زخم جو مندمل ہو گئے تھے اچانک پھر عود کر آئے اور کافی علاج معالجے کے باوجود وہ آخر کار ماہ

Marfat.com

جمادی الاوّل کے اختتام سے تین روز قبل وفات پا گئے۔

متعدد مشہور روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی بیوہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا آئندہ ماہ شوال میں عدت کے چار مہینے دس دن گزرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آ گئی تھیں۔ انہوں نے ماہ شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عقد کو شرعی لحاظ سے درست ٹھہرایا تھا۔ اس ضمن میں علمائے اسلام کے فتاویٰ پر ہم ان شاء اللہ آگے چل کر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ بیہقی کہتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ماہ ذیقعدہ میں ہوئی تھی اور اس وقت ان کی عمر انسٹھ برس ہو چکی تھی۔

Marfat.com

غزوۂ رجیع

واقدی کے بیان کے مطابق رجیع کی روداد صرف اتنی ہے کہ وہاں جو مکے اور عسفان کے درمیان اور مدینے سے صرف آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے قریش مکہ کے بعض حلیفوں نے جمع ہو کر مدینے کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بخت و پز شروع کر دی تھی اور جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مجاہدین اسلام کی ایک جماعت دے کر انہیں ان کی سرکوبی کے لیے وہاں روانہ فرمایا تھا اور وہ اس فتنے کو دبا کر وہاں سے کامیاب و کامران مدینے واپس آئے تھے لیکن اس مہم کے ضمن میں کچھ ایسے ذیلی واقعات بھی متعدد روایات کے ذریعہ سامنے آئے ہیں جو تاریخی لحاظ سے کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے یہاں انہیں بھی مختصر طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

متعدد حوالوں کے ساتھ بخاریؒ سے مروی ہے کہ جن لوگوں کے مقابلے کے لیے عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا وہ جگہ دراصل ''لحی'' کے نام سے مشہور تھی اور وہاں کے باشندوں کو مزاجاً بنولحی کہا جاتا تھا۔ وہاں املی کے درختوں کی ایک نرسری تھی جہاں سے ایک پودا مدینے لایا گیا تھا جہاں وہ تمر مدینہ کے نام سے مشہور ہوا اور بہت پھلا پھولا۔ اس سے قبل اہل مکہ املی کے نام سے واقف نہ تھے۔

عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ' عاصم بن عمر بن خطاب کے جد اعلیٰ تھے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے تھے جسے ''فدفد'' کہا جاتا تھا تو وہاں کے باشندوں نے ان سے کہا تھا کہ ان سے اہل مدینہ کا ایک معاہدہ ہو چکا ہے لہٰذا ان کی جاں بخشی کی جائے لیکن چونکہ انہیں اہل رجیع یا بنولحیان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف بغاوت کا مرتکب پایا گیا تھا لہٰذا عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ذمی نہیں ہیں اس لیے ان کی جاں بخشی نہیں کی جا سکتی۔ اس کے بعد ان کے سات آدمی جو سرکشی پر آمادہ تھے قتل کر دیئے گئے تھے اور ان لوگوں میں سے جو بھاگ کر نکل گئے تھے صرف خبیب اور زید رضی اللہ عنہما نامی دو آدمی بچے تھے۔ ان کے علاوہ ایک اور شخص بھی تھا جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ غلام تھا اور اسے مکے میں فروخت کیا گیا تھا۔ اسے خبیب رضی اللہ عنہ نے جو بنو حارث بن عامر بن نوفل میں سے تھا خریدا تھا۔ خود خبیب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا اس لیے اس کے یہ کہنے کے باوجود کہ وہ لوگ اہل مدینہ کے خلاف پہلی بار بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں اسے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو گرفتار کر کے مدینے لایا گیا تھا جہاں حارث کی بیٹیاں اس کے خون کی پیاسی ہو رہی تھیں۔ اسے موسیٰ کے سپرد کیا گیا تھا' جنہوں نے اسے قتل کر دیا تھا کیونکہ یہی حارث کی بیٹیوں کا مطالبہ تھا۔ قتل سے پہلے موسیٰ نے اس سے کہا تھا کہ:

''اب تو قتل ہونے سے ڈر رہا ہے لیکن تو حارث کو قتل کرتے وقت خدا سے نہیں ڈرتا تھا''۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے بیٹے عقبہ بن حارث اور اس کی بیٹیوں کے سپرد کیا گیا تھا اور اسے عقبہ بن حارث نے

Marfat.com

قتل کیا تھا۔ بتایا گیا ہے کہ خبیب رضی اللہ عنہ انگور کھایا کرتا تھا جن کا مکے میں آج تک وجود نہیں ہے۔ وہ کہتا تھا کہ انگور اسے کھانے کے لیے خدا دیتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قریش مکہ نے ہر قیمت پر خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش حاصل کرنا چاہی تھی۔

بخاریؒ متعدد حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ جسے خبیب رضی اللہ عنہ کے نام سے قتل کیا گیا وہ ابوسروعہ تھا جس کا نام عقبہ بن حارث تھا۔

بخاریؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابوسروعہ اور عقبہ بھائی بھائی تھے یا رضاعی بھائی تھے جن میں سے ایک مسلمان ہو گیا تھا۔

عاصم بن ثابت کی مہموں اور قتل خبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں دوسری بہت سی روایات ہیں جنہیں مکرر ہونے کی وجہ سے اور بخوف طوالت یہاں چھوڑ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کی مہم

واقدی متعدد ثقہ راویوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے ایک روز مکے میں کچھ لوگوں کو جمع کر کے یہ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینے کے بازاروں میں آزادانہ گھومتے پھرتے رہتے ہیں۔ کیا کوئی شخص مکے میں ایسا نہیں جو وہاں جا کر انہیں قتل کر دے؟ اس کے بعد ایک شخص رات کے وقت ابوسفیان کے مکان پر پہنچا اور اس سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی مہم وہ سر کرنے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اسے ضروری سامان فراہم کر دیا جائے۔ ابوسفیان نے اسے کافی رقم دی اور اس کی درخواست پر ایک اونٹ بھی اس کی سواری کے لیے دے کر اس سے کہا: تمہاری اس مہم کی ہماری طرف سے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں۔ اس شخص نے کہا کہ وہ اس کے بارے میں کسی اور کے سامنے منہ سے بھاپ بھی نہیں نکالے گا اور ابوسفیان کے پاس سے چلا آیا۔ پھر وہ اگلے دن منہ اندھیرے ہی اپنی اس مہم پر روانہ ہو گیا۔ وہ مکے سے روانہ ہو کر مختلف جگہوں پر ٹھہرتا ہوا چھٹے دن مدینے جا پہنچا اور اپنے اونٹ کی مہار پکڑ کر اِدھر اُدھر گھومنے لگا۔ چونکہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی' اس لیے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد بنی عبدالاشہل میں پہنچ کر اس نے کسی سے کہا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے' اسے بتایا جائے کہ آپؐ سے وہ کہاں مل سکتا ہے؟ اسے مسجد نبوی کا پتہ بتا دیا گیا اور اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ آپ مسجد میں اپنے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے گفتگو میں مصروف ہیں۔ اسے دیکھتے ہی آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ:

''اس شخص کے دل میں کھوٹ ہے لیکن میرے اور اس کے درمیان اللہ حائل ہے''۔

اسی وقت اس نے آگے آ کر کہا:

''آپ میں سے ابن عبدالمطلب کا بیٹا کون ہے؟''۔

اس کی زبان سے یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں ہوں''۔

یہ سن کر وہ آپ کی طرف بڑھا اور اس طرح جیسے وہ آپ کی قدم بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کی نیت تاڑ لی' وہ اس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پہلے ہی سن چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے جھپٹ کر اس کے اس ہاتھ کو پکڑا جو وہ جھک کر اپنے پاجامے کے نیفے کی طرف بڑھا رہا تھا' اور جب اس کا وہ ہاتھ باہر نکلا تو واقعی اس میں ایک خنجر چمک رہا تھا۔ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر اسے اچھی طرح جکڑ لیا' پھر بولے:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ نے درست فرمایا تھا' یہ آپ کا بدترین دشمن ہے۔ اس لیے اسے قتل کر دینا مناسب ہو گا بلکہ ضروری ہے''۔

Marfat.com

تاہم آپؐ نے اسے اپنے سامنے بٹھانے کا حکم دیا اور اس سے فرمایا:

''اگر تو نے سچ بات بتادی تو تجھے معاف کر دیا جائے گا ورنہ تو اپنے کیے کی سزا پائے گا''۔

آپ کی زبان صداقت ترجمان سے یہ سن کر اس نے ساری بات اُگل دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے اس قبیح کام یعنی آپؐ کے قتل کے لیے ابوسفیان نے بھیجا تھا اور کامیابی پر اس سے منہ مانگے معاوضے کے علاوہ اور بھی انعام واکرام کا وعدہ کیا تھا۔ آپؐ نے اس کی یہ ساری باتیں سن کر اسے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہی کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ اسے رات بھر قید میں رکھا جائے اور صبح کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے۔ جب اسے آپؐ کے حکم کے مطابق آپ کے سامنے حاضر کیا تو آپؐ نے اس سے فرمایا:

''اب تو آزاد ہے جہاں چاہے جا سکتا ہے لیکن اس سے بہتر ایک اور بات بھی ہے''۔

اس نے پوچھا: ''وہ کیا؟''

آپؐ نے فرمایا:

''وہ بات یہ ہے کہ تو اپنی زبان سے کہے اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد الرسول اللہ''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ سنتے ہی اس نے یہ کلمہ پڑھا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ پھر بولا:

''واقعی یا رسول اللہ (ﷺ) آپؐ اعلیٰ ترین سیرت وکردار کا بہترین نمونہ ہیں آپؐ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور درحقیقت آپؐ حق پر ہیں اور آپ کا دین بھی دین حق ہے جب کہ ابوسفیان بداعمالوں کا بدترین نمونہ اور شیطانی گروہ میں سے ایک ہے۔ میری کم عقلی نے مجھے غلط راستے پر ڈال دیا تھا اس لیے میں انسان انسان میں فرق نہ کر سکا''۔

اس شخص کی یہ باتیں سن کر نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور اسے جانے کی اجازت دے دی جس کے بعد اس کا کچھ ذکر سننے میں نہیں آیا۔ اس کے بعد آپؐ نے عمرو بن امیہ ضمری اور سلمہ ابن اسلم بن حریش کو حکم دیا کہ وہ مکے جا کر ابوسفیان کی تلاش میں رہیں اور اگر وہ غرور وتکبر کا اظہار کرے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو اسے فوراً قتل کر دیں۔

عمرو بن امیہ ضمری کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل میں وہ اور ان کے ساتھ سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ اسی روز مکے کی طرف روانہ ہو گئے اور جب وہ کئی دن کے سفر کے بعد ایک روز صبح کے وقت مکے میں داخل ہوئے تو سلمہ رضی اللہ عنہ بولے کہ کیوں نہ وہ دونوں پہلے بیت اللہ کی طرف جائیں اور اس کا طواف کر کے دو رکعت نماز ادا کر لیں لیکن انہوں نے سلمہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ:

''اہل مکہ ظلم وشقاوت کے پتلے ہیں اگر انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تو وہ ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے کیونکہ وہ کسی منہ زور ابلق گھوڑے سے کم نہیں ہیں''۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ مکے میں داخل ہونے کے بعد کچھ ہی دور آگے گئے ہوں گے کہ انہیں امیہ بن ابوسفیان ملا جو زمانہ جاہلیت میں ان کا بڑا قریبی دوست تھا۔ اس نے انہیں دیکھ کر حیرت سے پوچھا:

''عمرو! تم یہاں کہاں؟''۔

وہ بولے

Marfat.com

''میں اور میرا یہ ساتھی اپنے کچھ عزیزوں سے ملنے آئے ہیں''۔

ان کے اس جواب پر امیہ بن سفیان ''اچھا'' کہہ کر آگے بڑھا ہی تھا کہ انہوں نے سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

''آؤ یہاں سے بھاگ چلیں کیونکہ میرے مسلمان ہونے کے بعد مجھے امیہ سے کسی بھلائی کی امید نہیں اور ویسے بھی ہم تو اس کے باپ کو قتل کرنے آئے ہیں' وہ یہاں ہماری آمد کی خبر سارے شہر میں پھیلا دے گا اور پھر اس کا جو نتیجہ ہوگا اسے تم سمجھ ہی سکتے ہو''۔

چنانچہ جیسا کہ عمرو بن ضمیہ ضمری نے بیان کیا' وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے مکے سے باہر نکل کر قریب کے پہاڑی علاقے میں ایک پہاڑ کے غار میں جا چھپے لیکن ہوا وہی جس کا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اندیشہ تھا یعنی امیہ بن سفیان کی زبانی مکے میں ان کی آمد کی خبر سن کر مکے کے بہت سے بد باطن اور دشمن اسلام اشخاص ان کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھیل گئے۔ وہ اس پہاڑی علاقے تک بھی آئے بلکہ جس غار میں یہ دونوں چھپے ہوئے اس کے اندر جھانک کر بھی دیکھا لیکن اللہ تعالیٰ نے یقیناً انہیں وقتی طور پر اندھا بنا دیا تھا کہ یہ دونوں انہیں نظر نہ آئے اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ ''کمبخت بچ کر نکل گئے''۔ شہر کی طرف واپس چلے گئے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اگلے دن علی الصباح اِدھر اُدھر چھپتے چھپاتے ابوسفیان کی تلاش میں پھر مکے میں داخل ہوئے کیونکہ وہ وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے لیکن سب سے پہلے جس شخص پر ان کی نظر پڑی وہ عثمان بن مالک بن عبیداللہ تیمی تھا' وہ اس وقت اپنے دروازے کے آگے گھوڑے کو چارہ ڈال رہا تھا۔ اس نے انہیں دیکھتے ہی شور مچانا چاہا لیکن عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی آگے بڑھ کر ایک ہاتھ اس کے منہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے سینے میں اپنا خنجر اتار دیا اور وہ دونوں پھر بھاگتے ہوئے مکے سے باہر نکلے اور اسی غار میں دوبارہ جا چھپے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عثمان بن مالک کو انہوں نے زمین پر تڑپتے چھوڑا تھا لیکن اس نے یقیناً مرتے مرتے بھی یقیناً کسی سے کہہ دیا ہوگا کہ اس کا یہ حال کس نے کیا ہے۔ چنانچہ حسب توقع اہل مکہ کی ایک ٹولی ان کی تلاش میں پھر اسی پہاڑی علاقے میں آ پہنچی جو مکے سے قریبی مقام پر چھپنے کی بہترین جگہ تھی اور ان میں سے کچھ لوگ اس غار کے کنارے تک بھی آ پہنچے جہاں یہ دونوں چھپے ہوئے تھے۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ساتھی سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ سے کہا: ''بالکل حرکت نہ کرنا''۔ اس کے بعد انہوں نے بیان کیا کہ ان کی اس احتیاط کے علاوہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی مرضی بھی یقیناً یہی تھی کہ وہ انہیں نظر نہ آئیں۔

عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان کا مکے میں مزید رکنا اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالنا تھا' اس لیے وہ دونوں رات ہوتے ہی مدینے کی طرف واپس چل پڑے اور وہاں پہنچ کر سارا ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیا۔

چونکہ اس مہم میں عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ ہی پیش پیش رہے تھے' اس لیے اس مہم کو ''عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کی مہم'' کہا جاتا ہے۔ (مؤلف)

ابن ہشام نے بھی یہ واقعہ واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ساتھی کا نام جبار بن صخر بتایا ہے۔

Marfat.com

بیئر معونہ کی مہم

بیئر معونہ کی مہم سال چہارم ہجری کے ماہ صفر میں وقوع پذیر ہوئی تھی لیکن اغرب مکحولؒ بتاتے ہیں کہ اس کا زمانہ وقوع غزوۂ خندق کے بعد ہے۔

بخاریؒ متعدد حوالوں کے ساتھ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ستر آدمیوں کی ایک جماعت جسے قراء یعنی قاریوں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا مدینے کے گردونواح میں اس وقت تک نازل شدہ قرآن کی تعلیم کے لیے بھیجی تھی لیکن جب وہ لوگ اس جگہ پہنچے تھے جسے بیئر معونہ کہا جاتا ہے تو بنی سلیم نے انہیں تعلیم القرآن سے روکا تھا اور جب انہوں نے کہا تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے حکم سے وہاں آئے ہیں تو ان دشمنان اسلام نے اس پوری جماعت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اغرب مکحولؒ بتاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان شہداء کے حق میں ایک مہینے تک صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھ کر دعا فرماتے رہے تھے۔ اسی قسم کی ایک روایت مسلمؒ، حماد بن سلمہؒ کی زبانی ثابت اور انس کے حوالے سے بیان کی ہے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ قبائل رعل وذاکوان وعصیہ بیئر معونہ کے المناک واقعے سے قبل دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کا ساتھ دیتے رہے تھے' اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس انصار کے ستر قاریوں کی ایک جماعت بھیجی تھی تاکہ وہ انہیں آیات قرآنی کے صحیح لب ولہجے کے ساتھ تعلیمات قرآنی سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع فراہم کرے اور ان قاریوں کا عمل وہاں بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و ارضانا کی تعبیر تھا۔

بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے وہاں ام سلیم کے بھائی حرام کو ان ستر قاریوں کے ساتھ روانہ فرمایا تھا لیکن وہاں مشرکین کے ایک سردار عامر ابن طفیل سے ان کی مڈبھیڑ ہوگئی جس نے ایک بار نبی کریم ﷺ سے کہلایا تھا کہ اگر اہل السہل میں سے ہیں تو میں "اہل المدر" میں سے ہوں۔ لہٰذا اس صورت میں دو ہی باتیں ممکن ہیں کہ یا تو میں آپ کا خلیفہ بن جاؤں یا عمر بھر آپ سے جنگ کرتا رہوں۔ اسی عامر بن طفیل نے مذکورہ بالا قبائل کو بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف کر دیا تھا اور ان کے ساتھ مل کر حرام کے سوا جو معذور تھے سب کو تہ تیغ کر دیا تھا۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس اہل مدینہ کے ساتھ ان کے معاہدوں کی یاددہانی کے لیے ایک قاصد بھیجا تھا لیکن عامر بن طفیل نے اسے بھی قتل کر دیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اور اس کی تائید اکثر اہل خبر نے کی ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے عرض کیا تھا کہ اگر آپ کچھ داعیان اسلام کو اہل نجد کی طرف روانہ فرمائیں تو اسے یقین ہے کہ وہ اسلام قبول کر کے آپ کے مطیع ہو جائیں گے۔ آپ نے البراء کو اسلام کی دعوت دی تھی لیکن وہ دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا۔ تاہم آپ

Marfat.com

نے اس کے مذکورہ بالا مشورے کے بعد اہل نجد کے اسلام لانے اور اطاعت قبول کرنے کے بارے میں اندیشہ ظاہر کیا تھا تو البراء عامر بن مالک نے آپؐ سے عرض کیا تھا کہ اہل نجد اس کے ہمسائے ہیں وہ اس کی بات نہیں ٹالیں گے لیکن جب وہاں مسلمانوں کی ایک اور جماعت بھیجی گئی تو اس کا بھی وہی حشر ہوا لیکن ان میں سے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اس لیے گرفتار کرنے کے بعد بھی چھوڑ دیا گیا تھا کہ ماں کی طرف سے ان کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ ان کے ساتھ ان کے ایک انصاری ساتھی کو بھی چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس سانحے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اور ان کے اس انصاری ساتھی ہی نے دی تھی۔ اس خبر پر اظہارِ افسوس فرماتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

''ہماری یہ لڑائی بے دین لوگوں سے تھی''۔

Marfat.com

غزوۂ بنی نضیر

غزوۂ بنی نضیر کی وقوع پذیری کے بارے میں راویوں میں اختلاف ہے۔ بعض اسے واقعہ بدر کے بعد اور واقعہ احد سے پہلے کا واقعہ بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ احد کے بعد اور واقعہ خندق سے پہلے کا ہے۔

بہر کیف چونکہ اس قبیلے کی سرکشی اور فتنہ پروری کی خبریں آنحضرت ﷺ کو ایک عرصے سے مسلسل پہنچ رہی تھیں' اس لیے احکام الٰہی کے مطابق جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے اسے راہِ راست پر لانے کے لیے آپ مدینے سے روانہ ہوئے تھے۔ اس قبیلے سے بھی اہل مدینہ کا معاہدہ تھا کہ جب ان لوگوں سے یعنی اہل مدینہ سے کسی کا مقابلہ ہوا تو وہ ان کا ساتھ دے گا لیکن جب کچھ یہودیوں کی سرکوبی کے لیے مدینے سے مجاہدوں کو روانہ کیا گیا تو وہ اس معاہدے سے پھر گئے تھے بلکہ اس کے بعد جب قاصدوں کو تنبیہی خط دے کر ان کے پاس روانہ کیا گیا تو انہوں نے انہیں بھی قتل کر دیا تھا۔ اس لیے ان سے اس کا محاسبہ اور ان کی سرکوبی لازم تھی۔ چنانچہ آپؐ نے وہاں پہنچ کر سات راتوں تک ان کا محاصرہ جاری رکھا اور چونکہ انہی ایام میں شراب کی حرمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا تھا' اس لیے اس قبیلے کی جائے پناہ کے گرد جو کھجور کے درخت تھے اور جن کے پھلوں سے وہاں کے لوگ شراب تیار کرایا کرتے تھے۔ آپؐ نے انہیں کٹوا کر ان میں آگ لگوا دی۔ اس پر انہوں نے بہت واویلا کرتے ہوئے آپؐ سے کہلوایا کہ:

''آپ تو اپنے بقول فتنہ وشر کو دبانا چاہتے ہیں لیکن آپؐ نے تو یہاں آ کر خود ہی اس کی ابتداء کی ہے''۔

آپؐ نے اس کا جو جواب دیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد صلح وصفائی کے امکانات روشن ہو گئے تھے کیونکہ وہ ہتھیار ڈالنے پر رضامند ہو گئے تھے اور آپؐ نے دوسری صورت سے ان کے اس مالی نقصان کی تلافی کا انہیں یقین دلایا تھا لیکن اسی روز انہیں بنی عوف بن خزرج کے کچھ لوگوں کی طرف سے جن میں عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا پیغام ملا کہ وہ بنی نضیر کے لیے کمک لے کر آ رہے ہیں اور یہ پیغام ملنے کے بعد بنی نضیر کچھ اور تن گئے اور انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کا تہیہ کر لیا۔ اسی دوران میں نضیر کے یہودیوں کا ایک قافلہ مال ودولت اور تجارتی سامان سے لدا پھندا شام سے لوٹ کر اسی راستے خیبر جا رہا تھا۔ لہٰذا یہ ممکن نہ تھا کہ اس قافلے کو جس کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی عورتیں اور بچے بھی تھے اور عورتیں بیش قیمت زیورات پہنے چھم چھم کرتی اور فون پر گانا بجاتی جا رہی تھیں' اطمینان سے گزرنے دیا جاتا۔ اس کے علاوہ چونکہ خیبر کے یہودیوں اور بنی نضیر کی ساز باز کا علم آنحضرت ﷺ کو ہو چکا تھا۔ اس لیے اس قافلے کو روکنے اور اس سے مال غنیمت کے حصول کو آپ نے روا رکھا بلکہ قافلے والے اپنی جانیں بچانے کے لیے اپنی ساری دولت اور دیگر سامان خود ہی چھوڑ بھاگے اور مسلمانوں کو اس کا مالک بنا گئے اور پھر اسے بطور مال غنیمت حصہ رسد احکام شریعت کے مطابق تقسیم کر دیا گیا جس کا جواز مندرجہ ذیل آیت شریفہ سے بھی ملتا ہے:

Marfat.com

﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ..... الخ ﴾

بخاریؒ فرماتے ہیں اور یہی روایت مسلمؒ کی بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو بنی نضیر کے کھجوروں کے درخت کٹوا کر انہیں جلوا دیا تھا ان کی حلت مندرجہ بالا اس ٹکڑے:

﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفَاسِقِیْنَ ﴾

میں پائی جاتی ہے۔

بنی نضیر کی شکست کا اندازہ سطور بالا سے لگایا جا سکتا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

عمرو بن سعدی قریظی کی قصہ

بنی نضیر بنی قریظہ سے بلحاظ شرافت کہیں بہتر تھے۔ مدینے سے ان کا اخراج مسلمانوں کے خلاف ان کی ہنگامی سازشوں کی وجہ سے ہوا تھا اور پھر جب وہ وہاں سے نکل کر دوسری جگہ آباد ہوئے تو اسلام کے خلاف ان کی ضد کی وجہ سے ان کی بستی کو خدا نے کھنڈرات میں تبدیل کر کے انہیں اہل بصیرت کے لیے وجہ عبرت بنا دیا تھا لیکن آخر کار ان کی نگاہوں کے سامنے اسلام اور اللہ کے رسول کی وہ حقانیت آ ہی گئی جس کا ذکر وہ توریت میں پڑھ چکے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ جب بنونضیر مدینے سے نکلے اور اس کے بعد مسلمانوں سے بلاوجہ پرخاش رکھنے اور ان سے خواہ مخواہ جنگ کی وجہ سے ان کی بستی کا جو حال ہوا اسے ایک دفعہ عمرو بن سعدی قریظی نے ادھر سے گزرتے ہوئے دیکھا اور جب وہ وہاں سے آگے بڑھ کر بنی قریظہ کی بستی میں پہنچا تو اس بستی کے لوگ یہودی عبادت گاہ میں تھے۔ چنانچہ اس نے عبادت گاہ کا ناقوس بجا دیا جسے سن کر سب لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ان میں سے زبیر بن باطا کی نظر جب اس پر پڑی تو وہ بولا:

''ارے ابوسعید! تم آج تک کہاں تھے؟ زبیر بن باطا کے اس حیرت آمیز سوال کی وجہ یہ تھی کہ وہ پہلے کبھی اپنی بستی سے اتنے دن غیر حاضر نہیں رہا تھا''۔

عمرو بن سعدی نے زبیر بن باطا کو جواب دیا:

''میں یہاں سے اتنے عرصے باہر رہنے کی وجہ تو تمہیں پھر کبھی بتاؤں گا' پہلے یہ سنو کہ میں نے آج یہاں آتے ہوئے جو عبرت آموز چیز دیکھی ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے''۔

زبیر بن باطا نے پوچھا: ''وہ کیا؟''۔

عمرو نے کہا:

''اپنے رشتہ دار اور دوست بنی نضیر کے ویران مکان جن کی کسی دریچی سے اب کوئی متنفس جھانکتا نظر نہیں آتا۔ مدینے سے نکلنے سے قبل بھی وہ کافی خوش حال تھے لیکن اپنی اس نئی بستی میں تو ان کی شان وشوکت' ثروت وامارت اور جاہ وحشم کا کوئی اندازہ تک نہیں لگا سکتا لیکن آج ان کی وہی شان دار بستی کسی خرابے یا کھنڈر سے کم نہیں ہے''۔

اس کے بعد اس نے کہا:

''مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ انہوں نے پہلے مدینے میں محمد (ﷺ) کی مخالفت کی تھی' پھر اس نئی بستی میں آباد ہو کر بھی وہ ان کی مخالفت اور ہمیشہ ان سے جنگ پر کمر بستہ رہے حالانکہ جہاں تک میرے مطالعے کا تعلق ہے' میں نے ان کے بارے میں بشارت صاف پڑھی ہے۔ اس کے علاوہ تم اپنے سب سے بڑے یہودی عالموں ابن ہیبان

Marfat.com

ابوعمیر اور ابن حراش سے پوچھ سکتے ہو جو یہاں بیت المقدس سے علوم یہودیہ میں منتہی ہو کر لوٹے ہیں۔ ان سے پہلے بھی ہمارے ہاں کے کچھ بڑے راہب بھی جواب یہاں مدفون ہیں یہی کہتے تھے۔ چنانچہ میرے خیال میں ہمیں محمد (ﷺ) کی اطاعت میں عجلت کرنی چاہیے"۔

ابن باطا بولا:

"ہاں میں نے بھی کتاب باطاس میں محمد کی تعریف پڑھی ہے"۔

عمرو بن سعدی کی یہ باتیں سن کر کعب بن اسد نے کہا:

"پھر اے عبدالرحمٰن تمہیں محمد (ﷺ) کی اتباع سے کس نے روکا ہے؟"۔

عمرو بن سعدی نے جواب دیا:

"اے کعب! تم نے کیونکہ ہم لوگوں میں اب تو تورات کی تعلیمات سے قطع نظر صرف تمہاری چلتی ہے، جو بات تم کہتے ہو سب لوگ اس پر عمل کرتے ہیں"۔

یہ جملہ روایت بیہقی کی ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بنی لحیان

غزوۂ بنی لحیان کے بارے میں بیہقی نے اپنی کتاب ''دلائل'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور ابن اسحٰق نے ہشام کی طرح اس کے متعلق بتایا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خندق اور واقعہ بنی قریظہ کے بعد پیش آیا تھا۔ ان آخر الذکر حضرات نے بیہقی کے بیان میں اعتماد کیا ہے اور اس کی وقوع پذیری کو ہجرت کے دو سال بعد ماہ جمادی الاوّل میں بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ خبیب اور ان کے ساتھیوں کو بنی لحیان میں پیش آنے والے واقعات کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس قبیلے کی گوشمالی کے لیے وہاں کا قصد فرمایا تھا۔ بیہقی مزید کہتے ہیں کہ آپؐ نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ آپ کا قصد بنی لحیان کے علاقے میں جانے کا نہیں ہے شام کا راستہ اختیار کیا تھا کیونکہ آپؐ قریش کو اس کی خبر ہونا نہیں چاہتے تھے لیکن جب آپؐ شام کے راستے سے مڑ کر بنی لحیان کی حدود میں پہنچے تو اس قبیلے کے لوگ پناہ لینے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔

یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا کہ اگر آپؐ عسقان کی طرف سے بنی لحیان تشریف لے جاتے تو قریش سمجھتے کہ مسلمانوں نے آپ کی قیادت میں مکے کا قصد کیا ہے۔ تاہم آپؐ نے اس کے بعد عسقان ہی کا رخ کیا۔ اس وقت آپؐ کے ہمراہ دو سو مجاہدین تھے۔ عسقان پہنچ کر آپؐ نے صلاۃ الخوف ادا فرمائی اور دو سواروں کو آگے روانہ فرمایا جو ''کراع الغمیم'' تک جا کر واپس آئے اور آپ کو اطلاع دی کہ قریش کا ایک مسلح گروہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔

امام احمدؒ، عبدالرزاقؒ، نوری کی زبانی منصورؒ، مجاہد اور ابن عیاش کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر راویوں نے بتایا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے جب آپؐ عسقان پہنچے تھے تو آپؐ نے وہاں ظہر کی نماز ادا فرمائی تھی۔ اس کے بعد نماز عصر مسلمانوں نے آپ کی امامت میں اور آپؐ ہی کے حکم سے اس طرح ادا کی کہ نمازیوں کی دو جماعتیں اس طرح الگ الگ کی گئیں کہ ایک جماعت نے پہلے نصف نماز پڑھی اور دوسری جماعت پہلی جماعت کو تحفظ دینے کے لیے الگ کھڑی رہی اور جب پہلی جماعت نماز سے فارغ ہوئی تو دوسری جماعت نماز کے لیے اس کی جگہ آ گئی اور پہلی جماعت نماز کی ادائیگی تک اس دوسری جماعت کو تحفظ دیتی رہی یہی بات دوسری بار بھی کی گئی۔ یوں آنحضرت ﷺ نے ان دونوں جماعتوں کی پوری نماز کے لیے باری باری امامت فرمائی۔

امام احمدؒ مذکورہ بالا حوالوں کے ساتھ فرماتے ہیں کہ اس طریقے سے آنحضرت ﷺ نے دوبارہ نماز ادا فرمائی۔ ایک بار عسقان اور دوسری مرتبہ بنی سلیم میں ادا فرمائی تھی اور پہلی نماز ظہر کے وقت یہ آیت اتری تھی:

﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ﴾

صحیحین کی روایات سے ثابت ہے کہ یہ نماز جسے ''صلاۃ الخوف'' یا ''صلاۃ الحرب'' کہا جاتا ہے غزوۂ خندق اور غزوۂ خیبر میں بھی

Marfat.com

اس طرح ادا کی گئی تھی جسے دیکھ کر مشرکین نے کہا تھا:

''ان لوگوں کو نماز تو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے''۔

مغازی کے اکثر مؤرخین نے عسقان اور بنی سلیم میں مندرجہ بالا حکم الٰہی کے تحت رسول اللہ ﷺ کی ان نمازوں کا ذکر کیا ہے لیکن بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس طرح نماز ظہر اور نماز عصر کی ادائیگی کا حکم غزوۂ خیبر کے موقع پر نازل ہوا تھا۔ تاہم راویوں کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس نماز کی مشروطیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عسقان ہی میں آیا تھا۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اس نماز کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی نماز مسلمانوں کو پہلی بار عسقان میں پڑھتے دیکھا تھا اور وہیں مکے کے کچھ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ (شاید) ''نماز تو انہیں اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے''۔ بہرکیف ہم ''صلاۃ الخوف'' یا ''صلاۃ الحرب'' کی مشروطیت پر ان شاء اللہ آگے چل کر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ غزوۂ بنی نضیر سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے ماہ ربیع الثانی اور ماہ جمادی الاوّل کا کچھ حصہ مدینے میں بسر فرمایا جس کے بعد آپؐ نے نجد کی طرف روانگی کا قصد فرمایا تا کہ بنی محارب اور قبیلہ غطفان کے بنی ثعلبہ سے نمٹا جائے جس کے بارے میں کچھ عرصے سے سرکشی کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ مدینے سے روانگی کے وقت آپؐ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو وہاں اپنی نیابت کے لیے مقرر فرمایا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ اس موقع پر آپؐ نے مدینے میں اپنی نیابت کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینے سے روانگی کے بعد سفر کرتے ہوئے جہاں ایک درخت کے قریب آپ نے مجاہدین اسلام کو پڑاؤ کا حکم دیا تھا اس جگہ کا نام اسی درخت کی وجہ سے ذات الرقاع تھا اور اس درخت کو اب تک ذات الرقاع ہی کہا جاتا ہے۔ اسی لیے اس غزوے کو بھی تاریخ میں غزوۂ ذات الرقاع بیان کیا جاتا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ اس نام کی وجہ سے قریبی پہاڑ ہے جس کے پتھر کٹے پھٹے اور تیر لگے یعنی سرخ سیاہ اور سفید ہیں۔ البتہ ابوموسیٰ اس نام کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مقام تک پہنچتے پہنچتے اس غزوے میں شریک مجاہدین کی ایڑیاں اور ٹخنے گرمی کی شدت سے پھٹ گئے تھے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب غطفانیوں سے مجاہدین اسلام کا سامنا ہوا تو غطفانیوں نے لڑائی میں پہل نہیں کی اور جناب رسول کریم ﷺ کا حکم تو ہر جگہ یہی ہوتا تھا کہ لڑائی میں پہل ہرگز نہ کی جائے۔ بہرکیف آپؐ نے وہاں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ''صلاۃ الخوف'' ضرور ادا فرمائی۔ یہاں ''صلاۃ الخوف'' کی ادائیگی کا ذکر ابن ہشام نے کئی حوالوں سے کیا ہے لیکن اس میں غزوۂ نجد یا غزوۂ ذات الرقاع کا ذکر نہیں کیا نہ انہوں نے غزوۂ خندق سے قبل اس کا کہیں ذکر کیا ہے البتہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے اہل نجد غطفانیوں اور بنی ثعلبہ سے مقابلے کے وقت نبی کریم ﷺ کی امامت میں ''صلاۃ الخوف'' ادا کی تھی۔ بخاریؒ ''صلاۃ الخوف'' کا آغاز غزوۂ خیبر کے بعد بتاتے ہیں اور اس کے لیے ابوموسیٰ اشعری کے علاوہ کئی اور سندات پیش کرتے ہیں کچھ روایات میں جن کے راویوں میں ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اس کی ابتداء غزوۂ خندق سے بیان کی گئی ہے۔ ان روایات کو صحیح بخاری میں بھی پیش کیا گیا ہے۔

واقدی کی یہ روایت کہ غزوۂ ذات الرقاع یا غزوۂ نجد کے لیے آنحضرت ﷺ کی روانگی مدینے سے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی چار سو یا بعض لوگوں کے بقول سات سو افراد پر مشتمل جماعت کے ساتھ سنیچر کے روز اس وقت ہوئی تھی جب ماہِ محرم سال پنجم ہجری کے دس روز گزر چکے تھے محل نظر ہے کیونکہ اس سے صلاۃ الخوف کی مشروطیت غزوۂ خندق کے بعد بھی خلاف واقعہ ہو جاتی ہے کیونکہ غزوۂ خندق تو جیسا کہ مشہور ہے ماہ شوال سال پنجم ہجری میں واقع ہوا جو کئی مستند روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

Marfat.com

غورث بن حارث کا قصہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع ہی کے موقع پر جب مسلمانوں کا مقابلہ غطفان ومحارب سے ہوا تھا تو غورث نے جو انہیں میں کا ایک شخص تھا ان سے کہا تھا کہ ''کیا تم چاہتے ہو کہ میں محمد کو قتل کر دوں؟'' ان لوگوں نے کہا: ''ہم چاہتے تو ہیں مگر تم انہیں کس طرح قتل کرو گے؟'' وہ بولا:

''میں ان کے معتقد کی حیثیت سے یا بطور قاصد ان کے پاس جاؤں گا اور پھر تم سن لینا کہ میں نے انہیں قتل کر دیا ہے''۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ غورث اپنے ان لوگوں سے یہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایسا ظاہر کیا کہ وہ اپنی قوم کی طرف سے کوئی پیغام لایا ہے اور اس کی گفتگو سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسلمان ہونے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اس نے آپ کی تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''آپؐ اپنی یہ تلوار دیکھ رہے ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''ہاں دیکھ رہا ہوں'' اس نے آپؐ کی تلوار اٹھا کر آپؐ سے کہا: ''کیا آپ مجھ سے خائف نہیں ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' اس کے بعد وہ بولا: ''اب آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اللہ'' یہ سن کر اس نے تلوار میان سے نکال کر آپؐ پر حملہ کرنا چاہا لیکن تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور ایسا معلوم ہوا کہ ایسے ہی مواقع سے دوچار ہونے پر مسلمانوں کے حق میں مندرجہ ذیل وحی آپؐ پر نازل ہوئی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بنی نضیر کے بھائی عمرو بن جحاش سے متعلق ہے لیکن انہوں نے بھی اس کا نام غورث ہی بتایا ہے لیکن ایک دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی تلوار درخت کی اس شاخ پر ٹنگی ہوئی تھی جس کے نیچے آپؐ تشریف فرما تھے اور غورث نے وہ تلوار وہیں سے اتاری تھی اور اس کے بعد وہی واقعہ پیش آیا جس کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس دوسری روایت میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے غورث کو مسلمان ہونے کی ہدایت فرمائی تھی۔ تاہم وہ مسلمان تو نہیں ہوا لیکن اس نے آپؐ سے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ آپؐ کے مقابلے میں پھر کبھی نہیں آئے گا اور نہ کبھی آپؐ سے جنگ کرنے والوں کا ساتھ دے گا۔

بیہقی نے غزوۂ ذات الرقاع کا ذکر کرتے ہوئے جہاں اس موقع پر صلاۃ الخوف کا ذکر کیا ہے وہیں یہ واقعہ بھی اسی طرح بیان کیا ہے جیسے مذکورہ بالا روایت میں بیان کیا گیا ہے۔ صلاۃ الخوف کا یہ ذکر حافظ بیہقی نے کتاب الاحکام میں کیا ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

اس عورت کا قصہ جس کا شوہر گم ہو گیا تھا

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے ان کے چچا صدقہ بن یسار نے عقیل بن جابر اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر جہاں آنحضرت ﷺ نے مدینے سے روانگی کے بعد پہلی بار ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا، وہاں ایک عورت جس کا نام بعد میں یومزان بتایا گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ اس کا شوہر آپ کی خدمت میں یہیں آیا تھا لیکن واپس نہیں پہنچا۔ چنانچہ اس شخص کو اِدھر اُدھر تلاش کیا گیا لیکن اس کا کہیں پتہ نہ چل سکا۔ وہ بولی:

''اگر میرے شوہر کا پتہ نہ چلا تو میں بھی یہیں جان دے دوں گی''۔ *

اس کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں سے آگے بڑھے تو وہ عورت بھی پیچھے پیچھے لگی چلی آئی لیکن کچھ دیر کے بعد خود بخود غائب ہو گئی۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس منزل کے بعد آنحضرت کا پڑاؤ ایک پہاڑ کی گھاٹی میں ہوا تو آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ اس رات کو پہرے پر کون رہے گا؟ جس پر ایک مہاجر اور ایک انصاری نے اس کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ محمد بن اسحاق کے بقول وہ دو اشخاص عمار بن یاسر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما تھے۔ ان دونوں نے باہم مشورہ کر کے طے کرنا چاہا کہ ان میں سے اوّل شب کون پہرہ دے گا اور آخر شب پہرے پر کون ہو گا۔ مہاجر نے اوّل شب کے لیے اپنی خدمات پیش کیں تو ان کا ساتھی انصاری ان کے ساتھ نماز پڑھ کر سو گیا۔ اور مہاجر پہرہ دینے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے محسوس ہوا کہ کچھ فاصلے پر کوئی شخص کھڑا ہے۔ چنانچہ اس نے فوجی قواعد کے مطابق پہلے بلند آواز میں پکار کر دو بار پوچھا: ''کون ہے؟'' لیکن جب دوسری بار بھی کوئی جواب نہ ملا تو اس نے اسے دشمن کا کوئی جاسوس سمجھ کر اس کا نشانہ لیا اور تیر چلا دیا۔ نشانہ خطا نہیں ہوا تھا لیکن وہ شخص پھر بھی اس طرح تنا کھڑا تھا۔ مہاجر نے دوسرا تیر چلایا اور پھر تیسرا لیکن وہ شخص اب تک اسی طرح کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر اس پہرے دار نے اپنے انصاری ساتھی کو بیدار کر کے سارا ماجرا سنایا۔ پھر ان دونوں نے گھاٹی کے کنارے پہنچ کر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ البتہ ایک خوب صورت بڑا سا پرندہ ایک ستون نما ابھرے ہوئے پتھر کے پاس مردہ پڑا تھا۔

ان دونوں پہرے داروں نے جب صبح کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پچھلی رات کا واقعہ سنایا اور اس پرندے کو بھی پیش کیا تو آپؐ نے ان سے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے:

''کوئی شخص آیا ضرور تھا لیکن ان چٹانوں میں یہ پرندہ بسیرا کر رہا تھا اور اس کی آہٹ سن کر پھڑ پھڑایا تھا تو اس شخص نے اسے مار ڈالا اور خود فرار ہو گیا۔ اس پرندے کی پھڑ پھڑاہٹ پر پہلا پہرے دار چونکا تھا اور پھر آواز دینے کے بعد ادھر

Marfat.com

سے جواب نہ ملنے پر کسی جاسوس کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے تین تیر اس جانب پھینکے لیکن وہ تینوں تیر اس ستون نما ابھرے پتھر پر لگے کیونکہ تمہیں خبر دار دیکھ کر اس شخص نے اسی پتھر کی آڑ لے لی تھی اور پھر چپکے سے فرار ہو گیا۔ میں تصور میں یہ سب باتیں دیکھ رہا ہوں۔ بہر حال یہی پرندہ ہمارے آڑے آیا۔ یہ اتنا خوبصورت پرندہ اپنی جان سے گیا۔ لیکن ہمارے لیے اس کے فرخ فال ہونے میں کچھ شک نہیں ہے''۔

واقدی نے جہاں اس موقع پر ''صلاۃ الخوف'' کی تفصیل بیان کی ہے اس کے ساتھ ہی اس واقعے کو بھی تفصیلاً بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

جابر رضی اللہ عنہ کے اونٹ کا قصہ

ابن اسحٰق کہتے کہ ان سے وہب بن کیسان نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے انہی کی زبانی یہ قصہ بیان کیا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب وہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوۂ ذات الرقاع کے لیے مدینے سے روانہ ہو کر اس درخت کے قریب ٹھہرے جسے لوگ ذات الرقاع کہتے تھے اور اسی درخت کے نام سے اس غزوے کا نام بھی ابھی تک غزوۂ ذات الرقاع چلا آتا ہے اور پھر وہاں سے آگے روانہ ہوئے تو ان کا بوڑھا اونٹ چلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''جابر رضی اللہ عنہ! تم اس اونٹ کا کوڑا یا اس درخت سے ایک لکڑی ہی توڑ کر مجھے دے دو۔ پھر دیکھو کہ یہ اونٹ کس طرح دوڑتا ہے''۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابھی آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ ان کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا کیونکہ اب ان کا اونٹ دوسرے مجاہدوں کے اونٹوں سے بھی تیز رفتار سے چل رہا تھا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حیران دیکھ کر غالباً اس اونٹ کے بارے میں میری حیرت کم کرنے کے لیے مجھ سے دریافت فرمایا: ''جابر تمہاری شادی ہوگئی ہے'' میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے والد نے جو سات کنیزیں اپنی زندگی میں خریدی تھیں ان میں سے ایک کنیز مجھے دی تھی اور میں نے اسی سے شادی کر لی تھی۔ پھر غزوۂ احد میں ان کی شہادت کے بعد میرے حصے میں بس یہ بوڑھا اور کمزور اونٹ ہی آیا ہے''۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

''کیا تم یہ بوڑھا اور کمزور اونٹ میرے ہاتھ ایک درہم میں فروخت کرو گے؟''۔

پھر خود ہی فرمایا: ''چلو دو درہم لے لو''۔

پھر اس کے بعد دوسری منزل تک آپ اس ناکارہ اونٹ کی قیمت بڑھاتے ہی چلے گئے حتی کہ آخر میں آپؐ نے اس کی قیمت ایک فوطیہ (پاؤ چھٹانک) سونا تک لگا دی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپؐ کے اس کریمانہ طرزِ عمل پر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی لیکن آپؐ نے انہیں رضامند دیکھ کر وہ آخری قیمت انہیں اسی وقت ادا فرما دی۔ تاہم ان سے وہ اونٹ مدینے میں واپسی کے بعد بھی طلب نہ فرمایا تو انہوں نے خود ہی اپنی بیوی کے ہاتھ اسے آپ کی خدمت میں بھجوا دیا۔ آپؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

بیوی نے اس اونٹ کو مسجد کے دروازے کے قریبی درخت کی شاخ سے باندھا تو آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا: ''بی بی تمہارا شوہر کہاں ہے؟'' وہ بولی: ''حضورؐ وہ گھر ہی پر ہیں''۔ پھر جب آپؐ نے اس کے شوہر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تو دوڑ کر انہیں بلا لائی اور جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پھر نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا:

''جابر رضی اللہ عنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تمہارے باپ نے شہادت پائی' ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا جان و مال خود خرید رکھا ہے''۔

جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ ﴾

اور پھر وہ اپنے ارشاد کے مطابق:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾

ان کے اعمال حسنہ سے زیادہ اضافہ فرماتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ مومن شہادت کے بعد مردوں میں شامل نہیں ہوتے بلکہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں رہ کر کھاتے پیتے رہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾

اس کے بعد آپؐ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

''شہیدوں کی جان و مال اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہوتے ہیں جس کی قیمت ساری کائنات بھی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تم اپنا اونٹ لے جاؤ اور میں نے تمہیں اس کی قیمت کے طور پر جو کچھ دیا ہے اسے میری طرف سے انعام سمجھو''۔

(حدیث کا مفہومی و تشریحی ترجمہ)

عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس واقعے کے بارے میں فرمایا:

''انسان کے لیے اس کی روح تک اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہوتی ہے۔ اس لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اونٹ کی جو قیمت دی تھی وہ بھی خدا کا عطیہ ہی تھی اور آپؐ نے ان کا جو اونٹ واپس کیا وہ بھی ان کے لیے عطیہ خداوندی ہی سمجھ کر کیا''۔

اس واقعے کو حافظ بیہقی نے ''کتاب الدلائل'' میں (''دلائل النبوۃ'') کے عنوان سے پیش کیا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ بدر آخر

غزوۂ بدر آخر وہی غزوہ ہے جس کے لیے ابوسفیان نے احد سے پسپا ہوتے ہوئے آخری بار ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کو دعوتِ مبارزت دی تھی اور آپؐ نے اسے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قبول فرمالیا تھا جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع سے مدینے واپسی کے بعد رسول اللہ (ﷺ) نے وہاں جمادی الاوّل کے باقی دن اور جمادی الآخر اور رجب کے دونوں مہینے گزارے پھر موعودہ مقام بدر کے قصد سے ماہ شعبان کے آغاز میں مدینے سے روانہ ہوئے۔ یہ میعاد اتنی ہی تھی جس کے بعد ابوسفیان نے دوبارہ بدر میں آکر مسلمانوں سے جنگ کا وقت مقرر کیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ کو مدینے کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینے سے روانہ ہوکر نبی کریم ﷺ سیدھے بدر پہنچے اور آٹھ روز تک ابوسفیان کی آمد کا انتظار فرماتے رہے۔

ادھر ابوسفیان جب مکے سے اپنے ساتھی مشرکین قریش کو ساتھ لے کر ظہران کی سرحد مجنہ پہنچایا جیسا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں عسفان تک آیا تو وہاں چند روز قیام کے بعد اسے مکے واپسی کی سوجھی۔ لہٰذا وہ اپنے ساتھیوں سے بولا:

''اے اہل قریش! تم جانتے ہو کہ اس مہینے میں ہم اپنے درختوں کی دیکھ بھال اور ان کی آبیاری کرتے ہیں اور اس مہینے میں سیر ہوکر دودھ بھی پیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ مہینہ ویسے بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے ہمارے حق میں لڑائی کے لیے خوش آئند نہیں ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اس وقت ہم واپس لوٹ چلیں اور پھر کسی دوسرے مناسب موقع پر مسلمانوں سے بدر میں آکر دو دو ہاتھ کریں''۔

چنانچہ مشرکین قریش ابوسفیان کی اس رائے سے انصاف کرتے ہوئے مکے واپس چلے گئے لیکن انہوں نے دوسروں کے سامنے اپنی ندامت مٹانے کے لیے اس بے فائدہ مہم کا نام ''جیش سویق'' یعنی مکے سے باہر جاکر ستو یا شراب پینے والا لشکر رکھ دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لوگ اتنے دن مکے سے باہر شراب نوشی کرنے اور دادِ عیش دینے گئے تھے۔

ادھر جب رسول اللہ (ﷺ) کو بدر میں ٹھہرے ہوئے آٹھ دن گزر گئے تو آپؐ کے پاس مخشی بن عمرو ضمری آیا جس نے غزوۂ ودان کے موقع پر بنی ضمرہ کی طرف سے آپ سے گفتگو کی تھی۔ اس نے آپ سے کہا:

''یا محمدؐ! کیا آپ قریش مکہ سے مقابلے کے لیے بدر کے اس آبی مقام تک آئے ہیں؟''۔

آپ نے اسے جواب دیا:

Marfat.com

''یہ درست ہے لیکن تمہارے سامنے بنی ضمرہ کے ساتھ (غزوۂ ودّان کے موقع پر) جو ہمارا معاہدہ ہوا تھا اگر تم اسے توڑنے میرے پاس آئے ہو تو یہ الگ بات ہے''۔

مخشی بن عمرو ضمری نے جواب دیا:

''میں تو آپ کی خدمت میں صرف یہاں آپ کی آمد کا مقصد معلوم کرنے آیا تھا ورنہ ہمیں آپ ؐ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کو توڑنے کا خیال تک نہیں ہے''۔

چونکہ قریش مکہ کی آمد کے انتظار میں اب کافی وقت ہو چکا تھا اور اس کے علاوہ مخشی بن عمرو ضمری سے مندرجہ بالا گفتگو کے بعد بنی ضمرہ کی طرف سے بھی مخاصمت کا اندیشہ نہیں رہا تھا۔ اس لیے آنحضرت ﷺ بدر سے مدینے واپس تشریف لے آئے۔

واقدی کا بیان ہے کہ آنحضرت (ﷺ) اس دفعہ پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ماہ ذی قعدہ سال سوم ہجری میں مدینے سے بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے اور اپنی جگہ مدینے میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا لیکن یہ واقعہ یعنی سال سوم ہجری میں آپ کا مدینے سے بدر کا قصد تو غزوۂ بدر اوّل کا ہے اور اس موقع پر بھی آپ ؐ مدینے سے ماہ شوال میں بدر کی طرف روانہ ہوئے تھے جس کا تفصیلی ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس لیے غزوۂ بدر آخر کے بارے میں ہم ابن اسحاق (رحمۃ اللہ علیہ) ہی کی روایت کو درست سمجھتے ہیں بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اب کے مسلمان بدر سے ایک درہم کے دو درہم کر کے لوٹے تھے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾

Marfat.com

فصل:

سنال چہارم ہجری کے واقعات کا خلاصہ

ابن جریر کہتے ہیں کہ اس سال ماہ جمادی الاوّل میں رقیہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ نے وفات پائی' ان کی عمر اس وقت چھ سال تھی' ان کی نماز جنازہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور انہیں قبر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ نے اتارا۔

کہا جاتا ہے کہ اسی سال ابوسلمہ عبداللہؓ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم مخزومی قرشی نے بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی برّہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے وفات پائی۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ انہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو ثوبیہ نے جو ابولہب کی کنیز تھی ایک ساتھ دودھ پلایا تھا۔ ابوسلمہ، ابوعبیدہ، عثمان بن عفان اور ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم چاروں ہی ایک دن مسلمان ہوئے تھے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکے سے حبشہ کو ہجرت کی تھی جہاں ان کی اولاد بھی پیدا ہوئی تھی۔ پھر وہ حبشہ سے مکہ واپس آ کر پہلے خود وہاں سے دوبارہ ہجرت کر کے مدینے گئے تھے اور پھر اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی' جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے' وہیں بلوالیا تھا۔ وہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں شریک ہوئے تھے لیکن غزوۂ احد میں بڑے شدید زخمی ہو گئے تھے اور بعد میں انہی زخموں کی تکلیف سے وفات پا گئے تھے۔ ان کی اس شدید علالت' ان کی حد درجہ تکلیف اور وفات کے بارے میں صرف ایک ہی روایت ہے جسے ہم آگے چل کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد کے ذکر سے قبل ان شاء اللہ تفصیلاً بیان کریں گے۔ (مؤلف)

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ اسی سال یعنی سال چہارم ہجری میں ماہ شعبان کی چند راتیں گزرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت امام حسین' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی سال ماہِ رمضان المبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینبؓ بنتِ خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ ہلالیہ سے شادی کی تھی۔

ابوعمرو بن عبدالبر نے علی بن عبدالعزیز جرجانی کے حوالے سے پہلے بیان کیا کہ اس سال آپؐ کے عقد میں آنے والی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن بنت حارث تھیں لیکن بعد میں اس کی تصحیح کر کے بتایا کہ وہ زینب بنت خزیمہ بن حارث ہی تھیں۔

زینبؓ بنت خزیمہ بن حارث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہی زوجہ تھیں جنہیں عموماً ام المساکین کہا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مساکین پر حد سے زیادہ مہربان تھیں اور انہیں ہمیشہ صدقات وخیرات سے بہت زیادہ نوازتی رہتی تھیں لیکن ان کی طرف سے یہ صدقات ماہِ رمضان المبارک میں خصوصاً بہت بڑھ جاتے تھے۔ وہ آپ کی زوجیت میں آنے سے قبل طفیل بن حارث کی بیوی تھیں جس نے انہیں طلاق دے دی تھی۔

Marfat.com

ابوعمر بن عبدالبر علی بن عبدالعزیز جرجانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ طفیل بن حارث سے طلاق کے بعد ان سے طفیل کے بھائی عبیدہ بن حارث نے نکاح کر لیا تھا لیکن ابن اثیر نے اپنی کتاب ''غابہ'' میں بیان کیا ہے کہ طفیل بن حارث سے طلاق کے بعد وہ عبداللہ بن جحش کے عقد میں آئی تھیں جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ابوعمر کہتے ہیں کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے دوران ہی میں وفات پا گئی تھیں اور یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کی زوجیت کا دوران کی وفات تک دو تین ماہ سے زیادہ نہیں رہا۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال ماہِ شوال میں آنحضرت ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ سے عقد کیا تھا جو اس سے قبل ابوسلمہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں لیکن غزوۂ احد میں وہ زخمی ہو گئے تھے۔ تاہم اس وقت ان کے زخم علاج کے بعد ٹھیک ہو گئے تھے اور انہوں نے ایک مہم میں بھی حصہ لیا تھا جس میں انہیں بطور مال غنیمت بہت سا زر نقد اور سامان ملا تھا لیکن اس مہم کے بعد ان کے پہلے زخم پھر عود کر آئے تھے اور انہی کی شدید تکلیف کی وجہ سے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' وہ سترہ دن بعد جب کہ ماہ جمادی الاوّل سال چہارم ہجری کے تین روز باقی تھے۔ وفات پا گئے تھے اور ان کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے عقد کر لیا تھا آپؐ نے جب عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا تو انہوں نے کہا:

''ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد میری غیرت تقاضا نہیں کرتی نہ اجازت دیتی ہے کہ میں کسی اور کی زوجیت میں جاؤں۔ اس کے علاوہ میرے بچے ابھی صغیر سن ہیں' ان کی کفالت کون کرے گا؟''۔

اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

''جوان بیوہ کا دوسری شادی نے انکار عذاب الٰہی کا باعث ہوتا ہے اور تمہارے بچوں کی کفالت کے لیے خدا اور خدا کے رسول ﷺ کافی ہے' کیا تمہیں ان پر اعتماد نہیں ہے؟''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے وہ قائل ہو کر آنحضرت ﷺ کے ساتھ عقد پر راضی ہو گئی تھیں۔

آپؐ کے ساتھ اس نکاح کے بارے میں از روئے شریعت امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ، اور امام مالکؒ کی جو آرائیں ہیں ان پر ہم ان شاء اللہ اپنی کتاب احکام الکبیر میں کتاب النکاح کے تحت تفصیلی گفتگو کریں گے۔

امام احمدؒ مختلف حوالوں سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کرتے ہیں جنہوں نے فرمایا:

''ایک روز ابوسلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ہو کر میرے پاس آئے تو بولے: ''آج میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے جو بات سنی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی''۔ آپؐ نے فرمایا: ''جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ گھبراتا نہیں بلکہ اس پر صبر کرتا ہے اور نا امید نہیں ہوتا اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ ''یا اللہ مجھے اس مصیبت میں صبر کی توفیق دے اور اس کا بہتر اجر دے اور اس کے ذریعہ میرے آئندہ نیک مقاصد میں اضافہ فرما دے اور مجھے ان پر عمل کی توفیق عطا فرما''۔ (حدیث کا تشریحی ترجمہ)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے ان کی زبانی رسول اللہ (ﷺ) کا جو ارشاد سنا تھا

Marfat.com

اس پر عمل کیا لیکن میں سوچتی تھی کہ ان کی وفات پر جو میں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی اس سے بہتر جزا کے لیے دعا مانگی تو ابو سلمہؓ سے بہتر آخر مجھے کیا مل سکتا ہے؟ پھر جب رسول اللہ (ﷺ) نے مجھے نکاح کا اپنے لیے پیغام بھیجا اور میں نے چار و ناچار آپؐ سے عقد کر لیا تو اس کے بعد میں نے ایک روز آپؐ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے معاف فرما دیجیے کہ میں اوّل اوّل یہ سوچ کر آپؐ کے ساتھ نکاح پر رضامند نہ تھی کہ میں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد کسی دوسرے مرد کی بیوی کیسے بنوں کیونکہ میری غیرت مجھے اس سے روکتی تھی۔ اس کے علاوہ مجھے اپنی زیادہ عمر اور اپنے بال بچوں کا بھی خیال تھا کہ میرے نکاح کے بعد ان کا کیا ہوگا یعنی ان کی پرورش اور نان نفقے کا کون ذمہ دار ہوگا لیکن پھر میں نے سوچا کہ کہیں میں اپنی اس سوچ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی مستحق نہ ٹھہروں اس لیے آپؐ سے عقد کی اجازت دے دی''۔

یہ سن کر رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ غیرت وحمیت کے اظہار پر تمہیں اللہ تعالیٰ عذاب دے گا نہ تمہاری عمر کا مجھے خیال تھا نہ اس کا ذکر کیا تھا کیونکہ خود میری عمر بھی کچھ کم نہ تھی۔ رہی تمہارے بال بچوں کی بات تو تمہارے بچے بھی اب میرے ہی بچے ہیں''۔ (حدیث کا بامحاورہ مفہومی وتشریحی ترجمہ)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جو صبر کیا تھا اور اس پر خدا سے بہتری کی امید رکھی تھی وہ اس صورت میں پوری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے یقینی طور پر بہتر شوہر رسول اللہ (ﷺ) کی شکل میں عطا فرمایا جو ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہی سے بہتر نہیں بلکہ ساری بنی نوع انسانی میں بہترین ہیں۔

یہ روایت ترمذی ونسائی نے حماد بن سلمہ کی زبانی ثابت اور ابن عمر بن ابوسلمہؓ کے حوالے سے پیش کی ہے اور ابن ماجہؒ نے اسے ابی بکر بن ابی شیبہ، یزید بن ہارون، عبدالملک بن قدامہ اور ان کے والد قدامہ اور عمر بن ابوسلمہؓ کے حوالے سے تحریر کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ ابوسفیان کی دھمکی کے جواب میں مقررہ وقت پر موعودہ مقام یعنی بدر تک پہنچے اور وہاں آٹھ روز تک مسلسل قیام کے بعد بھی اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کی آمد کے کچھ آثار نظر نہ آئے تو آپؐ وہاں سے واپس مدینے تشریف لے آئے اور مدینے ہی میں ماہِ ذوالحجہ کے ختم ہونے تک قیام فرمایا اور یہ سال سال چہارم ہجری تھا۔

واقدی کہتے ہیں کہ اسی سال یعنی سال چہارم ہجری میں رسول اللہ (ﷺ) نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ کتاب یہود کا مطالعہ کریں اور صحیح بخاری میں درج روایت کے مطابق انہوں نے یہ مطالعہ پندرہ دن میں ختم کر لیا تھا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

سال پنجم ہجری کے واقعات

غزوۂ دومۃ الجندل:

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سال چہارم ہجری میں غزوۂ بدر آخر کے بعد سال پنجم ہجری میں آنحضرت ﷺ غزوۂ دومۃ الجندل کے لیے مدینے سے تشریف لے گئے۔ ابن ہشام اسے اس سال کے ماہ ربیع الاوّل کا واقعہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپؐ نے مدینے کی حفاظت ونگرانی کے لیے سباع بن عرفطہ غفاری کو مقرر فرمایا تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہاں کے راستے میں آپ کا مشرکین کے کسی گروہ سے سامنا نہیں ہوا۔ اس لیے آپ کسی سے جنگ کے بغیر مدینے واپس تشریف لے آئے تھے اور باقی سال وہیں گزارا تھا۔

واقدی اپنے شیوخ اور اسلاف کی ایک جماعت کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (ﷺ) نے دومۃ الجندل یعنی شام کی سرحد کے اس قریبی مقام کا قصد فرمایا تھا تو اس کی وجہ قیصر روم کی طرف وہاں گڑبڑ کی اطلاع تھی اور آپ کو بتایا گیا تھا کہ دومۃ الجندل میں قیصر کے لوگ کثرت سے جمع ہو کر وہاں کے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں اور وہاں خرید وفروخت کے لیے انہوں نے بازار لگا رکھے ہیں اور وہ عنقریب مدینے پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ اسی لیے آپؐ مدینے سے دومۃ الجندل کے ارادے سے ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو باقاعدہ مسلح کر کے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے قریبی راستہ بتانے کے لیے بنی عذرہ کا ایک رہبر لے لیا تھا جسے ''رہبر خیریت'' کہا جاتا تھا۔ آپؐ دن بھر سفر فرماتے اور رات کے وقت قیام فرماتے تھے۔ اس کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ جب آپؐ دومۃ الجندل کے قریب پہنچے تو مذکورہ بالا رہبر نے بتایا کہ اس سے ذرا آگے بنی تمیم کی بستی تھی جو آپؐ کے وہاں پہنچنے پر آپؐ کے پاس آ کر طرح طرح کی باتیں بتا رہے تھے۔ اس لیے آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ دومۃ الجندل روانہ فرمایا جس نے لوٹ کر بتایا کہ اس بستی کا ایک ایک شخص عیسائیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بستی خالی کر کے اِدھر اُدھر بھاگ گیا ہے۔ تاہم ان کے ہاتھ قیصر کا ایک آدمی لگ گیا تھا جسے گرفتار کر کے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی اور وہ اسے قبول کر کے مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آپؐ مدینے واپس تشریف لے آئے تھے۔

واقدیؒ کے بیان کے مطابق اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے مدینے سے باہر ایک مہینہ گزارا تھا۔

Marfat.com

غزوۂ خندق یا غزوۂ احزاب

غزوۂ خندق کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائی ہیں:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ..... الخ ﴾

ہم نے ان آیات شریفہ کی مکمل تفسیر اپنی ''کتاب التفسیر'' میں بیان کی ہے۔ یہاں ہم صرف متعلقہ واقعے پر مختصر گفتگو کریں گے۔

ابن اسحٰق، عروہ، ابن زبیر، قتادہ اور بیہقی نیز جملہ علمائے سلف وخلف نے بیان کیا ہے کہ غزوۂ خندق ہجری سال پنجم کے دوران ماہِ شوال میں واقع ہوا تھا۔ تاہم موسیٰ بن عقبہ نے زہری کے حوالے سے بتایا ہے کہ غزوۂ خندق کا واقعہ ماہ شوال سال چہارم ہجری میں گزرا تھا۔ امام مالکؒ بن انس نے احمد بن حنبلؒ کی زبانی موسیٰ بن داؤد کے حوالے سے اس سلسلے میں جو روایت پیش کی ہے اس میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ البتہ بیہقی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان جملہ حضرات کی مراد سال چہارم ہجری سے متفقہ طور پر یہ ہے کہ یہ واقعہ سال چہارم کے بالکل آخر میں یا سال پنجم کے اختتام سے قبل گزرا تھا۔

بہرکیف اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ غزوۂ احد کے بعد مشرکین جن کا سربراہ ابوسفیان تھا جاتے جاتے مسلمانوں کو بدر کے مقام پر ایک اور جنگ کی دھمکی دیتے گئے تھے لیکن جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے وہ عسقان ہی تک دوبارہ آئے تھے اور وہیں سے بہانہ بنا کر لوٹ گئے تھے۔ تاہم جیسا پہلے بتایا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشرکین کی دھمکی کے جواب میں بدر کے مقام موعود تک ماہ شعبان سال چہارم ہجری میں تشریف لے گئے اور وہاں آٹھ دن تک مشرکین کی آمد کا انتظار کر کے مدینے واپس آ گئے تھے۔ اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ غزوۂ خندق اس کے صرف دو مہینے بعد کا یعنی سال چہارم کا واقعہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نیز اسی سے یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ غزوۂ خندق کا واقعہ ماہ شوال سال پنجم ہجری ہی میں گزرا تھا۔ واللہ اعلم

غزوۂ خندق کی وقوع پذیری کے بارے میں راویوں میں اختلافات کے باوجود یہ بات اب متحقق ومشہور ہو چکی ہے اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہے کہ غزوۂ خندق کا واقعہ ماہِ شوال سال پنجم ہجری میں گزرا تھا۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق غزوۂ خندق کے بارے میں جملہ روایات کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں یہی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ واقعہ ماہ شوال سال پنجم ہجری میں گزرا تھا۔

اس کے بعد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یزید بن رومان نے عروہ وغیرہ نیز عبیداللہ بن کعب بن مالک، محمد بن کعب قرظی،

Marfat.com

زہری' عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر کے حوالے سے بتایا کہ:

غزوۂ خندق کی وجہ یہ تھی کہ یہود کے کچھ لوگ جن میں سلام بن ابی الحقیق نضری' حیی بن اخطب نضری' کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق' ہوذہ بن قیس وائلی' ابوعمار وائلی اور بنی نضیر کے چند دوسرے لوگ جمع ہو کر مشرکین قریش کے پاس مکے گئے اور ان سے کہا کہ اگر وہ لوگ آنحضرت ﷺ سے واقعی پھر نبرد آزما ہونا چاہتے ہیں تو وہ ان کا ساتھ دیں گے"۔

اس پر مشرکین قریش نے انہیں جواب دیا کہ:

"تم خود اہل کتاب ہو اور محمد ﷺ کا مذہب تمہارے مذہب سے ملتا جلتا ہے' پھر تم کس بنیاد پر ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہو جب کہ محمدؐ سے ہمارا تنازعہ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے ہے"۔

مشرکین قریش کی اس دلیل کے جواب میں بنی نضیر کے مذکورہ بالا یہودیوں نے ان سے کہا:

"ہمارے نزدیک تمہارا قدیمی مذہب محمدؐ کے نئے دین سے بہتر ہے اور اس کے علاوہ ہم انہیں خدا کا نبی مانتے ہی نہیں ہیں"۔

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف یہود کی اس سازش کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئی تھیں:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ ..... الخ ﴾

جب بنی نضیر کے مذکورہ بالا افراد نے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا' مشرکین مکہ کے پاس جا کر انہیں آنحضرت ﷺ کے خلاف جنگ پر اُبھارا' ان کے دین کو دین محمدی سے قدیم تر اور بہتر بتایا اور ساتھ ہی جنگ میں ان کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تو مشرکین قریش حد درجہ مسرور ہوئے اور غزوۂ بدر غزوۂ احد میں اپنی شکستوں اور جانی و مالی نقصانات کی تلافی کے لیے ایک بار پھر آپؐ کے خلاف جنگ پر آمادہ ہو گئے تو یہودیوں کی وہ جماعت شاداں و فرحاں مکے سے لوٹ کر قیس عیلان کے علاقے میں قبیلہ غطفان کے پاس آئی اور اسے بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کر کے ان سے کہا کہ صرف وہ لوگ ہی نہیں بلکہ بنی نضیر کے علاوہ دوسرے تمام قبیلے بھی ان کے ساتھ اس جنگ میں شریک ہوں گے اور ان سے یہ بھی کہا کہ قریش مکہ کا ایک کثیر التعداد لشکر بھی ان کے پیچھے پیچھے اس جنگ میں شرکت اور ان کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ یہ سن کر یہ لوگ بھی بخوشی مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ ہو گئے اور جب اس کے بعد مشرکین قریش کا جیسا کہ ان یہودیوں نے کہا تھا' ایک بھاری لشکر بھی وہاں پہنچ گیا تو قبیلہ غطفان کے قائد جن میں سے عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر کا تعلق غطفان کی ایک شاخ بنی فزارہ سے تھا' حارث بن عوف بن ابی حارثہ المری کا بنی مرہ سے اور مسعر بن رخیلہ بن نویرہ ابن طریف بن سخمہ بن عبداللہ بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان کا تعلق خود اپنے خاص قبیلے غطفان سے تھا اچھی طرح مسلح ہو کر دوسرے تمام جنگی ساز و سامان سے بھی لیس ہو گئے تو ان کی پیروی میں ان قبائل کے دوسرے بہادر نوجوان اور جنگ میں آزمودہ کار سب لوگ ان کا ساتھ دینے کے لیے جمع ہو گئے اور پھر یہ سب لوگ مذکورہ بالا یہودیوں اور مشرکین مکہ کے اس لشکر کے ساتھ مل کر مدینے پر حملے کی تیاری کرنے لگے۔

جب نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی اور اس کی تصدیق بھی ہو گئی تو آپؐ نے مدینے کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔

Marfat.com

ابن ہشام بعض چشم دید گواہوں کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اس کا مشورہ آپ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ طبری اور سہیلی بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں سب سے پہلے ایسی خندق منوچہر بن ایرج بن فریدون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کھدوائی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی نمونے کی خندق مدینے کے گرد کھدوائی تھی تاکہ دشمن مدینے میں آسانی سے داخل نہ ہو سکے اور مسلمان اس کی جارحیت سے محفوظ رہیں جیسا کہ متعدد روایات سے ثابت ہے تمام جوان اور بوڑھے مسلمانوں کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس اس کام میں آخر تک شریک رہے۔ البتہ منافقین کا ایک گروہ اس کام میں ضعیفی کا عذر کر کے شریک نہیں ہوا۔ ویسے انہی میں سے کچھ لوگ دوسروں سے چھپ کر صرف کبھی کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے اور آئندہ الزام سے بچنے کے لیے تھوڑا سا کام کر لیتے تھے اور آپ سے اجازت لیے بغیر ہی چلے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات اسی سلسلے میں نازل فرمائی تھیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینے کے مسلمان جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا خندق کی کھدائی میں برابر لگے رہے۔ انہی میں ایک شخص جعیل نامی اتنی تندہی سے کام کرتا تھا کہ دوسرے لوگ اسے عمرو کہہ کر اور کبھی ظہر کے نام سے بلانے لگے تھے حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے انہی ناموں سے پکارنے لگے تھے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن محمدؒ معاویہ بن عمرو اور ابو اسحٰق نے حمید کے حوالے سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کبھی علی الصباح سردی سے کانپتے اور دھوپ میں پسینے سے شرابور اور بھوکے پیاسے رہنے کے باوجود انتہائی تندہی سے خندق کی کھدائی میں مصروف دیکھا تو فرمایا:

''یا اللہ! عیش (درحقیقت) عیش آخرت ہے (بہرحال) ان انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما''۔

اسی روایت کے مطابق وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تاثرات اور اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحمت و مغفرت کی دعا فرمانے کے جواب میں یک زبان ہو کر کہتے تھے:

''ہم وہ لوگ ہیں جو بدست محمدؐ جہاد کے لیے بکے ہیں اور جب تک زندہ ہیں ہمیشہ اس میں مصروف رہیں گے''۔

صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں یہ روایت شعبہ کی زبانی معاویہ بن قرہ اور انس کے حوالے سے اس طرح درج ہے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابو معمر اور عبدالوارث نے عبدالعزیز اور انس کے حوالے سے بیان کیا کہ جب انصار و مہاجرین مدینے کے گرد خندق کھود رہے تھے تو وہ ترنم سے کہتے جاتے تھے:

نحن الذين بايعوا محمدا على الاسلام ما بقينا أبدا

اور ان کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

اللهم انه لا خير الا خير الآخرة فبارك في الانصار و المهاجرة

Marfat.com

بخاریؒ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس وقت ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھانے کے لیے جو کی روٹی کا کوئی ٹکڑا مشکل ہی سے ملتا تھا۔

بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ اس موقع پر خندق سے مٹی نکالتے وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اور جسم مٹی سے اٹ جاتا تھا یا غبار آلود ہو جاتا تھا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ مدینے کے گرد خندق کی کھدائی کے لیے سب سے پہلے کدال خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر اٹھایا تھا۔ بخاریؒ یہ روایت غندر کی زبانی شعبہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران میں اگر کھانے کے لیے شہر سے کوئی چیز آتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے مہاجرین و انصار میں تقسیم فرما دیتے تھے لیکن جب تنوری روٹیاں زیادہ تعداد میں آتیں اور ان کے ساتھ کافی مقدار میں شہد یا گوشت آتا تو اسے بھی آپؐ ان تین سو مہاجرین وانصار میں تھوڑا تھوڑا تقسیم فرما دیتے یا کبھی کبھی خود بھی تھوڑا سا چکھ لیتے جب کہ آپ شکم مبارک پر اکثر پتھر کی پتلی سلیں باندھے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر آپ کی زبانِ مبارک پر جاری رہتا۔ البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں مسلسل دعا فرماتے رہتے تھے۔

بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے گرد چودہ گز چوڑی اور اسی قدر گہری خندق کھدوائی تھی اور جب اس میں سے سفید چمک دار مٹی نکال کر آپ کو دکھائی گئی تو پہلے آپؐ نے فرمایا کہ ''اس میں مجھے شام کی فتح کے آثار نظر آ رہے ہیں'' دوسری بار آپؐ نے فرمایا کہ ''اس میں کسریٰ کے محلات کے آثار ہیں اور اس میں فارس کی فتح کی نشانیاں ہیں'' اخیر میں تیسری بار فرمایا کہ ''اس مٹی میں یمن وصنعاء کی مٹی کے آثار ہیں' جنہیں مسلمان ان شاء اللہ جلد فتح کریں گے''۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ کے ان اقوال مبارک میں کس قدر صداقت پوشیدہ تھی۔ (مؤلف)

متعدد مستند روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ مذکورہ بالا خندق کے کامیابی سے اختتام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں جنہوں نے اس خندق کی کھدائی کا مشورہ دیا تھا فرمایا تھا ''سلمان میرے اہل بیت میں سے ہیں''۔ اور ان کے حق میں دعا فرمائی تھی۔ البتہ منافقین صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس محنت ومشقت پر ہنستے اور اسے کار فضول بتا کر انہیں طعنے دیتے رہے اور کہتے رہے کہ آپؐ انہیں مدینے کے گرد اس خندق میں قصور حیرہ اور کسریٰ کے محلات مدائن دکھا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل آیت انہی منافقین کے بارے میں اتری تھی:

﴿ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾

متعدد مستند روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضربات کے بعد رہ رہ کر خندق کے کنارے تشریف فرما ہو کر فرق مبارک پر اپنی ردائے پاک ڈال لیتے اور سلمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے کہ:

''اس میں منہ ڈال کر دیکھو تو تمہیں قصور قیصر وکسریٰ نظر آئیں گے جنہیں ان شاء اللہ وہی مسلمان فتح کریں گے جو اس وقت یہ خندق کھودنے میں مصروف ہیں''۔

اس کے جواب میں وہ مناظر دیکھ کر سلمان رضی اللہ عنہ عرض کرتے:

Marfat.com

''یارسول اللہ (ﷺ) آپ نبی برحق اور صادق القول ہیں''۔

کہتے ہیں کہ جب مذکورہ بالا خندق اختتام کو پہنچی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی اس کامیابی پر خوش ہو کر اطمینان کا سانس لیا تو آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جن ممالک کے قصور ومحلات اور ان کے گرد ونواح کے مناظر آنحضرت ﷺ نے سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنی ردائے مبارک کے اندر دکھائے تھے وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ادوار خلافت میں اور اس کے بعد مسلمانوں نے فتح کر لیے تھے اور یہ سب کچھ اسی بشارت کا نتیجہ تھا جو مذکورہ بالا خندق کی کھدائی کے وقت رب العزت نے آپ کو دی تھی ورنہ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنی بلند حوصلگی کے باوجود اس بشارت کو ایمان کامل کے سہارے حق الیقین سمجھے بغیر اتنی وسیع، عریض اور طاقت ور سلطنتیں کیسے فتح کر سکتے تھے یقیناً اسی بشارت کی بنیاد پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان اللّٰہ زوٰی لی الارض مشارقھا و مغاربھا و سیبلغ امتی مازوی لی منھا.

''یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کے کچھ مشرقی ومغربی حصے مجھے بخشے ہیں جو عنقریب میری امت کی ملکیت بنیں گے''۔

Marfat.com

فصل:

غزوۂ خندق کے بعد

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ خندق کے کام سے فارغ ہوئے تو آپ جیسا کہ سنا گیا تھا مشرکین مکہ اور ان کے ساتھ شریک قبائل کی مدینے کی طرف آمد کے منتظر رہے جس کے بعد حسب توقع وہ لوگ آ ہی پہنچے۔ مشرکین قریش اپنے دس ہزار ٹڈی دل لشکر کے ساتھ جن میں حبشیوں کی کثیر تعداد کے علاوہ ان کے حامی بنی کنانہ اور دوسرے تہامی قبائل کے لوگ بھی شامل تھے۔ جب وہ غطفان پہنچے تھے تو غطفانی قبائل بھی ان کے ساتھ ہو لیے اور اس کے بعد اہل نجد بھی ان میں شریک ہو گئے یہاں تک کہ وہ احد کی طرف ''ذنبِ نقمی'' تک پہنچ گئے اور ان کا رخ مدینے کی طرف ہوا تو آنحضرت ﷺ تین ہزار مجاہدین اسلام کے ساتھ مدینے سے آگے بڑھے حتیٰ کہ ان دشمنان اسلام اور مسلمانوں کے درمیان حد فاصل خندق رہ گئی۔ دشمن کے مقابل جانے سے قبل آپ نے مدینے کی خواتین کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی اپنی چھتوں سے لڑائی کا مشاہدہ کریں لیکن شہر کی حدود سے آگے آنے کی کسی حالت میں کوشش نہ کریں۔

جب مشرکین نے میمنہ و میسرہ کو پھیلا کر مدینے کے بالائی اور نشیبی دونوں طرف لڑائی کے لیے محاذ بنایا تو مسلمانوں کو بھی آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے پوزیشن لینے کا حکم دیا۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھی نبی کریم ﷺ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہی کو مدینے کی اندرونی نگرانی اور انتظامات کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل آیت اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر نازل فرمائی تھی:

﴿ وَاِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ قَدْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴾

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عثمان بن ابی شیبہ اور عبید نے ہشام بن عروہ ان کے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا کہ اس آیہ شریفہ کی شانِ نزول غزوۂ خندق ہی کا دن ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ اور ان کے حامی قبائل (احزاب) گروہ در گروہ مدینے کے گرد و پیش پہنچے تو بنی قریظہ بھی ان کی مدد کے لیے آ گئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جس وقت حیی ابن اخطب نضری اپنے قبیلے کی صفوں سے نکل کر آگے بڑھا تو یہ دیکھ کر کعب بن اسد قرظی جو اس قبیلے کے حل وعقد اور معاہدوں میں پیش پیش رہ کر ان کے معاملات طے کیا کرتا تھا بھاگتا ہوا اول الذکر کے قریب پہنچا اور اس سے کہا:

Marfat.com

''اے حیَ! تمہارا مقصد کیا ہے؟ کیا تم ہم سے آگے اور علیحدہ رہ کر اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں پہل کرنا چاہتے ہو؟''۔

حیَ ابن اخطب تیوری چڑھا کر بولا:

''تم میرا راستہ چھوڑ دو''۔

کعب نے کہا:

''اے حیَ! مجھے تم پر افسوس ہے' میں یہاں تم لوگوں کو یہی یاد دہانی کرانے کے لیے آیا ہوں کہ محمد (ﷺ) سے ہمارا معاہدہ صلح ہو چکا ہے جس میں ان کی طرف سے اب تک سرمو فرق نہیں پڑا ہے بلکہ وہ ہمارے ساتھ اب تک ہمیشہ بھلائی سے پیش آئے اور ایفائے عہد کے پابند رہے ہیں' پھر بتاؤ کہ میں ان کے خلاف جنگ میں کیسے شریک ہو سکتا ہوں یا تمہیں اس کی اجازت کیسے دے سکتا ہوں؟''۔

حیَ بولا: ''میں تم سے کہتا ہوں کہ تم میرا راستہ چھوڑ دو''۔

کعب نے کہا:

''معلوم ہوتا ہے کہ تم قریش مکہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اور مدینے کی لوٹ مار میں شریک ہو کر مال و دولت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں محمد (ﷺ) کے ساتھ اپنے معاہدے کی مطلق پروا نہیں ہے؟''۔

حیَ ابن اخطب نے جواب دیا:

''چلو یہی سہی لیکن کیا تمہیں بھی محمد (ﷺ) کی طرف اپنے اس عمل کے صلے میں مال و دولت اور انعام و اکرام کی خواہش نہیں ہے؟ جبکہ تم مجھے یقین ہے قریش مکہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تکلیف اٹھا کر یہاں تک صرف اسی لیے آئے ہو''۔

یہ سن کر کعب نے یہ کہتے ہوئے حیَ ابن اخطب نضری کا راستہ چھوڑ دیا کہ:

''بہر حال میں اس معاملے میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں اور اب اپنے لوگوں کی حفاظت کے تم خود ذمہ دار ہو''۔

موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں کہ حیَ ابن اخطب اور کعب کی اس گفتگو کے باوجود بنی قریظہ اور بنی نضیر کی بعد میں گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ اگر قریش مکہ ان کے ان نوے معزز لوگوں کو چھوڑنے کا وعدہ کریں جو ان کے پاس کسی معاہدے کے تحت رکے ہوئے تھے تو وہ آنحضرت ﷺ سے کیا ہوا معاہدہ صلح توڑ کر ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں اور اس کے بعد جب قریش مکہ نے موقع غنیمت جان کر اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہ وعدہ کر لیا تو یہ لوگ آپؐ سے نقض معاہدہ پر تیار ہو گئے جن میں خود کعب بن سعد نضری بھی شامل تھا لیکن بنی سعد کے اسد' اسید اور ثعلبہ ان کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے آپ کی طرف چلے آئے۔

جب آنحضرت ﷺ کو بنی نضیر اور بنی قریظہ کے بارے میں نقض عہد کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ان کے پاس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو ان دنوں بنی اوس کے سردار تھے اور سعد بن عبادہ جو بنی خزرج کے سردار تھے بھیجا اور وہ کسی نہ کسی طرح ان کے

Marfat.com

پاس پہنچ گئے اور وہاں جا کر ان سے کہا کہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ صلح کی پابندی کرنا چاہیں تو صرف اتنا کریں کہ مشرکین مکہ کا ساتھ دینے کی بجائے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اس پر بنی نضیر تو نیم راضی تھے لیکن بنی قریظہ اپنی بات پر اڑے رہے بلکہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو پہچاننے سے ہی انکار کر دیا اور بولے:

''کون محمدؐ؟ وہی جنہوں نے تم مسلمانوں کو فارس و روم کی فتح قیصر و کسریٰ کے قصور و محلات اور ان کی دولتِ کثیر پر قبضے کے خواب دکھائے ہیں لیکن پہلے وہ ان سے صرف اپنی جان ہی بچا کر دکھا دیں' ہم ایسے جھانسوں میں آنے والوں میں سے نہیں ہیں''۔

موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں کہ سعد بن عباد رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کو اپنی طرف سے لاکھ سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی طرح نہ مانے۔ انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں بنی نضیر کے انجام سے بھی انہیں آگاہ کر کے ان سے کہا کہ کہیں بعد میں انہیں بھی انہی کی طرح بعد میں مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر ان سے معاہدۂ صلح پر مجبور نہ ہونا پڑے لیکن وہ پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے تو یہ دونوں وہاں سے واپس آ گئے اور بنی قریظہ کی ضد سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ کر دیا اس پر آپؐ نے مجاہدین اسلام کو مشرکین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

''مجھے بنی قریظہ کی طرف سے پہلے ہی کسی بھلائی کی امید نہیں تھی' بہر حال ہم نے اپنی طرف سے حجت تمام کر دی ہے''۔ (تشریحی ترجمہ)

موسیٰ بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ اگلی صبح کو دونوں طرف سے کچھ لوگ آگے بڑھے لیکن ان میں ایک دوسرے پر تیر اندازی و سنگ باری کے علاوہ کسی شدید جنگ یا دست بدست لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

سعید بن مسیبؒ کہتے ہیں کہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرماتے رہے:

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرا وعدہ پورا کرنے کی استدعا کرتا ہوں (یقیناً) تو یہ نہیں چاہے گا کہ تیری عبادت کرنے والا (زمین پر) کوئی باقی نہ رہے''۔

لیکن دوسری طرف مسلمانوں ہی میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ویسے تو خود کو مسلمان کہتے تھے لیکن وہ بھی وہی کہتے تھے جو سعد بن معاذ اور سعد بن عباد رضی اللہ عنہ سے بنی قریظہ نے کہا تھا یعنی آنحضرت ﷺ کا یہ وعدہ کہ مسلمان بہت جلد قیصر و کسریٰ کے قصور و محلات کے مالک بنیں گے (نعوذ باللہ) صرف وعدے ہی تک محدود تھا جب کہ آپ کا غائط تک صحیح و سلامت پہنچنا بھی ان کے نزدیک ناممکنات میں سے تھا اور تو اور خود اوس بن قیظی نے آپؐ سے کہا تھا کہ چونکہ ان کی عورتیں ان کے گھروں پر تنہا رہ گئی ہیں اس لیے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت دی جائے۔

بات دراصل یہ تھی کہ یہ لوگ مشرکین سے خائف تھے اور ڈرتے تھے کہ وہ ان سے جنگ کر کے کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو منافق فرمایا جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے صاف ظاہر ہے۔

﴿ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ... الخ ﴾

Marfat.com

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب مشرکین مدینے کا محاصرہ کیے ہوئے تھے جو قریباً بیس شب و روز یا ایک مہینے تک جاری رہا تو اس زمانے میں رسول اللہ (ﷺ) برابر یا تو اللہ تعالیٰ سے مسلمانوں کی کامیابی کی دعا فرماتے رہے یا مجاہدین اسلام کی دلجمعی اور صبر و استقامت کی تلقین فرماتے رہے۔ تاہم اس دوران میں مشرکین کی طرف سے کبھی تیر اندازی اور ادھر سے جوابی تیر اندازی ہی کے سوا کوئی اور خاص لڑائی نہیں ہوئی لیکن جب اس طرح محصور رہ کر فدائیان اسلام کے مصائب میں روز بروز اضافہ ہونے لگا تو جیسا کہ عاصم بن عمر بن قتادہ زہری کے حوالے سے بتاتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کے پاس جو دونوں بنی غطفان کی قیادت کر رہے تھے مدینے کے تین تازہ پھل اس پیغام کے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیجنے کا قصد فرمایا کہ وہ آپؐ کے ساتھ پہلے معاہدہ صلح کی رو سے اور اس کی پابندی کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلے جائیں۔ تاہم یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے اور اس سلسلے میں ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہے نیز یہ کہ اگر وہ آپؐ کے ساتھ کوئی تازہ معاہدہ کرنا چاہیں تو فی الحال زبانی کر لیں جسے بعد میں باقاعدہ ضبط تحریر میں لایا جا سکتا ہے۔ البتہ اس سے قبل آپؐ نے اس سلسلے میں پہلے سعدین یعنی سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ طلب فرمایا لیکن وہ دونوں یک زبان ہو کر بولے:

''یا رسول اللہ (ﷺ) اس وقت اللہ تعالیٰ آپؐ سے جو کچھ چاہتا ہے آپؐ اس پر عمل فرمایئے' ہم ان شاء اللہ ہر حالت میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اس کے علاوہ بھی آپؐ ہمیں جو حکم دیں گے ہم اس پر صدق دل سے عمل کریں گے''۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ اہل عرب باہمی تفرقہ اندازی چھوڑ کر متحد ہو جائیں تا کہ اقوام عالم میں ان کی بے عزتی نہ ہو''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر مذکورہ بالا دونوں حضرات یک زبان ہو کر بولے:

''یا رسول اللہ (ﷺ) ہم پہلے جب متحد تھے تو شرک جیسی لعنت میں مبتلا تھے اور انہی عربوں کی طرح بتوں کو پوجتے تھے۔ اب بھی وہ یہی چاہتے ہیں کہ ہم ان سے اتحاد کر کے پھر ویسے ہی ہو جائیں حالانکہ اب اللہ نے آپؐ کے ذریعہ اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے' ہمیں یقین ہے کہ جن لوگوں کو آپؐ یہ تازہ پھل بھیجنا چاہتے ہیں وہ انہیں چکھیں گے بھی نہیں وہ انہیں فروخت کر دیں گے یا یونہی کسی کو دے دیں گے۔ لہٰذا ہم انہیں اپنی کوئی چیز کھانے کو کیوں دیں۔ ہم ایسا ہرگز نہیں چاہتے' ہم تو انہیں صرف اپنی تلواروں کا مزہ چکھانا چاہتے ہیں''۔

آنحضرت ﷺ نے ان حضرات کی یہ طول طویل تقریر سن کر فرمایا:

''(میرا یہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھتے ہو) بہر حال اب تم جیسا مناسب سمجھو کرو (یعنی میں تمہیں اس سے نہیں روکوں گا)''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی غطفان وغیرہ کے نام آپ کا تحریری پیغام منہ میں رکھ کر نگل گئے اور پھر آپؐ سے اجازت لے کر مشرکین سے جہاد کے لیے اپنی اپنی صفوں کی طرف لوٹ گئے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ بھی دوسرے وہاں موجود صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اپنی جگہ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں اور مشرکین میں کوئی قابل

Marfat.com

ذکر بڑی جنگ تو نہیں ہوئی۔ البتہ مشرکین قریش میں سے کچھ سوار آگے بڑھ کر خندق کے کنارے تک آئے ان میں پہلا شخص عمرو بن عبدود بن ابی قیس بن عامر بن لوئی میں سے تھا اور دوسرا عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ اس کے بعد اسی طرح ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی اور ضرار بن خطاب بن مرداس جس کا تعلق بنی محارب سے تھا یکے بعد دیگرے وہاں تک آئے لیکن پھر فوراً ہی اپنی صفوں کی طرف پلٹ کر بنی کنانہ کی قیام گاہ میں چلے گئے اور ان سے کہا:

''اے کنانہ والو! کیا تم اب گھوڑوں پر سوار ہونا بھول گئے ہو؟''۔

اس کے بعد وہ دوبارہ اپنی اپنی صفوں میں کچھ دیر توقف کے بعد پھر خندق کی طرف بڑھے اور اس کے کنارے پہنچ کر اندر کی طرف دیکھتے ہوئے بولے:

''ایسا پر فریب جال عرب میں آج تک کسی نے نہیں پھیلایا''۔

پھر عمرو بن عبدود بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر خندق کے پار آ گیا اور کچھ رجزیہ کلمات کے بعد بولا:

''کون ہے جو میرے مقابلے کے لیے آئے؟''۔

اس کے جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑھ کر آگے آئے جو پیدل تھے' یہ دیکھ کر وہ بھی گھوڑے سے کود پڑا اور ان سے پوچھا:

''تم کون ہو؟''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''میں علیؓ ہوں''۔

اس نے پوچھا: ''علی بن عبد مناف؟''۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا: ''علی بن ابی طالب'' اس کے بعد انہوں نے اسے دعوتِ اسلام دی لیکن اس کے انکار پر فرمایا:

''پھر میرے مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

یہ سن کر وہ بولا:

''تم چونکہ میرے بھائی کے بیٹے ہو۔ اس لیے میں تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''لیکن میں تو تمہیں قتل کرنا چاہتا ہوں''۔

یہ سن کر عمرو بن عبدود نے طیش میں آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر اپنے گرز سے بھرپور وار کیا۔ وہ ایک انتہائی طاقت ور پہلوان تھا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وار کو خالی نہ دیتے تو یقیناً ان کا سر پاش پاش ہو جاتا لیکن انہوں نے اس کا وار خالی دے کر اپنی تلوار سے اس پر ایسا سخت وار کیا کہ وہ تڑپ کر خندق میں جا گرا اور وہیں تڑپ تڑپ کر جہنم واصل ہو گیا۔ اس کے اس طرح تڑپ کر خندق میں گرتے وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا اور اسی نعرۂ تکبیر کو سن کر مسلمانوں کی پچھلی صفوں کے لوگ سمجھ گئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عبدود کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

ابن ہشام نے مذکورہ روایت زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ مشرکین نے عمرو بن عبدود کی لاش لینے

Marfat.com

کے لیے دس ہزار دینار کی پیشکش کی تھی لیکن آنحضرت ﷺ نے جواباً فرمایا تھا کہ:

''ہم لاشیں رکھنا پسند کرتے ہیں نہ لاشوں کی قیمت لے کر اس کا استعمال ہمارے لیے جائز ہے''۔ (مفہومی ترجمہ)

ابن اسحٰق نے یہ روایت بیہقی کے حوالے سے بیان کی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ مشرکین کی جس لاش کو بھی انہوں نے قیمتاً مسلمانوں سے لینا چاہا تھا تو آنحضرت ﷺ نے وہی ایک جواب دیا تھا یعنی جس کا سطور بالا میں ذکر آچکا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مشرکین نے عمرو بن عبدود کی لاش کی قیمت بارہ ہزار دینار لگائی تھی۔

ترمذیؒ اس روایت کو سفیان ثوریؒ کی زبانی ابن ابی لیلیٰ، حکم، مقسم اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے اسے روایت غریب بتایا ہے۔

موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ مشرکین نے غزوۂ خندق کے موقع پر جب بھی اپنے کسی مقتول کی لاش مسلمانوں سے مانگی تو آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا:

''ہمیں اس لاش کو اپنے ہاں رکھنے سے کوئی فائدہ ہے نہ ہم مشرکین کو اسے لے جا کر دفن کرنے سے روکنا چاہتے ہیں''۔

یونس بن بکیر ابن اسحٰق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عبدود کے بعد نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی نے اسی کی طرح مسلمانوں سے مبارز طلب کیا تھا لیکن اس دفعہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر کے خندق کی نذر کر دیا تھا۔

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ جب نوفل حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شدید زخمی ہو کر خندق میں گرا تو کچھ مسلمانوں نے اوپر سے اس پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ اس نے اس پر چلا کر کہا:

''اے عربو! اس طرح تکلیف دے کر مارنے سے بہتر ہے کہ تم مجھے ایک ہی دفعہ قتل کر دو''۔

اور اس کی یہ فریاد سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے خندق میں اتر کر قتل کر دیا تھا۔

بیہقی متعدد حوالوں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی یعنی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما غزوۂ خندق کے روز دوسرے بچوں کے ساتھ ایک چھت پر بیٹھے مشرکین اور مسلمانوں کی لڑائی کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ جب اس کے اختتام پر ان کے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مدینے میں لوٹ کر اپنے گھر آئے تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا:

''ابا جان! یہ کن لوگوں کی لاشیں تھیں جنہیں آپ خندق سے نکال نکال کر دوسری طرف لوگوں کو دے رہے تھے''۔

بیٹے کے اس سوال پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیار سے بولے:

''جان پدر! وہ ان مشرکین کی لاشیں تھیں جنہیں ہم نے قتل کر دیا تھا اور میں رسول اللہ (ﷺ) کے حکم سے انہیں اٹھا اٹھا کر مشرکین ہی کے بھیجے ہوئے لوگوں کے حوالے کر رہا تھا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد جناب عباد کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت

Marfat.com

صفیہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر تشریف فرما تھیں جب کہ خود جناب حسان رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ) کے ارشاد کے مطابق ان سب کی نگرانی پر مامور تھے۔ شام کا جھٹپٹا ہو چلا تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جناب حسان رضی اللہ عنہ سے کہا:

''ذرا دیکھئے تو سہی کہ یہ چھت پر چڑھنے کی کون کوشش کر رہا ہے؟''۔

پھر وہ خود ہی بولیں:

''مجھے تو یہ کوئی یہودی معلوم ہوتا ہے:

جناب حسان رضی اللہ عنہ چونک کر بولے:

''ٹھہریئے میں دیکھتا ہوں''۔

اتنے میں وہ خود ہی اس طرف جھپٹیں جہاں اب کسی مرد کا سر چھت کی منڈیر سے ابھر رہا تھا اور اپنا گرز لے کر اس ابھرتے ہوئے سر پر اس طرح رسید کیا کہ وہ شخص جو کوئی بھی تھا ایک لمبی چیخ کے ساتھ چھت کی منڈیر پر ہاتھ جماتے ہوئے نیچے جا پڑا۔

جناب حسان رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بولے:

''ارے! آپؓ نے تو کمال کر دیا''۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''وہ شخص یقیناً مر چکا ہوگا لیکن وہ مرد تھا' اس لیے میں اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتی۔ لہٰذا آپ نیچے اتر کر اس کی لاش اوپر لے آیئے''۔

چنانچہ جب حسان رضی اللہ عنہ مکان کی سیڑھیوں کے راستے چھت سے نیچے اتر کر اس شخص کی لاش اوپر اٹھا لائے اور جب اسے غور سے دیکھا گیا تو واقعی وہ مدینے ہی کا ایک یہودی تھا جو یقیناً اس چھت پر چڑھ کر عورتوں اور بچوں کو خوف زدہ کر کے ان کی چیخوں سے نیچے جنگی محاذ پر موجود مجاہدین کو ان کی پشت کی جانب متوجہ کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ گھبرا کر اس اچانک افتاد پر یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کہیں دشمن نے کسی طرف سے شہر پر حملہ تو نہیں کر دیا اس طرف متوجہ ہوں اور مشرکین مکہ کو جن سے مدینے کے یہ یہودی اور کچھ دوسرے منافقین پہلے ہی سے ساز باز کر رہے تھے خندق پار کر کے سامنے سے شہر پر حملہ کرنے اور اس میں داخل ہونے کا موقع مل جائے۔

یحییٰ بن عباد نے مذکورہ بالا حوالوں سے بتایا کہ جناب حسان بن ثابت نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے اس حیرت انگیز کارنامے پر ان کی مدح میں متعدد اشعار بھی کہے تھے۔

موسیٰ بن عقبہ غزوۂ خندق کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے مدینے کا قریباً ایک مہینے تک اس طرح محاصرہ کیے رکھا جیسے وہ اپنے کسی بڑے سے بڑے دشمن کے ناقابل تسخیر قلعے کا محاصرہ کیے پڑے ہوں۔ ان کا جو شخص بھی دن کے یا رات کے کسی حصے میں خندق پار کرنے کی کوشش کرتا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتا۔ ویسے بھی ان کے بہت سے جنگجو کئی مجاہد اسلام سے

Marfat.com

دست بدست لڑائی میں کام آ چکے تھے۔ آخر انہوں نے تنگ آ کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ کسی ناپاک جانور یا غلیظ پرندے کی گردن میں مغلظات سے پر کاغذ باندھ کر اندازے سے اس جگہ پھینک دیتے جہاں ان کے خیال میں آنحضرت ﷺ کی آرام گاہ ہو سکتی تھی۔ تاہم کوئی نہ کوئی مسلمان اس ہاتھ پاؤں بندھے جانور یا ٹانگیں بندھے پرندے کو مار کر انہی کی طرف پھینک دیتا۔ پھر بھی ان کی یہ حد سے زیادہ قبیح حرکت جو کسی بڑے سے بڑے موذی مگر اصول جنگ کی پابندی کرنے والے دشمن کی طرف سے بھی تصور میں نہیں آ سکتی مسلمانوں کے لیے اتنے دنوں تک دردسر بنی رہی۔

اس کے علاوہ وہ موقع بہ موقع اس طرح تیر اندازی وسنگ باری کرتے کہ مسلمانوں کو رات دن یہ اندیشہ رہتا کہ وہ اس کے بعد اپنی کثرتِ تعداد کے زعم میں کسی نہ کسی طرح خندق پار کر کے ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ ان کی یہ تیر اندازی وسنگ باری خاص طور پر سہ پہر سے لے کر غروبِ آفتاب تک جاری رہتی جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کے علاوہ خود آنحضرت ﷺ کے لیے اکثر نماز عصر ادا کرنا ناممکن ہو جاتا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم آ چکا تھا کہ: ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ یعنی ہر وقت کی نماز خصوصاً عصر کے لیے وقت کی پابندی کیا کرو لیکن چونکہ مشرکین کی طرف سے ہر وقت خصوصاً اس وقت حملے کا اندیشہ رہتا تھا اس لیے صلاۃ الخوف یا صلاۃ الحرب کی طرح جس کا غزوۂ ذات الرقاع کے ذکر کے ساتھ پہلے ذکر آ چکا ہے یہاں یہ نماز پڑھنا ناممکن تھا۔

بہرکیف عصر سے لے کر عشاء تک جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا وہ غروبِ آفتاب کے بعد پہلے نماز عصر کے لیے اذان دیتے جس کے بعد مسلمان آپ کی قیادت میں پہلے نماز عصر ادا کرتے اور پھر اسی طرح یکے بعد دیگرے مغرب اور عشاء کی اذانیں دی جاتیں اور بالترتیب وہ نمازیں ادا کی جاتیں۔

اسی لیے ان دنوں رسول اللہ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''ان لوگوں نے ہمیں عصر تک کی نماز کی ادائیگی سے روکے رکھا' اللہ تعالیٰ ان کے شکموں اور دلوں کو آگ سے بھرے گا''۔

بعض روایات میں آپ کی اس حدیث کے آخر میں لفظ ''قبور'' بھی لکھا گیا ہے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالصمد' ثابت اور ہلال نے عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ جب کفار سے لڑائی کے اندیشے کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کی نماز عصر قضا ہو جاتی تو آپ فرماتے:

اللّٰهم من حبسنا عن الصلوٰة الوسطیٰ فاملأ بیوتهم ناراً و املأ قبورهم ناراً.

''یعنی یا اللہ جن لوگوں نے ہمیں نماز عصر ادا کرنے سے قاصر کر رکھا ہے ان کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے''۔

یہی روایت ایک اور ثقہ راوی ہلال بن خباب العبدی کوفی کی ہے جسے ترمذی وغیرہ نے بطور حدیث صحیح پیش کیا ہے نیز دیگر علماء نے اس حدیث نبوی سے استدلال کر کے آیہ شریفہ

Marfat.com

﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ﴾

میں ''صلاۃ الوسطیٰ'' کو نماز عصر بتایا ہے۔

حافظ ابوبکر البزاز کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن معمر' مؤمل یعنی ابن اسماعیل اور حماد یعنی ابن سلمہ نے عبدالکریم یعنی ابن ابی المخارق' مجاہد اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ خندق کے موقع پر مسلسل لڑائی کی وجہ سے نماز ظہر' عصر' مغرب اور عشاء کی ادائیگی سے قاصر رہے تو آپؐ نے پہلے روز غروب آفتاب کے بعد بلال کو حکم دیا کہ وہ ظہر کی اذان دیں جس کے بعد آپؐ نے اور آپ کی قیادت میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہلے ظہر کی نماز ادا کی' پھر اس کے بعد آپؐ کے حکم سے بلال رضی اللہ عنہ نے عصر کی اذان دی جس کے بعد عصر کی نماز ادا کی گئی' پھر اسی طرح بلال (رضی اللہ عنہ) نے یکے بعد دیگرے مغرب اور عشاء کی اذانیں دیں اور پھر بالترتیب مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھی گئیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

''آپ لوگوں کے علاوہ روئے زمین پر کوئی دوسرے ایسے لوگ نہیں ہیں جو ان (صبر آزما) اوقات (وحالات) میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوں''۔

البزاز نے غزوۂ خندق کے سلسلے میں نماز ظہر سے لے کر نماز عشاء تک اس طرح آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ادائیگی نماز کی وجہ سے یہ روایت بطور خاص پیش کی ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے راویوں نے بھی عبدالکریم' مجاہد' ابی عبیدہ اور عبداللہ کے حوالے سے اس روایت کو پیش کیا ہے۔

Marfat.com

فصل:

غزوۂ خندق کے دوران میں آنحضرت ﷺ کی دعائیں

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے ابو عامرؒ زبیر یعنی ابن عبداللہ اور ربیع بن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے غزوۂ خندق کے روز آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ:

''حضورؐ کوئی ایسی بات ارشاد فرمایئے جسے ہم بیان کریں تو وہ لوگوں کے دلوں میں اُتر جائے''۔

ربیع بن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ ان کی اس گزارش کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اچھا''۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل دعا کی تلقین فرمائی اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی:

ترجمہ: ''یا اللہ ہماری عورتوں کے ستر پوشیدہ اور ہماری عزت وآبرو محفوظ رکھ''۔

اس کے بعد ابی سعید کے والد بیان کرتے ہیں کہ:

''آپ کی اس دعا کا اثر فوراً ہی ظہور پذیر ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے تیز وتند ہوا سے آپؐ کے دشمنوں کے آنا فانا منہ پھیر دیئے''۔

اس روایت کو ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اپنے والد یعنی العقدی' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلام زبیر بن عبداللہ' ربیع بن عبدالرحمٰن بن ابی سعید اور آخر الذکر کے والد یعنی ابی سعید کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اسے بالکل صحیح بتایا ہے جو یقیناً درست ہے۔

امام احمدؒ مزید فرماتے ہیں کہ ان سے حسین نے ابن ابی ذئب اور بنی سلمہ کے ایک شخص کے علاوہ جابر ابن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک روز مسجد احزاب میں تشریف لے گئے' وہاں اپنی ردائے پاک بچھائی' اس پر دیر تک کھڑے رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے رہے لیکن اس وقت آپؐ نے نماز ادا نہیں فرمائی لیکن دوبارہ جب آپؐ وہاں تشریف لے گئے تو اسی طرح دعا فرما کر پھر نماز پڑھی۔

اس روایت کو صحیحین میں اندراج کے بعد اسماعیل بن ابی خالد کی زبانی عبداللہ بن ابی اوفی کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ آخر الذکر کے بیان کے مطابق احزاب کے بارے میں مندرجہ دعا (بددعا) فرمائی تھی:

''یا اللہ کہ تو کتاب نازل فرمانے والا اور سریع الحساب ہے احزاب کو شکست سے دوچار فرما۔ یا اللہ انہیں شکست دے اور ان کے پاؤں اکھیڑ دے''۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''یا اللہ! انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر فاتح بنا دے''۔

Marfat.com

بخاریؒ نے قتیبہ' لیث' سعید مقبری' سعید مقبری کے والد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ خندق کے اختتام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس نے اپنے لشکر یعنی مسلمانوں کو عزت بخشی اور اپنے بندے (نبیؐ) کی مدد فرمائی نیز احزاب (دشمنوں کو) مغلوب کیا اور انہیں ان کی حد تک پہنچا۔ اب (ان کے لیے) باقی کیا رہ گیا ہے؟''۔

غزوۂ خندق کے دوران میں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر سطور بالا میں پہلے ہی آ چکا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہی ایام میں جب کہ کفار نے مدینے کو اس کے بالائی اور نشیبی دونوں حصوں کی طرف سے محاصرے میں لے رکھا تھا ایک روز نعیمؓ بن مسعود ابن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن ہلال بن خلادہ بن اشجع ابن ریث بن غطفان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مسلمان ہو گیا ہوں لیکن اس کی خبر چونکہ میری قوم کو نہیں ہے اس لیے آپؐ جہاں چاہیں میں وہیں آپؐ کے حکم سے جانے کو تیار ہوں''۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے یہ جواب دیا:

''تم جہاں تک ممکن ہو ہم سے دور رہو کیونکہ جنگ بڑی ہلاکت خیز اور تباہ کن ہوتی ہے''۔

آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس سے واپس ہوا اور سیدھا بنی قریظہ میں پہنچا جہاں کے لوگوں سے زمانہ جاہلیت میں دوستی تھی اور ان کے ساتھ اس کا ہر وقت اٹھنا بیٹھنا تھا۔ وہاں جا کر اس نے ان سے کہا:

''اے بنی قریظہ! آپ لوگ جانتے ہیں کہ میرے آپ لوگوں کے ساتھ کتنے گہرے دوستانہ تعلقات رہے ہیں''۔

اس پر وہ سب یک زبان ہو کر بولے:

''اور ہمیں تو اب بھی تم سے کوئی شکایت نہیں ہے''۔

ان سے یہ سن کر نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

''دیکھو! یہ بستی تمہاری ہے' یہاں تمہاری عورتیں ہیں تمہارے بال بچے ہیں' تمہاری زرعی زمینیں اور باغات ہیں' غرض تمہارا سارا مال و متاع یہیں ہے لیکن اگر تم اس لڑائی میں محمدؐ کے خلاف قریش کا جو اپنا سب کچھ مکے میں چھوڑ آئے ہیں ساتھ دیتے ہو جیسا کہ دے رہے ہو تو سوچو کہ اگر قریش کو شکست ہو گئی تو وہ پھر بھی واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں گے اور ان کا کچھ نہیں بگڑے گا لیکن اس کے بعد تمہارا کیا حال ہو گا کیونکہ تم تو مسلمانوں کے پڑوس میں۔ کیا قریش سے مل کر اور ان سے جنگ کر کے تم مسلمانوں سے کسی اچھے سلوک کی امید رکھتے ہو؟''۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر بنی قریظہ بولے:

''تمہاری ان باتوں سے تو کھلی شرارت ٹپک رہی ہے''۔

بنی قریظہ پر اپنی ان باتوں کا اثر نہ دیکھ کر وہ وہاں سے قریش کے پاس پہنچا اور وہاں جا کر ابوسفیان بن حرب سے کہا:

Marfat.com

''آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میں محمدؐ سے الگ ہو کر اب آپ لوگوں کے ساتھ ہو گیا ہوں اور یہ بات کسی طرح انہیں بھی معلوم ہو گئی' اس لیے وہ اب مجھ سے اکثر باتیں چھپانے لگے ہیں۔ تاہم مجھے جو معلوم ہو سکا وہ میں اس لیے کہ آپ لوگوں کے مجھ پر بہت سے احسانات ہیں آپ کو بتانے چلا آیا ہوں۔ لہٰذا اگر آپ اسے سن کر میری بات پر عمل کریں گے تو یقیناً بڑے نقصانات سے بچ سکیں گے''۔

ابوسفیان نے نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات سن کر کہا:

''مسلمانوں کا کوئی راز اگر تمہیں معلوم ہو تو وہ تم مجھے ضرور بتاؤ۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس کے بارے میں تمہارے مشورے پر ضرور عمل کروں گا''۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی زبان سے یہ سن کر خوش ہوتے ہوئے بولا:

''تو سنو! وہ بات یہ ہے کہ بنی قریظہ کے یہودی محمد کی مخالفت کر کے اب پشیمان ہو رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے اس پیغام کے ساتھ ان کے پاس بھیجا تھا کہ اگر وہ ان کی قریش کی حمایت کرنے کی غلطی معاف کر دیں تو وہ اب اس کے لیے تیار ہیں کہ وہ قریش کے چند معزز لوگوں کو پکڑ کر ان کے پاس بھیج دیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قریش کے ان معزز لوگوں کو فوراً قتل کر دیں۔ اس کے بعد ہم تن من دھن سے ان کے ساتھ ہو جائیں گے یہ بات چونکہ محمدؐ نے مان لی ہے لہٰذا تمہیں میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر بنی قریظہ ان کے خلاف تمہارا مزید ساتھ دینے کے لیے تم سے بطور ضمانت تمہارے کچھ معزز لوگ اپنے پاس رکھنے کے لیے طلب کریں تو تم اپنا ایک آدمی بھی انہیں نہ دینا۔ بہر حال میں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر تمہیں یہ اطلاع دی ہے اس لیے اس معاملے میں تم جو بھی قدم اٹھاؤ اس میں میرا نام نہ آنے پائے ورنہ میری خیر نہیں ہو گی''۔

ابوسفیان سے اس گفتگو کے بعد نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اٹھتے ہوئے کہا:

''اچھا اب میں چلتا ہوں ورنہ مسلمانوں میں میری غیر حاضری شبہ کی نظر سے دیکھی جائے گی''۔

ابوسفیان نے جس طرح نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا تھا اسی طرح اسے بڑی گرم جوشی سے رخصت کرتے ہوئے قریش کے لیے اس کے خلوص و ہمدردی اور جس اطلاع کا ابھی ذکر کیا گیا ہے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوسفیان کے پاس اٹھ کر بنی غطفان میں جا نکلا۔ اس نے وہاں بھی وہی کچھ کہا جو اس سے قبل ابوسفیان سے کہہ آیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے بنی غطفان سے اپنی قربت اور رشتے کا ذکر کیا تھا اور بنی غطفان نے اس کی باتوں کو خلوص پر مبنی جان کر اس کے مشورے پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔

نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس روز تمام دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اور اس کے علاوہ بنی قریظہ' بنی غطفان اور قریش پر یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اسے ان تینوں کو مذکورہ بالا اطلاعات فراہم کرنے کی بناء پر مسلمانوں سے اپنی جان کا خطرہ ہے ان کی طرف بھول کر بھی رُخ نہیں کیا۔

Marfat.com

اگلے روز ماہ شوال سال پنجم ہجری کو جب کہ سنیچر کا دن تھا قریش نے اپنے منصوبے کے مطابق کہ اس روز بنی قریظہ اور بنی غطفان کو ساتھ لے کر مدینے پر آخری بار بھرپور حملہ کیا جائے گا ان دونوں قبیلوں کے پاس عکرمہ بن ابوجہل اور چند دیگر شرفائے مکہ کو بھیجا تا کہ وہ اس کے لیے تیار رہیں لیکن انہوں نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ دن ان کا ''یوم السبت'' ہے اور اس روز وہ کوئی کام نہیں کرتے بلکہ سارا دن عبادت میں گزارتے ہیں لیکن جب اگلے روز ان دونوں قبائل نے قریش کا ساتھ دینے کی وہی شرط رکھی کہ ان کے چند معزز لوگ بطور ضمانت ان کے سپرد کیے جائیں تو قریش کھٹکے اور انہیں نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اطلاع کا یقین آ گیا لیکن اس کے باوجود قریش نے ان قبائل کو منانے کی کوشش جاری رکھی تو انہوں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ جب تک ان کے پاس قریش کے اتنی ہی تعداد میں معزز لوگ بطور ضمانت نہیں چھوڑے جائیں گے جتنے ان دونوں قبائل کے لوگ باہمی معاہدۂ صلح کے تحت قریش کے پاس اب تک موجود ہیں وہ صرف قریش کے وعدوں پر ان کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہیں لہٰذا ان کی یہ شرط پوری کیے بغیر وہ مسلمانوں سے بطور خود جس طرح نمٹنا چاہیں نمٹ سکتے ہیں۔

ان قبائل کے یہودیوں کے اس جواب سے قریش کو نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا بیان کی مزید تصدیق ہو گئی اور انہوں نے ان دونوں قبائل کے پاس اپنا ایک آدمی بھی جیسا کہ انہیں نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا تھا بطور ضمانت چھوڑنے سے انکار کیا تو وہ قبائل بھی نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس بات پر غور کرنے لگے کہ قریش کا ساتھ دینے کے باوجود اگر قریش کو شکست ہوئی جو خلاف قیاس نہیں تھا اور وہ وہاں سے مکے کو لوٹ گئے تو وہ دونوں قبائل مل کر بھی مسلمانوں کا مقابلہ کس طرح کر سکیں گے جب کہ خود قریش کو ان کے مقابلے میں دو بار یعنی غزوۂ بدر اور غزوۂ احد میں منہ کی کھانا پڑی ہے اس لیے اس وقت قریش کا ساتھ دے کر مسلمانوں سے ہمیشہ کے لیے بات بگاڑ لینا مناسب نہیں ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مذکورہ بالا شرط منوائے بغیر قریش کا ساتھ دینے سے قطعی طور پر انکار کر دیا۔

ادھر قریش ان کی یہ شرط کس طرح تسلیم کرتے جب کہ انہیں بقول نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ یقین تھا کہ ان قبائل کے پاس ان کے مکفول آدمیوں کی تعداد کے برابر اپنے آدمی بطور ضمانت رکھنا انہیں دانستہ اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں دھکیلنا ہوگا۔

چنانچہ اس کا وہی نتیجہ ہوا جس کی نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنی مذکورہ بالا دوڑ دھوپ کے بعد پوری پوری امید تھی بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے عین مطابق کہنا چاہیے۔

اس کے علاوہ جیسا کہ متعدد ثقہ راویوں نے متفقہ طور پر بیان کیا ہے اسی رات لشکر قریش کے رُخ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسی سرد و خشک اور تیز و تند ہوا کے جھکڑ چلے کہ انہیں اس برفیلی ہوا کی برودت سے اس کے باوجود کہ انہوں نے آگ کے الاؤ روشن کر کے ان میں ہر امکانی کوشش سے فراہم شدہ خشک لکڑیوں کے علاوہ تیر تک ان میں جھونک دیے نجات نہ مل سکی اور رات بھر ان کے دانت سے دانت بجتے رہے۔

یہ سب کچھ یقیناً اللہ تعالیٰ کے حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مذکورہ بالا دعاؤں کا اثر تھا جو آپ قریش کے خلاف مسلسل فرماتے رہے تھے۔

Marfat.com

ابن اسحٰق نے موسیٰ بن عقبہ کی طرح نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قصے اور ان جملہ واقعات کو نہایت حسن وخوبی سے تفصیلاً بیان کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما کو قریش کی حالت معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ خاموشی سے قریش کے لشکر کا حال معلوم کر کے آپ کو بتائیں۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ آپؐ کے اس حکم کی تعمیل میں اسی طوفانی رات میں جب کہ یخ بستہ ہوا کی آواز رعد کی کڑک سے اور اس کی تیزی بجلی سے کم نہ تھی، لشکر قریش کا حال معلوم کر کے آئے تھے۔ ابن اسحٰق کے علاوہ متعدد دیگر راویوں نے قریش کے جگہ جگہ برفیلی ہوا کی شدت سے بچنے کے لیے آگ کے الاؤ روشن کرنے اور ان میں اپنے تیر تک جھونک دینے کا واقعہ بھی حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ لشکر قریش میں ہر شخص کے دانت سے دانت بجنے اور ان سب کی زبان پر جن میں ابوسفیان بھی شامل تھا الرحیل الرحیل کی مسلسل پکار کا قصہ بھی حذیفہ بن یمان ہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس حالت میں لشکر قریش کا چکر لگا کر ان کی حالت کی اطلاع آپ کو دینے کے صلے میں جنت کی بشارت دی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ روز قیامت بھی آپؐ کے رفیق کی حیثیت سے آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر قریش پر نزولِ عذاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور مسلمانوں کی نصرت کے بارے میں اس روایت کی تصدیق مندرجہ ذیل قرآنی آیہ شریفہ سے بھی ہوتی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا﴾

Marfat.com

فصل:

غزوۂ بنی قریظہ

پچھلی فصل میں مذکورہ دشمنانِ اسلام کو جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان کیا گیا غزوۂ خندق کی طویل مدت کے دوران میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی اور خود قریش کو غزوۂ احد میں پے در پے شکستوں کے بعد اس دفعہ بھی انتہائی شدومد سے آپؐ کے خلاف جنگی تیاریوں کے باوجود کوئی فائدہ نہ پہنچا بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب آخرت کے دردناک عذاب کو دانستہ اپنے سر لے لیا بلکہ غضب خداوندی میں مبتلا ہو کر دنیا و آخرت دونوں میں خسارے کے مستحق ٹھہرے اور ان کے مقابلے میں اہل اسلام رضائے الٰہی کے مطابق راہِ خدا میں جہاد کر کے سرخرو اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَّ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ..... الخ ﴾

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے محمد بن مقاتل، عبداللہ اور موسیٰ بن عقبہ نے سالم، نافع اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ ان جملہ غزوات میں رکاوٹ کے باوجود انہیں حج وعمرہ کی ابتدا تصور فرماتے اور زبان پر بآواز خفیف نعرۂ تکبیر لا کر ارشاد فرماتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

محمد بن اسحٰق فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ غزوۂ خندق سے فراغت کے بعد مدینے میں واپس تشریف لائے تو آپؐ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہتھیار اور زرہ بکتر جسم سے اتار کر کچھ دیر آرام کیا تھا کہ ظہر کا وقت ہو گیا اور اسی وقت جبریل علیہ السلام نے جو زرق برق لباس میں ملبوس تھے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ:

''حضور (ﷺ) آپؐ تو غیر مسلح ہو گئے ہیں لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں اس حکم کے ساتھ بھیجا ہے کہ آپ غزوۂ بنی قریظہ کے لیے قبیلہ بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جایئے، ادھر میں ابھی سے وہاں پہنچتا ہوں اور انہیں آپ کی اس طرف روانگی کی اطلاع دے کر ان میں کھلبلی ڈالتا ہوں''۔

جبریل علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سن کر آپؐ نے مسجد میں اذان کا حکم دیا۔ پھر ظہر کی نماز سے قبل صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی اطلاع دی اور نماز ظہر سے فارغ ہوتے ہی اتنی جلد اس طرف روانہ ہوئے کہ نماز عصر وہیں جا کر ادا کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھی رسول اللہ (ﷺ) نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہی کو مدینے کا والی مقرر فرمایا تھا۔

Marfat.com

بخاریؒ کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن ابی شیبہ اور ابن نمیر نے ہشامؒ ان کے والد اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا اور آخر الذکر کی زبانی بتایا کہ جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر گھر میں تشریف لائے تو غسل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینے سے روانگی کا حکم دے دیا۔ آپؐ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا ''روانگی کس طرف ہوگی؟''۔ تو جبریل علیہ السلام بنی قریظہ کی طرف اُنگلی سے اشارہ کر کے بولے: ''اس طرف'' پھر بولے:

''آپؐ غیر مسلح ہو گئے لیکن مجھے اور میرے ساتھی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے غیر مسلح ہونے کا حکم نہیں دیا تھا اور اب ہم اس کے حکم سے اسی طرف جا رہے ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام سے یہ سن کر آپ فوراً بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے حسن اور حماد بن سلمہ نے ہشام بن عروہؒ ان کے والد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق سے نمٹ کر گھر تشریف لائے اور غسل سے فارغ ہو چکے تو انہوں نے ایک دیوار کے روزن سے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس اس حالت میں آئے کہ ان کے بالوں پر غبار تھا اور انہوں نے آپؐ سے اللہ کی طرف سے کچھ کہا تو آپؐ فوراً روانگی کی تیاری فرمانے لگے۔ انہوں نے آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف روانگی کا حکم دیا ہے جب کہ خود جبریل علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی ادھر روانہ ہو گئے ہیں۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے موسیٰ اور جریر بن حازم نے حمید بن ہلال اور انس بن مالک کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر نے بتایا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینے سے روانگی سے قبل بنی غنم کی ایک پگڈنڈی پر حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں سے غبار اٹھتا دیکھا تھا۔

بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن محمد بن اسماء اور جویریہ بن اسماء نے نافع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوم احزاب کے متعلق فرمایا کہ اس روز آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بنی قریظہ پہنچنے سے قبل نماز عصر ادا نہیں کی تھی حالانکہ عصر کا وقت وہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہو چکا تھا۔

بیہقی مختلف حوالوں سے کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے عرض کیا تھا کہ انہوں نے اور ان کے ساتھی فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس وقت تک ہتھیار نہیں اتارے تھے اور انہوں نے آپؐ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپؐ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فوراً ہتھیار بندی کا حکم دیں اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بنی قریظہ کی طرف فوراً روانہ ہو کر نماز عصر وہیں ادا فرمائیں۔

زہریؒ نے متعدد حوالوں سے بتایا ہے کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بنی قریظہ پہنچنے سے قبل ہی آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ اس لیے وہاں بھی مقام خندق کی طرح غروب آفتاب کے بعد ہی نماز عصر ادا کی گئی تھی۔

Marfat.com

بیہقی متعدد حوالوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوم خندق سے واپس آ کر غسل کے بعد فوراً ہی سلاح بند ہونے لگے تو انہوں نے آپؐ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''یہ جبریل علیہ السلام ہیں' انہوں نے خدا کی طرف سے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فوراً احزاب کے تعاقب میں بنی قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی فوری تیاری کا حکم دیا اور جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا بنی قریظہ کا رخ کر کے حمراء اسد کی طرف روانہ ہو گئے۔

کچھ لوگ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ اس وقت اتنا وقت تو تھا نہیں کہ آنحضرت راستے میں کسی جگہ ٹھہر کر باجماعت نماز عصر کا حکم دیتے' اس لیے جسے جہاں موقع ملا اس نے وہیں نماز عصر ادا کی اور پھر سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا اپنے اگلے ساتھیوں سے جا ملا لیکن کچھ لوگ بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے غروب آفتاب کے بعد بنی قریظہ کے قریب پہنچ کر آپؐ کے ساتھ نماز عصر ادا کی تھی۔ تاہم آپؐ نے دوسرے لوگوں سے اس کے بارے میں باز پرس نہیں کی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ بنی قریظہ پہنچ کر آپؐ نے ایک طرف اشارہ کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تھا:

''یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو ہم سے پہلے ہی دشمنانِ اسلام پر رعب ڈالنے اور ان کے دلوں میں گھبراہٹ پیدا کرنے کے لیے یہاں پہنچ گئے ہیں''۔

بتایا گیا ہے کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مذکورہ بالا گفتگو کے بعد آپؐ نے انہیں ایک طرف ہٹنے کا حکم دیا تا کہ آپؐ اس قبیلے کے لوگوں سے گفتگو فرما سکیں۔ تاہم آپ کی صلح پسندانہ گفتگو کے بعد بھی وہ لوگ سرکشی سے باز نہ آئے بلکہ کہنے لگے:

''اے ابوالقاسم! آپؐ اِدھر اُدھر کی فضول باتیں نہ کریں' ہم آپؐ کے سامنے جھکنے والے نہیں ہیں''۔

چنانچہ آپ نے مجبوراً اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس بستی کے محاصرے کا حکم دے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد اس بستی کے کچھ لوگ جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے باہمی فیصلے کے لیے ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ جو لوگ مسلمانوں سے جنگ کریں گے انہیں قتل کیا جائے گا۔ تاہم معذوروں اور عورتوں اور بچوں سے کوئی تعارض نہیں کیا جائے گا۔

بخاری کے بقول یہ بات فیصلہ کن نہیں ہے کہ محصورین سے یہ بات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی یا کسی اور نے۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مدینے سے روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم دے کر ان کی جماعت کے ساتھ آگے روانہ فرما دیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا ایک تسمہ کسی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا اس لیے جبریل علیہ السلام آپ کو موضع جنائز کی مسجد کے دروازے تک اپنی سواری پر لائے تھے جہاں آپؐ اپنی اُمت کے دوسرے افراد سے آملے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے سموں سے اڑتے ہوئے غبار کا جو ذکر کیا وہ جبریل علیہ السلام کی اسی

Marfat.com

سواری کے پیچھے چھوٹے غبار سے متعلق ہے جب آنحضرت ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک ہی سواری پر سفر فرما رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ کو مذکورہ بالا مسجد کے دروازے پر اتار کر آپؐ سے عرض کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھی فرشتوں کے ہمراہ اس کے بعد بنی قریظہ کے لوگوں کی طرف جاتے ہیں تا کہ آپؐ کے وہاں پہنچنے اور ان سے جنگ کرنے سے قبل ہی وہ لوگ رُعب میں آ کر دہشت زدہ ہو جائیں۔

اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ بنی غنم میں جو آپؐ کے منتظر تھے پہنچے تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ آیا آپؐ سے قبل کوئی سوار تیزی کے ساتھ ادھر سے گزرا تھا تو انہوں نے بتایا کہ ہاں ادھر سے سفید گھوڑے پر سوار دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جس کے گھوڑے کی زین پر دیباج مڑھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بتایا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جو اس وقت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے مشابہ تھے اور اس لیے وہ انہیں دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سمجھے تھے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے بنی غنم سے فرمایا کہ وہ بنی قریظہ تک آپ کا اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ساتھ دیں۔

سطور بالا میں جن لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے بنی قریظہ پہنچنے سے قبل راستے ہی میں نماز عصر پڑھ لی تھی ان سے جب ان لوگوں نے جنہوں نے بنی قریظہ پہنچ کر غروب آفتاب کے بعد آنحضرت ﷺ کی قیادت میں نماز عصر پڑھ لی تھی جب یہ کہا کہ انہوں نے راستے میں رُک کر نماز عصر ادا کرنے میں آپؐ کے حکم سے انحراف کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ:

''ان دونوں کی نماز میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ پہلے لوگوں نے عصر کی نماز کے سلسلے میں حکم الٰہی کی پابندی کا خیال رکھا ہے اور دوسرے لوگوں نے موقع محل کے لحاظ سے آپؐ کے حکم کی پابندی کی ہے''۔

بہر کیف جب آنحضرت ﷺ نے بنی قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا تو اس سے قبل حیی بن اخطب اس وقت جب قریش غزوۂ خندق کے موقع پر مذکورہ بالا طوفان باد سے گھبرا کر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب بن کر ان پر نازل ہوا تھا صبح ہوتے ہی مکے کی طرف فرار ہوئے تھے بنی قریظہ میں چلا آیا تھا اور اب انہیں آپؐ کے خلاف جنگ پر اُبھار رہا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قلعہ بنی قریظہ کی جانب آگے بڑھایا تو انہوں نے اتمام حجت کے لیے قلعہ پر حملہ کرنے سے قبل وہاں کے ان سربراہوں سے گفتگو کرنا چاہی جو قلعہ کی فصیل پر آ گئے تھے لیکن انہوں نے اسلام اور داعی اسلام ﷺ دونوں کو اس صلح جوئی کے جواب میں سب وشتم سے نوازا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پلٹ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ:

''میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان لوگوں سے نمٹ لوں گا لیکن آپؐ آگے تشریف نہ لائیں''۔

آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو وہ بولے:

''یہ بدنہاد اسلام اور آپ کو نعوذ باللہ گالیاں دے رہے ہیں''۔

اس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس سے قبل قریش اور ان کے یہی حلیف اسلام کو اور مجھے اس سے زیادہ سب وشتم سے نوازتے رہے ہیں''۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ کے قلعہ پر آگے بڑھ کر ایسا بھرپور حملہ کیا کہ اہل قلعہ کے سرداروں کو یقین ہو گیا کہ جب سارے مسلمان مل کر ان پر حملہ آور ہوں گے تو قلعہ ضرور فتح ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے اپنا ایک آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھیجا کہ ان کے پاس ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں تا کہ ان سے کچھ بات چیت ہو سکے۔ چنانچہ آپؐ نے ان کی یہ درخواست قبول فرما کر ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو قلعہ میں بھیج دیا۔

واضح رہے کہ ابولبابہ بھی نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح عہد جاہلیت میں اسلام لانے سے قبل اس قبیلے کے یہودیوں کے دوست رہ چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں جا کر انہیں سمجھانے کی ہزار کوشش کی اور اس کے علاوہ وہاں موجود کعب بن اسد نے ان سے کہا کہ وہ تین باتوں میں سے ایک بات قبول کر لیں۔ پہلی بات یہ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی کی حیثیت سے تسلیم کر کے داخل اسلام ہو جائیں کیونکہ آپؐ کے بارے میں توریت میں بشارت موجود ہے دوسری بات یہ کہ وہ آپؐ سے آپؐ ہی کی شرائط پر صلح کر لیں اور تیسری بات یہ ہے کہ ان سے جنگ کریں اور شکست کی صورت میں اپنی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں لیکن چونکہ بنی قریظہ کے یہودیوں کو حیی بن اخطب نے آپؐ خلاف پہلے ہی حد سے زیادہ بھڑکا رکھا تھا' اس لیے انہوں نے کعب بن اسد کی پہلی دونوں باتیں ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ البتہ جب انہی میں سے کسی نے ابوالبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ سے جنہیں اہل قلعہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کر کے بلایا تھا پوچھا کہ مسلمان ان کی شکست کی صورت میں ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ کیا سلوک کر سکتے ہیں؟ تو انہوں نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے اس پر خنجر کی طرح پھیر دیا۔ پھر بولے:

''اس صورت میں ان کا تمہارے بچوں اور عورتوں کے ساتھ ان کا کم سے کم یہ سلوک ہو سکتا ہے''۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے وہاں موجود عورتیں اور بچے کاپنے اور زار وقطار رونے لگے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر خود ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی اور جب وہ قلعہ سے چلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے بجائے مسلمانوں کی نظروں میں سے کسی نہ کسی طرح بچ کر مدینے واپس چلے گئے لیکن وہاں پہنچ کر اپنے اس فعل پر اس قدر نادم ہوئے کہ مسجد نبوی کی بیرونی دیواروں سے اپنا جسم رگڑ رگڑ کر زخمی کر لیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینے میں واپسی پر یہ سنا تو انہیں معاف فرما دیا تھا۔ سورۂ توبہ کی ایک شان نزول یہ بھی ہے۔

بہر کیف چونکہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے انہیں یعنی بنی قریظہ کو مسلمانوں سے حد درجہ خائف کر دیا تھا اس لیے وہ آپس میں کہنے لگے کہ اپنے بچوں اور عورتوں کو مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑنے سے یہی بہتر ہو گا کہ جب تک ممکن ہو ان سے جنگ کی جائے لیکن اس فیصلے کے بعد انہوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''کل یوم السبت ہے'' اس لیے ہم مسلمانوں سے جنگ تو کر نہیں سکتے۔ تاہم مسلمانوں سے کہا جائے کہ کل ''یوم السبت'' یعنی ہماری عبادت کا دن ہے' اس لیے ہم ان سے جنگ کے لیے آمادہ ہونے کے باوجود جنگ کر نہیں سکتے''۔ چنانچہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا قاصد بھیج کر یہ درخواست کی کہ اگلے روز جنگ موقوف رکھی جائے تو آپؐ نے ان کی یہ درخواست فوراً قبول فرمالی۔

باسناد ثقہ بیان کیا گیا ہے کہ اس مہلت کے بعد بنی قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلایا کہ آپؐ ان کے پاس سعد بن

Marfat.com

معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیں تاکہ وہ ان سے مشورے کے بعد صلح یا جنگ کے بارے میں آپ کو جواب دیں گے۔

جیسا کہ متعدد راویوں نے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے پاس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جنہوں نے حسب معمول پہلے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن ان کے انکار پر انہیں بتایا کہ اگر ان کے قلعہ پر بزور قبضہ کیا گیا تو پھر ان کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں گے یا گرفتار کر لیے جائیں گے اور ان کی عورتیں اور مال' مال غنیمت سمجھا جائے گا۔

جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے پاس سے واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا کہ:

''ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟'' سعد رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا جو ان سے جنگ کی صورت میں وہ بنی قریظہ کو دے آئے تھے۔ ان کا جواب سن کر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ:

''تمہارا فیصلہ حکم خدا اور حکم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہے''۔

چنانچہ جب اگلے روز بنی قریظہ کے قلعہ پر مسلمانوں نے نعرہ ہائے تکبیر لگا لگا کر بھرپور حملہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے تو بنی قریظہ نے جن میں حیی بن اخطب اور کعب بن اسد قابل ذکر ہیں بڑی جی داری سے مزاحمت کی کوشش کی اور چند مسلمانوں کو شہید بھی کر دیا لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں نے قلعہ فتح کر ہی لیا۔

غزوۂ بنی قریظہ میں مجاہدین اسلام کی تعداد جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ سے مقابلے کا حکم جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے دیا تھا۔ مسلمانوں کی اس تعداد سے زیادہ نہ تھی جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی تھی جن میں اللہ تعالیٰ کے فرستادہ فرشتے بھی شامل تھے اور بعض ثقہ راویوں کے بقول ان کی تلواروں کی چمک دیکھی اور سنسناہٹ سنی گئی تھی جب کہ بنی قریظہ کے صرف آزمودہ کار لڑنے والوں کی تعداد نو سو تک بتائی گئی ہے۔

بہر کیف جیسا کہ اکثر ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے مسلمانوں کے قلعہ بنی قریظہ میں داخلے کے بعد اس قبیلے کے جن لوگوں نے تنبیہ کے باوجود ہتھیار نہیں ڈالے انہیں قتل کر دیا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق باقی لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان میں جن لوگوں نے معافی طلب کرنے کے بعد اسلام قبول کر لیا انہیں رہا کر دیا گیا اور متحارب اشخاص کی عورتوں اور مال کو حسب معمول خمس نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جب حیی بن اخطب کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے جنہیں اسی رسی سے اوپر اٹھا کر اس کے گلے میں باندھ دیا گیا تھا۔ وہ اب بھی اپنی حرکات پر پشیمان نہیں تھا' اس نے بڑے متکبرانہ لہجے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا:

''میں نے آپ کی مخالفت اور عداوت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور حتی الامکان آپ پر غالب آنے کی کوشش میں آپ کو اب بھی نبی نہیں مانتا اور اب تک یہی سمجھتا ہوں کہ عزت وذلت سب تقدیری امور ہیں''۔

جیسا کہ اکثر روایات میں بیان کیا گیا ہے حیی بن اخطب کو قلعہ بنی قریظہ ہی میں قتل کر دیا گیا تھا۔

Marfat.com

جو مجاہدین اسلام غزوۂ بنی قریظہ میں شہید ہو گئے یا زخمی ہو کر وفات پا گئے تھے ان کی فرداً فرداً نماز جنازہ کے بعد وہیں دفن کر دیا گیا۔

ابن اسحٰق ایوب بن عبدالرحمٰن کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب سلمٰی بنت قیس یعنی منذر کی ماں کو جسے مسلمان ہو جانے کے شک کے باوجود بنی قریظہ نے حسن اتفاق سے قتل نہیں کیا تھا اور اس کے شوہر رفاعہ بن شموال کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو سلمٰی نے اپنے مذکورہ بالا شوہر رفاعہ کی اشارہ کر کے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) یہ اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ عنقریب نماز پڑھا کرے گا اور اونٹ کے سوا کسی اور جانور کا گوشت نہیں کھایا کرے گا''۔

سلمٰی کی اس بات پر آنحضرت ﷺ نے مسکرا کر اس کے ساتھ اس کے شوہر رفاعہ بن شموال کو بھی آزاد کر دینے کا حکم دے دیا۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دوران میں کوئی عورت قتل نہیں کی گئی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''جتنی عورتیں بنی قریظہ سے گرفتار ہو کر آئی تھیں ان میں ایک عورت بڑی خوب صورت اور طرحدار تھی لیکن وہ رات دن مسلمانوں کا مذاق اڑایا کرتی تھی جب کہ اس کے قبیلے کے لوگوں کو قتل کیا جا رہا تھا۔ جب کسی نے آواز دے کر پوچھا کہ ''فلاں عورت کہاں ہے؟'' تو وہ آگے بڑھ کر بولی: ''میں ہوں'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: ''تمہیں کیوں بلایا جا رہا ہے؟'' وہ بولی: ''قتل کرنے کے لیے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے پوچھا: ''تمہیں کیوں قتل کیا جا رہا ہے؟'' وہ بولی: ''اس لیے کہ میں نے آج تک اسلام اور مسلمانوں کو بلکہ محمد (ﷺ) تک کو برا کہنے کے سوا کبھی اچھا نہیں کہا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول بنی قریظہ کی یہی وہ ایک عورت تھی جسے قتل کیا گیا تھا۔

امام احمدؒ نے اس روایت کو یعقوب بن ابراہیم' ان کے والد اور محمد بن اسحٰق کے حوالے سے انہی الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ:

''یہی وہ عورت تھی جس نے بنی قریظہ کے قلعہ میں خلاد بن سوید پر جو تا پھینکا تھا اور اسے اس لیے قتل کیا گیا تھا کہ اس نے آخر تک اسلام' خدا اور خدا کے رسول کو برا بھلا کہنے بلکہ سب وشتم سے زبان نہیں روکی تھی''۔

اس روایت کے آخر میں اس عورت کا نام نباتہ بتایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ الحکم قرظی کی بیوی تھی۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بنی قریظہ کا مال غنیمت خمس نکالنے کے بعد ان مجاہدین اسلام میں جو غزوۂ بنی قریظہ میں شریک تھے برابر برابر تقسیم کر دیا تھا لیکن آخر میں یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپؐ نے ہر سوار کو مال غنیمت میں اس کے حصے کے علاوہ تین تین تیر بھی دیئے تھے جن میں سے ایک تیر اس کی اپنی بہادری اور دو اس کے گھوڑے کی پھرتی اور چستی وچالاکی کا انعام تھا۔

ابن اسحٰق نے یہ بھی بتایا ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ میں سوار مجاہدین کی تعداد تینتیس تھی۔

Marfat.com

ابن اسحٰق ہی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بنی قریظہ کے بعد بنی قریظہ ہی کے ایک شخص سعید بن زید بسبایا کو جو مسلمان ہوگئے تھے ایک مسلح جماعت کے ساتھ نجد کے سرکش قبائل کے مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔

ابن اسحٰق یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کی جو عورتیں بطور مال غنیمت مدینہ لائی گئی تھیں آنحضرت ﷺ نے اپنی کنیزی کے لیے ان میں سے بنی عمرو بن قریظہ کی ایک عورت کو پسند فرمایا تھا اور وہ آپ کی وفات تک آپؐ کے ساتھ رہی تھی۔ ویسے آپؐ نے اسے مسلمان ہونے اور اپنی زوجیت میں لینے کی دعوت دی تھی لیکن شروع میں انکار کے بعد کچھ عرصہ بعد اس نے اسلام قبول کر لیا تھا جس سے آپ کو بہت مسرت ہوئی تھی لیکن آپؐ نے اپنی زوجیت کے بارے میں اسے اختیار دے دیا تھا اور وہ آپ کی زوجیت میں نہ آنے کے باوجود آپ کی وفات تک بڑی لگن اور خلوص دل سے آپ کی خدمت کرتی رہی۔

ابن اسحاق نے غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ کے ضمن میں سورۂ احزاب کی جن ابتدائی آیات کا حوالہ دے کر انہیں پیش کیا ہے ان کی تشریح وتفسیر ہم اپنی کتاب ''کتاب التفسیر'' میں پیش کر چکے ہیں۔

ابن اسحٰق غزوۂ بنی قریظہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے چند مسلمانوں کے علاوہ خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو خزرجی بھی شہید ہوگئے تھے۔ انہیں نباتہ نے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اظہار حقارت کے لیے جوتے کے تلوے میں پیوست کر کے اپنے مکان کی چھت سے دودھاری خنجر پھینک مارا تھا جس سے انہیں اتنا شدید زخم آیا تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے تھے۔ ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں دو شہیدوں کے اجر کی بشارت دی تھی۔

ممکن ہے کہ بنی قریظہ کی جس واحد عورت کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا گیا تھا وہ نباتہ کے علاوہ کوئی اور عورت ہو۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ''بنی قریظہ کے محاصرے کے دوران ہی بنی اسد بن خزیمہ کے ابوسنان بن محصن بن حرثان فوت ہو گئے تھے جنہیں بنی قریظہ کے قبرستان ہی میں دفن کر دیا گیا تھا اور ان کی قبر آج بھی وہاں موجود ہے۔

Marfat.com

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ حبان بن عرفہ نے غزوہ خندق کے روز سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ایسا تاک کر تیر مارا تھا جو ان کی پیشانی میں دونوں ابروؤں کے درمیان پیوست ہو گیا تھا اور باوجود اس کے کہ اس تیر کو نکال کر ان کی پیشانی کے اس زخم کو داغ دیا گیا تھا اور کچھ عرصہ بعد وہ زخم بھی مندمل ہو گیا تھا لیکن ان کی دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

بہر کیف سعد اللہ میاں سے عاجزانہ دعا کیا کرتے تھے کہ ان کی وفات سے قبل ان کی بینائی بحال ہو جائے تاکہ وہ بنی قریظہ کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہو سکیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب بنی قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جملہ معاہدوں اور مواثیق کے باوجود آپؐ کے خلاف سازشیں شروع کر دی تھیں اور مسلمانوں کو یقین ہو چکا تھا کہ اس فتنے کو دبانے کے لیے انہیں بنی قریظہ سے عنقریب جنگ کرنا پڑے گی۔

مدینے کے مسلمانوں کی یہ بات واقعی سچی نکلی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی قریظہ کی روز افزوں مخالفت اور سرکشی کے پیش نظر اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے دبانے کے لیے ان پر لشکر کشی کرنا پڑی۔

اس زمانے میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ منتخب مجاہدین اسلام کو وہاں کے یہودیوں کے خلاف جنگ کے لیے بنی قریظہ کی طرف سفر کی تیاری کا حکم دیا تو اچانک سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی صدق دل سے عاجزانہ دعاؤں کی قبولیت کا وقت آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی دونوں آنکھیں روشن فرما دیں۔

جیسا کہ غزوۂ بنی قریظہ کے ابتدائی ذکر میں بتایا جا چکا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مجاہدین اسلام نے قلعہ بنی قریظہ کا محاصرہ تنگ کیا اور وہاں کے یہودیوں کو صاف نظر آنے لگا کہ مسلمان ان پر ضرور غالب آ جائیں گے تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا کہ آپؐ ان کے پاس ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں تاکہ وہ ان سے مشورہ کر کے صلح کے لیے آپ کی پیش کردہ شرائط پر غور کر کے باہم کچھ فیصلہ کر سکیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام رد کرنے کے بعد جب بنی قریظہ نے قلعہ فتح ہونے کی صورت میں ان سے مسلمانوں کا ردعمل پوچھا تو انہوں نے اس کا جو جواب دیا وہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے اور یہ بھی پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ اپنے اس سخت جواب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کے خیال سے جسے وہ گناہ عظیم سمجھتے تھے آپؐ کے پاس واپس آنے کی بجائے مسلمانوں کی نظریں بچا کر واپس مدینے چلے گئے۔ اپنے اس عمل پر ان کی ندامت وغیرہ کا حال بھی پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

بہر کیف جب ابولبابہ کا کچھ پتہ نہ چلا تو بنی قریظہ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قاصد بھیج کر کہلوایا کہ آپ ان کے پاس سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجیں کیونکہ وہ بھی عہد جاہلیت میں ان کے قریبی دوست رہ چکے تھے۔ انہوں نے آپ

Marfat.com

سے یہ بھی کہلوایا کہ وہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے پر ضرور عمل کریں گے۔ تاہم جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان سے جو کچھ کہا اس کا لب ولہجہ اگرچہ بہت نرم تھا لیکن انہوں نے بھی ان سے دوسرے لفظوں میں وہی کہا جو اس سے قبل ان سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہہ چکے تھے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ نے جو جوابات دیئے ان سے بظاہر یہی مترشح ہوتا تھا کہ وہ ان کے مشورے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں کیونکہ وہ ان کی ہر بات پر صحیح اور درست کہتے رہے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے لیکن دراصل وہ ان کے مسلمان ہو جانے کی بناء پر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ ہر بات آپ ہی کے اشارے پر کر رہے ہیں اس لیے انہوں نے ان کا مشورہ بظاہر قبول کرنے کے باوجود اس پر عمل نہیں کیا بلکہ اپنے مخالفانہ طرز عمل پر اور زیادہ جم گئے۔ اس کا نتیجہ جو ہوا وہ غزوۂ بنی قریظہ کے واقعات کے ساتھ آخر میں بتایا جا چکا ہے۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی بینائی تو غزوۂ بنی قریظہ ہی میں لوٹ آئی تھی اور وہ اس کے لیے اکثر بارگاہ رب العزت میں سجدۂ شکر ادا کرتے رہتے تھے لیکن سوئے اتفاق سے ان کا وہ زخم جو پہلے مندمل ہو چکا تھا اب پھر رسنے لگا تھا اور وہ اس کی وجہ سے بہت نحیف اور لاغر ہو گئے تھے حتیٰ کہ وہ اپنے خیمے سے جو مسجد نبوی کے قریب ہی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے بھی جسے وہ ہر روز اپنے لیے لازم سمجھتے تھے معذور ہو گئے تھے۔

ابن اسحٰق مزید بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز وہ اپنے خیمے سے ایک پستہ قد گدھے پر بمشکل سوار ہو کر مسجد نبوی کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکے۔ انہیں لوگوں نے اس گدھے کی پیٹھ سے مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچنے سے پہلے ہی اتار لیا کیونکہ وہ ڈگمگانے لگے تھے۔

اس کے بعد انہیں ان کے اصرار پر سہارا دے کر مسجد کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا گیا اور انہوں نے اس حالت میں بھی ان آداب کو جنہیں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت حاضری کے وقت ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے ملحوظ رکھنا چاہا لیکن آپ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر اور اپنے ساتھ ان کی اس لامحدود محبت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے خود اٹھ کر انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور دیر تک ان کی مزاج پرسی اور ان کے حق میں دعا فرماتے رہے۔

اس سے قبل جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے انہیں غزوۂ بنی قریظہ ہی میں شہادت کی تمنا تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدینے میں واپسی کے بعد پورا کر دیا کیونکہ وہاں سے واپسی کے فوراً بعد جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ان کا پہلا زخم عود کر آیا اور اس سے برابر خون جاری رہنے لگا اور اس حالت میں ایک روز شب کے وقت انہوں نے اپنی جان جانِ آفرین اور اپنے مالک حقیقی کے حضور پیش کر دی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ بنی قریظہ کے بعد سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم پھر کھل گیا اور اسی سے وہ وفات پا کر رتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

ابن اسحٰق مزید فرماتے ہیں کہ ان سے معاذ بن رفاعہ زرقی اور ان کی قوم کے دوسرے اکثر لوگوں نے بیان کیا کہ جس رات

Marfat.com

کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی رات جبریل علیہ السلام جن کے سر پر ابرق کی طرح چمکتا ہوا عمامہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا:

''یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کس فوت ہونے والے کی میت ہے؟ جس کی آمد کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے ہیں اور عرش تک خوش ہو رہا ہے؟''۔

جبریل علیہ السلام سے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً کھڑے ہو گئے' اور اپنی ردائے مبارک اوڑھ کر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے خیمے میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ واقعی وہ وفات پا چکے ہیں۔

حافظ بیہقی اپنی کتاب ''الدلائل'' میں فرماتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ الحافظ' ابوالعباس' محمد بن یعقوب' محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کے علاوہ خود ان کے والد اور شعیب بن لیث نے بیان کیا اور آخر الذکر دونوں کو لیث' بن سعد نے یزید بن ہاد' معاذ بن رفاعہ اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بتایا کہ جبریل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؐ سے پوچھا کہ:

''یہ نیک بندہ کون ہے جس کی وفات پر آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش تک خوشی کا اظہار کیا جا رہا ہے؟''۔

اس کے بعد بیہقی انہی حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر دیکھا تو اس آدھی رات کو وفات پانے والے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر جب ان کی تدفین کا وقت آیا تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور آپؐ نے دو مرتبہ سبحان اللہ فرمایا' اور ان کی تدفین کے بعد آپؐ نے ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائی۔ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے ساتھ اس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے تکبیر کہی اور آپ کے ساتھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی تکبیر کہی جس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

''اس مرد صالح کو قیامت تک قبر میں کسی تکلیف کا سامنا بڑی حیرت انگیز بات ہوگی''۔

احمد و نسائی رحمہما اللہ یزید بن عبداللہ بن اسامہ بن ہاد اور یحییٰ بن سعید کے ذریعہ اور معاذ بن رفاعہ اور جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر پر فرمایا:

''سبحان اللہ! اس نیک بندے کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل گئے اور عرش الٰہی بھی حرکت میں آ گیا اور جب تک اسے قیامت کے دن اس قبر سے اٹھایا جائے گا اس پر اللہ کی رحمت کا نزول ہوتا رہے گا''۔

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ ان سے معاذ بن رفاعہ نے محمود بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن جموح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے حوالے اور انہی کی زبانی بیان کیا کہ:

''جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا تو ہم بھی وہاں موجود تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ان کی بخشش کے لیے دعا فرمائی اور اس کے بعد اللہ اکبر فرمایا جس میں ہم لوگ بھی شریک ہوئے''۔

اس کے بعد حاضرین نے آپؐ سے عرض کیا:

Marfat.com

''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ نے ان کی قبر پر ایسی (طویل) تسبیح کیوں پڑھی اور اس کے بعد آپ کی زبان مبارک پر اللہ اکبر اتنی دیر تک کیوں رہا؟''۔

اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''ان کی قبر قیامت تک ان کے لیے کشادہ اور باعث راحت رہے گی یعنی اس وقت تک جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس قبر کو کھول کر انہیں اٹھایا جائے گا''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

اسی طرح امام احمدؒ نے یعقوب بن ابراہیم بن سعد ان کے والد اور ابن اسحٰق کے حوالے سے یہ روایت پیش کی ہے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس حدیث کی صحت کا ثبوت مجازاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''ہر قبر کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر ناجی شخص کو جیسے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے (روز قیامت تک) راحت سے رکھے''۔

یہ وہی حدیث نبوی ہے جسے بیان کرتے ہوئے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یحییٰ نے شعبہ' سعد ابن ابراہیم' نافع اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بیان کیا کہ:

''ناجی کے سوا جیسے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے ہر قبر تنگ ہو جاتی ہے''۔

اس حدیث کی صحت کا ایک اور ثبوت اس کا صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں اندراج ہے۔ (مؤلف)

امام احمدؒ متعدد دوسرے حوالوں کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ ان سے رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ:

''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر ستر ہزار فرشتگان رحمت آسمان سے اترے تھے اور یہ کہ اس سے قبل کسی دوسرے کی وفات پر نہ اتنی تعداد میں (رحمت کے) فرشتے زمین پر اترے تھے اور نہ اس کی تدفین تک اس کی قبر پر ٹھہرے تھے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بیان فرمایا کہ:

''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر نافع مسلسل روتے رہے تھے''۔

بعض احادیث سے یہ بھی قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو خود آنحضرت ﷺ نے قبر میں اتارا تھا اور ان کے والدین کو جنت میں ان کی آمد کا جشن اور تزک و احتشام دکھانے کے لیے تا سر عرش اٹھایا اور پھر زمین پر اتار دیا گیا تھا۔ (مؤلف)

کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ایک لشکر لے کر کیدر دومہ تشریف لے گئے تھے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کی خدمت میں زری سے تیار کردہ ایک لباس فاخرہ پیش کیا تھا جسے زیب تن فرما کر آپؐ نے ممبر سے لوگوں سے خطاب فرمایا تھا اور جب آپؐ ممبر سے نیچے تشریف لائے تھے تو لوگ نزدیک آ آ کر حیرت سے آپؐ کے اس لباس کو دیکھ رہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا: کہ

Marfat.com

''تم لوگ اس لباس کو حیرت سے کیوں دیکھ رہے ہو اس سے کہیں بہتر لباس تو جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے پہن رکھا ہے''۔

اس حدیث کو ترمذی ونسائی نے محمد بن عمرو کے حوالے سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اسے حدیث صحیح وحسن بتایا ہے۔(مؤلف)

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک انصاری شاعر نے حدیث نبوی کے حوالے سے اہتزاز عرش کے بارے میں مندرجہ ذیل کہا تھا۔

وما اهتزّ عرش الله من موت هالك　　سمعنا به الا لسعد ابی عمرو۔

ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کی والدہ یعنی کبیشہ بنت رافع بن معاویہ بن ثعلبہ الخزریہ الخزرجیہ نے جب ان کے بیٹے سعد کی میت اٹھائی جارہی تھی فی البدیہہ نوحہ کہہ کر پڑھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اس نوحے کے علاوہ اور سب نوحے پر تکذیب ہوتے ہیں''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فرمایا ہے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک بڑا پر درد مرثیہ کہا تھا نیز یہ کہ اس سے قبل کبھی کسی کی وفات پر اتنے لوگوں کو روتے نہیں دیکھا گیا تھا۔

Marfat.com

فصل:

غزوۂ خندق اور غزوۂ بنی قریظہ پر اشعار

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حجاج بن منہال نے متعدد حوالوں سے عدی بن ثابت کی زبانی البراء بن عازب کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا کہ:

''مشرکین کی جتنی ہو سکے ہجو کرو جس میں جبریل علیہ السلام تمہارا ساتھ دیں گے''۔

بخاریؒ کے بقول غزوۂ بنی قریظہ کے روز اور ابن اسحٰق کے بقول غزوۂ خندق کے دن بنی محارب بن فہر کے بھائی ضرار بن الخطاب بن مرداس نے اشعار کی صورت میں مجاہدین اسلام کی ہجو کا ایک طومار باندھ دیا تھا۔ ❶

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبعری السہمی نے بھی غزوۂ خندق کے موقع پر ایسا ہی کہا تھا۔ ❷

ابن اسحٰق نے مذکورہ بالا شاعروں کے جواب میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو پرمغز اشعار کہے تھے وہ بھی بیان کیے ہیں۔

ان کے علاوہ کعب بن مالک، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب وغیرہ نے جو اشعار مذکورہ بالا دونوں موقعوں پر کہے تھے اور ان کے علاوہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات اور غزوہ بنی قریظہ کے شہداء پر جو مراثی کہے تھے ان سب کا ریکارڈ عربی ادب میں موجود ہے جس سے شائقین ادبیات استفادہ کر سکتے ہیں۔

---

❶ یہ ابن مشہور عربی شاعر کے اسلام قبول کرنے سے پہلے کا قصہ ہے۔ (مؤلف)

❷ یہ بھی عبداللہ کے اسلام لانے سے قبل کا واقعہ ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

مقتل ابورافع یہودی

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خندق سے فراغت کے بعد مجاہدین اسلام کو بنی قریظہ کے سرکشوں اور فتنہ پردازوں کی سرکوبی کا حکم دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی قیادت کے لیے خود بھی بہ نفس نفیس اس طرف روانہ ہوئے تو آپ نے انہیں بطور خاص یہ حکم بھی دیا تھا کہ سلام بن حقیق جہاں بھی ملے اسے قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ شخص جو ابورافع کے نام سے مشہور تھا' مسلمانوں کو مصائب میں مبتلا کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہا تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا جو قبیلہ خزرج کی مخالفت اور دشمنی میں ہر موقع پر آگے آگے رہتا تھا اس لیے آپ نے قبیلہ خزرج کے ان لوگوں کو جو مسلمان ہو گئے تھے اور اس وقت مسلمانوں کے ساتھ تھے ابورافع کو قتل کرنے کا بطور خاص جو حکم دیا اس سے خزرجی لوگ حد سے زیادہ خوش ہوئے تھے اور وہ اس کی تاک میں تھے ویسے چونکہ اس وقت جب غزوۂ احد سے قبل اوس والوں نے خزرج کے مشہور شخص کعب بن اشرف کو قتل کیا تھا۔ ابورافع کے خیبر میں پائے جانے کی اطلاع ملی تھی اس لیے اب سے پہلے ہی خزرجی لوگوں کو اس کے فوری قتل کا حکم دیا گیا تھا۔

ابن اسحٰق محمد بن مسلم زہری اور عبداللہ بن کعب بن مالک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت کی مکے سے مدینے کو ہجرت کے وقت مدینے میں سکونت پذیر اوس و خزرج کے جو لوگ مسلم انصار میں شامل ہوئے تھے اس وقت بھی اوس کے جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ آپ کا ساتھ دینے سے انہیں کیا فائدہ ہوگا' ان کا سرغنہ یہی ابورافع تھا اور خزرج کے جو لوگ کسی غرض اور مال و دولت کے لالچ کے بغیر آپ کا ساتھ دینے پر ہر طرح آمادہ ہو گئے تھے ان کا سربراہ کعب بن اشرف تھا جسے اکثر لوگوں کے بقول جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' غزوۂ احد سے پہلے ہی ابورافع نے ان دونوں قبائل میں قدیم دشمنی اور اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی نصرت کے معاملے میں کعب بن اشرف کی حمایت کی وجہ سے اسے دانستہ قتل کیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا جب آنحضرت ﷺ نے خزرج والوں کو ابورافع کے قتل کی اجازت دی تھی وہ اس وقت خیبر میں تھا۔

بہرکیف ابن اسحٰق نے مذکورہ بالا حوالوں سے ابورافع کے قتل کا واقعہ جس طرح بیان کیا ہے اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"جب آنحضرت ﷺ نے اہل خزرج کو ابورافع کے قتل کی اجازت دی تھی تو ان میں سے ابن اشرف کے علاوہ جو لوگ ابورافع کی تلاش میں نکلے تھے وہ بنی سلمہ کے پانچ افراد عبداللہ بن عتیک' مسعود بن سنان' عبداللہ بن سنان' ابوقتادہ الحارث ابن ربعی تھے جن میں ان کا حلیف خزاعی ابن اسود بھی شامل تھا۔ ویسے آخرالذکر کا تعلق خزرج کی ایک شاخ بنی اسلم سے تھا۔ تاہم جب یہ لوگ ابورافع کی تلاش میں روانہ ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن عتیک کو تاکید کی تھی

Marfat.com

کہ ولید یا اس کی بیوی کو کسی حالت میں قتل نہ کیا جائے''۔

''جب یہ لوگ خیبر پہنچے تو رات ہو چکی تھی لیکن انہوں نے خود کو اجنبی ظاہر کرنے کے خیال سے بھی کسی اور کے دروازے پر دستک دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ سیدھے ابن ابی حقیق کے دروازے پر پہنچ گئے اور وہاں بھی اہل خانہ کو بلند آواز سے پکارنے کے بجائے اس کے دروازے پر اس قدر دستک دی کہ پڑوسیوں کو بالکل خبر نہ ہونے پائے جو بیدار ہو کر کسی گڑبڑ کی صورت میں اس کی مدد کو آ سکتے تھے''۔

''بہر حال دروازے پر دستک سن کر ابو رافع کی بیوی نے دروازہ کھولا اور ان سے پوچھا: ''تم کون ہو؟''

وہ بولے: ''ہم عرب ہیں اور مسافر ہیں' چونکہ رات کو اس وقت کھانے کو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اس لیے آپ کے پاس بچا ہوا کھانا ہو تو ہمیں دے دو''۔

وہ بولی: ''میرے شوہر اس وقت اوپر کی منزل میں کھانا کھا رہے ہیں' تم اپنے ایک آدمی کو اندر بھیج دو تا کہ وہ اوپر جا کر ان سے کھانا لے آئے''۔

لیکن جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے:

''اس عورت نے پیچھے ہٹ کر ان میں سے ایک آدمی کو اندر آنے کی اجازت دی ہی تھی کہ یہ سب کے سب ایک دوسرے کے پیچھے مکان میں گھستے چلے گئے۔ وہ پہلے تو حیرت زدہ ہو کر کھڑی رہی لیکن جب ان لوگوں نے اوپر جانے کے لیے سیڑھیوں کا رخ کیا تو وہ اپنے خاوند کو خبردار کرنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگی لیکن ان لوگوں نے اوپر پہنچتے ہی ابو رافع پر جو واقعی کھانا کھا رہا تھا تلواروں سے حملہ کر دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو کر کچھ دیر فرش پر تڑپا اور ٹھنڈا ہو گیا''۔

''ابو رافع پر پہلے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تھا اور پہلے ہی وار میں اپنی تلوار اس کے پیٹ کے آر پار کر دی تھی۔ جب اس کی بیوی نے مزاحمت کرنا چاہی تو ان لوگوں نے اسے بھی قتل کرنا چاہا لیکن عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم یاد دلا کر روک دیا کہ ولید اس کی بیوی یا کسی دوسرے کی بیوی کو کسی حالت میں قتل نہ کیا جائے''۔

''عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی بصارت کمزور تھی اس لیے وہ اس مکان سے رات کے اندھیرے میں بھاگ نکلنے میں تکلیف محسوس کر رہا تھا بلکہ اسے ایک آدھ جگہ ٹھوکر بھی لگ گئی تھی اور وہ گر کر زخمی ہو گیا تھا اس لیے اسے اٹھا کر راستے سے الگ لے جایا گیا' اس کا زخم صاف کیا اور تھوڑا سا پانی اسے پلا بھی دیا گیا''۔

جب ابن عتیک رضی اللہ عنہ سنبھل کر بیٹھا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا:

''وہ خدا کا دشمن مر بھی گیا ہو گا یا نہیں؟''۔

اس کے جواب میں ان کا ایک ساتھی بولا:

''میں چپکے سے جا کر دیکھتا ہوں''۔

Marfat.com

''اس نے ابورافع کے مکان پر پہنچ کر دیکھا کہ اس کے پڑوسی اس کی بیوی کی چیخیں سن کر اس کے دروازے پر جمع ہو گئے تھے اور دو دو چار مل کر پرسش حال کے لیے اندر جا رہے تھے۔ چنانچہ یہ بھی انہیں میں شامل ہو گیا اور پھر انہی کے ساتھ مکان کی بالائی منزل پر بھی چلا گیا جہاں ابورافع کی بیوی چراغ قریب لا کر لوگوں کو اس کی صورت دکھا رہی تھی جو مر چکا تھا''۔

ابن عتیک رضی اللہ عنہ کے اس ساتھی کو اتفاق سے اس وقت بھی کسی نے نہیں پہچانا تھا جب اس نے کہا تھا:

''میں نے ابن عتیک رضی اللہ عنہ کی آواز تو تھوڑی دیر پہلے کہیں قریب ہی سنی تھی لیکن میں نے سوچا کہ بھلا وہ ان اطراف میں خصوصاً ہماری اس بستی کی طرف کیسے آ سکتا ہے''۔

جب ابن عتیک رضی اللہ عنہ کے اس ساتھی نے اسے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو ابورافع کے مکان سے کسی طرح چھپ چھپا کر واپسی میں اس کے مرنے کی اطلاع دی تو ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا:

''مجھے اس کی حسین اور جوان بیوی پر بڑا ترس آیا جو کم بخت اپنے شوہر کی قبیح حرکات کی وجہ سے اس عمر میں بیوہ ہو گئی ہے''۔

بہر حال جب یہ لوگ خیبر سے لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ تھا کہ ابورافع کو اسی نے قتل کیا ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواریں باری باری سے لے کر ملاحظہ فرمائیں پھر ارشاد فرمایا:

''عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی تلوار پر کھانے کے کچھ باریک ذرات ابھی تک موجود ہیں جو مقتول کے پیٹ سے ان کی تلوار پر اس وقت جم کر رہ گئے تھے جب یہ تلوار مقتول کے پیٹ سے گزری تھی اگرچہ یہ ذرات بظاہر کسی کو شاید اب بھی نظر نہ آئیں اس لیے ابورافع کے قتل کو انہی کا کارنامہ سمجھنا چاہیے''۔ (حدیث کا تشریحی ترجمہ)

امام محمد ابن اسحاق نے بھی اس قصے کو قریباً اسی طرح بیان کیا ہے۔ (مؤلف)

امام ابوعبداللہ البخاری کہتے ہیں کہ ان سے اسحاق بن نصر، یحییٰ بن آدم اور ابن ابی زائدہ نے اپنے والد ابی اسحاق اور البراء ابن عازب کے حوالے سے بیان کیا کہ:

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج کے کچھ لوگوں کو ابورافع کی طرف بھیجا تھا تو ان میں سے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت اس کے مکان میں داخل ہو کر سوتے میں اسے قتل کر دیا تھا''۔

بخاریؒ متعدد حوالوں سے بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے چند افراد کو ابورافع کی تلاش اور اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا اور ان کی سربراہی پر عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا تھا تو اس وقت تک وہ آپ کی اور آپ کے مہاجر و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایذا رسانی میں حد سے گزر چکا تھا۔

بخاریؒ مزید بیان فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ابورافع نے حجاز ہی میں ایک جگہ قلعہ تعمیر کر لیا تھا اور اسے اپنے لیے محفوظ سمجھ کر وہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کے جال پھیلاتا رہتا تھا۔

Marfat.com

بہر حال جب ابن عتیک رضی اللہ عنہ لوگوں کی نظروں سے بچتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک رات کو اس قلعے کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ اس میں داخلے کا کوئی راستہ نہیں ہیں۔ تاہم وہ اپنے ساتھیوں کو ایک طرف ٹھہرا کر اپنا لباس اتارنے لگے اور جب بجز ستر پوشی کے ایک معمولی کپڑے کے ان کے جسم پر کوئی کپڑا نہ رہا اور ہاتھ میں بھی صرف تلوار اور کمندرہ گئی تو ان کے ساتھی یک زبان ہو کر حیرت سے بولے:

''کیا آپ اس طرح اس مضبوط قلعے میں داخل ہونا چاہتے ہیں؟''۔

ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہاں لیکن تم لوگ اس جگہ کے قریب ہی رہنا جہاں سے میں اوپر چڑھوں اور جب میں نیچے اتر کر قریب کا کوئی دروازہ کھولوں تو تم بھی اندر آ جانا''۔

اس منصوبے کی کامیابی کے بعد جب ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے قلعے کی چھت سے ایک قریبی زینے کے ذریعہ نیچے اتر کر ایک دروازہ کھولنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو کوئی مخصوص اشارہ کیا تو وہ بھی اس دروازے سے قلعے میں داخل ہوئے اور ننگی تلواریں لے کر اِدھر اُدھر پھیل گئے لیکن انہیں وہاں ابورافع کے ایک غلام کے سوا اور کوئی نہ ملا۔ خدا جانے اس کے اہل وعیال اس وقت کہاں تھے۔

ابورافع کا وہ تنہا غلام انہیں دیکھ کر شور مچانے لگا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا اس وقت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع کی خواب گاہ میں آہستہ آہستہ داخل ہو رہے تھے اس نے انہیں دیکھ کر چونکتے ہوئے پوچھا:

''تم! تم یہاں تک کیسے پہنچے؟''۔

ابن عتیک رضی اللہ عنہ بولے:

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ میں نے ابھی جو چیخ سنی ہے وہ کس کی ہو سکتی ہے؟''۔

ابورافع نے گھبرا کر کہا:

''ارے کم بخت! تیری ماں مرے یہاں اس قلعے میں اس وقت میرے ایک تنہا غلام کے علاوہ اور کوئی نہ تھا' معلوم ہوتا ہے اسے بھی کسی نے قتل کر ڈالا''۔

یہ کہہ کر ابورافع نے بستر سے اٹھنا چاہا لیکن ابن عتیک رضی اللہ عنہ نے برق رفتاری سے آگے بڑھ کر اپنی چمک دار تلوار کے پہلے ہی وار میں اسے جہنم واصل کر دیا اور جب ان کے ساتھی انہیں ڈھونڈتے ہوئے ابورافع کی خواب گاہ میں پہنچے تو انہیں اس کے بستر پر ایک تصویر عبرت کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

بخاری آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ ان سے اکثر لوگوں نے بیان کیا کہ ابورافع کے قلعے سے باہر آتے وقت وہ ضعف بصارت کی وجہ سے کسی دروازے سے ٹکرا کر گر پڑے تھے جس سے ان کی ایک پنڈلی ٹوٹ گئی تھی اور انہیں ان کے ساتھی بمشکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔

Marfat.com

بخاریؒ کے بقول ان کے متعدد ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں لائے کہ ان کی ایک شکستہ پنڈلی ٹخنے اور پاؤں سمیت حد سے زیادہ متورم تھے اور ان کے ہاتھوں ابورافع کے قتل کا سارا واقعہ آپؐ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے بڑی شفقت سے ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی اور پھر کلمات تحسین و آفرین کے ساتھ ان کی اس شکستہ پنڈلیؐ سے نیچے تک دست مبارک پھیرا۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اکثر راویوں نے عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پھرنے کے بعد ان کی اس پنڈلی کا شدید درد اور ورم بالکل جاتے رہے اور انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے اس میں تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

بہرکیف اس روایت اور اس روایت سے قبل جو روایات ابورافع کے قتل کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان پر ہمارے نزدیک کسی تبصرے کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

مقتل خالد بن سفیان الہزلی

حافظ بیہقی نے اپنی کتاب ''الدلائل'' میں مقتل ابورافع کے بعد مقتل خالد بن سفیان الہزلی کا مختصر ذکر کیا ہے۔

امام احمدؒ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ان سے یعقوب اور خود ان کے والد نے ابن اسحٰق کے حوالے سے اور محمد بن جعفر بن زبیر نے ابن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور ان کے والد یعنی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الذکر یعنی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا:

''مجھے خبر ملی ہے کہ خالد بن سفیان بن نبیح میرے خلاف جنگ کے لیے لوگوں کو جمع کر رہا ہے لہٰذا تم جا کر اسے ٹھکانے لگا دو وہ آج کل تمہیں عرنہ میں ملے گا''۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اس کی کچھ نشانی بتا دیجیے تا کہ میں اسے پہچان سکوں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب میں نے اسے دیکھا تھا تو وہ مرض رعشہ میں مبتلا تھا''۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد وہ اپنی تلوار لے کر دیوانہ وار روانہ ہو گئے اور انہوں نے خالد بن سفیان الہزلی کو عرنہ میں جا پکڑا۔

وہ کہتے ہیں کہ اس وقت عصر کا وقت تھا اور خالد بن سفیان عورتوں کو سوار کرنے کے لیے اونٹوں کو بٹھا رہا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اسے اسی نشانی سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی پہچانا تھا لیکن ایک طرف تو انہیں نماز عصر قضا ہونے کا اندیشہ تھا اور دوسری طرف یہ خیال تھا کہ اگر انہوں نے اسے ٹھکانے لگانے سے پہلے نماز ادا کی تو وہ کہیں چل نہ دے اس لیے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ انہوں نے نماز کی نیت باندھی اور ہر رکعت میں رکوع وسجود کے بعد اس کی پشت کی طرف سے لیٹے لیٹے اس کی طرف کھسکنا شروع کیا حتیٰ کہ آخری رکعت کے سجدوں کے بعد سلام پھیرتے ہی وہ اس کے پاس جا پہنچے اور اسی لمحے اسے جہنم واصل کر دیا۔

وہ کہتے ہیں کہ قتل سے پہلے اس نے ان کی آہٹ پا کر مڑتے ہوئے اور حیرت زدہ ہو کر ان سے پوچھا تھا: ''تم کون ہو؟'' اور انہوں نے جواب دیا تھا:

''میں ایک عرب ہوں اور تمہارے پاس اسی کام کے سلسلے میں آیا ہوں جس کے لیے تم لوگوں کو جمع کر رہے ہو اور وہ کام یہ ہے''۔

Marfat.com

یہ کہتے ہی انہوں نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن اڑا دی اور اس کے فوراً بعد جیسا کہ انہوں نے بتایا' ان عورتوں کو جنہیں سوار کرنے کے لیے وہ اونٹوں کو بٹھا رہا تھا اس کی لاش پر روتا چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے مزید بیان کیا کہ وہ جب عرنہ سے مدینے واپسی پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا:

''تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم کامیاب ہو کر آئے ہو''۔

آنحضرت ﷺ کے اس پیغمبرانہ ارشاد کے جواب میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''جی حضور (ﷺ) میں اسے قتل کر آیا ہوں''۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ انہیں ساتھ لے کر اپنے خانہ مبارک تشریف لے گئے اور وہاں آپؐ نے انہیں ایک عصا عطا فرمایا: عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے مؤدبانہ عرض کیا:

''حضور (ﷺ) آپ کی یہ عطا اس بندۂ ناچیز کے لیے دولت کونین سے بڑھ کر اور دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ متبرک ہے لیکن آپؐ کے اس غلام کے لیے اس کا مصرف کیا ہوگا؟''۔

اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ:

''عصا دنیا میں تمہاری حفاظت کا ذریعہ بننے کے علاوہ میدان حشر میں میرے لیے تمہاری پہچان ہوگا کیونکہ دنیا کی کسی سر زمین سے کہیں زیادہ وہاں انسانی مخلوق ایک جگہ جمع ہوگی اور یہاں سے بہت زیادہ کسی نہ کسی عصا پر انحصار کرے گی''۔ (تشریحی ترجمہ حدیث)

اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ عصا تلوار کی طرح ہمیشہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کا خاص رفیق بنا رہا اور ان کی وصیت کے مطابق تدفین کے وقت ان کی قبر میں رکھ دیا گیا تھا۔

امام احمدؒ نے اس واقعے کو یحییٰ بن آدم' عبداللہ بن ادریس' محمد بن اسحٰق' محمد بن جعفر بن زبیر اور عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں کے حوالے سے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح اس قصے کو ابوداؤد نے بھی ابی معمر' عبدالوارث' محمد بن اسحٰق' محمد بن جعفر' خود عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

حافظ بیہقی نے اس روایت کو محمد بن سلمہ کے ذریعہ محمد بن اسحٰق' محمد بن جعفر بن زبیر' ابن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور ان کے والد یعنی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کیا ہے۔

ابن ہشام نے خالد بن سفیان کے قتل کے بارے میں عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار بھی پیش کیے ہیں۔

عبداللہ بن انیس بن حرام ابو یحییٰ جہنی بڑے مقتدر اور مشہور صحابی تھے۔ وہ بیعت عقبہ کے علاوہ غزوات احد و خندق اور ان کے بعد دوسرے غزوات میں بھی شریک رہے تھے۔ انہوں نے جیسا کہ مشہور ہے' شام میں قریباً ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی

Marfat.com

جب کہ بعض روایات میں ان کا سال وفات سن چون ہجری بتایا گیا ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

علی بن زبیر اور خلیفہ بن خیاط نے عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن انیس ابی عیسیٰ انصاری کو جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مروی ہے کہ آپ کی دعا سے غزوۂ احد کے روز ان کے خشک برتن میں پانی نکل آیا تھا جس سے انہوں نے منہ دھویا تھا اور سیر ہو کر پانی بھی پیا تھا' دو مختلف شخصیات بتایا ہے اور یہی بات ابوداؤد اور ترمذی نے عبداللہ العمری اور عیسیٰ بن عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن ترمذی نے آخر میں یہ بھی کہا ہے کہ اس سلسلے میں عبداللہ العمری کی روایت کو مستند اور صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ ضعیف العمری کی وجہ سے ان کا حافظہ پہلا جیسا نہیں رہا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

عمرو بن عاص اور نجاشی کا قصہ

محمد بن اسحٰق ابورافع کے قتل کا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ان سے یزید بن ابی حبیب نے حبیب بن اوس ثقفی کے غلام راشد اور خود حبیب بن اوس کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو عمرو بن عاص نے بتایا:

''جب ہم یعنی قریش مکہ غزوۂ خندق سے ناکام مکے واپس آئے تو میں نے قریش کے ان چند خاص لوگوں کو جمع کیا جو میری ہر بات کو معتبر جان کر اسے مانتے بھی تھے اور ان سے کہا کہ ''اگر آپ لوگ میرا ایک مشورہ مانیں تو کہوں''۔

وہ بولے:

''ضرور کہیے' ہم اسے مانیں گے اور اس پر عمل بھی کریں گے''۔

عمرو بن عاص نے اس کے بعد حبیب بن اوس کو بتایا:

جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لوگ میری بات ماننے اور اس پر عمل کرنے کے لیے آمادہ ہیں تو میں نے ان سے کہا:

''میرا مشورہ یہ ہے کہ ہمیں بھی حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس اپنے کچھ جہاندیدہ اور معتبر آدمی بھیجنے چاہئیں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ محمد (ﷺ) نے اپنے کچھ خاص خاص آدمی جعفر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جن میں عمرو بن امیہ ضمری بھی شامل ہے حبشہ بھیج دیئے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ یہ جعفر رضی اللہ عنہ بڑا لسان اور عمرو بن امیہ بہت ہی چالاک آدمی ہے۔ اگر نجاشی ان کی باتوں میں آ گیا تو ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوگا''۔

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے یک زبان ہو کر مجھ سے درخواست کی کہ میں خود نجاشی کو ہموار کرنے کے لیے حبشہ جاؤں۔ چنانچہ میں قریش کے بہت سے دوسرے لوگ لے کر حبشہ روانہ ہو گیا۔

عمرو بن عاص مزید بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ پہنچ کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نجاشی کے دربار میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ عمرو بن امیہ ضمری اپنے ساتھیوں کے ہمراہ وہاں سے نکل رہا تھا بہرحال وہ نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے اور وہاں کے دستور کے مطابق پہلے انہوں نے نجاشی کے سامنے فرش پر سر رکھ کر اسے سجدہ کیا اور پھر دست بستہ کھڑے ہو کر اس سے کہا:

''حضور بادشاہ سلامت! ابھی جو شخص حضور کے دربار گہربار سے نکلا ہے ہم قریش کے اسی آدمی کا نمائندہ ہے جس نے ایک نیا (نعوذ باللہ) من گھڑت مذہب ایجاد کر کے نہ صرف اہل مکہ بلکہ جملہ اہل عرب کو گمراہ کرنا شروع کر دیا ہے جب کہ ہم لوگوں نے اپنی طرف سے وہاں کے لوگوں کو حضور کی اطاعت کے لیے پہلے کی طرح اب بھی ہموار کرنے کا سلسلہ جاری کر رکھا لیکن ہمارا ہی وہ آدمی اپنے آپ کو خدا کا نبی بتاتا ہے اور نہ جانے کیا کیا کہتا ہے کہ خود ہمارے لوگ کثرت

Marfat.com

سے اس نئے مذہب میں داخل ہونے لگے ہیں۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ آگے چل کر وہ شخص یعنی محمد (ﷺ) نہ صرف ہمارے مذہب بلکہ آپ کے دین مسیحی کے لیے بھی ایک خطرۂ عظیم ثابت ہوسکتا ہے۔ چنانچہ یہ بندۂ درگاہ اس لیے حضور کی خدمت عالی میں قریش مکہ کی طرف سے یہ گزارش لے کر حاضر ہوا ہے کہ حضور اس شخص کے ان نمائندوں کی پرفریب باتوں کی بجائے میری گزارشات پر غور فرما کر ہماری امداد فرمائیں تاکہ ہم ابتداء ہی میں اس نئے مذہب کا سدباب کرسکیں بلکہ اس نئے مذہب کے بانی کا بھی (نعوذ باللہ) ابھی سے قلع قمع کردیں"۔

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ ان کی زبان سے یہ گفتگو سن کر نجاشی اتنا غضب ناک ہوا کہ اس نے اپنے ہی منہ پر ایسا زبردست دوہتڑ مارا کہ ان کے بقول وہ سمجھے کہ اس سے اس کی ناک ضرور ٹوٹ گئی ہوگی۔

اس کے بعد عمرو بن عاص نے بیان کیا:

"میں یہ دیکھ کر لرز گیا اور اس کے (نجاشی کے) سامنے سر جھکا کر دست بستہ کھڑا ہوگیا تو وہ کسی قدر پرسکون ہو کر یوں گویا ہوا:

"جس شخص کو تم بدنصیب لوگ (نعوذ باللہ) جھوٹا کہتے ہو وہ درحقیقت خدا کا وہی سچا اور آخری نبی ہے جس کی بشارت انجیل مقدس میں موجود ہے اور اس پر جو کلام خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ وہی "ناموس اکبر" (کلام الٰہی) ہے جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوتا تھا کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں خدا کے اس برگزیدہ بندے اور سچے نبی پر پہلے ہی ایمان لا چکا ہوں۔ اس لیے قریش مکہ کو میری طرف سے اس رسول خدا (ﷺ) کے خلاف کسی امداد کی ہرگز امید نہیں رکھنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ تم لوگ یہاں سے فوراً واپس چلے جاؤ ورنہ....."۔

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ نجاشی کی بات ابھی ادھوری ہی تھی کہ وہ خوف زدہ ہو کر اس کے آگے دوبارہ جھک گئے اور پھر دست بستہ ہو کر مؤدبانہ بولے:

"مجھے حضور کی رائے عالی سے اب حرف بحرف اتفاق ہے اور میں حضور ہی کے دست مبارک پر محمد (ﷺ) اور ان کے سچے دین پر ایمان لا کر داخل اسلام ہوتا ہوں"۔

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ ان کی زبان سے یہ سن کر نجاشی کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور اس نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ان کی توقع سے زیادہ انعام واکرام سے نواز کر رخصت کیا۔

عمرو بن عاص آخر میں کہتے ہیں کہ جب وہ اور ان کے ساتھی حبشہ سے واپس مکے کی طرف روانہ ہوئے تو انہوں نے سوچا تھا کہ وہ اپنے اسلام کو کچھ دنوں کے لیے قریش مکہ سے پوشیدہ رکھیں گے لیکن وہ جیسے ہی شہر میں داخل ہوئے تو انہیں خالد ابن ولید مل گئے اور انہیں دیکھ کر بولے:

"عمرو! تم جس طنطنے کے ساتھ حبشہ کی طرف روانہ ہوئے اب تمہارا وہ انداز نہیں ہے آخر اس کا کیا سبب ہے؟ کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گے؟"۔

Marfat.com

عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ خالد ابن ولید کی یہ بات سن کر انہوں نے اس سے سرگوشی میں کہا:

''میرے دوست! تم برا مانو یا بھلا لیکن میں کم سے کم تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ نجاشی کی باتوں نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اور میں بحمداللہ مسلمان ہو گیا ہوں''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ان کی زبان سے بظاہر یہ حیرت ناک بات سن کر خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ خوشی سے اچھل پڑے اور پھر بولے:

''مبارک ہو! بہر حال میں تمہیں یہ بتانے میں اب کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ مجھے تم سے پہلے ہی یہ عظیم شرف حاصل ہو چکا ہے''۔

ہمارے نزدیک عمرو بن عاص اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے داخل اسلام ہونے کا واقعہ واقعہ حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے لیکن محمد بن اسحٰق کی طرح ہم نے بھی اسے سال پنجم ہجری کے دوسرے واقعات کے ساتھ یہاں درج کر دیا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

فصل:

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتہ ازدواج

واقعہ خندق کے بعد جیسا کہ بیہقی نے کلبی کے ذریعہ ابی صالح اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا' ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تزوج میں مندرجہ ذیل آیت قرآنی کے موثرات کی صاف جھلک پائی جاتی ہے:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مُّوَدَّةً﴾

یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تزوج ہی تھی جس کے ذریعہ وہ یعنی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المومنین اور ان کے بھائی معاویہ مومنین کے ماموں ہو گئے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیہ شریفہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ باہم دشمنی رکھنے والوں میں اسلامی رشتہ اخوت ومودت قائم ہو گیا۔

بیہقی ابوعبداللہ الحافظ' احمد بن نجدہ' یحییٰ بن عبدالحمید اور ابن المبارک کی زبانی معمر' زہری عروہ اور خود ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلے عبداللہ بن جحش کی زوجیت میں تھیں اور جب عمرو بن عاص جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے شاہ حبشہ نجاشی کو قریش مکہ کے حق میں ہموار کرنے کے لیے حبشہ گئے تھے تو یہ بھی اپنے شوہر اور دوسرے مشرکین قریش کے ہمراہ وہاں گئی تھیں لیکن دوسرے لوگوں کی واپسی کے بعد یہ اپنے شوہر عبداللہ بن جحش کے ساتھ جیسا کہ اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے' وہیں مقیم ہو گئی تھیں اور یہ کہ ان کے شوہر نے وہاں عیسوی مذہب قبول کر لیا تھا لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ان کے شوہر کا وہیں انتقال ہو گیا تھا اور وہ اپنی چند کنیزوں کے ساتھ وہاں تنہا رہ گئی تھیں جس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کا پیغام بھیجا تھا جسے انہوں نے بطیب خاطر قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد خود نجاشی نے جیسا کہ عمرو بن عاص کی زبانی پہلے بیان کیا جا چکا ہے مسلمان ہو گیا تھا خطبہ نکاح کے بعد ان کی اجازت سے خالد بن سعید کی وکالت اور جعفر بن عبدالمطلب اور چند دوسرے مسلمانوں کی گواہی سے جو اس وقت تک حبشہ ہی میں تھے ان کا عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مہر جو کچھ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو بھیجا تھا اس کے علاوہ خود نجاشی نے انہیں اپنی طرف سے چار ہزار دینار اور بہت سا دوسرا جہیز بھی دیا تھا۔

جب یہ لوگ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیزوں کو ساتھ لے کر حبشہ سے روانہ ہونے لگے تو نجاشی نے سنت انبیاء کا حوالہ دے کر دعوت کے لیے انہیں روک لیا تھا جس کے بعد وہ لوگ اگلے روز وہاں سے واپس مکے کی طرف واپس لوٹے تھے۔

بیہقی کا ابن لہیعہ کے ذریعہ ابی اسود اور عروہ کے حوالے سے یہ بیان کہ عبداللہ بن جحش نے اسلام لانے کے بعد دوسرے مسلمانوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکے سے حبشہ کو ہجرت کی تھی اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی ان کے ساتھ وہاں گئی تھیں لیکن وسوسہ شیطانی سے مغلوب ہو کر عبداللہ بن جحش عیسائیت کو پسند کر کے عیسائی ہو گئے تھے اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت حبشہ میں تھے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا تھا محل نظر ہے کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن جحش کے فوت ہونے سے قبل ہی مکے واپس آ گئے اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینے آ گئے تھے جس کے بعد آپ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا وہیں آپ سے آ ملی تھیں۔ اس لیے یونس کی وہ روایت ہی صحیح معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے محمد بن اسحٰق کے حوالے سے پیش کی ہے اور جس مین بتایا گیا ہے کہ نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام وصول ہونے اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اُسے قبول کر لینے کے بعد ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خالد بن عمرو بن عاص کو وکیل اور جعفر بن عبدالمطلب وغیرہ کو وکیل بنا کر ان کا نکاح آپ کی طرف سے خود وکیل بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھایا تھا اور پھر خالد بن سعید اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ انہیں آپ کی خدمت میں مدینے بھجوا دیا تھا۔

بہر حال یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بیہقی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد سال چہارم ہجری میں بتایا ہے جب کہ خلیفہ' ابوعبیداللہ معمر بن مثنیٰ اور ابن البرقی وغیرہ نے اسے سال ششم ہجری میں بیان کیا ہے لیکن مسلم الثبوت روایت وہی ہے جس میں یہ واقعہ سال پنجم ہجری سے منسوب کیا گیا ہے اور وہی اس سال کے دوران میں بہت سے دوسرے وقوع پذیر واقعات کی مناسبت سے قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔

بعض راویوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ام حبیبہ کا آنحضرت سے فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ واللہ اعلم

بہر حال ابوعبید القاسم بن سلام نے ام حبیبہ کی وفات کا سن چوالیس ہجری بتایا ہے۔ جب کہ ان کے بھائی معاویہ ابن ابی سفیان نے ماہ رجب سن ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ البتہ ابوسفیان کے اسلام لانے کا ذکر اکثر راویوں نے فتح مکہ کے بعد کیا ہے۔ جس پر ہم آگے چل کر ان شاء اللہ مفصل گفتگو کریں گے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے عقد

ام المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھی میمونہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی یعنی آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پہلے ان کی شادی آپؐ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

قتادہ، واقدی اور بعض اہل مدینہ کے بقول وہ اس کے بعد سال پنجم ہجری میں آنحضرت ﷺ کے نکاح یعنی آپ کی زوجیت میں آئیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ سال مذکورہ کے ذیقعد کا مہینہ تھا۔

حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کا عقد غزوۂ بنی قریظہ کے بعد ہوا تھا جب کہ خلیفہ بن خیاط، ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ اور ابن مندہ بتاتے ہیں کہ وہ سال سوم ہجری کے اوّل چند ماہ کے دوران میں آپ کی زوجیت میں آئی تھی۔ ان راویوں کے علاوہ ابن جریر اور دوسرے متعدد مورخین، مفسرین اور علماء وفقہاء نے جن میں احمد بن حنبلؒ بھی شامل ہیں آپؐ کے ساتھ ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے ازدواج کو عموماً مختلف سنین واوقات میں بیان کیا ہے لیکن ان سب کا ایراد واندراج ہم نے یہاں بخوف طوالت قصداً ترک کر دیا ہے بہرکیف آنحضرت ﷺ کے تعدد ازدواج، اس کے جواز اور مطلقہ خواتین سے آپ کو نکاح کی اجازت کے بارے میں ارشاد ربانی حسبِ موقع ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ سے قبل زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی شادی کے متعلق تصریح واضح الفاظ میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِ ..... الخ ﴾

اس کے ساتھ ہی ارشاد ہوا:

﴿ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ سُنَّةَ اللّٰهِ ..... الخ ﴾

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ہم نے اپنی ''کتاب التفسیر'' میں آنحضرت ﷺ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر بصورت اسلام اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے زید رضی اللہ عنہ کی شادی کی صورت میں نبی کریم ﷺ کی ان پر نوازش کا ذکر ہم نے بالتفصیل کیا ہے۔ (مؤلف)

مقاتل بن حبان کہتے ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو دس دینار اور ساٹھ درہم نقد کے علاوہ دوپٹے، سمیت دلہنوں والا پورا لباس اور جہیز میں کئی جوڑے کپڑے، ستو اور بہت سی کھجوریں نیز گھریلو استعمال کی کئی دوسری اشیاء دی تھیں۔

جیسا کہ مذکورہ بالا روایت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش یعنی آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد بہن

Marfat.com

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی منکوحہ کی حیثیت سے ان کے ساتھ ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ رہیں لیکن اس کے بعد ان دونوں میں باہم اختلافات رہنے لگے اور ایک روز زید رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کی شکایت کی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ﴾ کے مطابق ان سے فرمایا:

''جاؤ اپنی بیوی کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے درگزر کرو اور آپس میں عادلانہ طور پر دونوں مل جل کر رہو''۔

(حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

اس سلسلے میں علی بن حسین زین العابدین اور السدی بیان فرماتے ہیں کہ جہاں تک نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات ووالا صفات کا تعلق ہے آپ اپنی ازواج مطہراتؓ سے متعلق اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا حکم پر حرف بحرف عمل پیرا تھے اور آپؐ نے اسی کے مطابق عمل کا حکم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔

اس بارے میں اسلاف کے جو مختلف بیانات تواریخ میں ملتے ہیں ان سے ہم نے یہاں بخوف طوالت وازالہ شکوک صرف ایک مستند ترین روایت پر اکتفا کیا ہے۔ (مؤلف)

جہاں تک زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے مطابق دینے اور ان کے ایام عدت گزرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کا انہیں اپنی زوجیت میں لانے کا تعلق ہے اس کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد: ﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاکَهَا﴾ میں فرمایا ہے۔ (اس آیت کا ترجمہ سطور بالا میں پیش کیا جا چکا ہے مترجم)

بخاری صحیح بخاریؒ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ زینب بنت جحش آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے حق میں اس خاص فیضان پر ہمیشہ اظہار فخر کیا کرتیں اور فرمایا کرتی تھیں: رسول اللہ (ﷺ) کی دوسری ازواج کو آپؐ کے ساتھ ان کے رشتہ داروں نے بیاہا ہے جب کہ مجھے خود اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اپنے زیر حکم آپ کی زوجیت کا شرف بخشا ہے۔

اس کے علاوہ ابن جریر نے بھی حمید، جریر، مغیرہ اور شعبیؒ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آنے پر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے مندرجہ بالا اظہار فخر ومباہات کا ذکر کیا ہے بلکہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ اس کے علاوہ آپ کی دوسری ازواج کے مقابلے میں آپؐ کے ساتھ اپنے جدی رشتے کا بھی بڑے فخر کے ساتھ ذکر کیا کرتی تھیں اور یہ بھی کہا کرتی تھیں کہ آیت حجاب کا نزول صرف ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اظہار فضل وکرم کا نتیجہ تھا۔ جس میں اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے کرم سے آنحضرت ﷺ کی دوسری ازواج بھی شامل ہو گئیں۔

نزول آیت حجاب کا ذکر ہم ان شاء اللہ اگلے صفحات میں تفصیل سے کریں گے۔ (مؤلف)

Marfat.com

نزولِ آیتِ حجاب

آنحضرت ﷺ سے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے عقد مبارک کی رات کے بعد اگلی صبح طلوع ہوتے ہی آیتِ حجاب نازل ہوئی جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں عموماً بلا استثناء اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی عظمت شرم وحجاب کی دلیل مانا گیا ہے۔

مذکورہ بالا آیت جس کی شان نزول تمام ثقہ ترین راویوں نے جس میں بخاری، مسلم، نسائی، معمر، ابی قلابہ، انس، عبدالوارث، عبدالعزیز بن صہیب اور بہت سے دیگر مفسرین، محدثین وعلماء وفقہاء شامل ہیں یہ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ طَعَامٌ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنَاهُ ﴾

اس آیہ شریفہ کی شانِ نزول جسے مذکورہ بالا جملہ راویوں نے بہ اختلاف الفاظ بیان کیا اور اسے بہ اتفاق آراء صحیح تسلیم کیا ہے درج ذیل ہے:

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے عقد کے اگلے روز آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مقیم مدینہ کو دعوتِ ولیمہ میں مدعو فرمایا۔ جن لوگوں نے آپ کی اس دعوت میں شرکت کی ان کی تعداد کئی سو تھی۔ دعوت کا مقام نبی کریم ﷺ کا وہی مکان تھا جو آپؐ نے عروس نو حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔ چونکہ اس زمانے تک آیتِ حجاب نازل نہیں ہوئی اس لیے مدینے کی دوسری عورتوں کی طرح مسلم خواتین بھی پردہ نہیں کرتی تھیں اور مسلمانوں کے گھروں میں ان کے اعزہ و اقارب کے علاوہ دوسرے مسلمان مرد بھی بے روک ٹوک آتے جاتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مذکورہ دعوت ولیمہ میں بھی سب لوگ بلا امتیاز دو دو چار چار کی ٹولیوں میں آپؐ کے اس مکان میں آتے اور کھانے سے جو گوشت روٹی پر مشتمل تھا فارغ ہو کر باہر چلے جاتے تھے۔ تاہم کچھ لوگ دوسرے لوگوں کی آمد تک وہیں بیٹھ کر گفتگو کرنے لگتے اور آنحضرت ﷺ کی ازواج جن میں جیسا کہ مذکورہ بالا تمام راویوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے سب سے زیادہ شرمیلی تھیں ہر جماعت کے آنے پر منہ پر نقاب ڈال لیتیں اور ان کے رخصت ہونے تک اسی طرح چہرے پر نقاب ڈالے بیٹھی رہتیں۔ چنانچہ صاف ظاہر ہے کہ جب مدعو حضرات میں سے کچھ لوگ کھانے سے فراغت کے بعد بھی دسترخوان کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگتے تو ان خواتین کو خصوصاً حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو ہر عروس نو کی طرح دوسری خواتین سے زیادہ ہر دفعہ سمٹ کر بیٹھ جاتیں تکلیف ہوتی تھی۔

اس کا احساس چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا لیکن اسے سب سے زیادہ خود آنحضرت ﷺ نے محسوس فرمایا۔ لہٰذا اسی موقع پر جیسا کہ مشہور ہے مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور رفتہ رفتہ اس کی خبر اسی روز جملہ مسلم حضرات کو ہو گئی اور وہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلقہ حکم پر مبنی اس آیت پر عمل کے پابند ہو گئے۔

Marfat.com

مسلمان عورتوں کے لیے پردے کے حکم پر مبنی اور اس کے آداب پر مشتمل دوسری مکمل آیت بعد میں نازل ہوئی۔ تاہم اس کا مبداء یہی مختصر مندرجہ بالا آیت تھی اور اس کے نزول پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اگر اظہار فخر کرتی تھیں تو وہ بھی کچھ غلط نہ تھا۔ (مؤلف)

ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا شمار اوّل المہاجرات میں ہوتا ہے۔ وہ انتہائی نیک' دیندار' باوضع وبا اخلاق اور فیاض خاتون تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول جب وہ دسترخوان پر بیٹھتیں تو کوتاہ دستی کا ثبوت دیتیں لیکن خیرات وصدقات کے معاملے میں یدطولیٰ رکھتی تھیں۔ ان کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انہیں بہت عزیز رکھتے تھے بہت رنج ہوا۔ ان کی وفات ہجرت کے بیسویں سال ہوئی۔

Marfat.com

سال ششم ہجری کے واقعات

بیہقی کہتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ نجد کی مہم سے قبل اسی سال یعنی سال ششم ہجری کے ماہ محرم میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی مہم واقع ہوئی تھی جس میں ان کا ثمامہ بن اثال یماسی رضی اللہ عنہ سے ٹکراؤ ہوا تھا''۔ البتہ ہمارے نزدیک بیہقی کی یہ روایت محل نظر ہے کیونکہ اس سے قبل ابن اسحٰق سعید المقبری خصوصاً ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جنہوں نے اس مہم میں شرکت کی تھی بتا چکے ہیں کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ خیبر کے بعد ہجرت کی تھی اس لیے یہ مہم بھی لازماً غزوۂ خیبر کے بعد ہی وقوع پذیر ہوئی ہوگی۔ واللہ اعلم

بہرکیف یہ بات صحیح ہے کہ غزوۂ بنی لحیان کا واقعہ اسی سال کے اوائل میں ہوا تھا۔ ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق فتح بنی قریظہ جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ سال پنجم ہجری کے ماہ ذی الحجہ میں اس وقت ہوئی تھی جب مشرکین حج کعبہ کے لیے مکے میں جمع ہوا کرتے تھے اور ابن اسحٰق ہی کے بقول اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذالحجہ کے علاوہ محرم' صفر' ربیع الاوّل اور ربیع الثانی کے مہینے مدینے ہی میں قیام فرمایا تھا اور پھر فتح بنی قریظہ کے بعد چھٹے مہینے کے اوائل یعنی ابتدائے جمادی الاوّل میں بنی لحیان کا قصد فرمایا تھا تاکہ مرجیع حبیب اور اس کے ساتھیوں کی سرکشی وفتنہ پردازی کا قضیہ ہمیشہ کے لیے نمٹایا جا سکے۔

اس دفعہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کی مہم پر روانگی کی طرح جنگی طریقوں کے مطابق بنی لحیان کی طرف جانے والے سیدھے راستے کی بجائے شام کا راستہ اختیار فرمایا تاکہ ادھر سے مڑ کر آپ بنی لحیان کی بے خبری میں اچانک وہاں پہنچ جائیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ بنی لحیان کی طرف روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی نگرانی اور انتظامات کے لیے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا تھا اور جب آپؐ اپنی منزل پر پہنچے تو مشرکین بنی لحیان کی بستی کے سامنے پہاڑوں کی چوٹی پر اپنا حفاظتی مورچہ قائم کیا اور جب بنی لحیان سے جنگ کا وقت آیا تو مجاہدین اسلام نے آپؐ کے حکم سے آپ کی قیادت میں نماز کے وقت ''صلاۃ الخوف'' ادا کی۔

بیہقی نے ابن اسحٰق کی طرح اس غزوے کا ذکر سال چہارم ہجری کے واقعات میں غزوۂ خندق کے بعد کیا ہے اور اسی میں ''صلاۃ الخوف'' کا ذکر بھی کیا ہے اور ہم بھی انہی کے حوالے سے اس کا ذکر اسی سال کے واقعات میں کر چکے ہیں اور وہیں صلاۃ الخوف کا ذکر بھی آ چکا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عسفان میں ادا کی تھی۔ تاہم ہم نے سال ششم ہجری کے واقعات کے ضمن میں اس کا ذکر یہاں دوبارہ امام شافعیؒ کے اس ارشاد کے تحت مناسب سمجھا کہ اصحابِ مغازی سب کے سب ابن اسحٰق کے وہ اخلاف تھے جو انہی کی طرح بذاتِ خود تمام غزوات میں شریک تھے اور انہوں نے ان کی ترتیب اسی لحاظ سے رکھی ہے۔ بعض مؤرخین نے غزوۂ بنی لحیان کے موقع پر کہے ہوئے کعب ابن مالک کے اشعار بھی پیش کیے ہیں۔ (مؤلف)

Marfat.com

غزوۂ ذی قرد

جب نبی کریم ﷺ غزوۂ بنی لحیان سے فراغت کے بعد مدینے واپس تشریف لائے تو ابھی آپؐ نے وہاں چند راتیں ہی گزاری تھیں کہ آپ کو اطلاع ملی کہ غزوۂ بنی لحیان کے موقع پر عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری جو بنی غطفان کے ایک گروہ کو لے کر پہاڑوں میں روپوش ہو گیا تھا اب وہاں سے اتر کر غابہ میں آ گیا ہے جہاں اس نے بنی غفار کے ایک شخص کو قتل کر کے اس کی بیوی کو اغوا کر لیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے عبداللہ بن کعب بن مالک کے حوالے سے غزوۂ بنی قرد کی تفصیلات بتائیں وہ عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابوبکر تھے۔ ابن اسحٰق ان لوگوں میں اوّل الذکر کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اور اس کے ساتھیوں کو جو غابہ وغیرہ میں قتل و غارت خصوصاً مذکورہ بالا غفاری شخص کے قتل اور اس کی بیوی کے اغوا کے مجرم تھے پہلے سلمہ بن عمرو بن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ نے راستے میں دیکھا تو انہوں نے طلحہ بن عبیداللہ کے بیٹے کو جن کے پاس گھوڑا بھی تھا ساتھ لے کر دیوانہ وار غابہ کا رخ کیا' وہ پہلے سلع کے قریب ٹھہرے اور پھر صرخ میں رات گزار کر صبح ہوتے ہی دوبارہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور جب وہ نظر آئے تو ان پر تیروں کی بارش کر دی لیکن وہ دو افراد اتنے بڑے گروہ کا مقابلہ کب تک کرتے اس لیے صرخ میں ان دونوں کی باغیوں کی تلاش میں وہاں سے روانگی کی خبر سنتے ہی صباح ابن اکوع مدد کے لیے مدینے کی طرف تیزی سے چل دیئے اور جب وہاں پہنچے تو ان کی زبان پر ''غضب ہو گیا' غضب ہو گیا' اور فریاد ہے فریاد ہے' ہی تھا۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا حضرات کی زبانی بتاتے ہیں کہ صباح بن اکوع کا یہ واویلا سن کر پہلے دو سوار مقداد بن اسود اور عباد بن مبشر رضی اللہ عنہما دریافت حال کے لیے ان کی طرف بڑھے جس کے فوراً بعد سعد بن زید' اسید بن ظہیر' عکاشہ بن محصن' بنی اسد بن خزیمہ کے بھائی محرز' بنی سلمہ کے بھائی ابوقتادہ الحارث بن ربعی بنی زریق کے بھائی ابوعیاش عبید بن زید بن صامت رضی اللہ عنہم بھی دیکھتے ہی دیکھتے وہاں جمع ہو گئے۔ پھر یہ خبر جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کی تو آپؐ نے انہی لوگوں کی سرکردگی کے لیے سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرما کر اسی صبح کے وقت اس طرف روانہ فرما دیا جہاں کا پتہ صباح بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا۔

یہاں ایک بات جو بطور خاص قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا لوگوں کو اس مہم پر روانہ کرتے وقت آنحضرت ﷺ نے ان کی کیفیت کے لحاظ سے ابوعیاش سے مزاحاً فرمایا:

''ابوعیاش اگر تم اپنا یہ گھوڑا کسی اور کو دے دو تو وہ اس پر تم سے بہتر سواری کر سکے گا''۔

اس کے جواب میں ابوعیاش رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''حضور! میں گھڑ سواری میں مشاق ہوں' دوسرے میرے سوا اس گھوڑے پر جو بھی سوار ہو گا یہ اسے دو چار قدم چلنے سے

Marfat.com

پہلے ہی گرادے گا کیونکہ یہ گھوڑا انتہائی سرکش اور منہ زور ہے"۔

ابوعیاش رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اگر ایسا ہے تو پھر یہ بہتر ہے کہ تم ہی اس پر سواری کرو"۔

ابوعیاش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس گفتگو کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے اس گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس نے مشکل سے پچاس گز چلنے کے بعد انہیں گرا دیا۔ اس بات سے پہلے تو وہ سخت حیران ہوئے لیکن جب یہی واقعہ وہیں دو چار بار پیش آیا تو انہوں نے وہ گھوڑا مجبوراً کسی اور کو دے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ ابوعیاش رضی اللہ عنہ نے مدینے ہی میں وہ گھوڑا اپنے کسی ساتھی کے گھوڑے سے بدل لیا تھا یا اسے فروخت کر کے دوسرا گھوڑا لے لیا تھا۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا اصحاب ہی کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا گروہ کی روانگی کے بعد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسب ضرورت صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مختلف منازل سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں عیینہ بن حصن نے قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کر رکھا تھا تو وہ اس گروہ سے مقابلے کے بعد جسے آپؐ نے اپنی ادھر روانگی سے قبل روانہ فرما دیا تھا۔ یہ خبر سن کر کہ آپؐ بہ نفس نفیس اپنے اس مقدمۃ الجیش کی مدد کے لیے مدینے سے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ میدانی علاقے سے اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑوں پر جا چڑھا اور جب آپؐ وہاں پہنچے تو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے پہلے گروہ کے مجاہدین کی طرح آپ کا اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی تیروں سے استقبال کیا لیکن بعد میں یہ دیکھ کر کہ نیچے وادی میں کسی مسلمان کا تیر جس درخت کے تنے پر لگتا ہے وہ درخت تیر لگتے ہی جل کر راکھ ہو جاتا ہے اور یہ مسلمان تیر اندازوں کی زد سے بچنے کے لیے وہ اور اس کے ساتھی پیچھے ہٹتے ہیں تو ان کی نسبت سے بڑی بڑی چٹانیں نیچے کی طرف سرکنے لگتی ہیں اور جس پتھر کی وہ آڑ لیتے ہیں وہ لڑھک کر نیچے چلا جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت آخر کار پہاڑوں سے اتر کر وادی میں آ گیا۔ اور آپؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

جس شام کا یہ واقعہ ہے وہاں ایک پہاڑی چشمہ تھا جسے بنی قطفان اور دوسرے لوگ قرد کہتے تھے اسی وجہ سے اسی غزوہ کا نام غزوۂ بنی قرد پڑ گیا اور تاریخ میں اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اس موقع پر جو اشعار کہے گئے تھے خصوصاً حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار آج تک بنی غطفان کے اکثر لوگوں کے ورد زبان چلے آتے ہیں۔

Marfat.com

غزوۂ بنی مصطلق

غزوۂ بنی مصطلق وہ غزوہ ہے جس میں بنی خزاعہ کی ایک شاخ بنی مصطلق سے مجاہدین اسلام کو مقابلہ کرنا پڑا تھا اور اس کی قیادت خود آنحضرت ﷺ نے بہ نفس نفیس فرمائی تھی۔

اس غزوے کی وقوع پذیری کے بارے میں راویوں کے بیانات میں کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بخاری اسے غزوۃ المریسیع سے مربوط بتاتے ہیں بلکہ یہاں تک کہتے ہیں کہ غزوۂ بنی مصطلق دراصل غزوۂ مریسیع ہی کا دوسرا نام ہے جب کہ محمد بن اسحٰق اسے سال ششم ہجری کا واقعہ بتاتے ہیں اور موسیٰ بن عقبہ اسے سال چہارم ہجری کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

نعمان بن راشد زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ افک کا واقعہ غزوۂ مریسیع ہی کے زمانے کا ہے جسے بخاری نے موسیٰ بن عقبہ کے غزوات میں شامل کیا ہے جو سب کے سب سال چہارم ہجری کے واقعات ہیں لیکن جس راوی نے موسیٰ بن عقبہ اور عروہ کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے اس کا بیان ہے کہ یہ غزوہ یعنی غزوہ بنی مصطلق ماہ شعبان سال پنجم ہجری کا واقعہ ہے۔ واقدی بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ اوائل شعبان سال پنجم ہجری کا قصہ ہے جب آنحضرت ﷺ سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں اس غزوے کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے۔

محمد بن اسحٰق بن یسار کہتے ہیں کہ غزوۂ ذی قرد کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینے میں جمادی الآخر اور رجب کے مہینے گزار کر ماہ شعبان سال ششم ہجری میں غزوۂ بنی مصطلق کے ارادے سے خزاعہ کے علاقے کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر آپؐ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینے میں اپنی جگہ چھوڑا تھا لیکن اس بارے میں نمیلہ بن عبداللہ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عاصم بن عمر بن قتادہ، عبداللہ بن ابوبکر اور محمد بن یحییٰ بن حبان میں سے جس نے بھی غزوۂ بنی مصطلق کا ذکر کیا اس نے یہی بتایا کہ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنی مصطلق آپ کے خلاف جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں اور ان کی سربراہی حارث بنی ضرار کر رہا ہے (جس کی بیٹی جویریہؓ بنت حارث غزوۂ بنی مصطلق کے بعد آپ کی زوجیت میں آ گئی تھیں) تو آپؐ اس طرف روانہ ہوئے اور آپؐ سے ان کا مقابلہ ساحل بحر کے نواح میں قدید کے اس مقام پر ہوا جسے مریسیع کہا جاتا ہے لیکن آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف ان لوگوں سے جنگ کا حکم دیا جو ان کے خلاف تلوار اٹھائیں اور جب وہاں آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فتح نصیب ہوئی تو آپؐ نے ان کے باقی ماندہ لڑاکا لوگوں کو گرفتار کر کے اور مال غنیمت کو مدینے بھیج کر وہاں اپنے ایک صحابی کو بطور نگران مقرر فرما دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر بھی آپؐ نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہی کو مدینے کا انتظام سپرد فرمایا تھا۔ اور اس کی نگرانی پر مقرر فرمایا تھا۔

Marfat.com

واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سال پنجم ہجری میں ماہ شعبان کی دو راتیں گزرنے کے بعد بنی مصطلق کی طرف اپنے ساتھ سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل مجاہدین لے کر روانہ ہوئے تھے نیز یہ کہ بنی مصطلق بنی مدلج کے حلیف تھے۔

واقدی مزید بیان کرتے ہیں کہ بنی مصطلق کے لوگ جب آپؐ کے سامنے آئے تو آپؐ کے حکم سے پہلے ان سے اسلام قبول کرنے اور ہتھیار ڈالنے کے لیے کہا گیا لیکن اس کے جواب میں انہوں نے مسلمانوں پر تیر چلانے شروع کر دیئے لہٰذا آنحضرت ﷺ کی اجازت سے عرب کے دستور کے مطابق پہلے دونوں طرف سے ایک ایک آدمی کا مقابلہ ہوا جس میں بنی مصطلق کے دس آدمی قتل ہوئے جس کے بعد ان کے باقی ماندہ لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا جب کہ مسلمان مجاہدین کا صرف ایک آدمی کام آیا تھا۔

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں عبداللہ بن عون کے حوالے سے جو روایت درج ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے پہلے بنی مصطلق کے قائد نافع کو ایک خط بھیجا گیا تھا جس میں صلح کی مذکورہ بالا شرائط تحریر کی گئی تھیں لیکن اس کے انکار اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا اس کے حکم سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھار کے بعد آپؐ نے مجاہدین اسلام کو ان کے مقابلے کی اجازت دی تھی اور انہی کو قتل کیا گیا تھا جنہوں نے مقابلے پر اصرار اور پھر مسلمانوں سے جنگ کی تھی۔ جو لوگ گرفتار ہوئے تھے ان میں دوسری عورتوں کے ساتھ جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ یہ بیان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے جو اس روز مجاہدین اسلام میں شامل تھے جنہوں نے اس غزوے کا ذکر بہ تمام و کمال کیا ہے۔ لہٰذا ابن اسحٰق کا یہ بیان کہ اس جنگ میں ایک انصاری نے ایک مسلمان ہی کو جس کا نام ہشام بن صبابہ بتایا گیا ہے۔ دشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا قرین قیاس نہیں ہے۔ تاہم ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا ہشام بن صبابہ کے بھائی مقیس بن صبابہ نے مکے سے مدینے آ کر اور خود کو مسلمان بتا کر رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کیا تھا اور آپؐ نے اس کی دیت ادا بھی فرما دی تھی لیکن اس کے باوجود وہ مدینے میں ایک تنہا غریب کی حیثیت سے کچھ دن ٹھہرا رہا اور پھر موقع پا کر اس مسلمان انصاری کو جس نے اس کے بھائی ہشام کو قتل کیا تھا قتل کر کے بحالت کفر یا ارتداد کے واپس چلا گیا اور وہاں جا کر اپنے اس نام نہاد کارنامے پر کچھ فخریہ اشعار بھی کہے:

"یہی وہ مقیس بن صبابہ تھا جس کے بارے میں تین دوسرے مشرکین مکہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے قتل کے بعد استار کعبہ پر لٹکانے کا حکم دیا تھا"۔ (مؤلف)

مقیس بن صبابہ کی موت پر آنحضرت ﷺ نے منافقین کے عبرت ناک انجام کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور جب آپؐ فتح مکہ کے بعد مدینے واپس تشریف لائے تھے تو اس وقت تک قریب قریب تمام منافق جہنم واصل ہو چکے تھے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب بنی مصطلق پر فتح یابی کے بعد نبی کریم ﷺ وہاں سے مدینے میں کامیاب و کامران تشریف لائے تو مفتوح قبیلے کی وہ خواتین آپؐ کے سامنے حاضر کی گئیں جو مال غنیمت کے ساتھ گرفتار کر کے مدینے لائی گئی تھیں تو جویریہؓ بنت حارث نے آپؐ سے عرض کیا:

"میں بنی مصطلق کے سربراہ کی بیٹی ہوں۔ پہلے میں اپنے چچا زاد بھائی کے لیے کتابت کا کام کیا کرتی تھی۔ اس کے بعد

Marfat.com

اس نے اسے اسی کام کے لیے مجھے کسی دوسرے کے سپرد کر دیا تھا لیکن (حلوہ ملاحہ کی بیوی کے بقول بھی) ان میں سے کسی کے ساتھ میری شادی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم مجھے خوف تھا کہ اس کے بعد ثابت بن قیس ابن شماس کے حوالے کیا جائے گا جو مجھ سے شادی کا خواہاں تھا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب میں آپؐ کے زیر سایہ آ گئی ہوں اور میری خواہش ہے کہ آپؐ مجھے اپنی کنیزی میں لے کر مجھ سے کتابت کا کام لے لیا کریں"۔

جویریہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ سن کر آپؐ نے فرمایا:

"اگر تمہارے لیے اس سے بہتر تجویز پیش کی جائے تو تمہارا ردعمل کیا ہوگا؟"۔

جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کیا؟"۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"وہ یہ کہ تم اسلام قبول کر کے میری زوجیت میں آ جاؤ"۔

آپؐ کے اس ارشاد گرامی پر جویریہ رضی اللہ عنہا نے حد سے زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور برضا و رغبت مسلمان ہو گئی جس کے بعد آپؐ نے اپنے قول کے مطابق اپنی زوجیت میں لے لیا اور وہ خوش قسمتی سے امہات المومنینؓ میں شامل ہو گئیں۔

واقدی خود جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے سے قبل بنی مصطلق کی بستی میں اپنے مکان کے اس کمرے میں جو ان کی خواب گاہ تھا ایک شب خواب میں یثرب (مدینہ) کی طرف سے چاند کو اترتے دیکھا تھا لیکن انہوں نے آپ کی زوجیت میں آنے سے قبل بنی مصطلق میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا تھا تا آنکہ ان کے اس خواب کی تعبیر ان کے سامنے آ گئی۔

واقدی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے بطور بنی مصطلق کے چالیس گرفتار آدمیوں کے فدیہ کی رقم انہیں دینا چاہی تھی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا تو آپؐ نے ویسے ہی بنی مصطلق کے اتنے آدمی بغیر فدیہ لیے آزاد کر دیئے تھے اور اس کے برابر رقم اپنے پاس سے حصہ رسد مجاہدین میں تقسیم فرما دی تھی۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ بنی مصطلق کے سو آدمی خوش ہو کر برضا و رغبت مسلمان ہو گئے تھے۔

Marfat.com

قصہ افک

اب تک جتنی روایات محمد بن اسحٰق نے متعدد مستند حوالوں سے بیان کی ہیں اسی طرح ان کے بعد انہوں نے افک کی روایت بھی بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان سے زہری نے علقمہ بن وقاص' سعید بن مسیبؒ، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن عبید اللہ بن عتبہ کے حوالے سے افک کی روایت بیان کی اور پھر بتایا کہ ان حضرات کے علاوہ بہت سے دوسرے لوگوں کی زبانی اس سلسلے میں اکثر باتیں سنیں۔

اس کے علاوہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے والد حضرت زبیر' عبداللہ بن ابوبکر اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کے حوالے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی یہ روایت بیان کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوران سفر اکثر اوقات کچھ خواتین بھی آپؐ کے قافلے کے ہمراہ ہوتی تھیں۔ بنی مصطلق کی جنگ کے موقع پر بھی ایسا ہی تھا لیکن اس وقت خواتین کے ہر اونٹ کی حفاظت کے لیے ایک ایک تیر انداز متعین تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں کہ اس دفعہ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں لیکن جنگ کے وقت خواتین کی سواریوں کی حفاظت کے لیے جو تیر انداز متعین تھے ان میں سے بھی چند ایک کے علاوہ جنگ میں شریک ہو گئے تھے اور جب غزوہ بنی مصطلق سے فتحیابی کے بعد واپسی ہوئی تو ان کی بھی چنداں ضرورت نہ رہی تھی۔ بہرحال بنی مصطلق سے مدینے کی طرف لوٹتے ہوئے جب مدینہ صرف ایک منزل رہ گیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قرع کی بستی کے قریب پڑاؤ کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہاں جب اونٹ بٹھائے گئے تو انہیں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آئی اور وہ اپنے اونٹ کے ہودج سے اتر کر اس سے فراغت کے لیے قریب کے ایک گوشے میں چلی گئیں لیکن واپسی کے وقت معلوم ہوا کہ ان کے کرتے کے اوپری تکمے کی ڈوری میں جو قیمتی مہرۂ ظفار بندھا ہوا تھا وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے پہلے کرتہ جھاڑ کر دیکھا اور پھر اِدھر اُدھر زمین پر دیکھا لیکن وہ نہ ملا تو وہ اپنے اونٹ کے پاس واپس آئیں اور وہاں کی جستجو کے بعد نہ ملا تو وہ پھر لوٹ کر اسی جگہ گئیں تو وہ اتفاق سے انہیں وہیں مل گیا لیکن اب صبح صادق ہو چکی تھی اور کوچ کا اعلان کرنے والے نے اس کا اعلان کر دیا تو لوگ اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے اور قافلہ مدینے کی طرف روانہ ہو گیا اور جب وہ وہاں پہنچیں تو قافلہ خاصی دور جا چکا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ یہ دیکھ کر رونے لگیں لیکن حسن اتفاق سے اسی وقت صفوان بن المعطل سلمی رضی اللہ عنہ جو خود بھی کسی ایسی ہی ضرورت سے قافلے کے پیچھے رہ گئے تھے ادھر سے گزرے اور یہ دیکھ کر کہ وہ پریشان اور قافلے سے بچھڑ کر رونے والی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور ان سے مؤدبانہ سوار ہونے کی درخواست کی۔ چنانچہ وہ مجبوراً ان کے

Marfat.com

اونٹ پر سوار ہوگئیں اور صفوان رضی اللہ عنہ بڑے محتاط انداز میں ان کے آگے بیٹھ کر اونٹ کو تیز رفتاری سے بھگاتے ہوئے قافلے میں جا پہنچے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان کے ساربان نے یقیناً اس غلط فہمی کی وجہ سے کہ قافلے کو اس منزل سے مدینے کی طرف روانگی سے قبل وہ ہودج میں سوار ہو چکی ہیں ان کا اونٹ بھی قافلے کے ساتھ آگے بڑھا دیا تھا اور اتنی سی بات تھی جسے کچھ دروغ گو اور افترا پرداز لوگوں نے جن کا سرغنہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی بن سلول تھا افسانہ بنا دیا جس میں مدینے کی کچھ خواتین بھی فطرتاً شریک تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کئی روز ان سے کھنچے کھنچے رہے حالانکہ آپ کو ان کی پاک دامنی کا یقین کامل تھا اور اس کے علاوہ آپؐ کے کچھ بلند مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپؐ سے عرض کیا تھا کہ آپؐ کے اہل بیت تو درکنار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھرانے کے بارے میں بھی انہوں نے کبھی کوئی بات بجز خیر و نیکی دیکھی نہ سنی تھی تاہم حضرت کے مزید اطمینان اور سکون قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُ وْ بِالْاِفْکِ عُصْبَةٌ مِّنْکُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ. الٰی مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴾

ہم نے اس قصے کے بارے میں اب تک جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب آثار سلف وخلف پر حتی الامکان پوری تحقیق کے بعد بیان کیا ہے۔ و ما توفیقنا الا باللہ (مؤلف)

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں بہت سے مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔

Marfat.com

غزوۂ حدیبیہ

• غزوۂ حدیبیہ ماہ ذیقعدہ سال ششم ہجری میں وقوع پذیر ہوا تھا جس میں راویوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس واقعہ کے سب سے مستند راوی زہری' ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نافع' موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ ہیں۔ ابن لہیعہ نے بھی ابی اسود اور عروہ کے حوالے سے اس امر کی تصدیق کی ہے۔

تاہم یعقوب بن ابی سفیان کہتے ہیں کہ ان سے اسماعیل ابن خلیل اور علی بن مسہر نے بیان کیا کہ انہیں ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے حدیبیہ کی طرف رمضان کے مہینے میں روانہ ہوئے تھے اور حدیبیہ کی جنگ شوال کے مہینے میں ہوئی تھی لیکن عروہ کی بیان کردہ یہ روایت بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کیونکہ مذکورہ بالا دوسرے راویوں کے علاوہ بخاریؒ، مسلمؒ اور چاروں دوسرے محدثین کرامؒ جو صحاح ستہ میں شامل ہیں بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کی طرف اس ارادے سے تشریف لے گئے تھے تاکہ آپؐ ماہ ذیقعدہ میں مکہ پہنچ کر عمرہ اور ساتھ ہی حج بیت اللہ فرما سکیں جس کے لیے عرب کے تمام لوگ اسی مہینے میں وہاں آتے تھے نیز یہ کہ آپؐ نے اسی مہینے میں جعرانہ سے گزرتے ہوئے غزوۂ حدیبیہ کا مال غنیمت حنین کے مقام پر مسلمانوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ ہم نے اس روایت میں تمام تر بخاریؒ کے الفاظ پر انحصار کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وشوال میں مدینے میں مقیم رہ کر ماہ ذیقعدہ میں وہاں سے کسی جنگ کی بجائے صرف عمرہ کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے انتظامات ونگرانی کے لیے ثمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس مہینے میں یعنی ماہ ذیقعدہ میں تمام اہل عرب بلکہ عرب کے جملہ بادیہ نشین بھی حج کعبہ کے لیے مکے کا رُخ کرتے تھے اس لیے آپ کو اندیشہ تھا کہ یہ لوگ خصوصاً قریش مکہ کہیں آپؐ کے قصد عمرہ کو بھی جنگ کا بہانہ سمجھ کر اس میں مزاحم نہ ہوں بلکہ لڑائی پر آمادہ ہو جائیں جب کہ اس دفعہ آپؐ عمرہ کے علاوہ حج بیت اللہ کا ارادہ بھی رکھتے تھے۔ ویسے اس سے قبل آپؐ چار بار مدینے سے عمرہ کے لیے مکے کی طرف روانہ ہوئے تھے لیکن ہر بار قریش مکہ نے اس میں مزاحمت کی تھی اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے تھے اور آپؐ عمرہ کے علاوہ عظمت کعبہ کے خیال سے راستے ہی سے واپس ہو گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس دفعہ آپؐ نے خود احرام باندھنے کے علاوہ اپنے مہاجر وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی جن کی تعداد بعض روایات میں سات سو اور بعض میں ایک ہزار کے لگ بھگ بتائی گئی ہے احرام باندھ کر چلنے کا حکم دیا تھا تاکہ حج کعبہ کے لیے جانے والے لوگوں کے علاوہ خود قریش کو بھی یقین آ جائے کہ آپ صرف عمرہ وحج کے ارادے سے مدینے سے روانہ ہوئے ہیں۔ اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اس دفعہ آپؐ کے ساتھ سواری کے اونٹوں کی تعداد بھی صرف ستر تھی۔

Marfat.com

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس سفر کے راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ مکے کی طرف جانے والے عام راستے سے ہٹ کر جس پر عموماً لوگوں کی آمدورفت نہ ہو کوئی دوسرا راستہ ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو وہ راستہ کون بتا سکتا ہے؟ آپ کے اس سوال پر ایک شخص نے جو مسلمان ہو گیا تھا بتایا کہ ایسا ایک راستہ ہے اور یہ بھی عرض کیا کہ وہی اس راستے سے آپ کو نواح مکہ تک لے جائے گا۔ چنانچہ وہ آپ کو اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی راستے سے جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں سے گزرتا تھا ساتھ لے کر چلتا رہا حتیٰ کہ آپ اور آپؐ کے ہمراہی ایک وادی کے کنارے سرزمین سہلہ تک جا پہنچے اور آپ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے اپنے ساتھی مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ خدا سے توبہ کی قبولیت کی دعا کرتے اور استغفار پڑھتے وہاں سے آگے بڑھیں۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو یہی حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے اس حکم الٰہی کی تعمیل نہیں کی تھی۔ بہرکیف جیسا کہ ابن شہاب نے بیان کیا ہے آپؐ اور آپؐ کے ہمراہی توبہ و استغفار کے یہی کلمات مسلسل زبان سے ادا کرتے ہوئے سہلہ سے آگے بڑھ کر کئی موڑ کاٹتے ہوئے مکے کے زیریں علاقے حدیبیہ تک جا پہنچے جہاں قریش مکہ کی طرف سے آگے بڑھنے میں مزاحمت کا خطرہ تھا۔ چنانچہ آپؐ نے سیدھے راستے سے ایک طرف ہٹ کر پڑاؤ کا حکم دیا تو آپؐ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کے حکم کی تعمیل میں تو ہم جان تک دینے کے لیے حاضر ہیں لیکن یہاں نزدیک و دور کہیں پانی کے آثار نظر نہیں آتے اس لیے شاید اس جگہ قیام مناسب نہ ہو''۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''(کچھ دن بعد) یہیں (یعنی اس علاقے تک آ آ کر) قریش مکہ اور دوسرے مشرکین مجھ سے معافی اور رحم کے طالب ہوں گے اور میں انہیں معاف کر دوں گا''۔

یہ فرما کر آپؐ نے اپنی سواری کے اونٹ کو بٹھایا اور نیچے تشریف لے آئے۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اسے اس جگہ کے بیچوں بیچ یعنی عین درمیان میں گاڑ دیا جائے۔ چنانچہ آپؐ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور جتنے لوگ اونٹوں پر سوار تھے وہ سب کے سب آپؐ کے حکم کی تعمیل میں اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر وہیں پڑاؤ ڈالنے لگے اور جہاں آپ کا تیر گاڑا گیا تھا وہی جگہ آپؐ کے حکم سے آپ کی قیام گاہ قرار پائی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں کچھ لوگوں نے بتایا کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیر گاڑا گیا تھا وہاں قیام کے لیے پہلے سواری سے اترنے والے ناجیہ بن جندب تھے لیکن بعض دوسرے اہل علم نے بیان کیا وہ البراء بن عازب رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ انہوں نے خود بھی بیان کیا ہے۔

زہری اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا جگہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پڑاؤ ڈالا گیا تو بنی خزاعہ کا ایک شخص بدیل بن ورقہ نامی اپنے قبیلے کے کچھ دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے دریافت کیا کہ آپؐ کے وہاں تشریف لانے کا مقصد کیا تھا اور اسے بھی آپؐ نے یہی بتایا کہ آپؐ وہاں قریش سے یا دوسرے قبائل

Marfat.com

سے جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ صرف عمرہ وحج کے لیے آئے تھے اور یہ وہی بات تھی جو اس سے قبل بشر بن سفیان کو بتائی گئی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کے پاس سے لوٹ کر قریش مکہ کے پاس گئے اور آپ کا مقصد انہیں بتا دیا لیکن وہ بولے کہ:

''ان کا مقصد کچھ بھی ہو ہم انہیں مکے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ ہم عرب ہیں اور عرب اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں''۔

زہریؒ کہتے ہیں کہ بنی خزاعہ کی یہ خصوصیت اسلام لانے سے پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے کہ وہ کوئی بات لگی لپٹی نہیں رکھتے۔ چنانچہ مذکورہ بالا لوگوں نے قریش مکہ کو آنحضرت ﷺ کی وہاں تشریف آوری کا مقصد بتانے کے بعد مکے سے واپسی پر ان کے جواب سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اپنی مذکورہ بالا خصوصیت کے مطابق آپ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ آپ مشرکین مکہ سے خبردار رہیں۔

زہری مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد خود قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس دریافت حال کے لیے بنی عامر بن لوئی کے بھائی مکرز بن حفص بن اخیف کو بھیجا تو آپؐ نے اسے آتا دیکھتے ہی فرمایا: ''یہ شخص غدار ہے''۔ بہرحال جب وہ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے اس سے بھی وہی فرمایا جو آپؐ اس سے قبل بدیل اور اس کے ساتھیوں سے فرما چکے تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے ایک بار پھر آپؐ کے پاس حلیس بن علقمہ یا ابن زیان کو جو مکے کے حبشیوں کا سردار اور بنی حارث بن عبد مناف بن کنانہ کا ایک فرد تھا۔ اسی کی قیام کے کچھ لوگ ساتھ کر کے آپؐ کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپؐ سے وہاں تک تشریف آوری کا مقصد مکمل طور سے معلوم کر کے آئے۔

زہری کہتے ہیں کہ آخر میں ان لوگوں کو آتا دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''یہ لوگ دیانتداری کے ساتھ (مکے میں) متاہلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور مجھے ان کے چہروں سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ (آئندہ) ہدایت پانے والے لوگ ہیں''۔

زہری آخر میں کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ آپؐ کے سامنے آئے تو آپؐ نے انہیں بٹھا کر ان کے آنے کی وجہ دریافت کی اور ان کے جواب پر آپؐ نے انہیں بھی وہی بتایا جو ان سے قبل قریش مکہ کی طرف سے آنے والے لوگوں کو بتا چکے تھے یعنی آپ کا مقصد قریش مکہ سے جنگ نہیں بلکہ صرف زیارت بیت اللہ اور عمرہ وحج کی ادائیگی ہے۔

حلیس بن علقمہ آنحضرت ﷺ کے جواب سے مطمئن ہو کر جب قریش مکہ کے پاس واپس گیا تو اس نے انہیں آپؐ کے جواب سے بہ تمام وکمال آگاہ کرنے کے بعد ان سے یہ بھی کہا کہ آپ کا جواب بالکل صداقت پر مبنی ہے لیکن انہوں نے اسے بھی وہی جواب دیا جو اس سے قبل آپؐ کے پاس اپنے بھیجے ہوئے لوگوں کو دے چکے تھے یعنی وہ کسی حالت اور کسی قیمت پر آپ کو مکے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔

مشرکین مکہ کی یہ باتیں سن کر حلیس جو ایک بادیہ نشین کی حیثیت سے آزاد فضا میں پلا بڑھا اور صاف باطن وصاف گو شخص تھا طیش میں آ گیا اور بولا

Marfat.com

''مجھے یقین ہے کہ محمد (ﷺ) ایک سچے اور صاف گو شخص ہیں لیکن تم انہیں جیسا کہ انہوں نے بتایا ہے زیارت بیت اللہ اور عمرہ وحج کی ادائیگی سے بھی روکنا چاہتے ہو اس لیے میری نظر میں تم لوگ صرف دغاباز اور حیلہ جو ہو۔ یاد رکھو کہ آج سے میں اور میری قوم کا کوئی فرد تمہارا حلیف نہیں ہے' تم اپنے فیصلے خود کر کے ان پر عمل کر سکتے ہو' ہمارا اب تم سے کوئی تعلق نہیں ہے''۔

زہری کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا سب لوگوں کی زبانی آنحضرت ﷺ کا ایک ہی جواب یعنی آپ صرف زیارت بیت اللہ اور عمرہ وحج کے ارادے سے وہاں تک تشریف لائے ہیں خصوصاً حلیس بن علقمہ کی زبانی آپ کا یہی جواب اور اپنی ضد کی وجہ سے اس کی زبان سے اپنے حق میں سخت وست سننے کے باوجود مشرکین قریش نے ایک بار پھر آپ کے پاس عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا لیکن آخر الذکر نے مکے سے روانگی سے قبل ان سے کہا کہ:

''محمد (ﷺ) نے تمہیں صرف ایک ہی اور وہ بھی بہت نرمی سے جواب دیا ہے جب کہ تم لوگ انہیں صرف سب وشتم سے جواب دیتے ہو''۔

اس کے بعد وہ بولے:

''میں مانتا ہوں کہ تم میرے بزرگ ہو (عروہ سبیعہ بنت عبد شمس کے بیٹے تھے) لیکن تمہارا حد سے تجاوز کرنا میرے نزدیک مناسب نہیں ہے''۔

عروہ بن مسعود کی ان باتوں کے جواب میں وہ بولے کہ:

''تم ہماری اولاد ضرور ہو لیکن محمد (ﷺ) کے بارے میں ہم سے زیادہ نہیں جانتے''۔

یہی بات مشرکین قریش نے حلیس بن علقمہ سے ان کی بادیہ نشینی کے حوالے سے اسے سادہ لوح بتا کر کہی تھی اور عبداللہ بن ابوبکر کے بقول اسے قریش کی ان باتوں پر غصہ آ گیا تھا۔

بہر کیف جب عروہ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ سے کہا کہ:

''آپ (ﷺ) مدینے سے یہاں آئے ہیں اُدھر قریش مکہ آپ (ﷺ) کے مقابلے کے لیے مسلح ہو کر ایسے تیار بیٹھے ہیں جیسا میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اسے آپ (ﷺ) کل خود ہی دیکھ لیں گے''۔

عروہ کی یہ باتیں سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے پس پشت بیٹھے تھے بولے:

''ہم بھی اپنا حال کل ان پر ظاہر کر دیں گے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر عروہ بولے:

''یہ کون ہیں؟''۔

آنحضرت ﷺ نے جواب دیا:

''یہ ابوبکر بن قحافہ رضی اللہ عنہ ہیں''۔

Marfat.com

اس پر عروہ بولے:

''میں ان کی شخصیت سے واقف ہوں تو انہیں بھلا کیا جواب دے سکتا ہوں''۔

جب عروہ آنحضرت ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے تو ان کا ہاتھ رہ رہ کر آپ کی ریش مبارک تک چلا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جو آپؐ کے پس پشت بطور محافظ مسلح کھڑے تھے ان سے کہا:

''اس سے پہلے کہ میرا ہاتھ تم تک پہنچے تم اپنا ہاتھ رسول اللہ (ﷺ) کی ریش مبارک کے پاس سے ہٹالو''۔

عروہ بن مسعود نے جب مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی اور ان کی تیوریاں چڑھی دیکھیں تو بولے:

''میاں تمہیں شاید کچھ غلط فہمی ہوئی ہے''۔

پھر آپؐ سے پوچھا: ''یہ شخص کون ہے؟''۔

آپؐ نے مسکرا کر فرمایا:

''یہ تمہارے بھائی کے بیٹے مغیرہ بن شعبہؓ ہیں' کل تک یہ بھی تمہاری ہی طرح تھا لیکن اب اسلام نے ان کی کایا پلٹ دی ہے''۔ (مفہومی ترجمہ)

اس کے بعد آپؐ نے عروہ بن مسعود سے بھی اپنے حدیبیہ تک آنے کے مقصد کے بارے میں وہی فرمایا جو آپ اس سے قبل قریش کے بھیجے ہوئے دوسرے آدمیوں سے فرما چکے تھے۔

جب عروہ بن مسعود آنحضرت ﷺ کے پاس سے اٹھے تو وہ اس وقت تک آپؐ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب اور ان کی محبت کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے یعنی وہ نہ تو آپؐ کے آب وضو کا کوئی قطرہ ضائع ہونے دیتے نہ لعاب دہن زمین پر گرنے دیتے تھے اور اگر آپ کا کوئی موئے مبارک اتفاقاً آپؐ کے سر یا ریش مبارک سے جھڑ کر گرتا تو وہ اسے فوراً محفوظ کر لیتے تھے۔

عروہ بن مسعود نے جب آنحضرت ﷺ کا جواب قریش مکہ کو سنایا تو اس کے ساتھ انہیں یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اگرچہ شہنشاہ روم ہرقل' ایران کے بادشاہ کسریٰ اور حبشہ کے حکمران نجاشی کے دربار بھی دیکھے ہیں لیکن انہوں نے ان میں سے کسی جگہ ان تینوں باجبروت بادشاہوں کے ساتھ ان کے درباریوں کی طرف سے ادب کا وہ مظاہرہ نہیں دیکھا تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے آپ کی سادہ ترین قیام گاہ میں ان کے مشاہدے میں آیا۔ اس کے بعد انہوں نے قریش مکہ سے کہا:

''ارے وہ تو محمد (ﷺ) کے وضو کے پانی کا کوئی قطرہ تو کیا ان کے تھوک تک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے اور ان کے گرے ہوئے ہر بال کو بھی تبرک سمجھ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ان کے مقابلے میں کسی کی کوئی بات تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ انہیں خدا کا رسول سمجھتے ہیں۔ بہرحال میں نے وہاں جو کچھ دیکھا ہے آپ کو بتا دیا لہٰذا اب آپ جانیں اور آپ کا کام''۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ انہیں بعض اہل علم نے بتایا کہ عروہ بن مسعود کی واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے خراش بن امیہ

Marfat.com

خزاعی کو طلب فرمایا اور انہیں سواری کے لیے اپنا ناقہ دے کر قریش کے کچھ معززین کے پاس بھیجا تا کہ وہ مکے جا کر انہیں آپؐ کے حدیبیہ تک آنے کے مذکورہ بالا پر امن مقصد سے آگاہ کریں لیکن وہ جونہی مکے پہنچے قریش کے شقی القلب لوگوں نے انہیں گھیر کر قتل کرنا چاہا لیکن وہاں کے اہل حبش ان کے آڑے آئے اور لوگوں کو آپ کے ناقے سے ہٹاتے ہوئے اسے اور اس پر سوار خراش بن امیہ کو بحفاظت مکے کے باہر دور تک چھوڑ گئے اور وہ بخیریت آپ کے پاس پہنچ گئے۔

ابن اسحٰق عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد قریش مکہ نے اپنے چالیس پچاس آدمی مسلمانوں کے پڑاؤ کا چکر لگانے کے لیے بھیجے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں پکڑ کر آپؐ کے سامنے پیش کیا تو اس کے باوجود کہ وہ آپؐ کے پڑاؤ پر تیر اندازی اور سنگ باری کے مرتکب ہوئے تھے انہیں معاف فرما کر مکے واپس بھیج دیا۔

اس کے بعد جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ وہ مکے جائیں اور وہاں ابوسفیان اور قریش کے دوسرے ممتاز و معزز لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کریں کہ آپ بیت اللہ کی عظمت کی بناء پر اس کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتے ہیں اس کے علاوہ آپ کا کوئی اور مقصد نہیں ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا کہ انہیں قریش مکہ کی طرف سے اپنی جان کا خطرہ ہے کیونکہ ان سے ان کی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی) دشمنی مسلم ہے اس کے علاوہ ان کے قبیلے بنی عدی کا اس وقت کوئی شخص وہاں نہیں ہے جو کسی خطرے کے موقع پر ان کے کام آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان گزارشات کے بعد آپؐ سے عرض کیا کہ اس کام کے لیے ان سے بہتر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ رہیں گے کیونکہ ابوسفیان کے علاوہ بنی امیہ کے کئی دوسرے لوگ کوئی ایسی ویسی بات ہونے پر ان کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ پسند آیا۔ چنانچہ آپؐ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے سفیر کے طور پر مکے روانہ فرما دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر ابوسفیان اور وہاں کے دوسرے شرفاء کو سمجھانے کی لاکھ کوشش کی لیکن انہوں نے کہا کہ وہ صرف انہیں یعنی عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دے سکتے ہیں اور جب انہوں نے ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ آپؐ کے بغیر خانہ کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حرم میں قید کر دیا جب کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کو کسی نے خبر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جب یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اب مجبوراً قریش مکہ کو اس کا جواب دیا جائے گا اور اسی کے لیے آپؐ نے یکے بعد دیگرے اپنے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک درخت کے زیر سایہ تشریف فرما ہو کر بیعت لی جسے بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قریش مکہ سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے جان کی بازی لگا دینے کی بیعت کی تھی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اس بیعت میں شریک تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جان دینے کی بیعت نہیں لینا چاہتے تھے لیکن خود صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپؐ کے دست مبارک پر اسی کے لیے بہ اصرار بیعت کی تھی جس میں وہاں موجود تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بنی سلمہ کے بھائی جد بن قیس کے سوا شریک تھے۔

Marfat.com

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ جد بن قیس کی گردن اڑا دینا چاہتے تھے لیکن وہ پھرتی سے اپنے اونٹ پر بیٹھ کر لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو گیا تھا جب کہ باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا فرداً فرداً اسی پر آخری دم تک کے لیے بیعت کی تھی۔ تاہم اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ قریش کے ہاتھوں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی۔

ابن ہشام کہتے ہیں اور وکیع نے بھی اسماعیل بن ابی خالد اور شعبی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ مذکورہ بالا بیعت سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر ابوسنان اسدی نے کی تھی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان سے کچھ لوگوں نے بیان کیا اور اس کی تصدیق کچھ دوسرے لوگوں نے ابن ابی ملیکہ اور ابن عمران کے حوالے سے کرتے ہوئے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بیعت رضوان میں شریک کرنے کے لیے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر ان کی طرف سے یہ بیعت کی تھی۔

ابن ہشام کی پیش کردہ اس روایت کی اسناد اگرچہ ضعیف ہیں لیکن اس کا ثبوت صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں اس کے اندراج سے ملتا ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق زہری کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد قریش مکہ نے بنی عامر بن لوئ کے بھائی سہیل بن عمرو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی گفتگو کے لیے بھیجا لیکن صلح کی شرط یہ رکھی کہ آپ اس سال واپس مدینے چلے جائیں اور یہ بھی کہلوایا کہ اگر آپ بزور مکے میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو ہم آپ کو پھر قیامت تک یہاں آنے نہیں دیں گے' کیونکہ ہم بھی آپ کی طرح عرب ہیں۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو کو آتے دیکھا تو فرمایا:

''اس شخص کی آمد سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ مصالحت پر آمادہ ہیں''۔

بہرکیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل بن عمرو کے مابین خاصی طویل گفتگو کے بعد قریش مکہ کی پیش کردہ شرط آپ نے تسلیم فرما لی اور سہیل بن عمرو مشرکین مکہ کو اس کی اطلاع دینے کے لیے واپس چلے گئے اور تحریری صلح نامہ کی تیاری ہونے لگی تو حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور ان سے پوچھا:

''یا ابابکر! کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی اعتراض کے بغیر اس صلح نامے کے لیے مشرکین مکہ کی پیش کردہ شرط واقعی تسلیم کر لی ہے؟''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا تو انہوں نے پوچھا:

''کیا اس کا علم یہاں موجود تمام مسلمانوں کو ہے اور انہوں نے اتفاق رائے سے تسلیم کر لیا ہے؟''۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے پوچھا:

''کیا اس کا علم باقی مسلمانوں کو بھی ہوگا؟''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان دونوں سوالوں کا جواب بھی اثبات میں دیا تو وہ بولے:

Marfat.com

''اس صلح نامے کی ایک نقل یقیناً مشرکین مکہ کے پاس بھی رہے گی جسے وہ ہمیشہ دوسروں کو دکھا کر اپنے مقابلے میں ہماری کمزوری کا ثبوت مہیا کرتے رہیں گے اس لیے میرے نزدیک مشرکین مکہ کی پیش کردہ اس شرط کو اس صلح نامے میں شامل کرنا مصالح دنیوی کو مصالح دینی پر ترجیح دینا ہوگا جو مجھے پسند نہیں ہے''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس گفتگو کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر انہی خیالات کا اظہار کیا تو آپؐ نے فرمایا:

''یہ امر الٰہی ہے جس کی تعمیل ہم سب پر لازم ہے اور اسی میں ہماری بھلائی پوشیدہ ہے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حد درجہ نادم ہوئے اور آپؐ سے معافی کے طالب ہوئے۔ انہوں نے اس روز روزہ بھی رکھا اور اپنے ایمان کی سلامتی پر نماز شکرانہ بھی ادا کی۔

ابن اسحٰق اس کے بعد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرما کر انہیں مذکورہ بالا صلح نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' اس پر سہیل بن عمرو جو اس وقت وہاں موجود تھے بولے: ''ہم ان کلمات سے واقف نہیں ہیں اس لیے یہاں "باسمک اللّٰھم" لکھا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو یہ کہتے ہیں وہی یعنی "باسمک اللّٰھم" ہی لکھو''۔

اس کے بعد جب پہلے سے طے شدہ امور پر مشتمل یہ صلح نامہ لکھا جا چکا اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو کے دستخطوں کے بعد دونوں کی مہریں بھی ثبت ہو چکیں تو اچانک جندلؓ بن سہیل نے کھڑے ہو کر بہ آواز بلند کہا:

''یہ صلح نامہ دراصل قریش مکہ کی تباہی اور ان میں باہم فتنے کی بنیاد ہے ہیں ابھی جا کر قریش مکہ کو یہ بات بتاتا ہوں''۔

اس کی یہ بات سن کر اس کے باپ سہیل بن عمرو نے اٹھ کر اس کے ایک تھپڑ رسید کیا اور تنبیہ کی کہ وہ اس معاملے میں خاموش رہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کاش اس کا بیٹا اس وقت وہاں نہ آتا۔ اس پر آپؐ نے اسے روک کر جندل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''جندلؓ! تم سکون سے اس پر غور کرو، یہ صلح نامہ آج فریقین کی بھلائی کا باعث ہے لیکن ایک دن تم دیکھو گے کہ یہ صرف تم لوگوں کی بھلائی کا سبب ٹھہرے گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جندل رضی اللہ عنہ کو اپنے پہلو بہ پہلو لے کر ایک طرف گئے اور اسی طرح اسے بہت کچھ سمجھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح نامہ کے ذریعہ انتہائی صبر و تحمل کا اظہار فرمایا جس کی خوش انجامی کا ثبوت بھی بہت جلد مل گیا حالانکہ اس وقت آپ کو زیارت بیت اللہ اور حرم میں نماز ادا کرنے کی بڑی تمنا تھی۔

بہر کیف اس صلح نامہ پر دونوں طرف سے اطمینان کا اظہار کیا گیا جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عبداللہ بن سہیل بن عمروؓ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم، محمود بن مسلمہؓ، مکرز بن حفص جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جنہوں نے وہ صلح نامہ لکھا تھا شامل تھے۔

Marfat.com

ویسے مسلمان اس صلح نامے پر نسبتاً زیادہ مطمئن اور خوش تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کے نتائج عالم رویاء میں ملاحظہ فرمائے تھے اور آپؐ نے انہیں ان سے آگاہ فرمادیا تھا۔

اس صلح سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے حج وعمرہ کے معمولات کے طور پر غزوۂ بدر میں ابوجہل کے مال غنیمت میں حاصل شدہ اونٹ کے سوا جو قریش کی بدمزگی کا باعث ہوسکتا اونٹوں کی قربانی کی اور سر کے بال بھی صاف کرائے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن ابی نجیح نے مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں حج وعمرہ کے معمول پر سر کے بال منڈوانے موالوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی تو ان لوگوں نے جنہوں نے بال صرف ترشوائے تھے اپنے حق میں بھی آپؐ سے دعائے خیر کی استدعا کی لیکن آپؐ نے دوسری اور تیسری بار بھی سر کے بال منڈوانے والوں کے حق ہی میں دعا فرمائی۔ تاہم آپؐ نے سر کے بال ترشوانے کے حق میں بھی ان کی بار بار درخواست پر چوتھی بار دعائے خیر فرمائی۔

اس موضوع پر ہم احادیث صحیح وحسن کے روشنی میں آگے چل کر ان شاء اللہ تعالیٰ تفصیلی گفتگو کریں گے۔

بخاری کئی دوسرے حوالوں کے علاوہ البراء کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر نے بتایا کہ وہ واقعہ حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے اور انہوں نے نیز جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے صلح حدیبیہ کو مسلمانوں کی فتح قرار دیتے ہوئے اسے فتح مکہ کی بنیاد ٹھہرایا تھا۔

ابن اسحٰق کے بقول صلح حدیبیہ ارشاد ربانی ﴿ فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَالِکَ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴾ کے مطابق اپنی جگہ مسلمانوں کی فتح ہونے کے علاوہ ان کے لیے ایک عظیم تر فتح یعنی فتح مکہ کا پیش خیمہ تھی جو اس کے دو ہی سال کے اندر اندر انہیں حاصل ہوئی۔

بخاریؒ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کے پڑاؤ کا حوالہ دیتے ہوئے جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپؐ سے عرض کیا تھا کہ ''یہاں تو نزدیک ودور کہیں پانی کے آثار نہیں ہیں اس لیے یہاں پڑاؤ مناسب نہ ہوگا'' بیان کرتے ہیں کہ انہیں یوسف بن عیسیٰ' ابن فضیل اور حصین نے سالم اور جابرؓ کے حوالے سے بتایا کہ واقعی حدیبیہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیاس کی شدت نے پریشان کر رکھا تھا جب کہ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ایک مٹی کے لوٹے میں بھرے پانی سے وضو فرما رہے ہیں تو انہوں نے آپؐ کے قریب آکر عرض کیا کہ:

''یارسول اللہ (ﷺ) یہاں وضو تو کیا پینے کے لیے بھی پانی کا کوئی قطرہ نہیں ہے''۔

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں نبی کریم ﷺ کا پانی سے بھرے لوٹے سے وضو فرمانا یقیناً ان کے لیے بڑا حیرت ناک تھا لیکن جیسا کہ سالم وجابر نے بیان کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس گزارش اور حیرت پر آپؐ نے اسی مٹی کے لوٹے میں ہاتھ ڈالا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی پھوٹنے لگا۔

بخاریؒ کے بقول جابرؓ کے اس بیان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جب ان سے بعد میں دریافت کیا گیا کہ ''اس وقت وہاں

Marfat.com

آپ لوگوں کی تعداد کیا تھی؟'' تو انہوں نے بتایا کہ ان کی تعداد تو وہاں پندرہ سو افراد سے زیادہ نہ تھی لیکن وہ اگر ایک لاکھ کی تعداد میں بھی ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی انگلیوں سے فوارے کی طرح ابلتے ہوئے پانی سے وہ بھی سیراب ہو سکتے تھے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے سعید نے جابر ہی کے حوالے سے بیان کیا کہ حدیبیہ میں آنحضرت (ﷺ) کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کی تعداد پندرہ سو تھی جب کہ بعض دوسرے لوگوں نے قتادہ وغیرہ کے حوالے سے ان کی تعداد چودہ سو بتائی ہے۔

یہاں اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ بیعت الرضوان میں شامل لوگوں کی تعداد میں راویوں میں جو اختلاف آرا ہے اس کی وضاحت کر دی جائے۔ (مؤلف)

جابر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں مسلمانوں کی تعداد چودہ سو افراد سے متجاوز نہ تھی جب کہ فتح مکہ کے موقع پر ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

بہر کیف کچھ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر مسلمان مہاجرین وانصار کی مجموعی تعداد وغیرہ چودہ سو سے زیادہ نہ تھی لیکن ان لوگوں کو ملا کر جو وہیں مسلمان ہوئے تھے یہ تعداد پندرہ سو تک جا پہنچی تھی اور آنحضرت (ﷺ) نے ان سب کو جنت کی بشارت دی تھی۔

Marfat.com

فصل:

سال ششم ہجری میں دیگر مہمات

جیسا کہ بیہقی نے واقدی کے حوالے سے بیان کیا ہے اسی سال ششم ہجری میں ماہ ربیع الاوّل کے اوائل یا اواخر میں آنحضرت ﷺ نے عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں چالیس افراد دے کر کچھ باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا تھا لیکن جب یہ لوگ ان کی پناہ گاہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تاہم مجاہدین کے ہاتھ ان کے سو اونٹ آ گئے جنہیں لے کر عکاشہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینے واپس آ گئے۔

انہی ایام میں آپؐ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ان سرکشوں سے نمٹنے کے لیے چالیس آدمی دے کر بھیجا۔ ابوعبیدہ ذی القصہ تک پہنچے تو وہ لوگ پہاڑی علاقے میں گھس گئے تاہم ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے انہیں وہاں بھی جا گھیرا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ البتہ ان کا ایک آدمی گرفتار ہوا لیکن وہ بھاگتے بھاگتے بھی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر گئے۔

اسی سال آنحضرت ﷺ نے سرکشان حموم کی سرکوبی کے لیے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا جہاں انہیں مزینہ کی ایک عورت حلیمہ نامی ملی جس نے مجال بنی سلیم تک مجاہدین اسلام کی رہنمائی کی تو وہاں انہیں کچھ لوگ ملے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اس مہم میں مجاہدین کو کافی مال غنیمت کے علاوہ بکریوں کا ایک بہت بڑا گلہ بھی ملا۔ اسیروں میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا لیکن چونکہ حلیمہ مسلمان ہو چکی تھی اس لیے جب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ان قیدیوں کو لے کر مدینے پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے حلیمہ کی وجہ سے اس کے شوہر کو رہا کر دیا تاہم حلیمہ کو اس سے طلاق دلوا دی۔

اسی سال زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ماہ جمادی الاوّل میں بنی ثعلبہ کی طرف صرف پندرہ افراد لے کر گئے جہاں کچھ خانہ بدوش عربوں نے آپ کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گئے اور ان کے بیس اونٹ مجاہدین کے ہاتھ آئے۔ اس مہم میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو صرف چار دن لگے۔ تاہم اس مہینے میں انہیں آنحضرت ﷺ نے عیص کی طرف بھی بھیجا تھا۔

بیہقی واقدی کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اسی مہم میں ابوالعاص بن ربیع کا بہت سا مال اور اس کے علاوہ کثیر تعداد میں اونٹ بھی مجاہدین اسلام کے ہاتھ آئے تھے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس مہم میں ابوالعاص کے بہت سے ساتھی مارے گئے تھے لیکن وہ خود بھاگ کر مدینے ہی آیا تھا جہاں اس کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے بعد جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے آ گئی تھیں اور یہیں وہ سفر شام میں تجارت کی غرض سے آتے جاتے ان کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور ان تجارتی مال کی لین دین کر لیا کرتے تھے مگر اس

Marfat.com

بار چونکہ مدینے آ کر ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان کے اونٹ اور تمام مال انہیں اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لوٹا دیا تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح پر پہلے تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔ تاہم کفار پر تحریم مومنات کا فیصلہ سال دوم ہجری میں ہو چکا تھا اور ان سے مومنات کی طلاق یا ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے نکاح ثانی یا ان کے پہلے نکاح کے برقرار رکھنے کا معاملہ بعض راویوں کے مطابق سال ہشتم ہجری میں طے ہوا تھا لیکن واقدی نے اس کا ذکر بھی سال ششم ہجری کے واقعات کے ساتھ کیا ہے۔ واللہ اعلم

واقدی ذکر کرتے ہیں کہ اسی سال یعنی سال ششم ہجری میں دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر روم کی طرف سے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تحائف لے کر آ رہا تھا کہ راستے میں جب وہ قبیلہ جذام کی بستی کی طرف سے گزر رہا تھا تو وہاں کے لوگوں نے اس کے پاس جو کچھ تھا سب لوٹ لیا تھا۔ جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے اس قبیلے کی سرکوبی کے لیے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی کو روانہ فرمایا تھا۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ اسی سال آنحضرت ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ حیّ بن بنی اسد بن بکر نے مسلمانوں کے خلاف ایک جماعت تیار کر لی ہے تاکہ وہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کر سکیں جو مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور ان سے جنگ کی تیاری کر رہے تھے اس لیے آپؐ نے اس قبیلے کی سرکوبی کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس مہم پر روانہ ہوئے تھے اور صبح ہوتے ہی اس قبیلے کے ذخیرۂ آب پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے لوگوں کا محاصرہ کر لیا تھا تو انہوں نے ہتھیار ڈال کر آنحضرت ﷺ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ سنا گیا تھا کہ وہ لوگ خیبر کے یہودیوں کو کافی بڑی مقدار میں کھجوریں بھی بھیجتے رہتے ہیں لیکن اس مہم کے بعد یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا تھا۔

واقدیؒ ہی یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ اسی سال شعبان کے مہینے میں آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا تھا اور انہیں ہدایت کی تھی کہ اگر وہاں کا حکمران اطاعت قبول کر لے تو انہیں اس کی بیٹی سے شادی کی اجازت ہے۔ چنانچہ جب وہاں کے حکمران نے اطاعت قبول کر لی تو اس کے لشکر نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور اسلام قبول کر لیا تو آپ کی ہدایت کے مطابق عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے وہاں کے حکمران کو اس کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا جو اس نے بخوشی قبول کر لیا اور اس کے بعد اس کی بیٹی سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا۔ دومۃ الجندل کے حکمران کا نام اصبغ کلبیہ اور اس کی بیٹی کا نام تماضر تھا لیکن وہ اسلام لانے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے نکاح کے بعد عموماً ام ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نام سے پکاری گئیں۔

واقدی کہتے ہیں کہ سال ششم ہجری کے ماہ شوال میں آنحضرت ﷺ نے کرز بن جابر فہری کو اہل عرنیہ کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ ان لوگوں نے اس حاکم کو جو آپؐ نے وہاں مقرر فرمایا تھا اسے قتل کر کے اس کا سارا مال ومتاع لوٹ لیا تھا اسی لیے کرز بن جابر نے ان لوگوں کو جنہوں نے وہاں کے حاکم کے ماتحت عملے کے علاوہ جانوروں تک پر پانی بند رکھا تھا

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی اجازت کے مطابق قابل عبرت سزا دی۔

بخاریؒ و مسلمؒ نے اس روایت کو سعید بن ابی عروبہ کے ذریعہ اور قتادہ و انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عُکل و عرنیہ اور ایک دوسری روایت کے مطابق عکل یا عرنیہ کا ایک گروہ مدینے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپؐ سے عرض کیا تھا کہ وہ زراعت میں مصروف پر امن لوگ ہیں لہٰذا دوسرے باغیوں کے خلاف ان کی حفاظت کے لیے مدینے سے کچھ لوگ روانہ کیے جائیں۔ آپؐ سے اس گزارش کے بعد وہ لوگ آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے وہاں کے لیے ایک حاکم مقرر کر کے اور اس کے ماتحت عملے کو ان کے ساتھ روانہ فرما دیا لیکن انہوں نے راستے ہی میں حرہ کے قریب پہنچ کر ان سب کو قتل کر کے ان کا سامان لوٹ لیا اور مرتد ہو گئے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے ان کی سرزنش کے لیے کرز بن جابر کی سرکردگی میں بیس مجاہدین دے کر انہیں وہاں روانہ فرمایا تھا اور ان کی اس ناقابل معافی حرکت کی انہیں خاطر خواہ سزا دی گئی تھی۔

Marfat.com

سال ششم ہجری کے کچھ دیگر واقعات

جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمان الٰہی ﴿ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ یعنی اللہ کے لیے حج اور عمرہ ادا کیا کرو کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے بتایا ہے' واقعہ حدیبیہ کے زمانے یعنی سال ششم ہجری میں مسلمانوں پر حج کی ادائیگی فرض کی گئی اور اسی کے ساتھ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حج کی استطاعت حاصل ہوتے ہی ہر مسلمان پر فوری طور سے حج کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے لیکن دیگر تینوں ائمہ فقہ یعنی امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے امام شافعیؒ کے مندرجہ بالا آیت سے استنباط کے برعکس یہ کہا ہے کہ کسی مسلمان پر اسے حج کی استطاعت حاصل ہوتے ہی فوری طور پر حج کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی بلکہ اسے یہ اختیار ہے کہ وہ اس دوران میں اپنی سہولت کے مطابق حج یا عمرہ ادا کرے۔ ان ہر سہ فقہاء نے اپنے استدلال میں آنحضرت ﷺ کی ادائیگی حج کی مثال دی ہے کہ سال ششم ہجری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حج فرض ہونے کے باوصف آپؐ نے ہجرت کے دسویں سال یعنی فتح مکہ کے بعد ماہ ذیقعد میں حج ادا فرمایا تھا اور سال ششم ہجری میں حج فرض ہو جانے کے باوجود قریش مکہ کے ساتھ صلح نامہ کی اس شرط کی بنیاد پر کہ آپؐ اس سال حج یا عمرہ کے لیے مکے میں داخل نہیں ہوں گے' حج کی ادائیگی ملتوی فرما دی تھی۔

ہم نے مندرجہ بالا آیہ شریفہ کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی ''کتاب التفسیر'' میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

اسی سال قریش مکہ کی طرف سے صلح حدیبیہ کی اس شرط کے متعلق کہ اگر کوئی عورت مسلمان ہو کر مکے سے مدینے چلی جائے تو اس صلح نامے کے مطابق آنحضرت ﷺ اسے مکے واپس کر دیں گے مندرجہ ذیل آیت اتری تھی جس کسی عورت کا مسلمان ہونے کے بعد اس کے مشرک خاوند کی زوجیت میں رہنے کو قرار دیا گیا ہے بلکہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم شخص کی زوجیت میں نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ ..... الخ ﴾

غزوۂ مریسیع بھی اسی سال ششم ہجری کا واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ قصہ افک بھی اسی سال کی بات ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت کے بارے میں آیت قرآنی نازل ہوئی تھی جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

صلح حدیبیہ بھی اسی سال ششم ہجری کا واقعہ ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جب کہ قریش مکہ سے حرب وضرب اور فتح مکہ کا واقعہ ہجرت کے دسویں سال پیش آیا۔

واقدیؒ بیان کرتے ہیں کہ اسی سال یعنی سال ششم ہجری میں آنحضرت ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو سات دوسرے آدمیوں کے ساتھ مقوقس حاکم اسکندریہ کے نام خط دے کر بھیجا تھا اور اسی سال شجاع بن وہب بن اسد بن خزیمہ کو جنہوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی عربی نصاریٰ کے بادشاہ حارث بن ابی شمر غسانی کے نام' رضیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر روم ہرقل کے نام عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ایران کے بادشاہ کے نام سلیط بن عمرو العامری کو ہوذہ ابن علی حنفی کے نام اور عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ کے نصرانیوں کے بادشاہ نجاشی کے نام خطوط دے کر بھیجا تھا۔

Marfat.com

سال ہفتم ہجری

غزوۂ خیبر:

شعبہ حاکم اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر کے بقول ارشاد باری تعالیٰ ﴿ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴾ (انہیں (مسلمانوں کو) عنقریب فتح حاصل ہوگی) سے مراد فتح خیبر تھی (جو اوائل سال ہفتم ہجری میں مسلمانوں کو حاصل ہوئی)۔

موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد آنحضرت ﷺ نے کم وبیش بیس روز مدینے میں قیام کے بعد خیبر کا رُخ فرمایا جس کی فتح کا وعدہ اللہ تعالیٰ آپؐ سے پہلے ہی فرما چکے تھے۔

موسیٰ نے زہری کے حوالے سے فتح خیبر کا سال سال ششم ہجری بتایا ہے لیکن جیسا کہ ہم سطور بالا میں بتا چکے ہیں صحیح یہی ہے کہ خیبر کی فتح اوائل سال ہفتم ہجری کا واقعہ ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں:

''حدیبیہ سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں پورا ماہ ذی الحجہ اور ماہ محرم کا کچھ حصہ بسر فرمایا جس کے بعد ماہ محرم کے باقی حصے کے دوران میں آپ خیبر کی طرف روانہ ہوئے''۔

یونس بن بکیر، محمد بن اسحٰق، زہری، عروہ، مروان اور المسور کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر دونوں حضرات کے بقول آنحضرت ﷺ پر سورۂ فتح حدیبیہ اور مدینے کے راستے میں وہاں سے واپسی کے دوران میں نازل ہوئی تھی اور مدینے پہنچنے کے بعد آپؐ نے وہاں ماہ ذالحجہ جس میں آپؐ مدینے واپس پہنچے تھے وہیں بسر فرمایا اور پھر خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

مروان اور المسور نے مزید بیان کیا کہ مدینے سے روانگی کے بعد آپؐ نے غطفان کے نیچ کی وادی رجیع میں قیام فرمایا کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ بنی غطفان کہیں اہل خیبر کے حلیف نہ بن گئے ہوں۔ تاہم ان کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد آپؐ اگلی صبح غطفان کی بستی میں داخل ہوئے۔

بیہقی واقدی کے حوالے سے جو روایت آخر الذکر نے اپنے بزرگوں سے سنی تھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کی طرف روانگی کا قصد سال ہفتم ہجری کے اوائل میں فرمایا تھا۔

عبداللہ بن ادریس اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر کو عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خیبر کے لیے تیاری ماہ محرم کے آخر تک کی تھی جب کہ آپؐ نے ماہ صفر کے آخر میں ادھر کا قصد فرمایا اور وہاں پہنچے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس موقع پر بھی آنحضرت ﷺ نے مدینے کے انتظامات اور اس کی نگرانی کے لیے ثمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مقرر فرمایا تھا لیکن امام احمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ ان سے عفان، وہیب اور حسیم یعنی ابن عراک نے اپنے والد کے حوالے سے

Marfat.com

بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ اس زمانے میں مدینے آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر جا چکے تھے تو انہوں نے آپؐ کے نائب کی حیثیت سے وہاں یعنی مدینے میں سباع بن عرفطہ الغطفانی کو دیکھا تھا۔

بیہقی نے سلیمان بن حرب کی زبانی وھیب بن خیثم بن عراک اور آخر الذکر کے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک شخص جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھے اسی زمانے میں مدینے تشریف لائے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور خود ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے سے خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں پہلے آپؐ نے ایک بستی میں قیام فرمایا اور وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد آپ وہاں سے آگے بڑھ کر صہبا میں ٹھہرے اور پھر اپنے لشکر کے ساتھ آگے روانہ ہوئے تو آپؐ نے رجیع میں قیام فرمایا۔ یہ ایک وادی ہے جو غطفان کی سرحد پر واقع ہے۔ غطفان کی بستی میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' آپؐ قیام فرمانے کے لیے اس لیے داخل نہیں ہوئے کہ ایک اطلاع کے مطابق بنی غطفان آپؐ کے خلاف خیبر کے یہودیوں کی مدد کر رہے تھے اور آئندہ بھی ان کی مدد پر آمادہ تھے۔

بہرکیف جب انہیں ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے علاقے میں آنے کی خبر ملی تو پہلے تو انہوں نے خیبر کا رُخ کیا لیکن راستے میں انہیں اپنے مال و منال اور اہل و عیال کی حفاظت کا خیال آیا تو انہوں نے آپ کو اور آپؐ کے لشکر کو بغیر کسی مزاحمت کے خیبر کی طرف بڑھنے کا راستہ دے دیا اور خود ایک طرف ہٹ گئے۔

بخاریؒ بیان فرماتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن مسلمہ نے مالک' یحییٰ بن سعید اور بشیر کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کو سوید بن نعمان نے بتایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال جب غزوۂ خیبر وقوع پذیر ہوا مدینے سے خیبر کی طرف روانگی کا قصد فرمایا تو وہ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ سوید بن نعمان نے مزید بتایا کہ مدینے سے روانہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے صہبا میں قیام فرمایا جو خیبر کا زیریں علاقہ ہے اور وہیں نماز عصر ادا فرمائی۔ اس کے بعد جب آپؐ نے وہاں زادِ سفر کے لیے کھانے پینے کی کچھ چیزیں منگوانا چاہیں تو معلوم ہوا کہ وہاں ستو تک میں شراب کی آمیزش ہوتی ہے۔ یہ سن کر آپؐ نے جو کچھ پہلے سے ساتھ تھا وہی نوش فرمایا اور دوسروں نے بھی وہی کھایا۔

سوید بن نعمان نے مزید بیان کیا کہ صہبا میں آپؐ نے مغرب کے وقت تک قیام فرمایا اور وہیں وضو کیے بغیر صرف کلی کر کے نماز مغرب ادا فرمائی اور اس کے بعد آپ آگے روانہ ہو گئے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہیں یزید بن ابی عبید اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما کے حوالے سے عبداللہ بن مسلمہ اور حاتم بن اسماعیل کی زبانی معلوم ہوا کہ انہیں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ:

''ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف سفر کر رہے تھے تو آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عامر رضی اللہ عنہ سے جو شاعر تھے کچھ سنانے کی فرمائش کی تو انہوں نے اس وقت جو اشعار سنائے ان کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اور ان کی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کی وجہ سے ہدایت پائے' کاش ان کی آئندہ نسلیں بھی اسی طرح اسلام کے زیر سایہ رہ

Marfat.com

کر سکون و اطمینان سے زندگی بسر کر سکیں''۔

یہ اشعار جب آنحضرت ﷺ نے سماعت فرمائے تو لوگوں سے دریافت فرمایا کہ ''یہ کون شخص ہے؟'' اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ وہ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ ہے تو آپؐ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

اسی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ خیبر کی بستیوں میں آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے یعنی اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ یہ آگ کیسی ہے تو انہوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ یہودیوں نے الاؤ روشن کر رکھے ہیں اور آپ کو یہ بھی بتایا گیا کہ یہودی عموماً مردہ جانوروں کی چربی سے ایسے الاؤ روشن کرتے ہیں۔ پھر جب فتح خیبر کے بعد آپؐ سے عرض کیا گیا کہ عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے جو اسی روز زخمی ہو کر وفات پا گئے تھے یعنی شہید ہو گئے تھے ایسے ہی ایک الاؤ کی راکھ سے اپنی تلوار کا خون صاف کیا تھا اور آپؐ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا آپؐ کے نزدیک ان کا یہ عمل جائز تھا یا نہیں تو آپؐ نے عامر رضی اللہ عنہ کے بھائی کی انگلیاں اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا کہ:

''چونکہ یہ مجاہد تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا یہ فعل قابل معافی ہے اور یہ یقیناً ناجی اور اجر جہاد کا مستحق ہے اور اجر شہادت کا بھی''۔

اس روایت کو حد درجہ غریب ہونے کے باوجود حدیث نبوی کے حوالے سے پیش کرنے والوں میں بخاریؒ کے علاوہ کئی دوسرے ثقہ راوی بھی شامل ہیں اور ان سب نے اسے بالاتفاق مستند تسلیم کیا ہے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے متعدد لوگوں نے عطاء بن ابی مروان اسلمی اور ان کے والد نیز ابن معتب بن عمرو کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت ﷺ خیبر کے سامنے وارد ہوئے تو آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''ٹھہر جاؤ! اب ہم ان کے نزدیک پہنچ گئے ہیں''۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے یہ دعا فرمائی:

''اے سات آسمانوں اور سات زمینوں کے رب! اے کم یا زیادہ جملہ شیاطین کے رب! اے ہواؤں اور جملہ ساکن اشیاء کے رب! میں تجھ سے اس بستی اور اس کے مکینوں کے لیے خیر کا طالب ہوں لیکن اس بستی کے شر اور اس کے مکینوں کے شر سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے اس کے شر سے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں''۔

یہ دعا فرما کر آپؐ نے مجاہدین اسلام کو حکم دیا: ''آگے بڑھو! بسم اللہ''۔

اس روایت کو قریب قریب انہی الفاظ میں حافظ بیہقی نے بھی حاکم، اصم، عطاردی، یونس بن بکیر، ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع، صالح بن کیسان، ابی مروان اسلمی اور آخر الذکر کے والد اور درداء کے حوالے سے جو سب کے سب غزوۂ خیبر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے بیان کیا ہے۔

ابن اسحٰق متعدد راویوں کی زبانی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آخر الذکر نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ جب بھی کسی غزوے کے لیے مدینے سے تشریف لے جاتے تھے تو منزل پر پہنچ کر اگر رات کا وقت ہوتا تو آپ دشمن کے خلاف اس وقت کوئی اقدام نہیں فرماتے تھے چنانچہ خیبر میں بھی آپؐ نے اپنی اس عادت کا مظاہرہ فرمایا یعنی رات کے وقت جب

Marfat.com

ہم آپؐ کے ہمراہ خیبر پہنچے تو آپؐ نے صبح تک اہل خیبر کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا بلکہ صبح کی اذان کا انتظار فرماتے رہے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ قلعہ خیبر کی طرف بڑھے تو ہم بھی آپؐ کے حکم پر آپؐ کے پیچھے پیچھے اس طرف بڑھے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے بالکل پیچھے ابی طلحہ تھے اور ان کے پیچھے ابی طلحہ کی طرح گھوڑے پر سوار وہ خود یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اہل خیبر نے آپ کو دیکھا تو وہ بولے: ''اوہو! محمدؐ اتنا لاؤ لشکر لے کر ہمارے مقابلے کے لیے یہاں آئے ہیں''۔ یہ کہہ کر انہوں نے جنگ کا آغاز کر دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم ان سے مصالحت کرنے اور انہیں نیکی کا راستہ دکھانے یہاں آئے ہیں لیکن یہ لوگ تو ہم سے جنگ کے لیے گویا ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ (حدیث کا مفہومی ترجمہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی اہل خیبر سے جنگ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: ''تم بھی آگے بڑھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''۔

یہی روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مسلم نے بھی پیش کی ہے۔ بخاریؒ نے اس روایت کو پیش کرتے ہوئے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اہل خیبر گدھے کا گوشت بھون بھون کر کھا رہے تھے تو آپؐ نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ وہ یہ گوشت کبھی نہ کھائیں کیونکہ یہ حرام ہے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دوسرے غزوات کی طرح گدھے پر سواری کی تھی۔

ہمارے نزدیک بخاری و مسلم نے یہ روایت پیش کرتے ہوئے یہ بات نہیں بتائی بلکہ جیسا کہ مالک بن انس اور ابی طلحہ رضی اللہ عنہما کو گھوڑوں پر سوار ظاہر کیا گیا ہے تو جیسا کہ بخاریؒ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی غزوۂ خیبر میں گھوڑے ہی پر سوار تھے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ محاصرۂ خیبر کے دوران میں آپ کسی وقت گدھے پر بھی سوار ہوئے ہوں جہاں تک گدھے کے گوشت کی حرمت کا سوال ہے اس پر ہم کتاب الاحکام میں گفتگو کریں گے۔

بخاریؒ عبداللہ بن مسلمہ اور حاتم کی زبانی یزید بن عبید اور سلمہ بن اکوع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ محاصرۂ خیبر کے دوران میں چند روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں دیکھا تھا جب کہ اسلامی علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یکے بعد دیگرے دیئے تھے لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ میدانِ جنگ میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ پچھلے چند روز وہ آشوبِ چشم کی حد سے زیادہ تکلیف میں مبتلا تھے۔

بہرکیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا کہ:

''اب اسلامی علم اس شخص کو دیا جائے جو خدا اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اسے بے حد چاہتے ہیں''۔

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ:

Marfat.com

''خیبر کی فتح بھی اللہ تعالیٰ نے اسی کے نصیب میں لکھی ہے اس لیے قلعہ خیبر ان شاء اللہ تعالیٰ آج اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا''۔

بخاری و مسلم یہی روایت چند دوسرے حوالوں سے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قلعہ خیبر کے محاصرے کے دوران میں آنحضرت ﷺ نے ایک رات ارشاد فرمایا کہ:

''کل صبح اسلامی علم اسے دیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول سے بہت محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں''۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:

''ان شاء اللہ قلعہ خیبر اسی کے ہاتھوں فتح ہوگا''۔

اس کے بعد جیسا کہ صحیح مسلم میں بیہقی کے حوالے سے ان راویوں کی زبانی جو غزوۂ خیبر میں شریک تھے۔ بیان کیا گیا ہے اگلی صبح صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر شخص یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھئے آج رسول اللہ ﷺ علم کسے عنایت فرماتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جسے آپؐ سے اور اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت نہ ہو لیکن صبح ہوتے ہی جب آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آشوب چشم کی سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا حکم دیا اور جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان کی دونوں آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس کے بعد جیسا کہ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے' انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کی آنکھوں میں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

اس کے بعد آپؐ نے انہیں علم دیا اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ وہ قلعے کی دیوار کے نیچے جائیں اور وہاں رہنے والے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دیں' اگر وہ اسے تسلیم کر لیں تو فبہا ورنہ قلعہ فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور آگے بڑھ کر دیوار قلعہ کے پاس اپنا علم گاڑ کر بلند آواز سے دیوار پر پہرہ دینے والوں کو پکارا اور جب وہاں سے ایک یہودی نے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سن کر وہ یہودی بولا:

''ہم نے توریت میں یہ نہیں پڑھا کہ اس نام کا کوئی شخص اس قلعہ پر قبضہ حاصل کر سکے گا' بہتر ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ''۔

اس یہودی کے اس جواب پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں اپنے ساتھی مجاہدین کے ساتھ قلعہ پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے قلعہ فتح ہو گیا۔

بیہقی ان متعدد راویوں کے حوالے سے جنہوں نے غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قبل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو علم دے کر خیبر کے کسی قلعے کی تسخیر کے لیے بھیجا تھا لیکن وہ قلعہ فتح نہ ہو سکا تھا اور وہ وہاں سے واپس آ گئے تھے۔ بیہقی مذکورہ بالا حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لوگ اس قلعے کی

Marfat.com

تسخیر کے لیے بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک مجاہد محمود بن مسلمہ شہید بھی ہو گئے تھے۔ تاہم یہ خیبر میں یہودیوں سے پہلی جنگ تھی جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ کرتے ہوئے یہودیوں کے چھکے چھڑا دیئے تھے لیکن قلعہ فتح نہیں ہو سکا تھا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے ایک دوسرے قلعے ناعم کو فتح کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا لیکن وہ بھی یہودیوں سے سخت جنگ کے باوجود وہاں سے ناکام لوٹے تھے کیونکہ وہاں کے ہر یہودی نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تھی۔ اس کے بعد آنحضرت نے فرمایا تھا کہ آپ اگلے روز ایک ایسے شخص کو علم دیں گے جو خدا اور اس کے رسول سے بے انتہا محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول بھی اسے بے حد چاہتے ہیں اور ان شاء اللہ وہ قلعہ فتح کر لے گا۔

ایک دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی صبح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا اور آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں تو آپ نے انہیں بلا کر ان کی دونوں آنکھوں پر دست مبارک پھیر دیا جس سے ان کی تکلیف بالکل جاتی رہی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ نے انہیں علم دے کر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ پہلے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور صرف ان کے انکار پر ان سے جنگ کی جائے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم کی تعمیل میں ایسا ہی کیا لیکن جب یہودیوں نے ہٹ دھرمی دکھائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلعہ پر حملہ کیا اور رضائے الٰہی سے وہ یہودیوں کا خیبر میں سب سے بڑا قلعہ جس کا قلعہ دار مرحب تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو جسے اپنی جسمانی طاقت کے علاوہ اپنی جنگی مہارت کا بڑا زعم تھا پہلے ہی وار میں قتل کر دیا تھا۔ مرحب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ عرب کے دستور کے مطابق مبارز طلبی پر ہوا اور یہ مبارز طلبی مرحب ہی کی جانب سے ہوئی تھی جو لوہے میں غرق اور سر پر یمنی خود رکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلے کے لیے قلعہ سے باہر نکل آیا تھا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھے تو اس نے بڑے غرور سے کچھ رجزیہ اشعار پڑھ کر ان پر حملہ کیا تھا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی عرب کے دستور کے مطابق اس کے رجزیہ اشعار کا جواب دیتے ہوئے اس کے حملے کے بعد جوابی حملہ کیا تو مرحب ان کے پہلے ہی وار میں دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ پڑا۔

کہا جاتا ہے کہ مرحب کا یمنی خود مدینے لایا گیا تھا۔

حافظ البزار بھی عباد بن یعقوب، عبداللہ بن بکر، حکیم بن جبیر، سعید بن جبیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یکے بعد دیگرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قلعہ کی تسخیر کے لیے علم دے کر روانہ فرمایا تھا اور آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور انہی کے ہاتھوں قلعہ خیبر فتح ہوا تھا۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ مرحب کی تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمود بن مسلمہ شہید کے بھائی محمد بن مسلمہ کو جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مرحب سے پہلے ایک یہودی کو قتل کیا تھا جس کے بعد مرحب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا، عنایت فرما دی تھی اور اس کے ساتھ اس کا خود اور زرہ بھی انہی کو بخش دی تھی۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مرحب کے قتل کے بعد مرحب کا بھائی یاسر قلعہ سے باہر نکلا تھا اور جب اس نے مسلمانوں میں سے مبارز طلب کیا تھا تو ہشام کے بقول حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کے لیے نکلے تھے اور

Marfat.com

صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اسے یعنی مرحب کے بھائی یاسر کو میرا بیٹا (زبیر رضی اللہ عنہ) قتل کرے گا۔ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا: ''ان شاءاللہ یہی اسے قتل کرے گا''۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی نے یاسر کو قتل کیا تھا۔

یونس ابن اسحاق اور ان کے خاندان کے چند دوسرے لوگوں کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابی رافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

''جب آنحضرت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم دے کر قلعہ خیبر کی تسخیر کے لیے روانہ فرمایا تھا تو ہم آٹھ آدمی ان کے ساتھ تھے جن میں سے آٹھواں آدمی میں تھا''۔

ابی رافع مزید بیان کرتے ہیں کہ:

''جب ہم قلعہ کی دیوار کے قریب پہنچے تو کچھ اہل قلعہ ہمارے مقابلے کے لیے باہر نکل آئے اور ان سے ہماری دست بدست لڑائی ہونے لگی لیکن جب ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تو وہ ڈر کر سب کے سب قلعہ میں واپس چلے گئے اور اندر سے دروازہ بند کر لیا تو ہم آٹھوں آدمیوں نے اس دروازے کو توڑنے کی کوشش کی لیکن ہم اس سے قاصر رہے''۔

یہ روایت مذکورہ بالا راوی کی لاعلمی کا ثبوت ہے جسے ابن اسحٰق اور ابی رافع سے منسوب کیا گیا ہے کیونکہ جیسا کہ حافظ بیہقی نے حاکم کی طرح مطلب بن زیاد کے ذریعہ اور لیث بن ابی سلیم، ابی جعفر الباقر اور جابر جیسے ثقہ راویوں کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ قلعہ خیبر کا دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنہا اکھاڑ دیا تھا جس کے بعد ان کے ساتھی اور دوسرے مجاہدین اسلام قلعے میں داخل ہو گئے تھے اور اس طرح قلعہ فتح ہو گیا تھا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دروازے کو زمین پر ڈالا تھا تو وہ چالیس آدمیوں سے پوری قوت صرف کرنے کے باوجود نہ اٹھ سکا تھا۔ تاہم یہ روایت بھی ضعیف ہی معلوم ہوتی ہے اور جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کہ وہ دروازہ ستر آدمیوں سے بھی نہ اٹھ سکا تھا۔ تاہم یہ روایت بھی ضعیف ہی معلوم ہوتی ہے اور جابر کا یہ بیان کہ وہ دروازہ ستر آدمیوں سے بھی نہ اٹھ سکا تھا بظاہر قرین قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ (مؤلف)

بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مکی بن ابراہیم اور یزید بن عبید نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک روز سلمہ کی پنڈلی پر ایک مندمل زخم کا نشان دیکھ کر ان سے پوچھا تھا: ''یہ آپ کی پنڈلی پر نشان کیسا ہے؟'' تو سلمہ نے جواب دیا تھا:

''یہ نشان اس زخم کا ہے جو میری پنڈلی پر غزوۂ خیبر میں آیا تھا۔ وہ زخم بڑا گہرا تھا لیکن جب میں زخمی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپؐ نے میری پنڈلی کے اس شدید ترین زخم پر تین بار پھونک ماری تھی جس کے بعد وہ زخم فوراً مندمل ہو گیا تھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے مجھے وہ زخم آیا ہی نہ تھا۔ تاہم اس کا یہ نشان میری پنڈلی پر آج تک باقی ہے''۔

بخاریؒ کہتے ہیں کہ ان سے ابوالیمان اور شعیب نے بیان کیا کہ انہیں سعید بن مسیبؒ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی زبانی جنہوں نے غزوۂ خیبر میں شرکت کی تھی بتایا کہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں جس نے مسلمان ہونے کا دعویٰ کیا تھا

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ اس پر بعض لوگوں کو حیرت ہوئی کیونکہ وہ شخص مجاہدین اسلام کے دوش بدوش خیبر کے یہودیوں سے جنگ کرتا ہوا زخمی ہو گیا تھا لیکن جب بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی تو انہی لوگوں نے اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دیتے ہوئے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ نے بالکل سچ فرمایا تھا''۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

''کوئی غیر مومن جنت میں نہیں جائے گا۔ الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی کسی فاجر و فاسق شخص سے بھی اشاعتِ دین کا کام لے لیتا ہے''۔

موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے غزوۂ خیبر کے واقعات کے ضمن میں خیبر کے کسی حبشی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ خیبر کے ایک یہودی کا نوکر تھا اور اس کی بھیڑ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز جب وہ بھیڑ بکریاں لے کر جنگل کی طرف جانے لگا تو اس نے اپنے مالک سے دریافت کیا کہ:

''یہ لوگ جنہوں نے یہاں سے کچھ دور پڑاؤ ڈال رکھا ہے کون لوگ ہیں؟''۔

یہودی بولا:

''یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور جو شخص ان کی قیادت کر رہا ہے اس کا نام محمد (ﷺ) ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ خدا کا نبی ہے لیکن ہم اسے نبی نہیں مانتے بلکہ اپنا اور اپنے دین کا دشمن سمجھتے ہیں۔ اب یہ شخص محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی ہمیں اپنے دین میں شامل کرنے یا ہم پر غلبہ حاصل کرنے مدینے سے یہاں آئے ہیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہمارا دین سچا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ہم پر کس طرح فتح پاتے ہیں''۔

موسیٰ بن عقبہ آگے کہتے ہیں کہ وہ حبشی جب اس یہودی کی بھیڑ بکریاں لے کر خیبر کی نزدیکی چراگاہ کی طرف جانے لگا تو وہ پہلے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے عرض کیا:

''میں خیبر کے ایک یہودی کا چرواہا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ خود کو خدا کا نبی کہتے ہیں تو مجھے بتایئے کہ آپ کا دین کیا ہے؟''۔

اس حبشی کے اس سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا:

''میں کہتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور میں اس کا آخری نبی ہوں لیکن عرب ہی کی بعض قومیں نہ خدا کو ایک مانتے ہیں اور نہ اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں' یہ یہودی اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زبان سے اپنا نبی کہتے ہیں لیکن ان کے اور خدا کے احکام پر عمل نہیں کرتے بلکہ میرے خلاف اس لیے سازشیں کرتے رہتے ہیں کہ میں خدا کے آخری نبی کی حیثیت سے انہیں خدا کے احکام کا پابند بنانا چاہتا ہوں' میں یہاں اسی لیے آیا ہوں کہ پہلے انہیں سمجھاؤں اور اسلام میں داخل ہو کر خدا کی اطاعت کی دعوت دوں ورنہ جیسا کہ خدا کا حکم ہے ان سے جنگ کروں''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

اس حبشی نے آنحضرت ﷺ کی اس گفتگو سے متاثر ہو کر آپؐ سے دریافت کیا:

''اگر میں آپؐ کے دین میں داخل ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟''۔

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا:

''زندگی میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی یعنی جنت جو دنیا میں نیکی کی راہ اختیار کرنے اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلہ ہوگا''۔ (حدیث نبوی کا مفہومی وتشریحی ترجمہ)

موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے آخر میں کہتے ہیں کہ وہ حبشی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سنتے ہی کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ پھر بولا:

''میں آپ کی طرف سے خیبر کے یہودیوں سے جنگ کرنا چاہتا ہوں لیکن ان بھیڑ بکریوں کا کیا کروں؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''انہیں بستی کی طرف ہانک دو' یہ خود اپنے ٹھکانے پر چلی جائیں گی''۔

چنانچہ جیسا کہ موسیٰ بن عقبہ بتاتے ہیں' اس حبشی نے ایسا ہی کیا اور پھر جیسا کہ اس کی خواہش تھی آپ کی طرف سے جنگ میں یہودیوں سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسلام اور شہادت دونوں نعمتوں سے بیک وقت سرفراز ہوا۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے پسندیدہ دین اسلام کی اشاعت وخدمت کے لیے چن لیتا ہے اور نہ چاہے تو اسلام پیروہونے کا دعوے دار بھی وقت آخر گمراہ ہوسکتا ہے جیسا کہ وہ شخص جس کا ذکر پہلے آچکا ہے آپ کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا دعوے دار ہونے اور مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہونے کے باوجود آخر کار زخموں کی تاب نہ لاکر خودکشی کا مرتکب ہوا اور دوزخی ٹھہرا ورنہ آپؐ کے ارشاد کے مطابق اگر آخر وقت خودکشی نہ کرتا تو اس کے جنتی ہونے میں کیا شک تھا۔ کیونکہ آپؐ نے اسی وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ حصول جنت کے لیے شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کا دم بھی ایمان ہی پر نکلے۔ مذکورہ بالا حبشی نے اگرچہ مرنے سے قبل خدا کو ایک سجدہ تک نہیں کیا تھا لیکن وقتِ شہادت اس کا ایمان خدا اور اس کے وجود پر کامل تھا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن محمد بن محمد فقیہ' ابوبکر القطان' ابوالازہر' موسیٰ بن اسماعیل' حماد اور ثابت نے انس کے حوالے سے بیان کیا کہ ایک سیاہ فام' بدصورت شخص نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میرے پاس زر و مال تو ہے نہیں (جو میں راہِ خدا میں خرچ کروں) لیکن اگر میں اس جنگ (غزوۂ خیبر) میں شریک ہوکر قتل ہوجاؤں تو کیا مجھے جنت ملے گی؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''ضرور ملے گی'' چنانچہ وہ شخص مسلمانوں کے دوش بدوش دشمنانِ اسلام سے لڑتا ہوا شہید ہوگیا۔

(اس کی لاش دیکھ کر) آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اسے سرخرو' طیب البدن اور کثیر المال بنادیا ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ دو حورانِ بہشتی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی زوجیت میں دے دیا ہے اس پر آپس میں زیادہ سے زیادہ حق جتانے کی کوشش کررہی ہیں اور اس کے لبادے میں داخل ہونے کے لیے ایک دوسری پر سبقت لے جانے میں مصروف ہیں''۔

Marfat.com

اس کے بعد بیہقی ہی اسی قبیل کا ایک دوسرا واقعہ ابن جریج کی زبانی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عکرمہ بن خالد نے ابن ابی عمار اور شداد ابن الہاد کے حوالے سے بتایا کہ ایک اعرابی نے کسی روز آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ میں داخل اسلام ہونا اور آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہو گیا تھا جس کے بعد وہ ہمیشہ آپ کی اتباع جان و دل سے کوشش کرتا رہا اور آپؐ نے اس کے بارے میں اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو خصوصی ہدایات دی تھیں پھر جب غزوہ خیبر کا موقع آیا تو اس نے اس میں بھی شرکت کی اور جتنا مال غنیمت اس وقت تک مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا آپؐ نے اس میں سے اسے بھی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے برابر حصہ دینے کی ہدایت فرمائی لیکن جب اسے اس کا وہ حصہ دیا جانے لگا تو وہ بولا: ''یہ کیا ہے؟'' جب اسے بتایا گیا کہ ''یہ تمہارے حصے کا مال غنیمت ہے'' تو اس نے اپنے تیر سے اپنے حلقوم کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''جب اس جنگ کے دوران میں دشمن کا کوئی تیر یہاں پیوست ہو گا اور میں اس کے زخم سے فوت ہوں گا تو اس وقت میں اپنے پورے حق کا حق دار ہوں گے' یعنی جنت میں جاؤں گا''۔

بیہقی مذکورہ بالا حوالوں سے مزید بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد جب وہ دوبارہ یہودیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوا تو اتفاقاً کسی یہودی تیر انداز کا تیر اس کے حلقوم ہی میں آ کر پیوست ہوا اور وہ شہید ہو گیا۔ پھر جب اس کی لاش آنحضرت کے سامنے پیش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا:

''اس نے واقعی میرے ساتھ ہجرت کی تھی اور میری بیعت کر کے صدق دل سے مسلمان ہوا تھا اور آج تک ایمان کے اسی درجے پر قائم رہا جس کی تصدیق آج خود اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے''۔

اس ارشاد کے بعد آپؐ نے اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اس کے کفن کے لیے اپنی عبا عنایت فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور فرمایا:

''یا اللہ! تیرے اس بندے نے تیری راہ میں ہجرت کی تھی اور یہاں (تیری راہ ہی میں) شہید ہوا ہے جس کی میں گواہی دیتا ہوں''۔

یہ روایت نسائی نے بھی قریب قریب انہی الفاظ میں سوید بن نصر' عبداللہ بن مبارک اور ابن جریج کے حوالے سے اپنے ہاں درج کی ہے۔

Marfat.com

فصل:

خیبر کے قلعے

ابن اسحٰق متعدد مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے قلعوں میں سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا لیکن اس میں محمود بن سلمہ شہید ہو گئے اور وہاں مال غنیمت میں بہت کم ملا جسے آنحضرت ﷺ نے بدستور سابق خمس نکال کر مجاہدین میں حصہ رسد تقسیم فرما دیا۔

ایک بات وہاں قابل ذکر یہ پیش آئی کہ جیسے پہلے بتایا گیا ہے کہ یہودی عموماً گدھوں کا گوشت کھایا کرتے تھے اور وہ بھی چونکہ اہل کتاب تھے اس لیے مسلمانوں نے وہاں انہی کی طرح ان کا گوشت استعمال کیا لیکن جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے گدھے کے گوشت کو مسلمانوں کے لیے حرام ہی ٹھہرایا۔ لیکن بعض علماء وفقہاء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ گدھا چونکہ عموماً باربرداری کے کام آتا ہے اس لیے گھوڑے کی طرح اس کا گوشت کھانا بھی اقتصادی مصالح کے خلاف ہے اس لیے متروک ہی ہونا چاہیے تھا۔

بہرکیف صحیحین میں گدھے کے گوشت کی حرمت کے بارے میں جو حدیث حماد بن زید کی زبانی عمرو بن دینار، محمد بن علی اور جابر کے حوالے سے روایت کی گئی ہے اس کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ:

"یوم خیبر میں آنحضرت ﷺ نے گدھے کے گوشت کو مسلمانوں کے لیے حرام قرار دیا تھا لیکن اگر وہ کہیں خیل درخیل یعنی بہت کثرت سے اور جنگلی ہوں تو اس کے گوشت کے استعمال کی (وہ بھی سخت ضرورت کی حالت میں) اجازت دے دی تھی"۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن نجیح نے مکحول کے حوالے سے بیان کیا کہ انہیں یعنی وہاں موجود مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ نے غزوۂ بدر کے دوران میں چار چیزوں کی ممانعت فرمائی تھی، ایک تو کسی حاملہ عورت کو زوجیت میں لینے کی دوسرے پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی تیسرے کسی درندے کا گوشت کھانے اور چوتھے مال غنیمت کی تقسیم سے قبل اس کی فروخت کی۔ یہ حدیث، حدیث مرسل ہے۔ (مؤلف)

غزوۂ بدر کے دوران میں بہت سی چیزوں اور باتوں کی حرمت کے بارے میں احادیث نبوی کی روایات میں کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ تاہم امام احمدؒ کی پیش کردہ یہ روایت آج تک محفوظ و مستند مانی جاتی ہے کہ حضرت علی ابن انس سے بیان کیا:

"رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دوران میں ہمیں کسی عورت سے نکاح کی بجائے متاع کرنے اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت کی تھی"۔

Marfat.com

بہر کیف بعض فقہاء نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متاع کی ممانعت خیبر کے مخصوص حالات کی بنیاد پر کی گئی تھی جب کہ کسی اور (طویل) سفر کے دوران میں متاع کی اباحت درست ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

سہیلی وغیرہ کے بیانات کے مطابق تین موقعوں کے لیے عورتوں سے مباشرت کی ممانعت کی گئی تھی ایک تو غزوۂ خیبر کے دوران میں دوسرے عمرۃ القضا کے موقع پر اور تیسرے فتح مکہ کے موقع پر۔

دوسری روایات میں ان میں سے دو مواقع غزوۂ تبوک اور حجۃ الوداع بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ جب مجاہدین اسلام نے خیبر کے کئی دوسرے قلعے فتح کیے تو انہیں وہاں سے مال غنیمت کچھ بھی نہیں ملا تھا جو آنحضرت تقسیم فرماتے لیکن آخر میں جب خیبر کا عظیم ترین قلعہ فتح ہوا جس کے محاصرے میں دس دن لگے تھے تو وہاں سے کثیر مال غنیمت کے علاوہ کھانے پینے کی اشیاء بھی بڑی مقدار میں ملی تھیں۔

یہ روایت ابوداؤد نے بھی پیش کی ہے۔

Marfat.com

صفیہ بنتِ حیَ کا قصہ

بنی نضیر کے یہودی خیبر میں جمع ہو کر برابر آنحضرت ﷺ کے خلاف کسی نہ کسی سازش میں ملوث اور آس پاس کے دوسرے قبائل کو بھی مدینے کے مہاجرین وانصار کے خلاف ابھارتے رہتے تھے اس لیے آپ کو لامحالہ ایک روز ان سے دوٹوک فیصلہ کرنے کے لیے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مدینے سے وہاں کا رخ کرنا پڑا۔

خیبر میں اس وقت حیَ بن اخطب اور ابی حقیق یہودیوں کے سب سے زیادہ صاحبان ثروت اور ان کے معزز ترین اشخاص سمجھے جاتے تھے اور وہی وہاں کے سیاہ سفید کے مالک تھے۔ اس وقت سے کچھ قبل صفیہ بنت حیَ سن بلوغ کو نہیں پہنچی تھیں لیکن وہیں تربیت پا رہی تھیں۔ حیَ بن اخطب کا ارادہ تھا کہ انہیں ان کے کسی چچازاد بھائی سے منسوب کر دیا جائے اور جب آنحضرت خیبر پہنچے تو وہ اس سے چند روز پہلے ہی اپنے ایک چچازاد بھائی کی زوجیت میں آئی تھیں اور اسی دوران میں انہوں نے ایک روز خواب میں دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر کر ان کی خواب گاہ میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ خواب جب انہوں نے اپنے شوہر کو سنایا تو اس نے ان کے منہ پر تھپڑ مار کر کہا:

''کیا تجھے یثرب (مدینہ) کا اشتیاق اور اس کے حکمران کے آغوش کی تمنا ہے؟''۔

اس کے بعد ہی سے صفیہ کا دل خود بخود آنحضرت ﷺ کی طرف کھنچنے لگا اور ان کے دل میں آپ کی غائبانہ محبت پیدا ہو گئی۔ پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب حیَ بن اخطب کا قلعہ مجاہدین اسلام نے فتح کیا تو ان کا شوہر مسلمانوں سے دست بدست لڑائی میں مارا گیا اور وہ مال غنیمت اور دوسری عورتوں کے ساتھ ایک کنیز کے طور پر لشکر اسلام میں لائی گئیں۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ جب خیبر میں گرفتار شدہ عورتوں کو جمع کیا گیا تو صفیہ رضی اللہ عنہا کو جن کے حسن و جمال کی خیبر میں پہلے ہی سے شہرت تھی دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے اپنے حصے کے مال غنیمت میں آنحضرت ﷺ سے صفیہ رضی اللہ عنہا کو بھی مال غنیمت میں بطور کنیز مانگ لیا اور آپؐ نے انہیں ان کے سپرد فرما دیا۔

یعقوب بیان کرتے ہیں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیے جانے کے بعد کسی شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) صفیہ بنت قریظہ و بنی نضیر کی سیدہ ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ آپؐ اسے اپنی کنیزی میں لے لیں۔ پھر جب کچھ دوسرے لوگوں کا بھی اصرار ہوا تو آپؐ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا کہ اگر وہ کچھ خیال نہ کریں تو کوئی اور کنیز اپنے لیے پسند کر لیں اور صفیہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی خدمت کے لیے رہنے دیں۔ چنانچہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی بخوشی آپؐ کے ارشاد کی تعمیل کر دی۔ اس کے بعد جیسا کہ ابوداؤد نے یعقوب بن ابراہیم اور

Marfat.com

ابن علیہ کی زبانی عبدالعزیز بن صہیب اور ابن انس کے حوالے سے بیان کیا آنحضرت ﷺ نے صفیہ بنت حیی ابن اخطب رضی اللہ عنہا کو ان کی مدت عدت گزرنے کے بعد ان کی مرضی معلوم کر کے اور انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا تھا۔

ابوداؤدؒ بیان کرتے ہیں کہ ان سے محمد بن خلاد باہلی، بہز بن اسد، حماد بن سلمہ اور ثابت نے ابن انس نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو صفیہ کی باقاعدہ قیمت ادا کر کے لیا تھا اور پھر انہیں آزاد کر کے انہیں اپنی زوجیت میں داخل کیا تھا اور اس طرح ان کے اس خواب کی انہیں تعبیر مل گئی تھی جو انہوں نے خیبر میں دیکھا تھا۔

یہ بات راویوں میں متنازعہ ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کبھی ام المومنین کہلائیں یا ہمیشہ آنحضرت ﷺ کی کنیز خاص کے طور پر مشہور ہیں''۔

Marfat.com

فصل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل فدک کی درخواست

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ خیبر کے ایک قلعہ کے علاوہ جسے مسلمانوں نے بزور فتح کیا تھا دوسرے مختلف قلعوں کے محصورین نے جب بخوبی محسوس کرلیا کہ ان کے ان قلعوں کا محاصرہ اگر مسلمانوں نے مزید اسی سختی سے جاری رکھا تو ان کی ہلاکت میں کوئی شک نہیں ہے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر ان کی جاں بخشی کر دی جائے تو وہ اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر ہتھیار ڈالنے اور خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنا سارا مال و متاع بھی آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔

مذکورہ بالا قلعوں کے علاوہ قلعہ فدک والوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہی درخواست پیش کی لیکن چونکہ ان کے قبضے میں زرعی زمینوں کے ساتھ سرسبز و شاداب باغات بھی تھے اس لیے ان کے سامنے یہ شرط پیش کی گئی کہ وہ اپنی ان زمینوں اور باغات کی سالانہ آمدنی کا نصف حصہ مدینے بھیجا کریں گے جو انہوں نے بطیب خاطر قبول کر لی اس لیے ان کے قلعہ کا سب مال و اسباب جوں کا توں رہنے دیا گیا۔

فدک کے پڑوس میں ایک اور قلعہ باقی رہ گیا تھا۔ اس کے باشندوں نے یہ شرط مان لی تو دونوں قلعوں میں ایک ایک مسلمان حاکم مقرر کر دیا گیا جو ان قلعہ والوں میں سے ہر ایک سے ان شرائط کی پابندی کرائے اور ان کے مالی انتظامات اپنے ہاتھ میں رکھے۔

Marfat.com

فصل:

مہاجرین حبشہ کی واپسی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے مکے سے حبشہ کو ہجرت کی تھی ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد مکے کی طرف مراجعت کے بعد مدینے کو ہجرت کی تھی جن میں حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ اور ان کے شوہر بھی تھے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یکے بعد دیگرے محمد بن علاءؒ ابو اسامہؒ یزید بن عبداللہ اور عبداللہ بن ابی بردہ نے ابی بردہ اور ابی موسیٰ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب انہیں آنحضرت ﷺ کی مکے سے مدینے کی طرف ہجرت کی اطلاع ملی اس وقت وہ یمن میں تھے۔ چنانچہ پہلے وہ یمن سے حبشہ گئے اور وہاں سے نجاشی کے ذریعہ کشتیوں کا انتظام کر کے مکے واپس آنے کی بجائے براہ براست مدینے کی طرف چل پڑے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ اس وقت ان کے ہمراہ ان کی قوم کے لوگوں میں سے باون یا ترپن آدمی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ یمن سے حبشہ گئے تھے تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے تھے اور پھر وہاں سے سب مسلمانوں نے جمع ہو کر مدینے کا رخ کیا تھا لیکن مدینے پہنچ کر جب انہیں آنحضرت ﷺ کی وہاں سے خیبر کی طرف اطلاع ملی تو وہ بھی خیبر کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے میں ٹھہر گئے تھے جہاں انہیں فتح خیبر کی اطلاع ملی تھی۔

ابو موسیٰ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب ان کا اور ان کے ہمراہیوں کا کچھ فاتحین خیبر سے آمنا سامنا ہوا تو وہ بولے کہ چونکہ انہوں نے مکے سے آنحضرت ﷺ کے فوراً بعد مدینے کو ہجرت کی تھی اس لیے وہ مہاجرین حبشہ پر سبقت رکھتے تھے۔

ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آیا وہ حبشی تھیں یا بحری؟ اس پر اسماء غضب ناک ہو کر بولیں:

''آپ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر آرام سے کھاتے پیتے اور چین کرتے رہے جب کہ ہم حبشہ میں مصائب جھیلتے رہے اور سب کچھ ہم نے خدا اور اس کے رسول کے لیے کیا' پھر بھی آپ لوگ خود کو اوّل المہاجرین خیال کرتے ہو اور اپنے آپ کو ہم پر ترجیح دیتے ہو۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میں جب تک رسول اللہ (ﷺ) سے یہ باتیں عرض نہ کر لوں گی کچھ کھاؤں گی اور نہ کچھ پیوں گی۔ البتہ میں کوئی بات بڑھا چڑھا کر آپ سے عرض نہیں کروں گی''۔

پھر جب آنحضرت ﷺ خیبر سے واپسی پر وہاں تشریف لائے جہاں یہ مہاجرین حبشہ ٹھہرے ہوئے تھے تو اسماء نے آپ سے شکایتہً عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ (ﷺ) عمر (رضی اللہ عنہ) نے مجھے ایسا ایسا کہا تھا''۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ نے اسماء سے دریافت فرمایا: ''اور تم نے انہیں کیا جواب دیا تھا؟''۔

اسماء نے عرض کیا: ''میں نے انہیں ایسا ایسا جواب دیا تھا''۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''نہ عمر رضی اللہ عنہ کو تم لوگوں پر کوئی ترجیح ہے اور نہ تمہیں ان پر کوئی فضیلت ہے' مہاجرین کی حیثیت سے تم سب لوگ برابر کا درجہ اور حق رکھتے ہو جب کہ تم لوگوں نے تو دو بار ہجرت کی ہے''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جو مہاجرین حبشہ سے لوٹے تھے ان میں سب سے پہلے آنے والے جناب جعفر اور ان کے سولہ ساتھی تھے اور وہ سب خیبر بھی گئے تھے۔

ابن اسحٰق نے ان لوگوں کے نام بھی بتائے ہیں جو یہ ہیں:

جعفر بن ابو طالب ہاشمی اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس' جعفر کے بیٹے عبداللہ جو حبشہ میں پیدا ہوئے تھے' خالد بن سعید بن سعد بن امیہ بن عبد شمس اور ان کی بیوی امینہ[1] ان کا بیٹا سعید اور امہ بنت خالد جو دونوں حبشہ ہی میں پیدا ہوئے تھے' خالد کے بھائی عمرو بن سعید ابن العاص اور معصیب بن ابی فاطمہ وغیرہ۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان میں یعنی حبشہ سے واپس آنے والوں میں جو نام اضافہ کیے ہیں وہ یہ ہیں:

آل عتبہ بن ربیعہ کے حلیف عبداللہ ابن قیس' اسود بن نوفل بن خویلد بن اسد الاسدی' جہم بن قیس ابن عبد شرجیل العبدری جن کی بیوی ام حرملہ بنت عبدالاسود حبشہ میں وفات پا گئی تھیں۔ جہم کے بیٹے عمرو (جہم کی بیٹی خزیمہ حبشہ میں انتقال کر گئی تھیں) عامر بن ابی وقاص زہری' عتبہ بن مسعود جو جہم کے حلیف تھے اور ان کا تعلق بنی ہذیل سے تھا' حارث بن خالد بن صخر تیمی جن کی بیوی ریطہ بنت حارث حبشہ میں ہلاک ہو گئی تھیں' عثمان بن ربیعہ بن اہبان الجحی' محمیہ بن جزء الزبیدی (بن سہم کے حلیف) معمر بن عبداللہ بن نضلہ العدوی' ابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس' مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس العامریان' مالک اور ان کی بیوی عمرہ بنت السعدی اور حارث بن عبد شمس بن لقیط الفہری۔

ابن اسحٰق نے اس سلسلے میں اپنی فہرست میں جو نام دیئے ہیں ان میں جیسا کہ بخاریؒ کے حوالے سے پہلے بتایا جا چکا ہے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے علاوہ اشعریین میں سے ان کے بھائی ابا بردہ اور ان کے چچا ابا عامر نیز ان کے دیگر عزیزوں کے نام بھی نہیں دیئے ہیں' تاہم ابن اسحٰق نے جو نام اپنی مذکورہ بالا فہرست میں دیئے ہیں وہ سب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی کے بیان کردہ ہیں۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق نے ان مہاجرین کے علاوہ جو دوسرے لوگ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں تھے۔ لیکن مال غنیمت کے دعوے دار تھے ان پر بھی تفصیلی گفتگو کی ہے۔

---

[1] ابن ہشام نے یہی لکھا ہے لیکن اصابہ میں ان کا نام امیمہ بنت خلف بن اسعد بتایا گیا ہے۔ اصابہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انہیں امینہ اور حمینہ ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

زہر آلود بکری کے گوشت کا قصہ

بکری کے زہر آلود گوشت کے بارے میں عروہ کی زبانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے بخاری بیان کرتے ہیں کہ ان سے عبداللہ بن یوسف اور لیث نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ خیبر کے جملہ قلعوں کی فتح اور ان پر مجاہدین اسلام کے مکمل قبضے کے بعد وہاں کے یہودیوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بکری کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا تو جیسا کہ امام احمدؒ نے بھی بیان کیا ہے آپؐ نے ان کے چند سن رسیدہ معزز لوگوں کو بلا کر ان سے ان کے جد اعلیٰ کا نام دریافت فرمایا اور ان سے وہ نام سچ بتانے کے لیے کہا لیکن جو نام انہوں نے بتایا وہ غلط تھا۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''آپ لوگوں نے جو نام بتایا ہے وہ غلط ہے جب کہ صحیح نام یہ ہے۔ پھر آپ لوگوں نے جھوٹ بولا جب کہ آپ لوگوں کو صحیح نام معلوم تھا''۔

وہ بولے:

''ہمیں معلوم تو تھا لیکن ہم میں زیادہ مشہور وہی نام ہے جو ہم نے بتایا ہے''۔

اس کے بعد آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا:

''دوزخی کون ہوتے ہیں؟''۔

وہ بولے:

''پہلے ہم لوگوں میں جزا و سزا پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد بہت تھی لیکن اب وہ گھٹتے گھٹتے بہت معمولی رہ گئی ہے اور اس میں بھی باہم اختلاف پایا جاتا ہے''۔

آپؐ نے فرمایا:

''ہم اہل اسلام میں اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا نہ ابد تک پیدا ہوگا''۔

اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا:

''اچھا اب میں آپ لوگوں سے جو بات پوچھوں گا کیا آپ لوگ اس کے بارے میں مجھے ٹھیک ٹھیک بتائیں گے؟''۔

وہ بولے:

''جی ابوالقاسم! ہم اس کا بالکل ٹھیک اور سچ جواب دیں گے''۔

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا:

''اچھا تو بتاؤ اس گوشت میں زہر تم میں سے کس نے ملایا ہے؟ یا اس گوشت کو زہر آلود کرنے میں تمہیں کس نے آمادہ کیا ہے؟''۔

آپؐ کے اس سوال کا انہوں نے یہ جواب دیا:

''یا ابا القاسم! سچ بات یہ ہے کہ ہم لوگوں نے باہمی مشورے سے خود ایسا کیا ہے کیونکہ ہمیں یقین تھا کہ اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں تو آپ (ﷺ) کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا ورنہ آپ (ﷺ) ہلاک ہو جائیں گے''۔

اس سلسلے میں بخاریؒ بھی عنوان ''جزیہ'' کے تحت عبداللہ بن یوسف کے حوالے سے اور مغازی کے بیان میں لیث اور عبداللہ بن یوسف دونوں کے حوالے سے اس واقعے کو یونہی بیان کرتے ہیں۔ البتہ بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں ابو عبداللہ الحافظ' ابو العباس العصم نے بتایا اور ان سے سعید بن سلیمان اور عباد بن عوام نے سفیان بن حسین' زہری' سعید بن مسیبؒ، ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ یہود کی ایک عورت نے آنحضرت ﷺ خدمت میں بکری کا بھنا ہوا زہر آلود گوشت ہدیۃً پیش کیا تھا لیکن آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسے کھانے سے روک دیا تھا اور اس عورت سے دریافت فرمایا تھا کہ اسے اس گوشت میں زہر ملانے کے لیے کس نے کہا تو اس نے جواب دیا تھا:

''میں نے اس گوشت میں زہر یہ دیکھنے کے لیے ملایا ہے کہ اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں تو اسے فوراً پہچان جائیں گے ورنہ (نعوذ باللہ) ہم لوگوں کا آپ (ﷺ) سے پیچھا چھوٹ جائے گا''۔

بیہقی مذکورہ بالا حوالے دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے اس عورت کے مندرجہ بالا جواب پر اس سے کوئی تعارض نہیں فرمایا تھا۔

بیہقی کے علاوہ ابوداؤدؒ نے بھی ہارون بن عبداللہ اور سعید بن سلیمان کے حوالے سے اس سلسلے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اسی حد تک ہے اور امام احمدؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے البتہ امام احمد نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس گوشت سے تھوڑا سا کھا بھی لیا تھا لیکن اس کے بعد بھی آپ نے اس عورت کو پھر بھی اس کا مندرجہ بالا جواب سن کر معاف فرما دیا تھا۔ تاہم اس زہر آلود گوشت کا اتنا اثر ضرور ہوا تھا کہ جب آپؐ ایک بار کسی سفر پر تشریف لے گئے تو آپؐ کے پائے شریف اچانک سن ہو گئے تھے اور یہی اثر آپؐ کے ان صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی ہوا تھا جنہوں نے وہ گوشت تھوڑا بہت چکھا تھا۔ ان میں ابو ہند بھی شامل تھے۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے وہب بن بقیہ اور خالد نے محمد بن عمرو اور ابی سلمہ کے حوالے سے بیان کیا کہ اس گوشت کے زہریلے اثر سے بشر ابن البراء بن معرور وفات پا گئے تھے۔

اس روایت میں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاؤں سن ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ (مؤلف)

البتہ بیہقی نے چند دوسرے مستند حوالوں سے جن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں بیان کیا ہے کہ اس گوشت کے اثر سے

Marfat.com

بشر ابن البراء کے وفات پا جانے پر آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہ قتل کر دی گئی تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے مروان بن عثمان بن ابی سعید بن ابی معلّٰی نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس مرض کے دوران میں جس میں آپؐ نے وفات پائی بشر بن البراء بن معرور کی بہن سے جو ان دنوں آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئی تھیں فرمایا تھا:

''یہ اسی گوشت کے زہر کا اثر ہے جو میں نے اور تمہارے بھائی نے خیبر میں کھایا تھا' کاش میں نے تمہارے بھائی کو اس کے کھانے سے روک دیا ہوتا''۔

اس روایت میں حد سے زیادہ غرابت و نکارت ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

فصل:

وادیٔ قریٰ کا محاصرہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ خیبر سے فراغت کے بعد وہاں سے واپس مدینے کی طرف تشریف لاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے وادی قریٰ میں قیام فرمایا تھا کیونکہ وہاں کے لوگوں کی سرکشی کے بارے میں آپ کو خیبر ہی میں اطلاع مل گئی تھی جس کی مزید تصدیق آپؐ کے وہاں پڑاؤ کرنے کے فوراً ہی بعد ہوگئی کیونکہ آپؐ کے ہمراہیوں میں سے مدعم کو کہیں قریب کی کمین گاہ سے ایک ایسا کاری تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ وادی قریٰ میں آنحضرت ﷺ نے تین روز قیام فرمایا تھا اور وہیں صفیہ رضی اللہ عنہا کی مدت عدت ختم ہوئی تھی جس کے بعد آپؐ نے انہیں اپنی زوجیت میں لیا تھا۔

ہم وادی قریٰ کی جنگ کی تفصیلات ان شاء اللہ کسی قدر آگے چل کر عنقریب بیان کریں گے تاہم جیسا کہ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خیبر سے مدینے کی طرف واپس آ رہے تھے تو آپ کو معلوم ہوا کہ بنی فزارہ آپؐ سے جنگ پر آمادہ ہیں اس لیے آپ کو ان کی سرکشی ختم کرنے کے لیے وادی قریٰ میں قیام فرمانا پڑا تھا۔

بیہقی نے وادی قریٰ کے ذکر کے ساتھ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آنے کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی کہ تب ہی سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں ام المومنین کہنے لگے تھے اور آیت حجاب کے نزول کے بعد جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر پردے کی پابندی آنحضرت ﷺ نے لازم قرار دی تو اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صرف آپ کی کنیز ہی نہیں ہیں بلکہ باقاعدہ آپ کی زوجیت میں آ چکی ہیں۔

امام احمدؒ غزوۂ خیبر کے واقعات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ ان سے یحیٰی بن سعید نے محمد بن یحیٰی بن حبان، ابی عمرہ اور زید بن خالد جہنی کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ خیبر میں ایک مجاہد انتہائی شجاعت کا ثبوت دیتے ہوئے شہید ہو گیا تھا لیکن جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی گئی تو آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''اپنے ساتھی پر سلام بھیجو'' اور آپؐ نے مال غنیمت میں سے جب اس کے لیے بھی یعنی اس کے نام سے ایک قلیل سا حصہ الگ کروایا تو بعض لوگوں کو اس کے ساتھ اس خصوصی رعایت پر حیرت ہوئی تھی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تھا:

''اس نے راہ خدا میں شدت کی ہے''۔

ابن اسحٰق اپنی کتاب سیرت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی شادی کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے اس وقت جب آپ غزوۂ خیبر سے واپسی پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے ایک حصے میں فروکش ہوئے تھے انہوں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ:

Marfat.com

''صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے خبردار رہنا مناسب ہوگا کیونکہ ان کا باپ اور شوہر غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں''۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے اپنی حفاظت کے سلسلے میں ان کے جذبے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لیے دُعائے خیر بھی فرمائی تھی۔

بعض لوگوں نے غزوۂ خیبر کو ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ماہ صفر کا واقعہ بتایا ہے جس پر کچھ شعراء نے اشعار بھی کہے تھے۔

Marfat.com

فصل:

شہدائے خیبر

دوسرے سیرت نگاروں کی طرح ابن اسحٰق بن یسار نے اپنی کتاب سیرت میں باب مغازی کے تحت غزوۂ خیبر میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کا ذکر کیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مہاجرین کے ممتاز لوگوں میں بنی اُمیہ کے غلام ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ اسدی' ثقیف بن عمرو' بنی اُمیہ کے حلیف رفاعہ بن مسروح' عبداللہ بن اہیب بن سحیم بن غیرہ اور ان کی بہن کے بیٹے۔

انصار میں سے بشر بن البراء بن معرور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بکری کا زہر آلود گوشت کھا کر شہید ہوئے' فضیل بن نعمان السلمیان' مسعود بن سعد بن قیس بن خالد بن عامر بن زریق زرقی' محمود بن مسلمہ الاشہلی' ابوضیاح حارثہ بن ثابت بن نعمان العمری' حارث بن حاطب' عروہ بن مرہ بن سراقہ' اوس الفائد[1] انیف بن حبیب' ثابت ابن اثلہ وطلحہ' عمارہ بن عقبہ' عامر بن اکوع' سلمہ بن عمرو بن اکوع جن کی شہادت کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اسود الراعی۔

ابن اسحٰق نے اس فہرست میں ابن شہاب کے بیان کردہ جن ناموں کا آخر میں اضافہ کیا ہے وہ بنی زہرہ کے مسعود بن ربیعہ اور انصار میں بنی عمرو بن عوف کے اوس بن قتادہ کے نام ہیں۔



[1] اصابہ میں یہی نام درج ہے کہ کہیں کہیں ان کا نام ابن فاتک اور ابن الفاتک بھی لکھا ہے جو اصل میں الفارض ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

حجاج بن علاط البہزی کا قصہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حجاج بن علاط البہزی نے جو غزوۂ خیبر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا اس کی فتح کے بعد آپ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) جب میں مکے سے چلا تھا تو اس وقت اپنی بیوی ام شیبہ بنت ابی طلحہ کے پاس کافی زرنقد چھوڑ آیا اور اس کے بطن سے جو میرا بیٹا معوض تھا وہ بھی وہیں رہ گیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے قریش مکہ کے ساتھ تجارت میں بھی بہت سا روپیہ لگا رکھا تھا اس کا منافع اور اصل نیز میرا کچھ تجارتی مال بھی ابھی تک انہی کے پاس ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں جا کر اپنی یہ سب چیزیں وہاں سے لے آؤں''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے اجازت لے کر حجاج بن علاط مکے روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر پہلے' جیسا کہ اس نے بیان کیا' اپنی بیوی کے پاس گیا جس نے اس کا سارا زرنقد اس کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اس نے قریش مکہ کے بڑے بڑے لوگوں سے مل کر کہا کہ وہ ان کے لیے بڑی خوش کن وحیرت انگیز خبر لایا ہے۔ انہوں نے بڑے اشتیاق سے پوچھا:

''وہ کیا خبر ہے؟''۔

حجاج بن علاط نے انہیں بتایا:

''محمد (ﷺ) نے ایک بڑا لشکر لے کر خیبر پر یہ حملہ کیا تھا لیکن وہاں شکست کھا کر اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ اہل خیبر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ مجھے یہاں حیی بن اخطب اور ابن حقیق نے آپ لوگوں کے پاس یہ اطلاع دے کر بھیجا ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے گرفتار شدہ ساتھیوں کو لے کر یہاں آ رہے ہیں تاکہ آپ لوگ ان سے اپنے پچھلے سارے بدلے چکا سکیں''۔

ابن اسحٰق حجاج بن علاط کی زبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ جو آپس میں سودی لین دین اور تجارتی مال کا تبادلہ کیا کرتے تھے اور یہی کاروبار خیبر کے یہودیوں کے ساتھ بھی کرتے تھے۔ حجاج کی زبانی مذکورہ بالا خبر سن کر حد سے زیادہ خوش ہوئے اور ان کا جو زرنقد اور تجارتی سامان جو ان کے پاس بطور امانت رکھا ہوا تھا اس خوشی میں سب انہیں لوٹا دیا لیکن ابھی وہ اس خوش خبری کی ایک دوسرے کو مبارک دیتے پھر رہے تھے کہ حجاج ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب کے پاس جا پہنچے اور ان سے کہا کہ اگر وہ کسی اور کو نہ بتائیں تو وہ ایک خوشخبری سنانا چاہتے ہیں۔

عباس بن عبدالمطلب نے رازداری کا وعدہ کر لیا تو حجاج نے انہیں بتایا:

''آپ کے بھتیجے رسول اللہ (ﷺ) نے خیبر کے یہودیوں کے سارے قلعے فتح کر لیے ہیں جس میں بے شمار یہودی قتل

Marfat.com

ہوئے اور رسول اللہ (ﷺ) اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ بہت بڑی مقدار میں مال غنیمت ہاتھ آیا ہے۔ اس کے علاوہ صفیہ بنت حیَ ابن اخطب بھی بطیب خاطر رسول اللہ (ﷺ) کی زوجیت میں آ گئی ہیں کیونکہ ابن حقیق کے علاوہ ان کے باپ اور شوہر دونوں غزوۂ خیبر میں قتل ہو گئے تھے"۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر سنا کر حجاج ان سے بولے:

"میں تین روز کے بعد یہاں سے چلا جاؤں گا۔ یہ بات میری بیوی کو معلوم ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ مسلمان ہو گیا ہوں لیکن اگر یہ بات آپ کے علاوہ کسی اور کو معلوم ہو گئی تو قریش مکہ مجھے قتل کر دیں گے اس لیے جیسا کہ آپ نے وعدہ کر لیا ہے یہ بات تین روز تک انہیں نہ بتائیں تو میں آپ کا حد درجہ ممنون ہوں گا"۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب کے علاوہ وہ مسلمان بھی جنہوں نے خفیہ طور پر ان کے مکان میں پناہ لے رکھی تھی حجاج بن علاط کی زبانی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے عباس جو بظاہر قریش مکہ کے ساتھ تھے دل سے اپنے بھتیجے یعنی رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کے خواہاں تھے۔ چنانچہ انہوں نے "قول مرداں جان دارد" کا پورا ثبوت دیا اور پورے تین دن کے بعد جب یہ خبر حریم کعبہ میں قریش مکہ کو سنائی تو ان کے ہوش ٹھکانے آ گئے لیکن اب قریش کا غم و غصہ سب بعد از وقت تھا۔

حافظ بیہقی نے حجاج بن علاط کی اس روایت کو کئی مستند حوالوں کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ حجاج مکے کے بڑے کثیر المال افراد میں شمار ہوتے تھے اور ان کے لیے یہ بھی بڑے امتیاز کی بات تھی کہ ان کی شادی عبدالدار بن قصی کی بہن ام شیبہ سے ہوئی تھی۔ ارض بنی سلیم میں ان کی کانیں تھیں۔ ان پر قریش مکہ کو بڑا ناز تھا لیکن اب وہ ان کے جانی دشمن بن گئے تھے۔

Marfat.com

فصل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وادی قریٰ سے گذر، اس کا محاصرہ اور یہود سے مصالحت

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے عبدالرحمن بن عبدالعزیز نے زہری، ابی سلمہ اور ابی ہریرہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آخر الذکر دونوں حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر سے مدینے کی طرف واپس آ رہے تھے تو رفاعہ بن زید بن وہب الجزامی نے آپ کی خدمت میں ایک حبشی غلام مدعم نامی نذر کیا جس نے آپ کی رکاب داری کی خدمت انجام دینا شروع کر دی لیکن جب یہ لوگ وادی قریٰ میں پڑاؤ ڈال رہے تھے تو وہ حبشی غلام مدعم آپ کی سواری کے سامنے مستعد کھڑا تھا کہ اچانک کسی طرف سے ایک مہلک تیر اسے آ کر لگا جس سے مدعم فوراً ہی جاں بحق ہو گیا اور لوگ بولے:

''یہ نیک بخت کس قدر خوش قسمت تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آتے ہی خلد آشیاں ہو گیا''۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی قریٰ کے محاصرے کا حکم دے دیا اور اسلامی علم حباب بن منذر اور اپنا مخصوص علم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما کر انہیں یہودیوں کی اس بستی کی طرف دوسرے مجاہدین کے ساتھ بڑھنے کا حکم دیا لیکن انہیں یہ بھی ہدایت فرما دی کہ پہلے انہیں حق پسندی اختیار کر کے اسلام کی دعوت دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو ہم ان کے زر و مال وغیرہ کو چھوئیں گے بھی نہیں اور اپنے آدمی کے خون کا قصاص خدا کے سپرد کر دیں گے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کریں تو ان پر حملہ کر دیا جائے کیونکہ لڑائی کی ابتداء انہی کی طرف سے ہوئی ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ جب مجاہدین اسلام یہودیوں کی اس بستی کی طرف بڑھے تو مذکورہ بالا دو پرچموں کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مزید پرچم فرداً فرداً سہل بن حنیف اور عباد بن بشر کے حوالے کرا دیئے تھے۔

چنانچہ ان لوگوں نے آگے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بموجب پہلے وادی قریٰ کے یہودیوں کو دعوت اسلام دی لیکن اس کا موافق جواب دینے کے بجائے ادھر سے ایک آدمی نے نکل کر دستور عرب کے مطابق مسلمانوں سے مبارز طلب کیا تو ادھر سے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا اور جب اُدھر سے دوسرا آدمی نکل کر شیخی بگھارتا اور دون کی لیتا ہوا آگے آیا تو اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آناً فاناً موت کے گھاٹ اتار دیا۔

واقدی مذکورہ بالا حوالوں کے ذریعہ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح ان کے دس آدمی قتل ہو گئے تو انہوں نے یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کے جواب میں مجاہدین اسلام نے بھی ان کے ایک ایک فرد کو جس نے تلوار اٹھائی چن چن کر قتل کر دیا اور باقی کو قید کر لیا۔ وادی قریٰ کے یہودیوں سے اس مقابلے میں کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

Marfat.com

واقدی کے بقول وادی قریٰ کے یہودیوں سے مسلمانوں کی یہ جنگ شام سے لے کر رات بھر اور اگلے روز طلوع آفتاب کے بعد تک جاری رہی اور مسلمانوں کو اس میں بھی مکمل فتح حاصل ہوئی۔ تاہم آنحضرت ﷺ نے وہاں کے یہود کی زرعی زمینیں اور کھجور کے باغات انہی کے حق میں چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ البتہ انہی میں سے ایک شخص سے حلف وفاداری و متابعت لے کر اسے وہاں کا عامل مقرر فرما دیا۔ اس طرح وادی قریٰ میں آنحضرت ﷺ کا قیام چار روز رہا۔

جب خیبر، فدک اور وادی قریٰ کے یہودیوں کے انجام کی خبر تیما کے یہودیوں کو ملی تو انہوں نے آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیج کر جزیہ پر آپؐ سے مصالحت کر لی۔ اس طرح خیبر، فدک، وادی قریٰ اور تیما کے یہودیوں سے جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس نے انہیں خدا کے فضل و کرم سے مالا مال کر دیا۔

چونکہ وادی قریٰ اور تیما کے یہودیوں سے جزیہ پر مصالحت ہوئی تھی اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب خیبر اور فدک کے یہودیوں کو ان کی مسلسل سرکشی اور چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے وہاں سے نکالا گیا تو وادی قریٰ اور تیما کے یہودیوں سے اس مصالحت کی بنا پر کچھ نہیں کہا گیا۔ دوسرے وادی قریٰ کا علاقہ شام سے نزدیک تر ہونے کی وجہ سے شام میں اور تیما کا علاقہ مدینے سے نزدیک تر ہونے کی وجہ سے اس وقت حجاز میں شامل کر لیا گیا تھا۔

Marfat.com

فصل:

فتح خیبر کے بعد یہودیوں سے شرائط

صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں لکھا ہے کہ فتح خیبر کے بعد آنحضرت ﷺ نے وہاں کے یہودیوں سے یہ اقرار کرایا تھا کہ ان کی زرعی زمینوں اور کھجوروں کے باغات کی سالانہ آمدنی کا طے شدہ حصہ وہ مدینے بھیجا کریں گے اور اس کے حساب کتاب اور خیبر کے انتظامی امور کی نگرانی کے لیے آپؐ نے انہی کا ایک شخص وہاں مقرر فرما دیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آپؐ نے اس کام کے لیے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو وہاں اس لیے بھیجا تھا تاکہ وہ کھجوریں پکنے اور فصلیں کٹنے کے اوقات میں وہاں موجود رہیں اور ان کی آمدنیوں کا باقاعدہ حساب کر کے ان کی جانچ پڑتال کیا کریں۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جب جنگ موتہ میں شہادت پا گئے تو پھر ان کی جگہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، جبار بن صخر رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔ ان جملہ امور کا ذکر ہم ان شاء اللہ کتاب المزارعت اور کتاب الاحکام میں تفصیل سے کریں گے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہوں نے ابن شہاب سے دریافت کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کو ان کے کھجوروں کے باغات کیوں سپرد فرما دیئے تھے جب کہ خیبر کو جدال وقتال کے بعد فتح کیا گیا تھا؟ اس کے بعد ابن اسحٰق نے یہ بھی پوچھا تھا کہ جب یہود خود اپنی مرضی سے خیبر چھوڑنے اور جلاوطن ہونے کے لیے تیار تھے تو آپؐ نے ان سے یہ معاہدہ کیوں فرمایا تھا۔

ابن شہاب کا جواب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے باقی ماندہ یہودیوں کو طلب فرما کر ان سے فرمایا تھا کہ آپؐ چاہیں تو ان کی املاک ضبط کر سکتے ہیں یا اسے کسی اور کے حوالے فرما سکتے ہیں لیکن بہتر یہ ہوگا کہ وہ وہاں سے نہ جائیں، تاہم ان کی زرعی زمینوں اور کھجوروں کے باغات سے جو آمدنی ہو اس کا نصف وہ مدینے بھیج دیا کریں۔ اس کے علاوہ جزیہ کی ایک رقم بھی وہ سالانہ مدینے بھیجا کریں جس کا انہوں نے وعدہ کر لیا تھا۔ ان تمام امور کے لیے پہلے انہی کا ایک آدمی مقرر کیا گیا تھا لیکن بعد میں اوّلاً اس کام کے لیے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا اور ان کے بعد جبار بن صخر رضی اللہ عنہ کا بطور عامل وہاں تقرر کیا گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خیبر کے یہودیوں کے ساتھ وہی زبانی معاہدات جاری رکھے جو آپؐ کے زمانے میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی کچھ عرصہ انہی معاہدات اور انتظامات کو براہ راست مرکز خلافت مدینے سے جاری رکھا لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام یعنی مرض الموت کے زمانے میں فرمایا تھا کہ ''جزیرۃ العرب میں دو دین (بیک وقت) نہیں رہ سکتے''۔ اور اس کی تصدیق بھی ہو گئی تو انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ

''خدا نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں تمہیں خیبر سے جلاوطن کر دوں کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا تھا کہ جزیرۃ العرب میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ بہر کیف اگر اس کے برعکس آنحضرت ﷺ اور آپ لوگوں کے مابین کوئی تحریری معاہدہ موجود ہو تو وہ پیش کیا جائے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے جواب میں خیبر کے یہودیوں کی طرف سے ایک تحریری معاہدہ پیش کیا گیا جس کے متعلق ان کا دعویٰ تھا کہ وہ سال نہم ہجری میں تحریر کیا گیا۔ اس معاہدے میں تحریر تھا کہ خیبر کے یہودیوں کو اس سال سے نہ صرف جزیہ معاف کیا جاتا ہے بلکہ ان کی زرعی زمینوں اور کھجوروں کے باغات کا لگان بھی اس سال سے موقوف کیا گیا۔

جب اس معاہدے پر غور کیا گیا تو صاف معلوم ہو گیا کہ وہ معاہدہ جو خیبر کے یہودیوں نے پیش کیا تھا سراسر جعلی تھا۔ اس کے جعلی ہونے کا ثبوت تین باتوں سے ملا جس کی تردید ناممکن تھی۔

اوّل یہ کہ خیبر کے پیش کردہ معاہدے پر پہلی گواہی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تھی جو غزوۂ خیبر سے قبل وفات پا چکے تھے۔ دوسرے یہ کہ اس معاہدے پر بطور گواہ معاویہ بن ابی سفیان کے دستخط تھے جو غزوۂ خیبر تک اسلام ہی نہیں لائے تھے۔ تیسرے یہ کہ وہ معاہدہ مبینہ طور سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا تھا جو تصدیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بھی غلط تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کے یہودیوں کے انخلاء کا فرمان جاری کر دیا۔

خیبر کے یہودیوں نے تیسری اور نویں صدی ہجری میں اس معاہدے کے ان کے پاس ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان کے ساتھ زیادتی اور ان کے فیصلے کے خلاف یہ کہہ کر شور مچایا کہ بعض مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اس معاہدے کا ذکر لفظ ''شاید'' کے ساتھ کیا تھا لیکن جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا وہ اس کا ثبوت پیش کرنے سے ہمیشہ قاصر رہے۔

Marfat.com

سال ہفتم ہجری کی چند دیگر اسلامی مہمات

حافظ بیہقی نے جیسا کہ صحیحین (صحیح مسلم و صحیح بخاری) میں بھی درج کی گئی ہیں عمرۃ القضیہ کے علاوہ سال ہفتم ہجری کے مغازی کے ضمن میں فتح خیبر کے بعد چند دیگر اسلامی مہمات کا بھی ذکر کیا ہے جن کا ذکر مؤرخین مغازی اور اہل مغازی کے بیانات میں وضاحت کے ساتھ نہیں پایا جاتا بیہقی نے انہیں اپنی مؤقر کتاب ''الدلائل'' میں حسب ذیل ترتیب سے بیان کیا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بنی فزارہ کے خلاف مہم:

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یکے بعد دیگرے بہز، عکرمہ بن عمار، ایاس بن سلمہ اور خود امام موصوف کے والد نے بیان فرمایا کہ:

''ہم لوگ حضرت ابوبکر ابن ابی قحافہ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر بنی فزارہ کے خلاف جنگ کے لیے مدینے سے روانہ ہوئے''۔

اس کے بعد امام احمدؒ ایاس بن سلمہ کی زبانی بیان فرماتے ہیں:

''جب ہم مدینے سے بنی فزارہ کی بستی کے نزدیک پہنچے تو راستے میں ان کا جو شخص بھی ہم سے جنگ پر آمادہ نظر آیا ہم نے اسے قتل کر دیا حتی کہ ہم بنی فزارہ کے کنوئیں تک پہنچ گئے جہاں ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑاؤ کا حکم دیا لیکن بنی فزارہ کے لوگ ہماری آمد کی خبر سنتے ہی پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ ہم نے اگلے روز صبح کی نماز کے بعد پہاڑ پر چڑھ کر ان کا تعاقب کیا اور جہاں جہاں وہ ملے انہیں ٹھکانے لگاتے گئے۔ آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال لیے اور ہم نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ وہیں مجھے شکستہ کپڑوں میں عرب کی ایک حسین ترین لڑکی اور اس کی ماں بھاگتی نظر آئی تو میں نے اس لڑکی کو پکڑ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن انہوں نے وہ لڑکی مجھے ہی بخش دی''۔

ایاس بن سلمہ رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں:

''جب ہم غزوۂ بنی فزارہ سے فارغ ہو کر مدینے واپس پہنچے تو وہ لڑکی بھی میرے ساتھ تھی۔ اس وقت میں مدینے کے ایک بازار سے گزر رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آ گئے۔ آپؐ نے میرے ساتھ اس لڑکی کو دیکھ کر فرمایا: ابن سلمہ! ''یہ لڑکی تم ہمیں دے دو'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ اس شکستہ لباس والی لڑکی کو کیوں طلب فرما رہے ہیں؟''۔

ابن سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

''میرے اس سوال پر آنحضرت ﷺ نے سکوت فرمایا اور کچھ جواب دیئے بغیر وہاں سے تشریف لے گئے لیکن اس کے بعد جب آپؐ نے دوبارہ پھر وہ لڑکی مجھ سے طلب فرمائی تو میں نے اس لیے کہ مجھے آپ کی خواہش کا احترام اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا اسے بلا عذر آپؐ کے سپرد کر دیا لیکن مجھے آپؐ کے بار بار اس ارشاد پر حیرت ضرور ہوئی تھی''۔

آخر میں ابن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد جب ان مسلمان قیدیوں کے عوض جو اس وقت تک قریش مکہ کے پاس تھے وہی لڑکی بطور فدیہ مکے بھیجی گئی تو انہیں آنحضرت ﷺ کی اس پر اصرار طلب کا مفہوم معلوم ہوا اور ان کی حیرت ندامت میں تبدیل ہو گئی۔

یہ واقعہ مسلم و بیہقی نے بھی عکرمہ بن عمار کی زبانی بیان کیا ہے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدینے سے چار میل دور تربت کی طرف ایک مہم پر روانگی

بیہقی واقدی کے ذریعہ اور کئی دیگر مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تیس مجاہدین کا ایک عسکری رسالہ اور اس کے ساتھ راستہ بتانے کے لیے بنی ہلال کا ایک شخص اہل تربت کے سرکش لوگوں کی سرکوبی کے لیے جو مدینے سے چار میل کے فاصلے پر بغاوت کے لیے جمع ہو رہے تھے روانہ فرمایا۔

یہ لوگ مدینے سے روانہ ہو کر رات کے وقت قیام اور دن کو خاموشی سے راستہ بدل بدل کر سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچے' معمولی سی جنگ کے بعد ان دشمنانِ خدا و اسلام کو زیر کیا اور جلد ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر مدینے واپس آ گئے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ مدینے واپسی پر کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا:

''اس معمولی سے دشمن کے ساتھ اس چند روزہ لڑائی سے کیا فائدہ ہوا؟''۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سرکش ہوازن کی سرکوبی کا حکم دیا تھا جس کی میں نے تعمیل کر دی''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس مختصر جواب سے مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل ارشاد سے انہیں جو فائدہ پہنچا تھا کیا وہ کچھ کم تھا؟۔

Marfat.com

یسیر بن رزام یہودی کے خلاف عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی مہم

بیہقی ہی ابراہیم بن لہیعہ کی زبانی اور ابوالاسود' عروہ' موسیٰ بن عقبہ اور زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کا ایک رسالہ دے کر جس میں خود عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے یسیر بن رزام یہودی کے خلاف جس کے بارے میں بغاوت کی خبریں مسلسل پہنچ رہی تھیں مہم پر روانہ فرمایا۔

یسیر بن رزام مذکورہ بالا اسلامی مجاہدین کے رسالے کی مدینے سے روانگی کی خبر پا کر خیبر کی طرف فرار ہوا لیکن جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس کے تعاقب میں وہاں پہنچے تو انہوں نے اسے بلا کر اپنے سواروں کی صف کے سامنے کھڑا کیا اور اسے یہ بتا کر کہ جب خیبر کے یہودی مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں تو اس کی سرکشی اور اِدھر اُدھر فرار بے کار ہوگا اسے نرمی سے سمجھایا کہ وہ بھی بغیر لڑے بھڑے اطاعت قبول کر لے تو اس کی جان بچ جائے گی۔

یسیر نے اس وقت تو آئیں بائیں شائیں کر کے بات ٹال دی لیکن موقع پا کر خیبر سے بھی بھاگ نکلا اور اس کے ساتھی بھی رات کے اندھیرے میں اس کے ساتھ ہو لیے۔

جب یسیر خیبر سے جان بچا کر بھاگا تو اس کے بعد اس نے قرقرہ میں پناہ لینا چاہی جو خیبر سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے لیکن عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی اسے اس طرح آسانی سے بخشنے والے نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اسے قرقرہ میں بھی جا گھیرا لیکن اس نے اپنا اونٹ ان کی سواری کے قریب لا کر تلوار چھیننے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹ کر اس پر حملہ کر دیا۔ تاہم یسیر کے پیچھے ہٹ جانے سے ان کی تلوار اس کے ٹخنے پر پڑی اور اسے پاؤں سے الگ کرتی ہوئی نیچے چلی گئی۔ اس طرح یسیر کو ذرا سا موقع ملا تو اس نے اپنے ہاتھ میں لیا ہوا لکڑی کا سخت اور مضبوط ڈنڈا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر اتنے زور سے مارا کہ ان کا منہ شدید زخمی ہو گیا۔ لیکن ان کے ساتھیوں نے جو ان کے پس پشت اور دائیں بائیں اپنی اپنی سواریوں پر ہر خطرے سے نمٹنے کے لیے مستعد اور جمے بیٹھے تھے آگے بڑھ کر یسیر کو فوراً قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے بھی کسی ایک کو زندہ نہیں چھوڑا۔

بیہقی آخر میں بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر زخم کے علاوہ اس ساری مہم میں ان کا کوئی ساتھی کام نہیں آیا بلکہ کسی کے خراش تک نہیں آئی اور جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اس مہم میں سرخرو ہو کر مدینے واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ان کے منہ کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ زخم فوراً مندمل ہو گیا اور اس کے بعد ان کی وفات تک اس میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

Marfat.com

بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی آخری مہم

واقدی کی متعدد مستند حوالوں کے ساتھ روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں کا عسکری رسالہ دے کر فدک کے قریب بنی مرہ کی سرکشی و بغاوت فرو کرنے کے لیے روانہ فرمایا تھا جہاں ان لوگوں سے ان کی بڑی زبردست جنگ ہوئی اور ان باغیوں کے کثیر تعداد میں افراد قتل ہونے کے علاوہ مسلمانوں کو بھی خاصا جانی نقصان پہنچا تھا لیکن بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں حد سے زیادہ شجاعت اور صبر و استقامت کا ثبوت دیا تھا۔

بنی مرہ کے ساتھ اس جنگ سے فارغ ہونے اور وہاں اسلامی اقتدار قائم کرنے کے بعد بشیر رضی اللہ عنہ فدک چلے گئے تھے اور انہوں نے وہاں کے ایک جزیہ گزار یہودی کے ہاں قیام کیا تھا اس کے بعد وہ مدینے واپس آ گئے تھے۔

واقدی کی مذکورہ بالا روایت میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب بنی مرہ کی دوبارہ سرکشی کی اطلاع مدینے پہنچی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکوبی کے لیے غالب بن عبداللہ کو روانگی کا حکم دیا تھا اور ان کی مدد کے لیے متعدد دوسرے بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس طرف روانہ فرمائے تھے جن میں اسامہ بن زید' ابو مسعود البدری اور کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ اب کے بار بنی مرہ کے ساتھ مرداس بن نہیک بھی جو ان کا حلیف تھا شامل ہو گیا تھا اور سب سے پہلے وہی اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سامنے آیا تھا لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ نے اسے اور کچھ کہنے کی مہلت نہ دی اور اس پر ایسا بھرپور وار کیا کہ اس نے پہلے ہی وار میں ان کے قدموں میں گر کر دم توڑ دیا۔

جب دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مرداس کے وجود باری تعالیٰ اور اس کی توحید کا اقرار کر لینے کے بعد اسے قتل کرنا مناسب نہ تھا اور انہوں نے اس پر اظہار بھی کیا تو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما خود بھی اپنی اس لغزش پر بہت شرمندہ ہوئے۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ جب اس واقعے کا ذکر مذکورہ بالا صحابہ نے مدینے میں واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جب مرداس نے لا الہ الا اللہ زبان سے کہہ دیا تھا تو اس کے بعد انہوں نے اسے قتل کیوں کیا؟ اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے جان بچانے کے لیے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا''۔

اس پر آپؐ نے کئی بار ان سے فرمایا کہ آیا وہ درحقیقت اس کلمہ کے اقرار کا صحیح مطلب سمجھتے تھے اور آخر میں ارشاد فرمایا کہ کاش وہ (اسامہ رضی اللہ عنہ) اسی روز مسلمان ہوئے ہوتے۔

واقدی مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا مہم پر غالب بن عبداللہ کو روانہ فرماتے ہوئے انہیں بنی قدید کی سرکشی کی روک تھام کا بھی حکم دیا تھا اور وہ اس سے کامیاب لوٹے تھے۔

Marfat.com

وہ مہم جس میں محلم بن جثامہ نے عامر بن اضبط کو قتل کر دیا تھا

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے یزید بن عبداللہ بن قسیط نے ابن عبداللہ بن ابی حدرد کے حوالے اور آخر الذکر کی زبانی بیان کیا کہ انہیں یعنی ابی حدرد کے والد کو آنحضرت ﷺ نے کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ جن میں ابوقتادہ الحارث بن ربعی اور محلم ابن جثامہ بن قیس بھی شامل تھے اضم کی طرف روانہ کیا جہاں سے کچھ لوگوں کی سرکشی و بغاوت کی خبر ملی تھی لیکن جب یہ لوگ اضم میں داخل ہوئے تو انہیں عامر بن اضبط اشجعی کچھ لوگوں کے ساتھ ایک طرف جاتے ہوئے ملے۔ ان کے ساتھ ان کے پیچھے پیچھے ان کے ساتھی دودھ سے بھرے برتن، کھجوریں اور کچھ دوسرا سامان اٹھائے ہوئے چل رہے تھے۔

ابی حدرد کے والد کا بیان ہے کہ عامر بن اضبط اشجعی انہیں اور ان کے ساتھی مجاہدین کو دیکھ کر ٹھہر گئے اور انہیں بڑے تپاک سے اسلامی طریقے سے سلام لیکن محلم بن جثامہ، جیسا کہ انہوں نے بعد میں بیان کیا عامر بن اضبط کے اس طرز تپاک اور سلام کو دھوکا سمجھے اور انہوں نے بلا توقف اور کسی سوچ بچار کے بغیر میان سے تلوار نکال کر عامر کو قتل کر دیا اور جو سامان ان کے ساتھی لیے جا رہے تھے چھین لیا۔ جب اس واقعے کی خبر دی گئی تو مندرجہ ذیل آیہ شریفہ آپ پر نازل ہوئی۔

ابی حدرد کے والد کہتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیت شریفہ کی شان نزول یہی واقعہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تَقُوْلُوْا ..... الخ ﴾

یہ روایت کم و بیش انہی الفاظ میں امام احمدؒ نے بھی یعقوب ان کے والد محمد بن اسحٰق، یزید بن عبداللہ بن قسیط، قعقاع بن عبداللہ بن ابی حدرد اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کی ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر نے زیاد بن ضمیرہ بن سعد الضمری سے سن کر بیان کیا اور بتایا کہ زیاد نے عروہ بن زبیر، ان کے والد اور دادا سے سنا کہ آخر الذکر دونوں باپ بیٹے غزوۂ حنین میں شریک تھے جب وہاں آنحضرت ﷺ نے نماز ظہر ایک درخت کے سائے میں ادا فرمائی اور پھر اسی کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ اسی وقت آپؐ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر عیینہ بن بدر نے جو عامر بن اضبط اشجعی کے قبیلے کے سردار تھے آپؐ سے عامر کا خون بہا طلب کیا۔ اس پر جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپؐ کے حکم سے انہیں پچاس اونٹوں کی اسی وقت پیشکش کی اور ان سے کہا کہ پچاس اونٹ مدینے واپسی پر انہیں بھیج دیے جائیں گے۔ اس پیشکش پر عیینہ بن بدر بولے:

''میں عامر کا خون بہا کبھی طلب نہ کرتا اگر اس کی بیوی کا انتہائی حزن و ملال کسی اور طرح دور کر سکتا''۔

اس کے بعد عامر بن اضبط کے قبیلے کے ایک کوتاہ قیامت شخص نے اٹھ کر کہا:

''مجھے عامر کے دعوئ اسلام اور اس پر فخر کے سلسلے میں نہ آج کوئی شبہ ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا''۔

Marfat.com

اسی روایت میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ اسی وقت ایک اور لحیم شحیم شخص نے جس کا سانس اس کی حد سے زیادہ جسامت کی وجہ سے اس کے سینے میں سمانا مشکل ہو رہا تھا تیوریاں چڑھا کر کہا:

''ہم عامر کا خون ملحم کو کبھی معاف نہیں کریں گے''۔ یہ بات اس نے تین بار کہی۔

بہر کیف جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا:

''اگر تم لوگوں کو پچاس اونٹ عامر کے خوبہا کے طور پر ابھی دے دیئے جائیں اور پچاس مدینے سے وہاں واپسی پر بھیج دیئے جائیں تو کیا وہ تمہارے لیے قابل قبول نہیں ہیں؟''۔

آنحضرت ﷺ کی زبان سے یہ سن کر عامر کے اہل قبیلہ نے جیسا کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے ملحم بن جثامہ کو عامر کا خون معاف کر دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے سالم ابوالنضر نے بیان کیا کہ عامر کے قبیلے والے اس کا خون بہا لینے پر راضی نہ تھے لیکن جب انہیں اقرع بن حابس نے تخلیے میں لے جا کر کہا:

''کیا تم لوگ اللہ کے رسول سے عامر کا خون بہا طلب کر رہے ہو اور وہ دنیا بھی چاہتے ہیں تو تم مانتے نہیں جب کہ آنحضرت ﷺ لوگوں میں اس طرح صلح صفائی کرانا چاہتے ہیں۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ رسول اللہ ﷺ تم سے ناراض ہو کر تم پر لعنت بھیجیں اور اس کی وجہ سے خدا بھی تم سے ناراض ہو اور تم پر لعنت بھیجے؟ اس کے علاوہ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ بنی تمیم کے پچاس افراد یہ گواہی دیں کے عامر درحقیقت کافر تھا''۔

ابن اسحٰق مذکورہ بالا حوالے ہی سے کہتے ہیں کہ اقرع بن حابس کا آخری سوال سن کر عامر کے اہل قبیلہ بہت سٹپٹائے اور اس کا خون بہا لینے پر راضی ہو گئے۔

مشہور ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ملحم سے مذکورہ بالا ناخوش گوار واقعہ پر باز پرس فرمائی تو اس نے جواب دیا کہ اس نے عامر کو قتل کرنے سے پہلے اسے اسلام کی دعوت دی تھی لیکن اس کے انکار پر اسے قتل کرنا پڑا۔ تاہم ملحم اپنی وفات تک ہمیشہ کرب میں مبتلا رہا اور جب اس کا انتقال ہوا اور اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اسے باہر پھینک دیا اور جب ایسا کئی بار ہوا تو اسے ایک پہاڑی گڑھے میں ڈال کر اس پر وزنی پتھر رکھ دیئے گئے۔

جب آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ خاک نے خود کثیف ہونے کے باوجود اسے قبول نہیں کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا جسم خاک سے بھی اپنے شر کی وجہ سے زیادہ کثیف تھا۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے ملحم کی تدفین کا واقعہ سن کر ارشاد فرمایا:

''خاک اگرچہ کثیف سے کثیف جسم کو قبول کر لیتی ہے لیکن ملحم کی لاش کو اس نے قبول نہیں کیا اور بار بار باہر پھینکی' اس کی وجہ اسے تم لوگوں کے لیے درس عبرت بنانا تھا۔ بہر حال مندرجہ بالا آیہ شریفہ کی شان نزول اور اس کی تفسیر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی ''کتاب التفسیر'' میں پیش کریں گے''۔

Marfat.com

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی مہم

صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں کچھ مجاہدین کا ایک عسکری دستہ دے کر انہیں ایک غزواتی مہم پر روانہ فرماتے وقت ان کے ساتھیوں کو حکم دیا کہ ان میں کوئی شخص اپنے سربراہ کی قطعاً حکم عدولی نہ کرے بلکہ اس کے ہر حکم کی فوراً تعمیل کی جائے لیکن راستے میں عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو محسوس ہوا کہ ان کے ماتحت فوجی دستے کا ہر فرد من مانی کرنے پر تلا ہوا ہے۔

اس صورتِ حال پر غور کرنے کے بعد عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اگر وہی صورت حال قائم رہی تو جس غزواتی مہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا ہے اس میں سرخروئی حاصل ہونے کی بجائے یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

چنانچہ عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے یہ ترکیب نکالی کہ انہوں نے اپنے ماتحت فوجی دستے کو راستے میں ایک جگہ ٹھہرا کر اسے حکم دیا کہ ان میں سے ہر شخص اِدھر اُدھر سے سوکھی لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے۔ جب لکڑیاں لا لا کر ایک جگہ جمع کر دی گئیں تو عبداللہ نے اپنے ماتحتوں کو دوسرا حکم یہ دیا کہ ان لکڑیوں کو آگ لگائی جائے۔ جب ان لکڑیوں سے شعلے اُٹھنے لگے تو عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا تیسرا حکم یہ تھا کہ ان کے اس فوجی دستے کا ہر شخص باری باری سے اس آگ میں داخل ہو۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے اس حکم پر ان کے اس فوجی دستے کا ہر فرد ہچکچا کر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ غصے سے بولے:

''اب تم ایک دوسرے کے منہ کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم نہیں دیا تھا کہ تم میرے ہر حکم کی تعمیل کرو گے؟''۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فوجی دستے کے ہر فرد سے یہی سوال باری باری کیا اور جب اس نے ان کے اس سوال کا جواب سر جھکا کر اثبات میں دیا تو اس وقفے میں عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا صرف غصہ ہی فرو نہیں ہوا بلکہ وہ لکڑیاں بھی جل بجھ کر راکھ ہو گئیں اور یہ دیکھ کر عبداللہ بھی مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

جب عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا مہم سر کرنے کے بعد واپس مدینے پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ نے اس عسکری دستے کو مخاطب کر کے فرمایا:

''اگر تم لوگ عبداللہ کے اس آخری حکم پر اس بھڑکتی آگ میں داخل ہو بھی جاتے تو اپنے پچھلے باغیانہ خیالات کی بدولت سزا کے طور پر اس سے کبھی زندہ نہ نکل سکتے''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عمرة القضاء

سہیلی نے اس عمرۃ القضیہ کو حدیبیہ کے قضا شدہ عمرہ کی پہلی تلافی کے طور پر بیان کیا ہے جس کے بعد دوسری اور مکمل تلافی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے فتح مکہ کی صورت میں حاصل ہوئی۔

بہر کیف یہ عمرہ وہ ہے جس کے لیے قریش نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مکے میں داخلے کی یہ شرط رکھی تھی کہ ان میں سے کوئی شخص مسلح نہ ہو اور تین روز سے زیادہ وہاں قیام نہ کرے۔

یہ وہی عمرۂ مذکور ہے جس کے قضا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مندرجہ ذیل آیہ شریفہ میں آئندہ فتح مکہ کا مژدہ سنایا تھا:

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ..... الخ ﴾

اس آیہ شریفہ کی مفصل تفسیر ہم نے اپنی کتاب التفسیر میں پیش کی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے اس تسلی آمیز ارشاد پر بھی کہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمیت بیت اللہ میں عنقریب داخل ہو کر اس کا طواف کریں گے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

یہ عمرہ رسول اللہ ﷺ کے اس رویائے صادقہ کی تعبیر تھا جو آپؐ نے طلوع سحر کی طرح ملاحظہ فرمایا تھا اور جس کا ذکر واقعہ حدیبیہ کے ساتھ پہلے ہو چکا ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر سے مدینے میں واپس تشریف لا کر وہاں سات مہینے یعنی پورے ربیع الثانی سے لے کر جمادی الاوّل، جمادی الثانی یا جمادی الآخر رجب، شعبان، رمضان اور شوال تک وہاں قیام فرمایا اور اس دوران میں آپؐ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو مختلف غزواتی مہمات پر روانہ فرمایا اور اس کے بعد ماہ ذیقعدہ میں مشرکین کے صدر مقام مکے کی طرف روانگی کا قصد فرمایا جب قریش مکہ کے ساتھ آپؐ کے وہاں داخل ہونے اور عمرہ ادا کرنے کا ایک باہمی معاہدے کی رو سے وقت آ گیا تھا۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر سے واپسی اور چند غزواتی مہمات سے فارغ ہو کر ماہ ذیقعدہ میں عمرۂ قضاء کے لیے جسے ارشاد ربانی ''والحرمات قصاص'' الخ کے مطابق عمرۂ قصاص بھی کہا جاتا ہے مکے کا قصد فرمایا تھا اور اس دفعہ آپؐ نے مدینے کی نگرانی کے لیے عویف بن اضبط دیلی کو مقرر فرمایا تھا۔

ابن ہشام مزید بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مکے میں داخل ہوئے تو ماہ ذیقعدہ سال ششم ہجری کا آخری دن

Marfat.com

تھا لیکن چونکہ اس وقت ماہ محرم الحرام سال ہفتم ہجری کا چاند نظر آ چکا تھا اس لیے تاریخی لحاظ سے مکے میں آپؐ کے داخلے کو سال ہفتم ہجری کا واقعہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

عمرۃ القضاء یا عمرۃ قصاص کے سلسلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان سے ابن ہشام کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔ معتمر بن سلیمان ''مغازیہ'' میں اپنے والد کے بیان کے حوالے سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے واپسی اور چند غزواتی مہمات سے فراغت کے بعد (ان مہمات کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) مدینے میں کچھ عرصہ قیام فرما کر لوگوں کو مکے کے سفر کی تیاری کا حکم دیا اور پھر آپؐ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس طرف روانہ ہو گئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ساتھ معاہدے کی رو سے صلح حدیبیہ کے تیسرے سال مکے میں داخل ہوئے اور قطار در قطار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف جانے لگے تو قریش مکہ آپ کو اور انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے خصوصاً عمرہ کے لیے آپؐ کے اشتیاق اور جد و جہد کو دیکھ کر عش عش کرنے لگے۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار الندوہ سے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو صفیں باندھ کر نظم و ضبط کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دے کر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور مقام استیلام پر پہنچ کر حجر اسود کا تین بار طواف کیا جسے کچھ متعصب قریش نے آپ کا آخری عمرہ یا حجۃ الوداع سے تعبیر کیا تھا حالانکہ حجۃ الوداع اس کے بہت بعد کا واقعہ ہے جو فتح مکہ کے بعد ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکنین کے درمیان اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو رمی کا حکم دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ کنکریاں پھینکنے میں قوت کا مظاہرہ کریں تا کہ قریش کو ان کی قوت کا اندازہ ہو جائے۔ ویسے قریش مکے میں آپ کی صف بندی اور نظم و ضبط کے مظاہرے ہی سے آپس میں کہنے لگے تھے کہ ''یہ لوگ مکے پر مدینے کی اہمیت و فوقیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں''۔

مسلمؒ ابی ربیع زہرانی اور حماد بن زید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں اور یہ واقعہ بیہقی نے بھی حماد بن سلمہ کے حوالے سے نیز بخاریؒ نے علی بن عبداللہ، سفیان، اسماعیل بن ابی خالد کے حوالے سے ابن ابی اوفیٰ کی زبانی بیان کیا ہے کہ اس عمرہ کے لیے مکے میں داخلے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کو مشرکین کے نوجوانوں اور ان لوگوں سے بچا بچا چل رہے تھے جنہوں نے آپ کو ہجرت سے قبل ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور مکے میں داخلے سے لے کر بیت اللہ پہنچنے تک عبداللہ بن رواحہ نے آپؐ کے اونٹ کی خطام تھام رکھی تھی۔ اس واقعے کی تائید عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے۔

یونس بن بکیر نے ہشام بن سعد اور زید بن اسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرہ کے موقع پر بیت اللہ کا طواف اونٹ پر سوار رہتے ہوئے اور حجر اسود کا طواف پیادہ پا فرمایا تھا اور یہ کہ جب آپؐ اونٹ پر سوار رہتے ہوئے بیت اللہ کا طواف فرما رہے تھے تو اس وقت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپؐ کے اونٹ کی رسی پکڑے آگے آگے چل رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے

Marfat.com

بسم اللّٰہ الذی لا دین الا دینہ بسم الذی محمدٌ رسولہٗ

خلوبنی الکفار عن سبیلہ

ترجمہ: ''اللہ کے نام سے جس کے دین کے سوا کوئی دین نہیں' اس کے نام سے محمدؐ جس کے رسول ہیں۔ ابنائے کفار آپؐ کے راستے سے ہٹ جاؤ''۔

موسیٰ بن عقبہ زہریؒ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ صلح حدیبیہ کے مطابق ٹھیک تین سال بعد عمرۃ القضاء کے لیے مکے تشریف لے گئے تھے اور جب آپؐ ارکان عمرہ کی ادائیگی کے لیے بیت اللہ کی طرف تشریف لیے جا رہے تھے تو مکے کے جو نوجوان آپ کی سواری کے سامنے آ جاتے تھے انہیں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جو آپؐ کے اونٹ کی رسی تھامے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپؐ کے راستے سے ہٹنے کی بار بار ہدایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی نبوت کی شہادت پر مبنی اشعار پڑھتے جاتے تھے جن میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ آپ کا اس شان سے مکے میں داخلہ آپ کی صداقت نبوت کا مدلل ثبوت ہے حالانکہ اس وقت نہ آپ مسلح تھے اور نہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے پاس کوئی ہتھیار تھا۔ تاہم مکے کے مشرکین جو اپنی قوم کے معزز ترین لوگ سمجھے جاتے تھے آپ کو تیوریاں چڑھا چڑھا کر اور غصے ہی سے سہی بڑے رشک و حسد سے دیکھ رہے تھے اور وہی کیا بلکہ مکے کے تمام بوڑھے بچے' مرد' عورتیں آنحضرت کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق اُمڈے چلے آ رہے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے عمرہ سے فارغ ہو کر جعفر بن ابی طالب کو میمونہ بنت حارث العامریہ کے پاس ان کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے بھیجا جنہیں آپؐ نے جناب عباس رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں چھوڑا ہوا تھا اور جن سے بعد میں انہوں نے آپ کی شادی کی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے مکے میں تین شب و روز قیام فرمایا اور جب چوتھے روز صبح کے وقت آپ کو وہاں سے واپس مدینے روانہ ہونا تھا تو آپ کے پاس سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ آئے۔ آپؐ اس وقت انصار کی مجلس میں بیٹھے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے گفتگو میں مصروف تھے۔ حویطب بن عبدالعزیٰ نے بیٹھتے ہی کہا:

''صلح نامے کی رو سے آپ کو مکے میں تین روز قیام کرنا تھا اور اب آپ عمرہ سے بھی فارغ ہو چکے اور تین روز کی مدت بھی ختم ہو چکی۔ لہٰذا ہمیں آپ کی یہاں سے روانگی کا شدت سے انتظار ہے کیونکہ یہ سرزمین ہماری ہے اور ہم یہاں کسی اور کو زیادہ قیام کی اجازت نہیں دے سکتے''۔

حویطب بن عبدالعزیٰ کی زبان سے یہ سن کر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے برجستہ کہا:

''یہ سرزمین نہ تمہاری ماں کو وراثت میں ملی ہے نہ تمہارے باپ کو لہٰذا اس پر.....''۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ابھی کچھ اور کہنے والے تھے لیکن آنحضرت ﷺ نے انہیں روک دیا اور اسی وقت بلا تاخیر مکے سے واپس روانگی کا حکم دے دیا لیکن ساتھ ہی آپؐ نے سہیل اور حویطب کو مخاطب کر کے فرمایا:

''یہاں ایک عورت مجھ سے نکاح پر راضی ہے' میں چاہتا تھا کہ اس سے یہیں شادی کر لوں جس کے بعد ہم اور آپ لوگ

Marfat.com

ایک ساتھ کھانے میں شریک ہوں"۔

لیکن ان دونوں نے یک زبان ہو کر کہا:

"ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہمیں یہاں سے آپ کی روانگی کا فوری طور پر شدت سے انتظار ہے"۔

چنانچہ آپؐ نے جناب عباس رضی اللہ عنہ کے مکان پر کسی کو بھیج کر ان سے کہلا بھیجا کہ اگر میمونہ مدینے جانا چاہیں تو فوراً آپ کی قیام گاہ پر آجائیں۔ چنانچہ وہ جناب عباس رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر بلاتوقف اس شخص کے ساتھ آپ کی قیام گاہ پر پہنچ گئیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکے سے روانہ ہونے لگے تو آپؐ نے ابورافع کو حکم دیا کہ وہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا سامان جناب عباس رضی اللہ عنہ کے مکان سے لے آئیں اور انہیں ناقے پر سوار کر کے آپ کے پیچھے پیچھے آجائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے سے روانہ ہو کر پہلے سرف میں قیام فرمایا جہاں ابورافع بھی میمونہ رضی اللہ عنہا کے ناقے کی مہار تھامے پہنچ گئے اور وہیں آپؐ نے میمونہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں لے کر انہیں حق مہر میں چار سو درہم ادا کر دیئے لیکن میمونہ رضی اللہ عنہا کی قسمت میں ام المومنین کی حیثیت سے آپؐ کے ساتھ رہنا زیادہ عرصے تک نہیں تھا کیونکہ وہ کچھ عرصہ بعد ہی وفات پا گئیں۔

واقدی کا بیان ہے کہ مکے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران قیام میں متعدد مشرکین مکہ نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

Marfat.com

میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تزویج کا مسئلہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے آبان بن صالح اور عبداللہ بن ابی نجیح نے عطا و مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ رضی اللہ عنہا کو مکے سے مدینے کی طرف واپس ہوتے ہوئے سفر کے دوران میں اپنی زوجیت میں لیا تو بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی شادی اس وقت ناجائز تھی کیونکہ ان کے خیال میں میمونہ رضی اللہ عنہا اس وقت تک عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں لیکن ان کا یہ خیال غلط فہمی پر مبنی تھا اور ابن ہشام کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میمونہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن دونوں میں سے کسی ایک سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن میمونہ رضی اللہ عنہا چاہتی تھیں کہ پہلے ان کی بہن کی شادی ہو جائے اس لیے یہ مسئلہ اس وقت تک معلق رہا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے تشریف لائے اور انہوں نے جناب عباس رضی اللہ عنہ کو جو ان دونوں بہنوں کے محرم تھے میمونہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا جو انہوں نے میمونہ رضی اللہ عنہا کی رائے لینے کے بعد قبول کر لیا۔ اور اس طرح ان کی بہن سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ میمونہ رضی اللہ عنہا کو جناب عباس رضی اللہ عنہ کی منکوحہ سمجھ رہے تھے اس حقیقت سے ناواقف تھے۔

بخاریؒ ایوب کی زبانی عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میمونہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل کنواری تھیں اس لیے آپ کا ان سے نکاح کسی صورت سے ناجائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا بلکہ از روئے شریعت قطعاً جائز تھا۔ تاہم ان کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران سفر سرف ہی میں ہو گئی تھی۔

بیہقی اور دارقطنی نے بھی ابو الاسود، مطر الوراق، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے کہ میمونہ رضی اللہ عنہا ماہِ محرم تک جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں کنواری تھیں:

﴿ وَامْرَأَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ ..... الخ ﴾

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کے ساتھ اس صلح نامے کے مطابق جو حدیبیہ میں ہوا تھا مکے میں قضائے عمرہ سے فارغ ہو کر ماہ ذالحجہ میں مدینے واپس تشریف لائے تو فریضہ حج ادا نہ کرنے کے باوجود مطمئن تھے کیونکہ اس سے قبل صلح حدیبیہ کے موقع ہی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہ بشارت مل چکی تھی:

﴿ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ..... الخ ﴾

مندرجہ بالا آیت میں "فَتْحًا قَرِيْبًا" اور "مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ" سے مراد صریحاً فتح خیبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے بعد مستقبل قریب میں حاصل ہوئی۔

Marfat.com

فصل:

سال ہفتم ہجری کی باقیماندہ مہمات

بنی سلیم کی طرف ابن ابی العوجاء سلمی کی مہم:

بیہقی نے بنی سلیم کے خلاف ابن ابی العوجاء کی مہم کا ذکر کرتے ہوئے اس کے سلسلے میں بطور سند واقدی' محمد بن عبداللہ بن مسلم اور زہری کے حوالے پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ عمرۃ القضیہ (جس کے بارنے میں مشرکین مکہ سے بحث چھڑ گئی تھی) کی ادائیگی کے بعد ماہ ذی الحجہ سال ہفتم ہجری میں مدینے واپس آئے تو آپؐ نے بنی سلیم کے خلاف ابن ابی العوجاء کو پچاس مجاہدین کے ساتھ مہم پر روانہ فرمایا لیکن جب وہ بنی سلیم کے علاقے کے قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کثیر تعداد میں اپنی قوم کے جنگجو جمع کر کے ان کے مقابلے کی تیاری کر رکھی ہے۔

بہرکیف ابن ابی العوجاء جب وہاں پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے ان کی پوری بات سنے بغیر ان پر اور ان کے ساتھی مجاہدین پر تیراندازی شروع کر دی۔ تاہم مجاہدین نے انہیں چاروں طرف سے محاصرے میں لے کر ان سے دست بدست سخت جنگ کی جس میں ان کے لوگ کثرت سے قتل ہوئے لیکن مجاہدین میں بھی شہداء کی تعداد کچھ کم نہ تھی بلکہ اس جنگ میں خود ابن ابی العوجاء سلمی کے متعدد شدید زخم آئے اور وہ اسی حالت میں بمشکل اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ سال ہشتم ہجری کے ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو مدینے پہنچے۔ البتہ واقدی مدینے میں ان کی واپسی ماہ ذالحجہ سال ہفتم ہجری ہی میں بیان کرتے ہیں۔

اسی سال یعنی سال ہفتم ہجری ہی میں آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ان کے شوہر ابی العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے حوالے کی تھی جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

سال ہفتم ہجری کے دوران میں حاطب بن بلتعہ مقوقس کے پاس سے لوٹے تھے اور ان کے ساتھ ماریہ (قبطیہ) اور سیرین بھی تھے جو دونوں راستے ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔

واقدی کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں منبر رسول ﷺ کی دوسری سیڑھی سال ہفتم ہجری ہی میں مکمل ہو گئی تھی لیکن آپؐ نے اس کا استعمال آغاز سال ہشتم ہجری میں فرمایا۔

Marfat.com

سال ہشتم ہجری کے واقعات

عمرو بن عاص، خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام:

عمرۃ القضا کے ذکر کے بعد سال پنجم ہجری سے تا سال ہفتم واقعات کا سلسلہ ملاتے ہوئے مضافات خیبر میں پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں ابو رافع یہودی کے قتل کے ساتھ واقدی کی طرح حافظ بیہقی نے بھی عبدالحمید بن جعفر اور ان کے والد کے حوالے سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد سے لے کر ان کے قبول اسلام تک پیش آنے والے واقعات بیان کیے ہیں جنہیں ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''جب سے قریش میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی نبوت کا اعلان کیا میں اسی وقت سے اسلام کا مخالف تھا اور داعی نبوت کے ساتھ میری روش ہمیشہ معاندانہ رہی۔ میں بدر اور احد میں بھی مشرکین قریش کے ساتھ تھا لیکن صلح حدیبیہ کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ میری دولت میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن لوگوں پر میرا اثر کم ہوتا جا رہا ہے اور وہ روز بروز میرا ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ اگر اب کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکے کا رُخ کیا تو وہ اس کے ساتھ طائف کو بھی روند ڈالیں گے اس لیے میں نے اس سے قبل مکے سے فرار ہی کو غنیمت جانا اور وہاں سے حبشہ چلے جانے کو وہ موقع بہترین سمجھا جہاں مجھے نجاشی سے امداد و مراعات کی کافی توقع تھی اور اسلام سے چھٹکارا پا لینا بھی کچھ مشکل نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ مکے میں رہ کر اگر میں مسلمان بھی ہو جاؤں تو قریش مکہ تو ہرگز مسلمان نہ ہوں گے بلکہ الٹا میرے جانی دشمن ہو جائیں گے اس لیے میں نے اپنے پہلے فیصلے ہی کو اپنے حق میں بہترین فیصلہ سمجھا اور حبشہ چلا گیا''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنا یہ بیان جاری رکھتے ہوئے مزید کہتے ہیں:

''میں نے مکے سے حبشہ کی طرف روانگی سے قبل اپنی جان پہچان کے قریبی لوگوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے نہ صرف میری رائے کو صائب تسلیم کیا بلکہ میرے اس فیصلے کو بہترین فیصلہ مان کر کثیر تعداد میں میرے ہمراہ چلنے پر تیار ہو کر میرے ساتھ ہو لیے لیکن جب میں حبشہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے عمرو بن امیہ ضمری[1] مجھ سے پہلے ہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خط کے ساتھ نجاشی کی خدمت میں باریاب ہو چکے ہیں۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو اپنے اس خط میں دعوتِ اسلام دی تھی''۔

---

[1] اصل کتاب میں یہی ہے لیکن ابن ہشام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قاصد کا نام جعفر بن ابی طالب بتایا ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

''بہر کیف جب میں نجاشی کے دربار میں داخل ہوا اس وقت عمرو بن امیہ ضمری وہاں سے نکل رہے تھے۔ میں نے نجاشی کے سامنے پہنچ کر حسب دستور پہلے اسے سجدہ کیا اور پھر وہ تحائف جو میں اس کے لیے لایا تھا پیش کیے اور اس نے مجھے خوش آمدید کہا لیکن جب میں نے اس سے کہا کہ ''ابھی جو شخص آپ کے دربار سے نکل کر گیا ہے وہ اس مدعی نبوت کا قاصد تھا جو ہم قریش مکہ کا بدترین دشمن ہے اور ہمیں کافر کہتا ہے اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے تو نجاشی نے اپنی نشست سے اٹھ کر میرے منہ پر ایسا مکا رسید کیا کہ میری ناک سے خون جاری ہو گیا اور میں سمجھا کہ میری ناک یقیناً ٹوٹ گئی ہے''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے چل کر کہتے ہیں:

''بہر حال جب میرے ہوش و حواس کچھ درست ہوئے تو میں نے نجاشی سے کہا: ''معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ میں نے آپ سے عرض کیا وہ آپ کو ناگوار گزرا ہے''۔ اس کا جواب نجاشی نے یہ دیا کہ ''جس بزرگ ہستی کے قاصد کو تو مدعی نبوت کہتا ہے اور اس کے قاصد کو تو نے مجھ سے قتل کرنے کی درخواست کی ہے وہ خدا کا سچا نبی ہے اور جو کلام اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ وہی کلام اور ناموس اکبر ہے جو پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا رہا''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے چل کر بیان کرتے ہیں:

''نجاشی کی زبان سے یہ سن کر میں خوف زدہ ہو گیا اور مجھے اپنی موت قریب نظر آنے لگی۔ تاہم میں نے ڈرتے ڈرتے اس سے کہا:

''جناب والا! میں معافی کا طلب گار ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے''۔

اس پر نجاشی نے کہا:

''تو نے درست سمجھا' میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسلام کے لیے ان کے قاصد کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اپنے نامہ مبارک میں اسی کی دعوت دی تھی''۔ نجاشی کی بات میرے دل میں اُتر گئی۔ چنانچہ میں نے اس کے ہاتھ پر اسلام کے لیے بیعت کر لی۔ اس پر اس نے خوش ہو کر مجھے نیا لباس دیا جسے میں نے اپنے خون آلودہ کپڑے اتار کر اور دوبارہ غسل کر کے پہن لیا اور نجاشی کو سلام کر کے وہاں سے چلا آیا''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ اس کے بعد میرے پاس نجاشی سے کہنے کے لیے رہ ہی کیا گیا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کے دربار سے اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر سفر کی تیاری شروع کر دی۔ میرے ساتھی میرے نئے اور زرق برق لباس کو دیکھ کر پہلے تو بہت خوش ہوئے لیکن جب میں نے انہیں سارا حال سنایا تو وہ بھی دنگ رہ گئے۔ تاہم میرے سمجھانے بجھانے پر اسلام قبول کرنے پر تیار ہو گئے''۔

Marfat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں:

''میں نے حبشہ سے واپسی پر مکہ جانے کی بجائے سیدھا مدینے کا رخ کیا لیکن جب کشتی سے ساحل سمندر پر اترکر اونٹ پر بیٹھا اور ظہران پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہاں راستے سے ہٹ کر ایک خیمہ لگا ہوا ہے اور اس کے باہر ایک شخص کھڑا ہوا دو اونٹوں کی نگرانی کر رہا ہے۔ جب میں اس خیمے کے نزدیک پہنچا تو اس کے اندر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ان سے پوچھا: ''آپ یہاں کیسے آ گئے اور یہاں سے اب کہاں کا قصد ہے؟'' وہ بولے: ''میں مدینے جا رہا ہوں اور تم؟'' میں نے کہا: ''میں بھی مدینے ہی جا رہا ہوں'' انہوں نے پوچھا: ''کیوں؟'' خالد چونکہ میرے پرانے دوست تھے اس لیے میں نے ان سے یہ راز پوشیدہ رکھنا مناسب نہیں سمجھا کہ میں پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا اور اب رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر براہِ راست بیعت کرنے مدینے جا رہا ہوں اس لیے میں نے انہیں اوّل سے آخر تک اپنی ساری داستان سنا دی''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ ان کی زبان سے سارا قصہ سن کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان سے لپٹ گئے اور انہیں بتایا کہ ویسے تو وہ بھی دل سے اسلام کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت و نبوت پر ایمان لا چکے تھے لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرح وہ بھی آنحضرت ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے اور آپؐ کے دست مبارک پر انہی کی طرح براہ راست بیعت کے لیے مدینے جا رہے تھے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں:

''خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر کہ وہ بھی میری طرح اسلام کی حقانیت کے قائل ہو چکے ہیں میری خوشی کی بھی کوئی حد نہ رہی اور پھر ہم دونوں ہم سفر ہو کر مدینے پہنچے۔ مدینے پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے ہیں تو ہم سیدھے وہیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ ہمیں دیکھ کر پہلے تو آپؐ نے تبسم فرمایا اور پھر ہمارے مدینے آنے کا مقصد دریافت فرمایا جو ہم نے صاف صاف بیان کر دیا جسے سن کر آپؐ نے اظہار مسرت فرمایا''۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آگے کہتے ہیں:

''جب ہم دونوں اور ہمارے ساتھ آنے والے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جنہیں میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینے کے راستے میں دیکھا تھا آنحضرت ﷺ کا اشارہ پا کر آپؐ کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے تو سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی اس کے بعد عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اور آخر میں میں نے ان الفاظ کے ساتھ آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی کہ ''میں اپنے پچھلے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اور آئندہ زندگی میں نیک عملی کا عہد کر کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کر کے داخل اسلام ہوتا ہوں''۔ اس کے بعد میں نے خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کی طرح زبان سے اقرار بھی کیا کہ: لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

Marfat.com

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آخر میں کہتے ہیں:

''ہمارے قبول اسلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ہم تینوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اظہار مسرت کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے رنجیدہ اور آخر الذکر ان کے معتوب تھے لیکن ان کے داخل اسلام ہو جانے کے بعد وہ بھی ان سے بغلگیر ہو کر ملے''۔

واقدی نے کئی مستند حوالوں سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شدید محبت کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت سے ملوکیت کی طرف اور امیر وقت سے ان کے ربط وضبط کے باوجود ان کی وفات پر اکثر لوگوں نے اظہار افسوس کیا تھا۔

Marfat.com

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی اِسلام کی طرف تدریجی رغبت

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے یحییٰ بن مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام نے بیان کیا کہ ان کے والد نے خود خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی زبانی ان کی اسلام سے لگاؤ کی ابتدا اور اس کے بعد تدریجی رغبت کے بارے میں جو کچھ سن کر انہیں یعنی یحییٰ بن مغیرہ کو بتایا وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

''جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت فرمانا چاہی تو میرے دل میں نیکی ڈالی اور اسلام کا رجحان پیدا فرمایا۔ تاہم مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کا فیضان تھا۔ بہرکیف اس کے اسباب یہ ہوئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ تشریف لائے تو میں بھی دوسرے مشرکین مکہ کے ساتھ آپ سے ملاقات کے لیے عسفان آیا اور وہاں آپ کی مجلس میں اعتراضات کا سلسلہ شروع کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہی تھا کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا جو آپ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ادا فرمائی۔ اور پھر حدیبیہ کا صلح نامہ لکھا گیا تو میرے لیے کچھ کہنے کو باقی ہی نہ رہا۔ پھر جب آپ اس صلح نامہ کے مطابق عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لیے مکے میں جس انداز سے داخل ہوئے تو میں نے اس کے نظارے سے عمداً احتراز کیا اور میں یہودیوں یا نصرانیوں کے مذہب میں شمولیت کے بارے میں سوچنے لگا اور میرا دل چاہا کہ میں ہرقل کے پاس چلا جاؤں لیکن اسی زمانے میں مجھے اپنے بھائی ولید ابن ولید کا خط ملا کیونکہ جب وہ مکے آپ کے ساتھ عمرۃ القضاء کے سلسلے میں آئے تو ان کے بلانے پر بھی میں ان سے وہاں اپنی غیر حاضری کی وجہ سے نہ مل سکا تھا''۔

میرے بھائی کا خط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوا تھا جس کے بعد انہوں نے مجھے لکھا تھا:

''مجھے اسلام سے تمہاری پہلوتہی پر تعجب ہے جب کہ تمہاری عقل میں مجھے کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ جب میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تمہارا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے اب تک اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ اسلام سے تمہاری ناواقفیت کے علاوہ اور دوسری کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ''خالد رضی اللہ عنہ اگر اسلام قبول کر لیں تو وہ ان کے لیے سراسر خیر و برکت کا باعث ہوگا''۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں:

''اپنے بھائی کا یہ خط پڑھ کر میرے دل میں اسلام کے لیے ایک کشش سی پیدا ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف میرا دل خود بخود کھنچنے لگا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مشرکین مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے موقع پر میں نے آپ کا طرز ایسا مصلحانہ پایا جس میں صرف خیر ہی خیر تھی''۔

Marfat.com

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں:

''اس کے بعد میں نے ایک خواب بھی دیکھا کہ میں کسی تنگ و تاریک جگہ میں ہوں لیکن پھر میں نے اس خواب ہی میں اپنے آپ کو ایک سرسبز و شاداب وسیع جگہ میں پایا۔ اس خواب سے میں فوری طور پر کوئی نتیجہ تو اخذ نہ کر سکا لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا''۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد بیان کیا:

''مدینے میں حضور نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت سے قبل میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنے خواب کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن جب اس کے بعد میں نے ان سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا تو وہ بولے کہ اس خواب میں میں نے جو تنگ و تاریک جگہ دیکھی تھی وہ کفر کا ظلمت کدہ تھا اور پھر جو وسیع اور سرسبز و شاداب جگہ دیکھی وہ فضائے اسلام تھی''۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے آخر میں بتایا کہ انہوں نے مکے میں صفوان بن امیہ سے کہا تھا کہ وہ اگر آنحضرت ﷺ کی بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو اس نے کہا تھا کہ اگر سارے قریش مکہ بھی مسلمان ہو جائیں تب بھی وہ اسلام قبول کرنے کا خیال تک دل میں نہیں لا سکتا۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں تو انہیں خیال ہوا کہ چونکہ اس کا بھائی جنگ بدر میں قتل ہو گیا اس لیے اس کی اسلام کی اتنی شدید مخالفت قرین قیاس تھی لیکن جب انہوں نے یہی بات عکرمہ بن ابوجہل سے کہی تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو صفوان نے دیا تھا۔ تاہم انہوں نے عکرمہ سے کہا کہ اس بات کا کسی دوسرے سے ذکر نہ کریں۔

اس کے بعد خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے مکے سے روانگی' راستے میں عمرو بن عاص اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات اور پھر تینوں کے مدینے پہنچ کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے جو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی زبانی پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا زمانہ ماہِ صفر سال ہشتم ہجری بتایا ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان میں اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی فرق اور امتیاز روا نہیں رکھا۔

Marfat.com

شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کی ہوازن کے خلاف مہم

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے ابن ابی سبرہ نے عبداللہ بن ابی فروہ اور عمر بن حکم کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو چوبیس افراد پر مشتمل ایک عسکری رسالے کا سربراہ بنا کر ہوازن کی طرف روانہ فرمایا جہاں کچھ لوگوں نے جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کی ٹھان لی تھی اور انہیں حکم دیا تھا کہ ان لوگوں کی اصلاح یا سرکوبی کے بعد ہی واپس آئیں۔ چنانچہ جب شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ جن لوگوں کے بارے میں بغاوت کی اطلاع مدینے میں آئی تھی وہ واقعی آس پاس کی بستیوں میں لوٹ مار اور وہاں کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے کے لیے جان توڑ کوشش کر رہے تھے۔

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ باغیوں کو گھیر کر انہیں ہتھیار ڈالنے اور اسلام قبول کرنے کو کہیں لیکن اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں تو انہیں قتل کر دیں یا گرفتار کر لیں۔

واقدی مذکورہ بالا حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی یہ مہم مکمل طور پر کامیاب رہی' ان کے ہاتھ کثیر مال غنیمت آیا' بہت سے باغی گرفتار ہوئے جن میں ان کی عورتیں بھی شامل تھیں۔

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے حسب دستور خمس نکال کر باقی مال غنیمت اپنے ساتھیوں میں تقسیم کیا تو ان میں سے ہر ایک کے حصے میں دوسرے سامان کے علاوہ حصہ رسد بارہ بارہ اونٹ اور ایک ایک کنیز آئی۔ ایک عورت جو باقی رہی اسے شجاع رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے مخصوص کر لیا۔

جب شجاع رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینے واپس آئے تو سارے قیدی برضا و رغبت مسلمان ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی عورتیں انہیں واپس کر دی گئیں لیکن جس لڑکی کو شجاع رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے مخصوص کیا تھا اس نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور انہی کی خدمت میں رہنے لگی۔

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سربراہ سے مال غنیمت کی تقسیم کا محاسبہ نہیں کیا کیونکہ آپ کو ان کی عادلانہ تقسیم پر مکمل اعتماد تھا۔

Marfat.com

بنی قضاعہ کے خلاف کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مہم

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن عبداللہ زہری نے بیان کیا کہ سال ہشتم ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بنی قضاعہ کے سرکش قبیلے کی بستی ذات الملاح کی طرف پچیس سواروں کا ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا تا کہ انہیں راہِ راست پر لایا جائے۔ چنانچہ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق پہلے اس سرکش قبیلے کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی اور ان کے انکار اور بغاوت پر ڈٹے رہنے کے بعد ان سے سخت جنگ کی اور ان کے بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تاہم اس قبیلے کے کافی لوگ میدان چھوڑ کر شام کی سرحد کی طرف بھاگ گئے۔

اس غزواتی مہم میں مسلمانوں میں سے ایک مجاہد شدید طور پر زخمی ہوا جسے کعبؓ نے رات کے وقت اس کی ضروری مرہم پٹی کرانے کے بعد صبح ہوتے ہی اسے اس کے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں سے مدینے روانہ کر دیا تا کہ وہاں اس کا مکمل علاج اور تسلی بخش دیکھ بھال کی جائے۔

جب وہ زخمی مجاہد اور اس کا ساتھی مدینے پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زخمی مجاہد کو ایک ماہر معالج کے سپرد فرما کر اس کے ساتھی کو واپس ذات الملاح روانہ فرما دیا اور اس کے ہاتھ کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حکم بھیجا کہ شام کی سرحد تک باغیوں کا تعاقب کیا جائے اور انہیں چن چن کر قتل کر دیا جائے یا گرفتار کر کے مدینے لایا جائے۔

Marfat.com

غزوۂ موتہ

غزوۂ موتہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی غزواتی مہم جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سرزمین شام کے علاقہ بلقاء کی طرف روانہ فرمایا تھا اور ان کی سرکردگی میں تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر بھیجا تھا۔

محمد بن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ عمرۃ القضیہ کے بعد جس کا ذکر پہلے آچکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں سال ہشتم ہجری کے ماہ ذالحجہ سے لے کر جس میں مشرکین عرب حج و زیارت خانہ کعبہ کے لیے مکے میں جمع ہوئے تھے ماہ جمادی الاوّل تک قیام فرمانے کے بعد آخر الذکر مہینے کے دوران ہی میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں شام کی سرزمین موتہ کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ فرمایا تھا جہاں سے اطلاع ملی تھی کہ وہاں دشمنان اسلام کثیر تعداد میں جمع ہو کر مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

جیسا کہ ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تین ہزار مجاہدین پر مشتمل مجاہدین کا ایک لشکر لے کر مدینے سے روانہ ہوئے اور انہوں نے رات کو قیام اور دن کے وقت تیزی سے سفر کرتے ہوئے موتہ ہی میں اپنا آخری پڑاؤ ڈالا تھا۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ مجاہدین کے اس لشکر کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ اگر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دشمن کے ساتھ لڑائی میں شہید ہو جائیں تو ان کے بعد اس لشکر کی کمان جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کریں گے اور اگر خدانخواستہ وہ بھی لڑائی میں کام آجائیں تو ان کے بعد اس لشکر کی کمان عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی۔

واقدی کہتے ہیں کہ ان سے ربیعہ بن عثمان نے عمرو بن حکم اور ان کے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ جب آنحضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مذکورہ بالا لشکر موتہ کی طرف روانہ فرما رہے تھے تو اس وقت نعمان ابن فحص یہودی آپ کی خدمت میں اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ حاضر تھا اور جب آپؐ نے اس لشکر کو یہ حکم دیا کہ اگر خدانخواستہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جائیں تو اس لشکر کی کمان جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کریں اور ان کے بھی شہید ہو جانے کی صورت میں اس لشکر کی سربراہی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کریں۔ پھر اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو اس لشکر کو اختیار ہے کہ وہ اسلامی مجاہدین میں سے جسے چاہیں اتفاق رائے سے اپنا سربراہ مقرر کر لیں تو نعمان ابن فحص یہودی نے آپؐ سے عرض کیا:

''بنی اسرائیل کے انبیاء اپنے حواریوں کو بالکل اسی طرح احکام دیا کرتے تھے اور آپؐ کے بارے میں اب تک جو کچھ کم وبیش میں نے سنا ہے اس کے مطابق اگر آپ واقعی سچے نبی ہیں تو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس مہم سے ناکام ہو کر واپس نہیں لوٹیں گے بلکہ آپ کے حکم کی متابعت میں انبیائے بنی اسرائیل کے متبعین کی طرح دشمن کا حتی الامکان مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دے کر آپ کی نبوت کی صداقت کا ثبوت دیں گے''۔

واقدی کہتے ہیں کہ نعمان ابن فحص یہودی کی یہ بات سن کر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بولے:

''میں ان شاء اللہ اس مہم میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا اور اگر قضائے الٰہی سے شہید ہو گیا تو میری شہادت رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ کی صداقتِ نبوت کی دلیل ہوگی''۔

یہ روایت بیہقی نے بھی بیان کی ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب اس لشکر کے مدینے سے موتہ کی طرف روانگی کا مقررہ وقت ہوا تو آنحضرت ﷺ کے علاوہ تمام صحابہ ﷺ آپؐ کے مذکورہ بالا تینوں امرائے لشکر کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہوئے اور انہیں سلام و دعا کے بعد رخصت کیا لیکن جب عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں سے رخصت ہونے لگے تو خود رو پڑے۔ جب ان لوگوں نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے:

''مجھے نہ دنیا سے محبت ہے اور نہ تم لوگوں کو جن سے میرے قریبی تعلقات ہیں چھوڑنے کا غم ہے بلکہ مجھے اس وقت وہ آیت قرآنی یاد آ گئی جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت فرماتے ہوئے سنی ہے اور جس میں آگ کا ذکر ہے''۔

لوگوں کے دریافت کرنے پر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ آیت سنائی جو یہ ہے:

﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴾

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے یہ آیت سن کر وہ لوگ بولے:

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہی تمہیں خیر و عافیت کے ساتھ ہمارے پاس لائے گا''۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی اپنے لیے دعا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولے:

''میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا طالب ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کے سامنے سرخرو ہو کر جاؤں''۔ (اشعار کا ترجمہ)

جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رخصت ہونے کے لیے آنحضرت ﷺ کی طرف مؤدب ہو کر بڑھے تو آپؐ سے انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اس کے سامنے سرخرو اور نیک نام ہو کر جانے کی دعا فرمانے کی التجا کی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس لشکر کو الوداع کہنے کے لیے آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینے کے باہر تک تشریف لے گئے اور اس کے حق میں دعائے خیر فرما کر اسے رخصت کیا۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ جب ہرقل کو اس اسلامی لشکر کے موتہ کے نزدیک پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو وہ روم سے اپنی ایک لاکھ فوج کو ساتھ لے کر بلقاء کی طرف برق رفتاری سے چل کر وہاں پہنچا اور شام کی فوجی چھاؤنیوں سے بھی ایک لاکھ مزید فوج جمع کر کے مسلمانوں کے سامنے آ کر ڈٹ گیا۔ اس کی فوج میں ایک بڑا مشاق جنگجو اور ماہر حرب و ضرب جرنیل تھا جسے لوگ عموماً مالک بن رافلہ کے نام سے پکارتے تھے۔

جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بلقاء میں ہرقل کی آمد اور اس کی اس کثیر التعداد فوج کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے معاون امرائے لشکر اور دوسرے لوگوں سے مشورہ کیا کہ آیا کوئی تیز رفتار سوار مدینے بھیج کر اس صورت حال کی آنحضرت ﷺ کو اطلاع کرا کے آپؐ سے کمک طلب کی جائے لیکن ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلے ہیں تو انہیں دشمن کی کثرت تعداد اور اپنی قلت تعداد کی فکر نہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے مزید کہا کہ اگر اس نے اپنے فضل و کرم سے ان کے اس تعداد کے لحاظ سے قلیل لشکر کو ہرقل کے اس بھاری لشکر کے مقابلے میں فتح سے ہمکنار کیا تو اس

Marfat.com

کا شکر بجالائیں اور اگر ان کی قسمت میں شہادت لکھی ہے تو ان کے لیے اس سے بڑھ کر اور دوسری کون سی نعمت ہو سکتی ہے جس کا انہیں اشتیاق ہوگا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ ہرقل اپنے دو لاکھ افراد پر مشتمل بھاری لشکر کے ساتھ شہر بلقاء کے ایک نزدیکی گاؤں تک جسے شارف کہا جاتا تھا پہنچ چکا تو وہ بھی اپنے تین ہزار افراد پر مشتمل اسلامی لشکر کو لے کر موتہ پہنچ گئے اور اسے وہاں اس طرح صف آرا کیا کہ اس کے میمنہ پر بنی عذرہ کے ایک شخص قطبہ میں قتادہ کو رکھا اور میسرہ انصار کے ایک شخص عبایہ بن مالک کے سپرد کیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ انہیں ربیعہ بن عثمان نے المقبری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بتایا کہ آخر الذکر یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے اس سے قبل اتنی زرق برق پوشاکیں پہنے اور اتنے چمکیلے ہتھیاروں سے لیس اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہرقل کے اس لشکر کو دیکھ کر تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ان کی حیرت کا اندازہ کرتے ہوئے ثابت بن ارقم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''آپ نے دشمن کا اتنا بڑا لشکر اس سے قبل کبھی دیکھا ہے؟''۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''میں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی تھی جب مشرکین مکہ کا ہمارے مقابلے میں کہیں بڑا لشکر وہاں آیا تھا لیکن اتنا بڑا لشکر ہمارے ساتھ بھی پہلے کبھی نہیں تھا جتنا آج ہے اگر تم بدر میں ہمارے ساتھ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ہم اہل اسلام نے دشمن کی کثرت تعداد کی کبھی پرواہ نہیں کی''۔

یہ روایت بیہقی نے بھی کم و بیش انہی الفاظ میں اور انہی حوالوں سے پیش کی ہے۔

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ موتہ میں جب اسلامی لشکر کا ہرقل کے اس لاکھوں افراد پر مشتمل لشکر سے مقابلہ ہوا تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے دشمن سے لڑائی میں انتہائی شجاعت کا ثبوت دیا۔ وہ کئی بار اپنے لشکر کے قلب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ علم لے کر نکلے اور دشمن کی صفوں پر صفیں چیرتے چلے گئے لیکن آخر کار ہرقل کے آزمودہ کار نیزہ بازوں کے ایک بڑے گروہ میں گھر کر شہید ہو گئے تو ان کا علم جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سنبھالا اور انہوں نے بھی بڑی بہادری کے جوہر دکھائے لیکن تھوڑی دیر میں وہ بھی شہید ہو گئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ موتہ سے قبل کسی مسلمان کو کسی لڑائی میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے زیادہ زخمی کبھی نہیں دیکھا گیا۔ وہ شہادت سے قبل کئی بار شدید زخمی ہو کر سواری سے گرے لیکن پھر کھڑے ہو کر اسی بہادری کے ساتھ دشمنوں سے لڑنے لگتے تھے اور اسی بہادرانہ انداز میں رجز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔

ابوداؤد نے اپنے ہاں ابن اسحٰق کے حوالے سے موتہ کی جنگ میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے انداز جنگ کے بارے میں یہی روایت پیش کی ہے لیکن ان کے رجزیہ اشعار نقل نہیں کیے۔

Marfat.com

ابن ہشام کہتے ہیں کہ جنگِ موتہ میں جیسا کہ ان سے کئی ثقہ اہل علم نے بیان کیا' علم پہلے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے داہنے ہاتھ میں تھا۔ جب وہ کٹ گیا تو انہوں نے اسے اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا اور دوسرا ہاتھ کٹ جانے کے بعد انہوں نے اسے دونوں بازو ملا کر سنبھالا تا آنکہ وہ شہید ہو گئے۔

ابن ہشام کئی حوالوں سے بتاتے ہیں کہ جعفر بن ابی طالب' عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما سے پہلے شہید ہوئے تھے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسلامی علم بنی عجلان کے بھائی ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ نے اٹھا کر بلند آواز سے کہا تھا:

''مسلمانو! اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اتفاق رائے سے جسے چاہو اپنا سردار بنا کر یہ علم اسے دے دو''۔

اس کے جواب میں لشکر اسلام نے بالاتفاق خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سردار بنا کر اسلامی علم انہیں دے دیا تھا۔ اس وقت تک خالد ابن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ نے کسی اسلامی لشکر کی کمان نہیں کی تھی اس لیے وہ ہچکچا رہے تھے لیکن مسلمانوں کے اصرار پر انہیں یہ خدمت قبول کرنا پڑی تھی اور پھر انہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کے اس قلیل لشکر کو ہرقل کے اس انتہائی کثیر التعداد لشکر کے مقابلے میں فتح سے ہمکنار کیا تھا۔

متعدد ثقہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جنگ موتہ میں پہلے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور آخر میں مسلمانوں کے بے حد اصرار پر خالد ابن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کی کمان سنبھالی تھی اور اپنے قلیل التعداد لشکر کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہرقل کے کثیر التعداد لشکر کو شکست فاش دی تھی۔

ابن اسحٰق متعدد مستند حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ موتہ میں فتح حاصل کرنے کے بعد جب خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے زیر کمان اسلامی لشکر مدینے واپس پہنچا تو مسلمان اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں نماز جمعہ ادا کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ سے فراغت کے بعد مسلمانوں سے جنگِ موتہ کے کوائف دریافت فرمائے اور جب آپ کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ نے ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ پھر اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی شہادت کا حال سن کر آپؐ نے ان دونوں کے حق میں بھی دعائے مغفرت فرمائی۔ پھر جب آپ کو خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی بے مثال بہادری اور اسلام کے لیے سرفروشی کی حد تک جان بازی کا حال سنا کر ان کے ہاتھوں جنگ موتہ میں دشمن کی حد سے زیادہ کثرت کے باوجود فتح کا مژدہ سنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ''سیف من سیوف اللہ'' کہہ کر مخاطب فرمایا اور فتح موتہ کی مبارک دی تھی اور پھر انہیں سیف اللہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا جو تاریخ اسلام میں آج تک درج چلا آتا ہے۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے غزوۂ موتہ کے بعد بھی ہر جنگ میں رومی و شامی افواج کے چھکے چھڑائے تھے بلکہ اکثر ان کا صفایا کر دیا تھا۔ عراق میں بھی ان کی فتوحات کچھ کم نہ تھیں۔ نصرانی دنیا ان کے نام سے ایک مدت تک لرزہ براندام رہی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

فصل:

موتہ میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے اندوہناک قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ ملال

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ غزوۂ موتہ میں جس روز جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو بلا کر اپنی گود میں بٹھایا' ان کی پیشانی اور آنکھوں پر بوسے دیئے جب کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپؐ سے دریافت کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا جعفر رضی اللہ عنہ کے بارے میں موتہ سے کوئی ایسی ویسی خبر آئی ہے جس نے آپ کو اشکبار کر دیا ہے''۔

تو آپؐ نے فرمایا کہ:

''ہاں جعفر آج وہاں شہید ہو گئے لیکن شہادت سے قبل جن اندوہناک حالات سے وہ دوچار ہوئے وہ بڑی غم انگیز ہے''۔

غزوۂ موتہ میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ جو حدیث نبوی اس بارے میں متعدد ثقہ راویوں کے حوالے سے جو روایات کتب احادیث میں درج کی گئی ہیں ان سے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی مذکورہ اندوہناک صورتِ حال سے گزر کر شہادت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار ملال کا بین ثبوت ملتا ہے۔ انہی احادیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعد شہادت جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بریدہ بازوؤں کے ساتھ داخل بہشت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے انہیں پرندوں کی طرح دو بازو عطا فرما دیئے جن کے ذریعہ وہ حسبِ خواہش جنت میں ہر طرف پرندوں ہی کی طرح اڑنے لگے۔

جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام کے آخر میں لفظ طیار کے اضافے کا سبب یہی حدیث نبوی ہے۔

اس سلسلے میں ابن اسحٰق ایک اور روایت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ام عیسیٰ خزاعیہ ام جعفر بنت محمد بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور محمد بن جعفر کی دادی اسماء بنت عمیس کے حوالے سے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ان کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آپؐ کے پاس لایا جائے اور جب انہیں آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا تو آپؐ انہیں اپنی گود میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو بوسہ دیتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔

Marfat.com

ابن اسحاق ایک اور روایت میں محمد بن جعفر بن زبیر کی زبانی عروہ بن زبیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب مجاہدین اسلام کا لشکر غزوۂ موتہ میں فتح یابی کے بعد واپس ہو کر مدینے کے نزدیک پہنچا تو آنحضرت ﷺ اس کے استقبال کے لیے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینے سے باہر تشریف لے آئے۔ آپؐ اس وقت سواری پر تشریف فرما تھے اور سب سے آگے تھے جب آپ کو دوسرے امرائے لشکر کی شہادت کے ساتھ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بڑی اندوہناک صورتِ حال سے دوچار ہو کر شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ وہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بچوں کو سنبھالیں جو اپنے باپ کی شہادت کی خبر سن کر بے تاب ہو کر رونے لگے تھے اور پھر فرمایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ کو آپؐ کے پاس لایا جائے اور جب انہیں آپؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے ان کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور ان کے ساتھ خود بھی آب دیدہ ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ جس بے بسی و بے چارگی کی حالت میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی اس پر آپ کا اظہارِ ملال بالکل فطری تھا۔ آپؐ نے اپنے اہل بیت کو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بچوں کی ہمیشہ خبر گیری کا حکم بھی دیا تھا۔

غزوۂ موتہ میں خالد بن ولید مخزومی کی بہادری' جانبازی اور فتحیابی کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں اس پر مبارکباد دینے کے بعد ان کے حق میں دعائے خیر فرما کر انہیں سیف اللہ کے خطاب سے سرفراز فرمایا لیکن بعض روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب آپ کو ہرقل کے بھاری اور کثیر التعداد لشکر کے مقابلے میں بعض مجاہدین کے میدان چھوڑ دینے کی اطلاع دینے کے بعد انہیں ''فرار'' کہا گیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ ''جنگلی درندوں میں گھر کر اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے ان کے سامنے سے بھاگ نکلے تو اسے ''فرار'' نہیں کہا جاتا' اور یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''وہی لوگ ان شاء اللہ آئندہ کرار ثابت ہوں گے''۔

Marfat.com

فصل:

امرائے لشکر اسلام زید، جعفر اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کے فضائل

امرائے لشکر اسلام جنہوں نے غزوۂ موتہ میں شہادت پائی یعنی زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے خاندانی شجرات اور فضائل جو کتب تواریخ میں متعدد مستند حوالوں کے ساتھ درج کیے گئے ہیں حسبِ ذیل ہیں:

① زید رضی اللہ عنہ: زید بن حارثہ بن شراجیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کلبی قضاعی۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کا خاندانی شجرہ اوپر درج کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ ان کے آپ کی غلامی میں آنے کی تفصیلات یہ ہیں:

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اہل خاندان کو کچھ ظالم و جابر لوگوں کے ایک گروہ نے لوٹ کر قلاش کر دیا تھا اور زید رضی اللہ عنہ کو غلام بنا لیا تھا جس کے بعد زید رضی اللہ عنہ کو حکیم بن حزام نے ان سے خرید کر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دیا تھا۔ یہ قبل نبوت کا واقعہ تھا۔ اس کے بعد زید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ حیثیت غلام وہ رتبہ حاصل ہوا کہ باید و شاید۔ آپؐ نے انہیں آزاد کر کے ان کی ایسی تربیت فرمائی جس کی مثال نہیں مل سکتی اور انہوں نے بھی آپ کی خدمت گزاری میں دن رات ایک کر دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ لوگ انہیں زیدؓ بن محمد کہنے لگے تھے۔

زید رضی اللہ عنہ غلاموں میں مسلمان ہونے والے پہلے شخص تھے۔ ان کا ذکر قرآن میں کئی جگہ آیا ہے: مثلاً

① ﴿ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَاءَ كُمْ ﴾

② ﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾

③ ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾

④ ﴿ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ ..... الخ ﴾

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مذکورہ بالا سب آیات میں زید رضی اللہ عنہ ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور انعم اللہ علیہ سے مراد زید رضی اللہ عنہ کا اسلام میں داخل ہونا ہے۔

ہم نے ان باتوں کا تفصیلی ذکر اپنی تفسیر قرآن میں کیا ہے۔ اس سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا ذکر (اس طرح) قرآن پاک میں نام کے ساتھ نہیں آیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کو اسلام کی ہدایت فرمائی' انہیں اپنے رسول کی تربیت سے نوازا اور انہیں ام ایمن جیسی زوجہ بخشیں جن کے بطن سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے جنہیں ''حب بن حب'' بھی کہا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ سے اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا شادی کی تھی اور انہیں بعد ہجرت مہاجرین میں سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا تھا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ کے لیے جو مہم روانہ فرمائی تھی اس کی سربراہی اپنے چچازاد بھائی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بجائے انہی کے سپرد کی تھی۔

حسان بن ثابت نے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی مدح میں متعدد اشعار کہے ہیں:

② **جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:** جعفر بن ابی طالبؓ بن عبدالمطلب بن ہاشم' جیسا کہ سب جانتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ وہ اپنے بھائی علیؓ سے عمر میں دس سال بڑے تھے اور ان کے بھائی عقیل' عمر رضی اللہ عنہما میں ان سے دس سال بڑے تھے جب کہ طالب عمر میں عقیل رضی اللہ عنہ سے بھی دس سال بڑے تھے۔

جعفر رضی اللہ عنہ کا شمار قدیم ترین مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ حبشہ کی طرف ان کی ہجرت مشہور واقعہ ہے جو ان کے اوصاف حمیدہ میں شمار کیا جاتا ہے جس کا ذکر مکے سے مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کے ضمن میں پہلے کیا جا چکا ہے۔ جب وہ حبشہ سے واپس ہو کر خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا:

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر سے دوبارہ ملنے کی''۔

یہ فرما کر آپؐ نے اٹھ کر انہیں گلے لگا لیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ عمرۃ القضیہ سے فراغت کے بعد مکے سے واپس ہوئے آپؐ نے فرمایا تھا:

''جعفر خلق و خلق دونوں میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہیں''۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جعفر رضی اللہ عنہ آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ موتہ کے لیے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں اسلامی لشکر روانہ فرمایا تھا تو اس وقت اس لشکر کو نماز پڑھانے کے لیے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی نیابت سونپی تھی۔

غزوۂ موتہ میں شہادت کے بعد ان کے جسم پر نوے سے زیادہ تیروں' تلواروں اور نیزوں کے زخم پائے گئے تھے جو سب کے سب سامنے کی طرف تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے غزوۂ موتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہی نے اسلامی علم سنبھالا تھا۔ جب رومیوں سے لڑائی میں ان کا داہنا ہاتھ جس میں انہوں نے علم پکڑ رکھا تھا کٹ گیا تو انہوں نے علم اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا تھا اور بائیں ہاتھ کے کٹ جانے کے بعد انہوں دونوں بازو جوڑ کر اسے اپنے سینے سے لگا کر سنبھال لیا اور اس پر گرفت اس وقت تک نہیں چھوڑی جب تک کسی موذی رومی نے ان کے جسم کو دو ٹکڑے نہ کر دیا۔

Marfat.com

جب ان کے قتل کی خبر آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے انہیں شہیدوں کی صف اوّل میں ٹھہرایا تھا وہ حدیث نبوی بھی پہلے پیش کی جا چکی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے بریدہ بازوؤں کی جگہ پرندوں کی طرح دو بازو عطا فرمائے جن سے اب وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دو بازوؤں ہی کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے انہیں ذوالجناحین فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نام کے آخر میں جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے لفظ طیار کا بھی اضافہ کیا جاتا ہے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر جب جعفر رضی اللہ عنہم کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے ملتے تھے تو انہیں ہمیشہ ابن ذوالجناحین ہی کہہ کر سلام کیا کرتے تھے۔ تاہم یہ بات بعض راویوں نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کی ہے لیکن درحقیقت اس سلسلے میں وہی بات صحیح ہے جو صحیح بخاریؒ میں درج ہے۔

حافظ ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ان سے یکے بعد دیگرے علی بن حجر اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے العلاء بن عبدالرحمٰن اور ان کے والد اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا کہ:

''میں نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے دیکھا ہے''۔

اس سے قبل ترمذیؒ نے ایک حدیث کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کے وقت تینتیس سال کے تھے لیکن ابن اثیر نے اپنی کتاب ''غابہ'' میں ان کی شہادت کے وقت عمر اکتالیس سال بتائی ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ کچھ لوگ اس بارے میں مختلف الخیال ہیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے بھائی علی رضی اللہ عنہ سے عمر میں دس سال بڑے تھے اس لحاظ اور حساب سے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عمر ان کی شہادت کے وقت اکتالیس سال ہوتی ہے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تھا اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی جس کے بعد جیسا کہ مشہور ہے وہ مکے میں تیرہ سال رہے اور جب انہوں نے مکے سے ہجرت کی اس وقت ان کی عمر اس حساب سے اکیس سال تھی۔ اور چونکہ غزوۂ موتہ ہجرت کے آٹھویں سال وقوع پذیر ہوا تو اکیس سال میں آٹھ سال اضافے کے بعد اس وقت خود علی رضی اللہ عنہ کی عمر انتیس سال تھی اور چونکہ جیسا پہلے بتایا جا چکا ہے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ لہٰذا اس حساب سے ان کی عمر شہادت کے وقت ٹھیک اکتالیس سال ٹھہرتی ہے۔ (مؤلف)

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے غزوۂ موتہ میں ان کی شہادت کے بعد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو طیار کہا جانے لگا تھا۔

حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بڑا دردناک و پراثر مرثیہ تھا۔

③ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ بن امری القیس بن عمرو بن امری القیس الاکبر بن مالک بن الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن حارث بن الخزرج ابومحمد عموماً ابن رواحہؓ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں اور کچھ لوگ انہیں ابوعمرو الانصاری الخزرجی بھی کہتے ہیں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے ماموں اور عمرہ بنت رواحہ کے بھائی تھے۔ ان

Marfat.com

کا شمار بھی قدیم ترین اسلام وایمان لانے والوں میں ہوتا ہے۔ وہ بیعتِ عقبہ میں شریک اور بنی حارث بن خزرج کے نقیبوں میں سے تھے انہوں نے بدر واُحد' غزوۂ خندق' حدیبیہ اور غزوۂ خیبر میں بھی شرکت کی تھی اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' وہی تھے جو عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے مکے میں داخلے کے وقت آپ کی سواری کی باگ یا رکاب تھامے آپؐ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور پکار پکار کر کہتے جاتے تھے:

''اے اولادِ مشرکین! ایک طرف ہٹ کر رسول اللہ (ﷺ) کے لیے راستہ خالی کر دو''۔

وہ اس کے علاوہ رسول اللہ (ﷺ) کی مدح' توحید خداوندی اور آپ کی نبوت کا اعلان بھی بصورت اشعار فی البدیہہ کرتے جاتے تھے۔

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ موتہ میں اپنے دو ساتھی امرائے لشکر اسلامی یعنی زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد اسلامی علم بلند کیے' مجاہدین اسلام کے حوصلے بڑھاتے اور کثیر التعداد' تربیت یافتہ رومی لشکر کے مقابلے میں پرستارانِ حق کی مثالی شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے جس کا اعلان خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ صرف داخل جنت ہو کر زندگی میں آپؐ سے جدا ہوئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں مدینے سے غزوۂ موتہ کے لیے رخصت کرتے وقت فرمایا تھا:

''جاؤ' اللہ تمہیں ثابت قدم رکھے''۔

ہشام ابن عروہ کہتے ہیں:

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کے وقت تک ثابت قدم رکھا جس کے بعد وہ داخل جنت ہو گئے''۔

حماد بن زید ثابت اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں حاضرین سے مخاطب تھے۔ اسی دوران میں آپؐ نے ان لوگوں سے جو کھڑے ہوئے تھے فرمایا: ''بیٹھ جاؤ'' تو وہ لوگ فوراً بیٹھ گئے لیکن اس کے ساتھ ہی عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی جو مسجد سے الگ ایک جگہ کھڑے آپ کا خطبہ سن رہے تھے بیٹھ گئے۔ جب دوسرے لوگوں نے جو مسجد سے باہر ابن رواحہؓ کے ساتھ کھڑے آنحضرت ﷺ کا خطبہ سن رہے تھے آپ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے مزید نوازے اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کا جو جذبہ اور اس کی باتیں سننے کا جو اشتیاق ان کے دل میں ہے اسے اور بڑھائے''۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر بھی حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی دیگر مشہور شعرائے عرب نے مرثیے کہے ہیں۔

Marfat.com

شہدائے موتہ کے اسماءِ گرامی

غزوۂ موتہ میں شہید ہونے والے مہاجرین میں سے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے علاوہ تین غلام زید بن حارثہ کلبی، مسعود بن اسود بن حارثہ بن نضلہ العدوی اور وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہم یعنی کل چار افراد تھے اور انصار میں سے عبداللہ بن رواحہ، عباد بن قیس الخزرجیان، حارث بن نعمان بن اساف بن نضلہ نجاری، سراقہ ابن عمرو بن عطیہ بن خنسا المازنی رضی اللہ عنہم یعنی یہ بھی چار ہی افراد تھے۔ اس طرح مہاجرین وانصار دونوں کو ملا کر شہدائے موتہ کی مجموعی تعداد آٹھ تھی۔ البتہ ابن ہشام ابن شہاب زہری کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ شہدائے موتہ میں عمرو بن زید بن عوف بن مبذول المازینان کے دو بیٹے جو آپس میں علاتی بھائی تھے اور سعد بن حارث بن عباد بن سعد بن عامر بن ثعلبہ بن مالک افصی کے دو بیٹے بھی شامل تھے۔

اگر ابن ہشام کی زبانی ابن شہاب زہری کی بیان کردہ یہ بات درست تسلیم کر لی جائے تب بھی شہدائے موتہ کی مجموعی تعداد بارہ افراد سے تجاوز نہیں کرتی اور یہ کچھ کم اور معمولی بات نہیں ہے کہ ایک لاکھ رومی اور ایک لاکھ عرب کی نصرانی فوج یعنی دشمن کی دو لاکھ افراد پر مشتمل ہر طرح کے اسلحہ جنگ سے لیس افواج کا مقابلہ صرف تین ہزار اسلامی مجاہدین نے جم کر کیا اور اس میں اپنے صرف بارہ آدمی کھوئے جب کہ انہوں نے دشمن کی فوج میں نہ صرف کشتوں کے پشتے لگائے بلکہ اس پر فتح بھی حاصل کی۔

غزوۂ موتہ میں شریک مجاہدین میں سے صرف ایک خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بیان یہ ہے کہ اس روز ان کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹی تھیں جن سے یکے بعد دیگرے انہوں نے جتنے زیادہ سے زیادہ مشرک وہ قتل کر سکتے تھے کیے تھے اور آخر میں ان کے ہاتھ میں ایک یمنی تلوار کا صرف قبضہ رہ گیا تھا اور انہوں نے اسی سے لاتعداد باطل پرستوں اور صلیب کے پجاریوں کے مقابلے میں اسلام وقرآن کا دفاع کیا تھا۔ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے اس بیان کے علاوہ مجموعی طور پر غزوۂ موتہ میں شریک اور راہِ خدا میں لڑنے والے مجاہدین اسلام کے جذبہ ایمانی اور ان کے حق میں نصرت خداوندی کا ثبوت مندرجہ ذیل آیت قرآنی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَ قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ..... الخ ﴾

Marfat.com

ملوکِ عالم کے نام آنحضرت ﷺ کے خطوط

واقدی کے بقول ملوکِ عالم کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی مراسلت کا آغاز سال ششم ہجری میں ہوگیا تھا جب کہ بیہقی کہتے ہیں کہ اس کی ابتداء سال ہشتم ہجری میں ہوئی تھی۔ البتہ اس بارے میں ان دونوں میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس کا آغاز صلح حدیبیہ یا غزوۂ موتہ کے بعد ہوا تھا۔

بہرکیف جہاں تک اس سلسلے کا آغاز صلح حدیبیہ کے بعد ہونے کا سوال ہے تو اس کا ثبوت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے ایک مصدقہ بیان سے ملتا ہے جو درج ذیل ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہمارا تعلق تاجروں کی قوم سے تھا اور ہم اکثر شام کی طرف تجارتی قافلے لے کر جایا کرتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی مکے سے ہجرت اور آپؐ کے ساتھ ہماری لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد ہمارا یہ کاروبار قریباً ختم ہوگیا تھا لیکن صلح حدیبیہ کے بعد جب ہم اہل مکہ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا تو ہم نے یہ تجارتی سلسلہ پھر شروع کیا کیونکہ مجھے اہل مکہ نے مجبور کیا کہ میں اب کے ایک بڑا تجارتی قافلہ لے کر شام کی طرف جاؤں تاکہ پچھلے دونوں کی کچھ تلافی ہو جائے۔ چنانچہ میں نے ایک تجارتی قافلہ ترتیب دیا جس میں مکے کے قریب قریب ہر عورت و مرد کا کچھ نہ کچھ تجارتی مال شامل تھا''۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں:

''میں یہ قافلہ لے کر اس کے سربراہ کی حیثیت سے شام کی طرف سفر کر رہا تھا تو فلسطین کے علاقے غزہ پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ روم کا شہنشاہ ہرقل یروشلم کی زیارت اور وہاں نصرانیوں کے عظیم کلیسا کے لیے تحائف لے کر بیت المقدس آیا ہوا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسے یہ وہم ہوگیا ہے کہ اس کے شامی مقبوضات پر اطراف کے کچھ بااقتدار لوگ حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس سلسلے میں جب اس نے اپنے دانشور مصاحبین سے مشورہ کیا تو وہ بولے کہ ایسے لوگ صرف یہودی ہو سکتے ہیں اس لیے انہیں چن چن کر قتل کر دیا جائے''۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں:

''مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہرقل نے اپنے مشیروں کی یہ بات سن کر ان سے پوچھا: ''تم لوگ قریش کی حربی قوت اور ان کے مقابلے میں مدینے میں جو ایک نئی قوت ابھر رہی ہے اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟'' اس سوال کا جواب ہرقل کے مشیروں نے یہ دیا کہ قوم قریش اور مدینے کی نئی قوت تو باہم مذہبی مناقشات میں الجھی ہوئی ہیں اس لیے ان کی طرف سے خطرے کی کوئی بات نہیں لیکن ہرقل نے انہیں مدینے کی اس نئی اسلامی قوت کی طرف توجہ دلائی جو اس وقت تک

Marfat.com

مشرکین مکہ اور خیبر وغیرہ کے یہودیوں کو پے در پے شکست دیتی چلی آ رہی تھی تو ہرقل کے مشیر بھی سوچ میں پڑ گئے لیکن انہوں نے اسے فوراً یہ بتایا کہ قریش مکہ کا ایک معزز شخص ایک بڑا تجارتی قافلہ لیے شام کی طرف جا رہا ہے جو اس نئی ابھرتی ہوئی اسلامی قوت کے بارے میں صحیح معلومات بہم پہنچا سکتا ہے''۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہرقل نے اپنے مشیروں کے اس مشورے کو صائب سمجھ کر مجھے طلب کیا اور ابتدائی تعارف کے بعد مجھ سے جو سوالات کیے اور میں نے ان کے جو جوابات دیئے وہ یہ ہیں:

ہرقل: ''میں نے سنا ہے کہ تمہاری قوم کے ایک شخص محمد (ﷺ) نامی نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ کیا یہ درست ہے؟''۔

ابوسفیان: ''جی ہاں یہ درست ہے''۔

ہرقل: ''کیا محمد (ﷺ) تمہاری قوم کے کسی بہت مالدار قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟''۔

ابوسفیان: ''وہ مالی حیثیت کے لحاظ سے ایک اوسط درجے کے ہاشمی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں''۔

ہرقل: ''کیا ان کے پیرو سب کے سب صاحب ثروت اشخاص ہیں؟''۔

ابوسفیان: ''وہ قریباً سب نادار، مفلس، مسکین اور مفلوک الحال لوگ ہیں''۔

ہرقل: ''کیا تمہاری قوم میں اس سے پہلے بھی کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟''۔

ابوسفیان: ''جی نہیں''۔

ابوسفیان آگے بیان کرتے ہیں:

میرے یہ جوابات سن کر ہرقل بولا:

''تم نے میرے پہلے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ تمہاری قوم کے جس شخص نے تمہارے بقول نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ تمہاری قوم کے ایک اوسط درجے کی حیثیت کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے لیکن شاید تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اب تک جتنے نبی دنیا میں آئے ہیں ان سب کا تعلق اوسط درجے کے معمولی قبیلوں سے تھا۔

تم نے میرے دوسرے سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ تمہاری قوم میں پیدا ہونے والے اس بقول خود نبی کے قریباً سارے پیرو نادار، مفلس، مسکین اور مفلوک الحال لوگ ہیں تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ پچھلے تمام انبیاء کے تمام پیرو ایسے ہی لوگ تھے کیونکہ انہیں دنیا کا نہیں عاقبت کا خیال تھا۔ میرے تیسرے اور آخری سوال کا جواب تم نے یہ دیا ہے کہ اس شخص سے قبل تمہاری قوم کے کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور تم ابتداء میں یہ بتا چکے ہو کہ محمد (ﷺ) کا تعلق تمہاری قوم سے ہے اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خدا کے رسول ہیں تو سن لو کہ انجیل میں بشارت موجود ہے کہ خدا کا آخری نبی اور رسول عرب کی سرزمین پر پیدا ہوگا اور اس کا نام احمد ہوگا تم نے اپنی قوم کے اس مدعی نبوت کا نام محمد بتایا ہے تو یہ تو تمہیں معلوم ہوگا کہ تمہاری زبان میں احمد اور محمد مترادف الفاظ ہیں۔ اور یہ بھی سن لو کہ ہر نبی کا انداز بیشک رہا ہے۔ جو تمہارے

Marfat.com

بقول اس مدعی نبوت کا ہے"۔

ابوسفیان آخر میں کہتے ہیں کہ:

"ہرقل کی یہ باتیں سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے اس کے پاس سے واپس آ کر اپنے قافلے کو فوراً وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا"۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے زہریؒ نے بیان کیا کہ انہیں ایک نصرانی راسقف نے بتایا کہ اسی زمانے میں دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ ہرقل کے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر پہنچے تھے جس میں لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے عظیم ہرقل کے نام۔ جس نے ہدایت کا پاس کیا اس پر سلام۔ امابعد! اسلام قبول کرو اس کا اجر تمہیں اللہ تعالیٰ دو مرتبہ دے گا اور اگر تم نے انکار کیا تو اس کی ذمہ داری بھی تمہیں دوہری اٹھانا ہوگی"۔

اسی اسقف نے زہری کو مزید بتایا کہ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے اس خط کو آخر تک پڑھوا کر اپنے پاس محفوظ کر لیا اور پھر ایک رومی عالم کو جو عبرانی زبان سے واقف تھا لکھا کہ:

"جس نبی کی انجیل میں بشارت دی گئی تھی اس کا عرب میں ظہور ہو گیا ہے اور ہم اسی وقت کے منتظر تھے لہٰذا ہمیں اس کی اتباع پر کمربستہ ہو جانا چاہیے"۔

اس کے بعد اس نے اپنی سلطنت کے امراء کو اپنے دربار میں بلا کر سمجھایا کہ

"ہم نصرانیوں پر اس نبی کی اتباع لازم ہے جس کی انجیل میں بشارت دی گئی ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس بزرگ ہستی کا مکتوب گرامی آیا ہے جس میں اس نبی مکرم (ﷺ) نے مجھے اسلام کی دعوت دی ہے۔ میرا مصمم ارادہ ہے کہ میں اس دعوت کو قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جاؤں۔ مجھے امید ہے کہ تم سب لوگ بھی اس سلسلے میں میری پیروی کرو گے"۔

ہرقل کی زبان سے یہ گفتگو سن کر درباری امراء دنگ رہ گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے اس کے اس ارادے کی شدید مخالفت نہ کی ہو بلکہ اس نے دیکھا کہ ان کے اشارے پر دربار کے تمام دروازے بند کیے جا رہے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے کٹر مذہبی درباری اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں اس لیے اس نے فوراً ہنس کر کہا:

"خداوند کا شکر ہے کہ تم اس کڑی آزمائش میں پورے اترے مجھے تمہاری مذہبی پختگی کا پورا پورا یقین تھا لیکن میں صرف تمہیں آزمانا چاہتا تھا۔ تمہیں اس سخت امتحان میں کامیابی مبارک ہو"۔

ہرقل کی زبان سے یہ کلمات سن کر اس کے دربار کے تمام بند دروازے کھلوا دیے گئے اور اس کا ہر درباری اس کے سامنے حسب دستور سر بسجود ہو گیا جس پر ہرقل نے اطمینان کا سانس لیا۔

بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ حمص میں پیش آیا تھا جہاں ہرقل نے خود اپنے درباریوں پر دربار کے دروازے

Marfat.com

بند کرائے اور اس وقت تک نہیں کھلوائے تھے جب تک انہوں نے اس کی اتباع کا اقرار نہیں کیا تھا اور سر بسجود نہیں ہو گئے تھے۔

''بخاری نے ابوسفیان اور ہرقل کی ملاقات کا واقعہ جس کی ابن اسحٰق نے بھی تصدیق کی ہے بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ابوسفیانؓ ہرقل کے دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تھا کیونکہ اس نے نہ صرف آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تھی بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ دین اسلام بت پرستی پر جلد غالب آ جائے گا''۔

یہ روایت غریب ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کے بیان میں ان دونوں میں سے کسی کی کوئی ذاتی مصلحت نہیں تھی۔ واللہ اعلم (مؤلف)

ابن جریرؒ اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ انہیں ابن حمید' سلمہ اور محمد بن اسحٰق نے بعض اہل علم کے حوالے سے بتایا کہ جب دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا مکتوب جس میں آپؐ نے اسے دعوتِ اسلام دی تھی لے کر ہرقل کے پاس پہنچے تو اس نے اسے پڑھ کر ان سے کہا کہ:

''میں جانتا ہوں کہ تمہارے نبی' نبی مرسل ہیں لیکن میں روم کے عوام سے خائف ہوں اس لیے بہتر ہے کہ آپ یہ خط اسقف کے پاس لے جائیں کیونکہ اس کا رومیوں پر مجھ سے زیادہ اثر ہے اور وہ مجھ سے زیادہ اس کی بات مانتے ہیں''۔

چنانچہ دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ آپ کا وہ مکتوب لے کر اسقف اعظم کے پاس گئے تو اس نے بھی آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور پھر انہیں ساتھ لے کر روم کے بڑے کلیسا میں گیا اور وہاں لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ:

''اے روم والو! یہ اللہ کے نبی کا قاصد ان کا مکتوب لے کر آیا ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں جن کی بشارت انجیل میں دی گئی ہے اور ان کا نام احمد بتایا گیا ہے''۔

اسقف کی یہ بات سن کر جملہ حاضرین نے ایک شخص کے سوا اس کی تائید کی جس کے بعد اس مخالفت کرنے والے کو زدوکوب کر کے قتل کر دیا گیا۔

جب دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ نے ہرقل کے پاس آ کر اسے وہ واقعہ سنایا تو وہ بولا:

''دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ رومیوں پر مجھ سے زیادہ اثر اسقف کا ہے' ہم بادشاہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ہمیں عام رومیوں سے اپنی جان کا خوف رہتا ہے''۔

جب اسقف نے قیصر روم ہرقل سے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا تو اس نے اسے بھی وہی جواب دیا جو دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ طبرانی نے بھی اس بارے میں یہی روایت پیش کی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اسقف اس وقت شام میں تھا اور جب اس نے وہاں رومیوں سے اسلام قبول کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ان سے کہا کہ پھر

Marfat.com

وہ مسلمانوں کو جزیہ دینے کے لیے رضامند ہو جائیں۔ اس پر وہ بولے:

''ہم عربوں سے ملک، سلطنت اور دولت و حشمت کس بات میں کم ہیں جو ہم ان کی تابعداری کریں''۔

ان کا یہ جواب سن کر اسقف بولا:

''پھر تم سرزمین سوریہ مسلمانوں کے حوالے کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

سرزمین سوریہ سے اسقف کی مراد فلسطین، اردن، دمشق، حمص بلکہ ساری سرزمین شام تھی لیکن جب روم کو وہ نصرانی جو اس وقت وہاں صاحب اقتدار تھے اس کی بات ماننے پر رضامند نہ ہوئے تو وہ اس سرزمین کو چھوڑ کر الوداع کہتا ہوا قسطنطنیہ چلا گیا۔ واللہ علم

شام کے عربی النسل نصرانی بادشاہ کے نام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب

ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ ہرقل کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسد بن خزیمہ کے بھائی شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فرمانروائے شام منذر ابن حارث بن ابی شمر غسانی کو اس قسم کا ایک خط لکھا جس میں اسے محاسن اسلام بتا کر دعوتِ اسلام دیتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس کا ملک اس کے قبضے میں رہے گا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی اسے پڑھ کر سنایا گیا تو منذر بن حارث بولا:

''مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے، اگر کسی نے اس کی کوشش کی تو میں اس کی خبر لینے کے لیے اس کے ملک پر چڑھ دوڑوں گا''۔

Marfat.com

شاہِ فارس کے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب

بخاریؒ لیث کا بیان یونس، زہری، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالوں کے ساتھ پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو شاہ فارس کسریٰ کے نام خط دے کر ایران روانہ فرمایا اور اسے حکم دیا کہ:

''اگر فرمانروائے فارس تمہیں بحرین کی طرف دھکا دے تو تم بھی اسے بحرین کی طرف دھکا دے دینا''۔

یعنی اگر وہ اس کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو وہ بھی اس پر لعنت بھیج کر خاموشی سے واپس چلا آئے۔ جب اس شخص نے آپ کا مکتوب گرامی ایران پہنچ کر کسریٰ کو دیا تو اس نے اسے پڑھ کر پھاڑ ڈالا اور بولا:

''میں سب کچھ سمجھ گیا ہوں، کیا (نعوذ باللہ) اس نے ہمیں بھی عرب سمجھا ہے؟''۔

جب آپؐ کے اس قاصد نے واپس آ کر آپ کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

''سب پھاڑنے والے پھاڑ دیئے جائیں گے''۔

یعنی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ یہ ایران و اہل ایران کے حق میں گویا آپ کی بددعا اور پیغمبرانہ پیشگوئی تھی۔

عبداللہ بن وہب، یونس اور زہری کے حوالے دے کر کہتے ہیں کہ آخر الذکر کو عبدالرحمٰن بن عبدالقاری نے بتایا کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے قاصد نے ایران میں آپ کے مکتوب گرامی کے ساتھ کسریٰ کے طرز عمل کا واقعہ سنایا اسی روز آپؐ نے مسجد میں حاضرین کو منبر سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''میں آپ لوگوں میں سے بعض کو عجمی بادشاہوں کی طرف بھیجنا چاہتا ہوں لیکن یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ لوگ مجھ سے اس طرح اختلاف نہ کریں جیسے بنی اسرائیل نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے کیا تھا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ سن کر مہاجرین یک زبان ہو کر بولے:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کی رائے عالی سے تا بہ ابد سر مو اختلاف نہیں کریں گے، آپ ہمیں جہاں چاہیں بھیج دیجیے''۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان مہاجرین کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی اور شجاع رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کی طرف (اپنا دوسرا مکتوب دے کر) روانہ فرما دیا۔ جب آپؐ کے یہ قاصد ایران پہنچے تو کسریٰ نے اپنے ایوان دربار کو مزید آراستہ کرنے کا حکم

---

❶ ہمارے اصل مآخذ میں یہی لکھا ہے لیکن ابن ہشام کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب کو شام کے حکمران حارث بن شمر غسانی کے پاس بھیجا تھا اور ایک آخری روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے انہیں جبلہ بن ایہم غسانی کے پاس بھیجا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

دیا اور وہاں امراء وعظمائے ایران کو طلب کیا۔ اس کے بعد آپؐ کے قاصد شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو دربار میں باریابی کی اجازت دی۔

جب شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کسریٰ کے دربار میں پہنچے تو کسریٰ نے حکم دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب ان سے لیا جائے لیکن انہوں نے کہا کہ:

''مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ میں ان کا یہ مکتوب گرامی جناب والا کے ہاتھ میں بذات خود دوں''۔

کسریٰ نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو انہیں قریب بلایا اور ان کے ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی لے کر اپنے درباری کاتب کو جس کا تعلق حیرہ سے تھا طلب کیا اور اسے وہ خط دے کر پڑھنے کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کی تحریر کی ابتدا یہ تھی:

''محمد بن عبداللہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے فارس کے عظیم کسریٰ کے نام''۔

لیکن کسریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے تعارف کی اس انداز میں ابتداء سنتے ہی باقی خط پڑھوائے بغیر غضب ناک ہو کر مذکورہ بالا کاتب کے ہاتھ سے آپ کا مکتوب گرامی لے کر پھاڑ ڈالا اور شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے دربار سے نکل جائیں۔

شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کسریٰ کے دربار سے باہر آ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور سوچنے لگے کہ واپسی کے لیے کون سا راستہ اختیار کیا جائے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب گرامی کے ساتھ کسریٰ کے اس طرز عمل کی اطلاع جلد از جلد دی جا سکے۔ لیکن فوراً ہی کوئی حتمی فیصلہ کر کے گھوڑے کو ایک طرف سرپٹ ڈال دیا۔

اُدھر کسریٰ نے شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کے چہرے سے ان کے غصے کا اندازہ لگا کر انہیں واپس بلانے کے لیے کوئی آدمی دوڑایا اور کاتب کو حکم دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی جوڑ کر اس کا باقی حصہ اسے پڑھ کر سنائے۔ کسریٰ کے بھیجے ہوئے شخص نے کافی دور تک شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو واپس لانے کے لیے دونوں راستوں پر یکے بعد دیگرے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ اس وقت تک حیرہ سے بھی کہیں آگے نکل آئے تھے۔

جب شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے مدینے پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے مکتوب گرامی کے ساتھ کسریٰ کے طرز عمل کا واقعہ سنایا یعنی اس نے آپ کا خط لے کر اس کے افتتاحی الفاظ سن کر اسے پھاڑ دیا تھا تو آپؐ نے فرمایا:

''کسریٰ نے اپنے ہاتھوں اپنا ملک پارہ پارہ کر دیا ہے''۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ ان سے احمد بن حمید، سلمہ اور ابن اسحاق نے زید بن ابی حبیب کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب گرامی دے کر کسریٰ کے پاس عبداللہؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم کو بھیجا تھا اور آپؐ کے اس مکتوب گرامی کی افتتاحی سطور یہ تھیں:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے فارس کے عظیم کسریٰ کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت

Marfat.com

کی اتباع کی' اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں (کیونکہ) میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف سے میری ذمہ داری ساری زندہ انسانی برادری کو خدا کے غضب سے ڈرانا اور اس کی طرف سے کافروں کے سامنے قول حق پیش کرنا ہے تم چاہو تو یہ دعوتِ حق قبول کرلو' عدم قبول کی صورت میں ایران کے تمام مجوسیوں کا گناہ تمہارے سر ہوگا''۔

جب آنحضرت ﷺ کا یہ مکتوب گرامی کسریٰ کو پورا پڑھ کر سنایا گیا تو وہ غصے سے بولا:

''یہ خط اس شخص نے مجھے لکھنے کی جسارت کی جو (نعوذ باللہ) خود میرا غلام ہے''۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ کسریٰ نے یہ کہہ کر باذام کو جو یمن میں اس کا نائب تھا ایک خط لکھوایا اور اسے حکم دیا کہ وہ جلد سے جلد اپنے دو آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجے اور انہیں لکھے کہ وہ ان آدمیوں کے ساتھ کسریٰ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

باذام نے کسریٰ کا یہ خط ملتے ہی اسے اپنے کاتب ومحاسب کے ہاتھ جس کا نام قہرمانہ تھا آنحضرت ﷺ کے پاس روانہ کر دیا۔ باذام نے قہرمانہ کے ہمراہ فارس کا ایک اور شخص خرخرہ نامی بھی کر دیا اور ان دونوں کو آپؐ کے نام ایک خط بھی دیا جس میں لکھا تھا کہ کسریٰ کے حکم کی فوری تعمیل کی جائے۔

ابن جریر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب باذام کے بھیجے ہوئے یہ دونوں آدمی طائف پہنچے اور انہوں نے وہاں کسی سے آنحضرت ﷺ کا پتہ پوچھا تو اس نے انہیں بتایا کہ آپ کا قیام مدینے میں ہے لیکن جب اس شخص نے ان سے ان کے حجاز میں آنے کا مقصد پوچھا تو انہوں نے اسے ساری بات بتا دی جسے سن کر طائف کا وہ شخص بہت خوش ہوگیا اور اس نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ اب انہیں اور قریش مکہ کو کوئی فکر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آنحضرت ﷺ کو کسریٰ نے قابو کرلیا ہے اور انہیں (نعوذ باللہ) سزا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا یعنی جو کام اس وقت تک قریش نہ کر سکے وہ کام اب کسریٰ جیسا باجبروت ایرانی بادشاہ کر دکھائے گا۔

بہرکیف جب باذام حاکم یمن کے فرستادہ دونوں شخص مدینے پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے فارس کے دوسرے شخص اباذویہ نے آپ کو کسریٰ اور باذام کے خطوط دے کر آپؐ سے زبانی کہا کہ:

''ملک الملوک کسریٰ شہنشاہ ایران نے باذام حاکم یمن کو حکم دیا تھا کہ وہ آپؐ کے پاس دو آدمی بھیج کر آپ کو شہنشاہ ایران کا حکم سنائیں بلکہ آپ کو خود لے کر شہنشاہ کی خدمت میں حاضر کریں۔ چنانچہ آپ باذام کے حکم کے مطابق پہلے ہمارے ساتھ فوراً یمن چلئے تاکہ وہاں سے آپ کو ایران میں شہنشاہ کی خدمت میں حاضر کیا جائے''۔

اس کے بعد اباذویہ نے آپ سے مزید کہا:

''آپ کے لیے شہنشاہ کے حکم کی تعمیل ہی بہتر ہے کیونکہ اگر آپؐ نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ نہ صرف آپ کو ہلاک کردیں گے بلکہ آپ کے سارے ملک کو بھی تباہ وبرباد کر ڈالیں گے''۔

Marfat.com

ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ جب ماذام حاکم یمن کے فرستادہ یہ دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ کو ان کی یہ شکلیں ناگوار گزریں اور آپؐ نے اباذویہ ہی سے جس نے آپؐ سے سلسلہ کلام شروع کیا تھا فرمایا:

''مجھے تیری اور تیرے ساتھی کی یہ شکل وصورت دیکھ کر افسوس ہوا۔ پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ایسی وضع رکھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟''۔

باذویہ نے جواب دیا:

''یہ حکم ہمیں ہمارے مالک نے دیا ہے''۔

ظاہر ہے کہ اس کی مراد کسریٰ سے تھی۔ باذویہ کا جواب سن کر آپؐ نے فرمایا:

''مگر ہمارے مالک نے تو ہمیں داڑھی رکھنے اور مونچھیں کم کرنے کا حکم دیا ہے''۔

بہرکیف اس کے بعد آپؐ نے باذویہ اور اس کے ساتھی قہرمانہ سے کہا کہ وہ دونوں اگلے روز آپؐ کے پاس آئیں تاکہ آپؐ انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ فرما سکیں۔ آپؐ سے یہ سن کر وہ دونوں آپؐ سے اگلے روز آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے لیکن اسی روز آپ کو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے فلاں رات کو فلاں شہر میں قتل کر کے ایران کے تخت اور سلطنت پر قبضہ کر لیا ہے۔

ابن جریر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے خود ہی ماذام کے فرستادہ دونوں آدمیوں کو بلا کر انہیں یہ خبر سنائی تو وہ حیرت سے بولے:

''آپؐ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے سمجھ بھی رہے ہیں؟''۔

آپؐ نے فرمایا:

''جو اطلاع میں نے تمہیں دی ہے وہ بالکل درست ہے اور میں اسے خوب جانتا اور سمجھتا ہوں۔ بہرحال اب تمہیں چاہیے کہ یہاں سے فوراً یمن واپس جاؤ اور وہاں ماذام کو یہ اطلاع دے دو''۔

آپؐ نے انہیں کچھ زر نقد بھی دیا تھا۔

اباذویہ اور اس کا ساتھی قہرمانہ دونوں آپؐ سے مذکورہ بالا خبر سن کر پہلے حواس باختہ ہو چکے تھے چنانچہ آپؐ کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اسی روز واپس یمن چلے گئے۔

اباذویہ نے یمن پہنچ کر جب ماذام کو مذکورہ بالا خبر سنائی تو وہ بھی حیران رہ گیا لیکن اباذویہ نے اسے مشورہ دیا کہ جب تک ایران سے اس خبر کی تصدیق نہ ہو جائے اس کی اطلاع یمن میں کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔

ماذام نے کہا:

''ایسا ہی ہوگا لیکن اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس شخص کے مخبر صادق ہونے میں کلام نہیں ہے۔ البتہ اگر یہ خبر غلط ہوئی تو ہم پھر

Marfat.com

اسے دیکھ لیں گے"۔

جیسا کہ ابن جریر نے لکھا ہے اس کے چند روز بعد ہی ماذام کو شیرویہ نے خط لکھا کہ اس نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ اس نے ایرانیوں پر ظلم و تعدی اور ایران کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اس کے آگے شیرویہ نے ماذام کو لکھا کہ جس طرح وہ اس کے باپ کا فرمانبردار اور اطاعت گزار رہا ہے رہے تو اسے پہلے کی طرح یمن کا حاکم رہنے دیا جائے گا اس لیے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا رہے۔

شیرویہ کی طرف سے یہ خط ملنے کے بعد ماذام نے اباذویہ سے کہا:

جس شخص نے تمہیں یہ خبر سنائی تھی وہ یقیناً نبی مرسل ہے کیونکہ انبیاء کے سوا دوسروں سے پہلے ایسی اہم خبریں کسی کو نہیں ہوتیں۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ چونکہ ماذام کو آنحضرت ﷺ کے سچا نبی ہونے کا یقین کامل ہو چکا تھا اس لیے وہ نہ صرف خود مسلمان ہو گیا بلکہ اس کی تلقین پر یمن میں جتنے ایرانی باشندے تھے سب نے اسلام قبول کر لیا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے کسریٰ کی ہلاکت کے بارے میں ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"کسریٰ پر لعنت ہو کہ وہ ایران کے بعد عرب کو بھی تباہ و برباد کرنے پر تلا ہوا تھا"۔

پھر جب آپ کو یہ اطلاع دی گئی کہ شیرویہ نے اپنے بعد اپنی بیٹی کو ایران پر حکومت کے لیے نامزد کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا:

"جس قوم کی حکمران کوئی عورت ہو گی وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتی"۔

بیہقی کا بیان ہے کہ کسریٰ سے کسی شخص نے اس کے محل سے باہر اس عصا کی طرف اشارہ کر کے جسے وہ عموماً سہارے کے لیے لے کر چلا کرتا تھا کہا تھا کہ اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو اس کا وہ عصا ٹوٹ جائے گا لیکن اس نے جواب دیا تھا کہ: "میرا یہ عصا کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ اس کے فوراً بعد جب کسریٰ اپنے خلوت خانے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں وہی شخص موجود ہے اور اس سے کہہ رہا ہے کہ اگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا تو اس کا عصا ٹوٹ جائے گا۔ اس پر اس نے پھر وہی جواب دیا کہ اس کا وہ عصا ہرگز نہیں ٹوٹے گا۔ پھر کسریٰ نے اپنے حاجب کو بلا کر پوچھا: یہاں اس شخص کو داخل ہونے کی کس نے اجازت دی ہے؟" کسریٰ کے حاجب نے حیران ہو کر جواب دیا: "اعلیٰ حضرت! یہاں تو کوئی نہیں ہے"۔ یہ سن کر کسریٰ نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو واقعی وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ کسریٰ نے اس عجیب و غریب واقعے کو وہم سمجھ کر بھلانا چاہا لیکن بھلا نہ سکا اور اس کے چند روز بعد ہی اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کر دیا۔

بیہقی مزید بیان کرتے ہیں کہ کسریٰ کے قتل کی خبر عرب میں مشتہر ہونے سے قبل سب سے پہلے سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ نے سن کر آنحضرت ﷺ کو سنائی تھی تو آپؐ نے اس پر حیرت کا اظہار نہیں فرمایا تھا لیکن بعد میں لوگ عموماً کہتے تھے کہ:

"کسریٰ نے آنحضرت ﷺ کے مکتوب گرامی کی توہین کی تھی اس لیے کسریٰ رہا نہ اس کا ملک اس کی اولاد کے قبضے میں رہا لیکن اس کے مقابلے میں قیصر روم نے چونکہ آپؐ کے مکتوب کا نہ صرف احترام کیا تھا بلکہ اسے مشک میں بسا کر محفوظ کر لیا تھا اس لیے اس کا ملک علیٰ حالہ اب تک باقی ہے"۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا خط مقوقس کے نام

آنحضرت ﷺ نے چوتھا خط مقوقس حاکم اسکندریہ کو ارسال فرمایا تھا جس کا نام جریج بن بینا قبطی تھا۔ یونس بن بکیر ابن اسحٰق کے حوالے سے کہتے ہیں کہ ان سے یعنی ابن اسحٰق سے زہری نے عبداللہ بن القاری کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مقوقس صاحب اسکندریہ کے نام جو خط بھیجا تھا اسے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ آپؐ کے حکم سے لے کر گئے تھے اور جب وہ آپ کا وہ مکتوب گرامی لے کر اسکندریہ پہنچے تھے تو مقوقس نے انہیں بڑے عزت و احترام سے ٹھہرایا تھا اور آپ کا وہ مکتوب گرامی موصول ہونے پر انتہائی اظہار مسرت کرتے ہوئے جواباً آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا تھا نیز آپ کی خدمت میں تحائف کے طور پر قیمتی سرج کی مرصع عبا و قبا کے علاوہ دو کنیزیں بھی بھیجی تھیں جن میں سے آپؐ نے ایک جو بعد میں ام ابراہیم کہلائیں اپنی خدمت میں لے لی تھیں اور دوسری محمد بن قیس العبدی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی تھی۔

بیہقی نے مقوقس کے نام آنحضرت ﷺ کے مکتوب گرامی کے بارے میں متعدد مستند حوالوں کے ساتھ خود حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا جو اپنا بیان پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسکندریہ کے حکمران مقوقس کے پاس اپنا مکتوب گرامی دے کر بھیجا۔ تو اس نے مجھے اپنے خاص محل میں ٹھہرایا اور اپنے پاس بٹھایا۔ پھر اس نے اپنے مشیروں کو طلب کیا اور مجھ سے پوچھا: ''جن کا تم خط لائے ہو کیا وہ خدا کے نبی ہیں جیسا کہ انہوں نے اس خط میں لکھا ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''وہ خدا کے نبی بھی ہیں اور اس کے رسول بھی''۔

اس نے کہا:

''اگر وہ خدا کے رسول ہیں تو اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کے بجائے اپنا شہر اور اپنی قوم کو چھوڑ کر دوسرے شہر اور دوسرے لوگوں میں کیوں چلے گئے ہیں؟''۔

میں نے جواب دیا: ''حضرت عیسیٰ خدا کے رسول تھے یا نہیں؟''۔

وہ بولا: ''یقیناً تھے''۔

میں نے کہا:

''تو آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان کی قوم نے انہیں کتنا ستایا تھا بلکہ اپنے نزدیک سولی تک دے دی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان دنیا پر اٹھا لیا تھا''۔

میرا یہ جواب سن کر مقوقس بولا:

Marfat.com

''تم واقعی حکیم ہو اور تمہارے نبی بھی معدن حکمت اور واقعی سچے نبی ہیں''۔

حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ آگے بیان کرتے ہیں کہ:

''اس گفتگو کے بعد مقوقس نے میری خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور جب مجھے رخصت کیا تو رسول اللہ ﷺ کے لیے تحائف کے طور پر قیمتی ملبوسات کے علاوہ تین کنیزیں بھی بھیجی تھیں جن میں سے ایک آپؐ کے بیٹے ان کے بطن سے بعد میں ولادت پانے والے ابراہیم کی ماں ام ابراہیم ماریہ رضی اللہ عنہا تھیں اور دوسری سیرین تھیں جو آپؐ نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بخش دی تھیں جن کے بطن سے عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے''۔

حقیقت یہ ہے کہ مقوقس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بصد اظہار احترامات جو ہدایا بھیجے تھے ان میں تین کنیزیں تھیں جن میں سے ایک ماریہ قبطیہ نامی کنیز کو آپؐ نے اپنی خدمت میں لے لیا تھا جن کے بطن سے ابن رسول اللہ ابراہیمؓ پیدا ہوئے تو وہ ام ابراہیم کہلائیں۔ اس کے علاوہ مقوقس نے آپؐ کے لیے بطور ہدایا ایک سفید فام مادہ خچر' ایک جوڑی سیاہ مزین و منقش چرمی موزے اور ایک حبشی غلام بھیجا تھا جس کا نام مابور تھا۔ یہ غلام مصری دستور کے مطابق خصی کر دیا گیا تھا اور اس لیے آنحضرت ﷺ نے ام ابراہیم ماریہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آنے جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن اس کے بارے میں لاعلمی کی وجہ سے لوگوں میں غلط افواہیں پھیلنے لگیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے اس کے قتل کی اجازت طلب کی لیکن انہیں حقیقت حال کا علم ہوا تو آپؐ سے معافی چاہی اور دوسرے لوگ بھی اس حقیقت سے واقفیت کے بعد حد درجہ نادم ہوئے۔ (مؤلف)

Marfat.com

غزوہ ذات السلاسل

حافظ بیہقی کہتے ہیں کہ فتح مکہ سے قبل آنحضرت ﷺ کو خبر ملی تھی کہ شام کی سرحد پر بنی بلی اور بنی قضاعہ کے علاقے میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو کر پھر آپؐ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہیں تو آپؐ نے اس علاقے کے ان لوگوں کی اصلاح اور بصورت دیگر سرکوبی کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کے ایک رسالے کا سربراہ بنا کر ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا لیکن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ان فتنہ پرداز اور سرکش لوگوں کی تعداد ان کے عسکری رسالے سے کئی گنا ہے تو انہوں نے ایک مجاہد کو فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کمک کی درخواست کے ساتھ بھیج دیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ درخواست پہنچنے پر آپؐ نے ایک دوسرا فوجی رسالہ جس میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی شامل تھے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو مہاجرین میں سے تھے ان کی مدد کے لیے روانہ فرما دیا۔

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ بنی بلی کی طرف عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ قبیلہ العاص بن وائل کے رشتے سے ان کے ماموؤں پر مشتمل تھا۔ بہر کیف جب مذکورہ بالا کمک وہاں پہنچی تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بولے کہ باغیوں کے مقابلے میں پہلے اور دوسرے دونوں رسالوں کی کمان وہ کریں گے لیکن ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اصولاً ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ جو رسالہ بطور کمک آنحضرت ﷺ نے ان کی سرکردگی میں بھیجا ہے اس کے علاوہ پہلے رسالے کی سربراہی بھی انہی کی ذمہ داری ہے۔ تاہم اختلافی مسئلے کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہوئے جب ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے ان دونوں کو مزید بحث سے روکا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو فطری طور پر نرم و شگفتہ مزاج تھے اس بات پر راضی ہو گئے اور دونوں رسالوں کی سربراہی عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سپرد ہو گئی۔

اس کے بعد جب باغیوں نے مجاہدین کے ان دونوں رسالوں سے مقابلے کی کوشش کی تو تعداد میں ان کی مجموعی تعداد سے بھی کئی گنا ہونے کے باوجود ان سے شکست کھا کر پسپا ہو گئے۔ لیکن مجاہدین کے ہاتھ تھوڑے سے اونٹوں کے سوا مال غنیمت میں کچھ نہ لگا اور ان میں سے بھی دس اونٹ ان کے رات کے کھانے میں کام آ گئے۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس شب کو جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ کیا تھا سخت سردی تھی جس کی وجہ سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ محتلم ہو گئے لیکن پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے تیمم کر کے صبح کی نماز ادا کی۔ تاہم ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے قلت آب کی وجہ سے غسل نہیں کیا تھا اور جتنا پانی مل سکا اس سے ستر پاک کر کے تیمم کر لیا تھا لیکن ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے غسل کے بجائے تیمم پر اکتفا کیا تھا لیکن غسل ستر سے جو پانی بچ گیا تھا اس سے وضو کر لیا تھا۔

ایک آخری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے وافر مقدار میں پانی دستیاب ہونے کے باوجود صبح

Marfat.com

کی نماز سے قبل غسل نہیں کیا تھا اور جب اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا:

''عمرو! کیا تم نے غسل کے لیے پانی دستیاب ہونے کے باوجود بغیر غسل کیے جنبی حالت میں نماز پڑھی تھی؟''۔

آپؐ کے اس سوال کا جواب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ دیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) چونکہ وہاں صبح کے وقت بھی شدید سردی تھی اس لیے مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوگئی اور میں نے غسل کی جگہ تیمم اور اس کے بعد وضو کر کے نماز پڑھ لی۔ ویسے چونکہ میں نے قرآنی آیت:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾

''یعنی اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے''۔

سنی ہوئی تھی اس لیے میں اپنی جگہ مطمئن ہوگیا تھا''۔

کہا جاتا ہے کہ آنحضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی یہ آخری دلیل سننے کے بعد ہنس کر خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد کسی روایت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر انہیں سرزنش کی تھی یا نہیں۔

Marfat.com

ساحل بحر کی طرف غزواتی مہم

چونکہ فتح مکہ سے قبل آنحضرت ﷺ کو مکے مدینے کے درمیان ساحل بحر کے نزدیکی راستے میں مشرکین کی طرف سے شورش وبدامنی پھیلانے کی اطلاع ملی تھی اس لیے آپؐ نے اس طرف ایک غزواتی مہم پر مجاہدین اسلام کو روانہ فرمایا۔

امام مالکؒ وہب بن کیسان اور جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ساحل سمندر کے نزدیک علاقے میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں تین سو مجاہدین پر مشتمل ایک عسکری رسالہ روانہ فرمایا جس میں جابر رضی اللہ عنہ کے بقول وہ خود بھی شامل تھے۔

جابر رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں:

''ابھی ہم راستے ہی میں تھے کہ ہمارا زادراہ سوائے کچھ کھجوروں کے ختم ہو گیا اور زادراہ کی اس سخت قلت کے پیش نظر سارے رسالے کو فرداً فرداً تھوڑی تھوڑی کھجوریں بانٹ دیں لیکن آگے چل کر ان کی مقدار بھی صرف اتنی رہ گئی کہ ہر شخص صرف ایک کھجور یومیہ پر گزارہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ بہرکیف جب ہم ساحل سمندر تک اسی طرح صبر وشکر کے ساتھ صرف ایک ایک کھجور فی کس یومیہ اور پانی پر گزارہ کرتے ہوئے پہنچ گئے تو وہاں ہمیں مچھلیاں مل گئیں جن پر ہم نے اٹھارہ روز بسر کیے''۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب وہ اپنے جیش کے ساتھ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جوان کے امیر جیش تھے ان اضلاع کی طرف مڑے جدھر سے قریش مکہ کے قافلے مدینہ کا سیدھا راستہ چھوڑ کر یعنی اس سے بچ کر شام جاتے تھے اور راستے میں جو مشرکین کی بستیاں پڑتی وہاں ٹھہرتے ہوئے اور وہاں کے باشندوں کو مسلمانوں کے خلاف شور وشر اور بغاوت پر آمادہ کر کے آگے بڑھتے تھے تو انہیں نہ قریش کا کوئی قافلہ ملا اور نہ کوئی راہ گیر اور راستہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا گیا تو وہ مچھلیاں بھی جن پر انہوں نے اٹھارہ روز گزارے تھے ختم ہو گئیں تو درختوں کے پتے (خبط) دھودھو کر کھانے پڑے جس کی وجہ سے اس جیش کا نام ''جیش الخبط'' پڑ گیا تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''اس مصیبت سے گھبرا کر ہم نے دوبارہ ساحل سمندر کا رخ کیا تو وہاں پہنچ کر ہمیں مچھلیاں تو نہ ملیں لیکن ہم نے دیکھا کہ سمندری موجوں نے ایک عظیم الجثہ بحری جانور کو ساحل پر لا پٹکا ہے۔ اس جانور کو دیکھ کر ہماری جان میں جان آئی مگر جب ہم نے دیکھا کہ وہ مردہ ہے تو ہمارے ارمانوں پر اوس پڑ گئی''۔

جابر رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ ان کے اس جیش کے تمام ساتھی اس جانور کو یکے بعد دیگرے دیکھنے کے بعد مڑ مڑ کر امیر جیش ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا حسرت سے منہ دیکھنے لگے تو بولے:

Marfat.com

''آنحضرت ﷺ کو میں نے کہتے سنا ہے کہ ''اضطراری حالت میں جان بچانے کے لیے مردہ جانور کا گوشت کھا لینا جائز ہے'' لہٰذا تم اس جانور کا گوشت کھا سکتے ہو''۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

''ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ بتایا تو ہم لوگوں نے اس عظیم الجثہ سمندری جانور کا گوشت آپس میں بانٹ لیا لیکن ہم تین سو افراد کو اس میں سے ایک ایک بوٹی بھی مشکل سے ملی''۔

جابر رضی اللہ عنہ آخر میں کہتے ہیں کہ جب ان کا وہ جیش واپس مدینے پہنچا تو آنحضرت ﷺ نے اس صورتِ حالات پر جس سے اسے اس مہم کے دوران میں سابقہ پڑا تھا اظہار افسوس فرماتے ہوئے اس کے صبر و استقامت پر اسے کلمات تحسین و آفرین سے نوازا اور اس مردہ جانور کے گوشت کو بھی ان حالات میں اس کے لیے جائز قرار دیا۔

بعض راویوں نے اس مہم اور ان واقعات کا ذکر صلح حدیبیہ سے پہلے کے واقعات کے ساتھ اور سال ششم ہجری کے واقعات کے ضمن میں کیا ہے لیکن یہ روایات سن ہجری کے تعین کی حد تک محل نظر ہیں کیونکہ ان روایات میں نجاشی کی وفات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جسے آنحضرت ﷺ نے ''ایک صالح شخص کی وفات'' فرمایا تھا' لیکن نجاشی کی وفات کا ذکر دوسرے مستند راویوں نے بلا استثنا سال ہشتم ہجری کے واقعات کے ساتھ کیا ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتح مکہ

غزوۂ فتح مکہ سال ہشتم ہجری ماہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ایک آیہ شریفہ میں جو اس سے قبل نازل ہوئی اور سورۂ فتح میں فرمایا جو اس کے بعد نازل ہوئی۔ وہ آیت اور سورہ درج ذیل ہیں:

﴿لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

ابن اسحاق غزوۂ مکہ اور اس میں آنحضرت ﷺ کی فتح عظمیٰ کے بارے میں اس کی بنیادی وجوہات پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں ان شرائط کی شمولیت کے باوجود کہ اگر اس مدت صلح کے سہ سالہ دور میں اگر کوئی مسلمان قریش مکہ کے پاس واپس چلا جائے گا تو قریش اسے مدینے بھیجنے کے ذمہ دار نہیں ہوں گے بلکہ اس کے برعکس اگر قریش مکہ کا کوئی شخص اسلام قبول کر کے یا اسلام قبول کیے بغیر اگر مدینے چلا جائے گا تو آنحضرت ﷺ اسے واپس مکے بھیج دیں گے اور قریش مکہ اور اہل مدینہ یعنی مسلمانوں کے مابین اس مدت صلح کے دوران میں امن وامان کی ذمہ داری فریقین پر ہوگی اور قریش مکہ کی اس ہٹ دھرمی پر مبنی شرائط کو بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے قبول کر لینے کے باوصف قریش مکہ کی طرف سے اس دوران میں بھی چھیڑ چھاڑ، فتنہ پردازی و شرانگیزی کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ جب کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے مکے کے شام جانے والے قافلوں میں رکاوٹ پیدا کرنے کا مسلمانوں کو قطعاً کوئی حکم نہیں دیا بلکہ مذکورہ بالا صلح نامے کی پوری پوری پابندی کا خیال رکھا گیا لیکن جب مدینے کے قرب وجوار اور مکے اور شام کے راستے میں آباد قبائل میں جن میں سے کچھ مسلمانوں کے طرف دار اور کچھ قریش مکہ کے طرف دار تھے قریش کے طرف دار قبائل کی طرف سے خواہ مخواہ جھگڑے کھڑے کیے گئے بلکہ قریش کی طرف سے اپنے طرفداروں کو ابھار کر مسلمانوں کے طرف دار قبائل کے خلاف نفرت پھیلانے کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی حتیٰ کہ مسلمانوں کے طرف دار قبائل کے کئی افراد بے سبب قتل کر دیے گئے تو آنحضرت ﷺ کو اس طرف بطور خاص توجہ فرمانا پڑی جس کی پہلی کڑی وہ مہم تھی جو آپ نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنی ہلی اور ان کے ساتھ ہو جانے والے کچھ بنی قضاعہ و بنی دئل کی سرکوبی کے لیے سواحلی اضلاع کی طرف روانہ فرمائی اور جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

قریش کے مذکورہ بالا بے سبب عداوتی اقدامات کی روک تھام کے لیے آنحضرت ﷺ کے اولین اقدام کی خبر سے قریش

Marfat.com

مکہ میں کھلبلی پڑ گئی اور ابوسفیان صلح نامہ حدیبیہ کی مدت میں توسیع کے لیے گفتگو کی خاطر بھاگم بھاگ مدینے آیا لیکن خود قریش مکہ کی طرف سے اس کی خلاف ورزیوں کے پیش نظر وہ آپؐ سے اس سلسلے میں براہِ راست گفتگو کی جسارت نہ کر سکا۔ اس نے اس سلسلے میں پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی لیکن انہوں نے اس کا اجیر بننے سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

''تم قریش کے سردار ہو اپنی قوم کے کسی معزز مسلمان مہاجر سے اس سلسلے میں مدد کیوں نہیں طلب کرتے؟''۔

اس کے بعد جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور انہوں نے بھی یہی جواب دیا تو وہ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا لیکن وہ اس وقت اپنے مکان میں موجود نہ تھے۔ اس نے جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ وہ اپنے والد گرامی سے اس کی سفارش کر دیں لیکن انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسے معاملات میں دخل اندازی نہیں کر سکتیں۔ ان کے اس جواب پر اس نے ان کے بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہی اس کی سفارش اپنے نانا سے کر دیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''یہ بچے بھلا ایسے معاملات میں کیا کر سکتے ہیں جب کہ وہ انہیں سمجھ بھی نہیں سکتے''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس دوران میں جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی کعب پر قریش کے مظالم کی اطلاع دے چکے تھے اور انہوں نے اس مظلوم قبیلے پر قریش اور ان کے طرف دار قبائل کے ڈھائے ہوئے مظالم کی داستان کچھ ایسے رقت آمیز انداز میں بیان کی کہ آپؐ قریش کے خلاف جنہوں نے صلح نامہ حدیبیہ کی مقررہ مدت کے اختتام سے پہلے ہی مذکورہ بالا ظالمانہ اقدامات میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی تھی خود بھی کوئی سخت اقدام اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ اس سے قبل ابوسفیان مکے واپس جا کر وہاں مشرکین کو مدینے میں اپنی ناکامی کی اطلاع دے چکا تھا۔

مشہور ہے کہ ابوسفیان مدینے میں اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ملنے بھی گیا تھا' لیکن جب وہ ان کے حجرے میں اس فرش پر بیٹھنے لگا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوا کرتے تھے تو وہ بولیں:

''آپ اس فرش پر نہ بیٹھئے کیونکہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیٹھنے کا پاک فرش ہے جب کہ آپ مشرک اور نجس ہیں''۔

ممکن تھا کہ ابوسفیان اپنی بیٹی سے کہتا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح نامہ حدیبیہ کی مدت میں توسیع کے لیے اس کی سفارش کریں لیکن ان کے اس طرزِ عمل سے دل برداشتہ ہو کر ان سے کچھ کہے سنے بغیر ہی ان کے حجرے سے کھڑے کھڑے لوٹ آیا۔ تاہم وہ جرأت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو ہی گیا تو آپؐ نے فرمایا:

''یہ تم ہو جو قریش کے صلح نامہ حدیبیہ کی خود تمام تر خلاف ورزیوں کے باوجود اس کی مدت میں توسیع کے خواہش مند ہو؟''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

ابوسفیان کے مدینے سے چلے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کی مدت کے اختتام سے پہلے ہی قریش مکہ کی طرف سے اس کی خلاف ورزی اور بنی کعب وغیرہ پر ان کے مظالم کے پیش نظر اور انہیں ایک آخری اور عبرت آموز سبق دینے کے لیے مہاجرین و انصار اور اپنے طرف دار قبائل پر مشتمل ایک بڑے لشکر کی تیاری اور مکے کی طرف روانگی کا حکم دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا یہ حکم سن کر آپؐ سے عرض کیا

Marfat.com

''یارسول اللہ (ﷺ) کیا آپؐ کے اور قریش مکہ کے مابین تین سال کی مدت کے لیے صلح نامہ نہیں ہے؟''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تمہیں اس صلح نامے کی مدت کے اختتام سے قبل قریش نے بنی کعب پر بے سبب جو مظالم توڑے ہیں ان کی خبر نہیں ہے؟''۔

بہرحال آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بالا لشکر کو مکے کی طرف روانہ فرماتے ہوئے یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھی کہ اسے خشکی کے راستے بھیجنے کی بجائے بحری راستے سے روانہ فرمایا تاکہ نواح مکہ میں اس کے پہنچنے سے قبل قریش مکہ کو اس کی آمد کی خبر نہ ہو سکے۔

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ:

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر نے عروہ بن زبیر وغیرہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب مذکورہ بالا لشکر آنحضرت ﷺ کے حکم سے مکے کی طرف روانگی کے لیے تیاریوں میں مصروف تھا تو اسی دوران میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے یہ خبر ایک خط میں لکھ کر وہ خط ایک عورت کو دیا تاکہ وہ اسے جلد سے جلد قریش مکہ کو پہنچا دے۔ محمد بن جعفر کے خیال میں اس عورت کا تعلق مزینہ سے تھا لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام سارہ تھا اور وہ بنی عبدالمطلب میں سے کسی کی کنیز تھی۔ اس نے وہ خط اپنے بالوں میں چھپا لیا تھا۔

بہرکیف اس واقعے کی خبر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو کر دی اور یہ خبر ہوتے ہی آپؐ نے حضرت علی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کو اس عورت کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔

محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ ان دونوں نے اس عورت کو راستے ہی میں جا لیا اور اسے سواری سے اتار کر اس سے کہا کہ وہ خط ان کے حوالے کر دے۔ پہلے تو وہ اس خط کی اپنے پاس موجودگی سے انکار کرتی رہی لیکن جب حضرت علی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے اسے تلاشی کی دھمکی دی تو اس نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا تحریر کردہ مذکورہ بالا اپنے بالوں سے نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔

محمد بن جعفر مزید بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ سے اس خط کے بارے میں باز پرس کی تو وہ شرمندہ ہو کر بولے کہ چونکہ ان کا ایک بیٹا اور کچھ دوسرے اہل وعیال مکے میں تھے اور انہیں مسلمانوں کے مکے پر حملہ آور ہونے کی صورت میں ان کی طرف سے اندیشہ تھا اس لیے ان سے یہ غلطی سرزد ہو گئی۔

حاطب رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سننے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اجازت طلب کی تاکہ وہ حاطب رضی اللہ عنہ کی گردن اڑا دیں لیکن آپؐ نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ﴾ سناتے ہوئے فرمایا:

''عمر رضی اللہ عنہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر سے آئندہ سرزد ہونے والی بھی ہر خطا معاف فرما دی ہے اور تم جانتے ہو کہ حاطبؓ اہل بدر میں سے ہیں''۔

حاطب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر پانی پانی ہو گئے اور آپؐ سے دست بستہ معافی کے طالب ہوئے تو آپؐ نے بغیر کسی سرزنش کے انہیں معاف فرما دیا کہ رحمت عالم کی یہی سیرت تھی۔ اس کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

مندرجہ ذیل آیہ شریفہ میں حاطب رضی اللہ عنہ کے اسی ارتکاب عمل کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو ایسی باتوں کے بارے میں ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ..... الخ﴾

ابن اسحٰق نے اس حصے کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

سہیلی بیان کرتے ہیں کہ حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خط میں قریش مکہ کو لکھا تھا کہ:

''رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف بڑی رات کے برابر یعنی ایک عظیم لشکر لے کر سیلاب کی طرح آنے والے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ تنہا بھی تمہارے مقابلے کے لیے تشریف لاتے تب بھی تمہاری شکست یقینی ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہارے مقابلے میں) آپ کی مدد کا وعدہ فرما چکا ہے جسے وہ یقیناً پورا فرمائے گا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ابن سلام کے علاوہ جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس قصے کو بیان کیا ہے بخاریؒ نے بھی اس واقعے کو مسلم کی سند کے ساتھ پیش کیا ہے۔

Marfat.com

فصل:

آنحضرت ﷺ کی مدینے سے مکے کی طرف روانگی

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا کہ اس دفعہ جب آنحضرت ﷺ نے مکے کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا تو مدینے میں اپنی نیابت کے لیے کلثوم بن حصین بن عتبہ بن خلف غفاری کا تقرر فرمایا' آپؐ مدینے سے دسویں رمضان المبارک کو صبح کی نماز کے بعد روانہ ہوئے اور کدید و عسفان کے درمیان انج پہنچ کر روزہ افطار فرمایا۔ پھر اگلی صبح نماز کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ظہران سے آگے اپنے دس ہزار مسلمانوں پر مشتمل لشکر کے ساتھ پڑاؤ ڈالا۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ اس وقت آپؐ کے زیر کمان بارہ ہزار مسلمانوں پر مشتمل لشکر تھا جس میں زہری اور موسیٰ بن عقبہ کے بقول بنی سلیم کے مسلمانوں نے مل کر اور اضافہ کر دیا تھا لیکن بعض دوسرے لوگوں کا بیان یہ ہے کہ آپؐ کے دس ہزار مسلمانوں پر مشتمل اصل لشکر میں بنی سلیم اور بنی مزینہ کے مسلمانوں کے علاوہ راستے میں جتنے قبائل کی بستیاں پڑی تھیں۔ ان کے کچھ نہ کچھ مسلمان شامل ہو گئے تھے اس لیے اس اسلامی لشکر کی مجموعی تعداد بارہ ہزار تک جا پہنچی تھی۔ ویسے کسی فرد واحد نے اس سفر میں آنحضرت ﷺ کی مزاحمت نہیں کی تھی' کیونکہ اس لشکر میں اکثر مہاجرین و انصار کا کسی نہ کسی قبیلے سے تعلق تھا۔ بخاریؒ نے بھی محمود' عبدالرزاق' معمر اور زہری کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے۔

بیہقی کہتے ہیں کہ ان سے عاصم بن علی نے لیث بن سعد' عقیل اور زہری کے حوالوں سے آنحضرت ﷺ کی مدینے سے روانگی کے بارے میں جو کچھ بیان کیا اور خود زہری نے عبیداللہ بن عبداللہ کی زبانی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس بارے میں جو کچھ سنا اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ آپؐ مدینے سے ماہ شعبان میں روانہ ہوئے تھے اور ماہِ رمضان راستے میں آیا تھا بلکہ جیسا کہ سعید بن مسیبؒ بتاتے ہیں آپؐ نے مدینے سے روانہ ہو کر قدید و عسفان کے درمیان ایک کنوئیں پر پہنچ کر روزہ افطار فرمایا تھا جس کا یہ مطلب ہے کہ آپ مدینے سے ماہ رمضان ہی میں روانہ ہوئے تھے۔

بخاریؒ علی بن عبداللہ اور جریر کی زبانی منصور' مجاہد' طاؤس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ماہ رمضان میں مدینے سے روانہ ہوئے تھے اور عسفان میں روزہ افطار فرمایا تھا جس کے بعد مکے پہنچنے تک سفر کے دوران میں کبھی روزہ رکھا تھا اور کبھی قضا فرما دیا تھا۔ اس سے لوگوں کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ سفر کے دوران میں شرعاً روزہ قضا کیا جا سکتا ہے۔ خود ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی کہتے ہیں کہ مدینے سے مکے پہنچنے تک سفر کے دوران میں آنحضرت ﷺ کبھی روزہ رکھتے تھے اور کبھی قضا فرما دیتے تھے اور اس طرح آپؐ کے لشکر والوں میں سے کچھ لوگ اس سفر میں کبھی روزہ رکھتے تھے اور کبھی قضا کر دیتے تھے لیکن جب آپ مکے کے قریب پہنچے تو آپ کے حکم سے اگلی صبح روزہ داروں نے بھی روزہ قضا کر دیا تھا۔

Marfat.com

فصل:

عباسؓ بن عبدالمطلب، ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور ام المومنین ام سلمہؓ کے بھائی عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام اور مکے کے راستے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ عباسؓ بن عبدالمطلب اور ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب اپنے اہل وعیال سمیت مکے سے روانہ ہوکر مکے اور مدینے کے راستے میں کسی جگہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جب کہ ابن ہشام کا بیان یہ ہے کہ وہ جحفہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ عباس رضی اللہ عنہ کا قیام اس سے قبل مکے میں تھا اور دوسرے بنی عبدالمطلب کی طرح وہ بھی عرب کے گوشے گوشے سے آنے والے خانہ کعبہ کے زائرین کے لیے بلا معاوضہ آب رسانی کا کام کیا کرتے تھے اس لیے وہ آپؐ کے چچا ہونے کے علاوہ ابن شہاب بقول زہری ویسے بھی آپ کی پسندیدہ شخصیت تھے۔

ابن اسحٰق ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہما نے بھی مکے اور مدینے ہی کے راستے میں ''بنین العقاب'' نامی قصبے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر آپؐ کے ساتھ مکے چلنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپؐ سے عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہہ کر کہ وہ آپؐ کے چچا اور چچازاد بھائی ہیں ان کی اس خواہش کو قبول کرنے کی سفارش کی تھی لیکن آپؐ نے ان سے کہہ دیا تھا کہ انہیں اس معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جب ان لوگوں نے آپؐ سے یہ عرض کیا کہ مکے والے تو آپ کی طرف ان کا جھکاؤ دیکھ کر اب انہیں واپس قبول نہیں کریں گے لہٰذا ظاہر ہے کہ وہ سب کے سب انہی اطراف میں بھٹکتے بھٹکتے بھوکے پیاسے مرجائیں گے تو آپؐ نے ان پر ترس کھا کر انہیں اپنے ساتھ مکے چلنے کی اجازت دے دی تھی جس کے بعد ان سب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اپنے پچھلے اعمال پر ندامت اور اسلام میں شمولیت پر مسرت کا اظہار بڑے قابل تعریف اشعار میں کیا ہے جو اکثر کتب تاریخ میں ملتے ہیں۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ قبول اسلام کے بعد جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی کو یاد کر کے ایک روز خدا سے اپنے اعمال پر توبہ اور آپؐ کے سامنے اظہار ندامت کر رہے تھے تو آپؐ ان کے سینے پر ایک زوردار ہاتھ جما کر بولے:

''تم بھی تو پہلے ہمارے سینے پر اس طرح مکے رسید کیا کرتے تھے''۔ (مفہومی ترجمہ)

Marfat.com

فصل:

ظہران سے آگے بیرون مکہ آنحضرت ﷺ کا آخری پڑاؤ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے آنحضرت ﷺ کی عسکری تدبیر کے عین مطابق ظہران سے گزر کر مکے کے بالکل سامنے پہنچنے تک مشرکین مکہ کو آپؐ کے وہاں پہنچنے کی مطلق خبر نہ ہو سکی۔ حالانکہ ان کے جاسوس مکے اور مدینے کے درمیان عام راستے کے علاوہ بھی ہر راستے کی خبر رکھتے تھے۔ اس لیے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس کے بارے میں آپؐ نے جو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی اسے قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر ایسی پٹی باندھ دی تھی کہ انہیں وہاں بھی آپؐ یا آپؐ کے لشکر کا کوئی فرد نظر ہی نہ آ سکا۔

بہر کیف کچھ چرواہوں یا ان گوالوں کے ذریعہ جو اہل مکہ کو بیرونِ مکہ سے دودھ فراہم کیا کرتے تھے مشرکین مکہ کو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اتنے بھاری لشکر کی مکے کے اس قدر نزدیک آ جانے کی خبر ملی تو وہ سٹپٹا گئے اور انہوں نے اس کی تصدیق کے لیے ابوسفیان بن حارث، بدیل بن ورقاء اور حکیم بن حزام کو مکے سے روانہ کیا اور وہ اِدھر اُدھر ٹوہ لگاتے پھر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نظر میں آ گئے جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت آنحضرت ﷺ کی سواری کے سفید خچر پر آپ کی اجازت بلکہ حکم سے سوار تھے اپنے ساتھیوں کو ملا کر ان تینوں بلکہ ان کے ساتھیوں کے گرد بھی انہیں گرفتار کرنے کے لیے گھیرا ڈالا تو ابوسفیان خود ہی دوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور ان سے بولے: ''اخاہ! عباسؓ میرے بھائی تم؟ تم یہاں کہاں؟''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''تمہیں کیا معلوم نہیں کہ میں بدیل بن ورقاء اور حکیم ابن حزام تینوں مسلمان ہو چکے ہیں؟''۔

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا: ''اچھا! اور یہ سفید خچر کس کا ہے جس پر تم سوار ہو؟'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے:

''یہ رسول اللہ (ﷺ) کا خچر ہے اور آپؐ نے مجھے یہ دے کر تم جیسے مشرکین کے جاسوسوں کا سراغ لگانے اور گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے''۔

اتنا کہہ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ابوسفیان اور ان کے سب ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لے چلے۔

آنحضرت ﷺ نے عسکری حسن تدبیر کے لحاظ سے اپنے لشکر کو ظہران کے عام راستے یا گزرگاہ وادی کباث سے لے کر مکے کے سامنے کی وادی تک اس طرح چہار جانب پھیل کر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تھا کہ وہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کم و بیش بارہ ہزار افراد پر مشتمل ہونے کے بجائے اپنی اصل تعداد سے کئی گنا نظر آتا تھا۔ اس وقت آپؐ اپنی اس عسکری تدبیر کی کامیابی کے علاوہ مشرکین کو خبر ہوئے بغیر اپنے اس لشکر کے ساتھ وہاں تک پہنچ جانے پر مسرور نظر آ رہے تھے۔ اس لیے آپؐ کے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپؐ سے دریافت کیا:

Marfat.com

''یارسول اللہ (ﷺ) آپؐ اس وقت بہت مسرور نظر آ رہے ہیں' کیا آپ کو اس کامیابی کے علاوہ یہاں مال غنیمت کے وہ انبار بھی نظر آ رہے جو فتح مکہ کے بعد ہم اہل ایمان کی دسترس میں آنے والے ہیں؟''۔

آنحضرت ﷺ نے جواباً فرمایا:

''ہاں لیکن یہ مال غنیمت نہیں ہے جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں بلکہ میری نظر میں یہ سرزمین ہے جو ظلمت کفر کی انتہائی ناپاکی سے نکل کر ان شاء اللہ پاک ترین ہونے والی ہے''۔ (تشریحی ترجمہ)

آنحضرت ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت آپؐ کے پیش نظر دنیاوی مال و دولت کے بجائے آپؐ کے بقول صرف وہ سرزمین تھی جو فتح مکہ کے بعد خدا کے فضل و کرم سے اہل اسلام کی ملکیت میں آ کر فیضان اسلام سے مشرف ہونے والی تھی اور یہی اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہونے کی حیثیت سے آپ کا مشن تھا یعنی دوسرے غزوات کے علاوہ غزوۂ مکہ اور فتح مکہ سے آپ کا مقصد وحید صرف اسلام کی اشاعت اور اس کا فروغ تھا۔

جب آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت عباس' ابوسفیان' بدیل اور حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں لیے جا رہے تھے تو ان کا گزر مدینے کے مہاجرین و انصار مدینہ کے علاوہ ان مختلف قبائل کے کیمپوں سے ہوا جن کے امتیازی نشانات ان پر لہرا رہے تھے اور ان کے خیموں کے سامنے ان کے چولہے روشن تھے۔ ابوسفیان نے بنی قضاعہ کے کیمپ کے قریب ٹھہر کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''یہ کیمپ کس قبیلے کا ہے؟''۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''تم کیا دیکھ نہیں رہے ہو کہ اس قبیلے کے کیمپ کے سب سے بڑے خیمے پر اس قبیلے کا امتیازی نشان نظر آ رہا ہے؟''۔

ابوسفیان نے کہا: ''یہ کیمپ تو بہت بڑا ہے جب کہ اس قبیلے کے نوجوانوں کی تعداد تو اتنی نہیں ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بولے:

''اس قبیلے کا ہر فرد جن میں اس کے جوان' بوڑھے اور نابالغ بچے تک شامل ہیں جوش جہاد میں دوسرے مسلمانوں کے دوش بدوش مشرکین سے جہاد کرنے کے لیے یہاں آ گیا ہے''۔

اسی طرح ابوسفیان جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے کافی بڑے سبز خیمے کی طرف جا رہے تھے تو ہر قبیلے کے کیمپ سے اپنے دونوں مذکورہ بالا ساتھیوں کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں گزرنے اور اس کی حیرت ناک تنظیم اور نظم و ضبط کو دیکھ کر اس پر انگشت بدنداں ہوتے ہوئے چند مخصوص خیموں کے پاس پہنچے تو پہلے خیمے کے سامنے ٹھہر کر بولے: ''یہ خیمہ کس کا ہے؟'' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''یہ خیمہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے'' اور اس سے اگلے خیمے کے بارے میں ابوسفیان کے اسی سوال پر انہوں نے جواب دیا: ''یہ خیمہ ابوبکر ابن قحافہ رضی اللہ عنہما کا ہے''۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوسفیان اور ان کے مذکورہ بالا دونوں ساتھیوں کو گرفتاری کی حالت میں دیکھ کر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ جب یہ سب لوگ آنحضرت ﷺ کے بڑے سبز خیمے کے سامنے وہاں جو مجلس مشاورت کے لیے بھی وقتاً فوقتاً استعمال ہو رہا تھا پہنچے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے تو وہاں اس وقت حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی شکل دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیجیے تاکہ میں ان سب کی خصوصاً آپؐ کے اور خدا کے علاوہ اسلام کے پاس سب سے بڑے دشمن اسلام کی گردن ماردوں' یہ وہی ہے جس نے ہجرت سے قبل آپ کو ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی بلکہ یہ تو آپ کو قتل تک کرانے میں ہمیشہ پیش رہا ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غیض وغضب کا یہ عالم دیکھ کر رحمت عالم نے جو اس وقت بھی سارے عرب میں اسلام کا درخشاں مستقبل صاف ملاحظہ فرمارہے تھے انہیں صبر کی تلقین فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''عمرؓ! تمہیں معلوم نہیں کہ جس شخص کو تم آج اسلام کا سب سے بڑا دشمن کہہ رہے ہو کسی دن اسلام کا بہت زیادہ حامی اور ممدومعاون ثابت ہوگا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو آپؐ کے مزاج شناس اور ہر حالت میں تابع فرمان تھے دم بخود رہ گئے۔ ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک جانی دشمن کے ساتھ یہ سلوک دیکھ کر کہا:

اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا لرَّسُوْلُ اللّٰهِ.

اور یہ کہہ کر تصدیق قلب کے اظہار کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرلی جس کے بعد ابوسفیان کے دونوں ساتھیوں بدیل بن ورقاء اور حکیم ابن حزام نے بھی بلاتامل اسلام قبول کرلیا بلکہ ان تینوں کے علاوہ دیگر گرفتار شدگان بھی مسلمان ہوگئے۔

بیہقی متعدد مستند حوالوں کے علاوہ آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ 'ابوسفیان اور ان کے مذکورہ بالا ساتھیوں کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ سب اسی رات کو مسلمان ہوگئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلہ رحمی کا صرف یہی کمال نہیں تھا کہ آپؐ نے ابوسفیان کے پچھلے اعمال اور ان کی حد سے زیادہ دشمنی اور آپؐ سے اظہار عناد سے درگزر فرماتے ہوئے انہیں معاف فرمادیا تھا بلکہ جب اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم فتح مکہ کے دن کو یوم انتقام کہہ رہے تھے آپؐ نے اسے بیت اللہ کی آزادی اور عظمت وحرمت کا دن فرما کر یہ بھی فرمایا تھا کہ جو اس روز ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا یا اس کے دروازے میں داخل ہوجائے گا اور اس سے کوئی تعارض نہیں کیا جائے بلکہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو شخص حریم کعبہ میں داخل ہوجائے گا وہ بھی اور جو شخص اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائے گا وہ بھی مامون ومصئون ہوگا۔

بخاریؒ حسب معمول متعدد مستند حوالوں کے ساتھ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے ایک رات قبل مشرکین مکہ نے تو ابوسفیان' حکیم ابن حزام اور بدیل بن ورقاء کو اسلامی لشکر کی سراغ رسانی کے لیے بھیجا تھا لیکن انہیں یہ خبر ملی کہ یہ لوگ نہ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں گرفتار بلکہ مسلمان بھی ہوگئے تو وہ حد درجہ سراسیمہ ہوگئے تھے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا مکے میں داخلہ

صحیحین (صحیح مسلم وصحیح بخاری) میں زہری وانس کے حوالے سے امام مالک کا یہ بیان درج کیا گیا ہے کہ غزوۂ وفتح مکہ کے روز جب آنحضرت ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مکے میں داخل ہوئے اور مشرکین لڑنے کے لیے آپ کے مقابل آئے تو اس وقت آپؐ کے سر مبارک پر خود اور اس کے نیچے سیاہ عمامہ شریف تھا جس کا شملہ آپؐ کے دوش مبارک پر ایک طرف پڑا ہوا تھا تاہم آپؐ نے اس وقت احرام باندھا ہوا نہیں تھا۔

اسی روایت میں ہے کہ اس وقت مجاہدین اسلام میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) اگر مشرکین ہم سے لڑتے لڑتے بھاگ کر جب ہم ان کے تعاقب میں ہوں بیت اللہ شریف کے زیر سایہ چلے جائیں تو ہم کیا کریں؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''انہیں قتل کردو''۔ یہ سوال یقیناً اس لیے کیا گیا تھا کہ حکم شریعت کے مطابق بیت اللہ میں بلکہ اس کے گردو پیش بھی کسی جانور تک کو مارنا حرام تھا اور ہے لیکن آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی اسی حکم شریعت کے عین مطابق تھا جس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر دشمنانِ اسلام وہاں مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں تو انہیں قتل کرنا ناجائز نہیں ہے۔ مسلم وترمذی کے حوالے سے اہل سنت کے فقہی ائمہ اربعہ یعنی امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام اعظم امام ابوحنیفہؒ نے مندرجہ بالا حدیث نبوی کی روشنی میں یہی بیان کیا ہے۔

ویسے متعدد ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے روز مشرکین مکہ میں سے جس شخص نے بھی آنحضرت ﷺ سے ہمکلام ہونا چاہا تو آپؐ نے اسے انتہائی نرمی سے جواب دیا۔ جب مجاہدین میں سے کسی نے مشرکین مکہ کے بارے میں یہ کہنا چاہا کہ انہوں نے ماضی میں آپؐ پر کتنے مصائب اور ظلم توڑے تھے تو آپؐ نے اسے سختی سے روک کر فرمایا:

''اسی مکے کی عورتوں میں سے ایک عورت کے شکم سے میری ولادت ہوئی ہے''۔

اس حدیث نبوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے فتح مکہ کے روز بھی جو مشرکین کے مقابلے میں آپ کی عظیم الشان فتح اور ان کی شرمناک شکست فاش کا دن تھا آپؐ نے اپنے کسی ساتھی کو انہیں بے سبب قتل کرنے بلکہ سختی سے پیش آنے تک کی اجازت نہیں دی تھی جب تک ان کا کوئی اقدام معاندانہ وجنگجویانہ نہ ہو جب کہ روم کے حکمران نے بیت المقدس میں داخل ہو کر وہاں بنی اسرائیل کو ذلیل اور شرمناک انداز میں سربسجود ہونے کا حکم دیا تھا۔

متعدد اہل علم نے مکے میں آنحضرت ﷺ کے باوقار داخلے کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آپؐ وہاں کے بالائی حصے سے شہر میں داخل ہوئے تھے جب کہ بیہقی نے متعدد دیگر حوالوں کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی آپؐ کے عسکری ملبوسات سیاہ

Marfat.com

عمامے اور سواری کی تفصیلات کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپؐ مکے کے نشیبی حصے سے وہاں داخل ہوئے تھے اور مکے کے بالائی حصے سے وہاں داخل ہونے والے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ صحیح بخاری میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔

مشہور ہے کہ فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کے مشرک مردوں سے زیادہ خواتین کے ساتھ نرمی واخلاق سے پیش آئے تھے۔ حسان ابن ثابت نے اپنے اشعار میں فتح مکہ کے ساتھ آپؐ کے اس حسن اخلاق کا بھی ذکر کیا ہے۔

جب مکے کی خواتین جوق در جوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگیں تو آپؐ نے متبسم ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''انہیں اس عزت واحترام سے میرے پاس آنے دو جس کا ذکر حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں کیا ہے''۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حریم کعبہ میں تشریف فرما تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

''ان بزرگ کو ان کے گھر ہی میں رہنے دیتے تا کہ میں خود ان کے پاس آتا''۔

اس کے بعد آپؐ نے انہیں احترام کے ساتھ اپنے قریب بٹھایا اور ان کے سر کے سفید جھک بالوں پر شفقت سے دست مبارک پھیر کر فرمایا: ''یہ سفید بال ان کا امتیازی نشان ہیں''۔ اس کے بعد آپؐ نے ان سے فرمایا: ''مسلمان ہو جایئے'' آپ کی زبان مبارک سے یہ سنتے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جب مکے میں داخل ہوئے تو اسلامی علم ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ کہہ رہے تھے:

''آج قتل وغارت کا دن ہے آج کفار کی عزت وحرمت منانے کا دن ہے''۔ (کچھ راوی یہ قول عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کرتے ہیں)

بہر حال جب کسی نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''سعد سے علم لے لو اور اسے لے کر تم مکے میں داخل ہو'' اس کے علاوہ آپؐ نے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے یہ بھی فرمایا: ''آج کعبۃ اللہ کی عزت اور اس کے احترام کا دن ہے'' ظاہر ہے کہ آپؐ کے اس قول سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی نفی مقصود تھی۔

کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے علم لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے جس سے سعد رضی اللہ عنہ کی طرف تادیب مقصود تھی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مکے میں داخلے سے ایک روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیف بنی کنانہ میں پڑاؤ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

''ان شاء اللہ تعالیٰ کل ہماری منزل مکہ ہوگی جہاں اللہ تعالیٰ ہمیں فتح سے ہمکنار فرمائے گا''۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ ان سے عبداللہ ابن ابی نجیح اور عبداللہ بن ابی بکر نے بیان کیا کہ صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو خندمہ میں جمع ہو کر فتح مکہ سے قبل مسلمانوں سے جنگ کے لیے باہم مشورہ اور تیاری کر رہے تھے۔

Marfat.com

دوسری طرف بنی بکر کا بھائی بند حماس بن قیس بن خالد اپنے جسم پر اسلحہ جنگ سجاتے ہوئے ساتھ ساتھ اپنی تلوار کی تعریف میں اشعار بھی کہتا جا رہا تھا۔ جب اس کی بیوی نے اس سے پوچھا کہ یہ تیاری کس کے مقابلے کے لیے ہو رہی ہے تو وہ بولا: ''محمدؐ اور ان کے صحابہؓ سے مقابلے کے لیے''۔ یہ سن کر اس کی بیوی نے کہا: ''محمدؐ اور ان کے صحابہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا'' اس پر حماس بن قیس بولا: ''میں ان کے بعض صحابہ کا تو خاتمہ کر ہی دوں گا''۔

جب یہ سب لوگ خندمہ میں جمع تھے تو انہیں مسلمانوں کی ایک جماعت نے جو خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں پر مشتمل تھی، دیکھ لیا۔ پہلے کرز بن جابر نے بنی محارب بن فہر کے ایک شخص کو قتل کیا۔ پھر یہ لوگ دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ جن کے لشکر کے یہ ساتھی کفار کے اس گروہ کے ہر شخص کو قتل کرنا چاہتے تھے خود اس لشکر میں شامل تھے لیکن انہوں نے راستہ کاٹ کر اور دوسری طرف سے آ کر ان کافروں کو گھیر لیا اور صفوان و عکرمہ نیز حماس بن قیس کے علاوہ جو میدان چھوڑ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے چن چن کر سب کو قتل کر ڈالا۔ اس معرکے میں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں بارہ یا تیرہ مشرکین قتل ہوئے۔

حماس بن قیس جب خندمہ سے بھاگ کر اپنے گھر پہنچا تو اس نے اپنی بیوی کو فی البدیہہ اشعار میں جیسا کہ اکثر عربی قبائل کی عادت تھی اس کے دریافت حال پر یہ داستان سنائی کہ اس نے اپنی تلوار کے جوہر دکھاتے ہوئے کئی مسلمانوں کو قتل کر دیا تھا لیکن جب صفوان اور عکرمہ بن ابوجہل میدان چھوڑ بھاگے تو اسے بھی مجبوراً بھاگنا پڑا۔

مذکورہ بالا معرکہ حق و باطل میں مشرکین کے ہاتھوں کئی مسلمان بھی شہید ہو گئے تھے۔

طبرانی نے مختلف حوالوں کے ساتھ فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے درج ذیل حدیث نبوی بھی تحریر کی ہے۔ طبرانی کے بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کی تخلیق کے روز اس شہر (مکہ) میں قتل و غارت کو حرام قرار دے کر اسے اور اس کی گردو پیش سرزمین کو سورج اور چاند کی طرح منور فرمایا۔ مجھ سے پہلے بھی یہاں قتل و غارت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر شخص کے لیے حرام تھے۔ اس نے (صرف) مجھے آج یہاں ایک ساعت کے لیے کفار کو قتل کرنے اور اس کا حکم دینے کی اجازت دی ہے جس کے بعد یہ شہر اللہ تعالیٰ کے اسی حکم کے تحت آ جائے گا''۔ (حدیث نبوی کا مفہومی و تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے بعد کسی نے آپؐ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ جو یہاں اب تک کفار کو بے دریغ قتل کیے چلے جا رہے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں یا آپؐ نے صرف انہیں اس کا حکم دیا ہے؟''۔

اس شخص کے اس سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی شخص سے فرمایا:

''اٹھو اور اسی وقت خالدؓ (ابن ولید) کو میرے پاس لے آؤ''۔

جب خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم سنایا گیا تو وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے لیکن جب آپؐ نے ان

Marfat.com

سے اپنے حکم کی خلاف ورزی پر ان سے باز پرس کی اور پوچھا:

''کیا میں نے تمہیں (اپنے حکم کے بغیر) کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟''۔

تو وہ بولے:

''یارسول اللہ (ﷺ) فلاں شخص نے مجھے آپ کا یہ حکم سنایا تھا کہ ''جس شخص پر تم قابو پالو اسے قتل کر دو۔ اس کے علاوہ مجھے مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم معلوم تھا کہ ''حرم میں بھی اگر کوئی کافر تم سے لڑے تو تم اسے قتل کر سکتے ہو''۔

اس کے بعد خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا:

''کیا حضورؐ سے اس سلسلے میں اجازت طلب کرنے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کھلی اجازت پر ترجیح دی جا سکتی ہے؟ یہاں جن مواضع پر میں نے کفار کو قتل کیا وہ وہی تھے جن پر خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے قتل کی اجازت دی ہے''۔

خالد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مندرجہ بالا سوال کے جواب میں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ یہ دلیل سن کر آپؐ خاموش ہو گئے اور کسی ردعمل کا اظہار نہیں فرمایا۔

ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے جواب کے بعد آنحضرت ﷺ کے سکوت کی وجہ تھی کہ خود آپؐ نے اسی روز مسلمانوں کو یہ حکم دیا تھا کہ ''اگر کفار تم سے لڑتے ہوئے بیت اللہ کے زیر سایہ بھی پہنچ جائیں تو انہیں قتل کر دو''۔ اور آپ کا یہ حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بیت اللہ شریف میں یا اس کے زیر سایہ بھی جن لوگوں کا نام لے کر انہیں قتل کرنے کا حکم دیا تھا ان میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی تھا جو پہلے مسلمان ہو کر کچھ عرصے تک کاتب وحی بھی تھا لیکن بعد میں مرتد ہو کر مکے چلا آیا تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز آپؐ کے حکم کے مطابق قتل ہونے سے بچ گیا تھا اور اس نے بھاگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جو اس کے رضاعی بھائی تھے پناہ لے لی تھی۔

اس کے بعد چونکہ آنحضرت ﷺ نے اسے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے معاف فرما دیا تھا اور اس نے خود بھی توبہ کر کے اسلام سے رجوع کر لیا تھا اور دوبارہ صدق دل سے مسلمان ہو کر بلند کردار ثابت ہوا تھا اسی لیے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اسے عمال میں شامل کیا تھا۔

جب فتح مکہ کے روز وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو آپ اسے دیکھ کر خاموش ہو گئے تھے۔ جب آپؐ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ:

''جب وہ خود ہی اپنے آپ کو قتل کر چکا تھا تو میں اس کے بعد اسے کیا سزا دیتا''۔ (حدیث نبوی کا مفہومی ترجمہ)

اس کے بعد بھی جب آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ

''اگر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور معافی طلب کرنے کے بعد دوبارہ مسلمان نہ ہو جاتا تو آپؐ اس کے بارے

Marfat.com

میں کیا حکم صادر فرماتے؟''۔

اس سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا تھا:

''نبی مفروضات پر قتل کا حکم نہیں دیا کرتے''۔

عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی وفات صبح کی نماز پڑھتے ہوئے مسجد میں اور بعض روایات کے مطابق اس کے فوراً بعد اس کے گھر میں ہوئی تھی جس کا ذکر ہم حسب موقع ان شاء اللہ عنقریب تفصیل سے کریں گے۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا حکم کے تحت جو لوگ فتح مکہ کے روز قتل ہونے سے بچ گئے تھے ان میں بنی تیم بن غالب کا ایک شخص عبداللہ بن خطل بھی تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قبول اسلام سے قبل اس کا نام عبدالعزیٰ بن خطل تھا اور قبول اسلام کے بعد اس کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔ (مؤلف)

ابن اسحٰق کے بقول جہاں تک بعض مستند روایات سے انہیں معلوم ہوا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح اور عبدالعزیٰ بن خطل کے علاوہ دو افراد اور ایسے تھے جن کے قتل کا حکم آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ عبدالعزیٰ بن خطل کے مسلمان ہو جانے کے بعد آپؐ نے اسے کسی کام سے مدینے کے باہر بھیجا تھا اور اس کے ساتھ انصار میں سے ایک شخص بھی بھیجا تھا۔ عبدالعزیٰ بن خطل نے جس کا نام اس وقت عبداللہ تھا کسی بات پر غصے میں آ کر اپنے غلام کو جو اس کے ساتھ تھا قتل کر دیا لیکن اس کے بعد بھاگ کر نہ صرف مرتد ہو گیا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا جس میں اس کی بیوی اور اس کی کنیز بھی شامل ہو جاتی تھیں۔ عبداللہ بن خطل اور اس کی بیوی کی کنیز کو ابو برزہ اسلمی اور سعید بن حریث مخزومی نے قتل کر دیا لیکن اس کی بیوی حرم میں چھپ کر بھاگ نکلی تھی۔

ان کے علاوہ ان لوگوں میں حویرث ابن نقیذ بن وہب بن عبد قصی بھی تھا جو ہجرت سے قبل مکے میں آنحضرت ﷺ کو حد سے زیادہ ایذا پہنچایا کرتا تھا۔ جب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہجرت کے اوّلین زمانے میں آنحضرت ﷺ کی بیٹیوں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو آپؐ کے پاس لے جا رہے تھے تو جس اونٹ پر یہ دونوں سوار تھیں اسے اسی حویرث نے راستہ روک کر بدکا دیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی مذکورہ بالا دونوں بیٹیاں اس اونٹ کی پشت سے زمین پر گر پڑی تھیں فتح مکہ کے روز حویرث کا خون بھی مسلمانوں پر مباح کر دیا گیا تھا لیکن اسے خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

ابن اسحاق نے مذکورہ بالا اشخاص کے علاوہ مقیس بن صبابہ کا ذکر بھی کیا ہے جس نے اپنے بھائی کے قاتل کو سہواً قتل کر دیا لیکن جب اس سے دیت طلب کی گئی تو وہ بھی بھاگ کر مرتد ہو گیا تھا۔ اسے فتح مکہ کے روز اسی کے قوم کے ایک شخص نمیلہ بن عبداللہ نے قتل کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے ان لوگوں کے ساتھ جن کا خون بہانا آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے روز مسلمانوں کے لیے مباح فرما دیا تھا بنی عبدالمطلب اور عکرمہ بن ابوجہل کی ایک کنیز سارہ کا بھی ذکر کیا جو مسلمان ہونے کے بعد حاطب کا خط لے کر مدینے سے مکے آ رہی تھی اور راستے میں پکڑی گئی تھی۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ وہ ہجرت سے قبل مکے میں آپ کو تکلیف پہنچانے میں پیش پیش رہتی تھی

Marfat.com

لیکن جہاں تک بعض دوسرے اہل علم سے ہمیں معلوم ہوا ہے اور ہم پہلے اس کا ذکر بھی کر چکے ہیں سارہ کو گرفتاری کے بعد آنحضرت ﷺ نے معاف فرما دیا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہ کر مدینے ہی میں کسی کے گھوڑے کے نیچے آ کر مری تھی۔ (مؤلف)

کہا جاتا ہے کہ مکہ کی مکمل فتح کے بعد آنحضرت ﷺ نے طواف کے بعد خانہ کعبہ میں ایک ہی سلام سے آٹھ رکعتیں نماز ادا فرمائی تھیں جیسا کہ آپ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن کے بعد ایوان کسریٰ میں آٹھ رکعت نماز شکرانہ ادا کی تھی لیکن سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے برعکس ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن ثور اور صفیہ بنت شیبہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے بعد مکمل اطمینان ہو جانے پر مقام استبلام پر سات بار حجر اسود کا طواف کرنے کے بعد عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا اور ان سے کعبے کی کنجیاں لے کر اس کا دروازہ کھلوایا اور جب آپؐ بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے وہاں کبوتر کی شکل کا سامنے ہی ایک بت دیکھا اور اسے آپؐ نے اپنے ہاتھ سے توڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد آپؐ لوگوں کے ہمراہ مسجد الحرام میں تشریف لے گئے جہاں آپؐ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی یا دو سجدے کیے۔ اس کے بعد آپ زمزم پر تشریف لے گئے اور وہاں پہلے پانی طلب فرما کر پیا' پھر وضو فرمایا۔

جب آپؐ کے ہمراہ وہاں آنے والے مسلمانوں نے وضو کرنا شروع کیا تو مشرکین انہیں حیرت سے دیکھنے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ: ''ایسی عجیب و غریب بات تو ہم نے پہلے کبھی دیکھی تھی نہ سنی تھی''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے حمد و ثنا کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اس نے اپنے وعدے کے مطابق آپ کو فتح مکہ سے سرفراز فرمایا اور دشمنوں کو شکست دی۔ اس کے بعد آپؐ نے کہا کہ:

''یا اللہ مجھے یہاں کے مال و منال سے کوئی رغبت نہیں ہے کیونکہ تیرے دین کے مقابلے میں تیرے فضل و کرم سے یہ سب کچھ میرے لیے ہیچ اور میرے قدموں کے نیچے ہے۔ میرے لیے کعبے کی خدمت اور حجاج کی سقائی کافی ہے' اگر میرے ہاتھوں یہاں سہواً کوئی بے جا قتل ہوا ہے تو میں اس کی دیت فی کس سو اونٹوں کے حساب سے ادا کروں گا''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

اس کے بعد آپؐ نے مشرکین قریش سے جو وہاں جمع ہو گئے تھے یوں خطاب فرمایا:

''اے قریش کے لوگو! تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور اپنے آباء و اجداد پر بے جا فخوت (آج) چلی گئی' تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے''۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ قرآنی آیت ﴿یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی﴾ فرمایا کہ یہ خالق کائنات خدائے واحد کا مخلوق انسانی سے خطاب ہے۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ)

Marfat.com

اس کے بعد آپؐ نے مشرکین مکہ سے دریافت فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ (آج) میرا تم سے کیا سلوک ہوگا؟''۔

آپؐ کے اس سوال کے جواب میں قریش مکہ نے یک زبان ہو کر کہا: ''وہی جس کی ایک مہربان بھائی کے بیٹے سے امید کی جاسکتی ہے''۔ ان کے اس جواب پر آپؐ نے فرمایا: ''جاؤ تم سب آزاد ہو''۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد الحرام میں جا کر تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے قریب کھڑے ہو کر آپؐ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ) ہمارے لیے کسی ادب خانہ (بیت الخلاء) اور اس کے ساتھ سقایہ کے بندوبست کا حکم دے دیجیے''۔

آپؐ نے علی رضی اللہ عنہ کی اس درخواست کے جواب میں فرمایا: ''عثمان بن طلحہ کہاں ہیں؟ انہیں بلاؤ''۔ جب عثمان بن طلحہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ان سے فرمایا ''بیت اللہ کی مفتاح برداری کا کچھ کرشمہ دکھائے' آج نیکی اور وفا کا دن ہے''۔

ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ انہیں بعض اہل علم نے بتایا کہ فتح مکہ کے روز جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو آپؐ نے وہاں دیواروں پر فرشتوں وغیرہ کی تصاویر بنی ہوئی دیکھیں جن میں ایک تصویر ایسی تھی جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فال لینے کے تیروں سے تقسیم کرتے دکھایا گیا تھا جس کا زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عام دستور تھا۔ آپؐ نے وہ تصویر دیکھ کر فرمایا:

''خدا انہیں ہلاک کرے جنہوں نے ہمارے ان بزرگ کو اس تصویر میں فال لینے کے تیروں کے ذریعہ تقسیم کرتے دکھایا ہے (معاذ اللہ) کہاں شان ابراہیمی اور کہاں فال لینے کے تیر''۔

اس کے بعد آپؐ نے یہ قرآنی آیت تلاوت فرمائی:

﴿ مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

اس کے بعد آپؐ کے حکم سے وہ تمام تصاویر بیت اللہ شریف کی ان اندرونی دیواروں سے مٹا دی گئیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان تمام تصاویر کو آپؐ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مٹایا تھا اسی روایت میں ہے کہ خانہ کعبہ میں اس روز حضور نبی کریم ﷺ نے سنگین ستونوں پر رکھے ہوئے تین سو یا بعض روایات کے مطابق تین سو ساٹھ بت دیکھے تھے۔ آپؐ ان کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہر بت کے منہ پر اپنا عصا مارتے اور فرماتے جاتے تھے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴾

بخاریؒ متعدد حوالوں کے ساتھ ان بتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ان کی طرف اپنے عصا سے اشارہ کرتے ہوئے فرماتے جاتے تھے:

﴿ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴾

Marfat.com

اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ بیت اللہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو آپؐ نے وہاں ان کا کوئی نشان نہ دیکھا کیونکہ وہ وہاں سے ہٹا دیئے یا توڑ پھوڑ دیئے گئے تھے۔

بخاریؒ اور لیث کہتے ہیں کہ ان سے یونس نے بیان کیا کہ انہیں نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ جب مکے کے بالائی حصے سے سواری پر خانہ کعبہ کی طرف تشریف لائے تو آپؐ کے پیچھے یکے بعد دیگرے ایک ہی قطار میں اسامہ بن زید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ آپؐ نے کعبہ میں پہنچ کر بیت اللہ کے اندرونی دروازے کی کنجیاں طلب فرمائیں اور اسامہ بن زیدؓ بلال اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں داخل ہوئے' پھر مسجد الحرام میں تشریف لا کر دن کا ایک بڑا حصہ وہاں گزارا' دوسرے لوگ جو آپ کی قدم بوسی کے لیے بے قرار تھے ان میں آگے آگے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ بیت اللہ کے دروازے پر بلال رضی اللہ عنہ مستعد کھڑے ہیں۔ عبداللہ بن عمر نے بلال رضی اللہ عنہم سے پوچھا: ''آنحضرت ﷺ نے نماز کہاں پڑھی؟''۔ تو بلال رضی اللہ عنہ نے ایک طرف اشارہ کر دیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ بلال رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھنا بھول گئے کہ آنحضرت ﷺ نے وہاں جس طرف انہوں نے اشارہ کیا تھا کتنی رکعات نماز پڑھی تھی یا کتنے سجدے کیے تھے۔

امام احمد کی اس بارے میں یہ روایت ہے کہ انہیں متعدد ثقہ افراد نے ہشیم' ابن عون نافع اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ جب رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے ہمراہ فضل بن عباس' اسامہ بن زید' عثمان بن طلحہ اور بلال رضی اللہ عنہم تھے۔ آپؐ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دروازہ کھولنے کے لیے فرمایا اور وہاں خاصی دیر تشریف فرما رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ سے وہاں سب سے پہلے وہی ملے تھے اور انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کہاں پڑھی؟ تو انہوں نے دو ستونوں کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''ان دو ستونوں کے درمیان''۔

صحیح بخاری میں یہ روایت یوں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب اس وقت نماز ادا فرمائی تو بیت اللہ کا دروازہ آپؐ کے سامنے اور باقی عمارت جس کا ایک ستون آپؐ کے داہنی جانب اور دو ستون بائیں جانب تھے آپؐ کے پس پشت تھی اور بیت اللہ کے تین دوسرے ستون وہاں سے کچھ دور تھے۔ بخاریؒ کے بقول خانہ کعبہ کی پوری عمارت اس زمانے میں صرف چھ ستونوں پر قائم تھی اور اس کے احاطے کی دیوار وہاں سے ہر طرف تین جریب کے فاصلے پر تھی۔ (مؤلف)

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ انہیں اسماعیل اور لیث نے مجاہد اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ جب فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ جب بلال رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے حکم سے وہاں اذان دی اس وقت ابوسفیان بن حرب' عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ سے بہت دور بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب کے بقول اللہ تعالیٰ کو غالباً یہ بات ناپسند تھی کہ قریش کے یہ سردار اس وقت اذان کی آواز سن سکیں کیونکہ وہ پہلے اسے سن کر طیش میں آ جاتے تھے۔ تاہم اس وقت آواز اذان سن کر انہیں غصہ نہیں آیا تھا۔

عبدالرزاق نے معمر اور ایوب کے حوالے سے ابن ابی ملیکہ کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا تھا اور جب مشرکین قریش نے بلال رضی اللہ عنہ کو وہاں چڑھے دیکھا تو بولے:

''اس حبشی غلام کو تو دیکھو کہ یہ کہاں چڑھا ہوا ہے''۔

محمد بن سعدؒ نے واقدی' محمد بن حرب' اسماعیل بن ابی خالد اور ابی اسحٰق کے حوالے سے بیان کیا ہے فتح مکہ کے روز ابوسفیان شاید ایک جگہ بیٹھا سوچ رہا تھا کہ وہ قریش کو جمع کر کے کاش ایک بار پھر آنحضرت ﷺ سے جنگ کر سکتا کہ اچانک آپؐ اسی وقت اس کے سر پر پہنچ گئے اور آپؐ نے اس کے سینے پر مکا مار کر فرمایا: ''آج تجھے اللہ نے ذلیل کیا ہے''۔ آپ کی زبان مبارک سے یہ سن کر ابوسفیان سر اٹھا کر بولا:

''کیا میں نے آپ کو یقین نہیں دلایا ہے کہ اب میرے نزدیک آپؐ (سچے) نبی ہیں اور تا قیامت رہیں گے؟''۔

بیہقی کہتے ہیں کہ انہیں عبداللہ الحافظ' ابوحامد بن حسن المقری' احمد بن یوسف سلمی' محمد بن یوسف الفریابی اور یونس بن ابی اسحٰق نے ابی السفر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ وہاں کی ایک عام سڑک سے گزر رہے تھے اور ابوسفیان آپؐ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور مشرکین مکہ اس پر آوازے کس رہے تھے تو یقیناً وہ اپنے دل میں سوچ رہا ہوگا کہ کاش وہ آپؐ سے آخری بار اور جنگ کر سکتا کیونکہ اس وقت آپؐ نے پلٹ کر اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''تجھے یہ ذلت اللہ نے دی ہے''۔

بیہقی نے متعدد حوالوں سے بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے روز بعض اہل اسلام خانہ کعبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رات سے صبح تک تکبیر و تسبیح و تہلیل اور طواف میں مصروف رہے تھے اور ابوسفیان نے یہ دیکھ کر ہند سے کہا تھا: ''یہ سب اللہ کی طرف سے ہے''۔ اور اس نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ: ''ہاں یہ سب اللہ کی طرف سے ہے''۔

جب صبح کو ابوسفیان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس سے فرمایا:

''کیا تم نے ہند سے رات یہ کہا تھا کہ جو کچھ تم دیکھ رہی ہو وہ سب اللہ کی طرف سے ہے؟''۔

ابوسفیان نے جواب دیا: ''جی ہاں! میں نے یہی کہا تھا''۔

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہر شخص ہند کے سوا یہ سن کر میری تائید کرے گا''۔

یاد رہے کہ فتح مکہ کے روز جن مشرکین کے قتل کا حکم آنحضرت ﷺ نے دیا تھا ان میں عکرمہ بن ابوجہل بھی شامل تھا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اپنی جان بچا کر یہاں سے فرار ہو گیا اور یمن جا پہنچا تھا۔ تاہم اس کی بیوی جو مسلمان ہو کر مدینے چلی گئی تھی اسے یمن سے مدینے لے آئی تھی اور اس نے اسے آپ کی خدمت میں لے جا کر اس کے لیے آپؐ سے معافی طلب کی تھی تو آپؐ نے اسے معاف فرما دیا تھا جس کے بعد وہ اپنے پچھلے گناہوں سے تائب ہو کر صدق دل سے مسلمان ہو گیا تھا۔ (مؤلف)

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ انہیں دوسرے متعدد لوگوں کے بیانات کے علاوہ مجاہد کے بیان سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے روز' جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' صاف طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ نے مکے کی سرزمین اور اس کے گرد و پیش کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے دن سے سرزمین حریت قرار دیا ہے' یہاں اس کے حکم کے مطابق نہ شکار کھیلا جا سکتا ہے' یعنی کسی جانور یا پرندے کو شکار کیا جا سکتا ہے نہ مارا جا سکتا ہے' یہی حکم یہاں کی فضا میں پرندوں کے شکار پر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی حکم یہاں جنگ و جدل اور قتل و غارت کے بارے میں بھی ہے البتہ لڑائی کے موقع پر جوابی کارروائی کی اجازت ہے''۔

کسی نے پوچھا:

''یارسول اللہ (ﷺ) جو آبی پرندے یہاں کی فضا سے اُڑتے ہوئے گزریں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟''۔

اس سوال پر آپؐ نے قدرے سکوت فرما کر جواب دیا: ''وہ حلال ہیں''۔

آخر میں آپؐ نے فرمایا کہ:

''یہ حکم مجھ سے پہلے بھی تھا اور میرے بعد بھی تا قیام قیامت برقرار رہے گا''۔ (حدیث نبوی کا مفہومی و تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا حکم کے تحت حرمت مکہ کے سلسلے میں وہاں بیت اللہ ہونے کے سبب اپنے مندرجہ بالا ارشادات گرامی کا عامۃ الناس کے لیے مکمل عملی ثبوت فراہم فرمایا تھا اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' آپؐ نے اس روز چند مخصوص ازلی دشمنان خدا و اسلام کے سوا مکے میں قتل و غارت کی سختی سے ممانعت فرما دی تھی بلکہ مکے میں داخل ہونے سے قبل' جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' آپؐ نے خندمہ ہی میں فرما دیا تھا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے' جو اپنا گھر بند کر کے بیٹھ جائے اور جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے وہ مامون و مصئون رہے گا۔ فتح مکہ کے روز آنحضرت ﷺ کے اس قول و عمل کی بنیاد پر جمہور علمائے اسلام نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا ہے کہ کسی قوم سے صلح کے بعد اس کے کسی شہر میں مسلمانوں کا وہاں داخل ہو کر مال غنیمت کے حصول کے لیے کسی کے خلاف تلوار اٹھانا حرام ہے۔

جیسا کہ متعدد مستند روایات سے ثابت ہوتا ہے آنحضرت ﷺ نے مشرکین مکہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''تمہارے جو لوگ مر چکے وہ مر چکے اور جو زندہ ہیں وہ زندہ رہیں گے''۔

یعنی نہ انہیں قتل کیا جائے گا نہ ان سے کوئی تعارض کیا جائے گا۔ فتح مکہ کے بعد وہاں مشرکین سے مال غنیمت کا عدم حصول اور تقسیم سے دستبرداری تاریخ اسلام کا سنہری باب اور ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

ابن ہشام کے بقول حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر متعدد مسلمان شعراء نے فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ اور مجاہدین اسلام کی مدح میں کثرت سے اشعار کہے تھے جب کہ عرب کے مشرک شعراء نے ان کی ہجو میں اشعار کہے تھے۔

مشہور شاعر عبداللہ بن زبعری سہمی جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا اور اس کے علاوہ عرب کے دیگر مشرک شعراء نے فتح مکہ کے بعد مسلمانوں اور اسلام کی ہجو کرنے میں اپنا دفاع اور سارا زور قلم صرف کر دیا تھا لیکن بعد میں توبہ کر کے جب مسلمان ہو گئے تھے تو پھر ان کا سارا زور قلم دین اسلام کی مدح و ثنا میں صرف ہونے لگا تھا۔ (مؤلف)

Marfat.com

فصل:

فتح مکہ کے شرکاء ومشاہدین کی تعداد

ابن اسحٰق نے فتح مکہ میں شریک مجاہدین اسلام اوراس کا مشاہدہ کرنے والے دوسرے لوگوں کی جواس روز مسلمان ہوئے تھے مجموعی تعداد کے بارے میں جواعداد وشمار پیش کیے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

مجاہدین بنی سلیم	ایک ہزار
مجاہدین بنی غفار	چارسو
مجاہدین مزینہ	چارسو
مدینے کے مہاجرین وانصار مجاہدین قبائل	
تمیم وقیس اور بنی اسد کے مجاہد اوران قبائل	
کے حلیف قبائل	چھ ہزار نوسو
کل۔ میزان دس ہزار	

بعض روایات میں جن کے راوی عروہ، زہری اور موسیٰ بن عقبہ ہیں صرف مجاہدین اسلام کی تعداد بارہ ہزار بتائی گئی ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد بنی جزیمہ بن کنانہ کی طرف خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مہم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے حکیم بن حکیم بن عباد بن حنیف نے ابی جعفر محمد بن علی کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مختلف عربی قبائل کی طرف ان سے جنگ وجدل کے لیے نہیں بلکہ انہیں دعوت اسلام دینے کے لیے روانہ فرمایا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوسرے قبائل عرب سلیم بن منصور اور مدلج بن مرہ کے کچھ لوگ بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر اور مذکورہ بالا عرب قبائل کے لوگوں کے ساتھ قبیلہ بنی جزیمہ بن عامر بن عبد منات بن کنانہ کی بستی کے سامنے پہنچے تو اس قبیلے کے لوگ بھی مسلح ہو کر ان سے مقابلے کے لیے سامنے آ گئے۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر ان لوگوں سے کہا:

''تم لوگ اپنے ہتھیار رکھ دو کیونکہ ہم تم سے لڑنے نہیں بلکہ تمہیں دعوت اسلام دینے آئے ہیں اس لیے تمہیں چاہیے کہ تم مسلمان ہو جاؤ''۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ بنی جزیمہ کے ایک معتبر صاحب علم شخص نے انہیں بتایا:

''جب خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے ہم سے ہتھیار رکھنے کے لیے کہا تو ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے آگے آ کر اپنے اہل قبیلہ سے کہا:

''تم انہیں نہیں جانتے' یہ خالدؓ ہیں' جب تم ہتھیار رکھ دو گے تو تمہاری گرفتاری اور اس کے بعد تمہارا قتل عام یقینی ہے۔ خیر میں تو ہرگز ہرگز اپنے ہتھیار نہیں رکھوں گا''۔

اپنے قبیلے کے اس شخص کی یہ بات سن کر دوسرے لوگوں نے اسے پکڑ کر کہا:

''تمہاری عقل تو نہیں ماری گئی؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے سامنے قبیلے والوں کا خون بہہ جائے''۔

اس کے بعد بنی جزیمہ نے اتفاق رائے سے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے ہتھیار زمین پر پھینک دیئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بنی جزیمہ کے اسی معتبر صاحب علم شخص نے انہیں بتایا کہ جونہی اس کے قبیلے والوں نے اپنے ہتھیار زمین پر پھینکے خالدؓ نے ان سب کو گرفتار کرنے کے بعد انہیں چن چن کر قتل کرا دیا۔

ابن اسحٰق آخر میں کہتے ہیں کہ جب اس سانحے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ نے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

''یا اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ خالدؓ نے کیا مجھے اس سے بری الذمہ رکھنا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی اور شخص نے اس سانحے کی خبر پہنچائی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر وہی التجا

Marfat.com

تین بار کی جس کا ذکر سطور بالا میں آ چکا ہے۔ پھر جب آپ کو کچھ اور لوگوں کے ذریعہ یہی اطلاع ملی تو جیسا کہ متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے' آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے وہی التجا اس طرح دو بار کی اور یہ بھی فرمایا کہ:

''افسوس ہے خالدؓ نے زمانہ جاہلیت کی باتیں ابھی تک ترک نہیں کیں''۔

خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی بنی جزیمہ سے مراجعت سے قبل جو کچھ لوگ وہاں سے مکے واپس آ گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان میں سے ایک سے دریافت فرمایا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو مذکورہ بالا اقدامات سے روکنے کی کسی نے کوشش کی تھی یا نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ:

''ایسی کوشش صرف دو آدمیوں نے کی تھی جن میں سے ایک میرا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے اور دوسرا ابی حذیفہ کا غلام سالم رضی اللہ عنہما ہے''۔

یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے ان دونوں کے قد و قامت' رنگ اور چہرے مہرے کی نشانیاں پہلے پوچھ کر کہی تھی۔

اس کے بعد جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مکے واپس آئے تو کہیں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہہ دیا:

''تم نے اسلام میں بھی بنی جزیمہ کے بارے میں زمانہ جاہلیت کی روش اختیار کی' معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں یہ روش اپنے بزرگوں سے وراثت میں ملی ہے''۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اس بات کے جواب میں خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھے تو نہیں لیکن تمہیں وہ روش اپنے باپ سے ضرور وراثت میں ملی ہے''۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بولے:

''تم جھوٹ کہتے ہو کیونکہ میں نے تو اس زمانے میں بھی صرف اپنے باپ کے قاتل کو قتل کیا تھا لیکن تمہیں اس زمانے کی روش یقیناً اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ سے وراثت میں ملی ہے اور اس کا ثبوت تمہاری وہ روش ہے جو تم نے بنی جزیمہ بن کنانہ کے ساتھ اختیار کی''۔

خالد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما میں اس گفتگو کے بعد اور زیادہ تلخ کلامی ہوئی۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپؐ نے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے فرمایا:

''خالدؓ! تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس قسم کی گفتگو سے باز رہو' تم نے ان کی طرف سے میری حمایت اور اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سب کچھ قربان کر دینے کا حال نہیں دیکھا' اگر دیکھتے تو ان میں سے کسی کے ساتھ یہ رویہ ہرگز اختیار نہ کرتے' تم میرے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی عزت و حرمت اور عظمت سے ابھی واقف نہیں ہو''۔

(حدیث نبوی کا مفہومی و تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

زمانہ جاہلیت میں قریش اور عرب کے دوسرے قبائل کی روش اور ان کی اولاد میں وہ روش وراثتہً منتقل ہونے کے بارے میں بنی جزیمہ بن کنانہ کے حوالے سے خالد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کے درمیان جو تلخ گفتگو ہوئی تھی اس کا پس منظر جو ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے یہ ہے:

Marfat.com

''خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم' عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے والد عوف کے بیٹے عبدالرحمٰن اور عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس اور عفان کے بیٹے عثمان رضی اللہ عنہ بغرض تجارت یمن گئے تھے اور ان کے ساتھ بنی جزیمہ بن کنانہ کا ایک شخص بھی اسی غرض سے یمن گیا تھا اور وہاں اتفاقاً ہلاک ہو گیا تھا۔ جب مذکورہ بالا دوسرے لوگ اس کا مال لے کر اس کے قبیلے بنی جزیمہ کی طرف آ رہے تھے تو ان کے اس شخص کے ورثا کے پاس پہنچنے سے پہلے اسی قبیلے کے ایک شخص جسے خالد بن ہشام کہا جاتا تھا اور اس کے ساتھیوں نے ان سے اس شخص کا وہ مال اور سامان مانگا لیکن مذکورہ بالا لوگوں نے انکار کر دیا جس پر ان میں لڑائی چھڑ گئی جس میں دونوں طرف کے کچھ آدمی مارے گئے جن میں عبدالرحمٰنؓ کے والد اور خالدؓ کے چچا فاکہ بھی شامل تھے بعد میں عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تو موقع پا کر اپنے والد کے قاتل کو قتل کر کے بدلہ چکا دیا تھا لیکن خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا کے قاتل کو تلاش کر کے اسے قتل کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا اور خالدؓ کے ہاتھوں بنی جزیمہ کے ساتھ مذکورہ بالا سانحہ پیش آیا تو عبدالرحمٰنؓ کے خیال میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جزیمہ سے اپنے چچا فاکہ کے خون کا بدلہ لینے کا اب موقع ملا تھا اور انہوں نے اس قبیلے کے بیشمار لوگوں کو اسی لیے بے دریغ قتل کر ڈالا تھا لیکن چونکہ یہ برسوں دشمنی چلنے اور قتل و قتال کا دستور زمانہ جاہلیت کی روش تھی جسے داعی اسلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مٹانے کی مسلسل کوشش فرما رہے تھے اسی لیے عبدالرحمٰنؓ نے خالدؓ پر اعتراض کیا تھا جس کے نتیجے میں بات بڑھ گئی تھی اور نوبت تلخ کلامی سے جھگڑے تک جا پہنچی تھی''۔

اس واقعے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنی جزیمہ میں امن و امان قائم کرنے اور ان کے جان و مال کی تلافی کے لیے وہاں بھیجا تو ان کی مصلحانہ و مصالحانہ تدابیر سے وہاں نہ صرف امن و امان قائم ہو گیا بلکہ اس قبیلے کے تمام لوگ خوشی سے مسلمان بھی ہو گئے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مقتولوں کے خون کی فرداً فرداً نہ صرف خاطر خواہ دیت ادا کی بلکہ اس میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ بھی کر دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں سے مکے واپس آ کر اپنی اس کارکردگی کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ نے ان کی رائے کو صائب قرار دے کر ان کی مصلحانہ و مصالحانہ تدابیر کو بھی سراہا۔

علمائے اسلام و فقہاء کی اسناد پر مؤرخین نے بنی جزیمہ کے ساتھ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا طرز عمل کی مختلف توجیہات پیش کر کے انہیں ناقابل گرفت قرار دیا ہے۔ ان توجیہات میں سے ایک توجیہ میں امیر لشکر یا امام کی اجتہادی خطا بتائی گئی اور دوسری یہ کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنی جزیمہ کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی تھی تو انہوں نے اپنی مقامی زبان میں ''صبانا' صبانا'' کہا تھا جس کا مطلب حجاز کی شستہ و رفتہ زبان میں ''اسلمنا'' ہوتا تھا لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی مقامی زبان کے روزمرہ سے ناواقفیت کی وجہ سے اسے ان کا انکار سمجھے۔ اس کا جو نتیجہ ہونا تھا وہی ہوا۔

علماء و فقہاء نے اپنی ان توجیہات کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ اسی وجہ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معزول فرمانے کے بجائے انہیں امیر لشکر کی حیثیت سے برقرار رکھا تھا جس کے بعد ان کی نصرت اسلام کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کے نزدیک بھی یہ توجیہات نہ صرف قابل قبول تھیں بلکہ تھیں ہی آپ کی۔

Marfat.com

انہدام عزیٰ کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روانگی

ابن جریر کہتے ہیں کہ سال ہشتم ہجری میں ماہِ رمضان کے ابھی پانچ دن باقی تھے جب مشرکین عرب کے مشہور بت عزیٰ کو منہدم کیا گیا۔ اس کے انہدام کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تھا۔

یہ بت نخلہ میں مشرکین کے ایک معبد میں نصب تھا جس کی قریش، بنی کنانہ اور بنی مضر بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کے لیے حاجب اور خدمت گار بنی ہاشم کے حلیف قبائل بنی شیبان اور بنی سلیم نے فراہم کیے تھے۔ جب عزیٰ کے حاجب سلمی نے اس کے انہدام کے لیے مکے سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی روانگی کی خبر سنی تو پہلے تو میان سے تلوار نکال کر بلند کی پھر دوڑتا ہوا اس پہاڑی پر چلا گیا جس کی چوٹی پر بنے ہوئے معبد میں عزیٰ کا بت نصب تھا اور اس معبد میں داخل ہو کر عزیٰ کے سامنے دعا کرنے لگا کہ ''اے عزیٰ تو اپنی قوت کا مظاہرہ کر اور خالد کو اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دے'' وغیرہ وغیرہ لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نخلہ پہنچتے ہی اسے منہدم کر دیا۔

جب خالدؓ نے اسے منہدم کرنے کے بعد مکے واپس پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم نے وہاں کیا دیکھا؟''۔ خالدؓ نے عرض کیا: ''میں نے وہاں کوئی خاص چیز نہیں دیکھی'' آپؐ نے فرمایا: ''(اچھا تو) پھر وہاں لوٹ کر جاؤ''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب نخلہ کی پہاڑی پر اس معبد کے سامنے پہنچے تو اس کے اندر سے ایک حبشی عورت جس کے سر کے بال اس کی ایڑیوں سے نیچے زمین تک لٹک رہے تھے نکل کر بڑے خوف ناک انداز میں تلوار کے ساتھ ان کی طرف جھپٹی لیکن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار کے ایک ہی وار میں قتل کر دیا، اس معبد کو بھی منہدم کرا دیا اور نذرانوں کا جو مال اس میں جمع تھا اسے اپنے قبضے میں لے کر مکے واپس آ گئے۔ جب انہوں نے اس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا:

''بس وہی عزیٰ تھی جس کی پرستش اب ابد تک کوئی نہیں کرے گا''۔

Marfat.com

مکے میں آنحضرت ﷺ کے قیام کی مدت

اس بارے میں راویوں کے درمیان کوئی باہم اختلاف نہیں ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے جتنے دن مکے میں قیام فرمایا اتنے دن قصر نماز پڑھی اور روزے بھی قضا فرمائے۔ علماء نے آپؐ کے اس عمل کے بارے میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ شریعت کی رو سے اگر کوئی مسافر اپنے سفر کے دوران میں کسی ایک جگہ اٹھارہ دن سے زیادہ قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو جس طرح وہ وہاں قصر نماز پڑھ سکتا ہے بالکل اسی طرح رمضان کے روزے بھی قضا کر سکتا ہے۔

بخاریؒ کہتے ہیں کہ انہیں ابو نعیم اور سفیانؒ نے بتایا اور ان سے سفیان کے علاوہ قبیصہ نے یحییٰ بن ابی اسحٰق اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکے میں قیام کیا تھا بیان کیا کہ انہوں نے انہیں (قبیصہ کو) بتایا: ہم نے فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ وہاں دس روز قیام کیا اور قصر نماز پڑھی۔

قبیصہ کے علاوہ دوسرے متعدد لوگوں نے بھی یحییٰ بن ابی اسحٰق حضرمی بصری اور انس (بن مالک) کے حوالے سے یہی بات بتائی ہے۔

بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ انہیں عبدان، عبداللہ اور عاصم نے بھی عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے ان دنوں مکے میں انیس روز قیام فرمایا تھا اور ہر وقت کی دو رکعت قصر نماز پڑھی تھی۔

بخاریؒ اور ابو حصین دونوں نے اور ان کے علاوہ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی عاصم بن سلیمان الاحول، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ابوالاسود کی زبانی ان دنوں آنحضرت ﷺ کے قیام کی مدت سترہ روز بیان کی ہے لیکن احمد بن یونس اور احمد بن شہاب نے عاصم، عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینے سے مکے تک سفر میں اور مکے کے دوران قیام میں مجموعی طور پر انیس دن قصر نماز پڑھی تھی تاہم جہاں اس سے زیادہ قیام رہا وہاں (فرض نماز) پوری پڑھی تھی (واضح رہے کہ احمد بن یونس اور احمد بن شہاب نے جن حضرات کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے وہ سب حضرات اس دوران میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے تھے)

ابوداؤد، ابراہیم بن موسیٰ، ابن علیا اور علی بن زید نے ابی نضرہ اور عمران بن حصین کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آخر الذکر یعنی حصین نے جو فتح مکہ کے موقع پر بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے بتایا: میں تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا اور فتح مکہ کے موقع پر بھی آپؐ کے ساتھ تھا۔ اس وقت آپؐ نے مکے میں اٹھارہ راتیں گزاریں لیکن اس دوران میں آپؐ نے کسی وقت کی نماز دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔ البتہ آپؐ نے ان لوگوں سے جو مکے کے مستقل باشندے تھے اور وہاں آپؐ کے دوران قیام میں مسلمان ہو گئے تھے فرمایا کہ وہ پوری نماز پڑھا کریں۔

Marfat.com

ترمذیؒ نے یہ روایت علی بن زید بن جدعان کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے اس روایت میں جو حدیث ہے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔ ترمذی نے یہی روایت محمد بن اسحاق بن زہری کی زبانی اور زہری' عبیداللہ بن عبداللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر مکے میں پندرہ روز قیام فرمایا تھا اور اس دوران میں جملہ اوقات کی نماز قصر پڑھی تھی لیکن آخر میں یہ بھی بتایا ہے کہ انہیں جن دوسرے کئی اشخاص نے یہ بات بتائی انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حوالہ نہیں دیا۔

ترمذیؒ کی طرح ابن ادریس بھی یہی بیان کرتے ہیں کہ انہیں محمد بن اسحٰق' محمد بن علی ابن الحسین عاصم بن عمرو بن قتادہ' عبداللہ بن ابی بکر اور عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بتایا کہ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پندرہ روز قیام فرمایا تھا۔

Marfat.com

فصل:

مکے کے دورانِ قیام میں آنحضرت ﷺ کے احکام

آنحضرت ﷺ کے مکے میں دوران قیام میں آپؐ کے احکام کے متعلق ایک روایت عبداللہ بن مسلم کی زبانی اور سالک بن شہاب' عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بخاریؒ نے بیان کی ہے اور دوسری لیثؒ نے یونس کی زبانی ابن شہاب' عروہ بن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے پیش کی ہے۔ ان کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد سے وعدہ لیا تھا کہ وہ ابن ولیدہ زمعہ کو اپنے ساتھ ساتھ رکھیں گے اور ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ابن ولیدہ ان کا یعنی عتبہ کا بیٹا ہے''۔

جب رسول اللہ ﷺ فتح کے روز مکہ میں تشریف لائے تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ابن ولیدہ زمعہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ عبد بن زمعہ بھی تھا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) مجھے میرے بھائی عتبہ نے قسم کھا کر بتایا ہے کہ ابن ولیدہ زمعہ ان کا بیٹا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے ساتھ ہی عبد بن زمعہ نے آگے بڑھ کر آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) دراصل اب ولیدہ میرا بھائی اور ابن زمعہ ہے کیونکہ یہ میرے باپ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

''آنحضرت ﷺ نے عبد بن زمعہ سے دریافت فرمایا کہ ان کے پاس اس کے علاوہ کہ ابن ولیدہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا تھا اس کے ثبوت میں کوئی اور دلیل ہے کہ وہ یعنی ابن ولیدہ زمعہ درحقیقت اس کا بھائی اور زمعہ کا بیٹا ہے؟ اس کے بعد آپؐ نے ابن ولیدہ زمعہ کی طرف غور سے دیکھا تو وہ واقعی شکل وصورت' چہرے مہرے اور قد وقامت کے لحاظ سے عتبہ بن ابی وقاص کی تصویر بلکہ دوسرا عتبہ بن ابی وقاص تھا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد فرماتی ہیں:

''یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''سودہ رضی اللہ عنہا اسے یعنی ابن ولیدہ زمعہ کو میرے سامنے سے ہٹا دو''۔ پھر فرمایا: ''بچہ (دراصل) فرش یا بستر کا ہوتا ہے (یعنی جس پر وہ پیدا ہو) (اور) زنا کے لیے وہاں جانے والے کے لیے وہ پتھر ہوتا ہے''۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی یہی تشریح کی ہے۔

بخاریؒ متعدد حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانے میں مکے کی کوئی عورت چوری کرتے ہوئے پکڑی گئی تو اس

Marfat.com

کی قوم نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بڑی عاجزی اور الحاح وزاری کے ساتھ درخواست کی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کردیں۔

بہرکیف جب اس عورت کو چوری کے الزام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور شریعت کی رو سے اس کے جرم کا ثبوت بھی مل گیا تو اس سے قبل کہ آپ اس کے بارے میں کوئی حکم صادر فرمائیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے آپؐ سے کچھ عرض کرنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی کہ وہ آپؐ سے کچھ عرض کرتے آپؐ نے خود ہی اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اسامہؓ! تم (غالباً) اس عورت کے بارے میں مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو کہ اب جاہلیت کا وہ زمانہ گیا جب شریف اور مال دار لوگ اپنے جرائم کی سزا سے اس لیے بچ جاتے تھے کہ وہ (دنیا کی نظر میں) بڑے لوگ ہوتے تھے مگر غریبوں کو سزا ضرور ملتی تھی: ''خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہؓ سے بھی یہ جرم سرزد ہوتا تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوا دیتا''۔

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ سن کر اسامہ رضی اللہ عنہ دم بخود رہ گئے اور آپؐ کے حکم کے مطابق اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا''۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بعد وہ عورت تائب ہو کر نیک چلن ہوگئی تھی اور اس کی شادی بھی ہوگئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''وہی عورت کسی ضرورت سے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی اور میں نے اس کی ضرورت آپؐ سے بیان کردی تھی''۔

مسلمؒ اور بخاریؒ اس سلسلے کی آخری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ان سے ابن وہب نے یونس، زہری اور عروہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آخر الذکر کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو متعہ کی اجازت دے دی تھی لیکن اس کے بعد اس کی ممانعت فرمادی تھی۔

صحیح مسلم میں ابی بکر بن ابی شیبہ کی زبانی یونس بن محمد، عبدالواحد بن زیاد، ابی عمیس، ایاس بن سلمہ بن اکوع اور آخر الذکر کے والد کے حوالے سے یہ روایت ملتی ہے کہ سال اوطاس (یعنی سال فتح مکہ) کے دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار متعہ کی اجازت دی اور اس کے بعد اس کی ممانعت فرمادی۔

بیہقی کہتے ہیں کہ سبرہ کے بقول سال اوطاس پہلے فتح مکہ کے سال کو کہا جاتا تھا۔ (مؤلف)

غزوۂ خیبر کی چند معتبر و مستند روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اباحت اور حرمت کا دو بار سے زیادہ کا حکم دیا تھا۔ واللہ اعلم، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے صرف ایک بار اس کی اجازت دی تھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؐ نے وہاں صرف ضروری حالات میں اس کی اجازت دی تھی اور اس کے بعد اسی صورت حال کے تحت اس کی عمومی اجازت دے گئی تھی جو تا حال بدستور قائم ہے۔ یہی قول امام احمدؒ اور ان کے علاوہ جیسا کہ مشہور ہے، ابن عباسؓ، ان کے ساتھیوں یعنی ہم عصر لوگوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت کا ہے ہم نے حسب موقع اس مسئلے پر اپنی کتاب ''الاحکام'' میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

Marfat.com

فصل:

فتح مکہ کے بعد مشرکین کی آنحضرت ﷺ سے بیعت

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ان سے عبدالرزاق اور ابن جریج نے بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ یہ بات انہیں عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے محمد بن اسود بن خلف سے سن کر بتائی کہ فتح مکہ کے بعد وہاں آنحضرت ﷺ کے دورانِ قیام میں اسود کے بزرگوں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپؐ مشرکین سے بیعت لیں۔ چنانچہ آپؐ نے مکے میں قرن مستقبلہ کے قریب ایک جگہ تشریف فرما کر مشرکین کو بیعت کی دعوت دی تو فوراً ہی بوڑھے بچے مرد عورتیں جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور آپؐ ان سے اسلام اور شہادت پر بیعت لینے لگے۔

جب محمد بن اسود سے شہادت کا مطلب دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ایمان کے بعد ان سے لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پر بیعت لی جاتی تھی۔

بیہقی نے بھی اس روایت کو بطور خاص پیش کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں:

''جب اسلام پر بیعت کے لیے لوگ کثرت سے جمع ہونے لگے تو جیسا کہ مجھے معلوم ہوا آنحضرت ﷺ نے صفا پر تشریف فرما ہو کر ان سے بیعت لینا شروع فرمائی''۔

ابن جریر مزید بیان کرتے ہیں کہ اس وقت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بائیں مجلس کھڑے ہو کر ہر شخص کی بیعت کے الفاظ سن رہے تھے اور جو لوگ بیعت کے لیے یکے بعد دیگرے آتے جاتے تھے وہ حتی الامکان اللہ اور اسلام کی اطاعت کی بیعت کرتے تھے۔

ابن جریر اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ جب وہاں جتنے مرد تھے بیعت کر چکے تو اس کے بعد عورتوں کی باری آئی جن میں سب سے آگے ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ تھی جس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا تھا مشہور ہے۔ ہند کو خوف تھا کہ آنحضرت ﷺ اس کے اس عمل کا اس سے مواخذہ کریں گے لیکن جب وہ بیعت کے لیے آپؐ کے قریب آئی تو آپؐ نے اس سے فرمایا: ''عہد کرو کہ اللہ کا کسی کو شریک نہیں بناؤں گی''۔

یہ سن کر ہند بولی:

''یا رسول اللہ (ﷺ) پہلے یہ فرمایئے کہ آپ میرے پچھلے اعمال اور میں مردوں کا جو مال اب تک لے چکی ہوں اس پر مجھ سے مواخذہ تو نہیں کریں گے؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''عہد کرو کہ چوری نہیں کرو گی''۔

ہند نے عرض کیا:

Marfat.com

''اور میں پہلے وقتاً فوقتاً ابوسفیان کا کچھ مال چوری چوری لے چکی ہوں اس کا کیا ہوگا؟ اپنے شوہر ابوسفیان کا وہ مال میں اس لیے چراتی تھی کہ وہ بہت کنجوس ہے اس لیے وہ مجھے گھر کے خرچ کے لیے جو کچھ دیتا تھا اس میں میرا اور میرے بچوں کا خرچ پورا نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس کے زر نقد میں سے مجبوراً تھوڑا بہت چرانا پڑتا تھا''۔

ابوسفیان جو اپنی بیوی ہند کے قریب کھڑا اس کی یہ باتیں سن رہا تھا بولا:

''تم نے پہلے میرے مال میں سے جتنا بھی چوری سے لیا ہے وہ میں نے تمہیں معاف کیا''۔

آنحضرت ﷺ نے ہندؓ سے پوچھا: ''تم عتبہ کی بیٹی ہو؟'' وہ بولی ''جی'' آپؐ نے فرمایا:

''بیعت کے بعد تمہارے پچھلے اعمال کا تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ (اچھا اب) عہد کرو کہ زنا کاری سے اجتناب کرو گی''۔

ہند بولی: ''کیا شریف عورتیں بھی کہیں اس کی مرتکب ہوتی ہیں؟''۔

آپؐ نے فرمایا: ''اچھا عہد کرو کہ اپنی کمسن اولاد کو (آئندہ) قتل نہیں کرو گی''۔

ہند بولی:

''اور آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمارے صغیر سن افراد اور بزرگوں کو بدر میں جو قتل کر دیا ہے؟''۔

ہند سے یہ سن کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پہلے تو ہنس پڑے پھر فوراً ہی غور سے آنحضرت ﷺ کے ارشادات سننے لگے۔ آپؐ نے ہند سے ارشاد فرمایا:

''عہد کرو کہ کسی عورت کے سامنے یا اس کے پیچھے اس پر کوئی بہتان نہیں باندھو گی''۔

ہند نے اس کا عہد کر لیا اور اس کے بعد جب آپؐ نے اس سے معصیت سے اجتناب اور نیک باتوں پر عمل کرنے کا عہد بھی لے لیا۔ تو اس کی بیعت مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وہ آپ کی طرف سے باقی عورتوں سے بیعت لیں۔ یعنی پچھلے اعمال کی توبہ کرائیں اور پھر ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کریں کہ وہ غفور رحیم ہے۔

ابن جریر اسی روایت میں متعدد ثقہ حوالوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں یا ان خواتین کے سوا جن کے آپ محرم تھے کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوتے تھے اور ہندؓ سے آپؐ نے بیعت لیتے وقت اس کا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں نہیں لیا تھا۔

صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول درج کیا گیا ہے کہ:

''آنحضرت ﷺ نے کسی محرم عورت کے ہاتھ کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا''۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ عورتوں سے ان میں سے کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھوائے بغیر ہمیشہ زبانی بیعت لیا کرتے تھے۔

ابوداؤد عثمان بن ابی شیبہ، جریر، منصور، مجاہد، طاؤس اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اپنے مجموعہ احادیث میں بیان

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر کسی سے دوسری باتوں کے علاوہ (جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے) جہاد اور نیک نیتی کے سوا ہجرت کی بیعت نہیں لی اور جب آپؐ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ:

''اب ہجرت کا زمانہ گزر گیا' اب آئندہ اگر مسلمان کہیں سے بشرطیکہ انہیں وہی صورت حال درپیش نہ ہو جو مسلمانوں کو مکے سے ہجرت کرتے وقت پیش آئی تھی یعنی ان کے جان و مال اور دین و ایمان کو خطرہ نہ ہو' کسی دوسری جگہ بوجوہ دیگر منتقل ہوں گے تو اسے ہجرت نہیں کہا جائے گا''۔ (حدیث نبوی کا تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

اس حدیث نبوی کا یہ مطلب ہوا کہ فتح مکہ کے بعد سے ہجرت کاملہ یا حقیقی ہجرت کا ان شرائط کے علاوہ جو اس حدیث میں درج کی گئی ہیں خاتمہ ہو گیا۔ (مؤلف)

Marfat.com

غزوۂ ہوازن یوم حنین

اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

محمد بن اسحٰق بن یسار نے اپنی کتاب میں فتح مکہ کے ذکر کے بعد آنحضرت ﷺ کی ہوازن کی طرف روانگی کی تاریخ پانچ شوال سن آٹھ ہجری بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ان کے خیال میں فتح مکہ جب ہوئی تھی اس وقت ماہِ رمضان ختم ہونے میں ابھی دس روز باقی تھے اور ماہِ شوال کے دس روز گزرنے سے قبل آپؐ ہوازن کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ یہی روایت ابن مسعود اور عروہ بن زبیر کی ہے جسے احمد اور ابن جریر نے انہی کے حوالے سے اپنی اپنی تحریر کردہ کتب تاریخ میں پیش کیا ہے۔

واقدی کہتے ہیں کہ ابھی ماہ شوال کے چند روز سے زیادہ نہیں گزرے تھے کہ آنحضرت ﷺ ہوازن کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور ماہ شوال کے دسویں روز حنین جا پہنچے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''حنین میں ہم دشمن کی قلت تعداد کی وجہ سے اس پر غالب نہیں آئے تھے تاہم وہاں بھی دشمن نے بنو سلیم' اہل مکہ اور دیگر دشمنانِ اسلام کی طرح ہمارے مقابلے میں شکست کھائی تھی''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مکہ میں فتح کی خبر سنتے ہی اہل ہوازن نے نہ صرف اپنے قبیلے کے لوگوں کو آپؐ سے مقابلے کے لیے جمع کرنا شروع کر دیا تھا بلکہ قرب وجوار کے مشرک قبائل اور اپنے اور ان کے حلیفوں کو بھی اپنی امداد کے لیے بلا بھیجا تھا اور وہ سب جمع ہو کر ہوازن پہنچ گئے تھے اس لیے آنحضرت ﷺ کو مجبوراً ان سرکش قبائل کو راہِ راست پر لانے کے لیے وہاں جانا پڑا۔

ابن اسحٰق کے بقول اہل ہوازن اور قرب وجوار کے دیگر قبائل اور ان کے حلفاء کے عساکر تمام کے تمام تنومند جوانوں پر مشتمل تھے اور اپنی اپنی جگہ ان کی تعداد بھی بہت بڑی تھی۔ ان جملہ عساکر میں صرف ایک بوڑھا شخص تھا اور اسے بھی اس کی فنون حرب میں مہارت اور مختلف لڑائیوں میں طویل تجربے کی بناء پر مشورے کے لیے رکھا گیا تھا۔

ان سب قبائل کے لوگ اپنے اپنے سرداروں کی سربراہی میں ہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری کی امداد کے لیے وہاں جمع ہوئے تھے۔ جب ان سب قبائل کا مجموعی لشکر مل کر آنحضرت ﷺ کے مقابلے کے لیے چلا تو اس میں مال و دولت کے

Marfat.com

ڈھیروں کے علاوہ ان کی عورتیں اور بچے بھی شامل تھے اور ان کے ساتھ درید بن صمعہ بھی ہولیا تھا۔ اس نے پہلی منزل پر مالک بن عوف نصری سے پوچھا: ''اس وقت ہم کس وادی میں ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''وادی اوطاس میں'' یہ سن کر درید بولا:

''لیکن یہاں تو نہ جرس کی آوازیں ہیں نہ دھونسوں کی دھوں دھاں ہے' میں تو یہاں صرف اونٹوں کی بلبلائیں اور گدھوں کی رینکیں سن رہا ہوں''۔

اس کے بعد اس نے کہا:

''مالک! تم تو اس لشکر کے امیر ہو' تمہیں اس جنگ سے خدا جانے کن فوائد کی امید ہے لیکن میں تو اس کے نتیجے میں صرف عورتوں کی فریاد اور بچوں کی آہ و بکا کی امید رکھتا ہوں''۔

آخر میں اس نے کہا:

''میری رائے یہ ہے کہ اس مال و زر کے انبار اور عورتوں بچوں کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھنا چاہیے کیونکہ ہمارے بعد کیا یہ عورتیں اور بچے ہمارے مقابل لشکر سے لڑیں گے؟''۔

درید بن صمعہ نے پھر مالک بن عوف نصری سے پوچھا: ''یہ کعب و کلاب کے لوگ کہاں ہیں؟'' مالک نے جواب دیا: ''میں نے ان میں سے اب تک کسی ایک کی صورت نہیں دیکھی''۔ یہ سن کر درید بولا: ''اگر ہمارا کوئی بڑا اور جشن کا دن ہوتا تم دیکھتے کہ وہ سب کے سب یہاں موجود ہوتے۔ بہر حال تم اس سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہو؟''۔

جب درید نے اس جنگ کے بارے مالک سے اور بہت کچھ طنزیہ انداز میں کہا تو مالک بولا:

''اگر تم نے مجھ پر اور میرے قبیلے پر اور زیادہ طعنہ زنی کی تو میری یہ تلوار ہے اور تم ہو یا تو پھر میں نہیں یا تم نہیں''۔

اس کے بعد مالک بن عوف نصری نے درید بن صمعہ کی کوئی بات سننے سے انکار کرتے ہوئے اس کی طرف سے کراہت سے منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے لشکر کو مخاطب کر کے بولا:

''جب تم مسلمانوں کا لشکر آتا دیکھو تو اِدھر اُدھر منتشر ہو جانا اور پھر ایک ایک کر کے یکبارگی اس پر ٹوٹ پڑنا''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نے بیان کیا کہ انہیں بعد میں معلوم ہوا کہ مالک بن عوف نصری نے اس تقریر کے بعد اپنے کچھ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے لشکر کا سراغ لگانے اور اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے آگے بھیجا لیکن وہ لشکر اسلام کے چند لوگوں کو دیکھتے ہی بھاگ نکلے اور پھر مختلف سمتوں سے جمع ہو کر جب ہانپتے کانپتے مالک کے پاس پہنچے تو وہ چیخ کر بولا:

''کم بختو! آخر تمہیں ہوا کیا ہے جو یوں کانپ رہے ہو؟ کیا تمہاری جوانمردی اور جنگجوئی کی یہی شان ہے؟''۔

جب مالک اپنے ان لوگوں کو سرزنش کر کے کسی قدر خاموش ہوا تو وہ ڈرتے ڈرتے یک زبان ہو کر بولے:

''جی ہم ابھی یہاں سے کچھ ہی دور گئے ہوں گے کہ ہمیں انڈے کی طرح سفید سر کے کچھ لوگ ابلق گھوڑوں پر سوار اپنی طرف بڑھتے نظر آئے تو ہم نے ان کے سامنے سے بھاگ کر اپنی جان بچائی ورنہ وہ اپنی چمکتی تلواروں سے ہمارے

Marfat.com

ٹکڑے کر دیتے' ہمیں تو وہ انسان نہیں معلوم ہوتے تھے''۔

محمد بن اسحٰق انہی مذکورہ بالا حوالوں کے ساتھ مزید بیان کرتے ہیں کہ دوسری طرف جب آنحضرت ﷺ کو ان قبائل کے اجتماعی لشکر کے کچھ دور پڑاؤ کی خبر ملی تو آپؐ نے عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ وہاں جا کر ان سے ان کے عزائم کے علاوہ ان کے لشکر کے بارے میں اپنے طور پر مکمل معلومات حاصل کر کے آپ کو مطلع کریں۔ چنانچہ عبداللہ مالک اور دیگر قبائل کے اجتماعی لشکر میں کسی نہ کسی طرح گھوم پھر کر جتنی معلومات حاصل کر سکے واپس آ کر ان سے آنحضرت ﷺ کو آگاہ کر دیا۔

جب آنحضرت ﷺ مکے سے ہوازن کی طرف روانہ ہونے لگے تھے تو آپؐ سے عرض کیا گیا تھا کہ صفوان بن امیہ کے پاس کافی جنگی اسلحہ موجود ہے اگر وہ اس سے لے لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ آپؐ نے کسی کو صفوان کے پاس وہ اسلحہ اور دوسرا سامان جنگ منگوانے کے لیے بھیجا تو صفوان نے اس شخص سے پوچھا: یہ سامان رسول اللہ (ﷺ) کس طرح لینا چاہتے ہیں' عاریۃً یا اسے لے کر غصب کرنا چاہتے ہیں؟ اس شخص نے کہا: ''بھلا رسول اللہ ﷺ تمہارا اسلحہ غصب کیوں کرنے لگے وہ اسے عاریۃً لینا چاہتے ہیں اور وہ تمہیں واپس کر دیا جائے گا''۔ یہ سن کر صفوان نے کہا: تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے اور اس کے پاس جس قدر بھی اسلحہ اور دوسرا سامانِ جنگ تھا آپؐ کے فرستادہ شخص اور اس کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔

جیسا کہ متعدد مستند روایات سے ظاہر ہوتا ہے صفوان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے تاہم انہوں نے سو زرہیں جو دوسرے اسلحہ تلواروں اور نیزوں وغیرہ کے لیے کافی تھیں آنحضرت ﷺ کو بھجوا دی تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان سے صرف اتنا ہی اسلحہ منگوایا تھا جتنا اس کے ہاں سے آپؐ کے لشکر تک آسانی سے منتقل کیا جا سکے غزوۂ ہوازن یا یوم حنین کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے صفوان کو وہ اسلحہ واپس بھجوایا تو اس میں سے کچھ ضائع ہو گیا تھا۔ جب آپؐ نے اس ضائع شدہ اسلحہ کا معاوضہ صفوان کو دینا چاہا تو اس وقت وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپؐ سے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کی ذات بابرکات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمتِ اسلام سے سرفراز فرمایا ہے' میں تو اب مفہوم اسلام سے واقفیت کے بعد اس کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں''۔

صفوان رضی اللہ عنہ کے اس جواب میں آپ نے خوش ہو کر انہیں دعائے خیر دی۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مکے سے ہوازن کی طرف روانہ ہوئے تو آپؐ کے ساتھ بارہ ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر تھا جس میں دو ہزار وہ لوگ شامل تھے جن میں کچھ تو مکے میں فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے افراد شامل تھے اور باقی راستے میں مسلم قبائل کے افراد شامل ہو گئے تھے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ غزوۂ مکہ کے لیے مدینے سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روانہ ہونے والے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی جس کے بعد مختلف قبائل کے افراد اور مکے میں مسلمان ہو جانے والے اشخاص کی تعداد ملا کر یہ تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی اور اب مکے سے اس میں مزید شامل ہونے والے افراد کی دو ہزار تعداد ملا کر ظاہر ہے چودہ ہزار ہو گئی ہوگی۔ (مؤلف)

Marfat.com

مذکورہ بالا روایت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مشرکین مکہ نے ایک عظیم سبز رنگ کا درخت تیار کیا تھا جس کی مختلف شاخوں پر وہ اسلحہ جنگ رکھا کرتے تھے اور ہر جنگ کے موقع پر وہ درخت جس میں پہیے لگے ہوئے تھے ان کے لشکر کے ساتھ چلا کرتا تھا۔ مکے سے فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت ﷺ ہوازن کی طرف روانہ ہونے لگے تو کچھ لوگوں نے چاہا کہ وہ درخت بھی مع اسلحہ ساتھ لے لیا جائے لیکن آنحضرت ﷺ اسے زمانہ جاہلیت کی ''روایت اور ظاہری نمائش'' فرما کر ان لوگوں کی اس خواہش کو رد فرما دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مکے سے ہوازن کی طرف روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے وہاں اپنی نیابت کے لیے عتاب بن اسید ابن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس اموی کا تقرر فرمایا تھا۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان سے ابوتوبہ اور معاویہ بن زید نے بیان کیا کہ انہیں زید ابن سلام نے اپنے والد ابوسلام سے سنا ہوا وہ واقعہ سنایا جو ابن سلام کے والد نے سلولی سے سنا تھا اور سلولی کو سہل بن حنظلیہ نے سنایا تھا۔ سہل بن حنظلیہ نے بیان کیا کہ وہ یعنی سہل بن حنظلیہ غزوۂ حنین کے موقع پر مکے سے ہوازن کی طرف سفر میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھے وہ بتاتے ہیں کہ اس سفر میں ایک روز جب وہ اور سارا اسلامی لشکر آنحضرت ﷺ کی قیادت میں نماز ظہر کے لیے صف بستہ تھا تو ایک گھڑسوار اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میں آپ کے حکم سے ہوازن کے راستے پر اہل ہوازن اور ان کے لشکر کی موجودگی کے اِدھر اُدھر آثار تلاش کرتا ہوا اتفاق سے دور تک نکل گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں ہوازن پہنچ گیا ہوں۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ہوازن کا لشکر حنین کی طرف جا رہا ہے۔ اس لاؤ لشکر میں اسلحہ جنگ اور دوسرے سامان کے علاوہ میں نے خوراک کے بہت سے ذخائر بھی دیکھے لیکن میں یہ دیکھنے کے بعد کوشش کر کے ان کی نظروں سے بچتا ہوا واپس یہاں حاضر ہوا ہوں''۔

سہل بن حنظلیہ مزید بیان کرتے ہیں:

''میری زبانی آنحضرت ﷺ نے یہ خبر سن کر تبسم فرماتے ہوئے فرمایا: ''وہ سارا سامان ان شاء اللہ کل تک ہمارے لشکر کا مال غنیمت بن جائے گا''۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: ''آج رات کو طلایہ گردی پر کون ہوگا؟'' آپ کے اس سوال کے جواب میں انس بن ابی مرثد نے عرض کیا: ''یارسول اللہ (ﷺ) یہ فرض آج میرا ہے''۔ آپ نے انس سے یہ سن کر فرمایا: ''تو پھر اس فرض کی ادائیگی کے لیے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ''۔

سہل بن حنظلیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا یہ حکم سنتے ہی انس گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے مذکورہ فرض کی ادائیگی کے لیے کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا:

''رات بھر سامنے کی پہاڑی گھاٹی کا اوپر تک خاص طور سے خیال رکھنا تاکہ اُدھر سے کوئی شخص ادھر نہ آنے پائے''۔

سہل کہتے ہیں کہ:

Marfat.com

''جب صبح ہوئی تو فجر کی دو رکعت نماز ادا فرما کر آپ نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ اسلامی لشکر کے سواروں کو مستعد رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا یا نہیں اور جب آپؐ سے عرض کیا گیا کہ یہ حکم دے دیا گیا تھا تو آپؐ پھر مصلے پر تشریف فرما ہو کر ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے لیکن آپ مسلسل سامنے کی مذکورہ گھاٹی کی طرف بھی متوجہ رہے اور کچھ ہی دیر بعد آپؐ نے آس پاس کے لوگوں سے فرمایا: ''دیکھو! وہ سوار کیا خبر لایا ہے؟''۔

تاہم وہ سوار جو انس ابن مرثد رضی اللہ عنہ تھے فوراً ہی اس سامنے کے پہاڑ سے اتر کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم اس گھاٹی کے سامنے سے رات کے کسی حصے میں ہٹے تو نہیں تھے؟'' انس بن مرثد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''سوائے رفع حاجت اور نماز کے علاوہ میں وہاں سے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں ہٹا لیکن میں نے وہاں یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ پہاڑی گھاٹی جو پہلے ایک ہی نظر آ رہی تھی تھوڑی دیر بعد دو نظر آنے لگیں لیکن جب صبح ہوئی تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں میری نظروں سے غائب ہو گئیں''۔

انس ابن مرثد رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر نبی اکرم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''خیر تم نے اپنا فرض ادا کر دیا''۔

یہ روایت اسی طرح نسائی نے بھی محمد بن یحییٰ، محمد بن کثیر الحرانی اور ابی توبہ الربیع بن نافع کے حوالے سے پیش کی ہے۔

Marfat.com

حنین سے کچھ مسلمانوں کے فرار اور پھر متقین کی کامیابی کا واقعہ

یونس بن بکیر وغیرہ نے اس سلسلے میں محمد بن اسحٰق کا بیان پیش کیا ہے جو کہتے ہیں: ''مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے عبدالرحمٰن ابن جابر بن عبداللہ اور آخر الذکر کے والد کے حوالے سے بیان کیا کہ مالک بن عوف جب اپنا لشکر لے کر حنین کی طرف جا رہا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اسلامی لشکر کو اس کے تعاقب کا حکم دیا لیکن وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے لشکر سمیت بھاگ کر دائیں بائیں پہاڑوں پر چڑھ کر غائب ہو گیا اور صبح تک ساری وادی میں ان کا نشان تک نہ تھا لیکن یہ مالک بن عوف کی ایک جنگی چال تھی کیونکہ جب اسلامی لشکر اہل ہوازن اور دوسرے باغی قبائل کی طرف سے مطمئن ہو کر وادی حنین میں ٹھہر گیا تو وہ ٹڈی دل کی طرح ادھر سے ادھر امڈ آیا اور اسلامی لشکر کو گھیرے میں لے کر اس پر ٹوٹ پڑا تو اکثر مسلمان اس آفت ناگہانی سے ایسے گھبرائے کہ انہیں تن بدن کا ہوش نہ رہا اور ان میں سے جس کا جس طرف منہ اٹھا بھاگ کھڑا ہوا اور آنحضرت ﷺ انہیں پکارتے رہ گئے کہ ''اے لوگو! کدھر جا رہے ہو؟ میری طرف آؤ' میں اللہ کا رسول ہوں' دیکھو میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں''۔ لیکن اس افراتفری میں آپ کی آواز بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی البتہ جن اہل ایمان نے اس وقت بھی صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنی قلیل تعداد کے باوجود مالک بن عوف کے اس ٹڈی دل لشکر کا منہ پھیر دیا ان میں آپؐ کے اہل بیت میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں میں ابوسفیان ابن حارث بن عبدالمطلب' ان کے بھائی ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب' فضل بن عباس اور ایک روایت کے مطابق فضیل بن ابوسفیان' ایمن بن ام ایمن اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم پیش پیش تھے۔ ان کے علاوہ مہاجرین کا ایک گروہ جن میں قثم بن عباس اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے اپنی جگہ مضبوطی سے جما رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی سفید اونٹنی کو جس پر آپؐ سوار تھے ایک درخت کے نیچے لا کر اس کے گرد و پیش جم کر کھڑے ہو گئے۔ دوسری طرف جیسا کہ محمد بن اسحٰق نے بیان کیا ہے' ہوازن کا ایک شخص سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار اور ایک ہاتھ میں سیاہ پرچم اور دوسرے میں انتہائی لمبا نیزہ لیے ہوئے آپ کی طرف بڑھتا آ رہا تھا اور اس کے پیچھے اہل ہوازن کی کثیر تعداد تھی۔ محمد بن اسحٰق کے مطابق وہ ہوازن کا امام تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنا نیزہ آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھایا اور اس کے ساتھی آپ کے محافظین کی طرف بڑھے لیکن اسی وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے اس شخص پر تلوار ماری جو اس کے سر سے سینے تک اتر گئی اور ایک انصاری نے اس کا ایک پاؤں پنڈلی تک اپنی تلوار سے کاٹ کر الگ کر دیا تو وہ اپنے اونٹ سے زمین پر آ رہا جس کے بعد اس کے ساتھی بلکہ سارا لشکر ان چند مسلمانوں کے تابڑ توڑ حملوں کی تاب نہ لا کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔

محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ کچھ دیر بعد اسلامی لشکر کے بھگوڑوں کو بھی ہوش آیا لیکن جب وہ پلٹ کر آنحضرت ﷺ کے قریب آئے تو انہوں نے ہوازن کے اسیران جنگ کو آپؐ کے سامنے دست بستہ کھڑا پایا۔

Marfat.com

امام احمدؒ نے یعقوب بن ابراہیم زہری کی ایک روایت ان کے والد اور ابن اسحٰق کے حوالے سے پیش کی ہے جس میں ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں آخر کار ہوازن کی شکست فاش اور غازیان اسلام کی قابل رشک کامیابی و فتح کے بعد آنحضرت ﷺ سب سے پہلے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: ''یہ کون ہیں؟'' جواب دیا گیا: آپ کے چچا کے بیٹے یارسول اللہ (ﷺ) ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب جو مذکورہ بالا آفت ناگہانی اور افراتفری میں بھی آپ کی سواری کی لگام تھامے مستقل مزاجی سے جمے کھڑے رہے تھے مسلمان ہوکر درحقیقت بہترین مسلمانوں میں شمار ہوتے تھے۔ان کے مقابلے میں ابوسفیان صخر بن حرب تھے جن کے دائرہ اسلام میں آجانے کے بعد بھی ان کی زمانہ جاہلیت کی کمزوریوں خصوصاً فال کے تیروں کے ذریعہ تقسیم حصص کا اکثر ذکر رہتا تھا غزوۂ حنین میں ان کا قول تھا کہ مسلمان شکست کھا کر سمندر سے اس طرف نہیں ٹھہریں گے لیکن بعد میں مشرک عربوں کی مثالی شجاعت اور دم خم کا جنازہ نکلتا دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گئے تھے۔ان کے علاوہ صفوان بن امیہ کی باطل پرستی کا سحر بھی حنین ہی میں ٹوٹا تھا اور وہ جو ایک طویل مدت تک مشرک رہے تھے اس روز کہہ رہے تھے کہ قریش کا ایک آدمی بھی مجھے سارے قبیلہ ہوازن سے زیادہ عزیز ہے۔

امام احمدؒ متعدد حوالوں کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حنین میں ہوازن اپنے ساتھ اپنی عورتوں اور بچوں کے علاوہ ہزاروں اونٹ اور دوسرا ساز و سامان لے کر آئے تھے اور ان کی ہزیمت کے بعد آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''مسلمانوں میں سے جس نے کسی کافر کو قتل کیا اس کافر کا مال اس کا ہوگا''۔ چونکہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس روز دس کافروں کو قتل کیا تھا اس لیے ان سب کا مال بطور مال غنیمت انہی کے حصہ میں آیا تھا۔اس پر موقع پر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے عرض کیا تھا: ''یارسول اللہ (ﷺ) میں نے ایک کافر کو قتل کیا تھا لیکن اس کی زرہ نہ جانے کس نے اتار لی؟'' یہ سن کر قریب سے ایک شخص شرمندہ ہو کر بولا: ''وہ میں نے اتاری تھی، لیجیے یہ حاضر ہے''۔

اس روز جس مسلمان نے جس چیز کا دعویٰ کیا تھا اور کسی دوسرے نے اس کی تردید نہیں کی تھی تو وہ چیز اسی شخص کو دے دی گئی تھی۔

ابوطلحہ نے ام سلیم کے پاس ایک خنجر دیکھ کر ان سے پوچھا: ''یہ خنجر تمہیں کہاں سے ملا؟'' وہ بولیں: ''یہ خنجر مجھے کسی مشرک کا پیٹ چاک کرنے کے لیے ملا ہے''۔ جب یہ بات آنحضرت ﷺ تک پہنچی اور آپؐ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے وہی سوال کیا تو وہ بولیں: ''یارسول اللہ (ﷺ) میں ایک ہزیمت خوردہ مشرک کا تعاقب کر رہی تھی تو وہ یہ خنجر چھوڑ بھاگا۔پھر تو یہ میرا ہی ہوا نا؟'' ام سلیم رضی اللہ عنہا سے یہ سن کر آپؐ ہنس پڑے اور پھر خاموش ہو گئے۔

ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا: ''یارسول اللہ (ﷺ) آج شیروں کے شیر (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اتنا مال غنیمت نہیں ملا جس کے وہ مستحق تھے''۔اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عمرؓ! تم نے سچ کہا'' ایک دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

Marfat.com

بعض روایات میں بتایا گیا ہے کہ مکے سے وہاں چار سو مسلمان ہو جانے والے لوگوں کے علاوہ باقی سولہ سو دوسرے افراد جو وہاں سے ہوازن کی طرف آنحضرت ﷺ کی روانگی کے وقت آپؐ کے ساتھ ہو لیے تھے وہ صرف مال غنیمت کے لالچ میں وہاں آپؐ کے ساتھ گئے تھے جن میں ابی سفیان صخر بن حرب اور صفوان بن امیہ بھی تھے لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہیں بھی ہوازن کے مال میں سے کچھ نہ کچھ مل ہی گیا تھا نیز یہ کہ ان لوگوں کو جو بھگوڑوں میں شامل نہیں تھے اس سے محروم نہیں رکھا گیا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حنین میں ہوازن کی شکست کے بعد مال غنیمت کی تقسیم کے لیے آنحضرت (ﷺ) نے مسعود بن عمرو غفاری (رضی اللہ عنہ) کو مقرر فرمایا تھا۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ ہوازن کی شکست کے بعد وہاں کی سرداری مالک بن عوف نصری ہی کے پاس رہی تھی۔

ابن اسحٰق یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس روز خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک عورت قتل ہو گئی تھی اور جب آنحضرت ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: ''خالد کو تلاش کرو اور ان سے کہو کہ وہ عورتوں، بچوں اور غیر مسلح لوگوں کو قتل نہ کریں''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ جب بھی آنحضرت ﷺ کے حکم سے کسی غزوے میں مقدمۃ الجیش کے امیر کی حیثیت سے آپؐ کے ساتھ گئے تو آپؐ نے انہیں ہمیشہ یہی حکم دیا کہ وہ عورتوں، بچوں یا کسی غیر مسلح شخص کو قتل نہ کریں۔

Marfat.com

غزوۂ اوطاس

غزوہ اوطاس کا سبب یہ تھا کہ جب قبیلہ ہوازن نے حنین میں مسلمانوں سے شکست کھائی تو ان کا ایک گروہ مالک بن اوس نصری کی سربراہی میں ان سے الگ ہو کر طائف میں قلعہ بند ہو گیا اور ایک دوسرا گروہ ایک اور قلعہ میں جسے قلعہ اوطاس کہا جاتا تھا فوج جمع کر کے جا بیٹھا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف ابو عامر اشعری کی سربراہی میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک فوجی رسالہ بھیجا جس نے وہاں جا کر ان سے جنگ کی اور ان پر غالب آیا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ خود بہ نفس نفیس طائف تشریف لے گئے اور اس کا محاصرہ کیا جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ عنقریب آگے چل کر کریں گے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حنین میں ہوازن کی شکست کے بعد ان کا ایک گروہ طائف چلا گیا اور ایک گروہ نے اوطاس کو اپنا مرکز بنا کر وہاں فوج جمع کر لی۔ ان کا ایک گروہ نخلہ بھی گیا لیکن وہ صرف بنی ثقیف کی ایک شاخ بنو غیرہ کے لوگ تھے۔ ان کا ایک آخری گروہ جس نے آنحضرت ﷺ کی اطاعت اختیار کر لی تھی اس کا تعلق اس قبیلے کی شاخ ثنایا سے تھا۔

بہر کیف ربیعہ بن رفیع بن اہبان سلمی نے اوطاس میں درید بن صمعہ کو دیکھا تو انہوں نے اس کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ ربیعہ کو معلوم ہوا تھا کہ قلعہ اوطاس میں کوئی عورت حکمرانی کر رہی ہے اس لیے وہ درید کو پہچان نہ سکے جو کافی سن رسیدہ تھا۔ درید بن صمعہ جو اپنی ماں کے نام سے ابن دغنہ مشہور تھا اسی رشتے سے ربیعہ کا عزیز تھا اور وہ اس کو ئی جوان آدمی سمجھتے تھے لیکن ایک بوڑھے کو اپنے سامنے دیکھ کر چکرا گئے اور جب اس نے پوچھا: ''تم میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟'' تو وہ بولے ''میں تمہیں قتل کر دوں گا اور واقعی انہوں نے اسے قتل کر دیا لیکن جب ربیعہ نے اپنی ماں سے اس کا ذکر کیا تو وہ افسوس کرتے ہوئے بولی:

''کمبخت تو نے اپنے رشتے کے بھائی ہی کو قتل کر دیا''۔

اس کے بعد اسحٰق نے بتایا ہے کہ درید پر کئی لوگوں نے مرثیے بھی کہے تھے۔ البتہ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ اس سے قبل اوطاس کی میدانی لڑائی میں اس درید بن صمعہ نے تیر مار کر ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو ہلاک کیا تھا۔

ابن اسحٰق نے ایک دوسرے بیان میں بتایا ہے کہ جس لشکر کا سربراہ بنا کر آنحضرت ﷺ نے ابو عامر اشعری کو اوطاس روانہ فرمایا تھا جب وہ وہاں پہنچا تو سب سے پہلے ابو عامر رضی اللہ عنہ ہی نے ان لوگوں کو جو ہوازن میں شکست کھا کر وہاں جمع ہوئے تھے اور اب پھر آنحضرت ﷺ کے خلاف بغاوت پر آمادہ تھے اس لیے ابو عامر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی تھی لیکن جب وہ تیر کھا کر شہید ہو گئے تو ان کا علم ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سنبھال لیا تھا جو ابو عامر رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ اوطاس میں سب سے پہلے ابو عامر رضی اللہ عنہ کا دس مشرک بھائیوں سے مقابلہ ہوا تھا

Marfat.com

اور انہوں نے ان میں سے ہر ایک پر حملہ کرنے سے قبل اسے دعوتِ اسلام دی تھی لیکن اس کے انکار پر انہوں نے اسے قتل کیا تھا۔ اور اسی طرح انہوں نے نو بھائی قتل کر دیئے لیکن دسویں نے جب کہا کہ وہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کی شہادت تو نہیں دے رہا ہے تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا اور ابن اسحٰق کے بقول وہ دسواں شخص بعد میں باقاعدہ مسلمان ہو کر بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔

حنین و اوطاس کے شہداء:

حنین اور اوطاس کے شہداء کی مجموعی تعداد صرف چار تھی جن کے نام درج ذیل ہیں:

ایمن ابن ام ایمن جو عبید کے بیٹے اور آنحضرت ﷺ کے غلام تھے' زید بن زمعہ بن اسود بن مطلب' سراقہ بن مالک بن حارث بن عدی انصاری جن کا تعلق بنی عجلان سے تھا اور ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہم جنہیں آنحضرت ﷺ نے اوطاس میں امیر لشکر بنا کر بھیجا تھا۔

جن شعراء نے غزوۂ ہوازن (حنین) پر بڑے قابل قدر اشعار کہے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

بجیر بن زہیر بن ابی سلمیٰ' ابن ہشام' عباس بن مرداس سلمی' عباس۔

ان شعراء کے علاوہ دیگر کئی شعراء نے غزوۂ ہوازن پر زور قلم دکھایا اور ان کے جواب میں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ایک آدھ مشرک شاعر نے بھی شاعری میں اپنی مہارت کا ثبوت دیا تھا اور غزوۂ ہوازن کے سلسلے میں یہ شعری سرمایہ بھی عربی ادب میں ادب کی حد تک اور اظہار جذبات کی حد تک آج تک قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

غزوۂ طائف

عروہ اور موسیٰ بن عقبہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے فراغت کے بعد آنحضرت ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا اور یہ واقعہ بھی ماہ شوال سال ہشتم ہجری کا ہے۔

محمد ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حنین میں بنی ثقیف کے شکست خوردہ لوگوں نے وہاں سے طائف کا رخ کیا اور اس شہر میں گویا اپنے نزدیک مسلمانوں کا داخلہ بند کر دیا۔ انہوں نے وہاں ایسے اسلحہ جنگ بھی تیار کر لیے جن کے متعلق عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ کہتے ہیں کہ اس سے قبل حنین یا طائف میں ان کی نظر سے نہیں گزرے تھے مثلاً منجنیق' دبابے اور قلعہ کی دیواروں تک پہنچنے کے آلات وغیرہ۔

بہرکیف بنی ثقیف کی طائف میں ان تیاریوں کا حال سن کر آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور دوسرے مجاہدین کو ساتھ لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے جس کا حال کعب بن مالک نے بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔ اسی طرح آپؐ کے اس سفر کا حال جیسا کہ امام محمد بن اسحاق نے بتایا ہے' عباس بن مرداس سلمی رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے قابل قدر اشعار میں پیش کیا ہے جنہیں یہاں درج کرنے سے ہم نے بخوف طوالت عمداً گریز کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حنین سے طائف کی طرف سفر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ پہلے نخلہ یمانیہ پہنچے' وہاں سے آگے قرن پھر ملیح اور پھر وہاں سے آگے بڑھ کر لیہ کے بحرۃ الرغاء میں قیام فرمایا جہاں آپؐ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈال کر وہیں نماز ادا فرمائی اور وہیں ایک قتل کا فیصلہ بھی فرمایا جس کا مقدمہ اسلام میں آپؐ کے سامنے پہلی بار پیش کیا گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ بنی لیث کے کسی شخص نے بنی ہذیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور آپؐ نے قاتل کے قتل کا حکم دیا تھا جس کے بعد اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ وہیں آپ کو مالک بن عوف نصری کا تعمیر کردہ ایک (کچا) قلعہ ملا تھا جسے آپؐ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا تھا۔

اس سے آگے آپؐ نے ضیقہ کی راہ پر پیش قدمی فرمائی اور اس راستے کا نام دریافت فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ ''اس راستے کا نام ضیقہ ہے''۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ تو آسان راستہ ہے اس لیے اسے ضیقہ (مشکل) نہیں آسان کہنا چاہیے''۔

اس کے بعد آپؐ نے نخب کی راہ سے آگے بڑھ کر ایک درخت کے زیر سایہ قیام فرمایا جسے ''صادرہ'' کہا جاتا تھا اور اس درخت کے علاوہ اس کے گرد و پیش کی زمین بنی ثقیف کے ایک شخص کی تھی۔

آنحضرت ﷺ نے اس شخص سے کہلوایا کہ وہ آپؐ سے گفتگو کے لیے اپنے اس پختہ مکان سے باہر آئے جسے وہ پناہ گاہ کے طور پر استعمال کر رہا تھا لیکن اس کے انکار کرنے پر جیسا کہ اسے پہلے ہی خبردار کر دیا گیا تھا' اس کی اس پناہ گاہ کو آپؐ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا۔

Marfat.com

ابن اسحٰق متعدد دوسرے حوالوں کے علاوہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی جو طائف کی طرف سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا:

''جب ہم حنین سے طائف کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کر رہے تھے تو راستے میں ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں کسی کی قبر تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ: ''یہ قبر بنو ثقیف کے ایک شخص ابی رغال کی ہے جو پہلے قوم ثمود کے ساتھ رہتا تھا۔ جب قوم ثمود پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تو وہ بھاگ کر یہاں آ گیا اور یہیں اپنے لیے قیام گاہ تعمیر کر لی''۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مرتے وقت ابی رغال نے وصیت کی تھی کہ اس کا جمع کردہ خزانہ اس کی میت کے ساتھ اس کے مدفن میں دفن کر دیا جائے''۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ابی رغال کی قبر کھودی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق اس میں سے اس کا مدفون خزانہ برآمد ہوا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اگر کوئی شخص اس کا کسی قدر حصہ بھی اپنے تصرف میں لایا تو وہ انتہائی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا لیکن اہل اسلام نے اسے پچھلے لوگوں کی توہم پرستی پر محمول کیا اور یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

یہ روایت ابوداؤد نے بھی یحییٰ بن معین، وہب ابن جریر بن حازمؒ ان کے والد اور ابن اسحٰق کے حوالے سے پیش کی ہے اور اسے بیہقی نے بھی یزید بن زریع کی زبانی روح بن قاسم اور اسماعیل بن اُمیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس جگہ سے آگے سفر فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے سامنے پہنچ کر اسلامی لشکر کو وہیں پڑاؤ کا حکم دیا اور بنی ثقیف کے جو لوگ ہوازن چھوڑ کر طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے ان سے کہلوا بھیجا کہ اگر وہ قلعہ سے باہر نکل کر صلح جویانہ گفتگو پر آمادہ ہوئے تو ان سے جنگ نہیں کی جائے گی لیکن انہوں نے اس سے نہ صرف قطعی انکار کیا بلکہ قلعہ کی کمین گاہوں سے تیر اندازی کر کے آپؐ کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب طائف کے نزدیکی علاقے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر اسلامی لشکر کو اس جگہ پڑاؤ کا حکم دیا تھا۔ جہاں آج کل ایک مسجد واقع ہے جسے بنی ثقیف نے اسلام قبول کرنے کے بعد تعمیر کیا تھا۔ بنی ثقیف کے بقول اس مسجد میں ایک ایسا گنبد تعمیر کیا گیا تھا جس پر صبح سے طلوع آفتاب کے بعد شام تک کسی وقت دھوپ نہیں پڑتی تھی۔ تاہم بعض لوگوں نے اس کی تردید بھی کی ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ طائف میں بنی ثقیف کے اس قلعہ کا محاصرہ بیس روز سے کچھ زیادہ عرصے تک جاری رہا تھا جب کہ ابن ہشام کے مطابق یہ مدت سترہ دن تھی۔

عروہ و موسیٰ بن عقبہ زہری کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حنیف سے طائف کی طرف سفر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد از ضرورت سامان جرعانہ میں چھوڑ دیا تھا اور اس کے لیے ایک جگہ مقرر کر کے کچھ محافظ وہاں چھوڑ دیئے تھے۔

زہری کے بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرعانہ سے آگے بڑھ کر قلعہ طائف کے قریب اکمہ میں قیام فرمایا تھا اور وہیں بنی ثقیف سے دس روز کے قریب مجاہدین اسلام کا مقابلہ ہوا تھا جس میں پہلے دونوں طرف کے کچھ لوگ کام آئے تھے۔ اس کے بعد

Marfat.com

بنی ثقیف قلعہ بند ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ کے حکم سے مجاہدین نے آگے بڑھ کر اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے اس اعلان کے باوجود کہ بنی ثقیف کے جتنے غلام قلعے سے نکل کر اسلامی لشکر میں آ جائیں گے انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ ابی بکرہ بن مسروح کے علاوہ جو ماں کی طرف سے زیاد کے بھائی تھی ایک شخص بھی قلعے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ابی بکرہ بن مسروح کو آپؐ کے مذکورہ بالا اعلان کے مطابق آزاد کر دیا گیا تھا۔

اس سے قبل دست بدست جنگ میں بنی ثقیف کے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہونے کے علاوہ ان کے انگور کے باغات بھی پامال ہو گئے تھے جن کے متعلق وہ کہتے تھے کہ:

''ان پر تم سے زیادہ ہمارا حق ہے اس لیے انہیں برباد نہ کرنا''۔

عزوہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا اعلان کے بعد ابی بکرہ بن مسروح کے علاوہ اور کئی غلام قلعہ طائف سے بھاگ کر اسلامی لشکر میں آ گئے تھے جنہیں آپؐ نے آزاد فرما کر فرداً فرداً کسی نہ کسی مسلمان کی تحویل میں دے دیا تھا۔

عروہ کے بقول جب بنی ثقیف کے کسی شخص نے ان چند غلاموں کے علاوہ قلعے سے باہر قدم نہ نکالا تو آنحضرت ﷺ نے بنی ثقیف کو طیش دلا کر باہر نکلنے اور وہاں جنگ پر مجبور کرنے کے لیے حکم دیا کہ مجاہدین میں سے ہر شخص طائف کے باغات کے کم سے کم پانچ درخت کاٹے اور اتنی ہی ان کے گرد انگور کی بیلیں کاٹے۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا مذکورہ بالا اعلان کہ بنی ثقیف کے جتنے غلام لشکر اسلام میں آ جائیں گے انہیں آزاد کر دیا جائے گا عمومی حیثیت کا نہیں تھا بلکہ ان کے قبول اسلام کے ساتھ مشروط تھا اور اس کی شرعی حیثیت بھی یہی تھی۔ امام احمدؒ کے بقول آنحضرت ﷺ کے اس اعلان کی شرعی حیثیت بھی جس میں اس سے قبل آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''جو مسلمان کسی کافر کو قتل کرے گا اس کا مال اسی مسلمان کا ہوگا''۔ یہی تھی۔

بہر کیف اکثر معتبر و مستند روایات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ اعلان اس وقت فرمایا تھا جب دبابوں کے ذریعہ قلعہ طائف کی دیواروں کے نزدیک پہنچنے والے مجاہدین اور ان کے علاوہ دوسرے بہت سے مجاہدان کی تیراندازی اور منجنیقوں کے ذریعہ سنگ باری سے شہید ہو چکے تھے۔ نیز آپؐ نے بنی ثقیف کے طائف میں واقع باغات کے درخت اور وہاں انگوروں کی بیلیں کاٹنے کا حکم بھی اس کے بعد ہی دیا تھا اور جو بنی ثقیف کے غلام قلعے سے بھاگ کر لشکر اسلام میں آ گئے تھے انہیں بشرط قبول اسلام آزاد کر دیا گیا تھا۔

اس کے بعد جب محاصرہ نے طول پکڑا تو بنی ثقیف کا ایک وفد جس میں ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ بھی شامل تھے امن کی درخواست کے بعد آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے بنی ثقیف کو معاف فرما دینے کی درخواست کی تو آپؐ نے شرط قبول اسلام ان کی یہ درخواست قبول فرمالی۔

اس کے بعد بنی ثقیف کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور باقی لوگ بھی ماہ رمضان سال نہم ہجری میں مسلمان ہو گئے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ آگے چل کر حسب موقع تفصیلی طور پر کریں گے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف سے مراجعت اور غنائم ہوازن کی تقسیم

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ طائف کے معاملات سے فراغت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے مراجعت فرمائی تو آپؐ نے واپسی میں پہلے جعرانہ میں قیام فرمایا جہاں آپؐ حنین میں اہل ہوازن سے حاصل کردہ مال غنیمت اور دوسرا غیر ضروری سامان جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت میں چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت آپ کے لشکر کے علاوہ وہ اہل ہوازن بھی آپؐ کے ہمراہ تھے جو طائف میں مسلمان ہو گئے تھے۔

ابن اسحٰق بیان فرماتے ہیں کہ جعرانہ میں جو مال غنیمت چھوڑا گیا تھا وہ چھ ہزار دینار زر نقد کے علاوہ اہل ہوازن کی گرفتار شدہ عورتوں' خیموں اور بے شمار اونٹوں اور بکریوں پر مشتمل تھا۔

ابن اسحٰق کے بقول جعرانہ میں نماز ظہر سے فراغت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہوازن کے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کی عورتیں اور مال انہیں واپس کر دیا جائے' باقی مال میں سے خمس یعنی بنی عبدالمطلب کا حصہ نکال کر مجاہدین میں مساوی تقسیم کر دیا جائے۔ اس کے بعد آپؐ نے ان لوگوں کے لیے جو اہل ہوازن میں سے مسلمان ہو گئے تھے دعائے خیر فرمائی اور ان کے باقی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ انہیں بھی ہدایت دے۔

اسی وقت اہل ہوازن کے خطیب زہیر بن صرد ابوصرد نے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دست بستہ عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوازن کی جنگ میں آپ کی طرف سے ہمیں وہ مصائب نہیں اٹھانے پڑے جو ابن ابی شمر یا نعمان بن منذر نے ہمیں پہنچائے۔ بہر حال آپ کریم ابن کریم اور اللہ کے رسول ہیں' ہمیں اُمید ہے کہ اب آپ کا کرم ہی ہمارے لیے کافی ہوگا''۔

اس کے بعد اہل ہوازن کے خطیب زہیر بن صرد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی فی البدیہہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

اُمنن علینا رسول اللّٰہ فی کرم ۔۔۔ فاِنّک المرءُ نرجوہ و تنتظر

ابن اسحٰق مزید بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہوازن کے خطیب زہیر بن صرد کے ذریعہ ان سے دریافت فرمایا کہ انہیں اپنی عورتیں اور اپنے بیٹے زیادہ عزیز ہیں یا اپنا زر و مال؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال کے جواب میں وہ بولے کہ انہیں اپنا زر و مال بھی عزیز ہے لیکن اپنی عورتیں اور بیٹے اس سے زیادہ عزیز ہیں۔

ان کے اس جواب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہوازن کے مسلمان ہو جانے والے لوگوں کی گرفتار کی جانے

Marfat.com

والی عورتوں اور ان کے صغیر سن بیٹوں کے ساتھ ان کا مال بھی واپس کر دیا جائے۔

جب آنحضرت ﷺ نے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' باقی مال غنیمت کے بارے میں حکم دیا کہ اس میں سے آپ کا یعنی خمس اور بنی عبدالمطلب کا حصہ نکال کر اسے مجاہدین اسلام میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے تو مہاجرین یک زبان ہو کر بولے:

''ہم اپنا حصہ رسول اللہ ﷺ کو دیتے ہیں۔ یہی بات انصار نے بھی کہی لیکن عباس بن مرداس نے اپنی اور بنی سلیم کی طرف سے کہا کہ وہ اپنا حصہ لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان سب کی حسبِ خواہش مال غنیمت کی تقسیم کے بعد آنحضرت ﷺ جعرانہ سے روانہ ہو گئے''۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ پر بعض اہل شقاق کے اعتراضات

بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان سے قبیصہ اور سفیان نے اعمش' ابی وائل اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ غزوۂ حنین میں حاصل شدہ مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں انصار کے ایک شخص نے کہا:

''کیا رسول اللہ (ﷺ) نے یہ تقسیم خدا کو حاضر و ناظر جان کر عادلانہ کی ہے؟''۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ اس شخص کی زبان سے یہ بات سن کر انہوں نے اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم فرمائے' انہیں اس سے زیادہ ایذائیں دی گئیں (اور) انہوں نے ان پر صبر فرمایا''۔

یہ روایت مسلمؒ نے بھی اعمش کے علاوہ کئی دیگر متعدد حوالوں سے پیش کی ہے۔

بخاریؒ مزید فرماتے ہیں کہ ان سے قتیبہ' سعید اور جریر نے منصور' ابی وائل اور عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے حنین کے مال غنیمت سے اقرع بن حابس کو سو اور اتنے ہی اونٹ عیینہ کو دیئے تھے اور اسی طرح دوسرے لوگوں کو آپؐ کے حکم سے حصہ رسد وافر مقدار میں مال غنیمت دیا گیا لیکن پھر بھی ان میں سے ایک شخص نے کہا:

''کیا آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت کی یہ تقسیم عادلانہ فرمائی ہے؟''۔

جب عبداللہ نے اس کی اطلاع آنحضرت ﷺ کو دی تو آپؐ نے فرمایا:

''اللہ موسیٰ (علیہ السلام) پر رحم فرمائے' انہیں اس سے زیادہ ایذا دی گئی (لیکن) انہوں نے اس پر صبر کیا''۔

بخاریؒ ہی کی پیش کردہ ایک اور روایت میں جو انہوں نے منصور کی زبانی معتمر کے حوالے سے پیش کیا ہے بیان کیا گیا ہے کہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد جب یہی بات ایک شخص نے کہی اور اس کی خبر آنحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

''اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہیں کرتا تو اور کون کرتا ہے؟'' اس کے بعد آپؐ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مندرجہ بالا جملہ بھی دہرایا۔

ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ان سے ابوعبیدہ بن محمد بن یاسر نے حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق بیان کیا کہ وہ تقسیم آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن حارث بن نوفل کے غلام ابی القاسم کے ہاتھ سے کرائی تھی اور انہوں نے سنا تھا کہ اس پر کسی نے اعتراض بھی کیا تھا۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ جب وہ اور ان کے ساتھ تلید بن کلاب لیثی مکے گئے تھے تو انہوں نے عبداللہ بن عمرو ابن العاص کو کعبے میں طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ آیا وہ اس وقت جب حنین کا مال غنیمت آنحضرت ﷺ کے حکم سے تقسیم کیا جا رہا تھا آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور اس تقسیم پر کسی نے اعتراض کیا تھا یا نہیں؟ اس سوال کا جواب جیسا کہ

Marfat.com

ابوعبیدہ بن محمد بن یاسر نے ابن اسحٰق کو بتایا' عبداللہ بن عمرو بن العاص نے یہ دیا:

''ہاں میں اس وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا جب بنی تمیم کے ایک شخص نے جس کا نام ذوالخویصرہ تھا اس مال غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے آپؐ سے کہا: ''یا محمدؐ! کیا آپ حنین کے مال غنیمت کی اس تقسیم کو دیکھ رہے ہیں؟'' آپؐ نے ذوالخویصرہ سے دریافت فرمایا: تم نے اسے کیسا دیکھا؟ (یعنی اس میں کوئی غلطی پائی؟)''۔

تو وہ بولا:

''میں نے جو دیکھا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپؐ نے اس کی تقسیم کا عادلانہ حکم نہیں دیا ہے''۔

ذوالخویصرہ کی اس نازیبا بات پر آپؐ نے برہم ہو کر فرمایا:

''کمبخت! کیا تو سمجھتا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کے سامنے زیادہ عادلانہ تقسیم ممکن ہے؟''۔

عبداللہ کہتے ہیں کہ ذوالخویصرہ کے یہ نازیبا و گستاخانہ کلمات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بھی جو آنحضرت (ﷺ) کی خدمت میں حاضر تھے سنے تو آپؐ سے عرض کیا: ''کیا میں اسے قتل کر دوں؟''۔

آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا:

''جانے دو' دین میں ایسے اشخاص کے شامل ہونے اور خارج ہونے کی مثال اس تیر کی سی ہے جو کمان میں آ کر نکلتا ہے۔ تو کسی طرف راہ نہ پا کر (سر کے بل) زمین پر آ رہتا ہے''۔

اس روایت کو دوسرے متعدد ثقہ راویوں نے بھی مذکورہ بالا حوالوں کے علاوہ دیگر مستند حوالوں سے بیان کیا ہے۔

Marfat.com

جعرانہ میں آنحضرت ﷺ کی اپنی رضاعی بہن سے ملاقات

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان سے بنی سعد بن بکر کے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ غزوۂ ہوازن کے دوران میں آنحضرت ﷺ نے مجاہدین سے فرمایا تھا کہ اگر وہ نجدیوں پر قابو پالیں تو ان میں سے بنی سعد بن بکر کے کسی شخص پر سختی نہ کی جائے۔ لہٰذا جب اہل ہوازن پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو آپؐ کے ارشادِ گرامی کے مطابق بنی سعد بن بکر کے گرفتار شدہ لوگوں کو ان پر کسی سختی کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔

ابن اسحٰق مزید کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کے بارے میں انہیں بتایا انہوں نے ہی انہیں یہ بھی بتایا کہ بنی سعد بن بکر کے ان گرفتار شدہ لوگوں کے ساتھ شیما بنت حارث بن عبدالعزیٰ بھی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جس نے آپؐ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) ''میں آپ کی رضاعی بہن ہوں'' اس سے یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''اس کا کوئی ثبوت؟''۔

شیما بولی:

''بچپن میں میرے ساتھ کھیلتے کھیلتے جب میں نے آپ کو ستایا تھا تو آپؐ نے میری کمر میں کاٹ لیا تھا جس کا نشان اب تک میری پشت پر موجود ہے''۔

آنحضرت ﷺ نے شیما کی زبان سے یہ سن کر فرمایا:

''تم ٹھیک کہتی ہو، مجھے اپنے بچپن کا وہ واقعہ یاد ہے''۔

اس کے بعد آپؐ نے شیما کو محبت سے اپنی ردائے مبارک پر بٹھایا اور اظہار شفقت فرمایا۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ وہ اپنے عزیز و اقارب میں جانا چاہتی ہے یا آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو اس نے عرض کیا کہ وہ اپنے عزیزوں میں جانا چاہتی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اسے اس کے عزیزوں کے پاس بھجوا دیا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں بنی سعد بن بکر کے انہی لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے شیما کو رخصت فرماتے وقت اس کی خدمت کے لیے مکحول نامی ایک لڑکا اور ایک کنیز عنایت فرمائی تھی جس کی بعد میں اس غلام سے شادی ہو گئی تھی لیکن ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

بیہقی ابونصر بن قتادہ، عمرو بن اسماعیل ابن عبدالسلمی، مسلم، جعفر بن یحییٰ بن ثوبان کے حوالے سے اسی قبیل کی ایک روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں یعنی مسلم کو جعفر بن یحییٰ بن ثوبان نے بتایا:

''جب آنحضرت ﷺ غزوۂ ہوازن کے روز مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے تو اس وقت میں ایک جوان لڑکا تھا اور میرا

Marfat.com

کام مال غنیمت کے اونٹوں کو سنبھالنا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عورت جب آپ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپؐ نے اپنی ردائے مبارک بچھا کر اس پر اسے بڑے احترام سے بٹھایا۔ میں نے اس عورت کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عورت بنی سعد میں سے آپ کی رضاعی (دودھ شریک) بہن کی ماں ہے"۔

بیہقی کی پیش کردہ یہ روایت بڑی عجیب وغریب ہے۔ سوال یہ ہے کہ غزوۂ ہوازن کے وقت جب خود آنحضرت ﷺ کی عمر شریف ساٹھ سال تھی تو آپ کو دودھ پلانے والی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اگر وہ زندہ تھیں اس وقت کیا ہوگی اور بنی سعد کی اس عورت کی عمر بھی جس کی بیٹی کو حلیمہ سعدیہ نے آپؐ کے ساتھ دودھ پلایا تھا اس وقت کیا رہی ہوگی جسے آپؐ نے یوں اپنی ردائے مبارک پر احتراماً بٹھایا تھا؟ بہر حال ہمارے نزدیک یہ روایت قرین قیاس نہیں ہے۔ واللہ اعلم (مؤلف)

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی جعرانہ سے عمرہ کے لیے روانگی

امام احمدؒ کہتے ہیں کہ ان سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے بہز اور عبدالصمد مغنی نے کہا کہ انہیں ہمام بن یحییٰ نے قتادہ کی زبانی بتایا کہ آخر الذکر یعنی قتادہ نے جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے کتنے حج ادا فرمائے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ حج تو آپؐ نے صرف ایک مرتبہ ادا فرمایا لیکن عمرے چار بار ادا فرمائے جن میں سے پہلا تو وہ تھا جو آپؐ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر ادا فرمایا۔ دوسرا ماہ ذیقعدہ میں مدینے سے مکے جا کر ادا فرمایا' تیسرہ عمرہ آپؐ نے جعرانہ سے وہاں ہوازن کا مال غنیمت تقسیم فرمانے کے بعد براہ راست مکے تشریف لے جا کر ادا فرمایا اور چوتھا عمرہ آپ نے اپنے پہلے اور آخری حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

یہ روایت بخاری' مسلم اور ابوداؤد نے کئی دیگر مختلف ذرائع اور ہمام بن یحییٰ کے حوالے سے پیش کی ہے اور ترمذی نے اسے حسن اور صحیح بتایا ہے۔

امام احمدؒ نے ابونضر نے اور داؤد یعنی العطار تینوں نے عمرو' عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چار بار عمرہ ادا فرمایا' پہلا عمرہ حدیبیہ' دوسرا عمرہ قضا' تیسرا عمرہ جعرانہ سے براہِ راست مکے جا کر اور چوتھا اوّل و آخر حج کے ساتھ۔

یہی روایت ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے داؤد ابن عبدالرحمٰن العطار مکی کی زبانی عمرو بن دینار کے حوالے سے پیش کی ہے۔

امام احمدؒ، یحییٰ ابن زکریا بن ابی زائدہ اور حجاج بن ارطاط نے جو عمرو بن شعیب کے والد اور دادا اور عبداللہ ابن عمرو بن العاص کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کے صرف تین بار عمرے کا ذکر کیا ہے وہ اس لیے کہ آپؐ نے یہ تینوں عمرے ماہ ذیقعدہ میں ادا فرمائے تھے لیکن چوتھے عمرے کا ذکر ان کے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ وہ چوتھا عمرہ آپؐ نے حج کے ساتھ ماہ ذی الحجہ میں ادا فرمایا تھا اور انہوں نے اسے حج ہی میں اس مہینے کے واقعات کے ساتھ شامل کر لیا۔

نافع نے جو آنحضرت ﷺ کے ادائیگی عمرہ کی تعداد صرف تین بتا کر آپؐ کے جعرانہ سے ادائیگی عمرہ سے کلیتہً انکار کیا ہے وہ حیرت ناک ہے کیونکہ دوسرے راویوں نے خود اسی کے حوالے سے ان کی تعداد چار بتائی ہے۔

جن راویوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کی ادائیگی عمرہ کا ذکر کیا ہے انہوں نے انہی کے حوالے سے آپؐ کے ایک عمرہ کا ذکر ماہ رجب میں کیا ہے۔ اس طرح بھی آپؐ کے عمروں کی مجموعی تعداد چار ہو جاتی ہے۔

بہرکیف آنحضرت ﷺ کے چار عمروں سے انکار کی کوئی حقیقت نہیں ہے جب کہ صحیحین کی متعدد روایات میں بھی ان کی مجموعی تعداد چار ہی بتائی گئی ہے نیز دوسرے متعدد راویوں نے عمرہ جعرانہ کو بھی ان میں شامل کیا ہے۔

Marfat.com

کعب بن زہیر بن ابی سلمی کا قبول اسلام اور ان کے قصیدے بانت سعاد کا قصہ

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ غزوۂ طائف سے فارغ ہو کر جعرانہ تشریف لائے اور وہاں سے آپؐ نے تقسیم غنائم کے بعد مکے جا کر ادائیگی عمرہ کا قصد فرمایا تو بجیر بن زہیر بن ابی سلمی نے اپنے باپ زہیر کی طرف سے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو خط لکھا اور اس میں اسے آگاہ کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مکے کے اس شخص کو جو فتح مکہ سے قبل بلکہ آپ کی مکے سے مدینے کو ہجرت سے قبل بھی اپنے اشعار میں آپ کی ہجو کیا کرتا تھا قتل کر دیا ہے اور اس کے بعد قریش کے شاعروں میں صرف ابن الزبعری اور ہبیرہ بن ابی وہب باقی تھے جو مکے سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہیں لہٰذا اگر اسے اپنی جان عزیز ہے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگ لے کیونکہ سنا گیا ہے کہ اگر کوئی اپنے پچھلے اعمال سے تائب ہو کر آپؐ سے معافی کا طالب ہوتا ہے تو آپؐ اسے قتل نہیں کرتے بلکہ معاف فرما دیتے ہیں۔

بجیر بن زہیر نے اپنے باپ کی طرف سے اپنے بھائی کعب کو یہ بھی لکھا کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اسے زمین کے کسی گوشے میں پناہ نہیں مل سکے گی۔

بجیر کے اس خط کے جواب میں کعب نے اپنے بھائی بجیر کو ایک منظوم خط لکھا جس میں اس نے اپنے پچھلے اعمال کا سچے دل سے اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اب بھی اپنے آپ کو مامون و مصئون سمجھتا ہے اور یہ بھی لکھا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے اس خط کو نہ چھپائے۔

چونکہ جبیر اس سے پہلے ہی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے پچھلے گناہوں سے تائب اور آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کر کے مسلمان ہو چکا تھا اور چونکہ اس کے بھائی کعب نے اسے لکھا بھی تھا کہ اس کا وہ خط آپؐ سے چھپایا نہ جائے اس لیے اس نے وہ خط آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جسے سن کر آپؐ نے فرمایا:

''اس نے (اپنے گناہوں کے اعتراف کی حد تک سچ کہا لیکن اس نے یہ جھوٹ کہا کہ وہ اب تک) مامون ہے (اور مامون و مصئون رہے گا''۔

جبیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کے مذکورہ بالا منظوم خط کے جواب میں آنحضرت ﷺ سے جو کچھ سنا تھا اُسے لکھ بھیجا تو اسے اپنے قدموں کے نیچے سے زمین کھسکتی محسوس ہونے لگی۔ اس کے علاوہ اس نے دوسرے لوگوں سے یہ بھی سنا کہ وہ اپنے آپ کو اب مقتول سمجھے تو وہ واقعی گھبرا گیا اور سچ پوچھئے تو اس نے صرف خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی توفیق بخشی کہ اس نے آپ کی مدح میں ایک ایسا قصیدہ کہا جو عربی میں سب مدحیہ قصائد سے زیادہ مشہور اور ہر دلعزیز ہے۔ وہ قصیدہ آج تک عربی میں قصیدہ بانت سعاد کے نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

اس قصیدے میں کعب بن زہیر نے آنحضرت ﷺ کی کریمانہ صفات کی مدح کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ وہ

Marfat.com

اسے اس کے دشمنوں سے محفوظ رکھے کیونکہ اسے ان کی طرف سے بے حد خوف تھا۔

یہ قصیدہ لے کر کعب بن زہیر مدینے پہنچا اور ایک ایسے شخص کے پاس ٹھہرا جس کے ساتھ اس کا جہینہ میں خاصے عرصے تک میل جول رہا تھا۔

اگلے روز کعب بن زہیر صبح ہی صبح مسجد نبوی پہنچا اور آنحضرت ﷺ کی قیادت میں صبح کی نماز ادا کی جس کے بعد اسے اشارہ کر کے بتایا گیا کہ:

''یہ رسول اللہ (ﷺ) ہیں اور اس سے کہا گیا کہ وہ آپؐ سے امن طلب کرے''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جیسا مجھے نہیں بتایا گیا' کعب بن زہیر اٹھ کر آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھا اور آپ کا دست مبارک ادب کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے چونکہ کعب بن زہیر کو پہچانا نہیں تھا اس لیے اس نے آپ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) اگر کعب بن زہیر آپ کی خدمت میں حاضر ہو آپؐ سے امن کا طالب ہو اور اپنے پچھلے گناہوں سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنا چاہے تو کیا آپؐ اس کی معذرت قبول فرما کر اس کی گزشتہ زیادتیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز فرماتے ہوئے اسے معاف فرما دیں گے؟''۔

آنحضرت ﷺ کے جب اس کے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا تو کعب بن زہیر سر جھکا کر بولا:

''یارسول اللہ (ﷺ) میں ہی کعب بن زہیر ہوں''۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ انہیں عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا کہ اس کی زبان سے یہ سن کر انصار کے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ (ﷺ) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں''۔

اس انصاری کی یہ بات سن کر آپؐ نے فرمایا:

''تم اس سے دور رہو کیونکہ یہ توبہ کر کے اپنے پچھلے گناہوں کی عاجزی کے ساتھ معافی طلب کرنے آیا ہے''۔

(حدیث نبوی کا مفہومی و تشریحی ترجمہ۔ مترجم)

اس کے بعد ابن اسحٰق مذکورہ بالا حوالے کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن زہیر کو اس انصاری کی یہ بات سن کر غصہ آ گیا تھا اور جب وہ اپنے ساتھیوں میں واپس پہنچا تھا تو اس نے ان کے سامنے انصار کو برا بتایا لیکن مہاجرین کو کلمات خیر سے یاد کیا اور اس کے بعد بھی انہیں ہمیشہ کلمات خیر ہی کے ساتھ یاد کرتا رہا۔

بعض مورخین نے اس کی تردید کی ہے کہ قصیدہ بانت سعاد کعب بن زہیر کا کہا ہوا ہے لیکن جیسا کہ مشہور ہے اور صحیح بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کعب بن زہیر کی زبانی قصیدہ بانت سعاد سن کر انہیں اپنی یمنی ردائے مبارک عطا فرمائی تھی۔

قصیدہ بانت سعاد کا آخری شعر یہ ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ۔۔۔ متیم عندھا لم یفد مکبول

Marfat.com

سال ہشتم ہجری کے مشہور واقعات واموات

سال ہشتم ہجری کے ماہ جمادی الاوّل میں کعب بن زہیر نے وفات پائی' اس سے قبل ماہ رمضان المبارک میں مکہ فتح ہوا جس کے بعد ماہِ شوال میں غزوہ ہوازن ہوا' اس کے بعد اسی سال طائف کا محاصرہ کیا گیا' ماہ ذیقعدہ میں عمرۂ جعرانہ اور اسی ماہ میں مکے سے آنحضرت ﷺ کی مدینے واپسی ہوئی۔

واقدی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب مدینے واپس تشریف لائے تو ماہ ذی الحجہ ختم ہونے میں چند راتیں باقی تھیں۔

واقدی یہ بھی کہتے ہیں کہ اسی سال آنحضرت ﷺ نے عمرو بن عاص کو جیفر اور عمرو ابنی الجندی کی طرف ازد بھیجا تھا تا کہ وہاں کے مجوسیوں اور گردوپیش کے غیر مسلم عربوں سے جزیہ وصول کر کے وہ دونوں آپ کی خدمت میں روانہ کریں۔

واقدی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اسی سال آنحضرت ﷺ نے فاطمہ بنت ضحاک سے عقد کیا تھا لیکن اسے دین کے مقابلے میں دنیا کی طرف مائل دیکھ کر اس سے مفارقت اختیار فرمالی تھی۔

یہ بیان بھی واقدی ہی کا ہے کہ اسی سال ماہ ذالحجہ میں ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے آنحضرت ﷺ کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی اور اس وجہ سے کہ اس کے بطن سے آپ کا فرزند نرینہ پیدا ہوا تھا امہات المومنین اس پر رشک کرنے لگی تھیں۔ اس زچگی کے دوران میں ماریہ رضی اللہ عنہا کی قابلہ (دائی) آنحضرت ﷺ کی کنیز سلمٰی تھیں اور انہی نے ابی رافع کو ابراہیم ابن رسول ﷺ کی ولادت کی خبر دی تھی اور پھر رافع نے یہ خوشخبری آنحضرت ﷺ کے گوش گزار کی تھی جس پر آپؐ نے رافع کو آزاد کر کے انہیں ام برہ بنت منذر بن اسید بن خداش بن عامر بن عدی بن نجار کے پاس ان کے شوہر البراء بن اوس بن خالد بن الجعد بن عوف بن مبذول کی خدمت کے لیے بھیج دیا تھا۔

اس سال کے وقائع کے ضمن میں ہم شہداء کے اسمائے گرامی پہلے پیش کر چکے ہیں نیز اسی سال کے اہم واقعات میں خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں نخلہ میں مشرکین کے اس معبد کے انہدام کا ذکر بھی کیا جا چکا ہے جس میں مشرکین عرب عزیٰ کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اس معبد کو خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے سال ہشتم ہجری کے ماہ رمضان کے ختم ہونے سے پانچ روز قبل منہدم کیا تھا۔

واقدی کے بقول اس کے علاوہ اسی سال ایک ایسا ہی معبد جو سواع کا تھا اور جس کی ہذیل برہاط پرستش کیا کرتے تھے منہدم کیا گیا تھا۔ اسے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے منہدم کیا تھا لیکن اس میں سے کوئی خزانہ برآمد نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

اسی سال مشلل میں منات کا معبد جس کی اوس وخزرج کے لوگ پرستش کرتے تھے منہدم کیا گیا تھا۔ اسے سعد بن زید اشہلی رضی اللہ عنہ نے منہدم کیا تھا۔

ہم نے مشرکین کے ان بتوں کے بارے میں سورہ نجم میں آیہ شریفہ:

﴿ اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴾

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ (مؤلف)

بخاریؒ نے فتح مکہ کے بعد خثعم کی اس عبادت گاہ کا ذکر کیا ہے جس میں مشرکین اس کی پرستش کرتے تھے اور اسے کعبہ مکہ کی ایک شاخ سمجھا اور کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا جب کہ کعبہ مکہ کو مشرکین عرب کعبہ شامیہ کہتے تھے۔

بخاریؒ فرماتے ہیں:

یوسف بن موسیٰ اور ابواسامہ نے اسماعیل بن ابی خالد' قیس اور جریر کے حوالے سے بیان کیا کہ جریر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم ذوالخلصہ کو ختم نہیں کرو گے؟''۔

جریر نے عرض کیا: ''ضرور''۔

اس کے بعد جریر کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ ڈیڑھ سو سوار لے کر یمن کے قبائل خثعم وبجیلہ کی طرف جانے لگے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان سواروں کے بارے میں عرض کیا جو غیر تو بیت یافتہ تھے اور اس وجہ سے جریر کو ان کی کارکردگی پر بھروسہ نہیں تھا۔

جریر کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر اس طرح رکھا کہ انہیں اپنے سینے میں اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

''یا اللہ اسے ثابت قدم رکھنا اور اسے ہادی ومہدی بنا دینا''۔

جریر کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان سواروں کی طرف سے کوئی کوتاہی دیکھنے میں نہیں آئی۔

جریر مزید بیان کرتے ہیں کہ ذوالخلصہ یمن میں ایک عمارت تھی جس میں خثعم اور جبیلہ کے بت نصب تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے اور اسے کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ جریر نے اس عمارت کو پہلے منہدم کیا اور پھر جلا کر راکھ کر دیا۔

جریر کہتے ہیں کہ جب وہ یمن پہنچے تو انہیں وہاں ایک شخص ملا جو زمانہ جاہلیت کے عام دستور کے مطابق تیروں کے ذریعہ فال نکالا کرتا تھا۔

اس شخص نے جریر سے کہا:

''اگر تمہارا رسول واقعی اللہ کا رسول ہے تو جو تیر میں چلاؤں گا تمہاری گردن میں پیوست نہیں ہوگا''۔

چنانچہ جریر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اس شخص نے تیر چلایا تو اس کا نشانہ خطا ہو گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد جریر نے میان سے تلوار نکال کر اس شخص سے کہا:

''اگر اب تو اشہدان لا الہ الا اللہ نہیں کہے گا تو میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا''۔

بہر کیف جریر نے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا' مذکورہ بالا عمارت کو منہدم کرنے کے بعد اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔

جب جریر نے یمن سے لوٹ کر آنحضرت ﷺ کو اس عمارت کے انہدام واحتراق کی خوشخبری سنائی تو آپؐ نے ''بارک اللہ'' فرمایا اور ان کے ساتھی سواروں میں سے ہر ایک کو یکے بعد دیگرے پانچ پانچ بار مبارکباد دی۔

مسلمؒ نے یہ روایت متعدد ذرائع اور اسماعیل بن ابی خالد' قیس بن ابی حازم اور جریر بن عبداللہ البجلی کے حوالوں سے اسی طرح پیش کی ہے۔

Marfat.com



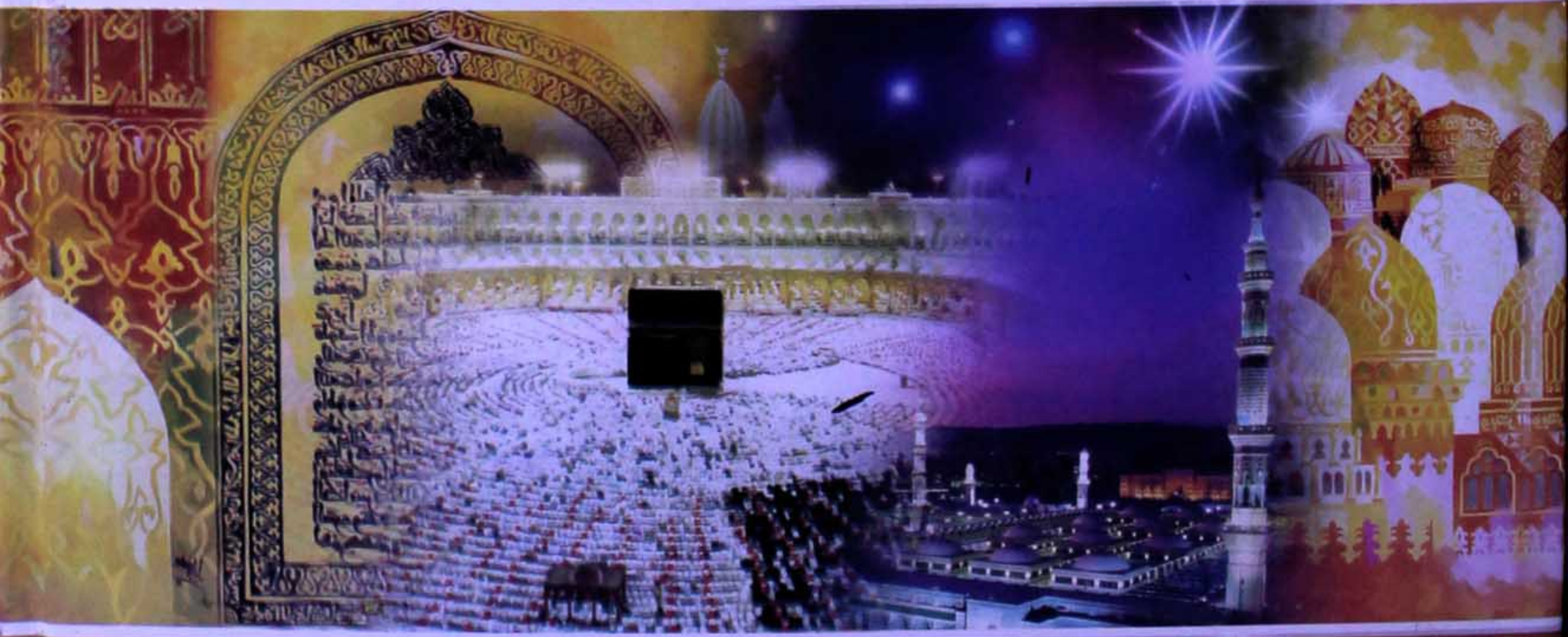

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی